کتاب نما

جنوری ۱۹۷۲ء
شمارہ ۱

حبیب
پروفیسر محمد
ڈاکٹر

مکتبہ جامعہ ملیہ اسلامیہ

وابستہ

جنوری ۱۹۷۲ء
شمارہ ۱

جبیب
پروفیسر محمد
ڈاکٹر

مکتبہ جامعہ

تھے۔ ادارہ عابدی صاحب کے اس غم میں برابر کا شریک ہے۔

کاش! یہیں پر بس ہوتا! مگر چلتے چلاتے فرشتۂ موت نے اپنے ترکش سے ایک اور تیر چھوڑا جس نے خواجہ غلام السیدین کی جان لے ڈالی۔ سیدین صاحب مرحوم جامعہ ملیہ اور مکتبہ جامعہ کے بڑے محسنوں اور ہمدردوں میں تھے۔ ایک ماہرِ تعلیم ہونے کے ساتھ صاحبِ طرز ادیب اور سحر طراز مقرر ہونے کے علاوہ مرحوم نہایت مخلص، ملنسار اور وضع دار شخصیت کے مالک تھے۔ سلام کا جواب ہمیشہ مسکراہٹ کے ساتھ دینے کے عادی تھے۔ ۸ دسمبر کو ریڈیو سے بڑی پیاری تقریر سنتے وقت یہ گمان بھی نہ تھا کہ ۱۹ دسمبر کو یہ شیریں آواز ہمیشہ کے لیے بند ہو جائے گی۔ انتقال کی خبر سنتے ہی جناب شاہد علی خاں جنرل منیجر مکتبہ جامعہ نے ۲۰ دسمبر کو دفتر کے بند کرنے کا حکم جاری کر دیا۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور بیگم صالحہ عابد حسین (ہمشیرہ) ڈاکٹر سید عابد حسین، کرنل محمد غفران (خویش) خواجہ احمد عباس اور تمام پسماندگان کو توفیقِ صبر عطا فرمائے۔ آمین۔

کشمیر کے سابق وزیر اعلیٰ خواجہ غلام محمد صادق مرحوم ادیب یا شاعر نہیں تھے، ادب نواز ضرور تھے۔ جامعہ ملیہ اسلامیہ اور مکتبہ جامعہ کے ہمدردوں اور سرپرستوں میں تھے۔ اردو سے بڑی محبت تھی۔ اس کی سرپرستی اپنا فرض سمجھتے تھے۔ یہی وہ جذبہ تھا جس نے تحفظ کلاسیکی ادب کو فنا ہونے سے بچانے کے لیے مکتبہ جامعہ کو اپنی حکومت سے ایک عطیہ رقم منظور کرائی۔ مکتبہ جامعہ کی "معیاری ادب سیریز" کے تحت ۲۲ کتابیں اسی عطیہ کی رہینِ منت ہیں۔ مزید سات کتابیں طباعت کی آخری منزل میں ہیں۔

صادق صاحب کی وفات سے مکتبہ جامعہ بھی اپنے بڑے محسن سے محروم ہو گیا۔ مگر ہمیں یقین ہے کہ ان کے جانشین سید میر قاسم جو مرحوم کی پالیسیوں کو جاری رکھنے کا اعلان فرما چکے ہیں، جامعہ ملیہ اور مکتبہ جامعہ پر اپنی نظرِ عنایت قائم رکھیں گے اور اردو زبان و ادب کی سرپرستی فرماتے رہیں گے۔

ذوقِ سفر   غلام ربانی تاباں

"ذوقِ سفر" جسے غزل کی کلاسیکی روایت و جدت کا حسین سنگم کہنا بے جا نہ ہوگا۔

قیمت ۵/۰۰

"معیاری ادب" سیریز کی تین نئی کتابیں

مقدمہ شعر و شاعری

خواجہ الطاف حسین حالی

مرتبہ: رشید حسن خاں

مقدمہ شعر و شاعری کا شمار اُردو کی اُن اہم اور معیاری کتابوں میں ہے جن کی اہمیت افادیت اور مقبولیت پر شاید ہی کبھی آنچ آسکے۔ آج جب کہ اُردو میں تنقید کا سرمایہ بڑھ چکا ہے اس کی اہمیت اور افادیت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ قیمت عام اڈیشن ۲/۶۰ لائبریری اڈیشن ۴/۴۰

انتخاب سراج اورنگ آبادی

مرتبہ: ڈاکٹر محمد حسن

اس انتخاب کلام میں آپ کو ایک ایسی جمال پرست اور بے قرار شخصیت کی جھلکیاں ملیں گی۔ جو ذات کو کائنات کے لئے عرفان کی تلاش میں ہے۔ اِن اشعار میں ایک درد مند کی آواز ہے اور ایک تہذیب اور ایک تاریخی دور کی صدا بھی۔

قیمت عام ۱/۲۰ لائبریری اڈیشن ۱/۷۰

موازنۂ انیس و دبیر

شبلی نعمانی

مرتبہ: رشید حسن خاں

موازنۂ انیس و دبیر اُردو میں تنقید کی ابتدائی اور اہم کتابوں میں سے ہے۔ یہ اپنے انداز کی ایک ایسی منفرد تصنیف ہے کہ اگر اسے انیس و دبیر کے شاعرانہ کمالات کا جائزہ اور ان کے فن کی قدر و قیمت کے تعین کی دستاویز کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ قیمت عام ۳/۲۵ لائبریری اڈیشن ۴/۲۵

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دلی ۲۵، دلی ۶، بمبئی ۳، اور علی گڑھ

بمبئی کی ڈائری

تصدیق سہاوردی

عصمت چغتائی کا افسانہ
ساگر سرحدی کی کہانی
یوسف ناظم کا فلیٹ

عصمت چغتائی ، اختر الایمان ، باقر مہدی ، فضیل جعفری ، عزیز قیسی ، حسن کمال ، ساگر سرحدی ، محمود چھاپڑا ، ذکریا شریف ، مرچنٹ ، سلطانہ ایمان مسز محمود چھاپڑا ، رضیہ تصدیق اور بہت سے ادیب و شاعر ادران کے پرستار دھلے آسمان پر ستاروں کی طرح جمع ہیں ۔ ایک گوشہ سے اختر الایمان کی صدارت کی تجویز پیش کی جا رہی ہے ، دوسرے گوشے سے تائید ہو رہی ہے ، اختر الایمان پروگرام کا پرچہ سینہ کے قریب لا کر ساگر سرحدی کو افسانہ پڑھنے کی دعوت دے رہے ہیں ۔

میں یہ افسانہ دوبارہ سن رہا ہوں ۔ افسانہ میں تنہائی کے شکار ہمیں نوجوانوں کی ذہنی ... سی کی گئی ہے پس منظر میں موجودہ معاشی ، اقتصادی بے راہ روی اور بدنظمی کی جھلکیاں

افسانہ پر تقابلی تبصرہ کر رہے ہیں — اور افسانہ میں بے چہرہ کردار پیش کیے گئے ہیں ، باقر مہدی فرما رہے ہیں — یہ ایک پیراگراف کی کہانی ہے ۔ تاثرات میں ... چڑھا دی گئی ہے ۔

... مہدی جدید افسانہ میں اس رجحان کے خلاف ہیں کہ کہانی کا تانا بانا صرف

موہوم اشاریت پر بنا گیا ہو۔ آپ نے کہا کہ یہ کہانی کمیٹڈ committed نہیں ہے اس
میں alienation کا مسئلہ اٹھایا گیا ہے۔ اگر یہ طنز ہے تو طنز کا مقصد اُس وقت پورا ہوتا ہے
جب نشانہ بنا کر طنز کیا جائے۔

ندا صاحب کی رائے ہے کہ کہانی میں 'بے نام کی موت' موت کا کردار پیش کیا
گیا ہے۔

عصمت چغتائی:۔ "نام والی موت کیا ہوتی ہے ؟ کہانی کے پانچوں کردار سماج
کے فرمانبردار بچے ہیں۔ زندہ کہانی میں زندہ چہرے ہوتے ہیں۔ (طنزیہ لہجہ)
جدید کہانی میں زندہ چہرے کہاں ہوں گے ؟

عزیز قیسی:۔ کہانی میں آخر تک ایک ہی ٹون (TONE) ہے۔ جدید فقرے فیشن کے بطور
استعمال کئے گئے ہیں، اگر یہ فقرے نہ ہوتے تو بھی کہانی ہو جاتی۔

سلطانہ ایمان:۔ 'جدید کہانی کیا ہوتی ہے' پلیز وضاحت فرمائیے ؟'

اختر الایمان:۔ کہانی سن کر محسوس ہوا کہ کہانی اچھی ہے۔ کرداروں کا یکساں حرکت
کرنا کہانی کی خوبی ہے۔ اس سے تاثر پیدا ہوتا ہے۔

باقر مہدی:۔ 'صدر پسند کرتے ہیں تو کہانی ٹھیک ہی ہے'

عصمت چغتائی نے اپنی کہانی سنانے سے پہلے فرمایا کہ یہ کہانی انگلینڈ میں پھیلتی
ہوئی نسلی امتیاز کی تحریک پاولزم (Powellism) پر لکھی گئی ہے۔ آپ نے کہا
کہ انگلستان میں نسلی امتیاز یا کالے گورے کا مسئلہ جب میرے سامنے آیا تو خیال
ہوا کہ کوئی مضمون لکھوں۔ جب لکھنے بیٹھی تو مضمون کہانی تھا ہو گیا۔ اس کا عنوان
ہے "سفید چادر" کہانی میں ایک ہندوستانی نژاد نوجوان کی سرگزشت بیان کی گئی
ہے۔ یہ نوجوان ایک لینڈ لیڈی (Landlady) کے قہر کا اس وقت نشانہ
بنتا ہے جب اس کے پلنگ کی سفید چادر داغدار ہو جاتی ہے۔ اسے سفید چادر
کی کہانی بھی کہہ سکتے ہیں۔ یہ سفید چادر کیا کیا جنسی تماشے دیکھتی ہے اور اس پر
جنسی بیل بوٹوں کی گتھی کو لینڈ لیڈی کس طرح سلجھاتی ہے۔ اور نوجوان کو اپنے نسلی
تعصب کا کس طرح نشانہ بناتی ہے عصمت چغتائی کے فن کے دائرے میں ایک دلچسپ
کہانی بن گئی ہے۔ اس میں طنز ہے، قلعہ کی زبان سے اور مغربی تہذیب کے خاتمے

دروں کے چٹخارے ہیں۔

حسن کمال نے سفید چادر کو سمیٹتے ہوئے کہا کہ افسانہ کی بنیاد اخبارات میں شائع
شدہ خبریں ہیں۔ ان خبروں پر "مکمل سچ یا جھوٹ" کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ آپ نے
اعتراض کیا کہ اخبار کی ایک پالیسی ہوتی ہے اس کی روشنی میں خبریں شائع کی جاتی ہیں اس
سوص روشنی میں چھپی ہوئی خبریں کسی افسانہ کی بنیاد کس طرح بن سکتی ہیں — یہ کہانی
خامی ہے اور یہ خامی ترقی پسندی کی دین ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ کہانی میں (Perversion) ہے یہ بھی عصمت
چغتائی کو ترقی پسند تحریک کے ورثہ میں ملا ہے۔ چادر کے دھبوں سے کالے گدروں کا
رتبہ کھلا معلوم نہیں ہوتا۔ اور اینک پادل کے نام لینے سے نسلی امتیاز کے شدید اور
سنگین مسئلہ کا حل نہیں نکلتا۔ کہانی میں جنس کے اظہار سے بھی اس مسئلہ پر بھرپور روشنی نہیں
پڑتی۔ یہ ایسی ہی 'لذت کشی' ہے جیسے کسی خطرناک پھوڑے کو ہلکے ہلکے پیپ ڈہ حاصل
ہو سکتی ہے۔

ندا فاضلی:۔ فن میں اصلاح پسندی کا رجحان تقریباً پانچ سو سال سے در آیا
ہے۔ حالی پانی پتی کا فن "اصلاح" پر مبنی تھا۔ یہ کہانی بھی اس رجحان کا شکار
ہے اور اسی لیے پرانی ڈگر پر گھٹتی معلوم ہوتی ہے۔ قاری کی دلچسپی برقرار رکھنے کے لئے
پنڈلیڈی کی زبان سے ایسے فقرے کہانی میں داخل کئے گئے ہیں۔ جن سے لذت حاصل
ہوتی ہے دلچسپی کے ہی لئے یہ اہتمام کیا گیا ہے کہ کردار کی جنسی ناآسودگی کا اظہار ہوتا
رہے۔

باقر مہدی: یہ کہانی دھوکا دیتی ہے کہ 'سیاسی' ہے حالانکہ اس میں جنس
Perversion اور Thirst ہے۔

اختر الایمان نے تبصرہ کرنے والوں کے لب و لہجہ پر ہلکی سی نکتہ چینی کی اور اسے
ذاتیات پر کیچڑ اچھالنے کے مترادف بتایا۔ صدر کی نکتہ چینی پر جدید فن کار چیں بجبیں ہو گئے
اس پر گفتگو کافی تلخ و تند ہو گئی۔ اختر الایمان نے کہا کہ میری بات کو Distort نہ کیا
جائے۔ میں نے صرف مشورتاً کہا تھا کہ فن کار کی ذات پر کیچڑ نہ اچھالی جائے۔ تنقید کا
لب و لہجہ جنرل نوعیت کا ہونا چاہیے۔

باقر مہدی نے کہا کہ صدر کے مشورے کو تسلیم کر لینا چاہیئے۔ ہو سکتا ہے یہ بھی 'ترسیل کا المیہ' ہو اور ہم صدر کے جملوں کا مفہوم کچھ اور سمجھے ہوں!

عزیز قیسی :۔ نسلی امتیاز کے سنگین مسئلہ پر کہانی کار کا Treatment بہت سطحی cheap ہے۔ اس رویّہ کو ہم اچھا نہیں کہہ سکتے۔ یہ نہ مضمون ہی ہے اور نہ کہانی — لینڈ لیڈی کے کردار سے کالے گورے کا مسئلہ حل نہیں ہوتا، اور نہ اس سے کچھ روشنی حاصل ہوتی ہے۔ اس Treatment کو ہم اچھا نہیں کہہ سکتے۔

عصمت چغتائی نے مبصرین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا' میں ابتدا میں کہہ چکی ہوں کہ میرا ارادہ مضمون لکھنے کا تھا مگر کہانی کار ہونے کے ناتے میں نے اس گمبھیر مسئلہ کو کہانی کے روپ میں لکھ دیا، میں خود ابھی تک اس تحریر سے مطمئن نہیں ہوں۔ آپ لوگوں کی فرمائش پر سنا دیا ہے۔

عزیز قیسی نے ادبی نشست میں پہلی بار ایک کہانی سنائی، سب خاموشی سے سن رہے تھے، کردار عزت کی چار دیواری پھاند کر سرمایہ داری کی طرف دوڑ رہے تھے محبت اور ناکامی کے بھی بہت سے موڑ تھے مگر کردار انھیں پھلانگ کر نکل گئے۔

کہانی سن کر باقر مہدی نے بے جھجک فیصلہ سنا دیا کہ کہانی بہت خراب ہے۔ کہانی میں پلاٹ کا کلشے تقدیس اور پوترتا کا بار بار اعلان اور بھر پور آغاز و انجام سن کر شفیق الرحمٰن یاد آتا ہے۔

عزیز قیسی :۔ کہانی اسی لئے لکھی گئی ہے کہ تم ہدفِ ملامت بناؤ!

کچھ پرانی، کچھ نئی نظمیں سن کر جلسہ کے خاتمہ کا اعلان کر دیا گیا۔

حاصلِ مطالعہ

"کتاب نما" کی اشاعت کا واحد مقصد پڑھنے والوں کو تازہ مطبوعات سے آگاہ کرنا ہے۔ اس سلسلے میں ہم نے اقتباس، تعارف اور تبصرے غرض کہ جو کچھ کتابوں کو مقبول بنانے کے لئے جا سکتا ہے، کیا ہے ہم یہ کالم اس لیے شروع کر رہے ہے کہ قارئین "کتاب نما" جو کتابیں پڑھتے ہیں اور ان کے بارے میں جو رائے رکھتے ہیں، اس سے دوسرے بھی واقف ہوتے رہیں۔ اس سے ایک فائدہ تو یہ ہوگا کہ کتابوں کی مقبولیت کا علم بآسانی ہو سکے گا۔ مگر دوسرا اور سب سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ وہ کتابیں بھی روشنی میں آجائیں گی جو اشتہار دہندوں اور تبصرہ نگاروں کے حدود سے باہر ہیں۔ امید ہے کہ ہمارے اس سلسلے کو پسند کیا جائے گا۔

ہم یہ تو نہیں چاہتے کہ کسی کتاب کو قارئین کے درمیان موضوع بحث بنا کر مباحثے اور مناظرے کے دروازے کھول دیں، مگر متضاد (لیکن سنجیدہ) رایوں کی اشاعت سے ہمیں انکار نہ ہوگا۔

اس سلسلے میں جو کچھ شائع ہوگا وہ مراسلہ نگار کی ذاتی رائے ہوگی، ادارے کا اتفاق یا اختلاف ضروری نہیں۔

ایڈیٹر

(ڈاکٹر) سیفی پریمی

مرزا غالب کی شخصیت اور فن پر کافی تعداد میں عمدہ کتابیں شائع ہو چکی ہیں لیکن خواجہ الطاف حسین حالی کی تصنیف 'یادگارِ غالب' کی اہمیت و افادیت اب بھی برقرار ہے حقیقت یہ ہے کہ اسی چراغ سے بہت سے چراغ روشن ہوئے ہیں۔ یہ کتاب دو حصوں میں منقسم ہے۔ پہلے حصے میں مرزا غالب کے حالاتِ زندگی

اور اوصافِ سیرت کا بیان ہے۔ اسی کے ساتھ قلعہ میں خدمت، اصلاحِ سخن، مہرِ نیمروز کی تیاری، دستنبو، قاطع برہان، گمنام خطوط میں دشنام طرازی، مسئلہ امتناعِ تنظیم خاتم النبیین کے سلسلے میں مولوی فضل حق کے موقف، تقریظِ تصحیح آئین اکبری کے باب میں سرسید کے ردِعمل، نواب محمد مصطفیٰ خاں شیفتہ، مولوی فضل حق، ذوق، مومن، مفتی صدرالدین اور مولوی عبدالقادر رامپوری کے ملفوظات سے آگہی ملتی ہے۔ دوسرے حصے کا عنوان "مرزا کے کلام پر ریویو اور اس کا انتخاب" ہے جس میں حالی نے اپنے تنقیدی معیار کے پیشِ نظر کلامِ غالب پر اظہارِ خیال کیا ہے اور تقریباً ستر (۷۰) صفحات پر مشکلاتِ غالب کی شرح لکھی ہے۔ ان میں بعض اشعار کا مفہوم خود مرزا غالب کا سمجھایا ہوا ہے

آخر میں مرزا غالب کے اسلوبِ مکتوب نویسی اور اردو ادب میں مکاتیبِ غالب کی اہمیت کو واضح کیا گیا ہے۔ چند بہترین خطوط کے نمونے بھی شامل ہیں۔ اس کتاب میں مرزا غالب کے (۳۹) دلچسپ لطیفے درج ہیں۔

اس اہم تصنیف کو ماہرِ غالبیات مالک رام نے مرتب کیا ہے۔ انہوں نے اپنے پُرمغز مقدمہ میں بعض اہم امور کی نشان دہی کی ہے۔

۱ ۔ پہلی مرتبہ ان کے تمام کلام ـــ اردو اور فارسی نظم اور نثر ـــ کا تفصیلی جائزہ لے کر اس کی خوبیوں کو اُجاگر کیا گیا تھا۔

۲ ۔ حالی نے یہ کتاب غالب کی سوانح عمری کے لیے نہیں لکھی تھی اُن کے نزدیک یہ ثانوی بات تھی۔ اصل میں وہ غالب کی شعری اور ادبی حیثیت اور اس میدان میں ان کی بلند پایگی نمایاں کرنا چاہتے تھے۔

۳ ۔ "حالی ۱۸۶۱ء میں نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ کے منجھلے صاحبزادے نقشبند خاں کے اتالیق مقرر ہوئے اور شیفتہ ہی کے ساتھ رہنے لگے۔

..... یہی وہ زمانہ ہے جب غالب اور حالی بھی ایک دوسرے کے قریب آئے۔

یہ کہا جاتا ہے کہ حالی نے کئی مقامات پر آبِ حیات سے (خصوصاً لطائف میں) استفادہ کیا ہے؟ ـــ فاضل مرتب نے اس اعتراض کی مدلل تردید کی ہے۔

'یادگارِ غالب' کے متداول نسخوں کے متن میں اختلاف پایا جاتا ہے اس لیے کہ بعض

اشاعتوں میں عبارت کو حذف کر دیا گیا ہے۔

کتابت کی غلطیاں الگ دشواری پیدا کرتی ہیں۔ یہ مراحل، مرتب سے جگر کاوی اور دقتِ نظر کا مطالبہ کرتے ہیں چنانچہ فاضل مرتب نے مختلف ایڈیشنوں کا تقابلی مطالعہ کیا اور لاہور اڈیشن کو اساس بنا کر (یہی معتبر اڈیشن ہے) یادگارِ غالب کو از سرِ نو مرتب کیا ہے۔ صحتِ متن کے ساتھ صحتِ املا کا معیار بھی قائم رکھا گیا ہے۔ پروف دیکھنے میں محنت کی گئی ہے۔ کتابت کی صرف تین چار غلطیاں نظر آتی ہیں۔

یہ بھی ایک بڑا کام ہے کہ اس ابتلا کے دور میں شاہد علی خاں، جنرل منیجر مکتبہ جامعہ نے آفسٹ پر کتاب کی طباعت کا اہتمام کر دیا اور مالک رام، جن کا دم غنیمتات سے ہے۔ انھوں نے یادگارِ غالب مرتب کرنے کی زحمت گوارا کی۔

اربابِ ذوق اور طلبہ کو اس سے بہرہ مند ہونا چاہیئے۔

یادگارِ غالب (حصہ اردو) مرتبہ: مالک رام مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دلی ۲۵ قیمت ۵/۰

یوسف ناظم

مجروح کہتے ہیں "فنِ شاعری میں اشاریت کا کمال ماورائیت کی حد تک دیکھنا ہو تو غزل کے علاوہ کہیں، دوسری طرف نہ دیکھیے ___"

مجروح کو اس طرح کی دو ٹوک بات کہنے کا حق اس لئے ہے کہ وہ اس دعوے کا ثبوت اپنی غزل سے دیتے ہیں۔

وہ تو کہیں ہے اور مگر دل کے آس پاس
پھرتی ہے کوئی شئے، نگہ یار کی طرح

سر پر ہوا ئے ظلم چلے سو جتن کے ساتھ
اپنی کلاہ کج ہے اسی بانکپن کے ساتھ

نہ دیکھیں دیر و حرم اہرواں سوئے حیات
یہ قافلے تو نہ جانے کہاں قیام کریں

غزل گو شاعر اپنے تعارف کے لئے مجروح کی طرف اشارہ کر دیں تو بہت کافی ہے۔

'غزل' مجروح کا [illegible] کلام ہے جو اس سے پہلے چار مرتبہ چھپ چکا ہے لیکن یہ مجموعہ حسبِ پسند طباعت [illegible] ہے۔ کایا کلپ کے بعد سامنے آیا ہے۔ "زیورِ طباعت سے آراستہ ہونا" بہت پرانی ترکیب ہے لیکن سچ یہ ہے کہ 'مشعل' کا یہ مجموعہ خوش نویسیا و رحسن

طباعت کا نمونہ ہے۔ ہندستان میں 'صحت عامہ' کا حال کچھ زیادہ اچھا نہیں ہے۔ لیکن اس مجموعہ کلام کی 'صحت' قابل رشک ہے۔ مجروح کی غزلوں کے مجموعے تو اس نفاست اور شائستگی کے ساتھ بہت پہلے شائع ہونا چاہیئے تھا۔

بہت سے غزل گو شاعر، غزل اس طرح کہتے ہیں کہ غزل مجروح ہو جاتی ہے۔ مجروح کے ہاں معاملہ اس کے برعکس ہے، ان کا لب و لہجہ، اسلوب اور آہنگ اکتسابی نہیں جیسی غزل پر پڑھنے اور سننے والے کو پیار آجائے۔ اس کا اکتسابی ہونا ممکن ہی نہیں۔ مجروح کہتے ہیں۔

مجھے نہیں کسی اسلوب شاعری کی تلاش
تری نگاہ کا جادو مرے سخن میں رہے

(یہ سب فردوسی باتیں ہیں)

آج کل میں اگر آپ بازار جائیں تو "غزل" کا ایک نسخہ ضرور خرید لیجئے گا لیکن یاد رہے یہ "متاع کوچہ و بازار نہیں" "دولت بیدار" ہے

غزل ــ مجروح سلطان پوری : مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ نئی دلی : قیمت ۵/۰

پرسش تا ظلم

ساحر ان شاعروں میں ہیں جنہیں اپنے کلام کو سنوارنے اور سجانے کی بالکل ضرورت نہیں۔ اُن کے شعر کی کاٹ اور چبھن، سادگی اور پرکاری قاری اور سامع کو اپنی گرفت میں لے لینے کے لئے بہت کافی ہے ـــ ساحر نے اگر اپنا تخلص خود چنا ہے تو اس میں کوئی تعلّی نہیں اور اگر یہ تخلص کسی اور شخص نے تجویز کیا ہے تو وہ شخص بے حد ذہین اور بہت نجومی تھا ـــ ساحر کی سوچ کے سانچے مخصوص وضع کے ہیں (کیا تعجب پیٹنٹ ہوں)۔ موضوعاتی شاعری میں ساحر منفرد ہیں۔

ان کا نیا مجموعہ کلام 'آؤ کہ کوئی خواب بنیں' سال رواں کا دیدہ زیب اور حسین تحفہ ہے۔ (ٹائیٹل اس میں شریک نہیں ہے) اس مجموعے میں ۳۳ نظمیں ہیں۔ تین پرانی نظمیں مرے عہد کے حسینو، خون پھر خون ہے، اور پرچھائیاں، اس مجموعے میں بطور رفتہ مکرر شامل ہیں۔ اس مجموعے میں ان نظموں کی شمولیت کا جواز یہ ہے کہ ان کا لہجہ، اس مجموعے کی نظموں سے

ملتا جلتا ہے ـــــ ہندوستان کے مشہور مصوّر ہرکرشن کے خاکوں کے ساتھ اس مجموعے کا مصوّری حسن اور نکھر گیا ہے۔ معنوی اعتبار سے معتبر اشعار کی اس مجموعے میں کمی نہیں۔

میں زندہ ہوں مشتہر کیجئے ۔۔۔ مرے قاتلوں کو خبر کیجئے

اب ایک رات اگر کم جیئے تو کم ہی سہی! ۔۔۔ یہی بہت ہے کہ ہم شعلیں جلا کے جیئے

تم نے جو بات سر بزم نہ سننا چاہی ۔۔۔ میں وہی بات سر دار کہوں تو کیا ہو

اور

فقیر شہر کے تن پر لباس باقی ہے ۔۔۔ امیر شہر کے ارماں ابھی کہاں نکلے

آؤ کہ کوئی خواب بنیں۔ ساحر لدھیانوی۔ علوی بکڈپو۔ بمبئی قیمت -/۵

علقمہ شبلی

اُردو کی جنم بھومی پنجاب ہو یا دکن، دلّی ہو یا آگرہ۔ لیکن یہ بات یقینی ہے کہ اُردو زبان و ادب کی نشو و نما میں دلّی کا اہم حصہ رہا ہے مگر مغلیہ سلطنت کے زوال کے ساتھ ساتھ یہاں کی ادبی محفلیں بھی اجڑ گئیں اور لکھنؤ، عظیم آباد اور مرشد آباد میں شعر و شاعری کی شمعیں روشن ہونے لگیں۔ سنہ ۱۸۰۰ء میں فورٹ ولیم کالج کے قیام نے اردو نثر کے ارتقا کے لیے ایک نیا باب کھولا۔ اس طرح بنگال میں کلکتہ، مرشد آباد، مٹیا برج، ہوگلی، سیرام پور، مدنی پور، پنڈوا اور جہانگیر نگر ادبی سرگرمیوں کے مرکز بن گئے ـــــ پروفیسر جاوید نہال نے اپنی کتاب "انیسویں صدی میں بنگال کا اُردو ادب" میں ان میں سے اکثر ادبی مرکزوں کا تفصیلی جائزہ لیا ہے۔ یہ کتاب دراصل ڈاکٹریٹ کا تحقیقی مقالہ ہے اور تقریباً چھ سو صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ فاضل مقالہ نگار نے مواد کی فراہمی میں بڑی عرق ریزی سے کام لیا ہے اور پھر ان کی ترتیب اور ان سے نتائج اخذ کرنے میں بھی ہوش گوش کا ثبوت دیا ہے۔ اس لیے اس کا معیار عام تحقیقی مقالوں سے بلند تر ہے۔ اگر نہال صاحب ذرا اور توجہ سے کام لیتے تو کتاب زبان و بیان کے لحاظ سے اور بھی معیاری ہو جاتی۔

اس سے پہلے بھی اس موضوع پر دو ایک کتابیں لکھی گئی ہیں لیکن نہ تو وہ اتنی جامع ہیں اور نہ اُن میں اس قدر تحقیقی کاوش سے کام لیا گیا ہے۔ پیشِ نظر کتاب

پروفیسر جاوید نہال کا ایک کارنامہ ہے جس کی داد نہ دینا بے انصافی ہوگی۔ اردو زبان و ادب کے ہر طالب علم کے لیے اس کا مطالعہ ناگزیر ہے۔
کتاب کے آخر میں ایک اشاریہ بھی ہے۔ کتاب و طباعت خاصی ہے

"انیسویں صدی میں بنگال کا اردو ادب"
جاوید نہال - ۳۸ رپن لین کلکتہ ۱۶ قیمت /۱۵

بدیع الزماں خاور

اپنے مخصوص لب ولہجہ اور منفرد طرز فکر کے باعث، ندا فاضلی نئی نسل کے شاعروں اور ادیبوں میں ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ ان کے کلام کا مجموعہ "لفظوں کا پل" اردو کے جدید شعری ادب میں ایک خوبصورت اضافہ اور نئی شاعری کے فنکشن کا ایک بہترین نمونہ ہے۔
"لفظوں کا پل" کے بعد، ندا فاضلی کی ایک اور کتاب گذشتہ اگست ۱۹۷۱ء میں منظر عام پر آئی ہے۔ یہ کتاب اُن کی نثری تخلیقات کا مجموعہ ہے، جسے نیو رائٹرس پبلیکیشنز بمبئی کے زیر اہتمام شائع کیا گیا ہے۔ نیو رائٹرس پبلیکیشنز نئے ادیبوں کا اشاعتی ادارہ ہے جس کے سرپرستوں میں کرشن چندر، شام کشن نگم، جاں نثار اختر اور اراکین میں جتیندر بلّو، سریندر پرکاش اور شہاب جعفری کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔
ندا فاضلی کی اس تازہ کتاب کا نام "ملاقاتیں" ہے اور اس میں انہوں نے فراق گورکھپوری سے لے کر قاضی سلیم تک، کل دس ادیبوں اور شاعروں سے اپنی ادبی ملاقاتوں کا ذکر کیا ہے۔

اِدھر، دوسری ہندوستانی زبانوں کی طرح اُردو کے متعدد رسالوں میں بھی "ملاقاتوں" اور "انٹرویوز" کے نام پر آئے دن کچھ نہ کچھ شائع ہوتا ہی رہتا ہے جہاں تک اُردو کے رسالوں میں عام طور پر شائع ہونے والے "انٹرویوز" کا تعلق ہے —— ندا فاضلی کی "ملاقاتیں" ان سب سے جداگانہ حیثیت رکھتی ہیں۔ یہ "ملاقاتیں" کتابی شکل میں آنے سے پہلے، اُردو بلٹز میں سلسلہ وار چھپ کر کافی مقبول ہو چکی ہیں —— ندا فاضلی کا مخصوص انداز، اِن ملاقاتوں کی سب سے نمایاں خوبی ہے۔ اس انداز کے

رسے میں وہ (ندا فاضلی) اگر یہ دعویٰ کریں تو بے جا نہیں کہ ع نئی طرز خاص ہے ایجاد میریؔ

ندا فاضلی نے اس کتاب میں جن ادبی شخصیتوں سے اپنی ملاقاتوں کو تحریر کیا ہے ان میں فراقؔ گورکھپوری اور قاضی سلیم کے بیچ اسردار جعفری، اختر الایمان، خواجہ احمد عباس، جاں نثار اخترؔ، علی جواد زیدی، کیفی اعظمی، ساحر لدھیانوی، اور باقر مہدی کے مزید آٹھ نام نظر آتے ہیں۔ ندا فاضلی نے اس کتاب کے دس چہروں کو بہت قریب سے دیکھا ہے، ان کے خد و خال کو اچھی طرح پہچان لیا ہے، اور ان چہروں کا اصلی روپ قارئین کے سامنے پیش کیا ہے، کاغذ پر ان چہروں کی تصویریں اتارتے وقت ندا فاضلی نے اپنے قلم سے کیمرہ کا کام لیا ہے اور کمال کی بات یہ ہے کہ ان "تصویروں" میں وہ ساری لکیریں بھی واضح ہو گئی ہیں جن کو متعلقہ چہروں کے "میک اپ" نے عام نظروں سے چھپائے رکھا تھا، انہوں نے چہروں کے دیکھنے سے پہلے ان پر پڑی ہوئی نقابوں کو ہٹانے کی جرأت کی ہے۔ ایک "ملاقاتی" اور ایک "منشور" کی حیثیت سے ان کی (ندا فاضلی کی) قابلِ رشک حد تک کامیابی کا سب سے بڑا راز غالباً یہی ہے۔

یہ "ملاقاتیں" نہ رسمی ہیں نہ سرسری۔ ندا فاضلی نے ملاقاتوں سے پہلے متعلقہ ادیبوں اور شاعروں کے نثری اور شعری ادب کا گہرا مطالعہ کیا ہے اور ملاقاتوں کے دوران (اپنے مطالعے کی روشنی میں) ان کی شخصیتوں کا نہایت باریک بینی کے ساتھ مشاہدہ کیا ہے، انہوں نے ان ملاقاتوں سے نتائج اخذ کرنے اور تاثرات برآمد کرنے میں کسی طرح کی مصلحت کوشی سے کام نہیں لیا ہے۔ پوری کتاب میں ان کی کسی شاعر یا کسی قسم کی جذباتی وابستگی کا گمان تک نہیں ہونے پاتا اور میرے خیال سے یہ بہت بڑی بات ہے

ان ملاقاتوں میں بے شمار اہم عصری مسائل زیرِ بحث آئے ہیں۔ ادب کا منصب کیا ہونا چاہیئے؟ شاعری میں لب و لہجہ کی کیا اہمیت ہے؟ ترقی پسند تحریک کیوں ختم ہو گئی؟ نئی اور پرانی پیڑھی کے افسانوں میں کیا فرق ہے؟ اردو کے موجودہ تنقیدی سرمایہ کا معیار کیا ہے؟ اچھی اور بری شاعری کی کیا پہچان ہے؟ شاعر اور الفاظ کے رشتے کی نوعیت کیا ہونی چاہیئے؟ وقتی ادب کی کوئی اہمیت ہے یا نہیں؟ نئی شاعری دہ زوال کیا ہے اور جدیدیت کس کو سمجھنا چاہیئے؟ یہ اور دوسرے بہت سے اہم سوالات ہیں جن کے جوابات ان "ملاقاتوں" میں بڑی وضاحت اور تفصیل کے ساتھ مل جاتے ہیں۔

اس کتاب میں ندا فاضلی کی حیثیت صرف ایک "ملاقاتی" کی جیسی ہے بلکہ انہوں نے ان "ملاقاتوں" میں جگہ جگہ "ایک طبقہ" اور "ایک نقاد" کی حیثیت سے بھی بڑا اہم اور قابل ذکر رول ادا کیا ہے، ان ملاقاتوں کا شروع سے آخر تک مطالعہ کرنے کے بعد "ادارہ" کی اس رائے سے اتفاق کرنا پڑتا ہے کہ یہ "ملاقاتیں" نئی اور پرانی اقدار کی کشمکش کی عصری دستاویز ہے۔

ان "ملاقاتوں" کی زبان، ندا فاضلی کی شاعری کی زبان کی طرح بڑی خوبصورت پیاری اور مزیدار ہے، پہلے صفحے سے آخری صفحہ تک قاری کی دلچسپی کو یکساں طور پر برقرار رکھنا کوئی آسان بات نہیں ہے، جدید نثر، جب ندا فاضلی کے قلم سے نکلتی ہے تو وہ کتنی تندرست کتنی دلکش اور کتنی دلچسپ بن جاتی ہے — "ملاقاتیں" اس کا تازہ ثبوت ہے!!

ایک سو باون صفحات کی اس کتاب کی قیمت تین روپے پچانوے پیسے ہے — یہ (قیمت) پورے چار روپے کیوں نہیں ہے؟ میں نہیں سمجھ سکا ہوں، حالانکہ مجھے یہ اچھی طرح معلوم ہے کہ "باٹا" سے تقریباً ہر جوتے کی قیمت کچھ روپے اور پچانوے پیسے ہی کیوں رکھی جاتی ہے؟؟

کتاب کا کاغذ غنیمت ہے مگر کتابت اور طباعت کی طرف اور توجہ دی جاتی تو اچھا ہوتا — کتاب کے ڈیزائن کے لیے، معین انور، مبارکباد کے مستحق ہیں۔

اس کتاب میں جو دس چہرے شامل ہیں، ان سے کسی کی شناسائی ہو یا نہ ہو کسی نے ان چہروں کو قریب یا دور سے دیکھا ہو یا نہ دیکھا ہو —— ان چہروں کو پہچاننے —— اور ان کے خد و خال کے ساتھ عصری مسائل کو صحیح طور سمجھنے کے لیے — ہر شخص کو "ملاقاتیں" کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔

ندا فاضلی کی غزل کے جس شعر سے ان کی کتاب کا آغاز ہوا ہے — اسی شعر پر میں اپنی رائے کا اختتام کرتا ہوں اس امید کے ساتھ کہ "ملاقاتوں" کے سلسلے میں ان کا تجسس — چہروں کی پہچان کے باب میں مزید قابل قدر اضافے کرتا رہے گا ؎

نقشہ اٹھا کے کوئی نیا شہر ڈھونڈئیے!
اس شہر میں تو سب سے ملاقات ہو گئی!

"ملاقاتیں"، "ندا فاضلی" نیو رائٹرس سلکشنہ بمبئی ۵۔ قیمت ۳/۹۵

جلیل احمد

ندا فاضلی کی کتاب ' لفظوں کا پل " پر بلگرامی صاحب کا تبصرہ نظر سے گزرا تبصرہ
فنی لحاظ سے خوب ہے۔ ' تبصرہ نگار نے لفظوں کا پل ' سے کم بحث کی ہے نئی شاعری کی عدم
مقبولیت کو اپنا موضوع بنایا ہے۔ پورے تبصرہ میں ' لفظوں کا پل کے بارے میں فاضل
تبصرہ نگار (جو اپنے ہر جملہ میں گھبرائے گھبرائے نظر آتے ہیں) نے دو جگہ اپنی رائے کا اظہار
کیا ہے۔

ایک جگہ رقمطراز ہیں۔

' بے مقصد غزل، نظم، گیت اور بے ربط جملوں کو ' لفظوں کا پل ' نام دیدیا گیا ہے'
اس بے باک اور پرخلوص رائے کے ساتھ ندا فاضلی کی ایک مختصر سی نظم کا اقتباس پیش کرتے ہیں
(جسے وہ گاندھی کے فلسفہ کی روشنی میں سمجھنا چاہتے ہیں) اور اس کے فوراً بعد فرماتے ہیں۔
ندا فاضلی کی معلومات " بسیط " ان کا مشاہدہ عظیم، ان کی طبیعت سادہ.... اور
زبان و بیان میں دلکشی خوب ہے۔

پڑھنے والے ایک ہی تبصرہ میں ان متضاد زاویوں میں سے کس کو معتبر سمجھیں اور کسے
رد کر دیں۔ اگر فاضل تبصرہ نگار یہ بات بھی بریکٹ میں لکھ دیتے تو بیچارے قارئین کو ان
کی وکالت نئی شاعری میں ابہام سے بحث کرنے کے لئے انہوں نے اپنے تبصرہ میں اس کی تیری
چوتھی سطر میں کی ہے، تھوڑی بہت آسانی ہو جاتی۔

میں نئی شاعری کا وکیل ہوں نہ قدیم شاعری کا دشمن میں تو قدیم اور جدید کی بحث
کو ہی سرے سے بے بنیاد سمجھتا ہوں۔ شاعری صرف اچھی اور بری ہوتی ہے۔ اچھی شاعری
عہد میں نئی شعری زبان سے پہچانی جاتی ہے۔ ادب میں تجربہ کی اہمیت ہوتی ہے۔ تجربہ ناکام
ہو سکتا ہے لیکن یہ ناکامی اس کامیاب تقلید سے کہیں بہتر ہوتی ہے جو ناکامی کے طور پر پیش
جاتی ہے۔ ہر زمانہ میں اچھی شاعری کے ساتھ بری شاعری بھی ہوتی رہی ہے۔ لیکن سرے سے
جدید کی شاعری پر قطعیت کے ساتھ کوئی متعصبانہ حکم لگانا ادبی یا رواداری کے منافی
ہے۔ سدا غالب اور اقبال کے بے شمار مقلدین کی طرح کی شاعری کے کاسوا رہیں گی۔ بے شمار

فیشن پرست شامل ہیں۔ لیکن باشعور قاری اگر عام قاری کی طرح بھان پھنک کے عمل سے نہیں گزرتا تو غلطی کس کی ہے؟ ندا فاضلی سنبھلے ہوئے ذہن اور رچے ہوئے مزاج کے نئے شاعر ہیں۔ ان کی شاعری کی خصوصیت ان کے لب و لہجے کی انفرادیت ہے۔ ان کی شعری زبان نئی اا دوسروں سے مختلف ہونے کے باوجود مابعد الطبعیاتی کھیتوں میں الجھنے کے بجائے زمین سے ہمیشہ قریب رہتی ہے۔

تبصرہ میں ندا فاضلی کی کچھ نظموں کے ٹکڑوں اور شعروں کو ہدف ملامت بنایا گیا ہے لیکن وہ کہیں بھی کھل کر کوئی بات نہیں کہتے۔ ان کی ساری بحث ان نظموں یا شعروں کے ابہام تک محدود رہے۔ ندا کی شاعری میں ابہام کی تلاش واقعی تبصرہ نگار کا تنقیدی کارنامہ اور اس سلسلے کی پہلی کوشش ہے۔ ندا فاضلی کے بارے میں احتشام حسین، کرشن چندر اور محمد حسن سے لے کر شمس الرحمٰن فاروقی اور وحید اختر تک اور تو سب کچھ لکھا گیا ہے، لیکن ابہام کی بات سامنے نہیں آئی تھی۔ وحید اختر نے تو اپنے ایک مضمون مطبوعہ "شب و خون" میں اس بات پر اعتراض بھی کیا تھا کہ ندا بات کو زیادہ پھیلا کر کہتے ہیں۔

"بھابی کی چھیڑوں سے بادل آیا کی چنگی سا چاند اور ہوٹل کا تختہ گاؤں میں جامن توڑ رہا ہے"، پر اعتراض کرنے والے حضرات اگر بھولے بھٹکے افتخار جالب، یا احمد ہمیش کی نظمیں پڑھیں تو شاید اس تبصرہ سے زیادہ بوکھلائی ہوئی زبان میں بُرا بھلا کہنے لگیں۔

تبصرہ نگار نے انہیں شعروں اور نظموں کے اقتباسات دیے ہیں جنہیں انہیں سمجھنے میں دقت ہوئی ہے اگر وہ یاد دلادیں کہ دیباچہ میں اختر الایمان کی نصیحت سے کام لے کر ان شعروں اور نظموں کو سرسری پڑھنے کے بجائے اگر ایک دو بار غور سے پڑھتے تو انہیں خود ان اعتراضات کا جواب مل جاتا۔ لیکن وہ ذہنی تساہل سے پیچھا چھڑانے کے بجائے بلند لہجہ میں ارشاد فرماتے ہیں اس شعری تخلیق کا مقصد کیا؟ "مقصد" کا لفظ تبصرہ میں انہوں نے کئی جگہ استعمال کیا ہے۔ یہ لفظ اس مخصوص معنی میں ترقی پسند تنقید کی دین ہے۔ تبصرہ نگار بھی شاعری میں مقصدیت کے قائل معلوم ہوتے ہیں۔ یہ کوئی بری بات بھی نہیں۔ لیکن اس جمہوری دور میں اس کا فیصلہ کون کرے کہ مقصدیت کی وہی تعریف جو فاضل تبصرہ نگار کے ذہن میں ہے اور جو ہنوز کاغذ پر نہیں آسکی ہے، اچھے ادب کی لازمی شرط ہے۔

ادب میں مقصدیت کی تلاش کا شور و غل دراصل ۱۹۳۶ء سے ۱۹۴۵ء تک ۱۰ .... ۱۹۵۰ء

اہر کرتا ہے جب لفظوں کا تجرد قائم تھا اور ان کی تقسیم مختلف شعبوں میں نہیں ہوئی تھی۔ فنون لطیفہ اب محض انفرادی سچائی تک پہنچنے کے وجدانی ذرائع ہیں۔ جو ہر سطح پر سماج کی مروجہ سچائیوں سے ٹکراتی ہیں۔ راستہ دکھانے، مستقبل کی بشارت دینے، اچھائی برائی میں تمیز سکھانے، ستاروں کے بکھراؤ سے انسانی قسمتوں کو سلجھانے اور اسی طرح کے دوسرے کاموں کو مختلف علوم نے شاعر کی دسترس سے باہر نکال لیا ہے۔ آج شاعر اور سماج میں ہم آہنگی نہیں ہے جو شاید کبھی ماضی میں رہی ہو۔ رہا سوال شعر کے نہ سمجھنے کا تو یہ ایک پیچیدہ مسئلہ ہے جو ولی کے اچھے شعروں سے لے کر ندا فاضلی، شہریار اور احمد ہمیش وغیرہ کی نظموں اور اشعار تک پھیلا ہوا ہے۔ غالب کو بھی اپنے عہد میں سننا پڑا تھا۔

مگر ان کا کہا یہ آپ سمجھیں یا خدا سمجھے

اور نئے شاعروں کو بھی بلگرامی صاحب کے تبصرہ کا شکار ہونا پڑ رہا ہے۔

جب کوئی ڈاکٹر مرض کی غلط تشخیص کرتا ہے تو ہم فوراً پولس کی مدد سے اس سے ڈگری طلب کر کے دیکھتے ہیں۔ کسی کتاب کی کتابت کرانے سے پہلے کاتب کی تحریر کی جانچ پرکھ ضروری سمجھی جاتی ہے۔ لیکن ادب میں ہر کسی کو جائز، ناجائز رائے دینے کا حق ہے۔ جس کے شعروں پر بے معنویت کی مہر لگائی جا رہی ہے، جس کے کلام کو فضول بتایا جا رہا ہے۔ وہ بے چارہ یہ پوچھنے سے بھی محروم ہے کہ الزام لگانے والے کی جدید علوم سے واقفیت کتنی ہے؟ کیا وہ علامات و استعارات کے تخلیقی عمل اور اس کی نفسیات سے واقف ہے۔ کیا وہ لغوی زبان اور شعری زبان کے فرق کو پہچانتا ہے۔

ادب و قاری کا رشتہ ضرور ہے۔ لیکن ہر رشتہ کی طرح اس رشتہ کے بھی اپنے آداب ہیں۔ آڈن نے اپنے ایک مضمون "شہری و شاعر" میں مختلف مصروفیات میں بٹے ہوئے آج کے آدمی کا ذکر کرتے ہوئے شاعری کو چند مخصوص لوگوں کی پابی بتایا ہے۔ جو درست بھی ہے۔ آج کا عام قاری، فلم، اسٹیج، ریس، اخبار، ریڈیو، جاسوسی ناول، کھیل کے میدان اور دیگر مصروفیات سے تھوڑا بہت وقت نکال کر محض وقت گزاری کے لیے کسی شعری مجموعہ کی ورق گردانی کرتا ہے۔ اس کا تعلق ادب سے ادبی کم تفریحی زیادہ ہوتا ہے۔ ظاہر ہے یہ قاری سنجیدہ ادب کا قاری ہرگز نہیں بن سکتا۔ پریس اور صحافت کے سلاؤ کے ساتھ لٹریسی ہندو رتر میں ہے۔ لیکن وہ رچی ہوئی تہذیب اور دُھلا ہوا شعور

جو اچھے ادب کو پہچاننے کی ضروری شرطیں ہیں وہ اس بھاگتی دوڑتی دنیا میں ہر ایک کے بس میں کہاں۔ عام قارئین کی پسندیدگی کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ گلشن نندہ کی ایک کتاب کا پہلا ایڈیشن پانچ لاکھ فروخت ہوتا ہے جب کہ قرۃ العین حیدر اور راجندر سنگھ بیدی کے ہزار ہزار کے ایڈیشن بھی بمشکل دو سال میں نکل پاتے ہیں۔ تبصرہ نگار نے بھی ندا فاضلی کی شاعری پر کچھ اسی قسم کے اعتراضات کیے ہیں جو عام قاری قرۃ العین حیدر اور بیدی کی کہانیوں پر لگاتا ہے۔

اس قسم کے اعتراضات متعصب ذہن کی پیداوار ہوتے ہیں، جن کو اگر بروقت نہیں روکا گیا تو یہ ادب و تہذیب کے ارتقا کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ بگرامی صاحب کے تبصرہ کا جواب دینے کا حق مجھے نہیں پہنچتا۔ اس کے حقدار تو نئے شاعر اور نئے نقاد ہیں لیکن محفلوں میں ادبی موضوعات پر لڑ مرنے والے باقر مہدی اور شب خون کے خطوط میں احتشام حسین سے الجھ جانے والے عمیق حنفی خود تحفظی کے خول میں سمٹے رہے تو مجھے تعجب ہوا۔ وقت سے پہلے نئے شاعروں میں انتشار کافی تشویش ناک ہے۔

لفظوں کا پل ۔ ندا فاضلی ۔ نیو رائٹرس پبلیکیشنز بمبئی قیمت ۳/۵۰

غالب کا اپنے اردو اور فارسی کلام کا اولین

انتخاب

گلِ رعنا

مرتبہ

مالک رام

غالب نے یہ انتخاب ۱۸۲۸ء میں کیا تھا جب وہ اپنے پنشن کے مقدمے کے سلسلے میں کلکتے گئے تھے۔ بدقسمتی سے یہ کتاب گم ہو گئی اور آج تک شائع نہ ہو سکی حسنِ اتفاق سے اس کا ایک قلمی نسخہ مالک رام صاحب کو دستیاب ہو گیا جسے اب اُن کے مبسوط مقدمے اور مفصل حواشی کے ساتھ شائع کیا گیا ہے۔ غالب کے ذہنی ارتقا اور خود ان کے تنقیدی شعور کو سمجھنے کے لیے اس کتاب کا مطالعہ ناگزیر ہے۔ قیمت -/۱۰ ملنے کا پتہ مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دلی ۲۵، اردو بازار دلی

مطبوعاتِ نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا

۱۹۵۷ء میں حکومتِ ہند کی وزارتِ تعلیم نے نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا کے نام سے ایک بڑے اور خودمختار اشاعتی ادارے کی داغ بیل ڈالی۔ اس ادارے کا اوّلین مقصد ملک میں ایک ایسی ہمہ گیر تحریک چلانا تھا جس کے ذریعے ہندوستان کے عوام میں کتابیں پڑھنے کا زیادہ سے زیادہ شوق پیدا کیا جائے۔ نیشنل بک ٹرسٹ کو اپنے اس مقصد کے حصول میں خاطر خواہ کامیابی ہوئی۔ یہ ادارہ اب تک پانچ سو سے زیادہ کتابیں ہندوستان کی مختلف علاقائی زبانوں میں شائع کر چکا ہے۔ ان میں سے مندرجہ ذیل کتابیں اردو میں بھی شائع کی گئی ہیں۔

کتاب	مصنف	مترجم	قیمت
آبادی	مصنفہ ڈاکٹر ایس اگروال	ترجمہ مخمور جالندھری	۵/۲۵
اکبر	" لارنس بینس	" رضیہ سجاد ظہیر	۳/۵۰
پنڈت وشنو دگمبر	" ڈی، آر، اٹھاوے	" سشی قدوائی	۲/۲۵
عظیم باغی	" ڈینس کنکیڈ	" ڈاکٹر پرتما سرن	۶/۲۵
قاضی نذرالاسلام	" یسودھا چکرورتی	" عرش ملسیانی	۲/۲۵
کبیر	" ڈاکٹر پارس ناتھ تیواری	" ایم، کے، درّانی	۲/۲۵
کچھوا اور خرگوش	" ڈاکٹر ذاکر حسین	بلا مجلد -/۱	مجلد -/۲
گاندھی کا ہندوستان: کثرت میں وحدت		مرتبہ: نیشنل گاندھی صدی سب کمیٹی	۲/۲۵
گرو نانک	مصنفہ گوپال سنگھ	ترجمہ مخمور جالندھری	۳/۲۵
مٹتی بنتی تصویریں	" بھگوتی چرن ورما	" رضیہ سجاد ظہیر	-/۵

بچوں کے لئے انتہائی خوبصورت اور دلچسپ کتابیں

باپو (باتصویر سوانح عمری) دو حصوں میں۔ قیمت -/۲

کتاب	قیمت	کتاب	قیمت
پرندوں کی دنیا	۱/۵۰	کشمیر	۱/۵۰
جنت کی سیر اور دوسری کہانیاں	۱/۵۰	ہماری ندیوں کی کہانی	۱/۵۰
رسیلی کہانیاں	۱/۵۰	ہمالیہ کی چوٹیوں پر	۱/۵۰

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دلی ۲۵، اردو بازار دلی ۶، بمبئی ۳ اور علی گڑھ

جائزے

(تبصرے کے لئے ہر کتاب کی دو جلدیں آنا ضروری ہیں)

انتخاب ولی

مرتب : ڈاکٹر سید ظہیر الدین مدنی
صفحات : ۱۲۸ سائز ۲۰ × ۳۰ / ۱۶
قیمت : طلبہ اڈیشن ۔ دو روپے پچاس پیسے
لائبریری اڈیشن .... تین روپے
پبلشرز : مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵

"انتخاب ولی" مکتبہ جامعہ نئی دلی کی جانب سے معیاری ادب کے سلسلے کی پائیسویں پیش کش ہے ۔ اس کی تصیح و ترتیب کی ذمہ داری ڈاکٹر سید ظہیر الدین مدنی، کو سونپی گئی تھی ۔ کتاب کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ مرتب نے حق الامکان اپنے فرض کو بطریق احسن ادا کیا ہے ۔ یہ موضوع ان کے لئے نیا نہیں ۔ وہ اس سے پہلے نورالمعرفت اور ولی گجراتی دو کتابیں مرتب کر چکے ہیں ۔ زیر نظر کتاب کی ترتیب میں کئی معتبر کتابوں اور رسائل کے خصوصی نمبروں سے استفادہ کیا گیا ہے ۔

مرتب نے ولی کے فن اور شخصیت پر بحث کے دوران داخلی اور خارجی شہادتوں کی روشنی میں اپنے تنقیدی شعور سے کام لیا ہے ۔ "تعارف" میں تحقیق اور تنقید دونوں عناصر کی آمیزش ہے ۔ اب یہ بات تسلیم کرلی گئی ہے کہ میرتقی میر کی اپنے معشوق و باشندۂ دکن سے مراد "ولی گجراتی" ہے ۔ شمس ولی اللہ اورنگ آبادی ایک دوسرا ہی شاعر تھا، ولی گجراتی نے اردو شاعری کے علاوہ ایک رسالہ فارسی میں تصنیف کیا تھا ۔ مثنوی، ترجیع بند، نعتیہ عقیدہ، عشقیہ مخمس رباعی بھی شاعر کی معنوی یادگار ہیں ۔

مرتب کے بیان کے مطابق ولی کا انتقال احمد آباد میں ۱۷۰۹ء میں ہوا ۔ قبر پر چینی کے ٹکڑے جڑے ہوتے ہیں ۔ اس لیے یہ چینی پیر کے نام سے مشہور ہے ۔ ولی کے فن میں مجاز و حقیقت دونوں پہلوؤں کی نمائندگی ہے ۔ حقیقت کے دو حصے ہیں ۔ ۱ ۔ نظام تصوف کی مختلف

متازل ۲ - جذب و شوق -

ص ـ "مجازی پہلو میں ولی کا محبوب کوئی فردِ واحد نہیں ہے بلکہ ہر وہ انسان اس کے لیے محبوب کی حیثیت رکھتا ہے، جس میں اس کو حسنِ ازل کا پرتو نظر آتا ہے"
اس بیان سے اتفاق ممکن نہیں۔ صوفی شعرا کے سلسلے میں ہمارے پاکیزہ اہلِ قلم کی یہی standard line ہے۔ اس کی بڑی مثال خواجہ میر درد کی ہے۔ اس ضمن میں ولی کے خود نوشت حالات یا کسی تذکرے کی سند سامنے نہیں ہے بلکہ شعری فضا کو ترجمان بتایا گیا ہے چنانچہ اس منطق کے سہارے یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ ولی نے "برہمن پسر" اور رنگین آنچل" دونوں سے اپنے خیالات و جذبات میں رنگینی پیدا کی ہے شاعر نے خود کہا ہے۔

شغل بہتر ہے عشق بازی کا — کیا حقیقی و کیا مجازی کا

ص ۲۱ پر ایک غزل درج ہے جس کی ردیف، صنعتِ نازک کا اشارہ ہے۔

مت غصے کے شعلے سوں جلتے کوں جلاتی جا — ٹک مہر کے پانی سوں توں آگ بجھاتی جا

ایک دوسری غزل میں محبوبہ کا کردار "رقاصہ" ہے۔

یکبارگی ہو ظاہر بنے تابانیِ مشتاقاں — جس وقت کہ غمزوں سوں چھاتی کو چھپاوے توں[۲]

اس میں رقص و سرود اور بھاؤ وغیرہ کا تذکرہ شامل ہے۔

مثنوی در تعریفِ شہر سورت میں ولی کا مشاہدۂ حسن صاف ظاہر ہے۔

ختم ہے امرداں او پر معانی — دلے ہے بیشتر حسنِ نسائی

نہ کوئی وقت کھینچے شوخ چنچل — وہ مکھ کے باغ کن دیوار آنچل

ولی کے اشعار میں دورِ شباب کی حدبندی سے انکار ممکن نہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

اثرِ بادۂ جوانی ہے — کر گیا ہوں سوال کچھ کا کچھ

دیکھے سوں صبر تئیں ہو تا ولی — مدعا اس کا کنار و بوس ہے

اے جانِ ولی لطف سوں آ، بر میں مرے آج — مجھ عاشقِ بے کل سیتی مت وعدۂ کل کر

عجب کچھ لطف رکھتا ہے شبِ خلوت میں گلرو سوں — خطاب آہستہ آہستہ، جواب آہستہ آہستہ

اس کے بعد ولی کے رنگ رنگ محبوب کردار ملاحظہ فرمائیے۔

گرچہ سب خوبرو ہیں خوب ولے — قتل کرتی ہے میرزا کی ادا!

اے دل اس کے آگے سنبھال کے جا — تیغ بر کف ہیں میرزا کے نین!!

جوں شمع گل پڑیں گے شرمندگی سوں گل رو | جس انجمن میں حاضر گو بند لال ہوگا!
ہرگز نہ دیوے رسم وفا ہاتھ سوں ولیؔ ! | یکبار اس غزل کوں سنے گر گو بند لال
اسے بادِ صبا باغ میں موہن کے گزر کر! | مجھ داغ کی اس لالۂ خونیں کوں خبر کر
نہ پوچھو عو د بجز د موہن میں اٹھ ہے ؛ | رقیبِ روسیہ فتنہ کی جڑ ہے

اس کے علاوہ ایسے اشعار جن میں لب کی گالی میں لذت اور عین مہربانی کی فضا جھلکتی ہے اس کو شعری روایت پرستی کہا جائے یا تصوف !

غرض کہ ولی کے محبوب کرداروں میں گل پیرہن اور سرو قامت ہی شامل ہیں۔ یہی ان کا عشق مجازی ہے ۔

خوباں جگت کے جیو سوں ملتے ہیں ہم سیتی | کامل ہوئے ہیں بسکہ محبت کے فن میں ہم

اس نشۂ جوانی کے بعد معرفت کے رنگ میں داخل ہوتا ولی کی شخصیت کو اور تابناکی عطا کرتا ہے۔ وحدت الشہود کے مسائل کو غزل کے رمز و ایما میں آتی صفائی، شگفتگی اور تاثیری جوہر کے ساتھ پیش کرنا اس کے علم و عرفاں اور تقدسِ فن کی دلیل ہے ۔ چند شعر ملاحظہ فرمائیے ؛

حسن تھا پردۂ تجرید میں سب ہوں آزاد | طالبِ عشق ہوا صورتِ انساں میں !
جو ولی ہے مرجع ہر جزو و کل ! ! | وہ مرا مقصودِ جان و تن ہوا
رات دن تجھ جمالِ روشن سوں | فضلِ پروردگار رہتا ہے
عشق کی راہ کے مسافر کو ! | ہر قدم تجھ گلی میں منزل ہے
عزیزاں باغ میں جانا نپٹ دشوار ہے مجھ کوں | گلی گلرو کی پایا ہوں مجھے گلشن سے کیا مطلب
ولی جنت میں رہنا نیئں درکار عاشق کوں | جو طالب لامکاں کا ہے اسے مسکن سے کیا مطلب

مرتب نے تعارف میں بعض جدید و قدیم الفاظ کی فہرست پیش کی ہے اس سے مطالعہ کلام میں سہولت پیدا ہوگئی ہے مگر کاتب نے عادتاً بعض مقامات پر (یہاں نہیں میں، کوئی ، وہ) جدید الفاظ کو لکھ دیا ہے۔ آخر میں چار صفحوں پر قدیم الفاظ کو لکھ دیا ہے آخر میں چار صفحوں پر قدیم الفاظ کے معنی درج ہیں ان کی مدد سے تمام کلام آسانی ، قاری کی سمجھ میں آسکتا ہے اور بغیر کسی الجھن کے لطف اندوزی کا موقع ملتا ہے ۔ فرہنگ میں ایسے الفاظ شامل کرنے کی چنداں ضرورت نہ تھی اتاں ، ذرا ٹے ،عشق پیچاں ، کاج ، اگیر ، لجانا ، لگن

نازکی، ترو بان، ہٹ وغیرہ) ان کی جگہ اگر درج ذیل الفاظ کے معنی لکھ دیئے جاتے قاری کو استفادہ کا زیادہ موقع ملتا ۔ مثلاً نس، زتیہ، لگ، نزک، یو وغیرہ

ولی کے تغزل سے آشنا ہونے کے لئے چند اشعار ملاحظہ فرمائیے ۔

مفلسی سب بہار کھوتی ہے ۔۔۔ مرد کا اعتبار کھوتی ہے ؛

موج دریا کوں دیکھنے مت جا ۔۔۔ دیکھ اس زلف عنبریں کی ادا

مجھ پر فکر و ظلم تم اے لیلیٔ خوباں !! ۔۔۔ مجنوں ہوں ترے غم کو بیاباں سوں کہوں گا

شاید وہ گنج خوبی آوے کسی طرف سوں ۔۔۔ اس واسطے سراپا ویرانہ ہو رہا ہوں

مجکوں لگتا ہے اے پری پیکر ۔۔۔ آج تیرا جمال کچھ کا کچھ !!

دلکوں ہوتی ہے سجن بیتابی ۔۔۔ زلف کوں ہاتھ لگایا نہ کرو

اس کتاب میں انتخاب کلام، حسن انتخاب کا درجہ رکھتا ہے اس کے مطالعہ سے ولی کی عظمت کے ساتھ غزل کی آبرو کا احساس بڑھتا ہے اور بے تامل یہ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ صنف غزل میں ولی کی پیشوائی مسلم ہے ۔

مرتب اور پبلشر نے اس اشاعت کے ذریعہ بہشت گمشدہ کی بازیابی کا حسن عمل پیش کیا ہے ۔ پرستاران غزل کو اس سے بہرہ مند ہونا چاہیئے ۔ (ڈاکٹر) سیفی پریمی

جوہر آئینہ

مصنف : طالب کاشمیری

صفحات : ۴۳۰ ۔ سائز $\frac{۲۰\times۳۰}{۱۶}$

قیمت : ۱۲۰ روپے

ملنے کا پتہ : مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دلی ۔ بمبئی ۔ علی گڑھ

پنڈت نندلال طالب کشمیری کی کتاب جوہر آئینہ اگرچہ کتابی صورت میں اب شائع ہوئی ہے ۔ لیکن اس کا بیشتر حصہ رسالہ نوائے ادب میں بالاقساط شائع ہو چکا ہے ۔ طالب صاحب مرحوم ان لوگوں میں سے تھے جو سادگی، صفائی کے ساتھ بات کہنا چاہتے ہیں اور مخاطب سے بھی اسی کی امید رکھتے ہیں ۔ ان کی یہ صفت اس کتاب میں نمایاں ہے ۔ غالب پر اس زمانے میں بھی اور اس سے پہلے بھی بہت سی کتابیں شائع ہو چکی ہیں، جن میں سے بعض کتابوں میں واقعی اہم مباحث کو چھیڑا گیا ہے ۔ ضرورت اس کی بھی تھی کہ کوئی ایسی کتاب بھی ہو جس میں سادہ باتیں، سادہ انداز سے لکھی گئی ہوں تاکہ عام قاری بھی اس سے پوری طرح لطف اندوز

ہو سکے اور اصل مباحث سے بھی بالکل بے گانہ نہ رہے۔ یہ کتاب اس ضرورت کو بڑی حد تک پورا کرتی ہے۔

غالب کے کلام میں تکرار، توارد، معنی آفرینی، پہلودار طرزِ ادا جیسے موضوعات پر گفتگو کی گئی ہے اور مصنف کی یہ کوشش رہی ہے کہ دوسرے لوگوں نے جو کچھ لکھا ہے، اس سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کیا جائے۔ یہ زیادہ استفادہ کا قصد والی بات کچھ ایسی ہے کہ اس میں سطح کا فرق کبھی کبھی مٹ جاتا ہے اور ہر طرح کے حوالوں سے کام لیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کتاب میں ہر طرح کے اقوال نظر آجائیں گے۔ لیکن اس کے باوجود یہ واقعہ ہے کہ مصنف نے جس بات کو بھی لکھا ہے، اس پر تفصیل کے ساتھ گفتگو کی ہے اور چوں کہ خود لکھنے والے کا ذہن صاف ہے۔ اس لیے تحریر میں بھی الجھاؤ نہیں۔ بحث جس سطح کی بھی ہو، روشن صاف اور واضح۔ آج کل یہ صفت کم یاب ہو گئی ہے۔ ایک اچھی بات یہ بھی ہے کہ بہت سی باتیں جو اِدھر اُدھر بکھری ہوئی تھیں، وہ مختلف مباحث کے ذیل میں یکجا ہو گئی ہیں —

طالب صاحب مرحوم اُن لوگوں میں سے تھے، جو لفظوں کی پرکھ اور معنویت کی رعایتوں پر زیادہ نظر رکھا کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس کتاب میں ایسی بحثیں زیادہ مفصل اور روشن ہیں۔ فارسی کے اچھے مطالعے نے ان کے اندر اس صفت کو اور جِلا بخش دی تھی۔ کتاب کے مطالعے سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے غالب کے کلام کو دل لگا کر اور نظر جما کر پڑھا تھا اور وہ غالب کی عظمت کے قائل تھے لیکن عظمت کے اعتراف کو، اس طرح اپنے اوپر حاوی نہیں ہونے دینا چاہتے تھے کہ دوسری باتیں آنکھوں سے اوجھل ہو جائیں۔ انھوں نے سخن فہمی کو طرف داری سے ذرا فاصلے پر رکھا ہے۔ اور یہ بڑی بات ہے۔

غالبیات کے گراں سرمائے میں یہ کتاب بھی ایک اضافہ ہے۔ جو لوگ سادگیٔ فکر و بیان کو عزیز رکھتے ہیں، وہ اس کتاب کو شوق سے پڑھیں گے اور دلچسپی کے عناصر سے خالی نہیں پائیں گے۔ ذیل میں اس کے مضامین کی فہرست درج کی جاتی ہے اس سے اس کتاب کے مباحث کا اور اس کے دائرے وسعت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

مرزا غالب کی شاعری سے متعلق اہلِ ادب کے مختلف نظریئے۔ حقیقتِ شعر و

شاعری۔ مرزا کا شاعرانہ ماحول۔ شاعری میں مرزا کا مقام، محاسن کلام، معائب کلام۔ مرزا کی عشقیہ شاعری۔ محاکات۔ ندرتِ تشبیہ و استعارہ اور خوبیٔ تمثیل و کنایہ۔ جدتِ تخیل و حسنِ ادا، سوز و گداز اور درد و غم۔ تصوف۔ شوخیٔ طبیعت ظرافت۔ پہلو دار طرزِ ادا۔ خمریات اور رندانہ مضامین۔ غیرت و خودداری، مضامین رشک، قنوطیت۔ فلسفۂ حیات و ممات، معنی آفرینی، مرزا کے کلام میں فارسیت کی بھرمار اور پیچیدگی ابہام، زبان و بیان پر اعتراضات کی اصلیت۔ سرقہ و توارد اور اخذ و اثر کے مختلف پہلو۔ مرزا اور دیگر شعراء کے کلام میں مماثلت و ہم آہنگی، مرزا کے کلام میں تکرار

رشید حسن خاں

لہو، زندہ حقیقت ہے

شاعر: نیاز حیدر

سائز: $\frac{20 \times 30}{16}$

قیمت: ایک روپیہ پچاس پیسے

پبلشر: بینا پبلیکشنز، ۴۸۳۹
پریم نرائن روڈ، دہلی ۶

نیاز حیدر کا شمار ممتاز و سرخیل ترقی پسند شعرا میں کیا جاتا ہے اُن کی آواز میں نئی سحر کی گونج اور قدم میں جانباز انقلابی کا استقلال موجزن ہے۔ زبانِ اُردو کے حقوق کا مسئلہ ہو یا اُردو رسم الخط کی بقا کا سوال ـــ انتخابی منشور ہو یا امنِ عالم کا پرچار ـــ وہ اپنے تابناک کردار کی بنا پر معتمد علیہ کا درجہ رکھتے ہیں۔ چنانچہ بنگلہ دیش کی حمایت میں بھی اُسی آواز اور اُسی قدم کی پابندگی عوام کی توجہ کا مرکز بنی۔

مشرقی بنگال میں پاکستانی فوج کی بربریت کے اوّلین دور ہی میں وہ ہینڈ بیگ (جس پر ہے بنگلہ دیش اے بنگ بندھو مجیب لکھا ہوا تھا) لے کر دہلی میں پاکستانی ہائی کمیشن کے سامنے جم گئے۔ موسم کی سختی میں وہیں بیٹھ کر انھوں نے ایک طویل نظم مشرقی بنگال کی خونچکاں صورتِ حال پر مکمل کی۔ بینا پبلیکشنز نے اُسے "لہو، زندہ حقیقت" کے نام سے شائع کیا ہے اس اشاعت میں امیر گوہر اور محترمہ بینا کا خلوص اور جرأت شامل ہے انھوں نے اس کی آمدنی بنگلہ دیش کے عوام کی نذر کرنے کا ذمہ لیا ہے۔

امر نظم مر، قاضی نذر الاسلام، کا یہ مصرعہ ہے بدروہی تمی مولے کیسو چھو تہاں

(اے بانی تم مجھے عظمت بخشتے ہو) بڑی وقعت رکھتا ہے۔ "شانِ نزول" کے تحت عظیم شاعر نیاز حیدر نے لکھا ہے۔

"آج کل میں بنگلہ دیش کی بغاوت کے شعلہ تابندہ سے دوچار ہوں...... اس شعلے کی تمازت میں مجیب الرحمٰن کے چہرے کا جلال اور جمال موجود ہے...... بغاوت کے اسی شعلے کے لیے اس نظم میں مرکزی کردار شہیدوں کے لہو اور آگ کو دیا گیا ہے"

بنگلہ دیش کے مزدور، کسان اور ماہی گیر ظلم کے خلاف صف آرا ہو گئے ہیں شاعر نے اس جہادِ زندگی پر محبانِ وطن کو مبارک باد پیش کی ہے۔

یہ رزم جرأتِ جمہور کی گواہی ہے۔
یہ رزم ہے پئے آزادئ خیال و بیاں
یہ زندگی کے سپوتوں کی جنگ ہے اے دوست
ہماری رائے
ہمارا ضمیر اور تہذیب
ہماری شرم، وقار، وحیا و غیرت و حسن
سوال ہے کہ یہ سب کچھ رہے کہ مٹ جائے؟

شاعر نے شیخ مجیب الرحمٰن کو تمنائے حیاتِ نو کی تقدیر اور انسانی محبت کا خدا قرار دے کر آخر میں ایک انقلابی کے عملِ مسلسل اور عزیز تمنا کا اظہار کیا ہے۔

ہمارے خون سے بدلے زمانے
دہک اٹھے ہیں تدرل کے ترانے
دلِ بنگال کی گرم آرزو سے
ہے بدرو ہی تمی مورے کیرو مچھو جہان

کتاب میں نیاز بابا کی جو پاکستان ہائی کمیشن کے روبرو) اور محترمہ بینا کی تصویر شامل تھے اس تخلیق میں انسانی خیر و حسن کا جذبہ شامل ہے اس کی یافت سے بنگلہ دیش کے مظلوم عوام اور مجاہدینِ حریت کی اعانت مقصود ہے لہٰذا اس کتاب کو خریدنا انسانی ہمدردی کا سچا مظاہرہ ہوگا۔

ڈاکٹر سیفی پریمی

آپ بیتی یا ایم، او، کالج علی گڑھ کی کہانی

میر ولائت حسین صاحب کی زبانی

صفحات : ۱۹۸

قیمت : سات روپے (مجلد) چھ روپے (غیر مجلد)

پبلشر : سید ہادی حسین زیدی

آپ بیتیاں اور تاریخیں بہت لکھی گئی ہیں اور یہ سلسلہ اُس وقت تک رہے گا جب تک انسان زندہ اور زبانیں باقی ہیں۔ لیکن ایسی آپ بیتی شاذ کم ہی ہے جس میں ایک فرد کی سرگزشت حیات کے ساتھ ساتھ ایک بڑے ادارے کی نشوونما اور ابتدائی تاریخ بھی مرتب شکل میں سامنے آجائے۔

میر ولائت حسین مرحوم علی گڑھ کی ان مخصوص اور نہایت قابل احترام ہستیوں میں سے تھے جو ایک متعلم کی حیثیت وہاں آئے، چار سال میں تعلیم سے فارغ ہو کر پھر وہاں کی تعلیمی تربیتی اور انتظامی خدمات میں ایسے محو ہوئے کہ زندگی کے پورے ترسٹھ سال اسی جگہ گزار دیئے اور مٹی بھی بالآخر وہیں کی عزیز ہوئی۔

میر صاحب جب علی گڑھ پہنچے تو اس سے سات ہی برس پہلے "مدرسۃ" قائم ہوا تھا مدرسے سے کالج اور کالج سے یونی ورسٹی بننے تک کے سارے مراحل اور مناظر انھوں نے اپنی آنکھ سے دیکھے، سرسید، جسٹس محمود، نواب وقار الملک، سرسید کے اور بہت سے رفیق اور ہم نوا، کالج کے تمام انگریز پرنسپل اور ہندوستانی اسٹاف متعدد سربراہوں اور مختلف کارپردازوں سے ان کا براہ راست سابقہ اور واسطہ رہا، اسی لیے ان میں سے جس کے بارے میں انھوں نے جو کچھ لکھا ہے اوّل تو اس میں سے کوئی حصّہ خلاف واقعہ نہیں دوسرے اس کی صحت و صداقت پر یوں بھی شبہے کا امکان نہیں کہ لکھنے والا مسلّمہ طور پر ایک انصاف پسند اور دیانت دار آدمی تھا۔

میر صاحب کی زندگی اتنی سادہ، اپنے کام اور ذمّے داریوں سے ان کو اس قدر طالب علموں کی بہبودی کا اتنا خیال اور کالج کی ترقی اور استحکام سے اتنا شغف اور استقلال رہا کہ اس کی مثال مشکل سے ملے گی، اعزاز امتیاز اور نام و نمود کی خاطر نہیں بلکہ محض خلوص، خدمت اور عبادت سمجھ کر انھوں نے اپنے منصبی فریضوں کو انجام دیا۔

ان کی تنقید اور اختلافی امور میں بھی شدت اور تلخی جیسی محسوس ہوتی ہے۔

واقعات ۔ چند بڑے اور مشہور لوگوں کی طالب علمی کے زمانے کی بعض کم زوریاں کالج کو سرسید کی میراث یا جائداد سمجھ کر ان کے بعض عقرب اور عزیزوں کی یہ خواہش یا کوشش کہ وہی اس پر قابض اور اس کے نظم و نسق پر حاوی رہیں، یہ ایسی باتیں ہیں جو عام طور پر کتابوں میں آسانی سے نہ ملیں گی میر صاحب نے ان باتوں کو بڑی بے ساختگی اور غیر جانب داری کے ساتھ لکھ دیا ہے ۔ اس کے علاوہ کالج کے عام تعلیمی، تربیتی، سیاسی اور ثقافتی مسائل، معاملات اور مشاغل میں طلبہ اساتذہ اور منتظموں کا تعاون اور عدم تعاون ان چیزوں کا ذکر بھی دل چسپ انداز میں کیا گیا ہے، ادب، کھیل اور سیاست میں حصہ لینے والے اس وقت کے طلبہ نے ملک کے اندر اور بیرون ملک جو شہرت، عظمت اور نام وری حاصل کی ہے ۔ ان میں سے بیشتر میر صاحب کے شاگرد اور تربیت یافتہ تھے ۔ جس استاد کے ایسے ذی علم، ذی وقار اور تاریخ ساز ایک نہیں درجنوں شاگرد رہے ہوں، اس استاد کی وقعت اور صلاحیتوں پر کس کو نہ رشک آئے گا ۔

جن لوگوں کو علی گڑھ یونی ورسٹی، علی گڑھ تحریک اور علی گڑھ کی علمی ادبی یا سیاسی اور ثقافتی سرگرمیوں سے دل چسپی یا تعلق ہے ان کے لیے تو یہ کتاب لطف مطالعے کے ساتھ ساتھ سند و حوالے کی حیثیت رکھتی ہے باقی ایک عام علمی، تاریخی یا تعلیمی شغف رکھنے والے کے لیے بھی اس کا مطالعہ کسی لحاظ سے بھی غیر دل چسپ اور بے فائدہ نہ ہوگا ۔ علی گڑھ کی تاریخ کے ضمن میں ایسی ہی مفید اور کارآمد کتاب کی ضرورت تھی ۔

عرض حال، سبب تالیف اور پیش لفظ پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ اس کتاب کی ترتیب و تالیف کے محرکات کیا تھے ۔ کن مراحل اور منزلوں سے گزر کر ۱۹۴۶ء کا مسودہ ۱۹۷۰ء میں جا کر مطبوعہ شکل اختیار کر سکا ۔

سید ٹونکی صاحب کی مستعدی اور کوششوں کی بنا پر نہ صرف یہ کہ آپ بیتی یا ایم، اے، او کالج کی کہانی شائع ہوگئی بلکہ انھیں کے قلم سے کہانی سنانے والے کی سیرت و شخصیت کے وہ روشن اور مثالی پہلو بھی سامنے آئے جن کو سامنے لانے کی ضرورت تھی ۔ میر صاحب کے کردار اور سرشت کی خوبیوں سے واقف کرانا یوں بھی ضروری تھا کہ آج کل کے متعلم اور معلم کم سے کم یہ تو دیکھ ہی لیں کہ ع ...... تفاوت راہ از کجاست تا بکجا ۔

رشیدہ نعمانی

افتتاحی شمارہ قیمت ایک روپیہ
مدیران : سبھدرا جوشی - ڈی آر ، گوئل
خلیق انجم

ماہنامہ
سیکولر ڈیموکریسی

پتہ : ۱۹۰۱ اے ، تھیٹر کمیونیکیشن بلڈنگ
کناٹ سرکس ، نئی دہلی ۱

انگریزی میں سیکولر ڈیموکریسی پچھلے چار سال سے بہت پابندی سے نکل رہا ہے۔ اس پرچہ کی خصوصیت یہ رہی ہے کہ صرف ایسے مضامین چھاپے جاتے ہیں جن سے ہندوستان کے فرقہ پرستی کی چالوں کی پردہ فاش ہو ایک ایسی فضا بنے جس میں لسانی، علاقائی اور مذہبی اتحاد پیدا ہو سکے۔

قابل مبارکباد ہیں وہ حضرات جنہوں نے اس مہینے سے سیکولر ڈیموکریسی اردو میں بھی شائع کرنا شروع کیا ہے۔ اس پرچہ کی پہلی خصوصیت تو یہ ہے کہ یہ انگریزی سیکولر ڈیموکریسی سے بالکل مختلف ہے اس میں تقریباً تمام مضامین روشن فکر اور آزاد خیال مسلمانوں سے لکھوائے گئے ہیں، (عوامی لیگ کے چھ نکاتی پروگرام کی وضاحت غالباً ہندوستانی پریس میں پہلی بار مکمل اور جامع چھپی ہے۔

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی پر تین مقالے ہیں ایک سرسید کا دوسرا ڈاکٹر ذاکر حسین مرحوم اور تیسرا ڈاکٹر خلیق انجم کا، ان تینوں مقالوں سے جو تاثر قائم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سات آٹھ سال کو چھوڑ کر ابتدا ہی سے قومی اتحاد کی علمبردار رہی ہے اس میں کبھی بھی ہندو یا مسلم کی تفریق نہیں کی گئی۔ جن لوگوں نے اس یونیورسٹی کے قائم ہونے میں مالی طور سے مدد کی ہے، ان میں خاصی تعداد غیر مسلموں کی بھی ہے۔ علی گڑھ کے خصوصی کردار کے بارے میں جو کچھ کہا گیا ہے اس پر اختلاف کی گنجائش ہے۔ لیکن ادارہ سیکولر ڈیموکریسی کی کوششوں کو سراہانا ضروری ہے جو اپنے خلوص سے اس عظیم مسئلہ کا حل ڈھونڈ رہا ہے۔

جوش ملیح آبادی کے سوانح "یادوں کی برات" کے نام سے پاکستان میں شائع ہوئی تھی۔ جسے فوراً ہی حکومت پاکستان نے ضبط کر لیا ہے۔ اس سوانح کے دو انتہائی دلچسپ حصے اس شمارے میں شائع کیے گئے ہیں جو اہل اردو کے لئے خاص دلچسپی کا

نموخ ہے ۔
پروفیسر آل احمد سرور، سلام مچھلی شہری، اور سکندر علی وجد کی نظمیں بہت دلچسپ
۔ ڈاکٹر اسلم پرویز نے بنگلہ دیش کے مسئلہ کا ایک منصفانہ جائزہ لیا ہے اس جائزہ کی
خصوصیت یہ ہے کہ اس میں ایک اردو کے ادیب کی رائے ابھرتی ہے، سیاستداں
نہیں اور کوشش کی گئی ہے کہ اس مسئلہ کو صرف انسانی نقطہ نظر سے بھی دیکھا جائے ۔
اگرچہ پرچہ میں زیادہ تر مضامین سیاسی ہیں لیکن کچھ صفحات ادب کے لیے بھی مخصوص
ئے گئے ہیں ۔ باقی اور زبیر کے مجموعہ ہائے کلام پر تبصرے بھی شامل ہیں ۔
یہ کہنا غلط نہ ہوگا سیکولر ڈیموکریسی اردو صحافت میں ایک نیا سنگ میل قائم کر رہا ہے
ہیں ادارہ سے یہ توقع کرنا غلط نہ ہوگا کہ وہ ایک متوازن اور معتدل رویہ رکھیں گے

سید جعفر عباس

صدائے گنبد

مصنف: جناب عبدالصمد صاحب جاوید
معروف بہ علامہ گنبد
صفحات: ۹۶ سائز $\frac{۲۰ \times ۳۰}{۱۶}$
قیمت: مجلد دو روپے
ملنے کا پتہ علامہ گنبد، معرفت روزنامہ "انقلاب"
مولانا آزاد روڈ، بمبئی ۸

اگر بامعنی مزاحیہ شاعرانہ تنقید دیکھنے کا شوق ہو، تو مندرجہ عنوان کتاب ملاحظہ فرمائیے
اور دیکھئے کہ اگر کہنے کا سلیقہ ہو تو پھکڑپنے سے بچتے ہوئے تیز و تند حقیقت بھی پرسوز مزاحی لہجہ
میں بغیر کسی کا دل دکھائے کہی جا سکتی ہے ۔ حضرت علامہ گنبد کے کلام میں ایک خاص بات یہ ہے
کہ برائی پر چوٹ ضرور کرتے ہیں۔ مگر ایسے نہیں کہ خود کوئی واعظ اور ایک ماورائی مخلوق ہیں، بلکہ
اس طرح کہ ان کی لگائی گئی چوٹ کا نشان خود ان کی ذات پر بھی نظر آتا ہے ۔ کلام میں پختگی ہے
چھچھورا پن نہیں۔ حفظِ مراتب کا بھی خیال ہے ۔ زبان صاف ہے ۔ اگر کوئی عامیانہ لفظ
آ بھی گیا ہے وہ شاعر کی بے خبری سے نہیں آیا بلکہ جانتے بوجھتے لایا گیا ہے ۔ کہ شاعر کی ما فی الضمیر
اچھی طرح واضح ہو جائے ۔
جناب "علامہ گنبد" کی وضع قطع ۔ چال ڈھال صورت شکل اور لباس

وغیرہ دیکھتے ہوئے کوئی شخص یہ خیال بھی نہیں کر سکتا کہ روزنامہ "انقلاب بمبئی" کے "علامہ گ
اور "صدائے گنبد" کے منادی یہی معصوم صورت بزرگوار ہیں۔ آپ کے کلام کے مطالعہ کے بـ
اگر کوئی شخص آپ سے ملاقات کرتے ہوئے ریاضؔ خیرآبادی مرحوم کا یہ شعر پڑھنے لگے تو اسـ
معاف کیا جا سکتا ہے سہ

ہ بڑے سیدھے سادے، بڑے بھولے بھالے ریاضؔ آپ کو کچھ ہمیں جانتے ہیں

پورے طور پر لطف اندوز تو صدائے گنبد کے مطالعہ ہی سے ہوا جا سکتا ہے۔ مگر کچھ
وقت یونہی چند شعر جو بدون تلاش محض ورق گردانی میں سامنے آگئے ان کا مطالعہ بھی دلچسپ
سے خالی نہ ہوگا۔

بخش دیجئے خطا محبت کی ! آدمی سے قصور ہوتا ہے !
نوٹ ہوتے ہیں جیب میں جس دم کالی صورت پہ نور ہوتا ہے !

بھدے پن پہ ہے "آرٹ" کی بنیاد ہکا بکا ہیں مانیؔ و بہزاد
وجہ عزت تھی کل بڑی تعداد آج ذلت ہے کثرتِ اولاد
ساتھیوں نے کما لیے لاکھوں ! ہم سیاست میں ہو گئے برباد

"گنبد" کا حال دیکھا زمانے سے مختلف ہیں پارسا کبھی تو کبھی میگسار ہیں۔

منھی لاغر بدن، باریک ململ کے فراک ! بیٹیاں حوا کی بنتی جا رہی ہیں ہولناک
جانے کس کے سوگ میں سر پیٹتا ہے گلستاں اس طرف روتی ہے شبنم۔ اُس طرف گل سینہ چاک
عشق میں ہم پا سکتے ہیں ساحلِ جو ہو کی دھول چھانتا رہتا تھا مجنوں نجد کے صحرا کی خاک
ہے مثل مشہور واعظ کو ہے جائز مفت کی پیجئے گنبد غٹا غٹ چھوڑئے ناپاک پاک

اچھے اچھوں کی سیاست نے ڈبو دی لٹیا دیکھنا کرسی کے چکر میں نہ آنا ہر گز !!!

جب لیڈروں سے ہم پہ عنایت ہی چھوڑ دی ہم نے بھی تاؤ کھا کے سیاست ہی چھوڑ دی

...دن سے اس نے منہ پہ طمانچہ لگا دیا	ظالم سے گفتگو کی جسارت ہی چھوڑ دی!
...ٹوں کی قدر دیکھی تو بالکل بدل گئے	گنبد ستم ہے تم نے صداقت ہی چھوڑ دی!
...ر اس طرح برابر سے سمٹ کر کوئی!	سر کو چھوتی ہوئی جس طرح سے گولی گزرے
...د قارون لگاتے رہے زر کے انبار	لاکھوں انساں لئے ہاتھ میں جھولی نکلے
...کشی حسن۔ شوخی۔ رعنائی!!	ہیں کرشمے تمام میک اپ کے
...ئے حالات نے کتنا بدل ڈالا زمانے کو	کہیں رائی بنی پربت۔ کہیں پربت بنی رائی
...دلوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے فرقہ پرستی نے	روا داری ہے لوگوں میں نہ ہمدردی نہ یکجائی

...اچھا ہوتا اگر "صدائے گنبد" میں "جذائی فقیر" عنوان کی نظم شامل نہ کی جاتی

مولانا ظہیر محمد خاں شہاب مالیرکوٹلوی

شوخیاں

مصنف: شبیر حکیم

صفحات: ۲۰۸ ... سائز ۲۰×۳۰/۱۶

قیمت: چار روپے پچاس پیسے

ناشر: 'نیا ادب' ۳۶۶ نیو وارڈ، مالیگاؤں

"شوخیاں" بڑی حد تک مزاحیہ مضامین کا مجموعہ ہے کیونکہ بقول مصنف ...ئیں مزاح کو زیادہ اور طنز کو کم پسند کرتا ہوں۔ اگر ان مضامین میں یہ تنہا سب... نہ ہو تو میری کوتاہی ہے اور اگر طنز بڑھ گیا ہے تو میری عافیت و عاقبت کا اللہ والی ــــ کیونکہ طنز میں دھوپ کا نشتر ہے اور مزاح میں چاندنی کا پھاہا۔ میرے ان مضامین میں مزاح کا تنوع ہی کتاب کے عنوان کا محرک ہے۔ اس کی ہر شوخی

جدا ہے اور ہر شوخی کا رنگ الگ الگ ہے ــــــ"

'شوخیاں' میں بیس عنوانات ہیں جن میں سترہ مضامین ، ایک ابتدائیہ ایک مقدمہ (جو مقدمہ نہیں ہے) اور ایک خط (اسے بھی مقدمہ سمجھا جا سکتا ہے) شامل ہیں۔

مزاحیہ ادب کی اردو میں کمی نہیں ہے مگر معیاری مزاحیہ ادب ڈھونڈھے ہی سے ملتا ہے ۔ اور اسی وجہ سے انشاء پردازی کی یہ صنف نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہے ۔ یوں تو رشید احمد صدیقی سے لے کر خود شبیر حکیم تک ہر مزاح نگار اپنی ایک انفرادیت کا مالک ہے لیکن میں سمجھتا ہوں جو روانی ، رشید احمد صدیقی، شفیق الرحمٰن کنھیالال کپور اور مشتاق احمد یوسفی کے ہاں ہے وہ دوسروں کے ہاں شاذ و نادر ہی ملتی ہے ۔ دراصل جب تک طنز و مزاح کا دار بیک وقت نہیں ہوتا ، اس میں لطف پیدا نہیں ہوتا۔ محض طنز نشتر بن کر رہ جاتا ہے ۔ اور خالص مزاح کبھی کبھی محض مذاق اور پھکڑپن کی صورت اختیار کر لیتا ہے اس لیے ضروری ہے کہ طنز کا تیر مزاحیہ انداز میں چلے ، اس طرح سے چوٹ بھی لگے گی اور احساس بھی نہیں ہوگا ۔ اور یہ خوبی ہمارے اُردو کے سب ہی طنزیہ ، مزاحیہ اور طنز و مزاح نگاروں میں نہیں ہے ۔ طنز و مزاح کا بڑی حسین امتزاج کرشن چندر کے ہاں ملتا ہے لیکن یہ ان کی انفرادیت نہیں بلکہ خصوصیت ہے ، جن قلم کاروں کی یہ انفرادیت ہے ، ان کے نام انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں یہ حقیقت ہے کہ مزاح سدا بہار نہیں ہوتا۔ مثال کے طور پر شوکت تھانوی کو لیجئے ۔ کیا آج بھی ان کے مزاحیہ ناول پہلی جیسی دلچسپی سے پڑھے جاتے ہیں ، کیا سودیشی ریل ، میں وہی تازگی ہے جو مشتاق احمد یوسفی کے "چراغ تلے" میں ہے ۔ وجہ یہی ہے کہ مشتاق کے ہاں طنز و مزاح کا امتزاج ہے ، جبکہ شوکت تھانوی نے زیادہ تر مزاح کو ہی اپنا موضوع بنایا ہے ۔ گو کہ یوسفی جیسی کاٹ شفیق الرحمٰن نیشہ زنی اور رشید احمد صدیقی جیسی شدت ہمارے اور بھی مزاح نگاروں میں ہے ، لیکن اتنی بھر پور نہیں ہے ۔

شبیر حکیم بطور مزاح نگار کے ہمارے سامنے آئے ہیں اور ان کے مضامین سے یہ اندازہ بھی ہوتا ہے کہ اس ضمن میں انھوں نے بہت محنت کی ہے اور دلچسپی کے اعتبار سے ان کے چند مضامین بہت اچھے ہیں ۔ مثلاً ان کا انشائیہ 'نئی حکایت ، جو " آدمی کو بھی میسر نہیں آدمی ہونا " جیسے تیز نشتر سے مزین ہے ، ان کے مجموعے 'شوخیاں' کا سب سے بہتر

مضمون ہے اور اس کی وجہ یہی ہے کہ اس میں طنز و مزاح کا بہت حسین امتزاج ہے۔
دوسرے اچھے انشائیوں میں دھوپ کی چھاؤں، جس میں ہماری ہندوستانی فلموں کا بہت دلچسپ خاکہ اڑایا گیا ہے اور مسٹر زیرو ایکس، میں جاسوسی ناولوں کے جاسوسوں، کو بڑے خوبصورت انداز میں کنڈم کیا گیا ہے۔ ماہم کی آبادی میں پچاس سال پہلے کی بمبئی کی زندگی کا اچھا نقشہ بڑے دلچسپ انداز میں پیش کیا ہے۔ ذرا توجہ کی جاتی تو بجائی، شوخیاں کا سب سے اچھا انشائیہ بن سکتا تھا، انتساب بابت ہی زمانے کے، بھی ایک دلچسپ مضمون ہے۔
قصہ قلم تراش کا، پسنجر ٹرین، بھری برساتوں میں، میری ڈائری ہے، گلزار ہوٹل، وغیرہ بس یوں ہی ہیں، نہ مقصد نہ مطلب نہ مزاح!!
موڈرن ابن بطوطہ کا سفرنامہ پڑھتے ہوئے بے ساختہ شفیق الرحمٰن کی تزک نادری کی یاد آتی ہے اور پھر یہ سفرنامہ گم ہو جاتا ہے۔
بحیثیت مجموعی 'شوخیاں' اتنی شوخ واقعی ہے کہ وقت گزاری کے لیے اسے پڑھا جا سکتا ہے۔ ویسے شبیر حکیم صاحب اگر توجہ دیں تو وہ اپنے مضامین میں یہ خوبی ضرور پیدا کر سکتے ہیں کہ انھیں بھی صدیقی اور یوسفی کی طرح مسلسل پڑھا جائے اور لطف لیا جائے اور یہ اسی صورت میں ممکن ہو سکتا ہے کہ وہ طنز و مزاح کو ملا کر ساتھ لے کر چلیں۔ اور اگر موصوف نے اس طرف توجہ نہ دی تو وہ بھی دوسرے خالص مزاح نگاروں، کی طرح گمشدہ ہو جائیں گے۔
'شوخیاں' کا سرورق دلچسپ ہے اور توجہ اپنی طرف کھینچتا ہے، لیکن کتاب کی کتابت اور طباعت بہت ناقص ہے، جس نے سفید کاغذ کی خوبی اور چمک کو بھی ختم کر دیا ہے۔ کاغذ اور صفحات کے اعتبار سے تو قیمت مناسب ہے لیکن کتابت اور طباعت کے ساتھ یہ دیکھتے ہوئے کہ کتاب مجلد بھی نہیں ہے قیمت زیادہ لگتی ہے۔ !!

انور کمال حسینی

مٹی کا ادراک

(ناول)

مصنف: جوگندر پال
قیمت: 6/-
ناشر: لاجپت رائے اینڈ سنز، دہلی ۶

'مٹی کا ادراک' جوگندر پال کا نیا ناول ہے لیکن اتنا مانوس کہ ایسا محسوس ہوتا ہے، بڑے زمانے سے دماغ پر چھایا ہوا ہے۔ اس کی عشقی تصویر سامنے نہیں،

لیکن اس کی کہانیاں جس شخصیت کو ابھارتی ہیں، وہ بڑی بارعب اور ڈیل ڈول کی لگتی ہے۔
'مٹی کا ادراک' ان کی تیرہ کہانیوں کا مجموعہ ہے۔ ان میں تازگی، اثر اور بے تکلفی کی بھرمار ہے۔ پنجاب کی دیہاتی زندگی اور دفتری زندگی میں بھی جوگندر پال کی شخصیت ابھرنے سے اور ذہن کو متاثر کرنے سے باز نہیں آئی۔ اور یہ کتاب کی تیرہ کہانیاں ختم کرکے اور کتاب ایک طرف رکھ دینے پر بھی یہ اپنا حادی پن قائم رہتی ہے۔ دو رنگی ٹائٹل، مضبوط جلد۔ ان خوبیوں والی اس کتاب کی قیمت صرف -/۶ روپے ہے۔ یہ کتاب واقعی پڑھنے کے لائق ہے۔

(تاجور سامری)

سزا

مصنف : دت بھارتی

قیمت : -/۶ روپے

ناشر : لاجپت رائے اینڈ سنز، دہلی ۶

(جولائی ۱۹۶۴ء)

دت بھارتی اردو کے ان ناول نگاروں میں سے ایک ہیں، جن کو پڑھے لکھے عوام میں بے حد مقبولیت حاصل ہے۔ ان کے ناولوں میں سماجی اور تہذیبی کش مکش کی گہری جھلک ملتی ہے۔ ان کی تحریر کا انداز بے حد موثر و دلکش اور سادگی سے پر ہے۔ اس لیے ان کی اور ان کے ناولوں کی لوگ بہت قدر کرتے ہیں۔

'سزا' ان کا نیا ناول ہے۔ اس میں انھوں نے عورت مرد کے گھریلو معاملوں کے ایک اہم رنگ کو لیا ہے۔ اگرچہ یہ پرانا ناسور ہے۔ لیکن اس سول میرج ایکٹ کی مہربانی سے یہ ناسور زیادہ تکلیف دہ اور ناقابل علاج ہو گیا ہے۔ بے میل کی شادیوں اور غلط طریقوں سے تیار کیے گھرانوں کی زندگی خراب تر ہو رہی ہے۔ "سزا" میں اس کی ایک دردناک کہانی پیش کی گئی ہے اور اس اذیت ناک مسئلے کو جس طرح حل کیا گیا ہے۔ وہ بھی بہت تکلیف دہ اور دردناک ہے اور لگتا ہے کہ جب تک یہ قانون ختم نہیں ہوتا، اس میں مناسب تبدیلی نہیں کی جاتی، یہی طریقہ اس ناسور سے نجات کا ہے۔

کتاب ڈھنگ سے شائع کی گئی ہے۔ اور لاجپت رائے اینڈ سنز دہلی نے دلکش ڈھنگ سے شائع کیا ہے۔

(تاجور سامری)
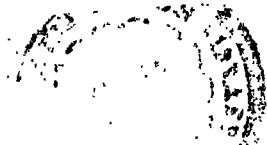
تامل افسانے

مرتبہ ا۔ می۔ پا۔ سوم سندرم
ترجمہ : حسرت سہروردی
ضخامت دو سو صفحات سائز ۲۲×۱۸/۸
قیمت : آٹھ روپے
ناشر۔ نیشنل بک ٹرسٹ۔ انڈیا۔ دلی
تقسیم کار۔ مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دلی ۲۵ ۔ دلی ۶ ۔ بمبئی ۳ ۔ اور علی گڑھ

کتاب کے صفحہ ۴ پر کتاب کا جو اصلی نام دیا گیا ہے اس سے خیال ہوتا ہے کہ زیر تبصرہ کہانیاں انگریزی میں تھیں اور اسی سے اُردو میں ترجمہ کی گئی ہیں۔ ممکن ہے کہ میرا خیال صحیح نہ ہو۔ مگر چونکہ لکھنے والے تمام تامل اہل قلم اور کہانیوں کا موضوع تامل کے سماجی۔ معاشی اور اخلاقی مسائل ہیں اس لیے انہیں تامل افسانے کہنا غلط نہیں۔ ہاں اگر یہ افسانے تامل زبان میں ہی مترجم کے پیش نظر ہوتے تو ادبی و لسانی نقطہ نظر سے ان کی اہمیت اور زیادہ ہوتی۔ انگریزی سے ترجمہ کیا جانے سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہم ہندوستانی اپنے ہی ملک کے مختلف صوبوں کی زبانوں سے کتنے دور ہیں اور ہمیں اپنے پڑوسی بھائی کی زبان وخیالات سمجھنے کے لیے پڑوسی کی زبان کی بجائے سات سمندر پار کی ایک اجنبی زبان سے کام لینا پڑتا ہے بہرحال حقیقت کچھ بھی ہو جناب حسرت سہروردی اپنے اس کامیاب ترجمہ پر مستحق مبارکباد ہیں۔
اس کتاب میں بیس کہانیاں ہیں۔ اور مرتب کے دیباچہ سے ظاہر ہے کہ انہوں نے جناب ڈاکٹر کیسکر کے مقصد کو خوب سمجھا ہے اور جناب ڈاکٹر صاحب کو خوش ہونا چاہیئے کہ ملک کے گوشے گوشے میں ایسے لوگ بحمد اللہ موجود ہیں جو ہندوستان اور ہندوستانیت کی وحدت پر یقین رکھتے ہیں اور اس حقیقت کی استواری کے لئے ہر صالح کوشش میں دل وجان سے لگے ہوئے ہیں۔ تاہم کہانیوں کی فہرست دیکھ کر حیرت ہوئی کہ تامل زبان میں ایک بھی تامل مسلمان اہل قلم ایسا نہیں جس کی کہانی اس مجموعہ میں جگہ پانے کے قابل ہوتی۔ اپنی زبان سے یہ بے گانگی اچھی چیز نہیں۔

تامل کہانیوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ زبان بڑی ترقی یافتہ زبان ہے اور اس کے لکھنے والوں کا سماجی شعور قابل ستائش اور لائق رشک ہے۔ ان کے خیال میں بلندی اور فکر میں گہرائی ہے۔ حقیقت پسندی کے ساتھ حق گوئی کا جذبہ اور سلیقہ ہے۔ خودداری اور

خود شناسی ہر انسانی کمزوریوں اور مجبوریوں کا احساس اور ان سے ہمدردی ہے۔

اس مجموعے کی سب کہانیاں اپنے اپنے رنگ میں توجہ طلب اور سبق آموز ہیں یہاں پرانی ہندی داستانوں کو نیا روپ دیا گیا ہے۔ روحانی پیدائش ثانی کے جلوے دکھلائے گئے ہیں۔ پرانے مشاہیر کے ناموں کے اوصاف حالی میں پر توپیش کیا گیا ہے۔ پرانی رسوم و اوہام کو نئے حقائق کی روشنی میں بخوبی بے معنی ثابت کیا گیا ہے۔

یہ تو کتاب کی باطنی خوبیوں کا مذکور تھا۔ ظاہری حالت یہ ہے کہ کتاب بہت خوبصورت بہت اچھے کاغذ پر صاف و روشن چھپائی کا نمونہ ہے۔ لیکن کتابت کی اہم غلطیاں مجھے نظر آئی ہیں۔ افسانہ نگاروں کا تعارف کتاب کی زینت اور کتاب کے مرتب اور مترجم کے بارے میں نام کے سوا اور کچھ نہ بتانا بڑی کمی ہے۔ پوری کتاب میں چھ جگہ تشریحی نوٹ ہیں حالانکہ تامل ادب و روایات کے بارے میں پڑھنے والے کے دل میں جابجا اور بھی سوال اٹھتے ہیں، ان کی طرف توجہ نہیں کی گئی۔ مثلاً تامل ادب کی بعض کتابوں کے متعلق جن کا نام افسانوں میں آیا ہے۔ خاموشی ہے۔ سب خوبیوں کے باوجود آٹھ روپے قیمت زیادہ ہے۔

مولانا مہر محمد خاں شہاب مالیر کوٹلوی

کہرا اور مسکراہٹ

مصنف :۔ رام لعل

صفحات :۔ ۱۳۶   قیمت : دو روپے

ناشر :۔ اسٹار پبلی کیشنز۔ آصف علی روڈ۔ نئی دلی

رام لعل اُردو کے ایک مشہور و معروف افسانہ نگار ہیں۔ افسانہ نگاری میں ان کا اپنا ایک خاص اسلوب اور مزاج ہے۔ زندگی کے رنگا رنگ پہلوؤں پر گہری نظر ہے اس وجہ سے بڑے رواں دلچسپ اور شگفتہ افسانے تخلیق کرتے ہیں۔ کرداروں کا نفسیاتی تجزیہ رام لعل کا پسندیدہ موضوع ہے۔ 'کہرا اور مسکراہٹ' موصوف کا پہلا ناول (جسے ناولٹ کہنا زیادہ مناسب ہوگا) ہے۔ جس میں انسانی نفسیات کی عکاسی بڑے خوبصورت انداز میں کی گئی ہے۔ جہاں تک میری یادداشت کا تعلق ہے۔ موصوف کا یہ پہلا ناولٹ بھی ان کے ایک افسانے پر ہی مبنی ہے۔ افسانے کا نام مجھے اسی وقت یاد نہیں ہے لیکن اس کی کہانی میرے ذہن میں ہے۔ اسی بنا پر میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ افسانے کے دو حصّے کرکے اسے آغاز اور اختتام بنایا گیا ہے اور درمیان کے مواد کا اضافہ کرکے اسے ناولٹ کی شکل دے

دی گئی ہے " انسان کو ایک ماحول کا تجربہ ہونا چاہیئے اس سے بہر حال علم تو بڑھتا ہی ہے
کم نہیں ہوتا ۔ (ص ۶۴) اپنی اسی بات کے پیش نظر ماحول کے تجربے کے سہارے رام لعل
نے اس ناولٹ کو مکمل کیا ہے اور یہ شاید لمحوں کی آزادی ہی ہے جس نے ایک افسانے کو ناول
میں ڈھلوا دیا ہے۔ جیسا کہ رام لعل نے خود لکھا ہے " آدمی تو لمحوں کا قیدی ہوتا ہے ۔ لمحے
کسی وقت اسے جکڑ بھی لیتے ہیں اور کبھی بالکل آزاد بھی چھوڑ دیتے ہیں۔ (ص ۱۷) اور آزادی
کے ان لمحوں میں ہر شخص اپنی اہمیت کا احساس کرانا چاہتا ہے کیونکہ " کسی شخص کے لیے اپنی اہمیت
کا احساس کتنا لذیذ ہوتا ہے شاید دنیا میں سب سے لذیذ شے اپنی اہمیت کا احساس ہی
ہے ۔ (ص ۵۹) اور شاید اس لذید احساس کو حاصل کرنے کے لیے ہی رام لعل بھی افسانہ
نگار سے ناول نگار بنے ہیں !

کہرا اور مسکراہٹ ایک دلچسپ ناولٹ ہے، جس کی کہانی میں گرفت ہے اور جو قاری کو
اپنے ساتھ لے کر چلتی ہے، لیکن درمیان میں کہیں کہیں جھول سا بھی آجاتا ہے اور اسی کی وجہ
شاید یہی ہے کہ رام لعل بنیادی طور پر افسانہ نگار ہیں۔ دریا کو کوزے میں بند کرنے والے
کو اگر کوزے کو دریا بنانا پڑے تو کچھ خامیاں تو پیدا ہو ہی جائیں گی۔ اسی لیے 'میں' اور
'دیبا' کے علاوہ جو کردار ہیں، وہ بہت کمزور ہیں اور ان میں سے کوئی بھی کردار قاری پر
ذرا بھی تاثر نہیں چھوڑتے ۔ اگرچہ بہت زیادہ پڑتا تو مرکزی کردار "میں" اور 'دیبا' کے بھی ہیں
ہیں بعد ناول میں بھی ان کا تاثر اتنا ہی ہے جتنا ایک افسانے میں ہو سکتا تھا۔ اور جیسے کبھی کبھی
آدمی کسی خاص لمحے میں اپنی انجانی کمزوری کا بھی شکار ہو جاتا ہے (ص ۱۲۸) اسی لیے اہمیت
کے لذید احساس کے واسطے ہی شاید ناول میں انگریزی الفاظ کا ضرورت سے زیا
استعمال کیا ہے، جبکہ کوشش یہ ہونی چاہیئے کہ جس زبان میں تخلیق ہو رہی ہے ۔ ا
زبان کی نمائندگی ہو۔ دوسری زبان کے الفاظ اپنانے ضرور چاہئیں لیکن اتنے زیادہ نہ
کہ ان کی غیر ضروری زیادتی کا احساس ستانے لگے ۔ کہرا اور مسکراہٹ میں یہ خامی بہ
محسوس ہوتی ہے، اس کی ایک وجہ انگریزی زبان کا مصنف کے ذہن پر حاوی ہونا ہو س
ہے یا پھر "جب آدمی کے پاس علم ہوتا ہے، مطالعہ ہوتا ہے، غور و فکر کی صلاحیت
ہے وہ کبھی کبھی شوخ بھی ہو اٹھتا ہے۔ (ص ۳۰)
اسٹار پبلی کیشنز کی مطبوعات کی کتابت طباعت عموماً اچھی ہوتی ہے، لیکن

اتفاق ہی کہا جا سکتا ہے کہ کہرا اور مسکراہٹ، کی کتابت معمولی اور طباعت بہت خراب ہے۔ جگہ جگہ چھپائی اڑ گئی ہے۔ پروف ریڈنگ میں بھی لاپرواہی روا رہی ہے اور رہی سہی کسر بائنڈر نے پوری کر دی یعنی کتاب کی کٹنگ اتنی کر دی گئی ہے کہ الفاظ تو کیا سطریں کی سطریں ہی کٹ گئی ہیں۔ اسٹار پبلیکیشنز کے ذمہ داران کو پاکٹ بکس کی بائنڈنگ کی طرف خصوصیت سے دھیان دینا چاہیئے، کیونکہ بائنڈر کی لاپرواہی کا شکار ان کی زیادہ تر کتابیں ہو جاتی ہیں۔

کرشن چندر کی ' مہارانی ' جس کے صفحات دو سو کے قریب ہیں کی قیمت دو روپیے ہے اس کے مقابلے میں رام لعل کے ۱۳۶ صفحات کے ناول کی قیمت دو روپے زیادہ معلوم ہوتی ہے جبکہ گیٹ اَپ اور کتابت طباعت کے معاملے میں ' مہارانی ' کہرا اور مسکراہٹ ' سے بہت بہتر ہے اور اس کے علاوہ کرشن چندر کا معاوضہ بھی رام لعل سے زیادہ ہی ہوگا۔

آخر میں ، میں ناول نگاری کے میدان میں رام لعل کا خیر مقدم کرتا ہوں کیونکہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ انسان بھی بدلتا رہتا ہے اور اسی طرح ایک افسانہ نگار ' ناول نگار میں بدل رہا ہے۔

انور کمال حسینی

ماہنامہ پیامِ تعلیم کا ڈرامانمبر

پیامِ تعلیم کے خاص نمبروں نے بچوں میں دھوم مچا دی ہے۔ ہمارا ڈرامانمبر بھی بہت غیر معمولی انتہائی دلچسپ ہوگا۔ کیا مجال جو ایک دفعہ شروع کرنے کے بعد آخر تک پڑھے بغیر آپ دم لے لیں۔ ہمارے پچھلے خاص نمبر کم یاب بلکہ نایاب ہو گئے ہیں۔ اس لیے ابھی سے اس کا آرڈر دے دیجیے۔

اس خاص نمبر کی قیمت بہت کم کُل ۵۰/۱ رکھی گئی ہے۔ سالانہ خریدار بننے والوں سے یہ زائد قیمت نہ لی جائے گی۔ سالانہ قیمت چھ روپے (وی پی سے سات روپے) ہے۔ آج ہی ہمیں خط لکھ دیجیے۔

منیجر "پیامِ تعلیم" جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵

نئی مطبوعات

کتاب	نوعیت	مصنف	قیمت
اشعار	(شعری مجموعہ)	حسن نعیم	8/-
اسباب بغاوتِ ہند	(نیا ایڈیشن)	سرسید احمد خاں	3/-
بے سہارا	(ناول)	ثریا بانو	6/50
جھیل کے اس پار	"	گلشن نندہ	7/50
چنگیز خاں	"	رئیس احمد جعفری	8/-
چھوٹی سرکار	"	عطیہ پروین	4/-
دل اور دیا	"	رشید پروین	9/-
رازِ دل	"	نواب زیدی	7/50
رمزِ اقبال	(تنقید)	ڈاکٹر سید عبداللہ	2/-
رخصتی پھول	(منظوم رخصتیاں)	مرتبہ ایم اے فدا	3/-
روپ رس	(تنقید)	جاوید وششٹ	5/-
شبنو	(ناول)	رضیہ بٹ	6/-
شرمیلی	"	گلشن نندہ	7/-
صدائے تیشہ	(شعری مجموعہ)	راشد آذر	6/-
صحیفۂ ٹیپو سلطان	(تاریخ - نیا ایڈیشن)	محمود بنگلوری	20/-
قصہ مختصر	(مزاحیہ)	مجتبیٰ حسین	(زیرِ طبع)
نرجس	(ناول)	اسمار اعجاز	10/-
مہکتی شام	"	عادل رشید	6/50
نسیمِ بہار	(رباعیات)	ای سی بہار	7/50

نسیمِ بہار

امیر چند بہار

بہار صاحب کی نکہت و نور میں بسی ہوئی رباعیات کا تازہ ترین مجموعہ۔ قیمت ۷/۵۰

دیگر اداروں کی مطبوعات

ادب، تنقید، انشا

ابتدائی علم عروض — سبحان انجم — ۱/-
اردو تنقید نگاری — عبادت بریلوی — ۷/۵۰
انیسویں صدی میں بنگال کا اردو ادب — پروفیسر جاوید نہال — ۱۸/-
ابراہیم نامہ (قدیم اردو جلد سوم)
ابن عبدل دہلوی، مرتبہ ڈاکٹر مسعود حسین خاں — ۱۰/-
ادبی تنقید کے اصول ترجمہ اشفاق محمد خاں — ۳/۵۰
اردو میں وہابی ادب — خواجہ احمد فاروقی — ۲/-
ادبی مضامین مرتبہ ڈاکٹر مبارز الدین رفعت — ۳/۵۰
انتخاب قصائد اردو — ڈاکٹر ابو محمد سحر — ۸/-
اردو مثنوی شمالی ہند میں۔ ڈاکٹر گیان چند — ۱۷/-
اردو مرثیے کی روایت — ڈاکٹر مسیح الزماں — ۶/-
آزاد نظم اردو شاعری میں — کنول کرشن بالی — ۴/-
اردو زبان کا مذہبی ورثہ — قیوم صادق احمد پوری — ۲/-
اردو کے ادبی معرکے۔ امیر حسن نورانی — ۲/۵۰
اردو اور بنگال — ڈاکٹر شانتی رنجن بھٹاچاریہ — ۱۰/-
اقبال کے ابتدائی افکار — عبدالحق — ۱۰/-
ادب اور تنقید — اسلوب احمد انصاری — ۸/-
ایرانی صدیوں کے آئینے میں — ڈاکٹر اختر حسن عشرت — ۱۲/-
اردو شاعری میں منظر نگاری — ڈاکٹر سلام سندیلوی — ۱۰/-
اردو غزل کے پچاس سال — عبدالاحد خاں خلیل — ۷/۵۰

اردو میں قصیدہ نگاری — ابو محمد سحر — ۴/-
ایک تماشا (شاد عارفی) — مظفر حنفی — ۱۳/-
اردو نثر میں ادب لطیف — ڈاکٹر عبدالودود — ۸/-
افکار محروم مرتبہ — مالک رام — ۵/-
اقبال کا فلسفہ حیات — قاضی محمد عدیل عباسی — ۶/-
آثار محروم — گوپی چند نارنگ — ۷/-
اردو کا پہلا ناول خط تقدیر — ڈاکٹر محمود الٰہی — ۳/-
انشائے ماجد (اول دوم) — عبدالماجد دریابادی — ۱۱/-
افکار و مسائل — سید احتشام حسین — ۴/۵۰
اذکار آزاد — عتیق صدیقی — ۳/-
اردو ادب میں طنز و مزاح — وزیر آغا — ۹/-
آئینہ سخن فہمی — مسعود حسن رضوی — ۲/۵۰
اصناف ادب کا ارتقاء — سید صفی مرتضیٰ — ۱/۵۰
آب حیات — محمد حسین آزاد — ۱۰/-
اردو مثنوی کا ارتقاء — ڈاکٹر محمد عقیل — ۱۲/-
ادبی تاثرات — ل۔ احمد — ۷/۵۰
اردو کی دو قدیم مثنویاں — طالب حسین نقوی — ۶/-
اردو زبان کا ارتقاء — شوکت سبزواری — ۷/۵۰
اردو شاعری کی ہندوستانی روح — زرینہ ثانی — ۱/۵۰
اردو میں تنقید کی اہمیت — قیوم صادق احمد پوری — ۹/-
اردو ڈراما اور اسٹیج — سید مسعود حسن رضوی ادیب — ۹/۵۰
امیر خسرو اور ہندوستان — ڈاکٹر تارا چند — ۷/-

شمارہ سوستاون اور دستاویزیں — مرتبہ خلیق احمد صدیقی ۲۰/-

اردو ادب میں سکھوں کا حصہ امام مرتضیٰ نقوی ۱۲/-

اردو سے ہندوؤں کا تعلق اجمل اجملی ۱/۵۰

اردو شاعری کے ارتقاء میں ہندوؤں کا حصہ — گنپت سہائے ۱۰/-

اسلام کا ہندوستانی تہذیب پر اثر — ڈاکٹر تاراچند ۴/۵۰

ادبی تاثرات ڈاکٹر شجاعت علی سندیلوی ۴/۵۰

امیر خسرو اور ان کی ہندی شاعری — ڈاکٹر شجاعت علی سندیلوی ۲/۵۰

افکار میر حبیب احمد خاں ۹/-

ادب اور نفسیات دیویندر اسر ۳/۵۰

آزادی کا ادب گوپال متل ۳/-

ایلیٹ کے مضامین جمیل جالبی ۵/-

افکار نو فیض الرحمٰن اعظمی ۳/۵۰

انشائیہ ڈاکٹر آدم شیخ ۲/۵۰

اردوئے قدیم سید شمس اللہ قادری ۳/۵۰

اردوئے معلّٰی (قدیم اردو نثر) خواجہ احمد فاروقی ۹/-

ادب کا مقصد ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی ۳/-

اردو شاعری پر ایک نظر کلیم الدین احمد ۶/-

اردو میں تنقید ڈاکٹر محمد احسن فاروقی ۳/-

اردو مثنوی کا ارتقاء عبدالقادر سروری ۲/۵۰

اردو مرثیے کا ارتقاء مسیح الزماں ۱۲/-

اکبر الہ آبادی اور ان کا کلام نورالرحمٰن ۲/-

اردو ڈراما ڈاکٹر قمر رئیس ۴/۵۰

ایشیائی بیداری اور اردو شعراء اسلام بیگ چنگیزی ۳/-

آپ سے ملئے علی جواد زیدی ۳/-

آرٹ مجید اللہ ۳/۵۰

اردو تنقید میں نفسیاتی عناصر سید محمود الحسن ۱۰/-

ادبی اشارے ڈاکٹر سلام سندیلوی ۵/-

آب حیات کا تنقیدی مطالعہ مسعود حسن رضوی ۲/۵۰

آثار الصنادید سرسید احمد خاں ۱۸/-

اردو زبان اور اس کا رسم الخط — سید مسعود حسن رضوی ادیب ۱/۵۰

ادب کیا ہے ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی ۲/۵۰

ادبی نقوش شاہ معین الدین احمد ندوی ۵/-

اردو ناول کی تنقیدی تاریخ محمد احسن فاروقی ۴/-

اقبال کی تشکیل عزیز احمد ۴/۵۰

ایرانیوں کا مقدس ڈراما مسعود حسن رضوی ۲/۵۰

ادب اور نظریہ آل احمد سرور ۵/-

اردو تنقید پر ایک نظر کلیم الدین احمد ۶/-

امیر خسرو بحیثیت ہندی شاعر ڈاکٹر صفدر آہ ۲/-

انداز نظر صفیہ اختر ۲/-

اردو زبان اور فن داستان گوئی کلیم الدین احمد ۴/-

اردو ادب میں طنز و مزاح کا [illegible] غلام احمد فرقت ۱۴/-

اقبال امام ادب رئیس احمد جعفری ۱/۲۵

ادبی تنقید ڈاکٹر محمد حسن ۲/۵۰

ادب اور زندگی مجنوں گورکھپوری ۵/-

الف لیلہ — نول کشور — -/۴

ارمغان آصف — مرتبہ خواجہ احمد فاروقی — ۵/۵۰

آئینۂ تنقید — " محبوب احمد صدیقی — -/۲

اردو تنقید کا ارتقاء — عبادت بریلوی — -/۱۰

اندرسبھا — مرتبہ مسعود حسین رضوی — ۱/۵۰

بہادر شاہ ظفر فن اور شخصیت — پروفیسر خواجہ تہور حسین — ۵/۷۵

باقیات شبلی — مشتاق حسین — ۳/۰۵

باغ و بہار — میر امن دہلوی — -/۳

بازیافت — ڈاکٹر محمود الٰہی — -/۴

۲۴ نظمیں ایک روایت ایک بغاوت — سید محمد صدر الدین — -/۳

بمبئی میں اردو — ڈاکٹر میمونہ دلوی — ۱۲/۵۰

ببلوگرافیا (اردو ڈراما) — ڈاکٹر عبدالعلیم نامی — -/۱۴

بوستان — مترجم سعدی شیرازی — ۳/۵۰

بابائے اردو عبدالحق — عبداللطیف اعظمی — -/۵

بیگموں کا دربار — عبدالرؤف عشرت — -/۷۵

پریت نامہ — مرتبہ مسعود حسین خاں — -/۱

پچیس نظمیں ایک نظریہ ایک تجزیہ — محمد صدر الدین — ۳/۵۰

پریم چند کا تنقیدی مطالعہ — ڈاکٹر قمر رئیس — -/۹

پریم چند کہانی کا رہنما — ڈاکٹر جعفر رضا — -/۱۵

پیغمبران سخن — سردار جعفری — -/۵

پنجاب میں اردو — محمود شیرانی — -/۵

تنقید اور انداز نظر — ڈاکٹر سیدہ جعفر — -/۴

تلاش و توازن — قمر رئیس — ۶/۵۰

تلمیحات — محمود نیازی — -/۶

تین تذکرے — نثار احمد فاروقی — -/۷

ترقی پسند ادب ایک جائزہ — ہنس راج رہبر — -/۶

تنقید اور تنقیدی شعور — ناظر کاکوروی — ۳/۵۰

تاریخ نظم و نثر — آغا محمد باقر — ۵/۲۵

تنقید و تخلیق — اسلوب احمد انصاری — ۴/۹۰

تنقیدی مطالعے — انور سیوانی — -/۳

تعارف مرثیہ — شجاعت سندیلوی — -/۲

تجربے اور روایت — ابواللیث صدیقی — -/۴

تاریخ ادب اردو — رام بابو سکسینہ — -/۱۲

تنقیدی اشارے — آل احمد سرور — ۳/۵۰

تنقید اور انداز نظر — ڈاکٹر سیدہ جعفر — -/۴

تحقیق کی روشنی میں — ڈاکٹر عندلیب شادانی — -/۱۰

تحریریں — ڈاکٹر گیان چند — ۳/۵۰

تنقید و تحلیل — سید شبیر حسن — -/۳

تذکرہ شعرائے حجاز (اردو) — امداد صابری — -/۱۲

تاثرات — عبدالرزاق قریشی — -/۳

تاریخ و تنقید — حامد حسن قادری — ۳/۵۰

تنقیدی مضامین — سید عابد علی — -/۴

تعمیری ادب — علی جواد زیدی — ۴/۵۰

تقابلی مطالعے — عطا کاکوی — -/۳

تحقیقی مطالعے — " — -/۳

تنقید و تشخیص — ارشد کاکوی — ۵/۵۰

تحقیقی جائزے — ڈاکٹر اکبر حیدری — ۱۲/۵۰

رۂ صبح گلشن — سید علی حسن خاں — ۱/۵۰
نتائج الافکار — قدرت اللہ گوپاموی — ۱/۵۰
" عقد ثریا — غلام ہمدانی مصحفی — ۲/-
" مسرت افزا — ابوالحسن امیر الدین — ۳/-
" بزم سخن — حسن علی خاں — ۳/-
" چمنستان شعراء — لچھمی نرائن شفیق — ۲/-
" گلشن گلزار — بتلاد خلیل — ۳/-
" شمع انجمن — نواب صدیق حسن خاں — ۱/۵۰
تذکرۂ میر — ایم۔اے۔ فاطمی — ۴/-
" بے نظیر — سید عبدالوہاب افتخار — ۱/۵۰
" روز روشن — مظفر حسین صبا — ۱/۷۵
" خوش معرکۂ زیبا — سعادت حسن خاں ناصر — ۵/-
تین تذکرے — مرتبہ عطا کاکوی — ۳/-
تذکرہ بہار بے خزاں — مرتبہ حفیظ عباسی — ۴/-
" بہار بے خزاں — مرتبہ ڈاکٹر نعیم احمد — ۵/-
تنقیدی سرمایہ دوم — عبدالشکور — ۲/-
تنقیدی پیرائے — عنوان چشتی — ۴/۰۰
تنقید کے بنیادی مسائل — مرتبہ آل احمد سرور — ۵/-
تلوک چند محروم — جگن ناتھ آزاد — ۴/-
تمدن ہند — سید علی بلگرامی — ۱۵/-
تذکرۂ نادر — سید مسعود حسن رضوی ادیب — ۳/-
تنقید و تجزیہ — ابو محمد سحر — ۳/۷۵
ترغیبات جنسی — نیاز فتحپوری — ۴/۵۰
تاریخ صحافت اُردو — کامل امداد صابری — ۲۰/-
جواہر پارے (اقوال) — ضیاء جعفر — ۱/۵۰

تذکرۂ گلشن گفتار — ایم۔ کے فاطمی — ۳/-
تذکرہ (مولانا آزاد) — مرتبہ مالک رام — ۱۵/-
" مسرت افزا — مترجم ڈاکٹر حبیب [?] قریشی — ۵/-
تعارف تاریخ اُردو — ڈاکٹر شجاعت علی سندیلوی — ۴/-
تنقید شعر — ڈاکٹر سلیمان اطہر جاوید — ۴/-
تنقید عملی تنقید — سید احتشام حسین — ۴/-
ترجمہ حدائق البلاغت — مولوی امام بخش — ۱/-
تلخیص تذکرہ سراپا سخن — مرتبہ ڈاکٹر سید سلیمان حسن — ۴/-
تنقیدی نظریات کامل — احتشام حسین — ۱۲/-
جامع الشواہد — مولانا ابوالکلام آزاد — ۲/-
جگر فن اور شخصیت — شارب ردولوی — ۳/۵۰
جائزے — ناظر کاکوروی — ۳/-
جدید اردو شاعری — عبدالقادر سروری — ۶/-
جگر بریلوی شخصیت اور فن — مالک رام، سیفی پریمی — [illegible]
جدیدیت اور ادب — آل احمد سرور — ۹/-
جدید اردو تنقید اصول اور نظریات — شارب ردولوی — ۱۵/۰۰
خمیرۂ [?] سخنوران — غلام عباس — ۴/-
جینہ [?] غالب — سعادت علی صدیقی — ۲/۵۰
چترلیکھا — بھگوتی چرن ورما — ۳/۵۰
چاندنی اور انگارے — اسلام رونق [?] — ۲/-
چراغ تلے — مشتاق احمد یوسفی — ۵/-
چند تصویر بتاں — شمیم احمد — ۲/۲۵
" " — سید مبارز الدین رفعت — ۳/۵۰

چند ممتاز شعراء — سید صفی مرتضیٰ — ۱/۵۰
حیاتِ آصف — محمد محبوب جنیدی — ۱۰/۰
حیات سرمد — مولانا ابوالکلام آزاد — ۳۷/۰
حدیث خودی — جگر بریلوی — ۲/۰
حدیث میر — میر اکاڈمی — ۱۱/۰
حیات ذاکر حسین — خورشید مصطفیٰ — ۸/۰
حیات علامہ فضل الحق خیرآبادی — مفتی انتظام اللہ شہابی — ۱/۲۹
حسرت موہانی — عبدالشکور — ۳/۵۰
خطوط مشاہیر — عبدالماجد دریابادی — ۵/۰
خبر و نظر — سید علی حیدر — ۱/۵۰
خوجی — ڈاکٹر محمد احسن فاروقی — ۲/۰
داستان زبان اردو — ڈاکٹر شوکت سبزواری — ۴/۰
داستانے چند — ناز چاند پوری — ۲/۰
دید و دریافت — نثار احمد فاروقی — ۳/۷۵
دکنی ادب کی تاریخ — ڈاکٹر محی الدین قادری — ۳/۵۰
دکنی قدیم اردو کے تحقیقی مضامین — نصیر الدین ہاشمی — ۳/۰
دیدۂ بینا — کوثر چاند پوری — ۴/۰
دکن میں اردو — نصیر الدین ہاشمی — ۱۵/۰
دوش و فردا — مجنوں گورکھپوری — ۵/۵۰
دبستان دبیر — ڈاکٹر ذاکر حسین فاروقی — ۱۰/۰
داستان سے افسانے تک — وقار عظیم — ۸/۰
دعوت حق — ابوالکلام آزاد — ۱/۵۰

دو ادبی اسکول — علی جواد زیدی — ۷/۰
دکن میں مرثیہ اور عزاداری — ڈاکٹر رشید موسوی — ۱۰/۰
دلی کی آوازیں — خواجہ محمد شفیع — ۲/۵۰
دکنی کی ابتدا — ڈاکٹر آمنہ خاتون — ۲/۰
ذکر و مطالعہ — ذکی احمد — ۳/۷۵
ذوق جستجو — خواجہ احمد فاروقی — ۱۲/۵۰
ذوق ادب و شعور — احتشام حسین — ۴/۵۰
ریاست ترجمہ — ڈاکٹر ذاکر حسین — ۱۵/۰
ریت کے پھول — آدم نصرت — ۲/۵۰
رجب علی بیگ سرور — نیر مسعود رضوی — ۱۲/۰
رواداری ہندوستانی سماج میں — ابوالنعیم وحید علی خاں — ۳/۰
روسی فکر اور تفکر — ل۔ احمد — ۵/۰
رباعیات عمر خیام پر ایک تحقیقی نظر — مولانا عبدالباری آسی — ۳/۵۰
روایت اور بغاوت — احتشام حسین — ۴/۵۰
سلک گہر — احتشام حسین — ۳/۰
سوانح مولانا روم — شبلی نعمانی — ۴/۰
سماجی شاعری — ڈاکٹر عزیز احمد — ۵/
۱۸۵۷ء کے مجاہد شعراء — امداد صابری — ۶/۹۴
" کے غدار شعراء — " " — ۲/۵۰
ساحل اور سمندر — سید احتشام حسین — ۴/۵۰
سرقہ اور توارد — نریش کمار شاد — ۲/۲۵
سخنوران بنارس — ڈاکٹر امرت لعل عشرت — ۸/۰

سرکش روحیں خلیل جبران ۳/-
ساگر سنگیت مترجم منور لکھنوی ۱/۵۰
سرشار۔ ایک مطالعہ پریم پال اشک ۵/-
سرسید اور ان کے نامور رفقاء سید عبداللہ ۸/-
سرسید سیاسی تاریخی آئینے میں ڈاکٹر شان محمد ۲/۵۰
سب رس ملا وجہی ۵/۵۰
سمن زار ترجمہ ضیاء احمد بدایونی ۱۲/-
شعر و زبان ڈاکٹر مسعود حسین ۵/-
شرح بانگ درا یوسف سلیم چشتی ۹/-
" ضرب کلیم " ۸/-
" بال جبریل " ۹/-
شعر و ادب سید اختر علی تلہری ۳/-
شاد عظیم آبادی مرتبہ نقی احمد ارشاد ۸/-
شاد اور اس کی شاعری پورن کمار ہوش ۳/-
شبلی نامہ محمد اکرام ۴/-
صدائے حق ابوالکلام آزاد ۲/۵۰
صدائے رفعت " ۳/-
صحیفۂ محبت ڈاکٹر محمود الٰہی ۵/-
صنم خانوں میں کلیم عرفی ۴/-
طوطی نامہ مرتبہ ڈاکٹر نور الحسن ہاشمی ۲/-
ظلمی اجالے امیر حسن نورانی ۲/۵۰
عظیم دلا زوال عابد رضا بیدار ۵/-
عزیمت و دعوت ابوالکلام آزاد ۲/۷۵
عرفی نغمہ مترجم نیاز فتحپوری ۱/۲۵
[illegible]

عکس اور شخص عنوان چشتی ۵/-
عبدالباری آسی وصی احمد ۲/۵۰
غزل اور متغزلین ابواللیث صدیقی ۶/۵۰
فراق گورکھپوری کامل قریشی ۴/-
فسانۂ عجائب مرتبہ اطہر پرویز ۱۲/۵۰
فکر انسانی کا سفر از رفقاء خواجہ غلام السیدین ۳/-
فارسی ادب بعہد اورنگ زیب ڈاکٹر نور الحسن ۱۲/-
فن افسانہ نگاری وقار عظیم ۶/۵۰
فن اور تنقید مرتبہ انور کمال حسینی ۹/-
فیض میر مرتبہ مسعود حسن ادیب ۱/۵۰
فن تنقید اور تنقیدی مضامین نجم الہدیٰ ۴/۵۰
فسانۂ عبرت مسعود حسن رضوی ۲/-
گرل ترود نور ۴/-
گنج سوختہ شمس الرحمن فاروقی ۵/-
گلشن ہند سید حیدر بخش حیدری ۵/-
گنجینۂ معنی ڈاکٹر جعفر رضا ۴/-
گفت و شنید ظفر ادیب ۶/-
گنج خوبی میر امن دہلوی ۱۵/-
گل و صنوبر مرتبہ رفیق مارہروی ۱/۲۵
فردوس ہند ڈاکٹر صفدر آہ ۲/-
فسانۂ عجائب مرزا رجب علی بیگ سرور ۱/۵۰
فن خطابت سید کلب مصطفیٰ ۵/-
فورٹ ولیم کالج نادم سیتاپوری ۴/۵۰
[illegible]

فانی بدایونی حیات، شخصیت اور شاعری — ڈاکٹر مغنی تبسم ۱۵/-
فلسفۂ اقبال عبدالقوی دریابادی ۲/۵۰
فقرۂ ہیرا فرخندر دلبر مرتبہ ڈاکٹر مسعود حسن خاں ۱۳/-
قواعد اردو مولوی عبدالحق ۶/-
قول فیصل ابوالکلام آزاد ۲/۵۰
قصیدۂ عطار سراج الحق ۱/۵۰
قدر و نظر اختر اورینوی ۳/۵۰
قصۂ حسن و دل جاوید وششٹ ۶/-
قصص و مسائل عبدالماجد دریابادی ۲/-
قطب مشتری (تنقیدی جائزہ) وہاب اشرفی ۴/-
قیمتِ عرضِ ہنر محمود خاور ۵/-
قدیم اردو اول، دوم ڈاکٹر مسعود حسین ۲۸/-
کربل کتھا کا لسانی مطالعہ خلیق و نارنگ ۴/-
کربل کتھا ترجمہ مالک رام ۷/۵۰
گہرے کا چاند ڈاکٹر محمد حسن ۳/-
لوک گیت اطہر علی فاروقی ۱/۵۰
لکھنؤ کا دبستان شاعری ڈاکٹر ابواللیث صدیقی ۱۵/-
لکھنؤ کا شاہی اسٹیج سید مسعود حسن رضوی ۵/۵۰
" عوامی اسٹیج " " " ۵/۵۰
لکھنؤ کی زبان باقر شمس لکھنوی ۵/-
لکھنؤ کی پانچ راتیں سردار جعفری ۳/۵۰
لفظ و معنی شمس الرحمٰن فاروقی ۶/۵۰
منشورات برج موہن دتاتریہ کیفی ۶/-
مباحث ڈاکٹر سید عبداللہ ۱۵/-

مطالعۂ میر مرتبہ ابو محمد سحر ۶/-
مضامین ہفت رنگ ڈاکٹر آفتاب اختر ۲/۵۰
مقالات تلہری اختر علی تلہری ۲/۵۰
مکاتیب امیر مینائی مرتبہ احسن اللہ ثاقب ۵/-
مضامین شرر عبدالحلیم شرر ۴/۵۰
مصحفی اور ان کا کلام ڈاکٹر ابواللیث صدیقی ۶/-
معیار و میزان ڈاکٹر مسیح الزماں ۳/۵۰
ملاحظاتِ نفسی ل۔ احمد ۲/۵۰
من سمجھاون ڈاکٹر عبدالستار دلوی ۲/۲۵
متنی تنقید خلیق انجم ۴/۵۰
مباحث و مسائل ضیاء احمد بدایونی ۱۱/-
مقالات الشعراء حیرت اکبرآبادی ۵/-
مطالعۂ زور ڈاکٹر اکبر حیدری ۵/-
معراج العاشقین مرتبہ خلیق انجم ۲/-
مختصر تاریخ ادب اردو ڈاکٹر اعجاز حسین ۸/-
مبادیاتِ تحقیق عبدالرزاق قریشی ۴/۵۰
مجاز: حیات اور شاعری منظر سلیم ۴/۵۰
محشرِ خیال سجاد انصاری ۳/۳۰
مقدمہ تاریخ زبان اردو ڈاکٹر مسعود حسین خاں ۴/۵۰
مجذوب اور ان کا کلام مرتبہ محمد رضا انصاری ۱۵/-
مجاز کچھ یادیں مرتبہ احمد ابراہیم علوی ۱۱/-
مولانا امداد صابری پنڈت ہرسروپ شرما ۲/-
مرزا رسوا: حیات اور ناول نگاری ڈاکٹر آدم شیخ ۶/-
مرثیہ نگاری اور میر انیس ڈاکٹر محمد احسن فاروقی ۳/۵۰
مغل تہذیب محبوب اللہ مجیب ۴/-

پاکٹ بکس

[illegible] کی دیوار　گلشن نندہ　۲/-
[illegible]ون　گلشن نندہ　۳/-
[illegible]　عارف مارہروی　۲/-
[illegible]　گلشن نندہ　۲/-
[illegible]　عارف مارہروی　۲/-
[illegible]ی　راجندر سنگھ بیدی　۲/-
[illegible]ے چراغ　گلشن نندہ　۲/-
لندن کے سات رنگ　کرشن چندر　۲/-
انتظار کا قیدی　رام لعل　۲/-
دھوپ چھاؤں　عارف مارہروی　۲/-
مسکراتے بھوت　عارف مارہروی　۲/-
ڈوبتے سائے　عادل رشید　۲/-
ایک دل ہزار غم　"　"　۲/-
تین پتے　گلشن نندہ　۲/-
آسمان روشن ہے　کرشن چندر　۲/-
آدمی اور سکے　مہندر ناتھ　۲/-
ٹوٹے پنکھ　گلشن نندہ　۲/-
معصومہ　عصمت چغتائی　۲/-
اپنا　عادل رشید　۲/-
برف کے پھول　کرشن چندر　۲/-
بیسویں صدی کا لیلیٰ مجنوں　خواجہ احمد عباس　۲/-
ساگر کی سلا　گلشن نندہ　۳/-

ایک ندی دو پاٹ　گلشن نندہ　۳/-
ایک کروڑ کی بوتل　کرشن چندر　۳/-
چنگاری　گلشن نندہ　۳/-
نیل کنٹھ　"　"　۳/-
مادھوری　"　"　۳/-
پتھر کے ہونٹ　"　"　۳/-
مہکتے پھول　عادل رشید　۴۰/-
دوزخ کے پٹ کھول دے　عارف مارہروی　۲/-
نرملا　منشی پریم چند　۲/-
قرار کو ترسے　انیس مرزا　۲/-
ستاروں سے آگے　گلشن نندہ　۲/-
بڑی بڑی آنکھیں　اوپندر ناتھ اشک　۲/-
ٹیڑھی انگلیاں　کرنل رنجیت　۲/-
وزیروں کا کلب　کرشن چندر　۲/-
گلشن گلشن ڈھونڈا تجھکو　کرشن چندر　۲/-
باسٹھ دن　دت بھارتی　۲/-
دل کی وادیاں سو گئیں　کرشن چندر　۲/-
قہقہوں کی موت　اکرم الہ آبادی　۲/-
وہ کون تھا؟　کرنل رنجیت　۲/-
ایک ہیروئن پانچ لوفر　کرشن چندر　۲/-
ربڑ کی عورت　کرشن چندر　۲/-
میری یادوں کے چنار　"　"　۲/-

جلوہ ایثار — منشی پریم چند — ۲/-
روح کے زخم — عارف ماہرودی — ۲/-
غمگسار — حسین علوی — ۲/-
کالے کوس — بلونت سنگھ — ۲/-
کلنکنی — گلشن نندہ — ۲/-
تاریکیوں کے بعد — زلیخا حسین — ۲/-
بمبئی رات کی بانہوں میں — خواجہ احمد عباس — ۲/-
انجام — ضیا رعظیم آبادی — ۲/-
اک کرن چاندنی کی — کرتار سنگھ دگل — ۲/-
میرا دل میرا دشمن — عادل رشید — ۲/-
کٹی پتنگ — گلشن نندہ — ۳/-
کانچ کی چوڑیاں — " " — ۲/-
خوشبو کا خواب — اے۔ حمید — ۲/-
ایک عورت ہزار دیوانے — کرشن چندر — ۲/-
گوالیار کا حجام — کرشن چندر — ۲/-
ڈاک بنگلہ — اے۔ حمید — ۲/-
کارنیوال — کرشن چندر — ۲/-
پگھلا سیسہ — ضیا رعظیم آبادی — ۲/-
کوکھ جلی — راجندر سنگھ بیدی — ۲/-
آدمی اور سکے — زلیخا حسین — ۲/-

حسن اور عشق — مرتبہ: پرکاش پنڈت — ۲/-
نقش حنا — تبسم — ۲/-
فکر اس پیچ و خم کا — رفعت سروش — ۲/-
شکیل کی شاعری — شکیل بدایونی — ۲/-
تخیلات کے پھول — گوپی ناتھ امن لکھنوی — ۲/

کونپل کونپل — کرشن موہن — ۲/-
ہم سب ادھورے — دیانند ورما — ۲/-
غالب کے خطوط دوم — غالب — ۲/-
غالب حیات و شاعری — نند کشور وکرم ایم اے — ۲/-
بڑے آدمیوں کے طنز و مزاح — گوپی ناتھ امن — ۲/-
ماڈرن الہ دین — فکر تونسوی — ۲/-
آپ بیتی — خان عبدالغفار خاں — ۲/-
کالج سے صدارت تک — ارل میسزد — ۲/-
تیر انداز — عادل رشید — ۱/-
تماشہ — اگرسین جاڈنگ — ۱/-
اندیرا — بنکم چندر چیٹرجی — ۱/-
خلش — امرتا پریتم — ۱/-
عبداللہ بغدادی کے صندوقی کارنامے مصر میں — ۱/-
چاندنی — مظفر ہاشمی — ۱/-
طوفان سے ساحل تک — ثریا محمود ندرت — ۱/-
جال ڈال — عادل رشید — ۱/-
غازی صلاح الدین — ضیا رعظیم آبادی — ۱/-
لاجی ٹیکا — عادل رشید — ۱/-
پیر علی — شاد عظیم آبادی — ۱/-
الزام — جمیل انجم — ۱/-
اجلا آنچل — کرتار سنگھ دگل — ۱/-

ایک معمولی لڑکی بلونت سنگھ -/1
محبت یا ہوس ٹالسٹائی -/1
برف کی مورت فتینیل ہاتھورن -/1
مجرم مضطر ہاشمی -/1
غم کی چھاؤں میں ثریا محمود ندرت -/1
گھاؤ نریندر شرما -/1
پردے کی آرٹسٹ کے، ایم، منشی -/1
اخبار کا دفتر پرکاش پنڈت -/1
عورت اور آبشار بلونت سنگھ -/1
نیلی آنکھیں کامدار اُلدنی -/1
نئے نئے چاچا جی کیٹ سیر بڈی -/1
کانچ کے ٹکڑے کرشن چندر -/1
بربط کے تار عادل رشید -/1
کبوتر کے خط کرشن چندر -/1
زرگاؤں کی رانی " " -/1
انگریزی کے عظیم ناول مرتبہ: رانگے راگھو -/1
گیہوں اور گلاب خواجہ احمد عباس -/1
روس کے عظیم ناول مرتبہ: رانگے راگھو -/1
شہید ملک راج آنند -/1
بندگی ہنس راج رہبر -/1
جگنو اور ستارے جیلانی بانو -/1
ہانگ کانگ کی حسینہ کرشن چندر -/1
گرہ راہ اول شرت چندر -/1
طلسم ہوشربا -/1
رادھا الزبیتھ جمنا داس اختر -/1

پلنگ اوپندر ناتھ اشک -/1
مٹی کے صنم کرشن چندر -/1
مس نینی تال " -/1
وہ کون تھا؟ جیک شیفر -/1
جو گیا راجندر سنگھ بیدی -/1
داورپل کے بچے کرشن چندر -/1

رعنائیاں شکیل بدایونی -/1
۱۹۶۲ء کی منتخب شاعری مرتبہ پرکاش پنڈت -/1
گلہائے پریشاں فراق گورکھپوری -/1
گلکاریاں " -/1
یادیں اختر الایمان -/1
ساحر اور اس کی شاعری مرتبہ پرکاش پنڈت -/1
شگوفۂ دل صابر نیازی -/1
رامائن منظوم پریم پال اشک -/1
بھگوت گیتا منظوم منور لکھنوی -/1
کلام واتش -/1
مجاز اور اس کی شاعری مرتبہ پرکاش پنڈت -/1
یگانہ چنگیزی مرتبہ: نورالحسن -/1
سیل غم یکیٰ [illegible] والا -/1
انتخاب کلام آتش مرتبہ قمر امروہوی -/1
آداب عرض دلاور فگار -/1
پیمانۂ سرور سرور جہاں آبادی -/1
آہنگِ وطن کرشن موہن -/1
کلام فانی فانی بدایونی -/1

چند اہم کتابیں

ادب اور زندگی — مجنوں گورکھپوری

اس کتاب میں پروفیسر مجنوں گورکھپوری کے وہ مضامین شامل ہیں جو علمی تنقید میں مثالی حیثیت رکھتے ہیں۔ قیمت : ۵/۰

آثارِ محروم — مرتبہ : گوپی چند نارنگ

یہ دراصل "پگڈنڈی" کا محروم نمبر ہے۔ اس مجموعے میں اردو کے جلیل القدر ادیبوں نے حضرت محروم کو خراجِ عقیدت پیش کیا ہے۔ قیمت : ۷/۰

آرٹ — سید مجید اللہ

آرٹ ایک جامع اور وسیع المعانی لفظ ہے۔ اس کے اظہار کے بہ اعتبار اسلوب اور تشریح کے جدا جدا انداز ہیں۔ یہ کتاب آرٹ کی مختلف النوع قسموں کی اجمالی سیر کراتی ہے۔ قیمت : ۳/۰

اوراقِ مصور — سکندر علی وجد

سکندر علی وجد کی شاہکار نظموں اور غزلوں کا یہ مستند مجموعہ اردو کے اعلیٰ شعری سرمائے میں ایک وسیع اضافہ ہے۔ قیمت : ۷/۰

انتخابِ شیفتہ — مرتب : خواجہ ذکی احمد

جناب مصطفیٰ خاں شیفتہ کے کلام کا یہ انتخاب بڑی محنت اور گہرے مطالعہ کے بعد کیا گیا ہے۔ قیمت : ۴/۵۰

آئینۂ حیرت — حیرت شملوی

حیرت نے غزل گوئی میں بیشتر شاعری کا داخلی پہلو پیشِ نظر رکھا ہے۔ اس لیے ان کی غزل سراپا پُر تاثیر نظر آتی ہے۔ قیمت : ۲/۱

بزمِ خیال — سید فرحت

بزمِ خیال سید فرحت کی منتخب غزلیات و منظومات کا مجموعہ ہے۔ اس کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا شاعرانہ سرمایہ شاعری نہیں بلکہ مشاہدے اور غور و فکر کا نتیجہ ہے۔ قیمت : ۱/۰

بچوں کی دنیا — تلوک چند محروم

اس کتاب میں بچوں کی نظمیں ہیں۔ یہ کتاب مصور ہے اور اس کتاب پر حکومت کی طرف سے انعام بھی مل چکا ہے۔
قیمت : ۳/۵۰

دوشیزۂ فردا — مجنوں گورکھپوری

اس مجموعے کی سب سے اہم خوبی یہ ہے کہ اس میں مجنوں صاحب کی ادبی عمر کے اوائل سے لے کر اب تک کے منتخب مضامین یکجا کر دیے گئے ہیں۔
قیمت : ۵/۵۰

تلخیاں — ساحر لدھیانوی

ساحر لدھیانوی کی غزلوں اور نظموں کا مجموعہ جو رنگین بھی ہے اور سنگین بھی۔ قیمت : ۳/۵۰

گفتگو اور تقریر کا فن — ڈیل کارنیگی

اس کتاب میں عملی طریقوں اور تجزیوں کے ذریعے بتایا گیا ہے کہ کس طرح کسی فرد یا افراد کو گفتگو یا تقریر سے قائل یا متاثر کیا جا سکتا ہے۔
قیمت : ۲/۵۰

لکھنؤ کی پانچ راتیں — علی سردار جعفری

سردار جعفری ملک کے عظیم شاعر ہی نہیں نقاد بھی ہیں۔ زیر نظر مجموعہ میں "لکھنؤ کی پانچ راتیں" کے علاوہ دوسرے رپورتاژ بھی شامل ہیں۔ یہ مجموعہ ادبی اور تاریخی حیثیت سے بڑی اہمیت رکھتا ہے۔
قیمت : ۳/۵۰

ہجویات میر — مرتبہ : احمد جمال پاشا

ان ہجویات میں ایسی ظرافت ملتی ہے جس کو زہر خند سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ میر تقی میر کی بے باکی اور صاف گوئی نے ان کی طنز کی شان پیدا کر دی ہے۔
قیمت : ۳/۵۰

کلکتہ ایک باب — سید حرمت الاکرام

یہ ایک طویل نظم ہے جس میں کلکتہ کے سماجی، تہذیبی اور تاریخی حالات کی عکاسی انتہائی فنکاری کے ساتھ کی گئی ہے۔
قیمت : ۱/۵۰

پیغمبران سخن — علی سردار جعفری

ہندی کے ایک نامور شاعر "کبیر" اور "پیغمبران سخن" "میر و غالب" کی شاعرانہ حیثیتوں اور ان کے ادبی کارناموں پر مختصر مگر سیر حاصل بحث اور ان کے کلام کی روح کا نچوڑ۔

قیمت : ۵/۰

رفیع احمد قدوائی　　　　مترجم: طیبہ سہیل بیگم

اجیت پرشاد جین کی انگریزی تصنیف "رفیع احمد قدوائی" کی سوانح حیات کا اردو ترجمہ یہ کتاب نہایت عقیدت مندی اور سلیقہ سے لکھی گئی ہے۔ اور ہندوستان کی حالیہ تاریخ کے پڑھنے والوں کے لیے دلچسپ اور مفید ثابت ہوگی۔　　قیمت: ۱۰/۰

کالے کاغذ کی نظمیں　　　　باقر مہدی

جدید شاعری کا فکر خیز شعری مجموعہ جس میں تجرباتی آزاد نظموں اور نئی غزلوں کا انتخاب بھی شامل ہے۔　　قیمت: ۴/۵۰

کارواں　　　　روش صدیقی

روش صدیقی کی یہ نظم بڑی فکر انگیز ہے اور نہایت اہتمام سے خوبصورت ٹائپ میں شائع کی گئی ہے۔　　قیمت: ۰/۷۵

لفظوں کا پل　　　　ندا فاضلی

ندا فاضلی اردو شاعری میں اپنے مخصوص لب ولہجہ سے پہچانے جاتے ہیں۔ اس لب و لہجہ کی نمو نے ہندوستانی موسموں، گھر کے آنگنوں، بہنوں کی لجاہٹوں اور بچوں کی مسکراہٹوں سے تراشا ہے۔ "لفظوں کا پل" شہر میں گاؤں کی تلاش کا پہلا کامیاب تجربہ ہے۔　　قیمت: ۳/۵۰

نذر وطن　　　　مرتبہ: دور آفریدی

ہندوستان کے تقریباً تمام بلند پایہ شعراء کی منتخب غزلیں اور نظمیں جو قومی دفاع اور تحفظ کے عنوان پر لکھی گئی ہیں۔ اس مجموعہ میں یکجا کردی گئی ہیں۔　　قیمت: ۱/۷۵

سمندری لٹیرے　　　　مترجم: فضل الرحمٰن

"سمندری لٹیرے" جدید تھیٹر کے بانی اور شیکسپیئر کے بعد دوسرے عظیم ترین ڈرامہ نگار ہنرک ابسن کا مشہور چار ایکٹ کا ڈرامہ ہے۔　　قیمت: ۲/۵۰

مطبوعات مکتبہ جامعہ لمیٹڈ

جامعہ کا طریقہ
عبدالغفار مدھولی

"جامعہ کا طریقہ" مدھولی صاحب کے تیس پینتیس سال کے اُن تجربوں کا نچوڑ ہے جو انھوں نے ابتدائی تعلیم کے میدان میں دن رات لگ کر حاصل کیں ہیں۔

یہ کتاب زیر تربیت استادوں ہی کے لئے نہیں ان استادوں کے لئے بھی مفید ہوگی جو مبتدی بچوں یا بڑوں کو اُردو یا ہندی پڑھنا لکھنا سکھاتے ہیں۔ اس میں طریقہ تعلیم کی وضاحت کے ساتھ ساتھ پڑھانے کے امدادی سامان بہم پہنچانے اور تیار کرنے کی تدبیریں بھی بتائی گئی ہیں۔

قیمت: ۲/۵۰

امن کا راستہ
عبدالغفار مدھولی

"امن کا راستہ" جشن آزادی سے لے کر گاندھی جی کی شہادت تک کی وہ تاریخی دستاویز ہے جسے پڑھ کر کبھی تو سر فخر سے بلند ہوجاتا ہے اور کبھی اُس کی بربریت اور انسانیت سوز ہولناک مناظر دل ہلا کر رکھ دیتے ہیں۔ بربریت اور شرافت کی یہ تاریخی دستاویز سلجھے ہوئے دماغوں کو فکر کی دعوت دیتی ہے۔

قیمت ۳/-

تاریخ الاُمت (تاریخ اسلام)
مولینا اسلم جیراجپوری

مولانا اسلم جیراجپوری مرحوم نے اسلامی تاریخ کی مستند اور قدیم کتابوں کو سامنے رکھ کر بڑی جستجو اور تحقیق کے بعد تاریخ اسلام کا یہ سلسلہ مرتب فرمایا تھا۔ اُمت محمدی کی یہ تاریخ اپنی گوناگوں خوبیوں اور صحت واقعات کے سبب قومی نصاب میں شامل اور ملک و بیرون ملک مقبول ہوچکی ہے۔

تاریخ الاُمت حصہ اول	سیرت رسول	(گیارھواں اڈیشن)	قیمت	۲/۵۰
" " دوم	خلافت راشدہ	(آٹھواں اڈیشن)	"	۲/-
" " سوم	خلافت بنی اُمیہ	(چھٹا اڈیشن)	"	۲/۲۵
" " چہارم	خلافت عباسیہ	(چوتھا اڈیشن)	"	۲/۲۵
" " پنجم	عباسیہ بغداد	(چوتھا اڈیشن)	"	۲/۲۵
" " ششم	عباسیہ مصر	(تیسرا اڈیشن)	"	۲/۲۵
" " ہفتم	آل عثمان	(دوسرا اڈیشن)	"	۲/-
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

پچھلی رات — فراق گورکھپوری

کلام فراق کے شائقین کے لئے ایک انمول تحفہ۔ فراق کی غزلوں کا وہ انتخاب جسے خود فراق نے ترتیب دیا ہے۔
دیدہ زیب کتابت اور روشن طباعت نے اس مجموعے کے حسن کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔ قیمت -/۷

ڈاکٹر ذاکر حسین (سیرت و شخصیت) — مرتب: عبداللطیف اعظمی

قبلہ ذاکر صاحب مرحوم و مغفور پر اُن کی زندگی ہی میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے ۱۹۶۷ء سے قبل ذاکر صاحب پر جتنے اہم اور قابل ذکر مضامین لکھے گئے وہ سب کے سب اس مجموعے میں شامل کر دیئے گئے ہیں۔
ذاکر صاحب کی زندگی، ان کی شخصیت، اُن کے کردار، اُن کی صفات اور ان کی قومی و تعلیمی خدمات سے واقف ہونے کے لیے اس کتاب کا مطالعہ بے حد مفید ثابت ہوگا۔ قیمت ۵/۵۰

شہر آشوب — ڈاکٹر نعیم احمد

اُردو کلاسیکی صنف سخن 'شہر آشوب' کے تحت جو نظمیں لکھی گئی ہیں وہ محض خیال آرائی یا مضمون آفرینی کا نتیجہ نہیں بلکہ اپنے اپنے دور کے حالات کی تخلیق ہیں۔ اسی لئے یہ صنف سخن زندگی پر بے لاگ تبصرہ بھی ہے اور تنقید بھی۔ ڈاکٹر نعیم احمد نے اُردو کے ۸۲ شعراء کے مشہور شہر آشوبوں کو مع مقدمہ و حواشی مرتب کرکے اُردو ادب کی بے مثال خدمت کی ہے۔
اس صنف پر اُردو میں یہ واحد کتاب ہے۔ قیمت -/۲۵

پیار کا موسم — ھیندر ناتھ

'پیار کا موسم' محبت اور محبت کی رنگینیوں سے بھرپور ایک ایسا ناول ہے۔ جسے رومانی ناولوں سے دلچسپی رکھنے والے حضرات نے بے حد پسند کیا ہے۔ قیمت ۳/۵۰

دلی کی شام — مصنف: احمد علی — مترجم: بلقیس جہاں

دلی کی شام، ایک اجتماعی ناول ہے جس کا ہیرو نہ صرف دلی شہر ہے جس میں مسلمانوں کی مٹتی ہوئی تہذیب کے خصوصی دور کی کہانی اور روزمرہ کی زندگی کے آئینے میں پیش کی گئی ہے بلکہ عام انسانی زندگی کی ایک نہایت دلچسپ کہانی بھی ہے۔ محمد حسن عسکری نے اس کہانی کے بارے میں لکھا ہے۔

"اردو ناول کا تو ذکر ہی کیا مغربی ناولوں میں بھی اس کے مقابلے کا ناول آسانی سے میسر نہیں آسکتا۔"

محترمہ بلقیس جہاں نے ترجمے میں جو کمال فن دکھایا ہے اور جو ٹکسالی زبان لکھی ہے اس نے تصنیف کی اصل روح کی پوری ترجمانی کر دی ہے قیمت ۵۰/۲

بکھرے ورق مصنف ڈاکٹر سونیتی چیٹرجی مترجم :۔ شانتی رنجن بھٹاچاریہ

پروفیسر ڈاکٹر سونیتی کمار چیٹرجی ایک جہاندیدہ، بین الاقوامی شہرت یافتہ، ماہر لسانیات ایک مستند عالم اور بنگلہ زبان کے مشہور معروف ادیب ہیں۔ دنیا کی مختلف زبانوں پر بھی بڑی گہری نظر رکھتے ہیں۔

بکھرے ورق اُن کے سات ایسے مضامین کا مجموعہ ہے جن کا تعلق خاص طور پر اسلامی علوم اور تہذیب و تمدن سے ہے۔ ان مضامین کا اُردو ترجمہ جناب شانتی رنجن بھٹاچاریہ نے کیا ہے جو بنگلہ زبان کے ساتھ ساتھ اردو زبان پر بھی پورا عبور رکھتے ہیں۔

قیمت :۔ -/۳

شراب کہنہ رشید نعمانی

کسی زبان کے مطالعے کے لیے اس کے شاعروں اور ادیبوں کے حالات جاننا بہت ضروری ہے دراصل یہ بنیاد ہوتے ہیں اُس عمارت کی جو تکمیل کے بعد تاریخ ادب کہلاتی ہے۔

رشید نعمانی صاحب نے چار سال کی مسلسل عرق ریزی کے بعد اس تذکرے میں اُردو کے ۵۰ شاعروں (قلی قطب شاہ تا حالیؔ) کے مختصر مگر صحیح حالات معہ سنین پیدائش و انتقال جمع کر دیے ہیں۔ ساتھ ہی ہر شاعر کا نمونۂ کلام بھی پیش کر دیا ہے۔

طلباء کے لیے یہ تذکرے خاص طور پر مفید ثابت ہوا ہے۔ قیمت ۲۵/۳

پاکستان (اُس کا قیام اور ابتدائی حالات) مصنف سری پرکاش مترجم : محمد حمایت الحسن

سری پرکاش صاحب پہلے ہندستانی ہائی کمشنر ہیں جن کا تقرر پاکستان میں ہوا تھا۔ انھیں پاکستان کے اولین ذمہ داروں کو قریب سے دیکھنے اُن سے ملنے جلنے اور پاکستان کے ابتدائی حالات کا جائزہ لینے کا بہترین موقع میسر آیا۔ اُن کی یہ تصنیف اُسی زمانے کے حالات کی حقیقی روداد ہے اور اُسے نہایت ایمان داری اور صاف دلی کے ساتھ قلم بند کیا گیا ہے۔

یہ کتاب نہ صرف سیاست و تاریخ کے طلباء کے لئے مفید ثابت ہوگی بلکہ نفسیات کا مطالعہ کرنے والوں کے لیے بھی کام کی چیز ہے۔ قیمت -/۴

پریم چند کے خطوط مرتبہ :۔ مدن گوپال

۲۴۳ خطوط کو مدن گوپال صاحب نے پچیس برس کی مسلسل جستجو اور محنت شاقہ کے بعد مرتب کیا ہے۔ ان نجی اور کاروباری خطوط کے مطالعہ کے بعد منشی پریم چند کی سیرت شخصیت کو سمجھنے کے لئے مزید کسی حوالے کی ضرورت باقی نہیں رہے گی ۶/۵۰

قاضی عبدالستار

صلاح الدین ایوبی (ناولٹ)

صلاح الدین ایوبی، اسلام کے نامور سپوت، ہمت و شجاعت کے پتلے اور بے مثال جنرل تھے۔ وہ آندھی کی طرح اٹھے اور فتح و کامرانی کے جھنڈے گاڑتے ہوئے آگے ہی بڑھتے چلے گئے۔

قاضی عبدالستار نے اس بے مثال جنرل کی کہانی تاریخی حقائق کے پس منظر میں بیان کی ہے۔ قاضی صاحب کے مخصوص اور پرشکوہ انداز بیان نے اس ناول کو اتنا پُراثر بنا دیا ہے کہ کتاب بس، پڑھنے ہی سے تعلق رکھتی ہے۔ ۳/۷۵

سید ضمیر حسن دہلوی

فسانۂ عجائب کا تنقیدی مطالعہ (دوسرا ایڈیشن)

رجب علی بیگ سرور کی شہرۂ عالم تصنیف "فسانۂ عجائب" اردو زبان کے چند ایسے نوادر کے زمرے میں آتی ہے جو روایت پر بنیاد ہونے کے باوجود خود زندہ روایت ہیں۔

جواں سال ادیب اور محقق سید ضمیر حسن صاحب نے اپنی اس تصنیف کے ذریعے کلاسیکی ادب سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کو فسانۂ عجائب کے حقیقی مرتبے سے روشناس کرنے کی قابلِ ستائش کوشش کی ہے۔ اپنی اس کامیاب کوشش میں وہ نمایاں طور پر کامیاب بھی ہوتے ہیں۔ قیمت ۳/-

مصنفہ:۔ سلطانہ آصف فیضی

چنار کا پتا (ناولٹ)

اس چھوٹے سے ناول میں کشمیر کی وہ صاف اور سچی تصویر پیش کی گئی ہے جس میں آپ کشمیر کے معصوم بچپن سے لے کر بوڑھے بڑھاپے تک، اس کی مسلسل اور مختلف کیفیتوں بلکہ شگفتگیوں کو درجہ بدرجہ بڑھتے اور پروان چڑھتے دیکھ سکیں گے۔ ایک بہترین اور دلچسپ ناول جسے ایک بار شروع کرنے کے بعد آپ پوری طرح پڑھے بغیر نہ رہ سکیں گے قیمت ۲/۲۵

جگر مرادآبادی

آتشِ گل (شاعری)

رئیس المتغزلین حضرت جگر مرادآبادی کا یہ دیوان پُرکیف اور بہار آفریں غزلوں کا مجموعہ ہے جس کا نام شعری ادب میں سرفہرست آتا ہے۔ ایک ایسا مجموعۂ کلام جو اپنے اندر ... سمیٹے ہوئے ہے اور جس کی ہر غزل اور ہر شعر خود بخود نغمہ

محترمہ بلقیس جہاں نے ترجمے میں جو کمال فن دکھایا ہے اور جو ٹکسالی زبان لکھی ہے اس نے
تعنیف کی اصل روح کی پوری ترجمانی کر دی ہے   قیمت ۵۰/۔

بکھرے ورق   مصنف ڈاکٹر سونیتی چیٹرجی   مترجم:۔ شانتی رنجن بھٹاچاریہ

پروفیسر ڈاکٹر سونیتی کمار چیٹرجی ایک جہاندیدہ، بین الاقوامی شہرت یافتہ، ماہر لسانیات
ایک مستند عالم اور بنگلہ زبان کے مشہور معروف ادیب ہیں۔ دنیا کی مختلف زبانوں پر بھی بڑی
گہری نظر رکھتے ہیں۔
بکھرے ورق اُن کے سات ایسے مضامین کا مجموعہ ہے جن کا تعلق خاص طور پر اسلامی علوم
اور تہذیب و تمدن سے ہے۔ ان مضامین کا اُردو ترجمہ جناب شانتی رنجن بھٹاچاریہ نے
کیا ہے جو بنگلہ زبان کے ساتھ ساتھ اردو زبان پر بھی پورا عبور رکھتے ہیں۔
قیمت:۔ ۳/۔

شراب کہنہ   رشید نعمانی

کسی زبان کے مطالعے کے لیے اس کے شاعروں اور ادیبوں کے حالات جاننا بہت ضروری
ہے دراصل یہ بنیاد ہوتے ہیں اُس عمارت کی جو تکمیل کے بعد تاریخ ادب کہلاتی ہے۔
رشید نعمانی صاحب نے چار سال کی مسلسل عرق ریزی کے بعد اس تذکرے میں اُردو کے
۵۰ شاعروں (ولی قطب شاہ تا حالیؔ) کے مختصر مگر صحیح حالات معہ سنین پیدائش و انتقال
جمع کر دیے ہیں۔ ساتھ ہی ہر شاعر کا نمونۂ کلام بھی پیش کر دیا ہے۔
طلباء کے لیے یہ تذکرے خاص طور پر مفید ثابت ہوا ہے۔   قیمت ۳/۲۵

پاکستان (اُس کا قیام اور ابتدائی حالات) مصنف سری پرکاش   مترجم: محمد حمایت الحسن

سری پرکاش صاحب پہلے ہندستانی ہائی کمشنر ہیں جن کا تقرر پاکستان میں ہوا تھا۔ انھیں
پاکستان کے اولین ذمہ داروں کو قریب سے دیکھنے، اُن سے ملنے جلنے اور پاکستان کے ابتدائی
حالات کا جائزہ لینے کا بہترین موقع میسر آیا۔ اُن کی یہ تصنیف اُسی زمانے کے حالات کی
حقیقی روداد ہے اور اُسے نہایت ایمان داری اور صاف دلی کے ساتھ قلم بند کیا گیا ہے۔
یہ کتاب نہ صرف سیاست و تاریخ کے طلباء کے لئے مفید ثابت ہوگی بلکہ نفسیات کا
مطالعہ کرنے والوں کے لیے بھی کام کی چیز ہے۔   قیمت ۴/۔

پریم چند کے خطوط   مرتبہ:۔ مدن گوپال

کسی بھی شخص کے خطوط اس کی سیرت، کردار اور شخصیت کا حقیقی آئینہ ہوتے ہیں۔
[illegible] منشی پریم چند کے

۲۳۷ خطوط کو مدن گوپال صاحب نے پچیس برس کی مسلسل جستجو اور محنت شاقہ کے بعد
مرتب کیا ہے۔ ان نجی اور کاروباری خطوط کے مطالعہ کے بعد منشی پریم چند کی سیرت
شخصیت کو سمجھنے کے لئے مزید کسی حوالے کی ضرورت باقی نہیں رہے گی
۶/۵۰

صلاح الدین ایوبی (ناولٹ) قاضی عبدالستار

صلاح الدین ایوبی، اسلام کے مائیہ ناز سپوت، ہمت و شجاعت کے پُتلے اور بے
مثال جنرل تھے۔ وہ آندھی کی طرح اُٹھے اور فتح و کامرانی کے جھنڈے گاڑتے ہوئے
آگے ہی بڑھتے چلے گئے۔
قاضی عبدالستار نے اس بے مثال جنرل کی کہانی تاریخی حقائق کے پس منظر میں بیان
کی ہے۔ قاضی صاحب کے مخصوص اور پُرشکوہ انداز بیان نے اس ناول کو اتنا پُراثر
بنادیا ہے کہ کتاب بس، پڑھنے ہی سے تعلق رکھتی ہے۔
۳/۷۵

فسانۂ عجائب کا تنقیدی مطالعہ (دوسرا ایڈیشن) سید ضمیر حسن دہلوی

رجب علی بیگ سرور کی مشہور عالم تصنیف "فسانۂ عجائب" اُردو زبان کے چند ایسے
نوادر کے زمرے میں آتی ہے جو روایت پر بنیاد ہونے کے باوجود خود زندہ روایت ہیں۔
جواں سال ادیب اور محقق سید ضمیر حسن صاحب نے اپنی اس تصنیف کے ذریعے
کلاسیکی ادب سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کو فسانۂ عجائب کے حقیقی مرتبے سے روشناس
کرنے کی قابل ستائش کوشش کی ہے۔ اپنی اس کامیاب کوشش میں وہ نمایاں طور پر
کامیاب بھی ہوتے ہیں۔
قیمت -/۳

چنار کا پتا (ناولٹ) مصنفہ:۔ سلطانہ آصف فیضی

اس چھوٹے سے ناول میں کشمیر کی وہ صاف اور سچی تصویر پیش کی گئی ہے جس میں آپ کشمیر
کے معصوم بچپن سے لے کر بھرپور بڑھاپے تک، اس کی مسلسل اور مختلف کیفیتوں بلکہ شخصیتوں
کو درجہ بدرجہ بڑھتے اور پروان چڑھتے دیکھ سکیں گے۔ ایک بہترین اور دلچسپ ناول
جسے ایک بار شروع کرنے کے بعد آپ پوری طرح پڑھے بغیر نہ رہ سکیں گے قیمت ۲/۲۵

آتش گل (شاعری) جگر مرادآبادی

رئیس المتغزلین حضرت جگر مرادآبادی کا یہ دیوان پُرکیف اور بہار آفریں غزلوں کا مجموعہ
ہے جس کا نام شعری ادب میں سرفہرست آتا ہے۔ ایک ایسا مجموعۂ کلام جو اپنے اندر
بے پناہ رنگینیاں اور بہاریں سمیٹے ہوئے ہے اور جس کی ہر غزل اور ہر شعر خود بخود نغمہ

دنیا کی کہانی (تاریخ) — پروفیسر محمد مجیب

مجیب صاحب بیک وقت مورخ بھی ہیں معلم بھی، ڈراما نگار بھی ہیں، افسانہ نگار بھی۔ تاریخ تو جیسے آپ کا اوڑھنا بچھونا ہے۔

اس مختصر مگر انتہائی جامع اور اہم تصنیف میں مجیب صاحب نے ابتدائے آفرینش سے آج تک کی دنیا کی تاریخ کا جائزہ بڑے دل کش انداز میں لیا ہے۔ دنیا کی تاریخ انسانی تہذیب اور مختلف تہذیبوں کے تقابلی مطالعے کے سلسلے میں یہ کتاب کیا طالب علم کیا استاد، سب ہی کے لئے بے حد مفید ثابت ہوئی ہے۔ قیمت ۲/۵۰

آزمائش (تیسرا اڈیشن) (ڈراما) — پروفیسر محمد مجیب

۱۸۵۷ء کی ملک گیر عوامی تحریک کو انگریزوں نے غدر کا نام دیا تھا۔ پر یہ غدر نہیں تھا بلکہ حصول آزادی کی تحریک کی طرف پہلا قدم تھا۔ بہت موثر قدم۔

"آزمائش" اسی پہلی جنگ آزادی سے متعلق ایک دلچسپ ڈراما ہے۔ ڈرامے میں اصل واقعات کو مستند تاریخی پس منظر میں پیش کیا گیا ہے۔ قیمت ۱/۷۵

کھیتی (ڈراما) — پروفیسر محمد مجیب

اس ڈرامے میں نام نہاد قومی رہنماؤں کے ہتھکنڈوں کا پردہ نہایت خوبی اور دل کش انداز سے چاک کیا گیا۔ موجودہ حالات میں جب کہ کہیں کہیں لیڈری محض آمدنی اور نام آوری کا ذریعہ بن کر رہ گئی ہے اس کتاب کا مطالعہ اور بھی ضروری ہے۔ قیمت ۱/۲۵

انجام (ڈراما) — پروفیسر محمد مجیب

مجیب صاحب کا ایک بہت ہی خوبصورت اور دلچسپ ڈراما جس کے متعدد اڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ یہ ڈراما مختلف یونیورسٹیوں کے نصاب میں بھی داخل ہے۔ آسانی سے اسٹیج بھی کیا جا سکتا ہے۔ قیمت ۱/۲۵

کیمیاگر (افسانے) — پروفیسر محمد مجیب

مجیب صاحب نے بہت کم افسانے لکھے ہیں مگر جو لکھے ہیں وہ اپنی جگہ ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان افسانوں میں مجیب صاحب عام اور روایتی حسن و عشق سے گریز کیا ہے اور واقعاتی زندگی کی جھلکیاں بڑے خوبصورت انداز میں پیش کی ہیں۔ قیمت -/۲

خانہ جنگی (ڈراما) — پروفیسر محمد مجیب

دارا شکوہ، اورنگ زیب اور مراد کے باہمی اختلافات سلطنت مغلیہ کے زوال کا سبب بنے۔ حکومت کا شیرازہ بکھر گیا اور ایک ملک گیر انتشار برپا ہو گیا۔ اس ڈرامے میں اسی دور کی سچی عکاسی انتہائی دلچسپ انداز میں کی گئی ہے۔ یہ ڈراما اسٹیج بھی کیا جا سکتا ہے۔ قیمت ۱/۵۰

پرنٹر پبلشر سید احمد علی نے کوہ نور پریس دہلی میں چھپوا کر مکتبہ جامعہ لمیٹڈ جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵ سے شائع کیا

اشاریہ

مکتبہ جامعہ کا قیام نتیجہ تھا مرحوم ڈاکٹر ذاکر حسین کے اس احساس کا کہ بچوں کے لیے مناسب وقت اور اچھی، دلچسپ کتابیں نایاب نہیں تو کمیاب ضرور تھیں سچ تو یہ ہے کہ سوائے مولوی اسمٰعیل میرٹھی اور انجمن حمایت اسلام کی تیار کی ہوئی درسی کتب کے ایسی کتابوں کا دور دور تک پتہ نہ تھا جنھیں بچے مدرسوں کے علاوہ بھی دلچسپی سے پڑھنا پسند کریں، جن سے ان کی معلومات میں اضافہ ہو اور تہذیب و اخلاق کی قدریں استوار ہوں اور جن کے ذریعے ان کے معصوم دلوں میں مذہب سے اُنس اور شیفتگی پیدا ہو۔ چنانچہ انھوں نے چھوٹے بچوں کے لیے، اُن سے ذرا بڑے اور پھر بڑے بچوں کے لیے پیغمبر اسلامؐ کی سیرت پر متعدد کتابیں لکھوائیں۔ اسلامی عقائد پر، تاریخ پر، عام معلومات پر، جنرل سائنس پر بھی کتابیں لکھوائیں۔ ایسی کہانیاں جن میں اخلاقی قدریں رچی بسی تھیں خود بھی لکھیں اور دوسروں سے بھی لکھوائیں۔ غرض جامعہ ملیہ اسلامیہ اور مکتبہ جامعہ نے وقت کے تقاضوں کے مطابق بچوں کے لیے بہترین مواد فراہم کیا۔

مگر یہ ۱۹۴۷ء سے پہلے کی بات ہے۔ آزادی کے بعد مکتبہ جامعہ نصابی کتابوں کی تیاری میں کچھ ایسا الجھا کہ ادھر توجہ کرنے کی مہلت ہی نہیں ملی۔ بارے اب اس کام سے فرصت مل گئی ہے اور مکتبہ جامعہ نے ایک بار پھر بچوں کے ادب کی طرف توجہ دینے کا قصد کیا ہے۔ چنانچہ ایک نئے عزم اور جوش و خروش کے ساتھ یہ کام شروع کر دیا گیا ہے۔

پیام تعلیم جو ۱۹۲۶ء سے ۱۹۴۷ء تک ذاکر صاحب کے مشن کی تبلیغ کر چکا تھا ۱۹۶۲ء سے پھر جاری کیا گیا اور اب مکتبہ پیام تعلیم کے تحت بچوں کے لیے اچھی اچھی کتابوں کی تیاری کا سلسلہ

کر دیا گیا ہے۔ ہمیں یہ بتاتے ہوئے خوشی ہو رہی ہے کہ اس سلسلے کی کم سے کم آٹھ کتابیں اس مہینے کے آ
تک بازار میں آجائیں گی۔ اس کے علاوہ بھی نئی کتابوں کی تیاری کا کام بہت تیزی سے ہو رہا ہے۔

اردو کی ترقی اور بقا کے لیے احتجاجوں، قرار دادوں، جلسوں اور جلوسوں کے جو نتائج اب تک سامنے آئے ہیں ان میں ایک مرکزی حکومت کی طرف سے "اردو ترقی بورڈ" کا قیام اور اس کے لیے کروڑ کی خطیر رقم کی منظوری ہے۔ لیکن اس رقم کا اصل مقصد اعلیٰ تعلیمی سطح پر کتابوں کی تیاری اور اشا ہے۔ ہم اس اقدام کا خیر مقدم نہ کریں تو یقیناً ناسپاس گزاری ہوگی۔ اس لیے کہ بہر حال یہ ایک مستحسن کام ہے۔

لیکن ہمیں یہ کہنے میں ذرا بھی باک نہیں ہے کہ جب تک ابتدائی اور ثانوی سطحوں پر اردو کا رواج نہیں بڑھے گا، اردو ترقی بورڈ کی کتابیں یونیورسٹیوں کی لائبریریوں کی زینت تو ضرا بنیں گی لیکن ان کو پڑھنے والے نہیں کے برابر ہوں گے اس لیے اردو سے ہمدردی رکھنے والو کا سب سے پہلا فرض یہی ہونا چاہیے کہ بچوں کو ابتدا ہی سے اردو کی تعلیم دلانے کا انتظام کریں اس کے لیے جلسوں، تقریروں اور قرار دادوں سے زیادہ ضرورت اس بات کی ہے کہ شبینہ مدرسے قا کیے جائیں اور سرکاری و نیم سرکاری مدارس میں جو سہولتیں بھی میسر ہیں ان سے زیادہ سے زیاد فائدہ اٹھایا جائے۔

اتر پردیش کی حکومت نے "اردو اکیڈمی" قائم کی ہے۔ اس صوبے کے لوگوں کو اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانا چاہیے۔ اردو اکیڈمی کی باگ ڈور جن لوگوں — بیگم حبیب اللہ اور پنڈت آنند نرائن ملاّ — کے ہاتھ میں ہے ان سے یہ توقع کی جانی چاہیے کہ اس زبان کو جیسا کہ حکومت اعلان کرتی ہے زیادہ سے زیادہ آسانیاں میسر ہوں گی۔

دسمبر ۷۱ء میں ہمارے لیے عادل رشید جیسے ناول نگار اور خلیل احمد شیخ (خلباش) جیسے صحافی کی بے وقت اموات کا صدمہ بھی مقدر تھا۔ راقم کے مرحومین سے بیس برسوں سے زیادہ پرانے تعلقات تھے جنھیں ملک الموت نے ہمیشہ کے لیے منقطع کر دیا۔ خدا مرحومین کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے۔ ہماری ہمدردیاں ان کے پسماندگان کے ساتھ ہیں۔

سلمیٰ صدیقی

"گھر آنگن"

جاں نثار اختر ——— (ایک مطالعہ)

بہت پرانی بات ہے

میں علی گڑھ میں اسکول کی اجتماعی جماعت میں تھی، صبح صبح اسکول جانا اور روز روز جانا بہت کھلتا تھا، ایک صبح معمول کے مطابق اسکول کی بس میں سوار ہوئی تو کالج میں پڑھنے والی نوجوان لڑکیوں میں بڑی ہلچل پائی۔ سکنڈ ایر کی ایک طالبہ کے ہاتھ میں اُردو کا ایک رسالہ (غالباً ساقی) تھا اور دوسری لڑکیاں اس کو گھیرے ہوئے تھیں اور چلتی ہوئی بس میں ہچکولے کھا رہی تھیں۔ بس یونیورسٹی کی سڑکوں سے ہوتی ہوئی میرس روڈ کی سمت رواں تھی —— ایک لڑکی نے ترنم سے پڑھا ؎

فضاؤں میں ہے صبح کا رنگ طاری
گئی ہے ابھی گرلز کالج کی لاری!

..... اشعار تو اس کے بعد بھی بہت سارے تھے لیکن مجھے تو صرف یہی ابتدائی الفاظ جانے کیسے یاد رہ گئے —— لڑکیوں کی آپس کی بات چیت سے پتہ چلا کہ یہ نظم یونیورسٹی کے ایک نوجوان شاعر جاں نثار اختر نے "گرلز کالج کی لاری" کے عنوان سے لکھی ہے۔ اس زمانے میں یونیورسٹی کے اطراف و جوانب میں اس نظم کا بڑا چرچا تھا —— لڑکیاں بالیاں اس نظم کو گنگناتی تھیں اور جانے کیوں آپ ہی آپ شرما جاتی تھیں۔

اسی زمانے کی بات ہے یونیورسٹی یونین میں ایک مشاعرہ تھا، طلبا سیاہ اچکنوں میں اور طالبات سیاہ برقعوں میں ملبوس تھیں —— اور یونین کی عمارت کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔ بڑے سلیقے کی محفل جمی ہوئی تھی — لڑکیاں اوپر کی بالکنی میں چلمنوں سے لگی بیٹھی تھیں اور

نیچے جھانک رہی تھیں، لڑکے اوپر، عالمِ بالا، بلکہ "عالمِ بالکنی" کے نظارے میں مشغول تھے اسی وقت صدرِ مشاعرہ نے جاں نثار اختر کے نام کا اعلان کیا جاں نثار اختر اپنے بکھرے ہوئے بالوں کو سنوارتے ہوئے بلکہ اور زیادہ بگاڑتے ہوئے سامنے آئے۔ لڑکوں نے باآوازِ بلند فرمائش کی "گرلز کالج کی لاری" "گرلز کالج کی لاری"

جاں نثار اختر نے نظم شروع کی۔ محض چند اشعار ہی سنا پائے تھے کہ اچانک طالبات کے ساتھ آئی ہوئی فارسی کی ایک لکچرر نے جو تقریباً نصف صدی اس عالمِ فانی میں گزار لینے کے باوجود غیر شادی شدہ تھیں اور مردوں سے بجا طور پر بیزار رہتی تھیں ایک کڑکتی آواز میں چلّا کے کہا

"چپ کیجیے — بند کیجیے اس شاعری کو......"

تھوڑی دیر کے لیے ہر طرف سناٹا چھا گیا۔ اُن خاتون نے عورت کی عزت، پارسائی اور پاکیزگی پہ ایک لکچر دیا اور ماں بہن بیٹیوں کی عزت کی دہائی دی۔ اور اربابِ مشاعرہ سے درخواست کی کہ اس نظم کو جس کے سننے سے طالب علموں کے اخلاق پر بُرا اثر پڑنے والا ہے رکوا دیں...... لڑکوں نے اس کے خلاف احتجاج کیا۔ نظم پڑھی گئی۔ جوش و خروش سے سُنی گئی، وہ خاتون لکچرر واک آؤٹ کر گئیں۔ ان کی رخصت پہ لڑکیوں نے پرسکون سانس لیا اور لڑکوں نے تالیاں بجائیں۔

اور یوں مشاعرے کی اس شام کو میں نے جاں نثار اختر کو پہلی بار دیکھا اور پہلی بار سُنا —'

وقت اپنی عادت کے مطابق گزرتا رہا اور جاں نثار اختر کی شاعری یونیورسٹی کی چار دیواری سے نکل کے شمالی ہندوستان میں خصوصاً پھولنے پھلنے لگی۔ اُردو شعر و ادب کی زندگی میں وہ بہت خوبصورت دور تھا۔ اُس زمانے کی نوجوان نسل اپنے شاعروں ادیبوں پہ اسی طرح پروانہ وار نثار رہتی جیسے آج کل کی نئی پیڑھی فلم اسٹاروں پہ جان چھڑکتی ہے۔

یونیورسٹی چھوڑنے کے بعد جاں نثار اختر بھی روزی روزگار کے چکّر میں گرفتہ رہے پھر انہیں صفیہ اختر جیسی شریکِ زندگی مل گئی جس نے اختر کی زندگی کی دشوار راہوں کو نہ صرف یہ کہ آسان بنا دیا بلکہ اس میں اپنے پیار اور اپنی غیر معمولی خدمت اور وفا

رنگ برنگے پھول بھی سجا دیئے ۔

جاں نثار اختر کی زندگی اور شاعری میں یہی وہ موڑ آتا ہے جو ان کو گھر آنگن کی روں سے لطف اندوز ہونے کا موقع فراہم کرتا ہے ۔ مرد کی دنیا بہت بڑی ہوتی ہے۔ کے آگے کائنات اور کارکردگی کی وسعتیں پھیلی ہوتی ہیں۔ عورت کی جسمانی زندگی کی بہت محدود ہوتی ہے مگر عورت کے دل کی دنیا لامحدود اور بے کنار ہوتی ہے۔

عورت رہتی تو "گھر آنگن" میں ہے، لیکن اس کی دنیا، تیاگ اور خدمت کا نو کا کائنات پالے رہتا ہے۔ ایسا کرنے میں عورت کے کسی شعوری جذبے یا سوچے سمجھے پلان کو دخل بن ہوتا ہے یہ کسی مصلحت اور مجبوری کے سبب بھی وہ گھر آنگن میں مقید نہیں رہتی ہے ۔وہ تو گھر آنگن کی باسی ہوتی ہے۔ اس کا گھر اس کا وطن ہوتا ہے، اس کا مرد اس کا عقیدہ ہوتا ہے اس کے بچے اس کا کارنامہ ہوتے ہیں اور اس طرح عورت کی چھوٹی سی زندگی اپنے محدود دائرے میں ایسی بے پناہ خوشیاں محفوظ رکھتی ہے جس کا مرد اعتراف نہیں کرتا ہے مگر جس کے بغیر مرد کی زندگی بے نور ہوتی ہے —— گھر آنگن کا سکھ صرف گھر آنگن ہی میں میسر ہوتا ہے ۔شراب، شباب، اور دولت بے حساب کسی طرح اس گھر آنگن کی کمی پوری نہیں کر سکتے ہیں جو ایک خدمت گزار، وفا شعار اور نرم کھلنے والی عورت اپنے چھوٹے سے گھر کی چاردیواری میں اپنی ایک مایوس مسکراہٹ سے مہیا کر دیتی ہے ۔ ایسے ہی گھر آنگن کی جھلکیاں جاں نثار اختر کی تصنیف "گھر آنگن" میں دیکھی جا سکتی ہیں۔ ایک چیز اور جو اس گھر آنگن میں دیکھی جا سکتی ہے وہ یہ بھی ہے کہ اس میں عورت کی صحیح تصویر پیش کی گئی ہے ۔ ایسی عورت کی تصویر، جس کے سینکڑوں روپ ہیں گھر آنگن میں پائی جاتی ہے ۔ گھریلو عورت وہ مذہبی مجسمہ نہیں ہوتی ہے جس کی پرستش کی جائے وہ کوئی الوہی کردار بھی نہیں ہے جیسے پوجا جائے، وہ عام طور سے اتنی حسین و جمیل بھی نہیں ہوتی ہے کہ کسی خوبصورتی کے مقابلے میں بھیجی جا سکے، اس کا جسم فیتے اور وزن کی مشین پہ پورا اترتا ہو یا نہیں۔ وہ سیاسی سٹیج پہ اپنے عریاں جسم کی نمائش بھی ممکن ہے نہ کر سکتی ہو، لیکن وہ اپنے گھر آنگن کی دنیا میں ایک مکمل، بھرپور گھر ہستن ہوتی ہے اور کسی بھی حسینۂ عالم سے کم نہیں ہوتی ہے —— گھر کی عورت آدرش اور معیاری بھی نہیں ہوتی ہے نہ عورت کے لیے معیاری ہونا ضروری ہے ۔ وہ سوسائٹی گرل کی طرح صرف نرم مصنوعی مسکراہٹ

ہی نہیں بکھیرتی ہے وہ تو ہنستے ہنستے جھگڑنے لگتی ہے، روتے روتے ہنسنے لگتی ہے، غصے میں بپھر جاتی ہے، پیار میں مٹ جاتی ہے ـــــ دو دو پیسے کے لیے کبھی سارے گھر کو سر پہ اٹھا لیتی ہے اور کبھی بڑی سے بڑی رقم کو خاطر میں نہیں لاتی ہے ـــــ ایسی عورت کا پیار حاصل کرنے کے لیے مرد کو کسی ہوٹل میں کمرہ بک نہیں کرانا پڑتا ہے، کسی کلب میں میز نہیں ریزرو کروانا پڑتی ہے۔ کسی تفریح گاہ میں شام نہیں محفوظ یا مخصوص کروانا ہوتی ہے۔ جاں نثار اختر نے گھر آنگن کی عورت تو منہ اندھیرے کپڑے سمیٹتی اور آنکھیں ملتی اٹھتی ہے، اسے میک اپ سے پہلے چولھا جلانا ہوتا ہے اور لباس تبدیل کرنے سے پہلے روٹی پکانا ہوتی ہے، اسے بچے کو نہلانا ہوتا ہے اور شوہر کے کپڑوں پہ استری کرنا ہوتی ہے اور ساڑی پچر کے الگنی پہ سوکھنے کو ڈالنی ہوتی ہے، وہ مشین پہ کپڑے سینے بیٹھتی ہے، اور جب شوہر سے گھر کے خرچ پہ جھگڑتی ہے تو گھریلو زندگی کی داستان میں ایک نئے باب کا آغاز کرتی ہے۔ اور یہ سب کچھ صرف اس لیے نہیں کرتی ہے کہ عیش و آرام کی زندگی بسر کرنے میں مالی اور معاشی مجبوریاں حائل ہوتی ہیں اس لیے کہ گھر آنگن میں بسنے والی عورت کی روح ہمیشہ متمول ہوتی ہے وہ تو خوشیوں اور سکھ کا دان کرتی ہے، کسی سے کچھ مانگتی نہیں ہے صرف اپنی خدمت اور ہنرمندی کا نوسا نشی ہے اور اسی میں سکھ پاتی ہے۔

مجھے تو "گھر آنگن" جاں نثار اختر کی تصنیف نہیں صرف "ترتیب" نظر آتی ہے ـــــ گھر آنگن کا سکھ، ازدواجی زندگی کی طمانیت، اور روزمرہ کا سکون انہیں جن ہستیوں سے ملا جاں نثار اختر نے اس "اعتراف کو" اور خوبصورت یادوں کے کارواں کو اپنے شعری وجدان کے سہارے ایک منظوم شکل دیدی صفیہ اختر کے خطوط کے مجموعے "زیرلب" کو پڑھیے۔ لگتا ہے 'گھر آنگن' کے مصنف کی زبان سے 'زیرلب' کی مصنفہ کی نثر، گیت کی دھرتی کی طرح بکھر رہی ہے۔

جاں نثار اختر کے گھر آنگن کو صفیہ نے بنایا تھا، اور خدیجہ نے اس شکستہ گھر آنگن کو نہ صرف محفوظ رکھا بلکہ اسے اپنے سلیقے اور پیار سے ایک نیا رنگ بھی عطا کیا اور جاں نثار اختر کی زندگی کو ترتیب و توازن سے بھی روشناس کیا۔ ورنہ جاں نثار اختر بھی اپنی ہستی میں وہی شاعرانہ تڑپ، اور بے باک مزاج، اندازِ کردار، ذہین اور سیماب صفت، خوبصورت مگر مجمل دینے والا لاوا رکھتے ہیں، جس کی زد میں بہت ساری مصلحتیں

ر مجبوریاں دم توڑ دیتی ہیں اور جس کے بغیر کبھی کوئی خوبصورت تخلیق یا شہرکار، تصنیف عالم وجو
د میں نہیں آتی ہے ۔

میں نے تو جب گھر آنگن کا مطالعہ کیا تو میرے ذہن میں بہت خوبصورت یادیں
بھریں، آدھے اور پورے خوابوں کی تصویریں سامنے آئیں ۔ گھر کے آنگن میں نیم اور املی
کے درختوں میں سرسراتی ہوئی ہوائیں محسوس ہوئیں، سائبان میں چھت کی کھڑی سے
لٹکا ہوا جھولا نظر آیا، اور اس گھریلو ماحول میں ہار سنگھار کے درخت اور مولسری کے
پودوں کے بیچ ملگجے کپڑوں میں ملبوس وہ دلہن نظر آئی جو آسمان کی طرف دیکھتی ہے اور
شکنتلا کی سی بے قراری سے کہتی ہے ۔

گھر آئی ہیں گھومتی گھٹائیں گھنگھور
آنگن میں مچا رہی ہے پروائی شور
اب لوٹ کے آجاؤ کہ دن گن گن کے
ساجن! میری انگلیوں کے دکھنے لگے پور

اپنے گھر آنگن کو محفوظ رکھنے کے لیے عورت کیا کچھ نہیں کر گزرتی ہے، وہ موت کا راستہ
روک لیتی ہے، جلتی آگ پہ ننگے پاؤں چلتی ہے، زندگی اور جوانی کے آخری لمحے بھی اپنے سہاگ
پہ نثار کر دیتی ہے اور جب کوئی اسے گذری ہوئی جوانی کی یاد دلاتا ہے تو وہ کہتی ہے ؎

مت کہہ انہیں روپ سے رچایا ہے سکھی
یہ دن تو گذرتی ہوئی چھایا ہے سکھی
سچ، میں نے بہت تپسیائیں کی ہیں!
تب من کہیں ان کا موہ پایا ہے سکھی

جاں نثار اختر کی تصنیف "گھر آنگن" اردو ادب میں ایک خوبصورت اضافہ
ہے ۔ اردو شعر و ادب میں عورت کو مخاطب کر کے تو "گفتنی و ناگفتنی" سب کچھ کہی جاتی رہی ہے
لیکن خود مجبور عورت اپنا درد کسی سے نہیں کہتی ہے، فراق نے اس صنف میں پہل کی اور بہت
اچھی رباعیاں لکھی ہیں ـــــ ابن انشاء اور جمیل الدین عالی نے گیت اور دوہے میں
تجربے کیے ـــــ لیکن گھر آنگن کی عورت کے باب میں صرف اتنا ہی کافی نہیں ہے۔ عورت
کا درد سمجھنے کے لیے عورت کا دکھ درد بانٹنا بھی پڑتا ہے ۔ جو مرد کے بس کی بات نہیں ہے

عورت غم کو غم نہیں متاعِ زندگی سمجھتی ہے۔ اور میرا کی زبان سے کہتی ہے۔
...... اری میں تو پریم دوانی میرو درد نہ جانے کوئے
ہندی ادب میں بہرہن کا کردار، گھر آنگن کی عورت کی صحیح تصویر پیش کرتا رہا ہے۔ اُردو میں گھر آنگن کی یہ جھلک ایک خوبصورت اور خوش آئند قدم ہے جس کے لیے جاں نثار اختر یقیناً مبارکباد کے مستحق ہیں۔

مطبوعات نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا

۱۹۵۷ء میں حکومت ہند کی وزارت تعلیم نے نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا کے نام سے ایک بڑے اور خود مختار اشاعتی ادارے کی داغ بیل ڈالی۔ اس ادارے کا اوّلین مقصد ملک میں ایک ایسی ہمہ گیر تحریک چلانا تھا جس کے ذریعے ہندوستان کے عوام میں کتابیں پڑھنے کا زیادہ سے زیادہ شوق پیدا کیا جائے۔

نیشنل بک ٹرسٹ کو اپنے اس مقصد کے حصول میں خاطر خواہ کامیابی ہوئی۔ یہ ادارہ اب تک پانچ سو سے زیادہ کتابیں ہندوستان کی مختلف علاقائی زبانوں میں شائع کر چکا ہے۔ ان میں سے مندرجہ ذیل کتابیں اردو میں بھی شائع کی گئی ہیں۔

آبادی	مصنفہ	ڈاکٹر ایس۔ اگروال	ترجمہ: مخمور جالندھری	۵/۲۵
اکبر	"	لارنس بینیس	" : رضیہ سجاد ظہیر	۳/۵۰
پنڈت وشنو دگمبر	"	وی، آر، اٹھاولے	" : سشی قدوائی	۲/۲۵
عظیم باغی	"	ڈمیس کنکیڈ	" ڈاکٹر پرتاسرن	۶/۲۵
قاضی نذرالاسلام	"	یسودھا چکرورتی	" عرش ملسیانی	۲/۲۵
کبیر	"	ڈاکٹر پارس ناتھ تیواری	" ایم، کے، دُرّانی	۲/۲۵
کچھوا اور خرگوش	"	ڈاکٹر ذاکر حسین	بلا جلد -/۱	مجلد -/۲

گاندھی کا ہندوستان: کثرت میں وحدت مرتبہ نیشنل گاندھی صدی سب کمیٹی ۲/۲۵

گورو نانک مصنفہ: گوپال سنگھ مترجم: مخمور جالندھری ۳/۲۵

مٹتی بنتی تصویریں: بھگوتی چرن ورما " رضیہ سجاد ظہیر -/۵

بچوں کے لئے انتہائی خوبصورت اور دلچسپ کتابیں

باپو (باتصویر سوانح عمری۔ دو حصوں میں) قیمت -/۳

پرندوں کی دنیا	۱/۵۰	کشمیر	۱/۵۰
جنت کی سیر اور دوسری کہانیاں	۱/۵۰	ہماری ندیوں کی کہانی	۱/۵۰
رسیلی کہانیاں	۱/۵۰	ہمالیہ کی چوٹیوں پر	۱/۵۰

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دہلی ۲۵، اردو بازار دہلی ۶، پرنسس بلڈنگ بمبئی ۳، علی گڑھ

جائزے

(تبصرے کے لئے ہر کتاب کی دو جلدیں آنا ضروری ہیں)

قادر نامہ غالب

مرتب : عبدالقوی دسنوی
صفحات : ۳۲ ۔ سائز ۔۔۔۔
قیمت : ایک روپیہ پچاس پیسے
پبلشر : شعبۂ اُردو، سیفیہ کالج۔ بھوپال

عبدالقوی دسنوی نے "قادر نامہ غالب" کی ترتیب میں اُس کے چھٹے اڈیشن (مطبوعہ، مطبع انوری لکھنؤ، دسمبر ۱۹۰۳ء) سے مدد لی ہے اور پیش لفظ میں دو باتوں کی خاص پر وضاحت کی ہے۔

— قادر نامۂ غالب کی وجہ تصنیف یہ ہے کہ مرزا اسداللہ خاں غالب نے یہ مختصر کتاب اپنی اہلیہ کے بھانجے زین العابدین خاں، عارف کے دونوں بچوں باقر علی خاں اور حسین علی خاں کو تعلیم دینے کے لیے لکھی تھی۔

۔ بعض حضرات خصوصاً غلام رسول مہرؔ اُس کو مرزا غالب کی تصنیف ماننے میں شبہ کا اظہار کرتے ہیں۔ مرتب نے عبدالحق، مالک رام، امتیاز علی عرشیؔ، محمد باقر، امیر مینائی اور عباس رفعت بھوپالی کے بیانات سے اس شبہ کی تردید کی ہے۔

اس کتاب میں مثنوی کے طرز پر قافیہ اور ردیف کی پابندی ہر شعر میں جداگانہ طور پر روا رکھی گئی ہے۔ ۱۷ صفحات تک مترادفات کا سلسلہ قائم ہے۔ ص ۱۸ تا ص ۲۰ فارسی کے مصادر کو نظم کرنے کا اہتمام ملتا ہے اس کے بعد ایک غزل پھر مترادف الفاظ اور فارسی کلمات درج کیے گئے ہیں۔ ص ۲۳ پر یہ شعر رقم ہے۔

پایا قادر نامہ نے آج اختتام ۔ اک غزل تم اور پڑھ لو والسلام

اس کے بعد ایک غزل ہے جس کا آخری شعر یہ ہے :۔

جس نے قادر نامہ سارا پڑھ لیا ۔ اُس کو آمد نامہ کچھ مشکل نہیں

اس کے بعد ایک قطعہ بھی درج ہے۔

مرتب نے اپنے مطالعہ کی روشنی میں ۱۹۵۶ء سے ۱۹۶۹ء تک قادر نامہ غالب کے تیرہ اڈیشن شائع ہونے کا ثبوت دیا ہے۔ مواد کے لحاظ سے بعض اڈیشن مختلف نظر آتے ہیں۔ مثلاً ۲۸ رفروری ۱۸۹۱ء (مطبع نظامی) میں درج ذیل میٹر مزید شامل ہے۔

"ابیات در صفت شہر و بازار دہلی" اس کے بعد نثر میں ہندوستان کے چھیانوے شہروں کے نام درج ہیں اس کے آگے "متفرق نظم دلچسپ" جس کی بحریں بھی مختلف ہیں۔ ایک معروف شعر یہ ہے:۔

اخلاق سب سے رکھنا تسخیر ہے تو یہ ہے خاک آپ کو سمجھنا اکسیر ہے تو یہ ہے

اس کے بعد ہاتھی، شیر، دریائی گھوڑا، گائے بیل، زرافہ، کنگارو، مگر، پردار بیل، اکیموں کا کتا، عربی اونٹ کا بیان دو دو شعروں میں کیا گیا ہے اس کے بعد ایک نظم "مذمت افیونیاں و چانڈو بازان" درج ہے جس کے مصاریع ثانی فارسی کے ہیں مثلاً:

ہوا جس کا افیون نوشی شمار کجا روز محشر شود رستگار

کبھی لے نہ افیون بیگم کا نام کسے را کہ اقبال باشد غلام

پیا جس نے چانڈو کا یار و صواں برآورد از اہل عالم فغاں؛

زیر نظر کتاب کی مختلف اشاعتوں کے متن میں بھی اختلاف ہے۔ مرتب نے حاشیہ میں اس کی نشاندہی کر دی ہے۔ رموز حروف مصطلحہ کے معاملہ میں پروف ریڈر کی نظر کہیں کہیں چوک گئی ہے۔ مثلاً چاند کو فارسی، بغل کو ہندی، راگ کو عربی کے رموز میں ظاہر کیا ہے۔ درج ذیل شعر میں قافیہ مشتبہ ہے۔

نام گل کا پھول، شبنم اوس ہے؛ جس کو نقارہ کہیں وہ کوس ہے:

اُوس، میں واؤ مجہول اور 'کوس' (نقارہ) میں واؤ معروف ہے لہذا قافیہ نادرست

ص ۱۵۔ پھر غلیواز اس کو کہیئے جو ہے چیل چیونٹی ہے مور اور ہاتھی ہے پیل

مصرع ثانی بحر سے خارج ہے۔ اس کی صحت درکار ہے یا جواز صحت حاشیہ درج ہونا چاہیے۔

ہمارے نزدیک مرتب کی توجہ اور کاوش لائق تحسین ہے۔ اس لیے کہ غالب کی

ت سے بے خبروں کو آگاہ اور استفادہ کا موقع مل سکا۔ طلبہ اور کم پڑھے لکھے
کو قادر نامہ غالب کی افادیت کا اندازہ چند اشعار سے ہو سکتا ہے۔

زر ہے سونا اور زرگر ہے سُنار — موز کیلا اور ککڑی ہے خیار
ریش داڑھی، موچھ سبلت اور بُروت — احمق اور نادان کو کہتے ہیں اُوت
آس چکی، آسیا مشہور ہے — اور قوفل، چھالیا مشہور ہے
باز خواہم رفت، میں پھر جاؤں گا — نان خواہم خورد، روٹی کھاؤں گا

کتاب نہایت عمدہ چھپی ہے۔ طلبہ کو اس اشاعت سے مستفید ہونا چاہیے۔
(ڈاکٹر حسینی پریمی)

تصحیح و ترتیب : ڈاکٹر سید ظہیر الدین مدنی
صفحات ۱۲۸ سائز ۳۰ × ۲۰ / ۱۶
اشاعت ستمبر ۱۹۷۱ء
قیمت طلبہ اڈیشن ۲/۵۰ لائبریری اڈیشن -/۳
ملنے کے پتے مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، جامعہ نگر نئی دہلی
دلی ۶، بمبئی ۳، علی گڑھ

انتخابِ ولی

(ولی محمد) ولی، اورنگ آباد دکن میں پیدا ہوئے یا گجرات میں اس مسئلے پر تو اختلاف اور دو رائیں ہیں، مگر اُن کے ایک باکمال اور مکمل شاعر ہونے میں سب ہم خیال اور متفق ہیں، اور یہ بھی غلط نہیں کہ ان کی شعر گوئی سے متاثر ہو کر شمالی ہند کے قدیم اور قابل لحاظ شاعروں نے اپنی شاعری کا رنگ تبدیل کیا۔ اردو شاعری کے باوا آدم" یا "بابائے ریختہ" کہنے پر کسی کو اعتراض نہیں۔

اُردو، فارسی یا اور بھی جن زبانوں میں ہمارے شاعروں کے تذکرے لکھے گئے ہیں سب نے ولی کی اہمیت اور ان کے ایک مکمل شاعر ہونے کا اعتراف کیا ہے، تذکرہ نویسوں کے علاوہ خود طبقۂ شعرا میں سب ہی ان کے شاعرانہ کمالات کے قائل اور معترف ہیں۔ مثلاً ابہامؔ زاتی، رنگینؔ، آزادؔ، اور اشرفؔ خیر یہ تو بہت پرانے شاعر اور ولی کے خاص مداحوں میں تھے، حاتمؔ، آبروؔ اور عود خدائے سخن میر تقی میرؔ نے بھی نہایت واضح الفاظ اور انداز میں ولی کی "ولائت"، اُن کی "کرامت" اور "ریختہ گوئی" سے رغبت کا اظہار اور اعلان

کیا ہے۔

اپنے ہم عصر اور بعد کے شعرا میں ولی ہی ایک ایسے ممتاز اور مقبول شاعر ہیں جن کے درجنوں قلمی دیوان ملک کے اندر اور ملک سے باہر ہر جگہ موجود ہیں ۔ ولی کا کلیات ۱۸۳۳ء میں پہلی بار فرانسیسی مستشرق گارساں دتاسی نے پیرس میں چھپوا کر شائع کیا پھر اُس وقت سے ۱۹۴۵ء تک بمبئی، لکھنؤ، پونا، اورنگ آباد دکن اور دہلی سے متعدد بار طبع ہوا۔ آخری بار یہ انجمن ترقی اُردو (ہند) نے اسے سید نور الحسن ہاشمی سے ترتیب دلوا کر شائع کیا تھا، اُس وقت سے لے کر اب تک اس کے چھپنے کی نوبت نہیں آئی ۱۹۴۵ء کا مطبوعہ نسخہ بھی اب مشکل ہی سے دستیاب ہو سکے گا۔

ولی کو یاد رکھنے اور ان کی عظمت کو برقرار بلکہ عظیم تر ثابت کرنے والے آج بھی موجود ہیں، اُن کے جشن منائے گئے۔ ان پر بڑے اچھے اچھے مضمونوں اور مقالوں کے مجموعے موجود ہیں، لیکن ان کے کلام سے مستفیض ہونے کا سب سے بڑا جو ذریعہ تھا یعنی ان کا دیوان یا کلیات وہی آج کل قریب نایاب ہے۔

کل کا اندازہ کرنے کے لیے کبھی کبھی "جز" کی طرف بھی رجوع ہونا پڑتا ہے ۔ غنیمت ہے کہ مکتبہ جامعہ کی بدولت اس زمانے میں ایک انتخاب ہی سامنے آ گیا اور اس کام کے لیے ایک موزوں اور مستعد صاحب قلم کی خدمات حاصل کر لی گئیں، پیش نظر انتخاب کے مرتب ہیں ڈاکٹر سید ظہیر الدین مدنی ۔ جو خاصے ولی نواز ہیں (اُن کی ایک کتاب کے اڈیٹر) اور ان کو "گجراتی" ثابت کرنے میں علمی اور ادبی حلقوں میں اچھی طرح سے معروف اور مشہور رہیں ۔ چودہ صفحے کے تعارف میں مدنی صاحب موصوف نے ولی کے وطن سے لے کر مدفن تک کے تمام حالات ان کی شخصیت اور شاعری ان کے رجحانات، رنگ طبیعت انداز و اطوار، ہر دل عزیزی کے اسباب، وطن دوستی، شعر کے معاملے میں ان کے اجتہادات اور اس کی وجہ سے اپنے زمانے سے لے کر آج ان مقبولیت کے وجوہ، غرض ولی کو ایک قابل تعظیم انسان اور ایک قابل قدر شاعر ثابت کرنے میں انھوں نے اپنے واجب ادبی فریضے کو خوش اسلوبی سے انجام دیا ہے

کلیات ولی کی ۴۵۶ غزلوں میں سے ۱۶۴ غزلیں، تین رباعیاں ایک ایک مخمس، ترجیع بند (نعتیہ) قصیدہ، مثنوی (در تعریف شہر سورت) اور قطعہ

منتخب کیا گیا ہے، تعارف میں اختلاف املا اور آخر میں دکنی الفاظ کی فرہنگ بھی شامل ہے۔

پوری پوری غزلوں کی وجہ سے معیاری اور غیر معیاری یا پسندیدہ اور ناپسندیدہ دونوں طرح کے شعر پڑھنا پڑتے ہیں۔ شاعر کے مختلف رجحانات اور رنگِ سخن کا اندازہ لگانے کے لیے چند مکمل غزلیں نامناسب نہ رہتیں اور انتخاب کا زیادہ حصّہ صرف اچھی غزلوں اور ان سے زیادہ، اچھے اور پسند آنے والے شعروں کے لیے مخصوص کر دیا جاتا تو ولی کے کلام سے آج کل کے پڑھنے پڑھانے والوں کو زیادہ لطف حاصل کرنے کا موقع ملتا۔

رشید نعمانی

HOW TO WRITE CORRECT ENGLISH
(Anglo - Urdu)

مصنف :	راجندر پرشاد سنہا
مترجم :	ایس، ٹی، امام اور ایس ایچ رضی
ناشر :	بھارتی بھون، پٹنہ ۴
ضخامت :	۱۸×۲۲ کے ۲۹۲ صفحے
قیمت :	دس روپے پچاس پیسے

اس سے قبل اس قابل قدر ادارے سے اس نام کی ایک کتاب ثانوی مدارس کے طلبا کے لیے شائع ہو چکی ہے۔ زیرِ تبصرہ کتاب بلا لحاظ عمران تمام لوگوں کے لیے ہے جو صحیح انگریزی لکھنا اور بولنا چاہتے ہیں۔

اس میں تو کسی شبہ کی گنجائش ہی نہیں ہے کہ آج کل ہمارا تعلیمی معیار بہت گر گیا ہے وجہ اس کی کچھ بھی ہو لیکن یہ حقیقت ہے کہ آج کے بہت سے گریجویٹ، اب سے ۲۵ سال پہلے کے ہائی اسکول اور میٹرک پاس لوگوں کے مقابلے میں نہ روانی سے بول سکتے ہیں نہ قلم برداشتہ لکھ سکتے ہیں۔ اس میں کوئی مبالغہ نہیں ہے۔ یہ ہمارا آئے دن کا مشاہدہ ہے۔ جہاں تک ہم سمجھتے ہیں، یہ خامی گرامر کی طرف سے بے نیازی اور لاپروائی کا نتیجہ ہے۔ اگرچہ یہ صحیح ہے کہ گرامر سب کچھ نہیں ہے۔ لیکن یہ بھی غلط نہیں ہے کہ گرامر کے بغیر کسی زبان پر قدرت حاصل نہیں کی جا سکتی۔ ہمارے اسکولوں میں ابتدائی درجوں سے ہی انگریزی کی تعلیم بے توجہی کی شکار ہے۔ اور جب اس کی خشتِ اول ہی ٹیڑھی رکھی گئی ہو تو سیدھی عمارت

کی توقع ہی مضحکہ خیز ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ کالج سے نکلنے کے بعد یہ طلباء جب عملی زندگی میں قدم رکھتے ہیں تو انھیں جس چیز کی وجہ سے خصوصاً انٹرویو میں ناکامیوں کا منہ دیکھنا پڑتا ہے وہ ہے صحیح انگریزی بولنے اور لکھنے کا فقدان۔ ایسے لوگوں کو اپنی انگریزی کی لیاقت کو بڑھانے کی فکر ہوتی ہے۔ مگر اس راہ میں بھی دشواری یہ ہے کہ انگریزی کی استعداد بڑھانے والی کتابیں بھی انگریزی میں ہیں۔ ان سے استفادے کی اہلیت ہوتی تو لیاقت بڑھانے کی ضرورت ہی کب رہتی۔

غالباً اسی خیال کے زیر اثر بہار کے قابلِ فخر ادارے نے ایسی کتابوں کو ملک کی دوسری زبانوں میں شائع کرنے کا مبارک فیصلہ کیا۔ جس سے بھارتی بھون کے بنگالی مالکوں کی سچی علم دوستی اور بے تعصبی کا اظہار ہوتا ہے۔ کاش اُردو ناشر اور تعلیمی ادارے اس سے عبرت حاصل کریں۔

انگریزی میں اس کتاب کی مقبولیت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ اب تک تیرہ اڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ اردو میں یہ پہلا اڈیشن ہے جو نہایت صاف ستھرا ٹائپ میں شائع کیا گیا ہے

زیر نظر کتاب میں جو ۴۴ بلند پایہ اور مستند کتابوں کی مدد سے تیار کی ہے۔ لائق مصنف اور مترجمین نے بہت سادہ زبان (اُردو) میں بہت زیادہ تفصیل کے ساتھ صحیح انگریزی لکھنے اور بولنے کے طریقے بتا کر اردو کے طلباء پر احسانِ عظیم کیا ہے۔

لکھنے اور بولنے میں 'فعل' کی اہمیت تمام حروفِ ندا سے زیادہ ہے۔ لائق مصنف نے اس پر سب سے زیادہ زور دیا ہے اور تفصیل کے ساتھ دوسرے حروفِ ندا کا استعمال بھی سمجھایا ہے۔ یہاں تک کہ کاما، کولن، سیمی کولن اور فل اسٹاپ تک کے استعمال کو بہت آسان اور عام فہم زبان میں سمجھانے کی کامیاب کوشش کی ہے کہ ان اوقاف کے غلط استعمال سے تحریر کا مقصد فوت ہو جاتا ہے

غرض کہ یہ کتاب اس قابل ہے کہ اسکول اور کالج کے اساتذہ کو پڑھانے میں اس سے مدد لینی چاہیے۔ اس لیے ضروری ہے کہ اسکول اور کالج کی لائبریریاں اس سے محروم نہ رہیں۔ کتاب کی قیمت اس کی خوبیوں اور افادیت کے پیش نظر زیادہ نہیں کہی جا سکتی۔

پرنٹر اور پبلشر سید احمد ولی نے کوہ نور پریس دہلی میں چھپوا کر جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵ سے شائع کیا

.... کوئی حکومت نہیں ہے جو اہلِ وطن کو ہمارے ادب کی تعلیم پہ مجبور کرے۔ کوئی قانون نہیں ہے جو ہندوستان کی قوموں کو ہماری زبان پر آکسائے۔ تو پھر بس ایک ہی تدبیر ہے جس سے ہم اہلِ وطن کے دلوں کو مسخر کر سکتے ہیں۔ اُن کی نگاہوں کو اپنے لطیف ادب سے مسرور اور اُن کے کانوں کو اپنی زبان کے شیریں نغموں سے لذت اندوز کر سکتے ہیں اور وہ تدبیر یہ ہے کہ ہم اپنی زبان اور اپنے ادب کو دلچسپیوں سے بھر دیں۔ اعلیٰ خیالات اور پاکیزہ معلومات سے ان کو مالا مال کر دیں ان میں ایسی لچک پیدا کر دیں کہ وہ اب جس قدر اہلِ وطن سے دور ہے اُسی قدر اُن سے قریب ہو جائے۔

مولانا وحید الدین سلیم

فہرست

مطبوعات مکتبہ جامعہ لمیٹڈ

مکتبہ جامعہ کے دفاتر

صدر دفتر:۔ مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ جامعہ نگر۔ نئی دہلی ۲۵

تار:۔ ACADEMY ٹیلیفون:۔ ۶۳۰۱۹۱

شاخ دہلی:۔ مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ اردو بازار دہلی ۶
تار: ACADEMY ٹیلیفون: ۲۶۴۳۶۸

شاخ بمبئی:۔ پرنسس بلڈنگ۔ بمبئی ۳
تار: KITABEN ٹیلیفون: ۳۳۳۸۰۷

شاخ علی گڑھ:۔ مکتبہ جامعہ لمیٹڈ
یونیورسٹی مارکیٹ۔ علی گڑھ

شاخ جامعہ نگر:۔ مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔
نزد ڈاک خانہ جامعہ نگر۔ نئی دہلی ۲۵

مطبع:۔ لبرٹی آرٹ پریس۔ ۲۸۔ ۱۵۰ پٹودی ہاؤس۔ دریا گنج۔ دہلی ۶
ٹیلیفون:۔ ۲۷۶۰۱۸

ضروری گزارش

- خط وکتابت کرتے وقت براہِ کرم اپنا نام اور پتہ صاف وخوش خط تحریر کیجیے۔ ڈاک خانے کا نام اگر انگریزی میں لکھ دیں تو اور بھی اچھا ہوگا۔
- اپنی فرمائش میں اس کی وضاحت ضرور فرمائیے کہ کتابیں ڈاک سے روانہ کی جائیں پارسل یا موٹر ٹرانسپورٹ سے بذریعہ ریل منگوانے کی صورت میں قریبی ریلوے اسٹیشن کا نام انگریزی میں لکھ دیجیے۔
- نئے تاجران کتب اور لائبریرین حضرات اپنی سہولت کے پیش نظر شرائط خریداری کتب بذریعہ خط وکتابت پہلے سے معلوم کرلیں۔

اگر آپ کو اپنی مطلوبہ کتاب کا نام اس فہرست میں نہ ملے تو براہِ کرم آپ ہمیں خط لکھیے۔ ہم آپ کی مطلوبہ کتاب فراہم کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں گے

(ادارہ)

مجلسِ ادارت: معیاری ادب

مطبوعات مکتبہ جامعہ لمیٹڈ

معیاری ادب کا سلسلہ

انتہائی صحتِ متن اور ضروری اعراب فرہنگ کے ساتھ فوٹو آفسیٹ کے ذریعے چھپی ہوئی معیاری ادب کی اہم اور نادر کتابیں۔ ان کتابوں کو مکتبہ جامعہ نے حکومت جموں کشمیر کے گراں قدر تعاون سے از سرِ نو مرتب کرنے کا اور کم سے کم قیمت پر فراہم کرنے کا منصوبہ بنایا ہے۔ محققین اور طلباء پورے اعتماد کے ساتھ ان کتابوں سے استفادہ کر سکتے ہیں۔

مقدمۂ شعر و شاعری خواجہ الطاف حسین حالؔی مرتبہ: رشید حسن خاں

مقدمۂ شعر و شاعری کا شمار اُردو کی ان اہم اور معیاری کتابوں میں ہے جن کی اہمیت، افادیت اور مقبولیت پر شاید ہی کبھی آنچ آسکے۔ آج جبکہ اُردو میں تنقید کا سرمایہ بہت بڑھ چکا ہے اس کی اہمیت اور افادیت میں کوئی فرق نہیں آیا۔

قیمت عام ۲/۹۰ لائبریری اڈیشن ۳/۴۰

انتخابِ سراج اورنگ آبادی مرتبہ: ڈاکٹر محمد حسن

اس انتخاب کلام میں آپ کو ایک ایسی جمال پرست اور بے قرار شخصیت کی جھلکیاں ملیں گی جو ذات کو کائنات کے لیے عرفان کی تلاش میں ہے۔ ان اشعار میں ایک دردمند کی آواز ہے اور ایک تہذیب اور ایک تاریخی دور کی صدا بھی۔

قیمت عام ۱/۲۰ لائبریری اڈیشن ۱/۷۰

موازنۂ انیسؔ و دبیرؔ شبلؔی نعمانی مرتبہ: رشید حسن خاں

موازنۂ انیس و دبیر اردو میں تنقید کی ابتدائی اور اہم کتابوں میں سے ہے۔ یہ اپنے انداز کی ایک ایسی منفرد تصنیف ہے کہ اگر اسے انیس و دبیر کے شاعرانہ کمالات کا جائزہ اور ان کی شاعرانہ قدر و قیمت کے تعین کی دستاویز کہا جائے تو بےجا نہ ہوگا۔

قیمت عام ۳/۷۵ لائبریری اڈیشن ۴/۲۵

انتخاب مراثی (انیس و دبیر)

مرثیہ نگاروں کی طویل فہرست میں انیس و دبیر کے نام سرِ فہرست آتے ہیں۔ انیس کے یہاں منظر نگاری، جذبات نگاری، واقعہ نگاری اور کردار نگاری کا کمال نظر آتا ہے اور دبیر کے تشبیہات و استعارات کی جدت، عربی و فارسی کے پُر شوکت الفاظ کا استعمال اور پُر شکوہ طرزِ بیان اُن کے مراثی کی خصوصیات ہیں

قیمت عام ۳/- لائبریری اڈیشن ۴/-

انتخاب نظیر اکبرآبادی

مرتبہ: رشید حسن خاں

نظیر ایک شاعر کی حیثیت سے اپنے زمانے میں بھی مشہور تھے اور آج بھی مشہور ہیں فرق بس اتنا ہے کہ اُس زمانے میں اُن کا کلام صرف عام لوگوں کی زبان پر تھا لیکن آج خواص بھی اُن کی شاعرانہ ہمہ گیریوں کے معترف ہیں۔ اُن کے کلام کا یہ انتخاب اس لحاظ سے مرتب کیا گیا ہے کہ اُن کی اہم تر نظمیں مکمل یا جزوی انتخاب کے ساتھ یک جا ہو جائیں، آخر میں غزلوں کا انتخاب ہے اور ضروری الفاظ کی فرہنگ بھی شامل کر دی گئی ہے۔

قیمت عام ۳/۴۵ لائبریری اڈیشن ۴/۴۰

نیرنگِ خیال (اول و دوم)

مولانا محمد حسین آزاد — مرتب: مالک رام

نیرنگِ خیال، مولانا آزاد کے، معرکتہ الآرا مضامین کا مجموعہ ہے۔ جسے معتبر ترین نسخے کی بنیاد پر انتہائی صحتِ متن کے ساتھ اس اڈیشن کی صورت میں پیش کیا گیا ہے۔ طلبا اس سے پورا فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ قیمت عام ۱/۹۰ لائبریری اڈیشن ۲/۳۰

فسانۂ آزاد (تلخیص)

رتن ناتھ سرشار — مرتبہ: ڈاکٹر قمر رئیس

فسانۂ آزاد سرشار کا وہ گراں قدر کارنامہ ہے جس میں نوابی عہد کے لکھنؤ کی انحطاط پذیر معاشرت، اس کی اچھوتی ظرافت اور لکھنؤ کی با محاورہ ٹکسالی زبان اور بولی ٹھولی کے فن کارانہ استعمال کو سرشار کے کمالِ فن کا جوہر کہا گیا ہے۔

چونکہ موجودہ حالات میں اتنی ضخیم کتاب کو شائع کرنا آسان کام نہیں اس لیے اس کی کامیاب تلخیص شائع کی گئی تاکہ عوام کی دسترس سے باہر نہ رہے قیمت عام ۶/۰۰ لائبریری اڈیشن ۶/۵۰

فردوسِ بریں — عبدالحلیم شرر — مرتبہ: ڈاکٹر محمد حسن

مولانا شرر کے ناولوں میں "فردوسِ بریں" فنی تکمیل کے اعتبار سے کامل ترین ناول کہا گیا ہے۔ اس کی منظر نگاری اور ماحول کشی میں شرر کی صناعی درجۂ کمال پر نظر آتی ہے۔

قیمت عام ۲/۱۰ لائبریری اڈیشن ۲/۶۰

شریف زادہ — مرزا رسوا — مرتبہ: ڈاکٹر قمر رئیس

اردو کے منفرد ادیب اور ناول نگار مرزا رسوا کا دوسرا اہم ناول۔ اس ناول کا شمار اردو کے اُن چند ناولوں میں کیا جاتا ہے جس نے دورِ حاضر کے اردو خواں نوجوانوں کی سیرت کو متاثر کیا ہے۔

قیمت عام ۲/۵ لائبریری اڈیشن ۳/-

حیاتِ سعدی — الطاف حسین حالی — مرتبہ: رشید حسن خان

کلامِ سعدی میں جو ادبی نکات بکھرے ہوئے ہیں ان کی دیدہ درانہ تفصیل و توضیح اس کتاب میں محفوظ کر لی گئی ہے۔ یہ کتاب ہمیشہ قدر کی نگاہوں سے دیکھی جائے گی۔

قیمت عام ۳/۲۵ لائبریری اڈیشن ۴/-

انتخاب اکبر الہ آبادی — مرتبہ: ڈاکٹر صدیق الرحمٰن قدوائی

اکبر کے ہاں ہمیں پہلی مرتبہ طنز و مزاح دونوں شاعر کی ذات کی تنگ اور محدود دنیا سے بلند نظر آتے ہیں۔ ان کے ہاں یہ محض اندازِ بیان ہی نہیں، سماجی تبدیلیوں کے سمجھنے اور سمجھانے کا موثر ذریعہ بھی ہے۔ اُن کے کلام میں ہنسوڑ پن کے ساتھ ہی سنجیدگی، شائستگی اور غور و فکر کی فضا بھی پائی جاتی ہے۔

قیمت عام ۲/- لائبریری اڈیشن ۲/۵۰

انتخابِ میر — مرتبہ: ڈاکٹر محمد حسن

امام المتغزلین میر کی زبان کوثر و تسنیم میں ڈھلی ہوئی ہے۔ اُن کا ہر شعر تیر و نشتر کا کام کرتا ہے۔ اُن کی غزلیں تو بالخصوص کمالِ فن کی آئینہ دار ہیں۔ میر کے کلام کا یہ انتخاب بڑی تحقیق و جستجو اور دیدہ ریزی کے ساتھ کیا گیا ہے۔ قیمت عام ۲/۶۰ لائبریری اڈیشن ۳/۵۰

دیوانِ درد　　　مرتبہ: رشید حسن خاں

میر کے علاوہ خواجہ میر درد اپنے عہد کے باقی تمام غزل گو شعراء سے بلند ہیں بلکہ بلند تر۔ حیرت و حسرت کا ناتمام سا اظہار، اُن کے اچھے اشعار کا عام جوہر ہے اور ایسے شعر بھی "تاثیر" سے معمور ہیں جن میں عشقیہ جذبات اور تصوف کی ماورائیت ایک جا ہو کر نمایاں ہوئی ہیں

قیمت عام ۲/۷۵　لائبریری اڈیشن ۳/۴۰

مجالس النساء　　　حالی　　　مرتبہ: صالحہ عابد حسین

مولانا حالی کا مقصدی ناول جس میں نہ تو واعظانہ خشکی ہے، نہ نصیحت کی تلخی، یہ ناول خاص طور سے عورتوں کی تعلیم کی اہمیت پر روشنی ڈالتا ہے۔ سادہ، دل نشین انداز بیان۔

قیمت عام ۲/۵۰　لائبریری اڈیشن ۳/-

انتخاب مضامینِ شبلی　　　مرتبہ: رشید حسن خاں

مولانا شبلی کے مضامین میں ان کی وسعت نظر کے عنوانات بکھرے ہوئے ہیں۔ اس انتخاب میں ادبی اور تنقیدی مضامین، کتابوں کے تبصرے تحقیقی مضامین اور اسلامیات اور قرآن پاک سے متعلق پچیس اہم مضامین ہیں جن میں نقد و نظر، علم و بصیرت اور انشا پردازی کے بہترین جواہر ریزے بکھرے ہوئے ہیں۔

قیمت عام ۶/-　لائبریری اڈیشن ۸/۵۰

امراؤ جان ادا　　　مرزا محمد ہادی رسوا　　　مرتبہ ڈاکٹر محمد حسن

لکھنوی تہذیب کے پس منظر میں امراؤ جان ادا کی کہانی جس کو مرزا رسوا نے لافانی نفسیاتی ناول کا جامہ پہنایا تھا۔ اب اس ناول کو ڈاکٹر محمد حسن نے مستند و معتبر نسخوں کی مدد سے از سرِ نو ترتیب دیا ہے اور مکتبہ جامعہ نے نہایت اہتمام سے فوٹو آفسیٹ کے ذریعے شائع کیا ہے۔

قیمت طلبہ اڈیشن ۶/-　لائبریری اڈیشن ۷/۵۰

یادگارِ غالب　　　الطاف حسین حالی　　　مرتبہ: مالک رام

انگریزی خیالات اور طرزِ فکر سے واقف ہونے کے بعد حالی نے محسوس کیا کہ ہماری شاعری نہ صرف جامد اور غیر ترقی پذیر ہے بلکہ غیر فطری بھی۔ اور اس میں اصلاح کی ضرورت ہے اپنے انھیں نظریات کا انھوں نے "یادگارِ غالب" میں مرزا کے کلام پر اطلاق کر کے دکھایا کہ کس طرح کا کلام صحیح شاعری کی صف میں آتا ہے اور ملک و ملت کے لیے مفید ہو سکتا ہے۔

قیمت (حصۂ اردو) طلبہ اڈیشن ۵/۵۰ لائبریری اڈیشن ۶/۵۰ (حصۂ فارسی) طلبہ اڈیشن ۶/۵۰
لائبریری اڈیشن ۸/۰

مثنوی گلزار نسیم — پنڈت دیا شنکر نسیم لکھنوی — مرتبہ: رشید حسن خاں

مثنوی گلزار نسیم اُردو کی اُن چند مثنویوں میں سے ہے جنھوں نے قبول عام کی سند حاصل کی اس کے حسن قبول میں اس کی چست بندشوں کا بڑا حصہ ہے۔ واقعات اور الفاظ دونوں کا ایسا انحصار جس سے بظاہر ممکن العمل نہ معلوم ہو۔ لفظوں میں ایسی رعائتوں کو ملحوظ رکھنا جن سے معنویت کی تہیں نمایاں ہوتی رہیں۔ اور بندش کا اس قدر چست ہونا کہ شعر کی روانی تلوار کی کاٹ بن جائے۔ نسیم کا اسلوب انہی سے مرکب ہے۔

قیمت طلبہ اڈیشن ۲/۵۰ لائبریری اڈیشن ۳/-

گزشتہ لکھنو — عبدالحلیم شرر — مرتبہ: رشید حسن خاں

لکھنو کی معاشرت میں تراش خراش، نفاست، شائستگی اور ادب و آداب کی ایسی چمک دمک تھی، جو آنکھوں میں عکس چھوڑ گئی ہے "گزشتہ لکھنو" اسی محفل طرب کی داستان ہے۔ اور یہ واقعہ ہے کہ شرر نے اسے بے حد جذبات نگاری کے ساتھ ڈوب کر بیان کیا ہے۔

قیمت طلبہ اڈیشن ۸/۵۰ لائبریری اڈیشن ۱۰/-

فسانۂ مبتلا — ڈپٹی نذیر احمد — مرتبہ: ڈاکٹر صدیق الرحمٰن قدوائی

نذیر احمد کے ناولوں میں مشترکہ خاندان کی حیثیت بنیادی ہے۔ زیر نظر ناول کا ہیرو مبتلا بھی ایک ایسا ہی کردار ہے جو خاندانی بندھنوں میں پھنسا ہوا ہے۔ مگر اُس کی فطرت اُسے ان سے نکلنے پر اکساتی ہے۔ وہاں سے نکلنا اُس کی تقدیر میں نہیں اور فطرت کو کچلنا اس کے بس میں نہیں۔ چنانچہ وہ ایک المیے کا ہیرو بن کر رہ جاتا ہے تعدادِ ازدواج کی مخالفت میں لکھا ہوا ایک بامقصد ناول۔

قیمت: طلبہ اڈیشن ۵/- لائبریری اڈیشن ۶/-

انتخابِ ولی

مرتبہ: ڈاکٹر سید ظہیر الدین مدنی

ولی فارسی زبان و ادب میں ید طولیٰ رکھتا تھا۔ لہذا زبان و ادب کی نزاکتوں اور لطافتوں سے ایک ماہرِ فن کی طرح واقف تھا۔ اُس نے اردو زبان و ادب میں وسعت پیدا کرنے کے لیے فارسی شاعری کے تمام رچاؤ کو کام میں لیا اور غزل کے موضوعات و روایات کو اس خوبی سے برتا کہ اردو شاعری کی فضا اور طرزِ تخیل بدل گئی

قیمت: طلبہ اڈیشن ۲/۵۰ لائبریری اڈیشن ۳/-

معیاری ادب کے سلسلے کی تازہ مطبوعات

کتاب	مرتبہ	طلبہ اڈیشن	لائبریری اڈیشن
افادات سلیم۔ مولانا وحید الدین سلیم	(ڈاکٹر) خلیق انجم	۵/۰	۶/
توبۃ النصوح۔ ڈپٹی نذیر احمد	مالک رام	۴/۸۰	۵/۵۰
قصہ حاتم طائی۔ حیدر بخش حیدری	اطہر پرویز	۶/-	۷/-

معیاری ادب کے سلسلے کی زیرِ طبع کتابیں۔

کتاب		مرتبہ
انتخاب ذوق	مرتبہ	تنویر احمد علوی
انتخاب مقالات سرسید	"	انور صدیقی
انتخاب سودا۔	مرتبہ	رشید حسن خاں
ابن الوقت۔ ڈپٹی نذیر احمد	"	(ڈاکٹر) خلیق انجم
انتخاب ناسخ	"	رشید حسن خاں
انتخاب آتش	"	"
انتخاب قلی قطب شاہ	"	اکبر الدین صدیقی
طلسم ہوشربا (چار جلدوں میں)	"	(ڈاکٹر) محمد حسن
افادات مہدی	"	رشید نعمانی
حکایات جولی۔ میاں محمد مشتاق	"	(ڈاکٹر) عالی جعفری

عام مطبوعات

پس کے گیت (ناولٹ) مصنف: واسل بائیکوف مترجم: قرۃ العین حیدر

دو قیدی:- ایک روسی لڑکا، ایک اطالوی لڑکی۔ نازی کنسنٹریشن کیمپ سے بھاگ نکلتی ہیں۔ گسٹاپو سپاہی اور اُن کے خونی جاسوس کتے ان کا تعاقب کرتے ہیں۔ کیا یہ دونوں قیدی اپنی منزل مقصود پالیں گے۔

"آپس کے گیت" واسل بائیکوف کے ہیجان انگیز جوش اور ولولہ خیز طرزِ بیان میں ایک ایسا ناولٹ ہے جو دوسری جنگِ عظیم کا بھیانک اور الم ناک بوجھ اٹھانے والے انسانوں کا ترجمان ہے قیمت ۲/۷۵

ری حویلی (مضامین) مرزا محمود بیگ

ہمارے دیکھتے دیکھتے دلّی بدلی، دلّی کی تہذیب بدلی، دلّی والوں کا مذاق بدلا، وضع بدلی، طور طریق بدلے ــــ بدلتی ہوئی اِس دلّی کا حال بیگ صاحب نے دلّی کی نکھری ستھری زبان میں لکھا ہے۔ اتنے پیارے اور فن کارانہ انداز میں لکھا ہے کہ بدلتی ہوئی دلّی کا ہو بہو نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے۔

قیمت -/۲

غالب اُردو کلام کا انتخاب محمد مجیب

مرزا غالب کا دیوان اپنی جگہ خود انتخاب ہے۔ پھر اس انتخاب کا انتخاب؛ ایک ایسا لاجواب انتخاب کہ جس کے مطالعے سے مرزا غالب اپنے پورے فضل و کمال کے ساتھ سامنے آجاتے ہیں۔ مجیب صاحب کا مبسوط مقدمہ تو شاہکار کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس نے انتخاب کی اہمیت، و افادیت کو حقیقت میں بہت با وقعت بنا دیا ہے۔

مکتبہ جامعہ نے اس کی کتابت اور طباعت میں غیر معمولی سلیقے اور حُسنِ ذوق سے کام لیا ہے۔ قیمت: ۴/۵۰

کتاب کی کہانی (معلومات) سیّد احمد حسن نقوی

انسان نے کب کیوں اور کیسے لکھنا پڑھنا سیکھا؟ کتاب کی ابتدا کیسے ہوئی؟ کتاب کو موجودہ صورت تک پہنچنے میں کن کن منزلوں سے گزرنا پڑا؟ یہ سب جاننے کے لیے

اس کتاب کا مطالعہ کیجیے۔ بہت قیمتی اور اچھوتی معلومات ہیں جو بڑے دلچسپ
انداز میں لکھی گئی ہیں۔
قیمت ۱/۵۰

فراق گورکھپوری
پہلی رات
کلامِ فراق کے شائقین کے لیے ایک انمول تحفہ۔ فراق کی غزلوں کا وہ انتخاب جسے خود
فراق نے ترتیب دیا ہے۔
دیدہ زیب کتابت اور روشن طباعت نے اس مجموعے کے حسن کو چار چاند لگا
دیے ہیں
قیمت: -/۷

مرتب: عبداللطیف اعظمی
ڈاکٹر ذاکر حسین (سیرت و شخصیت)
قبلہ ذاکر صاحب مرحوم و مغفور پر اُن کی زندگی ہی میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے ۱۹۶۷ء
سے قبل ذاکر صاحب پر جتنے اہم اور قابلِ ذکر مضامین لکھے گئے وہ سب کے سب اس
مجموعے میں شامل کر دیے گئے ہیں۔
ذاکر صاحب کی زندگی، اُن کی شخصیت، اُن کے کردار، اُن کی صفات اور ان کی
قومی و تعلیمی خدمات سے واقف ہونے کے لیے اس کتاب کا مطالعہ بے حد مفید ثابت ہوگا۔
قیمت ۵/۵۰

ڈاکٹر نعیم احمد
شہر آشوب
اردو کلاسیکی صنفِ سخن، شہر آشوب کے تحت جو نظمیں لکھی گئی ہیں وہ محض خیال آرائی
یا مضمون آفرینی کا نتیجہ نہیں بلکہ اپنے دور کے حالات کی تخلیق ہیں۔ اسی لیے یہ صنفِ سخن
زندگی پر بے لاگ تبصرہ بھی ہے اور تنقید بھی۔ ڈاکٹر نعیم احمد نے اُردو کے ۸۲ شعرا کے شہر
آشوبوں کو مع مقدمہ و حواشی مرتب کرکے اُردو ادب کی بے مثال خدمت کی ہے۔
اس صنف پر اُردو میں یہ واحد کتاب ہے
قیمت ۷/۲۵

ہیندر ناتھ
پیار کا موسم
پیار کا موسم، محبت اور محبت کی رنگینیوں سے بھرپور ایک ایسا ناول
رومانی ناولوں سے دلچسپی رکھنے والے حضرات نے بے حد پسند کیا ہے۔ قیمت ۵۰/۱

مصنف احمد علی
مترجم: بلقیس
دلی کی شام
... ناول ہے جس کا ہیرو نہ صرف دلی شہر ہے جس

کی مٹتی ہوئی تہذیب کے خصوصی دور کی کہانی روز مرہ کی زندگی کے آئینے میں پیش کی گئی ہے بلکہ عام انسانی زندگی کی ایک نہایت دلچسپ کہانی بھی ہے۔ محمد حسن عسکری نے اس کہانی کے بارے میں لکھا ہے کہ

"اردو ناول کا تو ذکر ہی کیا مغربی ناولوں میں بھی اس کے مقابلے کا ناول آسانی سے میسر نہیں آسکتا۔"

محترمہ بلقیس جہاں نے ترجمے میں جو کمالِ فن دکھایا ہے اور جو ٹکسالی زبان لکھی ہے اس نے تصنیف کی اصل روح کی پوری ترجمانی کر دی ہے۔ قیمت ۵۰/۔

بکھرے ورق مصنف ڈاکٹر سونیتی چٹرجی مترجم، شانتی رنجن بھٹاچاریہ

پروفیسر ڈاکٹر سونیتی کمار چٹرجی ایک جہاندیدہ بین الاقوامی شہرت یافتہ، ماہر لسانیات ایک مستند عالم اور بنگلہ زبان کے مشہور معروف ادیب ہیں۔ دنیا کی مختلف زبانوں پر بھی بڑی گہری نظر رکھتے ہیں۔

بکھرے ورق ان کے سات ایسے مضامین کا مجموعہ ہے جن کا تعلق خاص طور پر اسلامی علوم اور تہذیب و تمدن سے ہے۔ ان مضامین کا اردو ترجمہ جناب شانتی رنجن بھٹاچاریہ نے کیا ہے جو بنگلہ زبان کے ساتھ ساتھ اردو زبان پر بھی پورا عبور رکھتے ہیں۔

قیمت ۳/-

شرابِ کہنہ (تعارف و تذکرہ) رشید نعمانی

کسی زبان کے مطالعے کے لیے اُس کے شاعروں اور ادیبوں کے حالات جاننا بہت ضروری ہے۔ دراصل یہ بنیاد ہوتے ہیں اُس عمارت کی جو تکمیل کے بعد تاریخ ادب کہلاتی ہے۔ رشید نعمانی صاحب نے چار سال کی مسلسل عرق ریزی کے بعد اس تذکرے میں اُردو کے ۵۰ شاعروں (قلی قطب شاہ تا حالی) کے مختصر مگر صحیح حالات مع سنینِ پیدائش و انتقال جمع کر دیے ہیں۔ ساتھ ہی ہر شاعر کا نمونۂ کلام بھی پیش کر دیا ہے۔

طلباء کے لیے یہ تذکرے خاص طور پر مفید ثابت ہوتے ہیں۔ قیمت ۳/۲۵

پاکستان (اُس کا قیام اور ابتدائی حالات) مصنف سری پرکاش مترجم محمد حمایت الحسن

سری پرکاش صاحب پہلے ہندوستانی ہائی کمشنر ہیں جن کا تقرر پاکستان میں ہوا تھا۔ انھیں پاکستان کے اولین ذمہ داروں کو قریب سے دیکھنے، اُن سے ملنے جلنے اور پاکستان کے ابتدائی حالات

کا جائزہ لینے کا بہترین موقع میسر آیا۔ اُن کی یہ تصنیف اُسی زمانے کے حالات کی حقیقی اردو دادہے اور اُسے نہایت ایمان داری اور صاف دلی کے ساتھ قلم بند کیا گیا ہے۔

یہ کتاب نہ صرف سیاست و تاریخ کے طلباء کے لیے مفید ثابت ہوگی بلکہ نفسیات کا مطالعہ کرنے والوں کے لیے بھی کام کی چیز ہے۔ قیمت -/۴

پریم چند کے خطوط — مرتبہ:- مدن گوپال

کسی بھی شخص کے خطوط اس کی سیرت، کردار اور شخصیت کا حقیقی آئینہ ہوتے ہیں۔

اُردو کے مایۂ ناز منفرد افسانہ نگار، ناول نویس اور انشاء پرداز منشی پریم چند کے ۲۷۲ خطوط کو مدن گوپال صاحب نے پچیس برس کی مسلسل جستجو اور محنت شاقہ کے بعد مرتب کیا ہے۔

ان نجی اور کاروباری خطوط کے مطالعہ کے بعد منشی پریم چند کی سیرت و شخصیت کو سمجھنے کے لیے مزید کسی حوالے کی ضرورت باقی نہیں رہے گی۔ قیمت ۶/۵۰

صلاح الدین ایوبی (ناولٹ) — قاضی عبدالستار

صلاح الدین ایوبی، اسلام کے مایۂ ناز سپوت، ہمت و شجاعت کے پتلے اور بے مثال جنرل تھے۔ وہ آندھی کی طرح اُٹھے اور فتح و کامرانی کے جھنڈے گاڑتے ہوئے آگے بڑھتے چلے گئے۔

قاضی عبدالستار نے اس بے مثال جنرل کی کہانی تاریخی حقائق کے پس منظر میں بیان کی ہے۔ قاضی صاحب کے مخصوص اور پُرشکوہ انداز بیان نے اس ناول کو اتنا پُراثر بنا دیا ہے کہ کتاب بس پڑھنے ہی سے تعلق رکھتی ہے۔ قیمت ۳/۷۵

فسانۂ عجائب کا تنقیدی مطالعہ (دوسرا اڈیشن) — سید ضمیر حسن دہلوی

رجب علی بیگ سرور کی مشہور عالم تصنیف "فسانۂ عجائب" اردو زبان کے چند نوادر کے زمرے میں آتی ہے جو روایت پر بنیاد ہونے کے باوجود تازہ روایت ہیں۔

جواں سال ادیب اور محقق سید ضمیر حسن صاحب نے اپنی اس تصنیف کے ذریعہ کلاسیکی ادب سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کو فسانۂ عجائب کے حقیقی مرتبے سے روشناس کرانے کی قابل ستائش کوشش کی ہے۔ اپنی اس کامیاب کوشش میں وہ نمایاں طور پر کامیاب بھی ہوئے ہیں۔

قیمت -/۳

ارکا پیتا (ناولٹ) مصنف: سلطانہ آصف فیضی

اس چھوٹے سے ناول میں کشمیر کی وہ صاف اور سچی تصویر پیش کی گئی ہے جس میں آپ کشمیر کے معصوم بچپن سے لے کر مجبور بڑھاپے تک اس کی مسلسل اور مختلف کیفیتوں بلکہ شخصیتوں کو درجہ بدرجہ بڑھتے اور پروان چڑھتے دیکھ سکیں گے۔ ایک بہترین اور دلچسپ ناول جسے ایک بار شروع کرنے کے بعد آپ پوری طرح پڑھے بغیر نہ رہ سکیں گے۔ قیمت ۲/۲۵

شعلۂ گل (شعری مجموعہ) جگر مراد آبادی

رئیس المتغزلین حضرت جگر مراد آبادی کا یہ دیوان پُرکیف اور بہار آفریں غزلوں کا مجموعہ ہے جس کا نام شعری ادب میں سرفہرست آتا ہے۔ ایک ایسا مجموعۂ کلام جو اپنے اندر بے پناہ رنگینیاں اور بہاریں سمیٹے ہوئے ہے۔ جس کی ہر غزل اور شعر خود بخود نغمہ بن کر لبوں پہ آجاتا اس کتاب پر جگر کو ساہتیہ اکاڈمی انعام عطا ہوا تھا۔ قیمت ۵/۵۰

تعلیمی خطبات ڈاکٹر ذاکر حسین

ماہر تعلیم محترم ذاکر صاحب مرحوم نے یہ خطبات مختلف موقعوں کے لیے مختلف لوگوں کے اصرار پر لکھے تھے۔ ان میں سے ہر خطبے کا موضوع یا تو تعلیم کا کوئی خاص بنیادی مسئلہ ہے یا کوئی اور اہم پہلو۔ ان میں مروجہ طریقہ، تعلیم کے نقائص، موجودہ تحریکات، جدید رجحانات اور تعلیم و تربیت کے نئے اصولوں پر عالمانہ اور محققانہ بحث کی گئی ہے۔ اُن کا حل تلاش کیا گیا ہے۔ ان خطبوں کا مقصد آپ کو بچی تعلیم اور تعلیم کے صحیح مقصد سے روشناس کراتا ہے

درس تدریس کا کام کرنے والوں کے لیے یہ کتاب بلا خوفِ تردید مشعلِ راہ ہے۔ قیمت ۴/۵۰

یادگار شخصیتیں مرتب: جواہر لال نہرو مترجم: رفیق محمد شاستری

اس کتاب میں مہاویر، گوتم بدھ سے لے کر مصطفےٰ کمال پاشا تک کے زمانے کی اہم مقتدر ہستیوں کا ذکر ہے۔ ان ہستیوں میں اوتار بھی ہیں پیغمبر بھی، مفکر بھی ہیں فلسفی بھی، حکمراں بھی ہیں سیاست داں بھی، دانشور بھی ہیں مصلح قوم بھی۔

بڑی بات یہ ہے کہ ان کے ذکر میں کسی روایتی عقیدے یا جذباتی لگاؤ کو دخل نہیں ہے۔ صرف تاریخی پس منظر میں پوری دیانت داری کے ساتھ انھیں دیکھنے اور پرکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ قیمت ۵/۵۰

کچھ پرانے خط (حصہ دوم) مرتب: پنڈت جواہر لعل نہرو مترجم: مولانا عبدالمجید الحریری

پنڈت جواہر لعل نہرو کے نام ملکی اور غیر ملکی سرکردہ ہستیوں کے ۲۷۱ خطوط کا بیش بہا مجموعہ۔

یہ خطوط ۱۹۳۸ء سے ۱۹۴۸ء تک کے زمانے کی نہ صرف سچی تاریخ پیش کرتے ہیں بلکہ ان کے ذریعہ بہت سے ایسے اہم واقعات بھی معلوم ہو جاتے ہیں جن سے ہم اب تک ناواقف رہے ہیں۔ قیمت -/۸

حسرت کی شاعری (تحقیق و تنقید) ڈاکٹر یوسف حسین خاں

حسرت کے شاعرانہ اوصاف اور اُن کی شخصیت کی عظمتیں بہت وسیع اور حد درجہ بسیط ہیں اور ڈاکٹر یوسف حسین صاحب نے انھیں نہایت معقولیت اور جامعیت کے ساتھ قلم بند کیا ہے۔ ترمیم اور اضافے کے بعد نیا اڈیشن۔ (زیر طبع)

قلم کا مزدور۔ پریم چند (سوانح) مدن گوپال

یہ کتاب منشی پریم چند کی داستان حیات ہے جس کو مدن گوپال صاحب نے برسہا برس کی طویل محنت کے بعد پریم چند کے خطوط، اُن کی تحریروں اور اُن کی شریک حیات کی لکھی ہوئی یادداشتوں کی مدد سے مرتب کیا ہے۔ کتاب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ تلخ ہو یا شیریں جو صحیح بات تھی من وعن پیش کر دی گئی ہے۔ قیمت -/۴

گنجہائے گراں مایہ (دوسرا اڈیشن) پروفیسر رشید احمد صدیقی

یہ کتاب اُن پندرہ عظیم المرتبت شخصیتوں کی زندگی سے متعلق ہے جو بیسویں صدی کا عکس ہیں۔ اب ہمارے درمیان نہیں رہے۔ ان شخصیتوں میں مفکر بھی ہیں اور عالم بھی، سیاست داں بھی، اور مصلح قوم بھی، شاعر بھی ہیں اور ادیب بھی۔

رشید صاحب کے مخصوص و منفرد انداز میں لکھی ہوئی اس کتاب کو جب آپ پڑھیں گے تو کبھی مسکرانے پر مجبور ہوں گے اور کبھی آہ سرد کھینچنے پر۔ (زیر طبع)

آشفتہ بیانی میری (چوتھا اڈیشن) پروفیسر رشید احمد صدیقی

رشید صاحب نے علی گڑھ کو نصف صدی تک دیکھا ہے۔ دیکھا ہے اور برتا ہے۔ اُن کو علی گڑھ سے بے پناہ عشق ہے۔ اس کتاب میں رشید صاحب نے اپنے ذاتی تاثرات اپنے مخصوص رنگ میں پیش کیے ہیں۔ اُن کے والہانہ رنگ کا لطف اس کتا

ایک خاص رنگ پیدا کر دیا ہے۔ جس کا اندازہ کتاب کو پڑھنے ہی سے ہو سکتا ہے
یوں بھی علی گڑھ اور اُس کی سابقہ روایات کو جاننے اور سمجھنے کے لیے اس کتاب
کا مطالعہ بے حد مفید ثابت ہوگا   قیمت -/۴

خنداں (طنز و مزاح) (پروفیسر رشید احمد صدیقی

رشید صاحب کی ۲۹ ریڈیائی تقریروں کا مجموعہ — ان تقریروں میں طنز و مزاح
کے انمول موتی بکھرے پڑے ہیں۔ 'خنداں' یقیناً ایسی کتاب ہے جو ہماری موجودہ
مصروف اور خشک زندگی کو تازگی بخش سکتی ہے۔   قیمت ۵/۲۵

پردیسی کے خطوط مجنوں گورکھپوری کے ۸ خطوط کا مجموعہ

"مکتوبات، روزنامچوں اور مکالمات کی صورت میں زندگی اور زندگی کے
مختلف شعبوں کے رموز و نکات اور مسائل و معاملات زیادہ دل نشینی کے ساتھ
سمجھائے جا سکتے ہیں"
اپنے اسی خیال کے پیش نظر مجنوں صاحب نے یہ خطوط سپرد قلم کیے ہیں جن میں چند
اہم موضوعات پر اپنے خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔ یہ خطوط تنقید و تنقیص اور
شعر و حکمت کا بہترین نمونہ ہیں   قیمت ۲/۷۵

اُردو ایسیز (تیسرا اڈیشن) سید ظہیر الدین مدنی

انگریزی میں (ESSAY) ایک مخصوص نہج اور اسلوب کے مقالے کو کہتے ہیں
ایسے مقالے ایک خاص قسم کے فکر و تصوّر کا نتیجہ ہوتے ہیں جن میں تجزیۂ جذبات،
نفسیاتی مطالعہ، منطقی استدلال فلسفیانہ تفکر، متصوفانہ استغراق، اور انشاء عالیہ
اسلوب، سب کچھ پایا جاتا ہے۔
" اردو ایسیز " میں مقالہ نویسی کی اس صنعت پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ نمونے
کے طور پر مختلف ادوار کے ایسیز (مقالے) بھی شامل کیے گئے ہیں۔ قیمت ۳/۵۰

غزل سرا (تحقیق و تنقید) مجنوں گورکھپوری

" غزل سرا " اُردو غزل گو شعراء میں سے ۱۳ مشہور شعراء کی غزلوں
کے تحقیقی اور تنقیدی مقالوں کا مجموعہ۔ یہ مقالے نہایت عمدہ انداز
میں لکھے گئے ہیں اور تنقید نگاری کے اصول اور معیار پر پورے اُترتے ہیں۔

کاروانِ فکر (اخلاقیات) **ڈاکٹر یوسف حسین خاں**

یوسف صاحب کے بصیرت افروز مقالات کا مجموعہ جس میں اخلاقی قدروں کو خاص طور پر اہمیت دی گئی ہے۔ فاضل مصنف نے ہر گتھی کو بڑے واضح اور مدلل انداز سے سلجھا کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ بالآخر نیکی ہی بدی پر غالب آتی ہے اور عمل ہی سے تقدیریں بنا کرتی ہیں۔ موصوف کے انداز فکر میں گہرائی ہے، معنویت ہے اور پھر زبان کا حسن ہے۔
قیمت ۳/۷۵

تذکرۂ جگر (سیرت و شخصیت) **محمود علی خاں جامعی**

محمود صاحب جگر کے ان مخصوص دوستوں میں تھے جنھوں نے مسلسل ۲۵ برس تک ان کو ہر حال اور ہر دور میں دور و نزدیک رہ کر دیکھا۔ اس کتاب میں اُن کی سیرت، اُن کے محاسن، ان کی کمزوریوں؛ غرض جگر صاحب کی پیدائش سے لے کر انتقال تک کی قریب قریب سب ہی ضروری باتوں کا ذکر آ گیا ہے۔ قیمت ۳/-

روحِ اقبال (چوتھا اڈیشن) **ڈاکٹر یوسف حسین خاں**

"اقبال معنی کا ایک سمندر ہے جس کے کناروں کا پتا نہیں"
"اقبال کے کلام پر جتنا غور کیجیے نئے پہلو روشن ہوتے ہیں"

ڈاکٹر یوسف حسین صاحب کی یہ معرکۃ الآرا تصنیف نہ صرف اقبال کے جملہ اساسی خیالات پر حاوی ہے بلکہ حقیقی معنوں میں اُن کے خیالات اور کلام کی روح بھی ہے۔ علامہ اقبال پر اس سے بہتر تصنیف ابھی تک سامنے نہیں آئی ہے۔ قیمت ۸/-

تنقید کیا ہے؟ (تحقیق و تنقید) **آل احمد سرور**

سرور صاحب کے یہاں انشاء پردازی اور ادبی چاشنی کا وہ عنصر پایا جاتا ہے جو اعلیٰ تنقید کی ایک مستحسن خصوصیت ہے۔ یہ کتاب تنقیدی مضامین کا ایسا مجموعہ ہے جس میں تنقید کے اصولوں پر بحث بھی ہے اور پوری کتاب اس کا جواب بھی (زیر طبع)

نقدِ اقبال (دوسرا اڈیشن) **حضرت میکش اکبرآبادی**

میکش اکبرآبادی کی اس اہم تصنیف کا مقصد علامہ اقبال کی تنقیدوں کو پرکھنا ان کے بعض متضاد نظریوں کی صراحت اور اُن میں مطابقت کی مناسب و کامیاب کوشش ہے۔ کتاب میں علامہ کے فلسفۂ خودی اور دوسرے دو فلسفے جن پر

ع
ینہ

نے نقد فرمایا ہے، ان پر بھی سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔
اقبال اور ان کے فلسفے کو سمجھنے کے لئے اس کتاب کا مطالعہ بہت ضروری ہے۔
قیمت ۴/۲۵

اردو مرثیہ (تاریخ مرثیہ) — سفارش حسین

اُردو مرثیے کی یہ تاریخ جو بڑی کاوش سے مرتب کی گئی ہے دو حصّوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصّے میں دکن کی مرثیہ گوئی کی ابتدا سے لے کر اس کے عروج تک کی داستان ہے اور پھر دوسرے حصّے میں شمالی ہند میں اس کے نئے انداز سے آغاز وارتقاء کا تمام حال مکمل اور مفصل حوالوں اور نمونوں کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ قیمت -/٦

موجودہ تعلیمی مسائل — عبدالقدوس علی بخش قادری

قادری صاحب، نفسیات خصوصاً تعلیمی نفسیات کے تجربے کار اور وسیع النظر استاد ہیں۔ یہ کتاب اُن کے ۲۲ مضامین کا مجموعہ ہے جن میں تعلیم و تربیت کے متعدد پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہ بتایا گیا ہے کہ سرپرستوں اور استادوں کو تعلیم و تربیت کے ساتھ ساتھ انسانی زندگی و تہذیب کے دوسرے کن کن پہلوؤں پر بھی نظر رکھنی چاہیے۔ قیمت ۲/۵۰

بنیادی استاد کے لیے — ڈاکٹر سلامت اللہ

یہ کتاب ڈاکٹر سلامت اللہ صاحب کے اُن تجربوں اور مشاہدوں کا نچوڑ ہے جو انھوں نے پندرہ بیس سال میں بنیادی تعلیم کے میدان میں حاصل کیے ہیں۔
بنیادی اسکولوں میں کام کرنے والے استادوں اور بنیادی ٹریننگ اسکولوں اور کالجوں میں تربیت حاصل کرنے والے طالب علموں کے لیے یہ کتاب بڑی مددگار ثابت ہوگی۔
قیمت ۴/۲۵

ہم کیسے پڑھائیں؟ (چوتھا اڈیشن) — ڈاکٹر سلامت اللہ

تعلیم اور طریقہ تعلیم پر یہ بہت ہی اہم اور مقبول ترین تصنیف ہے۔
کتاب کے شروع میں تعلیمی مواد کے انتخاب، تربیت اور باہمی ربط کے اصولوں پر بحث کی گئی ہے۔ پھر یہ بتایا گیا ہے کہ بچوں کے ذہن کو ان معلومات کو قبول کرنے کے لیے کس طرح تیار کرنا چاہیے۔ اُس کے بعد پڑھانے کے مختلف طریقوں کا مقابلہ کیا گیا ہے اور آخر میں درس و تدریس کے عملی مسائل پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ قیمت ۳/۵۰

۵

جامعہ کا طریقہ — عبدالغفار مدھولی

"جامعہ کا طریقہ" مدھولی صاحب نے تیس پینتیس سال کے اُن تجربوں کا نچوڑ ہے جو آپ
نے ابتدائی تعلیم کے میدان میں دن رات لگ کر حاصل کیے ہیں۔
یہ کتاب زیرِ تربیت استادوں ہی کے لیے نہیں اُن استادوں کے لیے بھی مفید ہوگی
جو مبتدی بچوں یا بڑوں کو اُردو یا ہندی پڑھنا لکھنا سکھاتے ہیں۔ اس میں طریقۂ تعلیم
کی وضاحت کے ساتھ ساتھ پڑھانے کے امدادی سامان بہم پہنچانے اور تیار کرنے کی
تدبیریں بھی بتائی گئی ہیں۔ قیمت ۲/۵۰

امن کا راستہ — عبدالغفار مدھولی

"امن کا راستہ" جشنِ آزادی سے لے کر گاندھی جی کی شہادت تک کی وہ تاریخی
دستاویز ہے۔ جسے پڑھ کر کبھی تو سر فخر سے بلند ہو جاتا ہے اور کبھی اُس کے بربریت اور
انسانیت سوز ہولناک مناظر دل ہلا کر رکھ دیتے ہیں۔ بربریت اور شرافت کی یہ تاریخی دستاویز
سلجھے ہوئے دماغوں کو فکر کی دعوت دیتی ہے قیمت ۳/-

تاریخ الامت (تاریخ اسلام) — مولانا اسلم جیراجپوری

روایات و واقعات کا سلسلۂ اسناد کہیں سے بھی منقطع نہیں ہونے پاتا۔ یہ امتیاز
صرف تاریخِ اسلام ہی کو حاصل ہو سکا ہے۔ اسی لیے اُمتِ محمدی کی تاریخ جوں کی توں محفوظ چلی
آرہی ہے۔

مولانا اسلم جیراجپوری مرحوم نے اسلامی تاریخ کی مستند اور قدیم کتابوں کو سامنے
رکھ کر بڑی جستجو اور تحقیق کے بعد تاریخ اسلام کا یہ سلسلہ مرتب فرمایا تھا۔ اُمتِ محمدیؐ کی
یہ تاریخ اپنی گوناگوں خوبیوں اور صحتِ واقعات کے سبب قومی نصاب میں
شامل اور ملک و بیرونِ ملک میں مقبول ہو چکی ہے۔

تاریخ الامت حصہ اوّل	سیرتِ رسول	(گیارھواں اڈیشن)	قیمت ۲/۵۰
" " دوم	خلافتِ راشدہ	(آٹھواں اڈیشن)	" ۴/-
" " سوم	خلافتِ بنی اُمیہ	(چھٹا اڈیشن)	" ۲/۷۵
" " چہارم	خلافتِ عباسیہ	(چوتھا اڈیشن)	" ۳/۲۵
" " پنجم	عباسیہ بغداد	(")	" ۳/۲۵

تاریخ الامت حصہ ششم عباسیہ مصر (تیسرا اڈیشن) قیمت ۳/۲۵
" " " ہفتم آلِ عثمان (دوسرا اڈیشن) " ۲/-
" " " ہشتم تاریخ اسلام اور قرآن (" ") " ۳/۲۵

دنیا کی کہانی (تاریخ) (نیا اڈیشن) پروفیسر محمد مجیب

مجیب صاحب بیک وقت مورخ بھی ہیں معلم بھی، ڈراما نگار بھی ہیں، افسانہ نگار بھی تاریخ تو جیسے آپ کا اوڑھنا بچھونا ہے۔

اس مختصر مگر انتہائی جامع اور اہم تصنیف میں مجیب صاحب نے ابتدائے آفرینش سے آج تک کی دنیا کی تاریخ کا جائزہ بڑے دل کش انداز میں لیا ہے۔ دنیا کی تاریخ، انسانی تہذیب اور مختلف تہذیبوں کے تقابلی مطالعے کے سلسلے میں یہ کتاب کیا طالب علم کیا استاد، دونوں کے لیے بے حد مفید ثابت ہوئی ہے (زیر طبع)

آزمایش (چوتھا اڈیشن) (ڈراما) پروفیسر محمد مجیب

۱۸۵۷ء کی ملک گیر عوامی تحریک کو انگریزوں نے غدر کا نام دیا تھا، پر یہ غدر نہیں تھا، بلکہ حصول آزادی کی تحریک کی طرف پہلا قدم تھا۔ بہت موثر قدم۔

"آزمائش" اسی پہلی جنگ آزادی سے متعلق ایک دل چسپ ڈراما ہے۔ ڈرامے میں اصل واقعات کو مستند تاریخی پس منظر میں پیش کیا گیا ہے۔ قیمت ۱/۷۵

کھیتی (ڈراما) پروفیسر محمد مجیب

اس ڈرامے میں نام نہاد قومی رہنماؤں کے ہتھکنڈوں کا پردہ نہایت خوبی اور دل کش انداز سے چاک کیا گیا ہے موجودہ حالات میں جب کہ کہیں کہیں لیڈری محض آمدنی اور نام آوری کا ذریعہ بن کر رہ گئی ہے اس کتاب کا مطالعہ اور بھی ضروری ہے۔ قیمت ۱/۲۵

انجام (ڈراما) پروفیسر محمد مجیب

مجیب صاحب کا ایک بہت ہی خوبصورت اور دل چسپ ڈراما جس کے متعدد اڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ یہ ڈراما مختلف یونیورسٹیوں کے نصاب میں بھی داخل ہے۔ آسانی سے اسٹیج بھی کیا جا سکتا ہے۔ قیمت ۱/۲۵

کیمیا گر (افسانے) پروفیسر محمد مجیب

مجیب صاحب نے بہت کم افسانے لکھے ہیں مگر جو لکھے ہیں وہ اپنی جگہ ایک سنگ میل

کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان افسانوں میں مجیب صاحب نے عام اور روایتی حسن و عشق سے گریز کیا ہے اور واقعاتی زندگی کی جھلکیاں بڑے خوبصورت انداز میں پیش کی ہیں۔ قیمت ۔/۲

خانہ جنگی (ڈراما) پروفیسر محمد مجیب

داراشکوہ، اورنگ زیب اور مراد کے باہمی اختلافات سلطنت مغلیہ کے زوال کا سبب بنے۔ حکومت کا شیرازہ بکھر گیا اور ایک ملک گیر انتشار برپا ہو گیا۔ اس ڈرامے میں اسی دور کی سچی عکاسی انتہائی دل چسپ انداز میں کی گئی ہے۔ یہ ڈراما اسٹیج بھی کیا جا سکتا ہے۔

قیمت ۱/۵۰

چند پروجیکٹ (تعلیم و تربیت) عبدالغفار مدھولی

جامعہ ملیہ اسلامیہ میں اب تک جتنے پروجیکٹ چلائے گئے ان میں سے منتخب پروجیکٹ یک جا کر کے کتاب کی شکل میں پیش کیے گئے۔ یہ کتاب جو استادوں کے لیے بڑی کارآمد ثابت ہوئی ہے، پروجیکٹ متھڈ کے ذریعے تعلیم دینے میں اُن کی رہنمائی کرے گی۔ قیمت ۲/۵۰

پردۂ غفلت (ڈراما) (نیا اڈیشن) ڈاکٹر سید عابد حسین

یہ ڈراما ہماری تہذیب و تمدن کی نہ صرف عکاسی کرتا ہے بلکہ ان نقوش میں دل کش رنگ آمیزی بھی کرتا ہے جن سے بچے اور بوڑھے دونوں لطف اندوز ہو سکتے ہیں قیمت ۱/۵۰

گاندھی جی بادشاہ خاں کے دیس میں مصنفہ پیارے لال ترجمہ ڈاکٹر سید عابد حسین

۱۹۳۹ء میں بادشاہ خاں نے گاندھی جی کو خدائی خدمت گاروں سے ملنے اور انھیں اپنا پیغام پہنچانے کی دعوت دی۔ گاندھی جی گئے۔ پورے صوبہ سرحد کا دورہ کیا اور جنگ جو پٹھانوں کو اپنی سیدھی سادی زبان میں اہنسا اور عدم تشدد کا پیغام دیا۔ گاندھی جی کے اس تاریخی اور اہم دورے کا حال اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیے۔ کتاب ایک دل چسپ سفرنامہ بھی ہے اور عدم تشدد اور اہنسا کے فلسفے پر عالمانہ بحث بھی۔

قیمت ۔/۵

ہندوستانی مسلمان آئینۂ ایام میں ڈاکٹر سید عابد حسین

- "ہندوستانی مسلمان کیا تھے، کیا ہیں اور کیا ہو سکتے ہیں"
- "کس طرح ہندوستانی مسلمان کو قومی دھارے سے الگ ہونے سے روکا جائے"

یہ ہیں وہ مسئلے جن پر عابد صاحب نے اس تصنیف میں بہت سلجھے ہوئے ا[illegible]

میں اپنے خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔ مسلمانوں کے مسائل سے دلچسپی رکھنے والے ہر شخص کو یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہیے۔ قیمت -/۸

میدانِ عمل ناول
منشی پریم چند
'میدانِ عمل' منشی پریم چند کا وہ مشہور ناول ہے جو اردو کا سب سے اچھا ناول تسلیم کیا جا چکا ہے۔ اس کا یہ چھٹا اڈیشن حال ہی میں شائع ہوا ہے۔ مجلد معہ خوبصورت گرد پوش
قیمت ۸/۵۰

گئودان (ناول) (چھٹا اڈیشن) منشی پریم چند
"گئودان" اردو کے بہترین ناولوں میں ممتاز جگہ کا مستحق ہے۔ اس میں کسان اور زمیندار، مزدور اور سرمایہ دار، شہری اور دیہاتی، جاہل اور تعلیم یافتہ ترقی پسند اور رجعت پسند، جنتا اور لیڈر اور اسی طرح کے متعدد ٹکرانے والے کرداروں کی زندہ اور جاندار تصویریں پیش کی گئی ہیں، ہندوستانی سماج اس کے روزمرہ مسائل، بھوک، تنگ دستی، لاگ ڈانٹ، سادگی، چالاکی، گھات، حیلے، جنس، اور اخلاق کے تمام نقوش ابھر کر سامنے آجاتے ہیں۔
قیمت ۱۰/۲۵

بیوہ (ناول) (چھٹا اڈیشن) منشی پریم چند
اس دردناک ناول میں منشی پریم چند نے سماج کی ٹھکرائی ہوئی ایک بیکس و لاچار ہندوستانی بیوہ کی پُر الم داستان اپنے مخصوص اور پُر اثر انداز میں بیان کی ہے۔ یہ ایک ایسا ناول ہے جسے آپ بار بار پڑھنے پر مجبور ہوں گے۔ قیمت ۲/۷۵

واردات (افسانے)
منشی پریم چند
منشی پریم چند کے تیرہ افسانوں کا مجموعہ جس کا ہر افسانہ اپنا ایک نمایاں مقام رکھتا ہے۔ یہ افسانے اس زمانے کے لکھے ہوئے ہیں جب منشی جی کا فن اپنے انتہائی عروج پر تھا۔ ادبی حسن و جمال اور فنی چابکدستی ان افسانوں کا طرۂ امتیاز ہے۔ قیمت -/۴

دروازے کھول دو (ڈراما) کرشن چندر
جب دلوں کے دروازے اور دماغوں کی کھڑکیاں تعصب اور نفرت کے گروہ جذبے کے تحت بند کر لی جاتی ہیں تو انسان عقل سے محروم اور تنگ نظری کا

شکار ہو کر رہ جاتا ہے ۔ یہ ڈراما ایسے ہی تنگ نظروں کے لیے ایک تازیانہ اور برائیوں کا معقول علاج ہے ۔ اس نے کتنے ہی زنگ خوردہ دروازے کھول دیئے ہیں ۔ ڈرامے کو بڑی آسانی سے اسٹیج کیا جا سکتا ہے ۔ قیمت ۲/۵۰

نئی بیماری (افسانے) جہندر ناتھ

عوام کی زندگی میں اتنا دکھ، اتنا کرب کیوں ۔ ؟ یہ بھوک، یہ بے روزگاری یہ افلاس، آخر یہ سب کیوں ؟؟ ۔ یہ ہیں وہ مسائل جنھیں جہندر ناتھ نے محسوس کیا ۔ نہ صرف محسوس کیا بلکہ ان کے اسباب اور ان کے حل افسانوں کی شکل میں ہمارے سامنے پیش کر دیے ہیں ۔ قیمت ۲/۵۰

کالے صاحب (افسانے) اوپیندر ناتھ اشک

اشک اردو اور ہندی کے مشہور و ممتاز افسانہ نگار ہیں ۔ اُن کی زبان صاف، ستھری اور رواں ہوتی ہے ۔ اس مجموعے کے ہر افسانے گھریلو، سیاسی، سماجی اور رومانی زندگی کی تلخیوں اور ناگواریوں کو حقیقی رنگ اور ایسے انداز میں پیش کیا ہے جو دل پر اثر کرتا ہے ۔ قیمت ۲/۵۰

راہِ عمل (ناول) صالحہ عابد حسین

محترمہ صالحہ عابد حسین صاحبہ اُن ممتاز ادیبوں میں سے ہیں جو اپنی نگارشات کو مقصدی بنانے کے ساتھ اصلاحِ سماج و معاشرت کے سبق دینے کا خیال رکھتی ہیں ۔ ' راہ عمل ' اُن کا ایک ایسا ہی اصلاحی اور سماجی ناول ہے ۔ ایک ایسے سرپھرے جوڑے کی کہانی ہے جس نے سماجی خدمت کا بیڑا اٹھایا تھا ۔ گھریلو زندگی کی جھلکیاں، رومان کی چاشنی، نکھری ستھری زبان اور دل کش انداز بیان ۔ ان سب چیزوں نے مل کر ناول کو بے حد دل چسپ بنا دیا ہے ۔
قیمت ۷/۵۰

نروان (افسانے) جیلانی بانو

محترمہ جیلانی بانو دورِ حاضر کی مقبول ترین ادیبہ ہیں ۔ اُن کا طرزِ تحریر دل کش اور انداز بیان صاف و شستہ ہوتا ہے ۔ ان ہی خوبیوں کے باعث آپ کی نگارشات اور خاص طور پر افسانوں کو قبول عام کی سند مل چکی ہے ۔

زوال، آپ کے چودہ افسانوں کا تازہ مجموعہ ہے۔ قیمت ۴/۷۵

پت جھڑ کی آواز (دوسرا اڈیشن) قرۃ العین حیدر

"آگ کا دریا" جیسے مشہور ناول کی مصنفہ محترمہ قرۃ العین حیدر صاحبہ کے آٹھ منتخب افسانوں کا مجموعہ مصنفہ کو اس مجموعے پر ساہتیہ اکیڈمی ایوارڈ ملا ہے۔

قیمت -/۶

ماں کی کھیتی (ناولٹ) مصنفہ چنگیز اعتماد وف مترجمہ قرۃ العین حیدر

دھرتی ماں کی گود کے ایک دور افتادہ چھوٹے سے گوشے میں کھیلی جانے والی کہانی جس میں نہایت سادگی کے ساتھ انقلابی حادثات، ان جلنے مصائب خاموش لگن اور انسان کے پُرعزم حوصلوں اور جدوجہد کی ایک دلچسپ اور صحیح کہانی پیش کی گئی ہے۔

قیمت -/۲

آدمی کا مقدر (ناولٹ) مصنفہ میخائیل شولوخوف مترجمہ قرۃ العین حیدر

میخائیل کا شمار اس صدی کے عظیم مصنفین میں کیا جاتا ہے۔ انھوں نے اس ناولٹ کا تانا بانا دوسری جنگ کے تلخ اور کربناک تجربوں کی روشنی میں بُنا ہے اور "آدمی کے مقدر" کی تخلیق کی ہے۔

"آدمی کا مقدر" میخائیل کی بہترین تخلیق قرار دی گئی ہے۔ قیمت -/۱

خیالی پلاؤ (بچوں کا ناول) دی میدی ویدیف مترجمہ قرۃ العین حیدر

اس کتاب میں دو دوستوں کی ایک ایسی کہانی پڑھنے کو ملے گی جنھیں جادو کے زور سے جون بدلنا آگیا تھا اور وہ اس کے ذریعے پہلے چڑیا، پھر تتلی اور بعد میں چیونٹی تک بن گئے۔ کیوں اور کیسے بنے؟ اور پھر کیا ہوا؟ اس کی پوری کہانی اس میں درج ہے۔ نہایت دل چسپ اور بے حد مزے دار۔

قیمت ۱/۷۵

ڈھگو (ناولٹ) مصنفہ آر فریمن ترجمہ: قرۃ العین حیدر

"ہماری زندگی ایک رفیع الشان بڑھتا اور پھولتا ہوا درخت ہے۔ اسے دکھاوے کے زیوروں سے سجانا بیکار ہے کیونکہ یہ اپنی قدرتی حالت میں ہی بے انتہا شاندار اور خوبصورت ہے۔" اس مختصر اور سیدھے سادے لکھے دل کش ناول پر یہ الفاظ پوری طرح صادق آتے ہیں۔ "یو وکیسی" ایک ایسو

ماں کی کہانی ہے جو پانچ یتیم بچوں پر اپنی ماںتا نچھاور کرتی ہے۔ یہ ایک ایسا ناول ہے جو پڑھنے والوں کے دلوں میں اُتر جائے گا۔ قیمت ۱/۷۵

سات سال مصنف: ملک راج آنند مترجم رضیہ سجاد ظہیر

سات سال، ملک راج آنند کی مشہور انگریزی ناول "سیون سمرز" کا اُردو ترجمہ ہے۔ ترجمہ محترمہ رضیہ سجّاد ظہیر نے کیا ہے۔"

یہ ایک عام ہندستانی بچّے کی معصوم شوخیوں اور بھولی شرارتوں سے بھرپور داستان ہے۔ انوکھے واقعات نے، انداز بیان کی سادگی و بے ساختگی نے ناول کو اتنا دلچسپ بنا دیا ہے کہ شروع کرنے کے بعد بغیر ختم کیے قرار نہیں آتا۔ قیمت ۵/۲۵

دلدل مصنف: بھبانی بھٹاچاریہ مترجم: رضیہ سجّاد ظہیر

یہ ایک دلچسپ سوشل ناول ہے۔ ناول کے ہیرو کالو، اور اس کی بیٹی چندر لیکھا کی ہنگامہ خیز داستان پُر لطف اور پُر اثر انداز میں بیان کی گئی ہے۔ قیمت ۴/۵۰

عروس نیل (سفرنامہ) سلطانہ آصف فیضی

بیگم فیضی نے اپنے قیام مصر کے تاثرات اس کتاب میں بہت ہی دلچسپ انداز میں پیش کیے ہیں۔ ترمیم و اضافہ کے بعد نیا اڈیشن۔ قیمت: ۳/۲۵

اوپر کی منزل (ڈرامے) کرتار سنگھ دُگل

ڈراما نگاری میں کرتار سنگھ دُگل کا اپنا ایک مقام ہے۔ اِن کے ڈراموں میں توازن، معقولیت اور معتدل قسم کی رومانیت ہوتی ہے۔ "اوپر کی منزل" ان کے ایک ایکٹ کے دس ڈراموں کا مجموعہ ہے۔ ٹیکنیک کے لحاظ سے ہر ڈرامہ مکمل ہے۔ قیمت ۴/-

شکستِ ناتمام (ناول) مصنف اسٹین بیک مترجم: زہرہ سیّدین

اسٹین بیک امریکہ کے صاحب طرز ادیب اور مشہور ناول نگار ہیں۔ اُن کے ناول اپنے اچھوتے پلاٹ اور اعلیٰ کردار نگاری کے لحاظ سے نمایاں انفرادیت کے حامل ہوتے ہیں۔ "دی مون اِز ڈاون" اُن کا وہ شاہکار ناول ہے جس میں مذکورہ دونوں خوبیاں بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں۔

محترمہ زہرہ سیّدین نے اس شاہکار ناول کا اُردو ترجمہ اتنی سلیس اور بامحاورہ

زبان میں کیا ہے کہ ترجمے پر اصل کا گمان ہوتا ہے۔ قیمت -/۲

آئینۂ ایام (ڈرامے) مصنف جے۔ بی۔ پریسٹلے مترجم: خلیق احمد

انگریزی کے ادیبوں میں پریسٹلے بین الاقوامی شہرت حاصل کرچکے ہیں "آئینہ ایام" اُن کے تین مشہور آفاق ڈراموں کا ترجمہ ہے۔ یہ ڈرامے اردو دنیا میں بڑی قدر اور بہت پسندیدگی کی نظر سے دیکھے گئے ہیں۔ قیمت ۳/۵۰

چراغوں کا سفر (افسانے) رام لعل

رام لعل کا تعلق اُردو افسانہ نگاروں میں اس نسل سے ہے جو کرشن چندر، راجندر سنگھ بیدی اور سعادت حسن منٹو کے سامنے آئی ہے۔ ان کی کئی کتابوں پر حکومت اتر پردیش سے انعامات بھی مل چکے ہیں "چراغوں کا سفر" آپ کے ۱۶ مختصر کامیاب ترین افسانوں کا مجموعہ ہے۔ قیمت -/۴

باپ بیٹے (ناول) مصنفہ: ترگنیف ترجمہ: انور عظیم

روسی مصنف ترگنیف کی مشہور تخلیق "فادر اینڈ سنز" کا ترجمہ۔ اس ناول کو حقیقت پسندی کی ایک زندۂ جاوید روایت کا درجہ حاصل ہے اور پوری داستان اپنے اندر بڑی کشش اور بےباکی رکھتی ہے۔ قیمت -/۵

ایک تھی انیتا (ناولٹ) مصنفہ: امریتا پریتم ترجمہ: ظفر ادیب

"امریتا پریتم" کا شمار ملک کی ان لکھنے والیوں میں ہوتا ہے جو اب کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ "ایک تھی انیتا" پنجابی زبان میں کافی مقبولیت حاصل کرچکی ہے اور اپنے طرز کے انوکھے اور چونکا دینے والے اس ناول کا اُردو ترجمہ پہلی بار شائع ہوا ہے۔ قیمت ۳/۲۵

سراج الدولہ (ڈراما) مصنف: سچین سین گپتا مترجم: اشفاق حسین

نواب سراج الدولہ کی حُبّ الوطنی، میر جعفر کی غداری اور انگریزوں کی شرمناک چالوں پر مبنی ایک انتہائی سبق آموز اور پُرحقیقت ڈراما۔ زوردار اور دل پر اثر کرنے والے مکالمے اس ڈرامے کی جان ہیں۔ یہ ڈرامہ آسانی سے کھیلا بھی جاسکتا ہے۔

قیمت ۱/۵۰

اپنے دُکھ مجھے دے دو (افسانے) راجندر سنگھ بیدی

بیدی اُن افسانہ نگاروں میں ہیں جو کم لکھتے ہیں مگر جب لکھتے ہیں تو لکھنے کا حق ادا کر دیتے ہیں۔ زبان کی سادگی، ماحول کی خوب تر مصوّر کشی اور کرداروں کو اُن کے فطری رنگ میں پیش کرنا بیدی کا طرۂ امتیاز ہے

"اپنے دکھ مجھے دے دو" بیدی کے ایسے ہی منتخب افسانوں کا مجموعہ ہے۔
(زیر طبع)؟؟

دانہ و دام (افسانے) راجندر سنگھ بیدی

افسانوں کا یہ مجموعہ زندگی کی ان بھول بھلیوں کی سیر کراتا ہے جو تلخ ہوتے ہوئے بھی خوشگوار ہیں۔ یہ حسین نظارے اپنے اندر اتنی کشش رکھتے ہیں کہ آدمی جان بوجھ کر انسان بنتا پسند کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ برابر ان میں گم ہوتا رہے۔ (زیر طبع)؟؟

خیالستان (افسانے) سجاد حیدر یلدرم

"خیالستان" یلدرم کے مختصر افسانوں کا مجموعہ ہے، بولتی چالتی تصویروں کا یہ حسین مرقع انداز کے محاسن گوناگوں سے مرصّع ہے اور لطیف جذبات، نازک شاعرانہ خیالات اور ظرافت کے شگفتہ پھولوں سے آراستہ ہے۔ قیمت ۳/۷۵

موت پر فتح (ڈراما) جیالال ساز

تین ایکٹ کا ایک کامیاب ڈراما۔ جس کو حکومت پنجاب نے ۱۹۶۲ء کا بہترین ڈراما قرار دے کر مصنّف کو انعام سے بھی نوازا تھا۔ اس ڈرامے کی کہانی ایک تلخ حقیقت ہے جو انسان کو غور و فکر کی دعوت دیتی ہے۔ یہ ڈرامہ اسٹیج بھی کیا جا سکتا ہے۔ قیمت ۱/۲۵

نقشِ آخر (ڈراما) اشتیاق حسین قریشی

۱۹ ویں صدی کے وسط میں کچھ ایسے تغیرات رونما ہوئے جنھوں نے ہماری بہت سی خصوصیات کو مٹا دیا۔ اس تاریکی میں جب کسی طرف کوئی شعاع امید نظر نہ آتی تھی۔ ایک نیا ستارہ چمکا جس نے ایک حیرت انگیز انقلاب پیدا کیا۔ یہ ڈراما اسی انقلاب کی کہانی ہے۔ بارہا کامیابی کے ساتھ اسٹیج بھی کیا جا چکا ہے۔

قیمت ۱/۲۵

بچوں کی کتابیں

ذہب

کان اسلام

مولانا اسلم جیراجپوری

کلمہ پاک، نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ — اسلام کی بنیاد ان پانچ چیزوں پر ہے
اس کتاب میں ان ہی ارکان کے بارے میں مفید باتیں بتائی گئی ہیں۔ قیمت ۵۰ پیسے

حضرت

الیاس احمد مجیبی

دس گیارہ سال کی عمر کے بچوں کے لیے رسول مقبولؐ کے حالات زندگی — بڑی آسان
زبان میں، بڑے دلچسپ انداز میں لکھے گئے ہیں۔ قیمت ۶۵ پیسے ہندی ۶۰ پیسے

ک کہانیاں (اوّل دوم)

مولانا مقبول احمد سیوہاروی

عہد نبویؐ، عہد صحابہؓ اور ان کے بعد کے زمانے کے درویشوں کی سچی کہانیاں — ان میں
عبرت ہے، روحانی مسرت ہے، نصیحت ہے اور صحیح اور سچی تعلیم بھی ہے۔ کتاب
دو حصّوں میں شائع کی گئی ہے۔ قیمت ۲/۳۵

چار یار

الیاس احمد مجیبی

خلفائے راشدین کی پاک زندگیوں کے صحیح حالات سادہ اور سلیس زبان میں اور
بڑے دل نشین پیرائے میں بیان کیے گئے ہیں۔ قیمت ۱/۳۰

خلفاء اربعہ

خواجہ عبدالحیٔ فاروقی

رسول مقبولؐ کے چاروں اصحابؓ کے حالات زندگی — یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ان اصحابؓ
کے عہد میں عرب کی کیا حالت تھی اور ان کے دور میں اسلام نے کیا کیا ترقیاں کیں۔
قیمت ۲/۲۵

رسول پاک

مولانا عبدالواحد سندھی

رسول پاک صلعم کون تھے؟ کہاں کے رہنے والے تھے؟ آپ نے انسانوں کو کیا تعلیم دی؟
ان تمام سوالوں کا جواب اس کتاب میں موثر انداز میں دیا گیا ہے۔ بڑے بچوں کے
لیے سیرت پر یہ ایک اچھی کتاب ہے۔

قیمت ۱/۸۰

سرکارِ دوعالم — محمد حسین حسّان

سرورِ کائنات ؐ پر بڑے بچوں کے لیے ایک ایسی کتاب جسے بے انتہا مقبولیت حاصل ہوئی۔ اسے پڑھانے والوں نے بھی پسند کیا اور پڑھنے والوں نے بھی۔ قیمت - ۲/

عقائدِ اسلام — مولانا اسلم جیراجپوری

یہ چھوٹی سی کتاب مسلمان بچوں کو اسلامی عقائد سکھانے کے لیے سلیس عبارت میں لکھی گئی ہے۔ اندازِ بیان سادہ اور صاف ہے۔ بچے بڑی دل چسپی سے پڑھتے اور آسانی سے سمجھ لیتے ہیں۔ — قیمت ۵۰ پیسے

مسلمان بیبیاں — مولانا اعجاز الحق قدوسی

اس کتاب میں صحابیاتؓ کے مذہبی، اخلاقی اور معاشرتی حالات بیان کیے گئے ہیں۔ لڑکیوں کی تعلیم و تربیت، مذہبی اور اخلاقی معلومات کے سلسلے میں یہ کتاب بہت مفید ثابت ہوئی ہے۔ — قیمت ۷۵ پیسے

نبیوں کے قصّے — مولانا خواجہ عبدالحیٔ فاروقی

حضرت آدمؑ سے حضرت عیسیٰؑ تک کے اُن ۱۶ خاص خاص پیغمبروں کی زندگی کا حال جن کا ذکر قرآن پاک میں بھی آیا ہے۔ یہ حالات بچوں کے لیے آسان زبان اور دل چسپ انداز میں لکھے گئے ہیں۔ — قیمت ۱/۲۵

ہمارے رسولؐ — مولانا خواجہ عبدالحیٔ فاروقی

بارہ سے چودہ سال کے بچوں کے لیے سیرتِ رسولِ پاکؐ سب سے زیادہ مقبول اور مفید کتاب۔ یہ کتاب اب تک لاکھوں کی تعداد میں چھپ چکی ہے۔ قیمت ۱/۶۵

ہمارے نبی — سیّد نواب علی رضوی

آں حضرتؐ کی سیرت پر یہ کتاب سات آٹھ سال کے بچوں کے لیے لکھی گئی ہے اس لیے زبان بہت ہی آسان ہے اور انداز بیان بہت سادہ ہے۔ بچے اسے بڑے شوق سے پڑھتے ہیں۔ — قیمت اردو ۷۵ پیسے، ہندی ۸۰ پیسے

معلومات

آدمی کی کہانی — مشتاق احمد

دنیا کی پیدائش سے طوفانِ نوحؑ تک زمین کی سطح پر انسانی زندگی نے کیا کیا رنگ

زمین کی ابتدائی تاریخ پر ایک دلچسپ کتاب۔ رنگین ٹائٹل اور بہت سی تصویروں سے
مزین۔ قیمت ۱/۲۵

...لی عجائب خانہ محمد حسین حسان
یہ انوکھی کتاب نئی پود میں گھریلو چیزوں کے ذریعے مشاہدے اور سائنس کا شوق
پیدا کرانے کی غرض سے لکھی گئی ہے۔ معلومات سے لبریز کتاب مفید بھی ہے اور
دلچسپ بھی۔ کتاب چار حصوں میں چھپی ہے۔ قیمت ۱/۸۰

...کی کہانی علی احمد خاں
آج بجلی نہ ہو تو سارے کاروبار چوپٹ ہو جائیں۔ اس بجلی کو کن کن لوگوں نے
دریافت کیا؟ کس کس طرح یہ پیدا کی جاتی ہے؟ اس کا پورا پورا حال اس کتاب
میں پڑھیے۔ قیمت ۵۰ پیسے

...دا کی کہانی محمد عبدالغفور
ایک بہت بوڑھے بڑ کے درخت نے یہ کہانیاں بچوں کو سنائی ہیں۔ ان کہانیوں میں
بھارت کی برسہا برس کی تاریخ پوشیدہ ہے۔ ایسی تاریخ جو بڑی بڑی کتابوں میں
بھی شاید آپ کو نہ مل سکے قیمت ۵۶ پیسے

...خ ہند کی کہانیاں (حصہ اوّل) خجستہ سلطان
ہزاروں سال پہلے سے لے کر چینی سیاح فاہیان کی آمد تک ہندستان کے تاریخی
حالات کہانیوں کی شکل میں — زبان آسان — انداز دلچسپ۔ قیمت ۸۰ پیسے

...یخ ہند کی کہانیاں (حصہ دوم) ضیاء الرحمٰن
ہندستان میں مسلمانوں کی آمد سے شہنشاہ اورنگ زیب تک کے زمانے کی تاریخ۔
مسلمان بادشاہوں کے حالات اور مسلمان حکومتوں کے عروج و زوال کی کہانی
آسان اور سادہ زبان میں قیمت ۱/-

...ریخ ہند کی کہانیاں (حصہ سوم) مشتاق احمد اعظمی
سلطنت مغلیہ کے آخری زبردست شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے بعد سے
۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی تک کے تمام اہم تاریخی واقعات اس کتاب میں بچوں
کے لیے کہانیوں کے انداز میں لکھے گئے ہیں۔ قیمت ۸۰ پیسے

تاریخ ہند کی کہانیاں (حصہ چہارم) — مشتاق احمد اعظمی

انگریزوں کی ہندوستان میں آمد سے لے کر آزاد ہند فوج کے قیام تک کے تاریخی واقعات — انگریزی راج کے خلاف ہندوستانیوں کی متحدہ آواز اور حصول آزادی کی جد و جہد کی مکمل داستان۔

قیمت ۹۵ پیسے

چٹانوں کی کہانی — محمد امین

زمین کے اندر چھپی ہوئی ہر چٹان زمین کی تاریخ کا ایک اہم ورق ہے۔ اس کتاب میں ایسی ہی چٹانوں کا ذکر کیا گیا ہے جن کے ذریعے ہم زمین کی کروڑوں سال پرانی تاریخ معلوم کر سکتے ہیں۔

قیمت 1/75

خبر رسانی کے طریقے — رفیعہ منظور الامین

اس کتاب میں بچوں کو بہت سیدھے سادے انداز میں یہ بتایا گیا ہے کہ ریڈیو، ٹیلیفون، ٹیلی گراف، ٹیلی پرنٹر اور ٹیلیفون کے ذریعے خبریں ایک جگہ سے دوسری جگہ کیسے بھیجی جاتی ہیں۔ کتاب دلچسپ بھی ہے اور مفید بھی۔

قیمت ۸۵ پیسے

دنیا کے بچے — محمد حسین حسان

چوتھی پانچویں جماعت کے بچوں کے لیے دنیا کے ۱۲ ملکوں کے حالات نہایت آسان زبان میں لکھے گئے ہیں۔ بڑی دلچسپ کتاب ہے۔ بے شمار اڈیشن نکل چکے ہیں۔ پوری کتاب تصویروں سے مزین ہے۔

قیمت ۸۰ پیسے

دنیا کے بسنے والے — سید بشیر حسین زیدی

برفانی علاقوں میں رہنے والے اسکیمو، ریگستان میں رہنے والے عرب بدو، افریقہ کے بونے اور اسی طرح کے چند قبیلوں اور قوموں کے حالات پر — یہ کتاب معلوماتی بھی ہے اور دلچسپ بھی۔

قیمت ۷۵ پیسے

دہلی — ڈاکٹر مجاہد حسین زیدی

دلی سات دفعہ بسی، سات دفعہ اجڑی۔ آٹھویں بار بسی تو نئی دہلی کہلائی۔ اس کتاب کو پڑھ کر آپ آٹھوں دلیوں کی سیر کا لطف گھر بیٹھے اٹھا سکتے ہیں۔ کتاب میں نقشے بھی ہیں اور تصویریں بھی۔

قیمت 1/50

ابندر ناتھ ٹیگور — صفدر حسین

مشہور عالم ہندوستانی ادیب، شاعر اور فن کار — ٹیگور کی زندگی کے حالات اور کارناموں پر بچوں کے لیے اس سے بہتر کوئی اور کتاب اُردو میں اب تک نہیں لکھی گئی۔ قیمت ۱/۲۵

سماجی زندگی — احمد شبلی و غلام ابرار

بچوں کے لیے سماج کے علم پر بہت ہی مفید کتابیں ہیں۔ یہ بچوں کا ذہن نکھار کر نہ صرف انھیں ایک اچھا شہری بننے کا گُر سکھاتی ہے بلکہ خوشگوار ماحول میں مشترک زندگی گزارنے کا راز بھی بتاتی ہیں۔ قیمت حصّہ اول ۵۶ پیسے۔ دوم ۸۰ پیسے سوم ۸۱ پیسے چہارم ۸۱ پیسے

سمندر کے کنارے — سلطانہ آصف فیضی

اس کتاب میں سمندر کے ساحلی علاقوں میں پائی جانے والی مخلوق اور ساحل پر سمندری کیفیتوں اور تبدیلیوں کی کہانی بڑے دلچسپ انداز میں بیان کی گئی ہے۔ رنگ برنگی تصویروں نے کتاب کی افادیت اور دلچسپی کو دوگنا کر دیا ہے۔ قیمت ۱/۳۰

سمندر کے نیچے — سلطانہ آصف فیضی

اس کتاب میں گہرے سمندر میں بسنے والے عجیب غریب جانداروں اور انوکھے پیڑ پودوں کا حال قصے کے پیرائے میں بیان کیا گیا ہے۔ "سمندر کے کنارے" کی طرح یہ کتاب بھی معلومات سے بھری ہوئی ہے۔ قیمت -/۲

قدرت کے کرشمے — مرتبہ: مکتبہ جامعہ

ہوا، بادل، آسمانی بجلی، آتش فشاں پہاڑ اور زلزلے اور ٹوٹنے والے تارے — ان سب کے بارے میں بڑی معلوماتی کتاب، مفید اور انتہائی دلچسپ کتاب کتاب میں تصویریں بھی ہیں اور نقشے بھی۔ قیمت ۶۲ پیسے

میر انیس — محمد حسین حسان

یہ کتاب اُردو کے مشہور شاعر اور باکمال مرثیہ گو حضرت میر انیس پر بچوں کے لیے لکھی گئی ہے۔ اس میں میر انیس کی زندگی کے مکمل حالات بھی ہیں۔ اُن کی

شاعری کی خصوصیات بھی بتائی گئی ہیں اور ان کے کلام کا نمونہ بھی دیا گیا ہے۔
قیمت ۱/۲۵

ہماری پارلیمنٹ
کیلاش چندر

سیدھی سادی زبان میں بچوں کے لیے ایک مفید کتاب! قانون کیا ہے؟ پارلیمنٹ قانون کیسے بناتی ہے؟ پارلیمنٹ کے ممبر کیا کرتے ہیں؟ یہ سب باتیں بہت ہی سادہ انداز میں سمجھائی گئی ہیں۔ بچے تو بچے بڑے بھی اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔
قیمت ۱/۵۰

کہانیاں، ناول اور ڈرامے

اُس نے کیا کرنا جانا
آصفہ مجیب

اس کتاب میں دو کہانیاں — دونوں مزے دار اور سبق آموز۔ عمدہ کتابت، صاف ستھری چھپائی اور رنگین ٹائیٹل۔
قیمت ۳۷ پیسے

پریم کی جیت
اسد اللہ کاظمی

محبت اور پریم کے برتاؤ سے کیا کچھ حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ اس خوب صورت ڈرامے میں گڑ کی یہی بات بڑے دل چسپ انداز میں بیان کی گئی ہے۔
قیمت ۳۷ پیسے

تانبیل خاں
محمد حسین حسان

چھوٹے میاں کی مزے دار آپ بیتی۔ کوئی انھیں پکڑ کر پانی کے جہاز پر لے گیا۔ جہاز ڈوب گیا۔ یہ بچ گئے۔ پھر کیا ہوا؟ یہ کہانی میں پڑھیے بڑی مزے دار کہانی ہے۔
قیمت ۳۰ پیسے

ترکوں کی کہانیاں
مرتبہ: مکتبہ جامعہ

حب الوطنی، ایثار، قربانی اور پاسِ عہد کی خوبے مثال ترکی کہانیوں کا اُردو ترجمہ۔ سب ہی کہانیاں بڑی دل چسپ اور سبق آموز ہیں۔
قیمت ۵۵ پیسے

تیس مار خاں کے کارنامے
م۔ ندیم

دھان پان تیس مار خاں اور ان کے مریل گھوڑے "اڑن طشتری" کے کارنامے۔ ایسے مزے دار ایسے دل چسپ کہ آپ ہنستے ہنستے لوٹ

ہو جائیں گے۔ قیمت ۵۰/۱

تین اناڑی عصمت چغتائی

گُڈو، ہیلو اور منٹو — تین بچے کیسی کیسی انوکھی شرارتیں کرتے ہیں۔ شرارتوں سے بھرپور یہ ناول بالکل بچوں کی زبان میں لکھا گیا ہے۔ بڑا ہی دلچسپ ناول ہے۔

قیمت ۴۰/۱

چقماق کی ڈبیا برکت علی فراق

جادو کی ایک چھوٹی سی ڈبیا کے کارنامے — اس ڈبیا نے ایک غریب سپاہی کو سپاہی سے "سپاہی بادشاہ" بنا دیا۔ بہت مزے دار کہانی ہے۔ قیمت ۴۰ پیسے

چمپاوت کا آدم خور شیر محمد معین

اگر آپ کو شکار کا شوق ہے تو اس کتاب کو ضرور پڑھیے۔ یہ ایک بڑے خوفناک آدم خور کی سچی کہانی ہے۔ اس شیر کو مشہور شکاری جم کاربیٹ کئی ماہ کی مسلسل کوشش کے بعد مار پائے تھے۔ قیمت ۲۵ پیسے

ستاروں کی سیر کرشن چندر

کرشن چندر نے بچوں کے کئی اچھے ناول لکھے ہیں۔ "ستاروں کی سیر" اُن کا بڑا دلچسپ سائنسی ناول ہے۔ اسے ضرور پڑھیے۔ قیمت ۷۵/۱

کوسے دادا مجیب احمد خاں

اس دلچسپ کتاب میں جنوبی امریکہ کے ملک برازیل کے گھنے جنگلوں میں رہنے والے قبیلوں اور انوکھے جانوروں کے حالات بڑے ڈرامائی انداز میں لکھے گئے ہیں۔ بھلا مجال کیا جو آپ کتاب شروع کرنے کے بعد ہاتھ سے رکھ دیں۔ اپنے انداز کی بالکل انوکھی کتاب ہے۔ قیمت ۷۵/۱

لال مرغی عبدالواحد سندھی

ایک تھی لال مرغی — بڑی چالاک۔ غضب کی ہوشیار۔ اُس نے تو مکار لومڑی تک کو چکمہ دے ڈالا۔ لال مرغی کی چالاکیاں اس کتاب میں پڑھیے۔ قیمت ۵۰ پیسے

مزہ چکھائیں گے مرتبہ: مکتبہ جامعہ

ایک بے وقوف حجام اور اس کی عقلمند لڑکی کی دلچسپ کہانی — اسی کے ساتھ

نکڑ ہارے کے ناپ کی مزے دار کہانی بھی اس کتاب میں آپ کو پڑھنے کو مل جائیگی
قیمت ۲۵ پیسے

مزے دار پہیلیاں
محمود علی خاں

پہیلیاں پوچھنا اور بوجھنا آپ سب ہی کو اچھا لگتا ہے۔ اس کتاب میں دو سَو سے زیادہ پہیلیاں ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ آخر میں ہر پہیلی کی بوجھ بھی لکھ دی ہے۔
قیمت: ۶۵ پیسے

ننھا ٹٹو
خورشیدہ سلطان

دوسری تیسری جماعت کے لیے بکری کے ننھے منے بچّے کی مزے دار کہانی سے مزے دار بھی ہے اور سبق آموز بھی۔
قیمت ۳۰ پیسے

خطِ کتابت اُردو کورس

پہلی کتاب	-/۷۵
دوسری کتاب	۱/۵۰
تیسری کتاب	۱/۷۵

قاعدہ یسّرنا القرآن

مکتبہ جامعہ نے تعلیمی اصولوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے قاعدہ یسّرنا القرآن کو نئی ترتیب آسان و عام فہم ہدایتوں کے ساتھ شائع کیا تھا۔ اس قاعدہ کو بحمد اللہ والدین اور معلّمین دونوں نے بہت پسند کیا۔ اظہارِ پسندیدگی کے ساتھ ہی ہمارے بعض کرم فرماؤں نے قاعدہ کو اور بہتر بنانے کے سلسلے میں اپنی گراں قدر تجویزوں سے بھی نوازا۔

ان تجویزوں کی روشنی میں قاعدہ یسّرنا القرآن کا دوسرا اڈیشن شائع ہو گیا ہے۔

سائز: ۲۰ × ۲۹ / ۸ سفید گلیز کاغذ، آفسیٹ کی چھپائی

تعلیم بالغان کے سلسلے کی کتابیں

ابتدائی کتاب

دس سبق مرتبہ: ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ -/۲

پیشے

احمد خاں دکان دار مرتبہ ادارہ تعلیم و ترقی -/۳۱
بڑھئی " " " -/۳۱
بہشتی " " " -/۳۱
پیارے خانساماں " " " -/۳۱
تانگے والا " " " -/۳۱
حفیظ خانساماں " " " -/۳۱
کلّو حلوائی " " " -/۳۱
عبدالرحمان راج " " " -/۳۱
مرغی پالیے " " " -/۵
نصیب خاں حجام " " " -/۳۱

تمدن و معاشیات

سرکاری ٹیکسوں کے راز " " -/۳۱
ضلع کی سرکار " " " -/۳۱
کارخانوں کے قانون " " " -/۳۱

جھلکیاں

احمد علی " " " -/۳۱
احمد ندیم " " " -/۳۱
اکبر الہ آبادی " " " -/۳۱
حیات اللہ انصاری " " " -/۳۱
سہیل عظیم آبادی " " -/۳۱
سید سلیمان ندوی " " -/۳۱

عبدالحق مرتبہ ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ -/۳۱
میرا امن " " " " -/۳۱
نذیر احمد " " " " -/۳۱

حفظان صحت

دق اور اس کا علاج " " -/۳۱
زچہ بچہ " " " -/۳۱
طاعون اور چیچک " " " -/۳۱
فوری علاج (ہڈی ٹوٹنا) " " -/۳۱
فوری علاج (حادثہ) " " -/۳۱

ڈراما

استری دھن " " " " -/۳۱
ٹھیک بات چیت کی ہے " " " -/۲

سوانح حیات

اجمیری خواجہ " " " " -/۲۱
امیر خسرو " " " " -/۳۱
سوامی دیانند " " " " -/۳۱
غوث پاک " " " " -/۳۱
کرشن کنہیا " " " " -/۳۱
گاندھی حصہ اول " " " " -/۳۱
گاندھی جی حصہ دوم " " " -/۳۱
گرو نانک " " " " -/۳۱
مصطفےٰ کمال " " " " -/۳۱
نظام الدین اولیا " " " -/۳۱

کہانیاں

کہانیاں حصہ اول مرتبہ تعلیم و ترقی جامعہ ۳۱/-
کہانیاں حصہ دوم " " " ۳۱/-
پنچ تنتر حصہ دوم " " " ۳۱/-
پنچ تنتر حصہ سوم " " " ۳۱/-

کھیتی باڑی

اپنی کھیتی ایک چک کرو " " ۳۱/-
آم کے باغ لگائیے " " ۳۱/-
پپیتے کے باغ لگائیے " " ۳۱/-
پھلوں کی کھیتی " " ۳۱/-
پیڑوں کی کاٹ چھانٹ " " ۳۱/-
جانور بھلا چنگا رہے " " ۳۱/-
ساگ سبزی اگائیے " " ۳۱/-
کوآپریٹو فارمنگ " " ۳۱/-
کھاد بنائیے " " ۳۱/-

لیمو، انار، بیر مرتبہ تعلیم و ترقی جامعہ ۳۱/-
مقدمے کی مار " " " " ۳۱/-
نتھو دھوان ہوگیا " " " ۳۱/-
ہرا چارہ ہرا رہے " " " ۳۱/-

مذہب

ابوداؤد شریف " " " ۳۱/-
کفن دفن " " " ۳۱/-
نسائی شریف " " " ۳۱/-

معلومات

چاند تارے " " " ۳۱/-
دن رات " " " ۳۱/-
ہوائی جہاز حصہ دوم " " " ۳۱/-

متفرق

پنجابی لوک گیت " " " ۳۱/-
کہاوتیں " " " ۳۱/-

تعلیم بالغان کے سلسلے کی نئی کتابیں

ادارہ تعلیم و جامعہ نے کم پڑھے لکھے بالغوں اور بچوں کے لیے مختلف موضوعات پر اچھی اور بڑی معلوماتی کتابیں لکھوائیں۔ اچھے کاتبوں سے لکھوایا اور بلاکوں کے ذریعے چھپوایا۔ یہ کتابیں نہ صرف مواد کے لحاظ سے معیاری ہیں بلکہ حسن کتابت کے لحاظ سے اپنا ثانی نہیں رکھتیں بیشتر کتابیں خوب صورت تصویروں سے بھی مزین ہیں۔ ان خوبیوں کے باوجود قیمتیں بہت کم رکھی گئی ہیں۔

آستین کا سانپ محمد حسین حسان ۵۰/-
الٹی دوا " " ۵۰/-
برف کا گھر " " ۵۰/-

برف کے تیرتے پہاڑ مجیب احمد خاں ۵۰/-
بادشاہ کے کپڑے مشیر فاطمہ ۵۰/-
بچے کی بری عادتیں ڈاکٹر پی رنج موگا ۵۰/-

ہماری درسی کتابیں

نوٹ :۔ درسی کتابوں کی فرمائش بھیجتے وقت یہ ضرور لکھیے کہ آپ کو کون سی ریاست کی منظور شدہ کتابیں درکار ہیں۔

اُردو			
اردو قاعدہ سادہ	۲۹/-	اردو کی آٹھویں کتاب	۱/۸۶
		ہندی	
اُردو قاعدہ رنگین	۳۲/-	سرل ہندی پرائمر	۲۶/-
اردو کا بنیادی قاعدہ نیا معہ کے طریقے سے ...		ہندی پرائمر اوّل	۲۵/-
اردو کی پہلی کتاب	۴۰/-	ہندی پرائمر دوم	۲۵/-
اردو کی دوسری کتاب	۷۱/-	بال پریم اول دوم	۱/۰
اُردو کی تیسری کتاب	۱/۸۰	بال پریم سوم	۱/۲۵
اُردو کی چوتھی کتاب	۱/۱۹	بال پریم چہارم	۱/۲۵
اُردو کی پانچویں کتاب	۱/۴۴	نو بھارت اول	۱/۳۷
اُردو کی چھٹی کتاب	۱/۶۵	نو بھارت دوم	
اُردو کی ساتویں کتاب	۱/۵۲		

ایجنسی کی دوسری کتابیں

ادب، تنقید، انشاء

افکارِ محروم — مرتبہ: مالک رام — ۵/-
آثارِ محروم — " گوپی چند نارنگ — ۹/-
انشائیہ — ڈاکٹر آدم شیخ — ۲/۵۰
آرٹ — سید مجید اللہ — ۳/-
ادب اور زندگی — مجنوں گورکھپوری — ۵/-
انشائے بے خبر — سید مرتضیٰ حسین بلگرامی — ۱/-
ببلوگرافیا اردو ڈراما؛ اول، دوم — ڈاکٹر عبدالعلیم نامی — ۱۴/-
بمبئی میں اردو — ڈاکٹر میمونہ دلوی — ۱۲/۵۰
پیغمبرانِ سخن — علی سردار جعفری — ۵/-
تلاش و توازن — ڈاکٹر قمر رئیس — ۶/۵۰
تلاشِ غالب — نثار احمد فاروقی — ۱۰/-
جستجو — سید مجاہد حسین حسینی — ۳/-
جگن ناتھ آزاد اور اس کی شاعری — مرتبہ: حمیدہ سلطان — ۵/-
جگر بریلوی شخصیت اور فن — مرتبہ: مالک رام، سیفی پریمی — ۶/-
جوہرِ آئینہ — طالب کاشمیری — ۱۲/-
دکن میں مرثیہ — ڈاکٹر رشید موسوی — ۱۰/-
روسی فکر اور مفکر — ل۔ احمد — ۵/-
شعر و زبان — ڈاکٹر سید مسعود حسین خاں — ۵/-

عکس و شخص — عنوان چشتی — ۵/-
عیارِ غالب — مرتبہ مالک رام — ۷/۷۰
غالب نما — مرتضیٰ حسین بلگرامی — ۲/۵۰
فلسفہ — مولانا آزاد — ۲/-
فسانۂ عجائب — مرتبہ اطہر پرویز — ۱۲/۵۰
فن اور تنقید — " انور کمال حسینی — ۹/-
کنز المطالب شرح دیوان غالب — ناطق گلاؤٹھی — ۱۲/-
کربل کتھا — مرتبہ: مالک رام — ۷/۵۰
کیا خوب آدمی تھا — مرتبہ: ڈاکٹر عابد حسین — ۱/۵۰
لغات گجری — نجیب اشرف ندوی — ۱۰/-
لکھنؤ کی پانچ راتیں — علی سردار جعفری — ۳/۵۰
مبادیاتِ تحقیق — عبدالرزاق قریشی — ۶/-
مضامین عابد — ڈاکٹر سید عابد حسین — ۲/-
من سمجھاون — ڈاکٹر عبدالستار دلوی — ۲/۲۵
میرزا مظہر جانِ جاناں اور ان کا کلام — عبدالرزاق قریشی — ۲/-
ملاحظاتِ نفسی — ل۔ احمد — ۲/۵۰
متنی تنقید — خلیق انجم — ۴/۵۰
مرحوم دلی کی ایک جھلک — مرتبہ تسنیم احمد — ۲/۵۰
میر انیس — سید سفارش حسین — ۵/۵۰
نذرِ عرشی — مرتبہ: مالک رام — ۴۰/-
نذرِ ذاکر — " " " — ۴۰/-

ہمارا تہذیبی میراث	سید سفارش حسین	۷/-
یاد ایام	ضیاء الحسن علوی	۱/۵۶

نظم

انتخاب حالی	مرتبہ سید سفارش حسین	۱/۱۵
اجنتا	جگن ناتھ آزاد	۰/۷۵
اردو	" "	۱/۲۵
اکائی	بشیر بدر	۳/-
اوراق مصور	سکندر علی وجد	۷/-
انتخاب قائم چاندپوری مرتبہ عابد رضا بیدار		۱/-
آئینہ حیرت	حیرت شملوی	۲/-
انتخاب کلام شیفتہ	مرتبہ خواجہ ذکی احمد	۱/۵۰
بیکراں	جگن ناتھ آزاد	۴/۵۰
بچوں کی دنیا	تلوک چند محروم	۲/-
بزم خیال	سیدہ فرحت	۱/-
بوئے گل	سید نظر برنی	۴/-
پیراہن شرر	سردار جعفری	۳/-
تلخیاں	ساحر لدھیانوی	۳/۷۵
تصویر وفا	وفا شاہجہاں پوری	۵/-
جوئے شیر	آنند نرائن ملا	۵/-
جلتے کنول	شمس فرخ آبادی	۲/-
چلم نامہ	محمد یوسف پاپا	۲/-
چاندنی اسا ڑھ کی	راج نرائن راز	۳/-
حدیث دل	غلام ربانی تاباں	۲/۲۵
حیات وکائنات (مثنوی)	عبدالمجید	۳/-

فلش	سیفی پریمی	۲/-
دلی کی جامع مسجد	جگن ناتھ آزاد	۰/۳۵
دیوان میر	مرتبہ علی سردار جعفری	۲۰/-
ذوق سفر	غلام ربانی تاباں	۵/-
ذوق جمال	عنوان چشتی	۳/-
رباعیاں	مرتبہ علی سردار جعفری	۶/-
راز (انتخاب)	" عابد رضا بیدار	۰/۵۰
رفیع احمد کے مزار پر	جگن ناتھ آزاد	۰/۳۵
زمزمہ	ڈاکٹر صفدر آہ	۲/-
سوز حیات	یحییٰ جیسدن والا	۱۲/۵۰
شاہ شعر مصحفی۔ درد۔ حسرت اصغر۔ فانی۔ دور متوسطین اور دور متقدمین	فی	۰/۳۱
شرار سنگ	عرش ملسیانی	۸/-
شعلہ زار	دوارکا داس شعلہ	۶/-
صدائے دل	ساحر بھوپالی	۳/-
غزل	مجروح سلطانپوری	۵/-
فردوس گوش	عرش ملسیانی	۶/-
کالے کاغذ کی نظمیں	باقر مہدی	۴/۵۰
کبیر بانی	مرتبہ علی سردار جعفری	۲۰/-
کلکتہ ایک رباب	سید حرمت الاکرام	۱/۵۰
گرد کا درد	کیف احمد صدیقی	۳/-
گل رعنا	مرتبہ مالک رام	۱۰/-
لفظوں کا پل	ندا فاضلی	۳/۵۰
معرکہ کربلا	آلم مظفر نگری	۴/-

مزامیر دوم مرتبہ: اثر لکھنوی ۴/۵۰
ماتم نہرو جگن ناتھ آزاد ۰/۷۵
ماتم سہانگ " " ۰/۴۵
متاع تسکین تسکین قریشی ۲/-
میں اور تو مظفر احمد لاری ۲/۵۰
نذر نانک مہدی نظمی ۵/-
نیرنگ معانی تلوک چند محروم ۵/-
نغمۂ سرمد عرش ملسیانی ۵/-
نوید عصر لینن نیاز حیدر ۱/-
نغمۂ فردوس علامہ محوی لکھنوی ۱/۵۰
نشان منزل احسن رضوی دانا پوری ۳/-
نذرِ وطن مرتبہ دور آفریدی ۱/۷۵
وطن میں اجنبی جگن ناتھ آزاد ۳/۵۰
ید بیضا ساغر نظامی ۲/-

ناول، افسانے، ڈرامے

انارکلی امتیاز علی تاج ۲/۵۰
بے ساختہ بے ضابطہ وجاہت علی سندیلوی ۱/۵۰
پرچھائیوں کی وادی انور عظیم ۵/-
تلخیاں رشید اختر ندوی ۳/۵۰
جنگل کا راجہ خان محبوب طرزی ۳/-
جان بار بیگم قدسیہ زیدی ۱/۳۰
جاپانی کے باغ قرۃ العین حیدر ۲/۵۰
دلی جو ایک شہر تھا راجندر لال ہانڈا ۶/-
دیدۂ حیراں منظر حسنی ۴/-

رنگ محل حمیدہ سلطان ۶/-
روشنی کی کرن رضا الجبار ۴/-
زندگی کے کھیل صالحہ عابد حسین ۲/۵۰
زندگی کے کھیل اور دن رات ل۔ احمد ۲/۵۰
سانچ کو آنچ شوکت تھانوی ۳/۵۰
سرکنڈوں کے پیچھے سعادت حسن منٹو ۳/-
شکاریتی ریحان احمد عباسی ۲/۵۰
شہناز ترجمہ: حبیب اشعر ۳/۵۰
صفیہ سلمیٰ محبوب ۴/-
صبح و شام ل۔ احمد ۵/-
غالب کے ڈرامے شوکت تھانوی ۴/۵۰
فٹ نوٹ یوسف ناظم ۳/۵۰
کوئی درد آشنا بھی نہیں صغرا مہدی ۱/۵۰
معصومہ عصمت چغتائی ۳/۷۵
مکالمہ غالب مرتضیٰ حسین بلگرامی ۴/-
وہ لڑکی پرویز ۲/-
ہیم کماری صالحہ عابد حسین ۲/-
ہم جنم جنم کے ساتھی عاشق شاہ ۲/-
ہلاکت فریب (ڈراما)، ترجمہ اثر لکھنوی ۱/۲۵
ہندوستان ہمارا بلونت سنگھ ۳/۵۰
یادوں کے چراغ صالحہ عابد حسین ۸/-

تعلیم

اردو ٹیچر فیاض حسین جامعی ۰/۶۰
ابتدائی اسکول میں تعلیم کے طریقے
روبی۔ ایچ۔ وارنر ۵/-

اُردو املا کا آسان طریقہ عبدالغفار مدھولی

ایک طالب علم کی کہانی " " ۲/-

بچوں کی نفسیات عبدالرؤف ۵/۵۰

تعلیم کا مسئلہ سید حامد علی ۰/۴۰

تعلیم اور زندگی کی اہمیت جے کرشن مورتی ۳/-

تعلیمی نفسیات رائف گیری ۱/۵۰

تعلیم کے چند پہلو ہنری چانس ۲/-

جامعہ کی کہانی عبدالغفار مدھولی ۶/-

جدید تعلیمی نفسیات ڈاکٹر عبدالرؤف ۴/-

جامعہ کا طریقہ عبدالغفار مدھولی ۲/-

طریقہ تعلیم افسر حسین ۳/۵۰

فلسفہ تعلیم و تربیت رئیس احمد جعفری ۶/-

کھیل کے ذریعے تعلیم اوّل عبدالغفار مدھولی ۲/-

" " " دوم " " ۱/-

گفتگو اور تقریر کا فن ڈیل کارنیگی ۶/۵۰

مدرسہ ابتدائی کی کہانی عبدالغفار مدھولی ۲/-

مسئلہ تعلیم و طریقہ تعلیم مولانا محمد میاں ۲/۵۰

نظریہ تعلیم دوم قاضی عبدالحمید ۲/۱۲

مذہب اور تاریخ اسلام

اسلام اور اس کا آئین حکومت غلام محمد ۲/۵۰

اسلام اور اُس کے عقائد مولانا محمد عارف ۱/۲۵

اسلام کائنات اشرف المخلوقات ڈاکٹر اختر احمد ۳/۵۰

پیغمبروں کی کہانیاں شبنم قادری ۲/۵۰

تعلیمات اسلام اوّل مولانا عبدالسلام قدوائی ۲/-

" " دوم " ۲/۲۵

حج کا سفر محمد رضا انصاری ۵/۵۰

خواتین مولانا اسلم جیراجپوری ۴/۵۰

درس تبلیغ مقبول احمد سیوہاروی ۲/۵۰

طلوع و غروب اور اسلام لطفی رضوانی ۱/۵۰

عورت اور اسلامی تعلیم مالک رام ۳/-

غریب القرآن فی القرآن میرزا ابوالفضل ۱۸/-

فتاویٰ فرنگی محل محمد رضا انصاری ۴/۲۵

مجموعہ سیرت رسولؐ محمد اسلم صدیقی ۱۱/-

نکات القرآن مولانا اسلم جیراجپوری ۲/-

ہندوستان میں مذہب اسلام پر نظر ثانی کی ضرورت آصف فیضی ۰/۵۰

تاریخ ۔ تذکرہ ۔ سوانح

باپ کے خط بیٹی کے نام جواہر لعل نہرو ۸/-

برکت اللہ بھوپالی ایم عرفان ۱۰/-

تاریخ دکن ڈاکٹر مومن محی الدین ۱۲/-

رفیع احمد قدوائی اجیت پرشاد جین ۱۰/-

سلطنت خداداد محمود بنگلوری ۱۵/-

سوویٹ روس جواہر لعل نہرو ۸/-

شبلی عبدالحمید ادہری ۶/-

عرش بریں " " ۶/-

گاندھی اور ان کے خیالات عبداللطیف اعظمی ۵/-

متفرق

اُردو و ہندی ٹیچر ۱/-

دکھنی لغت ابو تراب خطائی ضامن ۶/-

رنگین غالب فریم یا البم یادگار کمیٹی ۲/۵۰

ایجنسی کی کتابیں

مطبوعات نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا

کتاب	مصنف	قیمت
اکبر	لارنس بینن	۳/۵۰
آبادی	ایس۔ ایس۔ اگروال	۵/۲۵
پنڈت وشنو ڈگمبر	وی۔ آر۔ آٹھاولے	۲/۲۵
رنجیت سنگھ	ڈی۔ آر۔ سود	۲/۷۵
زندگی ایک ناٹک	پنالال پٹیل	۱۰/-
سفید خون	نانک سنگھ	۸/-
عظیم باغی	ڈینس کنکیڈ	۶/۲۵
کبیر	پارس ناتھ تواری	۲/۵۰
ہندی افسانے	مرتبہ ڈاکٹر نامور سنگھ	۹/-
گرونانک دیو	گوپال سنگھ	۳/۲۵
مٹتی بنتی تصویریں	بھگوتی چرن ورما	۵/-
پنجابی افسانے	مرتبہ ہربھجن سنگھ	۷/-
تامل افسانے	مرتبہ پی۔ پاسوم سندرم	۸/-
کچھوا اور خرگوش	ڈاکٹر ذاکر حسین	۲/-
قاضی نذرالاسلام	بسودھا چکرورتی	۲/۲۵
گرو گوبند سنگھ	ڈاکٹر گوپال سنگھ	۳/-
گاندھی کا ہندوستان	(اقوال گاندھی)	۲/۲۵
تاش کے محل	مینال رنگنا یکما	۵/۵۰

مطبوعات ساہتیہ اکیڈمی

کتاب	مصنف	قیمت
اپنی کہانی	ڈاکٹر راجندر پرساد	۱۲/۵۰
اردو شاعری کا انتخاب	ڈاکٹر زور	۷/۵۰
اکیس کہانیاں	ٹیگور	۸/-
اوتھیلو	شیکسپیر	۵/-
ایک سو ایک نظمیں	ٹیگور	۷/۵۰
بھگوان بدھ	دھرمانند کوسمبی	۷/-
تذکرہ مولانا ابوالکلام آزاد	مرتبہ مالک رام	۱۵/-
ترجمان القرآن اوّل	ابوالکلام آزاد	۲۲/-
ترجمان القرآن دوم	"	۲۲/-
ترجمان القرآن سوم	ابوالکلام آزاد	۲۲/-
ترجمان القرآن چہارم	"	۲۲/-
تین ناٹک	ٹیگور	۷/-
دو سیر دھان	ٹی۔ ایس۔ پلائی	۲/۵۰
ریاست	ڈاکٹر ذاکر حسین	۱۵/-
سب انسان بھائی بھائی	مہاتما گاندھی	۶/-
سمندری لٹیرے	البسن	۲/۵۰
سمن زار	ترجمہ ضیا بدایونی	۱۲/-
سنجوگ	ٹیگور	۷/-

عورت	سیارام شرن گپتا	۴/۰
غبارِ خاطر	ابوالکلام آزاد	۱۰/۰
کاندید	والیتر	۲/۰
کرل	ترڈ وتوڑ	۴/۰
کلموہی	ٹیگور	۷/۵۰
کمال و زوال	تھیوسیڈ انڈز	۱۰/۰
کنگ لیر	سکپیئر	۵/۰
کنجی کی کہانی	موُراما شیکیبو	۶/۵۰
گورا	ٹیگور	۱۰/۰
مٹی کا پتلا	کے۔ سی۔ پانگرہی	۲/۰
مٹی کی مورتیں	آر بینی پوری	۱/۵۰
ملفوظات کونگ فوزی	کنفیوشش	۲/۵۰
والڈن	ایچ۔ ڈی۔ تھورو	۶/۵۰
وطن کے راگ		-/۳۰
ولیہم مائسٹر اوّل	گوئٹے	۶/۵۰
ولیہم مائسٹر دوم	"	۶/۰
دویکانند	روماں رولاں	۴/۵۰
ہمارا شاعر	لیلا مجمدار	۰/۵۰

انجمن ترقی اردو کی پرانی مطبوعات

ادب

الف لیلیٰ سوم غیر مجلد	۴/۰
" چہارم مجلد	۵/۰
" پنجم غیر مجلد	۴/۵۰
" ششم "	۴/۵۰
" ہفتم "	۳/۲۵
ادب الجاہلی مجلد	۷/۰
آرائش محفل مجلد	۷/۰
جامع الحکایات اوّل	۴/۰
جوامع الحکایات دوم " مجلد	۲/۲۵
جائزہ زبانِ اردو "	۲/۵۰
حکایات آغانی "	۵/۰
خمسۂ کیفی غیر مجلد	۵/۲۵
دختر فرعون اوّل "	۲/۰
" دوم "	۲/۰
طربیہ خداوندی مجلد	۴/۰
فن صحافت غیر مجلد	۲/۲۵
معمارِ اعظم	۱/۲۵
ہمارا رسم الخط	-/۲۵
ہماری قومی زبان غیر مجلد	۰/۵۰

نظم

انتخاب وحید مجلد	۲/۰
" داغ "	۱/۷۵
" ذوق وظفر "	۳/۰

جگ بیتی غیر مجلد -/۵۰
حفظ اللسان خالق باری غیر مجلد ۱/۲۵
دیوانِ فائز غیر مجلد ۳/۵۰
" تاباں " ۳/۰
" جوشش " ۱/۱۳
" بہرام مجلد ۲/۲۵
(سہ) نظم ہاشمی غیر مجلد -/۲۵

تاریخ ادب

ادبیاتِ فارسی میں ہندوؤں کا حصہ مجلد ۴/۰
ترکوں کی اسلامی خدمات اور اُن کی زبان و ادبیات غیر مجلد ۱/۵۰
مقالات گارساں دتاسی اوّل " ۴/۰
" " دوم " ۴/۰
مرہٹی زبان پر فارسی کا اثر " -/۵۰

تنقید

پرتھی راج راسا مجلد ۴/۷۵
خطبات عبدالحق غیر مجلد ۱/۵۰

تذکرے

تذکرہ ریختہ گویاں غیر مجلد ۴/۷۵
رندِ پارسا " ۵/۲۵
گلِ عجائب " ۲/۱۲

تاریخ وسیاسیات

اخبار مجموعہ مجلد ۳/۷۵
بزمِ اکبر " ۲/۷۵
تاریخ اخلاقِ یورپ اوّل غیر مجلد ۲/۵۰

" دوم " ۲/۰
تاریخ مگدھ ۴/۷۵
تاریخ سلاطین بہمنیہ منظوم مجلد ۱/۳۷
" " غیر مجلد ۱/۰
سفرنامہ حکیم ناصر خسرو مجلد ۳/۷۵
" " غیر مجلد ۳/۰
سراج الدولہ ۴/۰
علم الاقوال اوّل ۳/۲۵
" " دوم ۲/۲۵
کتاب الہند دوم ۳/۰
گوتم بدھ اور اُس کا مت غیر مجلد ۱/۵۰
ملک محمد جائسی مجلد ۲/۰
مشاہیر یونان و روما اوّل مجلد ۴/۵۰
" " دوم " ۵/۲۵
" " سوم غیر مجلد ۴/۵۰
" " چہارم " ۴/۵۰
مانڈو شادی آباد مجلد ۳/۰
مرحوم دہلی کالج " ۲/۵۰
نسل اور سلطنت غیر مجلد ۱/۶۲

فلسفہ

تنقید عقل محض مجلد ۴/۰
" " غیر " ۴/۰
داستانِ دانش مجلد ۲/۰

صرف نحو ۲/۷۵

اسباق النحو اوّل غیر مجلد /۳۷

" " دوم " -/۲۵

تعلیم

ظریہ تعلیم دوم " ۳/۰

سائنس

ذمی اور مشین " ۵/۰

دے ایران کی زندگی " ۱/۷۵

استانِ ریاضی " ۲/۵۰

عدنی دباغت مجلّد ۲/۰

معاشیات

ہمارے بینک ۱/۰

ہمارے مزدور -/۵۶

مذہب

تہذیب اسلامی غیر مجلد ۱/۷۵

حقیقت اسلام " -/۷۵

لغات

فرہنگ پیشہ وران دوم " ۱/۷۵

" " سوم " ۱/۷۵

" " چہارم " ۱/۷۵

" " پنجم " ۱/۷۵

" " ششم " ۲/۵۰

" " ہفتم " ۱/۷۵

" " ہشتم " ۲/۵۰

بچوں کی کتابیں

وخاں کی بکری ڈاکٹر ذاکر حسین ۲/۰

دکھی دکان قدسیہ زیدی ۲/۵۰

خری نبی -/۵۵

سلامی نظمیں -/۶۵

بربیربل کے لطیفے -/۴۰

گ کا چمن -/۳۰

نادر راجا -/۲۵

ندھیر نگری چوپٹ راج -/۲۰

نول رتن ۱/۵۰

دکھی چھتری -/۳۵

نوکھی ملاقات -/۳۵

اٹیم کیا ہے؟ -/۶۵

ایک ٹانگ کا بادشاہ -/۳۰

بادشاہ کا خواب -/۳۰

بچوں کا تحفہ اوّل -/۵۰

" دوم -/۷۵

پاپو حصّہ اوّل ۱/۵۰

" " دوم ۱/۵۰

بچوں کا کھلونا -/۷۵

بچوں کی نماز ۱/۰

بدن کی کہانی ۱/۲۵

بدھو کی بیوی -/۳۵

کتاب	قیمت
بطخ شہزادی	-/۳۵
بونے کا الفاف	-/۳۰
بونے کا بٹوا	-/۲۵
بہادر جاوید	-/۲۰
بھارت دیس ہمارا دیس	۱/-
بیٹے کی قربانی	-/۲۰
بی بی فاطمہ رضؓ	-/۲۵
بی بی عائشہ رضؓ	-/۲۵
بے رحم لیٹرا	-/۳۱
پاپ کی ناؤ	-/۳۵
پرندوں کی دنیا	۱/۵۰
پری کی چھڑی	-/۳۵
پیارے رسول	-/۴۰
پیسے کا صابن	-/۳۰
پیغمبروں کی کہانیاں	۲/۰۰
تارا کا ڈنڈا	-/۲۵
توانائی کا راز	۱/۲۵
ٹلو میاں	-/۳۵
ٹیپو سلطان	-/۲۵
جادو کا سبب	-/۳۱
جادو کی کہانی	-/۳۱
جلو مرغابی	۱/-
جنت کی سیر	۱/۵۰
جنت کا جھیل	-/۳۰
جنبو بڑی ڈولی	-/۷۵

کتاب	قیمت
جھٹ پٹ	-/۲۰
جھوٹا لڑکا	-/۳۰
چار نبی	-/۲۵
چاند کے ٹکڑے	۱/-
چپ کا روزہ	-/۳۰
چُنن مُنن	-/۲۰
چوری کی عادت	-/۵۰
چوری پکڑی گئی	-/۳۰
چھنگو منگو	-/۵۰
حضرت ابو صدیق رضؓ	-/۲۵
حضرت ابراہیمؑ	-/۲۰
حضرت امام حسین رضؓ	-/۲۵
″ عثمان غنی رضؓ	-/۲۵
خاک کا پتلا	-/۳۰
خدا کی اونٹنی	-/۳۰
خلا کا سفر	۱/۲۵
دو نبی	-/۲۰
ڈھول کا پول	-/۲۵
رسیلی کہانیاں	۱/۵۰
رابعہ بصری رحؒ	-/۲۵
ریڈیو کا بھوت	-/۳۰
زعفران پریوں کے دیس میں	-/۴۴
سبا کی شہزادی	-/۳۰
شسندر جیار	-/۴۴
سنہرے بالوں والے بچوں کا دیس	-/۰

سورج اور اس کا خاندان	-/۷۵	گھر کا آئینہ	-/۳۵
سورج کا گھرانا	-/۷۵	گلگلے کی دوڑ	-/۲۵
سونے کا راجا	-/۳۱	گھی شکر	-/۶۵
سونے کا محل	-/۴۰	گھڑی ساز کی بیٹی	-/۲۵
سیدھا راستہ	-/۲۵	گلابو چوہیا اور غبارے	-/۴۵
شاہی لباس	-/۲۵	گلنار بیگم	-/۳۱
شہر اور گاؤں	۱/-	گلیلی گلیلیو	۱/-
شہزادی شیریں	-/۲۰	گنگا کی کہانی	۱/-
شیر خاں کے معرکے	-/۷۵	لاٹھی کا سانپ	-/۵۵
صبر کا پھل	-/۳۰	مچھلی والے نبی	-/۳۰
طالوت جالوت	-/۳۰	محبوب الٰہی	-/۲۵
طلسمی منیا	-/۳۰	مزدور کا بیٹا	-/۵۰
ظالم کسان	-/۳۵	مصنوعی چاند	۱/۵۰
عشرہ مبشرہ اوّل	-/۲۰	مغرور شہزادی	-/۳۱
" " دوم	-/۲۰	مکھن کا ڈبا	-/۲۵
عمر بن عبد العزیز	-/۲۵	منّی کا پرستان	-/۳۰
عید کے کھلونے	-/۳۵	منّی کا تحفہ	۱/-
غالب کی کہانی	۲/-	منّی کے گیت	-/۶۵
غیر ذمہ دار لڑکا	-/۵۰	میاں مٹھو	-/۲۵
کایا پلٹ	-/۳۱	میں گھر جاؤں تو کیسے؟	-/۲۵
کھٹ پٹ	-/۵۰	نبی کا بیٹا	-/۳۰
کشمیر	۱/۵۰	نٹ کھٹ	-/۲۰
کھلو میاں	-/۵۰	نجومی آپا	-/۷۵
کیمپ فائر کی نقلیں اوّل	-/۷۵	نمازیں	-/۵۰
" " دوم	-/۷۵	نئی کہانیاں	-/۵۰

وطنی نظمیں	-/۸۵	ہری اور چراغ	۱/۶۴
ہماری ریلیں	۱/۵۰	ہماری آباد دنیا	۱/۰
ہماری ندیوں کی کہانی	۱/۵۰	ہماری نعت	-/۳۰
ہمالیہ کی چوٹیوں پر	۱/۵۰	ہندوستان شاہراہ ترقی پر	۱/-
ہزاروں برس میں	۱/۲۵	یادگار انگوٹھی	-/۳۵
ہوشیار حسن	-/۲۵		
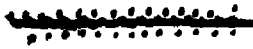
تعلیمی تاش

بچوں کے لیے ایک کھیل — اس کے کھیلنے سے وقت ضائع نہیں ہوتا قابلیت بڑھتی ہے۔

تعلیمی تاش اردو	۱/۶۰	تعلیمی تاش اردو انگریزی	۱/۹۰
" انگریزی	۱/۶۰	" " اردو ہندی	۱/۹۰
" ہندی	۱/۹۰		

مکتبہ پیام تعلیم کی تازہ مطبوعات

۱۔	بھیڑیے کے بچے	ترجمہ قرۃ العین حیدر	-/۵۰
۲۔	ہرن کے بچے	" "	-/۵۰
۳۔	میاں ڈھینچو کے بچے	" "	-/۵۰
۴۔	شیر خاں	" "	-/۵۱
۵۔	لومڑی کے بچے	" "	-/۵۰
۶۔	بہادر	" "	-/۵۰
۷۔	سونے کا پنجرہ	احسان الحق	-/۶۵
۸۔	چچا غالب مرتبہ	محمد حسین حسان ندوی	۱/۷۵

بھارتی بھون پٹنہ کی اُردو درسی مطبوعات

کتاب	مصنف	درجہ	قیمت
سکول علم حساب	دت اور چکرورتی	ثانوی درجوں کے لیے	۴/-
بتدائی کیمیات (علم کیمیا)	ٹھاکر و شرما	سکنڈری اور ہائر سکنڈری ، اول ۵/۵۰ دوم	۴/۵۰
مان عملی کیمیا	چندر شیکھر شرما	سکنڈری جماعتوں کے لیے	۳/-
ل علم کیمیا	،، ،،	ہائر سکنڈری ،، ،،	۲/۵۰
بلیس عملی طبعیات	سدرشن پرشاد سنہا و شیو شنکر پرشاد	،، ،، ،،	۴/-
لم سائنس	سنہا، سرکار، سنگھ اور جھا	،، ،، ،،	۱۰/-
بتدائی عضویات	گوپی بہاری چودھری	Anatomy & Physiology سکنڈری	۴/-
بتدائی حفظانِ صحت	،، ،،	سکنڈری جماعتوں کے لیے	۴/-
رری امداد اور خانگی تیمارداری	شانتی بالا چودھری	،، ،، ،،	۴/-
مور خانہ داری	،، ،، ،،	،، ،، ،،	۴/-
مطالعۂ سماج کے خدوخال	ہری پرشاد سہائے	،، ،، ،،	۴/-
بتدائی مطالعۂ سماج	مونیشور پرشاد	اوّل ۲/۵۰ دوم ۴/- سوم	۴/-
بتدائی علم تمدن	ہری پرساد رائے	سکندری جماعتوں کے لیے	۲/۷۵
بتدائی معاشیات	اکھلیشور پرشاد	،، ،، ،،	۳/۷۵
جغرافیہ	سورلیش پرشاد	ہائر اور ،، ،،	۱۰/-
فارسی ترجمہ (چار جلدوں میں)	نذر حسن	قیمت ترتیب وار ۷۵/- ۱/- ۱/۲۵	۱/-
An Easy Eng Translation	(انگریزی اردو)	چھٹی ساتویں جماعتوں کے لیے	۱/۷۵
Grammer	،، ،، ،،	،، ،، ،،	۱/۵۰
How to Translate into Eng		آٹھویں نویں ،،	۳/-
،، ،، ،، ،،		سکنڈری سے پری ڈی یونیورسٹی تک کے لیے	۷/-
Golden High school Translation		،، ،، ،،	۵/-
Eng Grammer		،، ،، ،،	۵/-
How to write correct Eng		ہائی سکول اور کالج کے طلبہ کے لیے	۱۰/۵۰

غالبیات

دیوان:-

غالب اردو کلام کا انتخاب مرتبہ محمد مجیب 4/50

دیوانِ غالب " مالک رام 5/-

گلِ رعنا " مالک رام 10/-

دیوانِ غالب " احتشام حسین 2/-

رباعیاتِ غالب (فارسی) " امیر حسن نورانی 3/-

کلیاتِ غالب (") " " 15/-

انتخابِ کلامِ غالب (فارسی) " ڈاکٹر ذاکر حسین 3/-

دیوانِ غالب (صدی ایڈیشن)
(یادگارِ غالب کمیٹی بمبئی) 4/-

خطوط:-

اردوئے معلیٰ غالب 4/-

عودِ ہندی " 2/50

خطوطِ غالب مرتبہ مالک رام 7/50

ادبی خطوطِ غالب حسن عسکری 4/50

جانِ غالب " شمس علوی 1/50

سوانح:-

غالب مرتبہ غلام رسول مہر 10/-

دستنبو (فارسی) مرزا اسد اللہ غالب 4/50

کہانی میری زبانی میری مرتبہ حفیظ عباسی 4/50

یادگارِ غالب مرتبہ مالک رام 14/50

غالب نامہ (آثارِ غالب) محمد اکرام 6/-

غالب کی زندگی امیر حسن نورانی 1/50

غالب کی کہانی محمد شفیع الدین نیر /50

غالب نمبر:-

غالب نمبر سب رس (اول دوم) حیدرآباد -/.

" شاعر " بمبئی /.

غالب علم و فن " ادبی ڈائجسٹ دہلی -/.

" اردو ادب " علی گڑھ -

تنقید:-

تلاشِ غالب نثار احمد فاروقی ./.

غالب کی شخصیت و شاعری رشید احمد صدیقی .

اصحارِ الغالب صاحبزادہ ناصر الدین احمد .

غالب کا تنقیدی شعور (مکتوبات کے آئینے میں)
اخلاق حسین عارف .

حسبِ غالب سعادت علی صدیقی .

غالب کے تخلیقی سرچشمے ڈاکٹر حامدی کاشمیری .

غالب خستہ کے بغیر غلام احمد فرقت کاکوروی .

عیارِ غالب مرتبہ مالک رام ۰.

غالب سرائی لطیف الرحمٰن .

پیکرِ غالب محمد عبد اللطیف ۵.

غالب کی تخلیقی تخیل شہید صفی پوری .

غالب اور آہنگِ غالب ڈاکٹر یوسف حسین خاں .

غالب بعد ابو الکلام عتیق صدیقی .

غالب تصویر کا دوسرا رخ تجسس اعجازی .

مرزا غالب مرتبہ ڈاکٹر امت لعل عشرت

ینۂ غالب — پبلیکیشنز ڈویژن گورنمنٹ ہند — ۵/۰
نجینۂ غالب — " — ۴/۵۰
الب نئے آئینے میں — اختر صدیقی — ۶/۰
الب کی شاعری کا نفسیاتی مطالعہ
ڈاکٹر سلام سندیلوی — ۱۰/۰
الب نما — سید مرتضیٰ حسین بلگرامی — ۲/۵۰
شاریہ کلام غالب — خواجہ احمد فاروقی — ۷/۰
الب نقشہائے رنگ رنگ — عطا کاکوی — ۴/۰
ر غالب — " — ۲/۰
اسن کلام غالب — عبدالرحمٰن بجنوری — ۱/۰
الب نام آورم — نادم سیتاپوری — ۴/۵۰
الب کے کلام میں الحاقی عناصر — نادم سیتاپوری — ۴/۵۰
وزمرہ و محاورۂ غالب — پریم پال اشک — ۶/۰
الب — ڈاکٹر الیس عبداللطیف — ۳/۵۰
شادِ غالب — وجاہت علی سندیلوی — ۴/۵۰
یانِ غالب — کوثر چاندپوری — ۵/۰
البیات (ببلوگرافی) — عبدالقوی دسنوی — ۶/۰
بھوپال اور غالب — " — ۴/۵۰

ڈرامے:-

زا غالب — منجو قمر — ۵/۰
الب کے ڈرامے — شوکت تھانوی — ۴/۵۰
الۂ غالب — سید مرتضیٰ حسین بلگرامی — ۴/۰
وئے خیال — ابرار الرحمٰن قدوائی — ۲/۰

رحیں:-

ادراتِ غالب — نریش کمار شاد — ۲/۰

انداز غالب — " " " — ۲/۵۰
روزمرہ و محاوراتِ غالب — پریم پال اشک — ۶/۰
بیانِ غالب — آغا محمد باقر — ۱۰/۰
مراۃ الغالب — بیخود دہلوی — ۶/۰
مرادیہ شرح دیوان غالب — غلام احمد فرقت کاکوروی — ۸/۰
شرح دیوان غالب — نظم طباطبائی — ۵/۰
شرح دیوان غالب — یوسف سلیم چشتی — ۱۵/۰
شرح دیوان غالب — حسرت موہانی — ۵/۰
کنز المطالب شرح دیوان غالب — ناطق گلاؤٹھوی — ۱۲/۵۰
شرح دیوان غالب — بیخود موہانی — ۱۵/۰
گنجینۂ معانی — ڈاکٹر جعفر رضا — ۷/۵۰
مشکلاتِ غالب — نیاز فتحپوری — ۲/۵۰
روحِ کلام غالب — مرزا عزیز بیگ مرزا — ۳/۰

تصویر: رنگین:-

غالب فریم
غالب یادگار کمیٹی بمبئی — ۳/۵۰

گل رعنا

مالک رام

غالب کے کلام کا انتخاب، جسے خود مرزا غالب نے ۱۸۲۸ء میں کیا تھا۔ (آفسٹ کی اعلیٰ طباعت)

قیمت -/۱۰

انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ کی مطبوعات

انگریزی ادب کی مختصر تاریخ ڈاکٹر محمد یسین ۱۰/۵۵
اردو صرف و نحو مولوی عبدالحق ۱/۲۵
اردو ہندی ڈکشنری مرتبہ انجمن ترقی اردو ۲۰/۰
اطلاقی سماجیات ڈاکٹر جعفر حسین ۴/۵۰
اسلامی فن تعمیر مبارز الدین رفعت ۶/۰
ادبی و قومی تذکرے ودم پنڈت کشن پرشاد کول ۴/۵۰
اردو ساہتیہ کا اتہاس (ہندی) سید احتشام حسین ۴/۷۵
اردو مثنوی شمالی ہند میں ڈاکٹر گیان چند ۱۲/۰
ایک مشرقی کتب خانہ مبارز الدین رفعت ۳/۰
اسلام کے [illegible] العرب میں اردو کا حصہ محمد عزیز ۵/۵۰
[illegible] ظفر حسین خاں ۵/۵۰
انتخاب کلام میر مولوی عبدالحق ۳/۰
آئینہ حقیقت پنڈت حبیب الرحمٰن شاستری ۲/۰
انتخاب شرح دیوان مومن حامد حسین قادری ۳/۵۰
الایام ڈاکٹر طٰہٰ حسین ۴/۰
انجم کدہ عزیز لکھنوی ۲/۵۰
باپو کے قدموں میں ڈاکٹر راجندر پرشاد ۱۵/۰
بازدید طیب الرحمٰن ۳/۵۰
بچوں کے ادب کی خصوصیت مشیر فاطمہ ۱/۰
بھگوت گیتا محمد اجمل خاں ۲/۵۰
پرچھائیں آصف علی ۴/۰
تلمیحات و اشارات اقبال ڈاکٹر اکبر حسین قریشی ۱۲/۵۰

تذکرہ گلشن سخن مسعود حسین رضوی ۱/۰
تاریخ جمالیات مجنوں گورکھپوری ۱/۰
تذکرہ شعرائے جے پور احترام الدین شاغل ۱/۵۰
تین مغربی ڈرامے مجنوں گورکھپوری ۱/۰
تنقیدیں ڈاکٹر خورشید الاسلام ۱/۰
چند ہم عصر مولوی عبدالحق ۰
حالی کی ایک جھلک صالحہ عابد حسین ۵۰
خواجہ میر درد تصوف اور شاعری ڈاکٹر وحید اختر ۱۰
خواب شیریں جے کرشن چودھری ۰
خطوط غالب مالک رام ۵۰
دھمپد منور لکھنوی ۰
دیمک کی کہانی عبدالبصیر خاں ۰
روزگار شرح سود و زر ابو سالم ۵۰
زندان نامہ فیض احمد فیض ۲۵
زبان زندگی اور تعلیم خواجہ غلام السیدین ۰
سیاسیات کے اصول ہارون خاں شیروانی
سن ستاون پنڈت سندر لال
سخن مختصر جذبی
سوگوار یاد مترجم رحم علی الہاشمی ۵
سیر افلاک حکیم احمد
شاد کی کہانی شاد کی زبانی محمد مسلم
شوپنہار مجنوں گورکھپوری
شکنتلا (اردو) قدسیہ زیدی

کتاب	مصنف	قیمت
صحیفۂ خوش نویساں	احترام الدین شاغل	۶/-
صوبۂ شمالی و مغربی کے اخبارات	محمد عتیق صدیقی	۹/-
ظاہر و باطن	محمد فضل الرحمٰن	۱/۲۵
غزل اور درس غزل	اختر انصاری	۲/-
فرانسیسی ادب	ڈاکٹر یوسف حسین خان	۱۳/-
فن تحریر کی تاریخ	محمد اسحٰق صدیقی	۷/۵۰
فائز دہلوی اور دیوان فائز	مسعود حسین ادیب	۵/۵۰
کلیات شاہی	سید مبارز الدین رفعت	۳/-
کلام سودا	خورشید الاسلام	۶/-
کاروان معیشت	نجم الدین شکیب	۶/۵۰
کچھ زر کی بابت	ابو سالم	۴/۵۰
کچھ ذرے کچھ تارے	آنند نراین ملا	۳/۵۰
گاندھی اور نہرو کی راہ	ڈاکٹر سید عابد حسین	۵/-
گلکرسٹ اور اس کا عہد	محمد عتیق صدیقی	۷/-
مذہب اور دھرم	مہاتما گاندھی	۴/-
محاسن کلام غالب	عبدالرحمٰن بجنوری	۱/-
مرقع افغان	ابرار حسین فاروقی	۳/۲۵
مطالعۂ حضرت غمگین	محمد یونس خالدی	۳/-
مضامین رشید	رشید احمد صدیقی	۶/-
مرزا محمد رفیع سودا	خلیق انجم	۱۰/۵۰
مقالات حالی اول	حالی	۳/۲۵
مدرا راکشش	منور لکھنوی	۳/۵۰
مشترکہ زبان	مہاتما گاندھی	۲/۵۰
نسیم مغرب	اے سی بہار	۲/۵۰
نسلیات اور جنسی انتخاب	محشر عابدی	۴/-
نئے ڈرامے	مرتبہ ڈاکٹر محمد حسن	۵/-
نئی روشنی (ڈراما)	فضل الرحمٰن	۱/۲۵
نفسیات افراد	ولی الرحمٰن	۱/۲۵
ہندوستانی اخبار نویسی	محمد عتیق صدیقی	۱۲/-
ہندستانی مسلمان مفکروں کے سیاسی اصول	ڈاکٹر ایشور ٹوپا	۲/۲۵
یادگار حالی	صالحہ عابد حسین	۴/۵۰
یادگار نظر	مرتب: جگر بریلوی	۶/-

اردو شعراء کا انتخابی سلسلہ

(فی کتاب ایک روپیہ)

اختر الایمان	احمد ندیم قاسمی
آنند نراین ملا	سلام مچھلی شہری
اصغر گونڈوی	شاد عارفی
الم مظفر نگری	شمیم کرہانی
اختر انصاری	شفیق جونپوری
اثر لکھنوی	شاد عظیم آبادی
اسرار الحق مجاز	عرش ملسیانی
	علی جواد زیدی
اختر شیرانی	غلام ربانی تاباں
بلراج کومل	
تلوک چند محروم	عمیق حنفی
جگر بریلوی	کمال احمد صدیقی
جاں نثار اختر	مخدوم محی الدین
حبیب احمد صدیقی	نشور واحدی
ریاض خیرآبادی	یگانہ چنگیزی
	سکندر علی وجد

دیگر اداروں کی مطبوعات

ادب، تنقید، انشاء

اردو میں لسانیاتی تحقیق مرتبہ ڈاکٹر عبدالستار دلوی ۱۲/۵۰
اقبال ادیبوں کی نظر میں ظفر اقبال ۵/-
اقبال کا فلسفۂ حیات و شاعری قاضی محمد عدیل عباسی ۶/-
اردو تنقید نگاری عبادت بریلوی ۷/۵۰
انیسویں صدی میں بنگال کا اردو ادب پروفیسر جاوید نہال ۱۵/-
اردو شاعری کا سماجی پس منظر ڈاکٹر سید اعجاز حسین ۱۵/-
ابراہیم نامہ (قدیم اردو جلد سوم) از عبدل دہلوی مرتبہ ڈاکٹر مسعود حسین خاں ۱۰/-
ادبی تنقید کے اصول پروفیسر کرومبی ترجمہ اشفاق محمد خاں ۳/۵۰
اردو میں رہائی ادب خواجہ احمد فاروقی ۲/-
ادبی مضامین مرتبہ ڈاکٹر مبارز الدین رفعت ۲/۵۰
انتخاب قصائد اردو ڈاکٹر ابو محمد سحر ۸/-
اردو مرثیے کی روایت ڈاکٹر مسیح الزماں ۶/-
آزاد نظم اردو شاعری میں کنول کرشن بالی ۴/-
اردو زبان کا مذہبی ورثہ قیوم صادق احمد پوری ۲/-
اردو کے ادبی معرکے امیر حسن نورانی ۲/۵۰
اردو اور بنگال ڈاکٹر شانتی رنجن بھٹاچاریہ ۱۰/-
اردو کے اہم ادبی رسالے اور اخبار عابد رضا بیدار ۱۰/-
اقبال کے ابتدائی افکار عبدالحق ۱۰/-
ادب اور تنقید اسلوب احمد انصاری ۸/-

ایران عہد عتیق کے آئینے میں ڈاکٹر امرت لعل عشرت ۱۲/-
اردو شاعری میں منظر نگاری ڈاکٹر سلام سندیلوی ۱۰/-
اردوئے معلی قدیم اردو نمبر خواجہ احمد فاروقی ۶/-
ادبی معرکہ (فروغ اردو) مرتبہ ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی ۵/۷۵
اردو رباعیات ڈاکٹر سلام سندیلوی ۱۲/-
ادب کا تنقیدی مطالعہ " " ۳/۵۰
اردو غزل کے پچاس سال عبدالاحد خاں خلیل ۷/۵۰
افکار آزاد عتیق صدیقی ۳/-
اردو میں قصیدہ نگاری ابو محمد سحر ۴/-
ایک تنہا شاعر (شاد عارفی) مظفر حنفی ۱۴/-
اردو نثر میں ادب لطیف ڈاکٹر عبدالودود ۸/-
اردو کا پہلا ناول خط تقدیر ڈاکٹر محمود الٰہی ۳/-
انشائے ماجد (اول دوم) عبدالماجد دریابادی ۱۱/۵۰
افکار و مسائل سید احتشام حسین ۴/۵۰
اردو ادب میں طنز و مزاح وزیر آغا ۹/-
اردو ہندی ہندوستانی سجاد ظہیر -/۷۵
آئینہ سخن فہمی مسعود حسین رضوی ۲/۵۰
اصناف ادب کا ارتقا سید صفی مرتضیٰ ۱/۵۰
آب حیات محمد حسین آزاد ۱۰/-
اردو مثنوی کا ارتقا ڈاکٹر محمد عقیل ۱۷/-
اردو کی دو قدیم مثنویاں نائب حسین نقوی ۶/-
اردو زبان کا ارتقاء شوکت سبزواری ۷/۵۰
اردو شاعری کی ہندوستانی روح زرینہ ثانی ۱/۵۰
اردو میں تنقید کی اہمیت قیوم صادق احمد پوری ۵/-

کتاب	مصنف	قیمت
اردو ڈرامہ اور اسٹیج	سید مسعود حسن رضوی ادیب	9/50
امیر خسرو اور ہندوستان	ڈاکٹر تارا چند	1/0
اٹھارہ سو ستاون اخبار اور دستاویزیں	مرتبہ عتیق صدیقی	20/0
اردو ادب میں سکھوں کا حصہ	امام مرتضیٰ نقوی	13/-
اردو سے ہندوؤں کا تعلق	اجمل اجملی	1/50
اردو زبان و ادب	ڈاکٹر مسعود حسین خاں	3/25
آئینۂ عقل	نکہت شاہجہانپوری	4/50
ادبی تاثرات	ڈاکٹر شجاعت علی سندیلوی	4/50
اردو انشا پردازی	امیر حسن نورانی	-/50
امیر خسرو اور ان کی ہندی شاعری	ڈاکٹر شجاعت علی سندیلوی	2/50
افکار میر	حبیب احمد خاں	9/-
ادب اور نفسیات	دیویندر اسّر	3/50
آزادی کا ادب	گوپال متل	3/-
اردوئے قدیم	سید شمس اللہ قادری	3/50
اردو	جگن ناتھ آزاد	-/50
ادب کا مقصد	ڈاکٹر نور الحسن ہاشمی	3/-
اردو شاعری پر ایک نظر	کلیم الدین احمد	6/-
اردو میں تنقید	ڈاکٹر محمد احسن فاروقی	3/-
اردو شعر کا ارتقاء	مسیح الزماں	14/-
اردو مثنوی کا ارتقاء	عبد القادر سروری	2/50
اکبر الہ آبادی اور ان کا کلام	نور الرحمٰن	2/0
ایشیائی بیداری اور اردو شعراء	اسلام بیگ چنگیزی	4/-
آپ بیتی	علی جواد زیدی	3/-

کتاب	مصنف	قیمت
اردو تذکروں میں نکات الشعرا کی اہمیت	ایم کے فاطمی	4/0
اعتبار نظر	سید احتشام حسین	4/50
اردو تنقید میں نفسیاتی عناصر	سید محمود الحسن	10/-
ادبی اشارے	ڈاکٹر سلام سندیلوی	5/-
آب حیات کا تنقیدی مطالعہ	مسعود حسین رضوی	2/55
آثار الصنادید	سر سید احمد خاں	18/-
اردو زبان اور اس کا رسم الخط	سید مسعود حسن رضوی ادیب	1/50
ادب کیا ہے	ڈاکٹر نور الحسن ہاشمی	2/50
ادبی نقوش	شاہ معین الدین احمد ندوی	5/0
انشاء اللہ خاں انشا	اسلم پرویز	4/-
اردو ناول کی تنقیدی تاریخ	محمد احسن فاروقی	4/-
اقبال کی نئی تشکیل	عزیز احمد	6/50
امیر تیمور کا مقدس ڈرامہ	مسعود حسن رضوی	2/50
ادب نظریہ	آل احمد سرور	5/-
اردو تنقید پر ایک نظر	کلیم الدین احمد	6/-
امیر خسرو بہ حیثیت ہندی شاعر	ڈاکٹر صفدر آہ	2/0
اردو زبان اور فن داستان گوئی	کلیم الدین احمد	4/-
اردو ادب میں طنز و مزاح	غلام احمد فرقت کاکوروی	12/-
اقبال امام ادب	رئیس احمد جعفری	1/25
ادبی تنقید	ڈاکٹر محمد حسن	4/50
افادات مہدی	مرتبہ: بیگم مہدی	4/50
الف لیلہ	نول کشور	8/-
ارمغان آصف	مرتبہ خواجہ احمد فاروقی	5/50
آئینۂ تنقید	،، محبوب احمد صدیقی	2/-

کتاب	مصنف	قیمت
اردوئے معلیٰ غالب نمبر	خواجہ احمد فاروقی	۵/۰
اردو تنقید کا ارتقاء	عبادت بریلوی	۱۰/۰
اندر سبھا مرتبہ	مسعود حسین رضوی	۱/۵۰
بہادر شاہ ظفر فن اور شخصیت	پروفیسر خواجہ تہور حسین	۵/۷۵
باقیاتِ شبلی	مشتاق حسین	۳/۷۵
بانیٔ جامعہ	سید محمد ٹونکی	۱/۰
بازیافت	ڈاکٹر محمود الٰہی	۴/۰
بکٹ کہانی مرتبہ	ڈاکٹر مسعود حسین خان	۲/۰
بات بات	سید اقبال احمد	۱/۵۰
۴۲ نظمیں ایک روایت ایک بغاوت	سید محمد صدر الدین	۳/۵۰
بوستاں مترجم	سعدی شیرازی	۳/۵۰
بابائے اردو عبدالحق	عبداللطیف اعظمی	۵/۰
بیگموں کا دربار	عبدالرؤف عشرت	۰/۷۵
پرت نامہ مرتبہ	مسعود حسین خاں	۱/۰
پچیس ۲۵ نظمیں ایک نظریہ ایک تجزیہ	محمد صدر الدین	۳/۵۰
پریم چند کا تنقیدی مطالعہ	ڈاکٹر قمر رئیس	۹/۰
پیغمبرانِ سخن	سردار جعفری	۵/۰
پریم چند کہانی کا رہنما	ڈاکٹر جعفر رضا	۱۰/۰
پنجاب میں اردو	محمود شیرانی	۵/۰
تنقید اور انداز نظر	ڈاکٹر سیدہ جعفر	۴/۰
تلاش و توازن	قمر رئیس	۶/۵۰
تلمیحات	محمود نیازی	۶/۰

کتاب	مصنف	قیمت
تین تذکرے	نثار احمد فاروقی	۷/۰
ترقی پسند ادب ایک جائزہ	ہنس راج رہبر	۶/۰
تنقید اور تنقیدی شعور	ناظر کاکوروی	۳/۵۰
تاریخ نظم و نثر	آغا محمد باقر	۶/۰
تنقید و تخلیق	اسلوب احمد انصاری	۵/۰
تنقیدی مطالعے	انور سیوانی	۳/۰
تعارف مرثیہ	شجاعت سندیلوی	۲/۰
تذکرہ خوش معرکہ زیبا	شمیم انہونوی	۱۵/۰
تجربے اور روایت	ابواللیث صدیقی	۴/۰
تاریخ ادب اردو	رام بابو سکسینہ	۱۲/۰
تنقیدی اشارے	آل احمد سرور	۲/۵۰
تحقیق کی روشنی میں	ڈاکٹر عندلیب شادانی	۱۰/۰
تحریریں	ڈاکٹر گیان چند	۳/۵۰
تنقید و تحلیل	سید شبیہ حسن	۲/۰
تذکرۂ شعرائے حجاز اردو	امداد صابری	۱۲/۰
تاثرات	عبدالرزاق قریشی	۳/۰
تاریخ و تنقید	حامد حسن قادری	۳/۵۰
تنقیدی مضامین	سید عابد علی	۴/۰
تعمیری ادب	علی جواد زیدی	[illegible]/۵۰
تقابلی مطالعے	عطا کاکوری	[illegible]/۰
تحقیقی مطالعے	"	[illegible]/۰
تنقید و تشخیص	ارشد کاکوی	[illegible]/۵۰
تحقیقی جائزے	ڈاکٹر اکبر حیدری	۲/۵۰
تذکرۂ صبح گلشن	سید علی حسن خاں	/۵۰
نتائج الافکار	قدرت اللہ	/۵۰

کتاب	مصنف / مرتب	قیمت
تذکرۂ عقد ثریا	غلام ہمدانی مصحفی	۲/۰
,, مسرت افزا	ابوالحسن امیر الدین	۳/۰
,, بزم سخن	حسن علی خاں	۳/۰
چمنستان شعراء	لچھمی نراین شفیق	۲/۰
,, گلشن گلزار	مبتلا و خلیل	۳/۰
,, شمع انجمن	نواب صدیق حسن خاں	۱/۵۰
,, شعرائے حجاز	امداد صابری	۱۲/۰
,, بے نظیر	سید عبدالوہاب افتخار	۱/۵۰
,, روز روشن	مظفر حسین صبا	۱/۷۵
,, خوش معرکۂ زیبا	سعادت حسن خاں ناصر	۵/۰
تین تذکرے مرتبہ	عطا کاکوی	۲/۰
تذکرہ بہار بے خزاں مرتبہ	حفیظ عباسی	۴/۰
,, بہار بے خزاں مرتبہ	ڈاکٹر نعیم احمد	۵/۰
تذکرہ نظامی	حسن ثانی نظامی	۱/۰
تنقید شعر	ڈاکٹر سلیمان اطہر جاوید	۵/۰
تنقیدی سرمایہ دوم	عبدالشکور	۱/!
تذکرہ میر	ایم کے فاطمی	۴/۰
تنقیدی پیرائے	عنوان چشتی	۴/۵۰
تنقید کے بنیادی مسائل مرتبہ	آل احمد سرور	۵/۰
تلوک چند محروم	جگن ناتھ آزاد	۴/۰
تمدن ہند	سید علی بلگرامی	۱۵/۰
تذکرۂ نادر	سید مسعود حسن رضوی ادیب	۳/۰
تنقید و تجزیہ	ابو محمد سحر	۳/۷۵
ترغیبات جنسی	نیاز فتحپوری	۴/۵۰
تاریخ صحافت اردو اول	امداد صابری	۳۰/۰

کتاب	مصنف / مرتب	قیمت
تذکرہ گلشن گفتار	ایم کے فاطمی	۲/۰
تذکرہ (مولانا آزاد) مرتبہ	مالک رام	۱۵/۰
,, مسرت افزا مترجم	ڈاکٹر مجیب قریشی	۵/۰
تعارف تاریخ اردو	ڈاکٹر شجاعت علی سندیلوی	۴/۰
تنقید عملی تنقید	سید احتشام حسین	۴/۰
ترجمہ حدائق البلاغت	مولوی امام بخش	۱/۰
تلخیص تذکرہ سراپا سخن مرتبہ	ڈاکٹر سید سلیمان حسن	۴/۰
تنقیدی نظریات کامل	احتشام حسین	۱۲/۰
جواہر پارے (اقوال)	ضیاء جعفر	۱/۵۰
جگر فن اور شخصیت	شارب ردولوی	۳/۵۰
جائزے	ناظر کاکوروی	۳/۰
جدید اردو شاعری	عبدالقادر سروری	۷/۰
جدیدیت اور ادب	آل احمد سرور	۵/۰
جدید اردو تنقید اصول اور نظریات	شارب ردولوی	۱۵/۰
جدید اردو نظم اور یورپی اثرات	ڈاکٹر حامدی کاشمیری	۲۰/۰
چندر بھان برہمن	ڈاکٹر محمد عبدالحمید فاروقی	۶/۵۰
چترلیکھا	بھگوتی چرن ورما	۳/۵۰
چاندنی اور انگارے	اسلام رونی	۲/۰
چند تصویر بتاں	شمیم احمد	۴/۲۵
,, ,,	سید مبارز الدین رفعت	۳/۵۰
چند ممتاز شعراء	سید صفی مرتضی	۱/۵۰
حیات آصف	محمد محبوب جنیدی	۱۰/۰
حیات سرمد	مولانا ابوالکلام آزاد	۲/۲۷
حدیث خودی	جگر بریلوی	۲/۰

کتاب	مصنف	قیمت
حدیث میر	میر کاظمی	۱۱/۰
حیات ذاکر حسین	خورشید مصطفیٰ	۸/۰
حیات علامہ فضل الحق خیرآبادی	مفتی انتظام اللہ شہابی	۱/۲۵
حسرت موہانی	عبدالشکور	۳/۵۰
خانوادۂ قاضی	محمد یوسف کوکن عمری	۸/۵۰
خطوط مشاہیر	عبدالماجد دریابادی	۵/۰
خبر و نظر	سید علی حیدر	۱/۵۰
داستان زبان اردو	ڈاکٹر شوکت سبزواری	۴/۰
دیدہ و دریافت	نثار احمد فاروقی	۲/۷۵
داستانے چند	راز چاندپوری	۲/۰
دکنی قدیم اردو کے چند تحقیقی مضامین	نصیرالدین ہاشمی	۳/۰
دیدۂ بینا	کوثر چاندپوری	۴/۰
دکن میں اردو	نصیرالدین ہاشمی	۱۵/۰
دوش فردا	مجنوں گورکھپوری	۵/۵۰
دبستان دبیر	ڈاکٹر ذاکر حسین فاروقی	۱۰/۰
داستان سے افسانے تک	وقار عظیم	۱۰/۰
دکنی ادب کی تاریخ	ڈاکٹر غلام محی الدین قادری زور	۴/۰
دعوت حق	ابوالکلام آزاد	۱/۵۰
دلی کا دبستان شاعری	ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی	۱۲/۰
دربار دُربار	مرزا التصدق حسین	۲/۵۰
دلّی والے	ضمیر حسن	۵/۰
دیوانے	یوسف ناظم	۳/۰
دو ادبی اسکول	علی جواد زیدی	۴/۰

کتاب	مصنف	قیمت
دکنی کی ابتدا	ڈاکٹر آمنہ خاتون	۱/۰
دکنی میں مرثیہ اور عزاداری	ڈاکٹر رشید موسوی	۱/۰
دلی کی آوازیں	خواجہ محمد شفیع	۱/۵۰
ذکر و مطالعہ	ذکی احمد	۳/۷۵
ذوق و جستجو	خواجہ احمد فاروقی	۲/۵۰
ذوق ادب و شعور	احتشام حسین	۲/۵۰
ریاست ترجمہ	ڈاکٹر ذاکر حسین	۱۵/۰
روپ رس مرتبہ	جاوید وششٹ	۵/۰
رجب علی بیگ سرور	نیر مسعود رضوی	۱۲/۰
رواداری ہندوستانی سماج میں	ابوالفہیم رحیم علی خاں	۳/۰
ریاست میسور میں اردو	ڈاکٹر آمنہ خاتون	۱۰/۰
ریاست میسور میں اردو کی نشو و نما	ڈاکٹر حبیب النساء	۱۰/۰
رشید احمد صدیقی شخصیت اور فن	ڈاکٹر سلیمان اطہر جاوید	۷/۰
روح تنقید	ڈاکٹر زور	۲/۵۰
رباعیات عمر خیام پر ایک تحقیقی نظر	مولانا عبدالباری آسی	۳/۵۰
روایت اور بغاوت	احتشام حسین	۴/۵۰
رسالہ تذکرات	مولفہ گارساں دتاسی	۵/۰
رمز اقبال	ڈاکٹر سید عبداللہ	۲/۰
سلیمان خطیب اور ان کا کلام	سید مبارز الدین رفعت	۳/۵۰
سلک گہر	احتشام حسین	۳/۰
سوانح مولانا روم	شبلی نعمانی	۴/۰

کتاب	مصنف	قیمت
۱۸۵۷ء کے مجاہد شعراء	امداد صابری	۶/۹۴
" کے غدار شعراء	"	۲/۵۰
ساحل اور سمندر	سید احتشام حسین	۴/۵۰
سرقہ اور توارد	نریش کمار شاد	۲/۲۵
سخنوران بنارس	ڈاکٹر امرت لعل عشرت	۷/۰
تنہائے گفتنی	کلیم الدین احمد	۸/۰
سرکش روحیں	خلیل جبران	۳/۰
ساگر سنگیت مترجم	منور لکھنوی	۱/۵۰
سرشار، ایک مطالعہ	پریم پال اشک	۵/۰
سرسید اور ان کے نامور رفقاء	سید عبداللہ	۸/۰
سرسید سیاسی و تاریخی آئینے میں	ڈاکٹر شان محمد	۲/۵۰
سب رس	ملا وجہی	۵/۵۰
سمن زار ترجمہ	ضیاء احمد بدایونی	۱۲/۰
شعر و زبان	ڈاکٹر مسعود حسین	۵/۰
شعرائے اردو کے تذکرے	ڈاکٹر عبداللہ	۵/۰
شرح بانگ درا	یوسف سلیم چشتی	۱۵/۰
" ضرب کلیم	"	۸/۰
" بال جبریل	"	۹/۰
شعر و ادب	سید اختر علی تلہری	۳/۰
شرح ضرب کلیم	عارف بٹالوی	۵/۰
شاد عظیم آبادی مرتبہ	نقی احمد ارشاد	۴/۵۰
شاد اور اس کی شاعری	پورن کمار ہوش	۳/۰
شبلی نامہ	محمد اکرام	۴/۰
صدائے حق	ابوالکلام آزاد	۲/۵۰
صحبت با اہل دل	ابوالحسن میاں	۵/۵۰

کتاب	مصنف	قیمت
صحیفۂ محبت	ڈاکٹر محمود الٰہی	۵/۰
صنم خانوں میں	کلیم عرفی	۷/۰
طوطی نامہ مرتبہ	ڈاکٹر نور الحسن ہاشمی	۲/۰
علم الامراض	حکیم سید ظل الرحمن	۵/۰
عظیم و لازوال	عابد رضا بیدار	۵/۰
عبدالحق کے خطوط عبدالحق کے نام	ڈاکٹر عبدالحق	۶/۰
علامہ اقبال بھوپال میں	عبدالقوی دسنوی	۱/۲۵
علمی اجالے	امیر حسن نورانی	۲/۵۰
عرض نغمہ مترجم	نیاز فتحپوری	۱/۲۵
عربی شاعری کے ادبی اشارات	ڈاکٹر سید احتشام احمد ندوی	۳/۰
عکس اور آئینے	احتشام حسین	۴/۵۰
عبدالباری آسی	وصی احمد	۲/۵۰
غزل اور متغزلین	ابواللیث صدیقی	۸/۰
فراق گورکھپوری	کامل قریشی	۴/۰
فکر انسانی کا مفرد نقاد	خواجہ غلام السیدین	۳/۰
فارسی ادب بعہد اورنگ زیب	ڈاکٹر نور الحسن	۱۶/۰
فن افسانہ نگاری	وقار عظیم	۶/۵۰
فیض میر مرتبہ	مسعود حسن ادیب	۱/۵۰
فن تنقید اور تنقیدی مضامین	نجم الہدیٰ	۴/۵۰
فن کی جانچ	ڈاکٹر سیدہ جعفر	۴/۰
فسانۂ عبرت	مسعود حسن رضوی	۲/۰
فلسفۂ نفس	ضامن نقوی	۲/۰
فردوسی ہند	ڈاکٹر صفدر آہ	۲/۰

کتاب	مصنف	قیمت
فسانۂ عجائب	مرزا رجب علی بیگ سرور	۱/۵۰
فانی بدایونی حیات، شخصیت اور شاعری	ڈاکٹر مغنی تبسم	۱۵/۰
فلسفۂ اقبال	عبدالقوی دریابادی	۲/۵۰
قومی تہذیب اور ہندوستانی مسلمان	ظفر امام	۲/۰
قومی تہذیب اور ہندوستانی مسلمان	عابد رضا بیدار	۲/۰
قصۂ مہر افروز و دلبر مرتبہ	ڈاکٹر مسعود حسین خاں	۱۲/-
قواعد اردو	مولوی عبدالحق	۶/۰
قول فیصل	ابوالکلام آزاد	۲/۵۰
قصیدۂ عطار	سراج الحق	۱/۵۰
قدر و نظر	اختر اورینوی	۳/۵۰
قصۂ حسن و دل	جاوید وششت	۶/۰
قصص و مسائل	عبدالماجد دریابادی	۲/۰
قطب مشتری (تنقید و جائزہ)	وہاب اشرفی	۴/۰
قدیم اردو اول، دوم	ڈاکٹر مسعود حسین	۲۸/-
کربل کتھا کا لسانی مطالعہ	خلیق و نارنگ	۴/۰
کہرے کا چاند	ڈاکٹر محمد حسن	۳/-
کشمیر کے دو ادیب بھائی	عبدالقادر سروری	۴/۰
کلیم الدین کی شاعری پر ایک نظر	ڈاکٹر ممتاز احمد	۳/۵۰
کمیونسٹ اور مذہب	ظ۔ انصاری	۲/۷۵
کعبہ میں صنم خانہ	سلام سندیلوی	۴/۰
گنج سوختہ	شمس الرحمٰن فاروقی	۵/۰

کتاب	مصنف	قیمت
گلشن ہند	سید حیدر بخش حیدری	۵/۰
گنجینۂ معنی	ڈاکٹر جعفر رضا	۴/۰
گفت و شنید	ظفر ادیب	۶/۰
گنج خوبی	میر امن دہلوی	۵/۰
گل و صنوبر مرتبہ	رفیق مارہروی	۱/۲۵
لوک گیت	اظہر علی فاروقی	۱/۵۰
لکھنؤ کا دبستان شاعری	ڈاکٹر ابواللیث صدیقی	۱۵/۰
لکھنؤ کا شاہی اسٹیج	سید مسعود حسن رضوی	۵/۵۰
" عوامی اسٹیج	"	۵/۵۰
لکھنؤ کی زبان	باقر شمس لکھنوی	۵/۰
لکھنؤ کی پانچ راتیں	سردار جعفری	۳/۵۰
لاہور کا جو ذکر کیا	گوپال متل	۶/۰
لاوے کا سمندر	ڈاکٹر شکیل الرحمٰن	۱۰/۰
لفظ و معنی	شمس الرحمٰن فاروقی	۶/۵۰
منشورات	برج موہن دتاتریہ کیفی	۶/-
مباحث	ڈاکٹر سید عبداللہ	۱۵/۰
مطالعۂ میر مرتبہ:	ابو محمد سحر	۸/۰
مضامین ہفت رنگ	ڈاکٹر آفتاب اختر	۲/۵۰
مقالات تلہری	اختر علی تلہری	۲/۵۰
مکاتیب امیر مینائی مرتبہ	احسن اللہ ثاقب	۵/۰
مضامین شرر	عبدالحلیم شرر	۴/۵۰
مآثر محمود شاہی	ڈاکٹر نورالحسن	۶/۵۰
مصحفی اور ان کا کلام	ڈاکٹر ابواللیث صدیقی	۶/۰
معیار و میزان	ڈاکٹر مسیح الزماں	۳/۵۰
میں سمجھاؤں	ڈاکٹر عبدالستار دلوی	۲/۲۵

کتاب	مصنف	قیمت
مباحث و مسائل	ضیاء احمد بدایونی	۱۱/۰
مقالات الشعرا	حیرت اکبر آبادی	۵/۰
مطالعۂ زور	ڈاکٹر اکبر حیدری	۵/۰
مختصر تاریخ ادب اردو	ڈاکٹر اعجاز حسین	۸/۰
مجاز حیات اور شاعری	منظر سلیم	۴/۵۰
مقدمۂ تاریخ زبان اردو	ڈاکٹر مسعود حسین خاں	۴/۵۰
مجذوب اور ان کا کلام	مرتبہ محمد رضا انصاری	۱/۵۰
مجاز کچھ یادیں	" احمد ابراہیم علوی	۱/۰
مولانا امداد صابری	پنڈت ہر سروپ شرما	۲/۰
مرزا رسوا (حیات اور ناول نگاری)	ڈاکٹر آدم شیخ	۶/۰
مرثیہ نگاری اور میر انیس	ڈاکٹر محمد احسن فاروقی	۳/۵۰
مرثیہ انیس میں جذباتی عناصر	ڈاکٹر اسلام سندیلوی	۴/۰
ملاقاتیں	ندا فاضلی	۳/۹۵
منزل تہذیب	محبوب اللہ مجیب	۴/۰
مشاہیر اردو کے خطوط	مہیش پرشاد	۰/۷۵
مطالعے اور جائزے	راجندر ناتھ شیدا	۲/۵۰
مضامین لسان الصدق	عبد القوی دسنوی	۲/۵۰
مطالعۂ سودا	ڈاکٹر محمد حسن	۳/۰
نیر شکوہ آبادی	ڈاکٹر زہرہ بیگم	۶/۰
مطالعۂ انیس	ناظر کاکوروی	۳/۰
مطالعہ لکھنوی گلزار نسیم	مظفر احمد لاری	۲/۵۰
مطالعۂ حسرت	عطا کاکوی	۳/۰
مطالعۂ شاد	عطا کاکوی	۴/۰
مجاز کا المیہ	سلامت اللہ خاں	۵/۰
مطالعۂ حالی	ڈاکٹر شجاعت علی سندیلوی	۴/۵۰

کتاب	مصنف	قیمت
مکاتیب میرزا مظہر جان جاناں (فارسی)	عبد الرزاق قریشی	۶/۰
مکاتیب حالی	محمد اسمٰعیل	۲/۰
مرزا سودا کے تنقیدی مراسلات	ڈاکٹر محمد حسن	۳/۵۰
مولوی نذیر احمد کی کہانی	فرحت اللہ بیگ	۱/۲۰
مومن	احسان دانش	۳/۵۰
معرکۂ چکبست و شرر	مرتبہ امیر حسن نورانی	۶/۷۵
مرثیۂ انیس میں ڈرامائی عناصر	شارب ردولوی	۳/۰
مطالعے	نریش کمار شاد	۳/۵۰
منتخب سوانح خاکے	مرتبہ سید نجم الدین نقوی	۲/۰
مطالعۂ تنقید	افسر انصاری	۴/۵۰
میر تقی میر کے ادبی معرکے	محمد یعقوب	۵/۰
مسلمان عورت	ابو الکلام آزاد	۴/۰
مقالات	مرتبہ انجمن اساتذہ جامعات	۴/۰
مولانا آزاد فکر و فن	ملک زادہ منظور احمد	۱۰/۰
میر امن سے عبد الحق تک	سید عبد اللہ	۱۰/۰
منور لکھنوی شخصیت اور شاعری	رام نرائن راز	۷/۵۰
مقدمات و مقالات	عبد الاحد خاں خلیل	۵/۵۰
نثر و غزل دستہ	مرتبہ مظفر حنفی	۸/۰
نکات مجنوں	مجنوں گورکھپوری	۵/۰
ناقابل فراموش	دیوان سنگھ مفتون	۲/۵۰
نقوش و افکار	مجنوں گورکھپوری	۳/۵۰
ناول کیا ہے	نور الحسن ہاشمی	۲/۵۰

کتاب	مصنف / مرتب	قیمت
ندرِ مقبول مرتبہ	خیر بہوروی	۳۰/-
نقدِ میر	سید عبداللہ	۷/-
نکات ادب	محمد مظفر حسین	۵/۵۰
نقوشِ اقبال	ابوالحسن علی ندوی	۴/۵۰
نقوشِ فانی	کبیر احمد جائسی	۲/-
نیا ادب مرتبہ	خواجہ احمد عباس	۱/-
نقد و انتقاد	اعجاز احمد معجز	۲/-
نثریاتِ ماجد	عبدالماجد دریابادی	۲/۷۰
نقطۂ نظر	عبدالمغنی	۵/۷۵
نئے پرانے چراغ	آل احمد سرور	۶/-
نیند کیوں رات بھر نہیں آتی	رشید احمد صدیقی	۲/-
نگارشاتِ ادب	مسعود حسن رضوی	۶/-
نقشِ حالی کامل مرتبہ	احتشام حسین	۱۱/-
دلی سے اقبال تک	ڈاکٹر سید عبداللہ	۵/۵۰
وحید الدین سلیم (حیات اور ادبی خدمات)	ڈاکٹر منظر عباس	۷/-
وقائع نواب آصف الدولہ	عابد رضا بیدار	۱۰/-
واجد علی شاہ	رئیس احمد جعفری	۱۰/-
واقعات دار الحکومت دہلی	بشیر الدین احمد دہلوی	۷۵/-

کتاب	مصنف / مرتب	قیمت
ہماری شاعری	مسعود حسن رضوی ادیب	۷/۵۰
ہماری داستانیں	وقار عظیم	۰/-
ہندوستانی کلچر کا ارتقاء	ڈاکٹر تاراچند	۱/۵۰
ہندوستانی موسیقی	مفتی فخر الاسلام	۱/۵۰
ہماری قومی انقلابی شاعری	ڈاکٹر عزیز احمد	۲/۵۰
ہجر و وصال	ابوالکلام آزاد	۲/-
ہفت تماشا	مرزا محمد قتیل	۰/-
ہندوستانی لسانیات کا خاکہ	احتشام حسین	۱/۷۵
ہم کیوں بھولتے ہیں	سعید احمد صدیقی	۱/۵۰
ہندوستانی لسانیات	ڈاکٹر زور	۳/-
ہمارے نثر نگار	سید صفی مرتضیٰ	/۵۰
ہندوؤں میں اردو	رفیق مارہروی	۷/۵۰
یاس یگانہ چنگیزی	راہی معصوم رضا	۲/-
یادگار انیس	امیر احمد علوی	۲/-
یہ باتیں ہماریاں	ڈاکٹر شکیل الرحمٰن	۳/۵۰
یوں بولے دولگانند	دولگانند	۱/۶۰
یادِ جگر	محمد اسلام	۲/-

شعری مجموعے

آؤ کہ کوئی خواب بنیں	ساحر لدھیانوی	۵/۰
اردو شاعری میں تاج محل	مرتبہ شجاع خاور	۱/۷۵
آتش تر	خمار بارہ بنکوی	۴/۰
اسم اعظم	شہریار	۳/۰
اذانِ سحر	انور اعظمی	۷/۰
انداز	مہیش چندر نقش	۳/۰
انوارِ نظر	نظر لکھنوی	۲/۲۵
انتخابِ سخن	ڈاکٹر یوگ دھیان آہوجہ	۲/۶۸
آتشیں	نسیم آروی	۳/۵۰
آخری دن کی تلاش	محمد علوی	۲/۲۵
آوازِ اقبال	نریش کمار شاد	۲/۵۰
آبلے	مدہوش بلگرامی	۴/۵۰
انتخاب قصائد اردو	مغیث الدین فریدی	۱/۵۰
اشعارِ میر	عبدالمنان صاحب بیدل	۰/۷۵
انتخاب کلامِ فراق	خلیل الرحمن اعظمی	۱/۰
آبگینہ	حفیظ مالیگانوی	۲/۵۰
انتخابِ سودا	ثاقب کانپوری	۳/۰
آئینہ در آئینہ	عزیز قیسی	۴/۰
انتخاب نظمِ اردو	نسیم قریشی	۱/۱۳
انتخاب کلامِ آتش	ڈاکٹر اعجاز حسین	۴/۲۵
انتخابِ حالی	سید سفارش حسین	۱/۱۵
انتخاب قصائد و غزلیات و مراثی	مرتبہ: ادارہ فروغ اردو	۲/۰
اکائی	بشیر بدر	۳/۰
اردو کی مزاحیہ شاعری (انتخاب)	مرتبہ: عرش ملسیانی	۹/۰
آہنگِ جذب	جذب عالم پوری	۴/۰
انجمن آرزو	اختر اورینوی	۴/۰
آوازیں	پورن کمار ہوش	۳/۰
آخرِ شب	کیفی اعظمی	۳/۰
اوراقِ مصور	سکندر علی وجد	۷/۰
انتخاب کلام شگفتہ	مرتبہ: خواجہ ذکی احمد	۱/۰
ادھورے خاکے	شرف کمالی	۲/۰
ادائے کفر	منور لکھنوی	۱/۵۰
ارمانِ نجوم	ارمان قادری	۱/۲۵
انتخاب کلام جرأت	مرتبہ: ایم حبیب خاں	۱/۲۵
ارمغانِ حرم	" افتخار اعظمی	۵/۰
انتخاب کلام چکبست	ڈاکٹر عبدالستار دلوی	۲/۵۰
آہنگِ حیات	محمد منشا، انجمن خان منشاء	۲/۵۰
آغوشِ خیال	آزاد گلاٹی	۳/۰
اجنبی	وشوا ناتھ درد	۵/۰
آئینہ اخلاق	خواجہ دل محمد	۲/۲۵
آئینۂ حیرت	حیرت شملوی	۳/۰
۱۹۶۸ کی منتخب شاعری	مرتبہ راج نرائن راز	۲/۰
آوازیں	پورن کمار ہوش	۲/۰
افکارِ خوشتر	ممتاز خوشتر کھنڈوی	۱۰/۵۰
اعجازِ نوح	نوح ناروی	۵/۰
اسلام نامہ	مسلم الحریری	۵/۰

کتاب	مصنف / مرتب	قیمت
اذکارِ عشق	مرتبہ: مہذب لکھنوی	۲/۰
آثارِ عشق	" " "	۲/۰
اسرارِ حسن	مرتبہ: مہذب لکھنوی	۲/۰
افکارِ حسن	" " "	۲/۰
الہام و افکار	جوش ملیح آبادی	۹/۰
اوراقِ زندگی	بسمل سعیدی	۱۵/۰
برگِ آوارہ	خورشید احمد جامی	۴/۰
بھگوت گیتا (منظوم)	منور لکھنوی	۳/۰
بانگِ درا	ڈاکٹر محمد اقبال	۵/۵۰
بالِ جبریل	" "	۴/۵۰
بوئے گل	مرتبہ: نظر برنی	۴/۰
بزمِ خیال	سیدہ فرحت	۱/۰
۴۲ نظمیں	کلیم الدین احمد	۵/۷۵
بچوں کی دنیا	تلوک چند محروم	۴/۰
بنتِ لمحات	اختر الایمان	۵/۰
باقیاتِ فانی	فانی بدایونی	۳/۰
بستانِ حرم	حمیدہ صدیقی	۱/۵۰
باقیاتِ اقبال	ڈاکٹر اقبال	۲/۵۰
بیکراں	جگن ناتھ آزاد	۴/۵۰
بہارِ مؤدب	مرتبہ مہذب لکھنوی	۴/۵۰
بازارِ سخن	" " "	۲/۰
بڑھے چلو	ڈاکٹر خلیق انجم	۱/۵۰
بہارِ نغمہ	دیپک پوری	۴/۰
بھرتری ہری شتک	جے کرشن چودھری	۲/۰
بادہ و جام	شارق میرٹھی ایم اے	۱/۵۰

کتاب	مصنف / مرتب	قیمت
بیادِ ہند (فارسی)	ڈاکٹر علی اصغر حکمت	۳/۰
پیراہنِ شرر	سردار جعفری	۳/۰
پیکرِ خیال	اختر بستوی	۲/۰
پتھروں کا مغنی	وحید اختر	۲/۰
پنکھڑی گلاب کی	تبسم سحر	۲/۵۰
پراگندہ	صفی اورنگ آبادی	۳/۵۰
پریم وانی	مرتبہ سردار جعفری	۲۵/۰
پرانے موسموں کی آواز	کمار پاشی	۲/۵۰
پانی کی زبان	مظفر حنفی	۳/۰
پھوار	نریش کمار شاد	۲/۵۰
پاک زمین ناپاک قدم	عشرت کرتپوری	-/۶۵
پرِ طاؤس	اختر انصاری دہلوی	۳/۰
تلخیاں	ساحر لدھیانوی	۳/۷۵
ترانہائے خیام	آقائی سید رغیب حسین	۲/۰
تبرکاتِ اقبال	محمد بشیر الحق دسنوی	۳/۰
تراشیدہ	شاذ تمکنت	۵/۰
تلاشِ منزل	کرشن سونی نشا	۴/۰
تمنا کا دوسرا قدم	صہبا وحید	۵/۰
ترنگیں	رانا پرتاپ سنگھ رانا گنوری	۴/۰
تبسم	ادیب مالیگانوی	۵/۰
تیکھی غزلیں	مظفر حنفی	۴/۰
تصویرِ وفا	وفا شاہجہاں پوری	۵/۰
جامِ صد رنگ	ن۔ ن۔ نجمی	۴/۰
جذباتِ رضی	مرتبہ ڈاکٹر ظہیر صدیقی	۱/۵۰
جانم	گلزار	۴/۰

کتاب	مصنف	قیمت
جلتے کنول	شمس فرخ آبادی	۲/۰
جانے پہچانے	عرش صہبائی	۴/۰
جذبات فطرت	محمد الیاس برنی	۱۰/۰
جوئے شیر	آنند نرائن ملا	۵/۰
جذبات واحساسات	حیدر دہلوی	۳/۰
جمال غزل	عطا کاکوی	۴/۰
جام سرآتش	پروفیسر پریم نگپوری	۳/۰
جواہرات اسمٰعیل	شجاعت علی سندیلوی	۱/۰
جام جم	محمد ذوالنورین	۳/۰
جادہ و منزل	جیمنی سرشار	۲/۵۰
جذبۂ آواز	من موہن تلخ	۴/۵۰
جواہرات انیس	ترتیب مرزا امیر علی	۹/۰
جلوۂ صد رنگ	شمس عظیم آبادی	۴/۰
چاروں اور	شاہد کبیر	۴/۰
چاند کے پتھر	سید جعفر رضا	۵/۰
چاندنی اساڑھ کی	راج نرائن راز	۳/۰
چلم نامہ	محمد یوسف پاپا	۲/۰
چین چلو	مرتبہ: شاہد کبیر	۱/۰
حدیث دل	غلام ربانی تاباں	۲/۲۵
حرم نبویؐ	شفیق سیوہاروی	۴/۰
حرف تمنا	تمکش اکبرآبادی	۳/۰
حمد نانک	نیفی سرحدی	۱۵/۰
حسین نقشیں	اختر انصاری اکبرآبادی	۱/۰
حریم نور	صادق دہلوی	۲/۵۰
خواب زلیخا	حکیم یوسف حسین خاں	۲/۲۵
خرمن	شفیق جونپوری	۲/۵۰
خلش	سیفی پریمی	۲/۰
خواب تماشا	کمار پاشی	۴/۰
خشت دیوار	زبیر رضوی	۴/۰
خوابوں کا مسیحا	اعجاز صدیقی	۲/۵۰
دکنی رباعیاں	ڈاکٹر سیدہ جعفر	۶/۰
دنیا کہیں جسے	ڈاکٹر عشرت انور	۵/۰
دائرہ	عابد عالمی	۵/۰
دیوان شاہ نیاز بریلوی	مرتبہ ڈاکٹر نور الحسن	۳/۲۵
" امیر خسرو	" " "	۲۸/۰
" غنی	ملا محمد طاہر غنی کاشمیری	۸/۰
" قائم	مرتبہ خورشید الاسلام	۷/۰
" ناشاد	این۔بی۔سین ناشاد	۱۰/۰
دہان زخم	اختر انصاری	۱۵/۰
دل کتنا اکیلا ہے	مرتبہ وشونا تھ	۴/۰
دیوان فائز	" خواجہ فضل امام	۵/۰
دیوان بیان	ثاقب رضوی	۵/۵۰
دیوان حالی	خواجہ الطاف حسین حالی	۲/۵۰
" فصاحت	فصاحت لکھنوی	۳/۵۰
بقا اکبرآبادی	مرتبہ خواجہ احمد فاروقی	۳/۵۰
درد	مرتبہ ڈاکٹر ظہیر الدین صدیقی	۵/۰
دستۂ گل لالہ	مرتبہ ڈاکٹر محمد حسن	۲/۰
دیوان مصحفی	مرتبہ مہذب لکھنوی	۳/۵۰
" میر	" سردار جعفری	۲۰/۰
" انجم	مرزا اسحاق جاہ انجم	۲/۰

کتاب	مصنف	قیمت
دیوانِ عزلت	عبدالرزاق قریشی	۱۰/-
دائرہ	عابد عالمی	۵/-
درخشاں	حفیظ بنارسی	۵/-
دیوانِ بیان	مرتبہ: ثاقب رضوی	۵/۵۰
ذوقِ سفر	غلام ربانی تاباں	۵/-
ذوقِ جمال	عنوان چشتی	۳/-
ذوقِ جنوں	آلِ احمد سرور	۴/۵۰
رمز و کنایات	فراق گورکھپوری	۳/۵۰
رمزاسۂ دبیر	دبیر لکھنوی	۴/۵۰
رقصِ بہار	رام کرشن مضطر	۳/۵۰
رطب و یابس	ظفر اقبال	۴/-
رہبرِ ایشیا	ساجد صدیقی والی آسی	۳/۵۰
رقصِ دوام	صغیر احمد صوفی	۱/۷۵
ریت کے پھول	آدم نصرت	۲/۵۰
رقصِ خیال	ظفر حمیدی	۴/۵۰
روحِ سخن	نواب فصاحت جنگ بہادر جلیل	۴/-
رازِ یزدانی (انتخاب)	راز یزدانی	-/۵۰
رعنائیاں	شکیل بدایونی	۴/۵۰
رنگینیاں	"	۳/۵۰
رحلِ نظر	مہدی نظمی	۲/۵۰
رباعیاتِ سرمد شہید	سرمد	۲/-
رزم نامۂ انیس	سید مسعود حسن ادیب رضوی	۳/۵۰
زمزمہ	رشید کوثر فاروقی	۳/-
زمزمہ	صفدر آہ	۲/-
زخمِ تمنا	مظہر امام	۳/-
زہرِ حیات	زاہدہ زیدی	۵/-
سرچشمہ	چندن بھارتی	۵/-
سرشک	زخمی حصاری	۳/۵۰
ساتواں در	شہریار	۳/-
سڑکوں کے سفر	مرتبہ: عقیل شاداب	۳/-
۱۹۶۹ء "	" کمار پاشی	۳/-
۱۹۷۰ء " "	" "	۳/-
سوز و گداز	سوز لائلپوری	۲/۷۵
سازِ حیات	پریم شنکر گوکل فرحت	۶/-
سازِ بیخودی	عمر انصاری	۶/-
سموم و صہبا	جوش ملیح آبادی	۸/-
سورج کا شہر	شہاب جعفری	۶/-
سوادِ منزل	نشور واحدی	۳/-
سیلی استاد	محمد نیاز	۲/-
سحرِ حلال	ساحر بھوپالی	۵/۵۰
سرد و سرمدی	ناشاد کانپوری	۴/۵۰
سیہ بر سفید	محمود سعید	۴/۵۰
سحرِ نغمہ	ساحر ہوشیارپوری	۱۰/-
سوزِ حیات	یحییٰ جبدن والا	۱۲/۵۰
سفر مدام سفر	ہنسراج کومل	۴/-
سرورِ جاوداں	بیکل اتساہی	۳/۷۵
سفینہ	موہن سنگھ دیوانہ	۵/-
شیرازۂ مژگاں	کرشن موہن	۱۰/-
شہرِ آرزو	باقر مہدی	۳/۵۰
شہرِ دل	محسن زیدی	۳/-

کتاب	مصنف	قیمت
شورشِ پنہاں	کالی داس گپتا رضا	۴/۰
شعلۂ خاموش	" " "	۵/۰
شعلۂ تشنگی	جاوید وششٹ	۶/۰
شعلہ و شبنم	جوش ملیح آبادی	۸/۰
شب گشت	عتیق حنفی	۶/۰
شبستاں	شکیل بدایونی	۲/۵۰
شاد عارفی	(انتخاب غزل)	۷/۵۰
شعلہ زار	دوارکا داس شعلہ	۶/۰
شہرِ انقلاب	سیماب اکبرآبادی	۲/۰
شاہنامۂ اسلام کامل ۴ حصے	حفیظ جالندھری	۱۶/۰
شرارِ سنگ	عرش ملسیانی	۸/۰
شمشیر و سناں	مرتبہ: ساحر لکھنوی	۲/۰
شمیمِ گل	عابد مناوری	۴/۰
شعلۂ رنگیں	خرم خیرآبادی	۴/۰
شانہ	شفیق جونپوری	۲/۷۵
شوخیاں	بھوانی داس ثمر ملتانی	۱/۵۰
شبنم شبنم	کرشن موہن	۵/۰
شب چراغ	خاور نوری	۱/۵۰
شاہکارِ سخن	مرتبہ: مہذب لکھنوی	۲/۰
صحرا صحرا	صبا جائسی (علیگ)	۲/۰
صہبائے حرم	ساجد صدیقی لکھنوی	۱/۵۰
صنم و حرم	شکیل بدایونی	۳/۵۰
صحرا میں اذان	گوپال متل	۶/۰
صبوحی	مہر چند کوثر	۳/۵۰

کتاب	مصنف	قیمت
صدائے دل	ساحر بھوپالی	۲/۰
ضربِ کلیم	علامہ اقبال	۴/۵۰
طوفانِ غم	سلطانہ ناشاد	۱/۵۰
طلوعِ سحر	کنور مہندر سنگھ سحر	۵/۰
عکسِ ریز	مظفر حنفی	۴/۰
عالم آشوب	سیماب اکبرآبادی	۳/۰
عرفانِ حافظ	پنڈت شیاما چرن داس	۱/۰
عروجِ آدم	رفعت سروش	۵/۰
عروسِ فطرت	اثر لکھنوی	۳/۰
غزالِ رعنا	جاوید وششٹ	۶/۰
غزلم	کامل چاندپوری	۵/۰
غبارِ رنگ	اندر سروپ دت نادان	۳/۰
غزل انسائیکلوپیڈیا	[illegible] کاکوروی ایم اے	۶/۰
غزل	مجروح سلطانپوری	۵/۰
فکر و نشاط	جوش ملیح آبادی	۵/۰
فروغِ جام	نشور واحدی	۲/۵۰
فردوسِ گوش	جوش ملسیانی	۶/۰
فکرِ جمیل	جمیل مظہری	۵/۰
فاصلے	مدہوش بلگرامی	۲/۵۰
قلمچے	فرحت کاکوروی	۴/۵۰
قائم چاندپوری (انتخاب)	عابد رضا بیدار	۱/۰
کلامِ نرم و نازک	رضا نقوی واہی	۴/۰
کارواں خیالوں کے	نوبہار صابر	۷/۰
کالے کاغذ کی نظمیں	باقر مہدی	۴/۵۰
کلیاتِ مصحفی اوّل	مرتبہ: ڈاکٹر نور الحسن نقوی	[illegible]

کتاب	مصنف / مرتب	قیمت
کلیات میرزا طاہر وحید	ظل عباس عباسی	۲۵/۰
" اقبال اردو	" علامہ اقبال	۶/۰
" اختر شیرانی	" گوپال متل	۶/۰
" جگر	جگر مرادآبادی	۶/۰
" غالب (فارسی)	مرتبہ: امیر حسن نورانی	۱۵/۰
" سودا (کامل)	" ڈاکٹر محمد حسن	۳۰/۰
کبیر بانی	" سردار جعفری	۳۰/۰
کلیات نسیم دہلوی	" میر محمود حسین	۳/۵۰
" حسرت موہانی	حسرت موہانی	۷/۵۰
غالب (فارسی)	علامہ اقبال	۱۵/۰
کلیات اکبر الہ آبادی	اکبر الہ آبادی	۱۱/۰
کاسۂ روح	عباس زیدی	۵/۰
کلکتہ ایک رباب	سید حرمت الاکرام	۱/۵۰
کلیات فانی	فانی بدایونی	۷/۰
کائنات دل	منور لکھنوی	۱/۵۰
کرنیں	جگدیش مہتہ درد	۳/۲۵
کار امروز	سیماب اکبرآبادی	۴/۵۰
کمار سنبھو	منور لکھنوی	۵/۰
کانچ کی صبح	عشرت کرتپوری	۲/۵۰
کیف الم	بسمل سعیدی	۴/۵۰
گرمیٔ اندیشہ	صفیر احمد صوفی	۵/۰
گلوب	سید احمد شبنم	۵/۰
گھر آنگن	جاں نثار اختر	۳/۰
گلبانگ	سید محمود اعظم فہمی ترمذی	۱/۷۵
گھر کا درد	کیف احمد صدیقی	۴/۰
گفتنی	مخمور سعیدی	۳/۰
گلستان ہزار رنگ	سید بہاؤالدین	۲۰/۰
گیت محل	تصدیق مظفر نگری	۲/۰
گردِ راہ	ملکنا فتح آبادی	۳/۵۰
گیت گووند	منصور لکھنوی	۳/۰
گیتا (منظوم)	حول محمد	۳/۰
گلزار نظیر	مرتبہ: سلیم جعفر	۱۰/۰
گل پارے	کاظم علی خاں	۴/۰
گلشن گلشن	پریم پال اشک	۲/۲۵
گلِ نو	واحد پریمی	۳/۰
گل نغمہ	فراق گورکھپوری	۸/۵۰
گلبانگ حرم	حمید صدیقی	۵/۰
لامکاں	غلام مرتضیٰ راہی	۳/۰
لوک گیت	اظہر علی فاروقی	۱/۵۰
لکیریں	نازش پرتاب گڈھی	۱/۵۰
لمعاتِ افق	مرتبہ: منور لکھنوی	۱۰/۰
لفظوں کا پل	ندا فاضلی	۳/۵۰
لعل و جواہر	ساجد صدیقی و آلی آسی	۲/۵۰
لالہ زار	پیکاں چاندپوری	۲/۵۰
لمعاتِ شاد	شاد عظیم	۲/۰
لمعاتِ انور	سردار انور خاں انور	۹/۰
منظومات میاں دیگر	ڈاکٹر اکبر حیدری کاشمیری	۸/۰
موجِ صبا	صبا عظیم آبادی	۱/۲۵
مثنوی دریائے عشق	مرتبہ ڈاکٹر ابوالحسن ہاشمی	۰/۷۵
" " "	میر تقی میر	۰/۵۰

کتاب	مصنف	قیمت
مرکز	سہیل اعظمی	۲/۰
میخانہ	کشن دت طوفان دہلوی	۲/۷۵
مجموعۂ رباعیات میرانیس	مرحوم سید محمد عباس	۱/۵۰
ماہِ تمام	قمر مرادآبادی	۳/۰
متاعِ تسکین	تسکین قریشی	۳/۰
مضراب	فیضی نظام پوری	۴/۰
موجیں	قیصر حیدری	۵/۵۰
مثنوی آب و سراب	جمیل مظہری	۲/۰
معیارِ کمال	مرتبہ مہذب لکھنوی	۲/۰
مختار وحید	" " "	۲/۰
مراثی تعشق	" " "	۲/۵۰
مراثی مہذب	" " "	۲/۵۰
مانجھی دھیرے چل	معوّر سبزواری	۴/۰
مراثی میر تقی میر	" " "	۳/۰
مرثیۂ نفیس	" " "	۲/۰
ماہِ کامل	ڈاکٹر کامل قریشی	۸/۰
متاعِ نظر	نظر برنی	۳/۰
مثنوی گلزارِ نسیم	مرتبہ امیر حسن نورانی	۲/۵۰
بوعلی شاہ قلندر	بوعلی شاہ قلندر	۱/۰
مناظرِ قدرت	محمد الیاس برنی	۱/۰
مثنوی زہرِ عشق	مرتبہ امیر حسن نورانی	۱/۲۵
میگھ دوت	رانا گنوری	۲/۰
منزل منزل	شباب للت	۴/۰
میراں کے گیت	جے کرشن چودھری	۲/۰
مرآۃ الغیب	امیر مینائی	۴/۵۰

کتاب	مصنف	قیمت
میں اور تو	مظفر احمد لاری	۳/۵۰
موجد و فکر	جوش ملیح آبادی	۲/۰
مسدسِ حالی	مولانا حالی	۱/۵۰
موجِ نسیم	نسیم نکودری	۳/۰
مزاجِ آب و گل	حسن شہیر	۶/۰
نوائے تیشہ	ظفر حمیدی	۳/۰
نغمۂ شب	اختر بستوی	۲/۰
نوائے عصر	یحییٰ اعظمی	۲/۰
نغمات	شہزادہ ناصرالدین / محمد اسد الرحمٰن قدسی	۳/۰
نزہتِ دل	بہر مہسلانی	۴/۰
نویدِ عصرِ بینش	نیاز حیدر	۱/۰
نشاطِ نظر	ہدایت محسنی	۲/۲۵
نوائے راز	راز چاندپوری	۳/۰
نقوش	پروانہ بی اے	۱/۵۰
نارسیدہ	وارث کرمانی	۳/۰
نغمۂ روح	صادق دہلوی	۳/۰
نغمۂ سرمد	مترجم عرش ملسیانی	۵/۰
نگارِ نفیس	مرتبہ مہذب لکھنوی	۲/۰
نیرنگِ معانی	تلوک چند محروم	۵/۰
نذرِ نانک	مہدی نظمی	۵/۰
نغمۂ فردوس	علامہ محوی صدیقی	۱/۵۰
نقشِ کارواں	نہال رضوی لکھنوی	۲/۰
نوائے پریشاں	جگن ناتھ آزاد	۲/۵۰
نسیمِ طیبہ	جے۔ بی۔ خان تابش	۲/۵۰

نام کتاب	مصنف	قیمت
نوائے دل	محمد منشاء الرحمٰن منشا	۱/۵۰
نذرِ وطن	دوّرا آفریدی	۱/۷۵
نیم باز	عنوان چشتی	۴/۰
نئے نام	مرتبہ شمس الرحمٰن فاروقی	۴/۰
نقشِ قدم	علی احمد جلیلی	۲/۷۰
نفلام انسائیکلوپیڈیا	ذکی کاکوروی	۹/۰
نوائے سرور	سرور جہان آبادی	۶/۰
نورِ فردا	عتیق	۲/۰
نو بہ نو	ڈاکٹر صفدر آہ	۱/۷۵
نوائے کفر	منور لکھنوی	۲/۵۰
نغماتِ ابد	سرمد	۵/۲۵
نروان	فاروق جنون	۲/۰
نشانِ منزل	احسن رضوی	۳/۰
وجد و حال	بہزاد لکھنوی	۲/۰
وادیِ گل	رفعت سروش	۳/۰
وجدانِ حافظ	منور لکھنوی	۳/۰
ورق ورق	فیض احمد فیض	۳/۰
وقارِ انیس	مرتبہ: مہذب لکھنوی	۲/۰
وطن کے راگ	مظفر شاہ	۳/۰
ویرانیاں	دوّرا آفریدی	۳/۰
وطن میں اجنبی	جگن ناتھ آزاد	۳/۵۰
ہند نامہ	بلدیو راج سود	۲/۵۰
ہزار انجم	مسلم مالیگانوی	۸/۵۰
ہجویاتِ میر	احمد جمال پاشا	۳/۵۰
یدِ بیضا	ساحر بھوپالی	۳/۰
یارانِ میکدہ	مرتبہ محمود علی خاں صبا	۲/۰
یادیں	اختر الایمان	۶/۰
یادوں کی خوشبو	خورشید احمد جامی	۴/۰

نئے شعری مجموعے

نام کتاب	مصنف	قیمت
نجات سے پہلے	قاضی سلیم	۴/۰
اشعار	حسن نعیم	۸/۰
رخصتی پھول	مرتبہ: ایم۔ اے خان	۳/۰
صدائے تیشہ	راشد آذر	۶/۰
نسیم بہار	ای۔ سی۔ بہار	۷/۵۰
آئینہ در آئینہ	عزیز قیسی	۴/۰
حرفِ معتبر	بانی	۱۰/

ذوقِ سفر

غلام ربانی تاباں

"ذوقِ سفر" جسے غزل کی کلاسیکی روایت و جدت کا حسین سنگم کہنا بے جا نہ ہوگا۔

قیمت ۵/۰

ناول، افسانے اور ڈرامے

کتاب	مصنف	قیمت
ایک کروڑ کی بوتل	کرشن چندر	۶/۵۰
آنکھ مچولی	شرف خانم اشرفی	۹/۵۰
انجان	ضیا عظیم آبادی	۴/-
آبلہ	رضیہ بٹ	۸/-
آخری تحفہ	عفت موہانی	۸/-
اندھیرے راستے	مسافر لائلپوری	۲/۵۰
امیر اندلس	علی اصغر چودھری	۴/-
النور	فیاض علی	۱۵/-
آخری تحفہ	منشی پریم چند	۵/۵۰
اپنا اپنا نصیب	این، اے، بیگم	۱۰/-
افیونی	علی احمد ارشاد	۲/-
اس دیوانگی میں	سلمیٰ کنول	۸/-
ابابیل	مظہر الحق علوی	۱۰/-
آصف	سلمیٰ کنول	۵/-
اکبر اعظم	صادق حسین	۶/-
آصف	عذرا جمال	۵/-
ان داتا	کرشن چندر	۴/-
الٹا درخت	"	۳/-
اردو کے بہترین افسانے مرتبہ سید فضل اللہ		۳/۵۰
اجلے دامن	ابن حیات	۸/-
آنکھ سے آنسو ٹپکا	سعیدہ سلطانہ	۶/-
ایک جہاں اور بھی ہے	رضیہ فصیح احمد	۷/-
آنچل کی پیاس	راج دلش	۲/۵۰
آدھے گھنٹے کا خدا	کرشن چندر	۲/-
ایک خواب ایک آرزو	اشونی اہلوالیہ	۴/-
اکیلی	شرت چندر	۶/-
آدمی اور سکے	زلیخا حسین	۴/۲۵
ایک عورت ہزار دیوانے	کرشن چندر	۳/۵۰
ارمانوں کا خون	مسرور جہاں	۵/-
انشاءاللہ	شوکت تھانوی	۵/-
الفانسو	عبدالحلیم شرر	۴/-
انجم	قیس رامپوری	۳/۵۰
آوارہ	شرت چندر	۵/-
اجلی نگاہیں	سلطان سبحانی	۳/-
اردو کے بہترین افسانے مرتبہ پرکاش پنڈت		۳/-
اپنے پرائے	زلیخا حسین	۵/۲۵
ایک آنسو ایک پتھر	کرپا شنکر بھاردواج	۵/۵۰
آفتاب دمشق	راشد الخیری	۲/-
الزہرا	"	۲/-
اور خون بہتا رہا	اختر صدیقی	۵/-
آدم خور	مظہر الحق علوی	۶/-
آواز کے جنگل	"	۸/-
ایک خواب دو تعبیریں	نوشابہ سعید ناز	۲/-
افشاں	اے۔ آر۔ خاتون	۴/۵۰
اختری بیگم	مرزا رسوا	۳/۵۰
انوری بیگم	طیبہ بیگم	۲/-

نام کتاب	مصنف	قیمت
انجام بہار	اختر ملیح آبادی	۲/۵۰
آنسو پی لے	وسیم بانو قدوائی	۲/-
ایثار	ابن حیات	۴/-
آبلہ پا	رضیہ فصیح احمد	۶/۵۰
امراؤ جان ادا	مرزا رسوا	۴/۵۰
ارمانوں کی سیج	مہندر ناتھ	۲/۷۵
ادھورے خواب	کلدیپ رعنا	۶/-
ایک کشتی سو طوفان	عشرت امیر	۲/۵۰
انارکلی	امتیاز علی تاج	۲/۵۰
آخری چٹان	نسیم حجازی	۸/۵۰
اور تلوار ٹوٹ گئی	"	۱۰/-
ایک خواب ایک حقیقت	زلیخا حسین	۴/۲۵
آسمان روشن ہے	کرشن چندر	۲/-
ایک ناؤ کاغذ کی	د جے سوری	۳/۵۰
آنکھ کی چوری	مسعود جاوید	۶/-
آندھیاں	انیس مرزا	۲/۵۰
اپنی منزل اپنی راہیں	ولیم سرویاں	۲/۵۰
ایک تھی آشا	ضیا عظیم آبادی	۴/-
الجھے کالے بال	کرشن چندر	۵/-
انڈین اسکاٹ لینڈ	شہزادہ تبسم	۴/۲۵
امجد علی	عذرا اجمال	۱۰/-
انتظارِ موسم گل	رضیہ فصیح احمد	۵/۵۰
الفت	خان محبوب طرزی	۵/۵۰
اسیرِ حرص	آغا حشر کاشمیری	۲/-
آسمانی بلا	مظہر الحق علوی	۲/۵۰

نام کتاب	مصنف	قیمت
بزدل	عفت موہانی	۶/-
بھگت کبیر	کشن چند زیبا	۱/۷۵
بہادر خان جنگجو	اختر ملیح آبادی	۴/۵۰
بولان جیل کا قیدی	بدنام رفیقی	۴/-
برف کی دیوار	مائل ملیح آبادی	۴/۵۰
بیوی	آغا حشر کاشمیری	۳/۵۰
بھیگی رات کی باہوں میں	خواجہ احمد عباس	۴/۵۰
بوڑھی چڑیل	مخمور جالندھری	۴/۵۰
بہار کا پہلا دن	علاؤالدین آزاد	۴/-
برات	مہندر ناتھ	۴/-
بیوہ	پریم چند	۲/۷۵
بجھے چراغ جل اٹھے	خورشید نکہت	۳/۵۰
بلندی کی طرف	ہربنس سنگھ دوست	۱/-
بے وفا	نریندر شرما	۴/۵۰
بہادر گارجنگ	کرشن چندر	۱۲/-
بھوک	نٹ ہمسن	۳/۵۰
بے سہارا	ثریا لون	۶/۵۰
بہکی دھڑکن	سعید امرت	۲/۵۰
بہتا پانی دور کنارا	شرن	۴/-
بال و پر	کنہیا لعل کپور	۳/-
بات کی بات	ہنسراج رہبر	۳/۵۰
باغی	رئیس احمد جعفری	۵/-
بھنورے	ضیا عظیم آبادی	۴/۵۰
بہادر شاہ ظفر	منجو قمر	۲/۵۶
بھول ہی بھول	اظہر افسر	۳/-

بندیوں کے خواب	حامدی کاشمیری	۶/۰
بھاگ متی کے دیس میں	فاطمہ یزدانی	۶/۰
بندۂ خدا	نجم آفندی	۱/۵۰
بے بسی	ٹیگور	۴/۰
بہترین افسانے	ایم حبیب خاں	۲/۷۵
بیوی اور بیسوا	کشن چندر زیبا	۱/۵۰
برف کا طوفان	لارا انگلز وائلاز	۲/۰
بنتِ فرعون	کلام بی اے	۳/۵۰
بہار کب آئے گی	الگزنڈرس	۱/۰
بھرم	عشرت کرتپوری	۳/۰
بے قرار	بھوبلینڈر دیپ	۳/۰
بھیڑیا	مظہر الحق علوی	۹/۰
بھینٹ	حکمت اللہ خاں	۳/۰
بیگموں کا دربار	عبدالرؤف عشرت	۰/۷۵
بہارِ جاوداں	زبیدہ خاتون صدیقی	۴/۰
بارہ آنے	پروین	۱/۰
باون پتے	کرشن چندر	۶/۰
پرایا دھن	نسیم انہونوی	۸/۰
پریم پجاری	عارف مارہروی	۲/۵۰
پانچ ہزار سال قبل	خان محبوب طرزی	۲/۵۰
پتھریلے راستے	ٹیگور	۴/۲۵
پردۂ مجاز	پریم چند	۷/۰
پیکر	مسرور جہاں	۸/۰
پنگھٹ	ضیاء عظیم آبادی	۴/۵۰
پیاسی دھرتی جلتے سائے۔	عارف نقوی	۶/۵۰

پگلی	رضیہ بٹ	۸/۵۰
پرایا سپنا	عذرا ستار	۶/۰
پٹھان بچے افغان -	مائل ملیح آبادی	۱/۲۵
پھولوں کی مہک کانٹوں کی چبھن	ایم اے خان	۷/۰
پندار	عفت موہانی	۸/۰
پیاسا ساون	گلشن نندا	۵/۵۰
پتھر کا گلاب	کوثر چاند پوری	۷/۵۰
پتوار	ضیا عظیم آبادی	۴/۵۰
پرچھائیوں کی وادی	انور عظیم	۵/۰
پیار کے آنسو	مجاہد لکھنوی	۴/۰
پت جھڑ کی آواز	قرۃ العین حیدر	۶/۰
پودے	کرشن چندر	۳/۰
پرویز	چودھری اکرام حسین	۳/۰
پیاس	کے ایل ترانہ	۳/۵۰
پنڈت جی	شرت چندر	۲/۰
پانچ لوفر ایک ہیروئن	کرشن چندر	۳/۵۰
پیاسی بیل	مانک ٹالہ	۴/۰
پریم پچیسی	پریم چند	۶/۰
تصویر	اے۔ آر خاتون	۸/۰
تھپیڑے	ٹیگور	۴/۵۰
تاریکیوں کے بعد	زلیخا حسین	۴/۱۵
تماشا	عارف مارہروی	۲/۰
تصویر بتاں	عصمت جمیل	۳/۰
تلاشِ بہاراں	جمیلہ ہاشمی	۱۲/۰

تیری دلبری کا بھرم　عزیز احمد　۳/۵۰
تمنا　نسیم انہونوی　۴/۵۰
تازیانے　الطاف مشہدی　۲/۵۰
تانے بانے　خزاں ہوشیارپوری　۲/۰
تیری آنکھ　موہن یادور　۲/۵۰
تنہائی　خاں محبوب طرزی　۱/۵۰
تلخ و شیریں　صلاح الدین قریشی　۲/۰
تیرا راستہ　قیسی رامپوری　۵/۰
تلاشِ مسرت　الیشوردیال سریواستوا　۱/۵۰
ترانہ　انجم ممتاز　۸/۰
تقدیر　رئیس احمد جعفری　۶/۵۰
ترنم　زبیدہ خاتون　۶/۰
تارِ عنکبوت　مظہر الحق علوی　۱۰/۰
تیغ زباں اول، دوم　〃　۱۸/۰
تہذیب　اختر شیخ آبادی　۵/۰
تیاگ　شرت چندر　۴/۵۰
تزئین　مسرور جہاں　۵/۰
تنہا تنہا　مہندر ناتھ　۶/۰
تین پیسے کی چھوکری　قاضی عبدالغفار　۲/۰
تاباں　مسرور جہاں　۶/۰
تہمت　راقم صدیقی　۲/۵۰
ٹیگور کے ڈرامے　ٹیگور　۳/۰
ٹوٹی کہاں کمند　سلیم رضا　۴/۵۰
ٹیڑھی لکیر　عصمت چغتائی　۷/۷۵
ٹھنڈی آگ　شرت چندر　۴/۲۵

ثریا　قیسی رامپوری　۲/۰
تھرکتے ہوئے تار　فاروق　۲/۵۰
ثریا　فاطمہ مبین　۱/۰
جلتی چٹان　گلشن نندہ　۲/۵۰
جنگل میں جھونپڑی　لارا انگلز وائلڈر　/۵۰
جنگِ اسرائیل　نسیم حجازی　۲/۰
جلوۂ ایثار　پریم چند　۲/۰
جگمگاتے اندھیرے　وسیم بانو　۲/۰
جوکر　شوکت تھانوی　۲/۰
جوا　سری رام آہوجہ　۴/۵۰
جوہر　زبیدہ سلطانہ　۱/۰
جو جگر کے پار ہوتا　عظمت رضا　۳/۷۵
جگر کے پار　ہیرا لعل شوق　۲/۰
جو غم مسکرائے　جی ایس عالم　۲/۷۵
جن بچے پلے ہوئے　کرتار سنگھ چاولہ　۲/۵۰
جھیل کے اس پار　گلشن نندہ　۷/۵۰
جب بندھن ٹوٹے　تاجور سامری　۳/۰
جسم جلا　نریندر شرما　۴/۵۰
جنگ اسرائیل و عرب　اختر صدیقی　۵/۵۰
جھومر　نجمہ سلطانہ　۲/۵۰
جمیلہ پاشا　مادام حلیمی　۵/۰
جدائی　رئیس احمد جعفری　۶/۷۵
جزا　ابن حیات　۴/۰
جوشِ محبت　مظہر الحق علوی　۴/۰
جوہرِ قدامت　راشد الخیری　۲/۲۵

چشم پرنم	بلقیس صادق علی	۵/-
چشمہ	اے۔آر خاتون	۱۵/-
چوٹیں	عصمت چغتائی	۲/-
چشم نم	عصمت رضا	۲/۷۵
چراغوں کا سفر	رام لال	۴/-
چنار کے سائے	راج کنول	۲/-
چاند کا زخم	شمشاد احمد	۲/-
چناروں کے سائے میں	پریم بھنڈاری	۳/۵۰
چینی گاؤں	ترجمہ ظ انصاری	۲/۷۵
چیری کا باغ	زاہدہ زیدی	۲/-
چھوٹی بیگم	زبیدہ سلطانہ	۴/۵۰
چندا کی چاندنی	کرشن چندر	۶/-
چندا	عطیہ پروین	۸/-
چنگاری	گلشن نندہ	۷/۵۰
چنگاری	رئیس احمد جعفری	۶/-
چکنے پتھر	رنجیت راہی	۴/۵۰
چندر کلا	جمنا داس اختر	۲/-
چلمن	نادرہ خاتون	۱۰/-
چپکے سے بہار آجائے	سلمیٰ کنول	۸/-
چمگادڑ	مخمور جالندھری	۳/-
چار دل چار راہیں	خواجہ احمد عباس	۳/۵۰
چھوٹی سرکار	مرتضیٰ زیدی	۵/۵۰
چاندی کا گھاؤ	کرشن چندر	۵/۵۰
چکنے چکنے پات	مارک ٹوین	۲/-
حسینہ	نسیم انہونوی	۴/-
حمیرا	زبیدہ خاتون	۳/-
حسین قافلے	مجاہد لکھنوی	۴/-
حور	قیسی رامپوری	۳/۵۰
حسن اور انگارے	گوبند سنگھ	۱/۷۵
حسن بن صباح	شرر	۱/-
حسن انجلینا	"	۲/۷۵
حسرتوں کے داغ	خورشید نکہت	۹/-
حمیرہ	صادق سردھنوی	۵/-
حسن کے کرشمے	مرزا حسین احمد بیگ	۳/۲۵
حسن کی عیاریاں	نیاز فتحپوری	۲/-
حنا اور پتھر	حمیدہ جبیں	۴/۵۰
حسن افزا	فاطمہ انیس	۴/-
حباب	مشرف تمیز	۱۲/-
خطوط رموزی	ملا رموزی	۲/۲۵
خوفناک دنیا	ڈاکٹر سید محمد علی شاہ	۴/-
خمار	ہیرا لعل شوق	۳/-
خطرات کا شکاری	اظہار اثر	۲/-
خریدار	نامی کانہاتی	۳/-
خواب و خیال	مجنوں گورکھپوری	۲/۵۰
خواب و خیال	منشی پریم چند	۲/۵۰
خادمہ	مینا ناز	۸/۵۰
خالی پنجرے کی ہنسی	وسنت دیش مکھ	۲/۵۰
خمار	ہیرا لال شوق	۳/-
خوفناک پرچھائیں	مخمور جالندھری	۴/-
خاتون	نسیم انہونوی	۷/-

کتاب	مصنف	قیمت
خونریز	مظہرالحق علوی	۸/-
خدا کی بستی	شوکت صدیقی	۱۲/-
خانم	عظمت رضا	۵/-
خیالستان	سجاد حیدر یلدرم	۳/۷۵
خیانت	قیسی رامپوری	۳/-
خوابوں کے شکاری	مظہرالحق علوی	۱۰/-
خورشید بہو	مرزا رسوا	۱/۷۵
خدانخواستہ	شوکت تھانوی	۳/-
خواب گاہ میں	محمود جالندھری	۳/۵۰
خوابوں کے کھنڈر	انجم پرواز	۴/۵۰
خوفناک جزیرہ	سراج انور	۵/-
دوسرے آدمی کا ڈرائنگ روم	سریندر پرکاش	۳/۷۵
دل کا داغ	حبیب صدیقی	۳/-
دل بیمار	حسین علوی	۱/۵۰
دو روپ	ہاجرہ نازلی	۶/-
درد کے فاصلے	انیس مرزا	۲/۵۰
دھبے سفید و سرخ	گجندر سنگھ	۸/-
داغ فراق	جمیلہ ہاشمی	۱/۵۰
درد کا رشتہ	مہندر ناتھ	۴/۵۰
داغ دل کے	ریاض ارشد	۵/-
داغ رسوائی	چندر موہن	۲/۵۰
دل کی وادیاں سو گئیں	کرشن چندر	۳/-
درد کی تصویر	لوکیش گپت	۳/-
دودھ اور خون	صدیقہ بیگم	۲/۵۰
دل سے قریب	افتخار حسین	۱/۷۵

کتاب	مصنف	قیمت
دگپال	نسیم لدھیانوی	۴/۵۰
دوسری لڑکی	ذکی انور	۴/-
دل اور دیا	رشید پروین	۹/-
دوشیزۂ کابل	صادق حسین صدیقی	۱۲/-
دو غنڈے	مظفر حنفی	۴/-
دو بھیگے ہوئے لوگ	اقبال مجید	۵/۵۰
دریچے	ظفر قریشی	۲/-
دلی جو ایک شہر تھا	ترجمہ سلیم احمد	۵/-
داغ تمنا	عادل رشید	۴/-
دل کا کیا رنگ کروں	ایم احمد جاوید	۴/۵۰
دیدۂ حیراں	مظفر حنفی	۴/-
درد و درماں	عفت موہانی	۵/۵۰
دھوپ	قیسی رامپوری	۲/۵۰
دنیا ہے دور	شگوفہ	۲/۷۵
دسواں پل	کرشن چندر	۴/-
درندے	ہرچرن چاولہ	۳/۵۰
دیوتا اور کسان	کرشن چندر	۷/۵۰
دادر پل کے بچے	"	۳/۵۰
دیوار	مسافر لائلپوری	۳/۵۰
دھڑکنیں	ایم احمد جاوید	۵/۵۰
درد محبت	مجاہد لکھنوی	۴/-
دیوانہ ہے دیوانہ	ترجمہ محمود جالندھری	۶/۵۰
دکھیاری	عارف مارہروی	۳/۵۰
دیوانہ	خان محبوب طرزی	۳/-
دروازہ	کرشن چندر	۲/۲۵

دخترِ شب	مظہر الحق علوی	۹/-	رنگین کانٹے	الوز نزہت	۳/۵۰
دل	رئیس احمد جعفری	۶/-	راکھ اور انگارے	گلشن نندہ	۳/۵۰
دُرِ شہوار	راشد الخیری	-/۷۵	رادھا ایلزبتھ	جمنا داس اختر	۲/-
دشمن	ریوتی سرن شرما	۵/-	راجپوت نندنی	شری منی رام جی	۱/۵۰
دیوِ استبداد	مظہر الحق علوی	۷/-	روح کے بندھن	زلیخا حسین	۵/-
ڈوبتی منزل	مسافر لائلپوری	۳/-	رات کا کالا کفن	مظہر الحق علوی	۹/-
ڈراکیولا	مظہر الحق علوی	۹/-	رحمت	نسیم انہونوی	۲/۵۰
ڈرپوک	گلشن نندہ	۵/۲۵	رومینہ	مسرور جہاں	۴/۵۰
ڈاکٹر سنگھ	دریشور بوریہ	۳/۵۰	راہبہ	مسز عبد القادر	۳/-
ڈرائیور کی ڈائری	کمار شرما	۵/-	روبرو	دید مہتہ	۳/۲۵
ڈاکٹر جیکل ترجمہ	ڈاکٹر محمد حسن	۱/-	روشنک بیگم	مسز ا۔ ظا حسین	۵/-
ڈولی	انیس مرزا	۵/-	راج سنگھ	سدرشن	۲/۵۰
ڈھلکتے آنسو	مسافر لائلپوری	۳/-	روٹھی رانی	پریم چند	۲/-
ڈراکیولا کی واپسی	مظہر الحق علوی	۵/-	روحانی شادی	"	۱/۲۵
ڈبگیا سفینہ دل کا	زبیدہ سلطانہ	۶/-	رومانہ	زبیدہ خاتون	۶/-
روحانہ	نادرہ خاتون	۵/-	ریشمہ	"	۴/۵۰
رنگ محل	حمیدہ سلطانہ	۶/-	رازِ دل	نواب زیدی	۷/۵۰
رباب	زبیدہ سلطانہ	۹/-	ریلو	شرف خانم اشرفی	۹/-
رام محمد ڈیسوزا	علی رضا	۳/-	ریشم کے تار	عارف مارہروی	۶/-
رستم و سہراب	آغا حشر کاشمیری	۱/۵۰	روپ	عادل رشید	۶/-
ردعمل	صالحہ عابد حسین	۷/۵۰	روحانی اشارے	بابو شیو برت لعل	۱/۵۰
رونق	قیسی رامپوری	۲/۵۰	روشنی کی کرن	رضا الجبار	۴/-
رانی	"	۵/-	راگی	راحیلہ بٹ	۵/-
راحت	جمیل الرحمٰن	۳/-	زین آبادی	سید نسیم	۳/-
راستے بھی چلتے ہیں	سلطان سبحانی	۲/۵۰	زخم	نریندر شرما	۳/۲۵

زادِ راہ	پریم چند	۲/۰
زمرد	سلامت علی	۶/۰
زخم اور ناخن	فاطمہ انیس	۵/۰
زرگاؤں کی رانی	کرشن چندر	۲/۵۰
زوربا	مخمور جالندھری	۱۰/۰
زینوبیا	بلقیس ظفر	۷/۰
زری	زبیدہ سلطانہ	۶/۰
زخم کھلنے کے بعد	ریاض جاوید	۷/۰
زندگی کا میلہ	اختر حسین رائے پوری	۲/۰
زلف و شمشیر	مہدی نظمی	۴/۰
زرتاب	رضیہ بٹ	۵/۵۰
زندگی کے جائزے	ابو سعید قریشی	۲/۵۰
زندگی کے موڑ پہ	کرشن چندر	۲/۷۵
زعفران کے پھول	خواجہ احمد عباس	۲/۰
زہرآب	مظہر الحق علوی	۹/۰
زندگی مسکرائی	زلیخا حسین	۵/۲۵
زندگی و فریب	نسیمہ اختر	۳/۵۰
سات انگلیاں	انیس مرزا	۴/۰
سرفروش	شرت چندر	۵/۵۰
سنم کے سہارے	عفت موہانی	۵/۵۰
سسکتے ساز	گلشن نندہ	۶/۰
سپہ سالار سنگھ	راہل	۲/۵۶
ساحرہ کا انجام	مجاہد لکھنوی	۳/۰
سفید کلیاں	فیروزہ شاہین	۶/۵۰
سفینہ	[illegible] رجیاں	۴/۰

ساخیلائیں	اے آر خاتون	۱/۲۵
سالارِ حجاز	نسیم حجازی	۱۵/۰
سفید جزیرہ	"	۶/۰
۱۹۵۸ء کے افسانے	مرتبہ ایم حبیب	۲/۵۰
سیاہ سرخ سفید	آمنہ ابوالحسن	۴/۰
سدھا	ہری گوپال شرما	۳/۰
سرخ جھنڈا	سید ریاض الحق علیگ	۱/۷۵
سولہ سنگھار	سعد رشن	۵/۰
سوزِ ناتمام	میمونہ نسیم	۲/۰
ستونتی	راشد الخیری	۰/۷۵
سلگتی آرزو	یکتا بدایونی	۳/۰
سلطنت خداداد	محمود خاں بنگلوری	۱۰/۰
سزا	دت بھارتی	۶/۰
سیما	انیس حسن نقانی	۲/۰
سنگ میل	اختر حسین رائے پوری	۲/۰
سیمی	خدیجہ سلطانہ	۵/۰
سہانی آنچ	وسیم بانو قدوائی	۵/۰
ساتھی	رئیس احمد جعفری	۴/۵۰
سیلاب	سعد رشن	۳/۵۰
سمن	رضیہ سجاد ظہیر	۵/۵۰
سپنوں کی موت	توصیف چغتائی	۲/۰
سوکھے پیڑ سبز پتے	گلشن نندہ	۹/۲۵
سوکھے پتے	دت بھارتی	۳/۵۰
سفید شیطان	مضطر ہاشمی	۱/۵۰
ستارے جہاں اداس ہے	قمر تسکین	۱/۰

کتاب	مصنف	قیمت
سوز شب غم	سلیم چودہری	۴/۰
ستاروں سے آگے	گلشن نندہ	۴/۰
سورج، ریت اور گناہ	مہندر ناتھ	۶/۰
سراب زندگی	نسیم انہونوی	۴/۵۰
سونا سمندر	مظہر الحق علوی	۹/۰
سر شام	رضیہ سجاد ظہیر	۲/۵۰
سسرال	شوکت تھانوی	۱/۰
سائے کا سفر	عوض سعید	۴/۰
سنجوگ	رابندر ناتھ ٹیگور	۷/۰
سمندری لٹیرا	ہیرک السن	۲/۵۰
سایۂ شیطان	مظہر الحق علوی	۱۰/۰
سادہ و رنگین افسانے	ظفر قریشی	۲/۵۰
سائکی	کلیم عرفی	۲/۵۰
سیمی	خدیجہ سلطانہ	۵/۰
سفینہ	مسرور جہاں	۴/۰
سنہرے سپنے	رنبیر سنگھ امر	۳/۵۰
ساقی	ضیا بدایونی	۴/۰
ستاروں کے کھیل	اوپندر ناتھ اشک	۳/۰
شکار بیتی	ریحان احمد عباسی	۴/۰
شیر کیا سوچتا ہوگا	رفیق حسین	۳/۰
شرط وفا	مجاہد لکھنوی	۳/۵۰
شمع فروزاں	اختر ملیح آبادی	۹/۰
شعلہ و شبنم	نوشابہ سعید ناز	۲/۵۰
شام ہی تو ہے	ثریا بانو	۹/۰
شہر سلیمان	مظہر الحق علوی	۲/۵۰
شیطان کے پجاری	مسعود جاوید	۱۲/۰
شبو	رضیہ بٹ	۵/۰
شمع دو پروانہ ایک	قیسی رامپوری	۵/۰
شوخ نظارے	م احمد	۱/۲۵
شکنتلا	کشن چند زیبا	۱/۵۰
شکست ہی شکست	زکی انور	۶/۰
شازیہ	تنویر زہرہ بخاری	۷/۰
شوہر کا روگ	نسیم انہونوی	۱/۲۵
شبنم	〃	۲/۵۰
شگفتہ	〃	۳/۰
شہر خموشاں	مظہر الحق علوی	۵/۰
شام تمنا	عفت موہانی	۵/۵۰
شیریں	زبیدہ خاتون	۷/۵۰
شاداں	وحشی محمود آبادی	۲/۵۰
شہزادی شب نور	خان محبوب طرزی	۲/۰
شہناز	ترجمہ حبیب اشعر	۳/۵۰
شیشہ میں بال آگیا	ضیا عظیم آبادی	۶/۰
شریر بیوی	سلطانہ بیگم	۳/۷۵
شمع	اے آر خاتون	۱۲/۰
شرمیلی	گلشن نندہ	۷/۰
شہر میں صحرا	مظہر الحق علوی	۸/۰
شعلۂ اجل	ٹیگور	۰/۷۵
شکیلہ	مسعود	۴/۲۵
شمع خرابات	خواجہ محمد شفیع	۵/۰
شازیہ	تنویر زہرہ بخاری	۷/۰

شہزادی ماہ رخ	اے آر خاتون	۷/۲۵	صنم	عفت موہانی	۸/۰
شہراب زریں	سید محمد نبی	۳/۰	صیفہ	سلمیٰ محبوب	۴/۰
شام جوانی	منشی نواب رائے	۴/۰	صاعقہ	رضیہ بٹ	۶/۵۰
شاعرانِ بیت	پریم ناتھ بیزانہ	۱/۷۵	صائمہ	حمیدہ جبیں	۵/۰
شیخ خرابات	خواجہ محمد شفیع	۵/۰	صدف	سلمیٰ کنول	۱۰/۰
شہوار	مسرور جہاں	۶/۰	صبا	"	۸/۰
شیکسپیر کی کہانیاں	قربان	۳/۰	صلیبی جہاد	صادق صدیقی	۸/۰
شبنم	تنویر زہرہ بخاری	۶/۵۰	صفورہ	بلقیس ظفر	۶/۰
شکیلہ	ضیا عظیم آبادی	۲/۷۵	ضدی	عصمت چغتائی	۲/۵۰
شگوفہ	شفیق الرحمان	۴/۰	ضدی لڑکی	درگا شنکر بھاردواج	۵/۵۰
شمس و قمر	رضیہ بٹ	۵/۵۰	طرز زندگی	نسیم انہونوی	۲/۵۰
شبنم	سراج النور	۴/۰	طاہرہ	عبد الحکیم شرر	۲/۲۵
شاہدہ	ناہید انجم	۵/۰	طوفانِ بہار	مخمور جالندھری	۳/۰
شمع فروزاں	اختر ملیح آبادی	۹/۰	طوفانِ حیات	راشد الخیری	۱/۷۵
شیلا	سید سمی حسن	۴/۵۰	طلعت	شاہدہ خاتون	۷/۰
شہید وفا	رائیڈر ہیگرڈ	۸/۰	ظلِ ہما	مظہر الحق علوی	۱۵/۰
شاہین دراج	راشد الخیری	۰/۷۵	ظالم محبت	حجاب امتیاز علی	۲/۰
شامِ زندگی	"	۱/۵۰	عامر	فرحانہ بریان	۶/۵۰
شب زندگی	"	۲/۵۰	عاشی	رضیہ بٹ	۸/۰
صبح زندگی	"	۲/۰	عاشق	مترجم نور رحمانی	۷/۰
صدائے جرس	مسز عبد القادر	۳/۰	عنبریں	حمیدہ جبیں	۹/۰
صبوحی	بیگم معشوق علی	۲/۵۰	عزمِ جواں	راج نرائن	۱/۵۰
صفو	زبیدہ سلطانہ	۶/۰	عروسِ مشرق	راشد الخیری	۱/۰
صیدِ ہوس	آغا حشر کاشمیری	۲/۰	عاصمہ	تنویر زہرہ بخاری	۷/۵۰
صبح و شام	ل احمد	۵/۰	عرب کا چاند	صادق صدیقی	۷/۰

کتاب	مصنف	قیمت	کتاب	مصنف	قیمت
عروس کربلا	راشد الخیری	۱/۰	فانوس	خورشید عالم زبیری	۴/۰
عندلیب	سلمیٰ کنول	۷/۰	فرعون کا خزانہ	مظہر الحق علوی	۲/۵۰
عذرا	صالحہ عابد حسین	۶/۰	فریدہ	بیگم معشوق علی	۱۰/۰
عالم اسفل	مظہر الحق علوی	۵/۰	فروزہ	مرتضیٰ زیدی	۵/۰
عظماء	بیگم رقیہ سلیم	۶/۷۵	فرح	مسرور جہاں	۵/۵۰
عرشیہ	نوشابہ سعید ناز	۳/۵۰	فرنگشائن	مظہر الحق علوی	۵/۰
غدّرا	کرشن چندر	۳/۰	فرزانہ	فاطمہ مبین	۷/۰
غزل	خالدہ محمود	۷/۰	فخر کی بات	گجیندر سنگھ	۱/۷۵
غزالہ	شوکت تھانوی	۷/۰	فتح بصرہ	صادق سردھنوی	۴/۰
غازی	نسیم حجازی	۸/۰	فتح خیبر	" "	۵/۰
غمگسار	عفت موہانی	۸/۵۰	فارینا	تنویر زہرہ بخاری	۵/۰
غبار کے پیچھے	وسیم بانو قدوائی	۵/۰	فولادی پتلے	خان محبوب طرزی	۲/۰
غزالی	فاطمہ مبین	۹/۰	فہمی	رئیس احمد جعفری	۳/۰
غبن	پریم چند	۶/۷۵	فریب	تمیل انجم	۴/۰
غزالہ	بیگم رقیہ سلیم	۴/۰	فرعون وکلیم	مظہر الحق علوی	۹/۰
غم فرقت	ذکیہ بیگم	۱/۵۰	فاخرہ	رئیس احمد جعفری	۶/۰
غم ہستی	شاعر بجنوری	۳/۷۵	فرخندہ	"	۱۰/۰
غنڈا	عادل رشید	۳/۰	فاکہہ	اے۔ آر خاتون	۷/۵۰
غلاموں کا سوداگر	مظہر الحق علوی	۱۰/۰	فیروزہ	زبیدہ سلطانہ	۶/۰
غم دوراں	ہاجرہ نازلی	۵/۵۰	فطرت	ڈاکٹر اکبر حیدری	۱۲/۰
فاتح ایران	غضنفر علی	۴/۰	فریاد	نریندر شرما	۲/۷۵
فریب مسلسل	شفیق بانو	۲/۰	فردوس بریں	شرر	۲/۶۰
فلمی مہرے	عادل رشید	۴/۵۰	فلمی قاعدہ	کرشن چندر	۴/۵۰
فریب	خان محبوب طرزی	۴/۰	قاتل	پریم چند	-/۷۵
فوزیہ	محمد سلیمان تنویر	۶/۰	قصص ابن السبیل (ترجمہ)		۱/۵۰

کتاب	مصنف	قیمت
قندیل	طلعت فاطمہ	۵/۰
قمر طلعت	خان محبوب طرزی	۴/۰
قیصر باغ	وحشی محمود آبادی	۵/۰
قیصر و کسریٰ	نسیم حجازی	۱۵/۰
قزلباش	خان محبوب طرزی	۳/۰
قاتل کی ڈائری	شانتی نرائن	۱/۲۵
قاتل سمگلر	ظفر فرید	۲/۷۵
قاتل کون	وکیل فرید آبادی	۲/۰
قسمت	مظہر ہاشمی	۴/۰
قفس	خورشید عالم زبیری	۴/۰
کالے دھبے گورے بدن	جمنا داس اختر	۴/۰
کوئی درد آشنا بھی نہیں	صغریٰ مہدی	۱/۵۰
کاؤس	مسعود جاوید	۱۲/۰
کالی دنیا	سراج انور	۵/۵۰
کواٹر میں کے کارنامے	مظہر الحق علوی	۶/۰
کہکشاں	نسیم انہونوی	۷/۰
کربلا	پریم چند	۳/۰
کاغذ کی ناؤ	کرشن چندر	۴/۲۵
کارنیوال	کرشن چندر	۵/۵۰
کسک	عظمت رضا	۹/۰
کینسر وارڈ	ترجمہ گوپال متل	۳/۰
کشمکش	سلمیٰ کنول	۵/۰
کتیا	شوکت تھانوی	۲/۰
کڑوی کہانی	میکسم گورکی	۲/۵۰
کیک اور شراب	ولیم سامرسٹ	۳/۰
کونپل	مائل ملیح آبادی	۵/۰
کنواری دنیا	قیصر سلطانہ ذکی	۲/۵۰
کھوکھلے انبار	م۔م راجیندر	۲/۰
کٹی پتنگ	گلشن نندہ	۶/۰
کارٹون	شوکت تھانوی	۳/۵۰
کٹی پتنگ	شرن	۳/۵۰
کہرے کا چاند	ڈاکٹر محمد حسن	۳/۰
کلیاں	عصمت چغتائی	۵/۰
کارنیوال	کرشن چندر	۵/۵۰
کورا آنچل	ضیاء عظیم آبادی	۵/۵۰
کایا پلٹ	کشن چند زیبا	۲/۷۵
کامیاب استانیاں	رضیہ فرحت	۲/۵۰
کاجل	مائل ملیح آبادی	۳/۷۵
کھلاڑی	عظمت رضا	۷/۰
کوکا بیلی	شوکت صدیقی	۳/۵۰
کارواں ہمارا	کوثر چاندپوری	۳/۴۰
کوئی شکایت نہیں	دت بھارتی	۸/۰
کیپٹن لیلیٰ خالد	ندیم صہبائی	۴/۰
کھلونے	مسعود مفتی	۳/۰
گلابی موت	اظہار اثر	۵/۰
گنوار	تنویر زہرہ بخاری	۸/۰
گناہ آدم	مظہر الحق علوی	۷/۰
گلشن گلشن ڈھونڈا تجھ کو	کرشن چندر	۳/۵۰
گناہ اور انجام	جوگندر پریمی	۴/۰

کتاب	مصنف	قیمت
گنج سلیمان	مظہر الحق علوی	۳/۵۰
گرتی دیواریں	ایم تشکیل	۴/۰
گیہوں اور گلاب	خواجہ احمد عباس	۴/۵۰
گل و سنگ	سراج انور	۳/۵۰
گردش	فاطمہ مبین	۶/۰
گرد باد	مظہر الحق علوی	۱۰/۰
گردشِ ایام	"	۸/۰
گرگٹ	شوکت تھانوی	۱/۵۰
گدڑی میں لعل	راشد الخیری	۱/۵۰
گدھے کی واپسی	کرشن چندر	۴/۵۰
گورا	رابندر ناتھ ٹیگور	۴/۵۰
گونگے معمار	خورشید عادل منیر	۱/۰
گیت ہیں میرے	حمیدہ جبیں	۶/۵۰
گیری بالڈی	لاجپت رائے	۱/۰
گردشیں	جی لال سچدیو	۳/۵۰
نکرو	نسیم انہونوی	۴/۰
گل بارا	ثریا باتو	۷/۰
گمراہ	مائل ملیح آبادی	۴/۵۰
گستردہ	انیس مرزا	۵/۵۰
گناہ	دت بھارتی	۲/۹۵
گھاٹ کا پتھر	گلشن نندہ	۵/۰
گیلارڈ	"	۶/۰
گھر کا بھیدی	مظہر الحق علوی	۲/۵۰
گیت اور آنسو	نریندر شرما	۳/۷۵
گھاؤ	"	۳/۰
گنہگار	عظمت رضا	۱۰/۰
گناہ کی ٹھوکریں	حامد قریشی	۱/۵۰
گھٹائیں	ضیاء عظیم آبادی	۴/۰
لال تاج	کرشن چندر	۲/۷۵
لہو کے پھول (۲ جلد)	حیات اللہ انصاری	۷۰/۰
لٹیرا	خان محبوب طرزی	۲/۷۵
لیلیٰ خالد کے کارنامے	ندیم صہبائی	۴/۵۰
لیلیٰ کے خطوط	قاضی عبد الغفار	۳/۰
لالہ	سلمیٰ کنول	۱۰/۰
لہروں کی دوڑ	تاجور سامری	۵/۰
لڑکی ایک دل کو دیجئے ہیں	رشیدہ رضویہ	۸/۰
لالہ زار (سفرنامہ)	اطہر شبیر	۳/۰
لاکھ بلائیں ایک نشیمن	عادل رشید	۵/۰
لالہ رخ	ل احمد اکبر آبادی	۳/۵۰
لال چندری	نسیم مینائی	۲/۵۰
لوٹ	گہر لدھیانوی	۵/۰
لاش	نریندر شرما	۲/۷۵
لب و رخسار	منظر سلیم	۴/۵۰
لگن	کیلاش راہی	۲/۵۰
لاج	بلقیس صادق علی	۹/۰
لاشوں کا شہر	منیر عبد القادر	۳/۰
منتخب افسانے	مرتبہ میر محمود حسین	۲/۵۰
محسن	بیگم رقیہ سلیم	۷/۰
ملہار	انیس مرزا	۸/۰
مقدس پھول	مظہر الحق علوی	۹/۰

کتاب	مصنف	قیمت
محبت نام ہے غم کا	عفت موہانی	۴/۵۰
موت کے بعد	اظہار اثر	۲/۵۰
مارِ آستین	شمس انصاری	۲/۵۰
ماہ نور	زبیدہ خاتون	۶/۰
مجنوں کی ڈائری	قاضی عبدالغفار	۲/۷۵
مغربی دوشیزہ	لوئی بل	۳/۰
میٹھا درد	شرت چندر	۵/۵۰
معصومہ	عصمت چغتائی	۳/۷۵
میراث	پرکاش پنڈت	۳/۰
مٹی کا ورق	جوگیندر پال	۶/۰
موت کے سائے	جمنا داس اختر	۲/۰
معرکۂ کربلا	صادق سردھنوی	۶/۰
مرجانہ	بلقیس ظفر	۲/۵۰
معظم علی	نسیم حجازی	۱۰/۰
مغو	عبدالقیوم	۴/۵۰
مسیحا	عذرا جمال	۶/۰
مس طلعت	نسیم انہولوی	۶/۰
مہ پارا	"	۶/۰
مہتاب	"	۶/۰
مشعلِ راہ	زہرہ جبیں	۴/۰
میوۂ تلخ	عبدالحلیم شرر	۲/۰
مسافر نواز بہتیرے	ابراہیم علوی	۴/۰
مٹی کے صنم	کرشن چندر	۴/۵۰
ماں	میکسم گورکی	۴/۵۰
میں کیوں شوہر نہیں	حسن عسکری	۴/۷۵

کتاب	مصنف	قیمت
منزل سے دور	نریندر شرما	۴/۸۰
مریم	رضیہ بٹ	۱۰/۰
میرے بہترین افسانے	منشی پریم چند	۴/۰
مرجھائی کلیاں	کوثر چاندپوری	۴/۰
معصوم یتیم	حسین فاطمہ	۵/۰
مانجھی	ضیا عظیم آبادی	۲/۷۵
ماہ رخ	زبیدہ سلطانہ	۸/۵۰
مقدس لہو	خان محبوب طرزی	۴/۰
میر صاحب	عادل رشید	۳/۵۰
موج بلا	مظہر الحق علوی	۴/۰
منجھلی خاتون	شوکت تھانوی	۱/۵۰
ماہ نجم	راشد الخیری	۲/۰
محبوبۂ خداوند	"	۱/۵۰
معصوم گناہ	وسیم بالو قدوائی	۵/۰
مہارانی	کرشن چندر	۶/۰
منگنی	رمیش چندر جین	۶/۵۰
مہندی کا رنگ	داس چندر استار	۶/۰
مفلسی میں آٹا گیلا	عبدالمجید بھٹالوی	۳/۰
مصیبتیں	بھارت چند کھنہ	۱/۷۵
مسکراتے آنسو	"	۱/۷۵
ماہ رخ	زبیدہ سلطانہ	۸/۵۰
معصوم گناہ	مضطر ہاشمی	۲/۰
محمود غزنوی	عزیز حسن بقائی	۲/۵۰
مظلوموں کا شہر	کرشن چندر	۴/۰
منتخب افسانے	مرتبہ آمنہ خاتون	۳/۰

متھ	رضیہ بٹ	۱۰/-
مہ لقا	عطیہ پروین	۵/-
نظارے	کرشن چندر	۵/-
نیا راستہ	خان محبوب طرزی	۳/۵۰
نیل کنٹھ	گلشن نندہ	۶/۵۰
نغمے کی موت	مظفر ہاشمی	۲/۷۵
نرملا	پریم چندر	۲/۵۰
نشیمن	رضیہ بٹ	۵/۰
نوئین	بیگم رقیہ سلیم	۷/-
نادان	رئیس احمد جعفری	۱۰/-
نوشابہ	"	۶/-
نروان	جیلانی بانو	۴/۷۵
ناورہ	اے آر خاتون	۶/-
نوید	جمیل الرحمٰن	۶/-
نواب صاحب	ڈاکٹر ریاض الحسن	۲/۵۰
نادان	عارف ماہروی	۳/۵۰
نزہت	اسماء اعجاز	۷/۰
نہ کلی نہ پھول	ریاض ارشد	۵/۲۵
نازو	رئیس احمد جعفری	۶/۰
ندائے روح	مظہر الحق علوی	۹/-
نیل کی ساحرہ	"	۶/۵۰
ننگے	صالحہ عابد حسین	۲/۵۰
نجم السحر	نسیم انہونوی	۶/-
نشاط	"	۴/۵۰
نورتن	شوکت تھانوی	۳/-

نشاط	نیلوفر تیموری	۶/۵۰
نقشوں کا راز	کمار جالندھری	۲/۰
نرجس	اسماء اعجاز	۱۰/۰
نیلی آنکھیں	پریم ناتھ درد	۳/۵۰
نواب حیدر علی	ڈاکٹر عبدالوحید	۲/۲۵
ناگی کو	بدر السلام فضلی	۲/-
نو ڈرامے	احسان الحق	۴/۰
نشانہ	عارف مادہروی	۲/۰
نئے صنم نئے خواب	حمیدہ جبین	۳/۷۵
نہالہ	زبیدہ خاتون	۹/-
نزہت آرا بیگم	"	۳/۰
نقاب پوش پیغمبر	صادق سردھنوی	۵/-
نواب زادی	حمیدہ جبیں	۴/-
ناز	عنایت اللہ	۸/-
نائلہ	رضیہ بٹ	۶/۵۰
ناہید	"	۵/۵۰
نمو	"	۴/۰
نوحہ زندگی	راشد الخیری	۱/۲۵
ندرت	ابن حیات	۳/۷۵
نئی سرحدیں	رالف موڈی	۱/۰
نگینے	مظفر حسین شمیم	۲/۷۵
نقش پائے صنم	کلیم عرفی	۳/۵۰
نشاط غم	ہاجرہ نازلی	۱۲/۰
نذرانہ	زبیدہ سلطانہ	۴/۵۰
وہ لوٹے گی	ڈاکٹر بسنت پرکاش سنگھ	۳/۰

ویران بہاریں	سنتوش تیرا	۳/-
وحشی	نریندر شرما	۲/۷۵
وہ بہاریں یہ فرصتیں	حجاب امتیاز علی	۱۲/-
وقت گزر گیا	فاطمہ انیس	۳/-
وادیاں	اے حمید	۴/۲۵
وہ لڑکی	شیام سندر پرویز	۲/-
وحشی	رضیہ بٹ	۷/۵۰
وفا کی دیوی	منشی پریم چند	۱/-
وزیروں کا کلب	کرشن چندر	۲/-
وجیہہ	حمیدہ جبیں	۷/-
وادیوں کی آہیں	سلمیٰ کنول	۸/-
وادی قاف	مسز عبد القادر	۳/
وحشی	نریندر شرما	۳/۷۵
ویرانی ہنس جاتی	پروانہ ردولوی	۲/
وہ لوٹے گی	ڈاکٹر عصمت جاوید	/
ولولے	قدوس صہبائی	۳/
ہلچل	عارف مارہروی	۴/-
ہلاکِ فریب مترجم	آثر لکھنوی	۲/۲۵
ہائیڈروجن بم کے بعد	کرشن چندر	۳/۵۰
ہمزاد	مسعود جاوید	۱۰/۵۰
ہم سفر	عفت موہانی	۸/-
ہم جنم جنم کے ساتھی	عاتق شاہ	۳/-
ہمارا گھر	کرشن چندر	۲/۷۵
ہچکولے	رئیس احمد جعفری	۲/۵۰
ہیرے کا جگر	زکی انور	۲/۵۰
ہماری سڑک مترجم	سید احتشام حسین	۵/-
ہونولولو کا راجکمار	کرشن چندر	۶/-
ہما	زبیدہ خاتون	۵/-
ہلاکو خان	یونس اختر	۱۰/-
ہم کناری	صالحہ عابد حسین	۲/-
ہائے اللہ	ہاجرہ مسرور	۳/-
ہندوستان ہمارا	بلونت سنگھ	۳/۵۰
واجد علی شاہ	رفیق عابد زاہدی	۱/۲۵
یوکلپٹس کی ڈالی	کرشن چندر	۲/۷۵
یہ من چنچل ہے	شما کر پونچھی	۲/۵۰
یاسمین شام	راشد الخیری	۲/۵۰
یادوں کے چراغ	صالحہ عابد حسین	۸/-
یلغار	نسیم حجازی	۱۵/-
یہ زندگی کے میلے	مائل ملیح آبادی	۲/۵۰
یہ رستے یہ لوگ	عمر مجید	۴/۵۰
ضمیری / چھاؤں تلے	فاطمہ یزدانی	۶/-

طنزیہ و مزاحیہ ادب

کتاب	مصنف	قیمت
الکشنیات	عبدالمجید سہالوی	۲/۰
الکشنیات	عبدالمجید سہالوی	۲/۰
انتخاب فتنہ	نادم سیتاپوری	۳/۵۰
آزاد غلام	ابراہیم جلیس	۲/۰
ادیر شیروانی اندر پریشانی	"	۴/۰
اردو کی مزاحیہ شاعری	عرش ملسیانی	۸/۰
اردو ادب میں طنز و مزاح	غلام احمد فرقت	۱۲/۰
بے ساختہ و بے ضابطہ	وجاہت علی سندیلوی	۲/۷۵
بال و پر	کنھیا لال کپور	۳/۰
بڑی حویلی	مرزا محمود بیگ	۲/۰
پروفیسر بدھو	فکر تونسوی	۲/۷۵
پطرس کے مضامین	پطرس بخاری	۲/۰
تکلف برطرف	مجتبیٰ حسین	۳/۰
تبسم و قہقہے	ایم۔ اے خان	۳/۰
چراغ تلے	مشتاق احمد یوسفی	۵/۰
خنداں	رشید احمد صدیقی	۵/۲۵
خلیل خاں فاختہ	میر باقر علی	۱/۵۰
دلی والے	ضمیر حسن دہلوی	۵/۰
دلوارئیے	یوسف ناظم	۳/۰
زعفران زار	سید ابو تراب	۱/۵۰
ستم ایجاد	احمد جمال پاشا	۴/۵۰
شوخیاں	شبیر حکیم	۴/۵۰
طنزیہ مزاحیہ نظمیں	بشریٰ ناہید	۲/۵۰
غالب سے معذرت کے ساتھ	احمد جمال پاشا	۳/۵۰
غالب کے ڈرامے	شوکت تھانوی	۴/۵۰
فٹ نوٹ	یوسف ناظم	۳/۵۰
کیف و کم	"	۳/۰
کف گل فروش	غلام احمد فرقت	۳/۰
لیکن کتاب اچھی ہے	سید حبیب ٹونکی	۱/۵۰
مشاعرۂ عالم ارواح	مرتضیٰ حسین موسوی	۴/۰
مضامین عابد	ڈاکٹر عابد حسین	۲/۰
مجاز کے لطیفے	مجاز لکھنوی	۲/۷۵
مردہ دل خاک جیا کرتے ہیں	غلام احمد فرقت	۳/۰
مضامین رشید	رشید احمد صدیقی	۶/۰
مفلسی میں آٹا گیلا	عبدالمجید سہالوی	۳/۰
نیکی کر تھانے جا	ابراہیم جلیس	۳/۰
نرم گرم	کنھیا لال کپور	۳/۰
یہ ایک تبسم	برق آشیانوی	۳/۰

دلوارئیے

از

یوسف ناظم

یوسف ناظم کے طنزیہ و مزاحیہ مضامین

کا تازہ ترین مجموعہ۔

قیمت ۳/۰

لغات

کتاب	مصنف	قیمت
انگلش اردو ڈکشنری کلاں	مولوی عبدالحق	۳۶/-
" خورد	"	۲۰/-
" مختصر	"	۱۲/-
" پاپولر	"	۶/-
اردو ہندی ڈکشنری	انجمن ترقی اردو	۳/-
اردو ادبی لغت (اول)	ڈاکٹر نورالحسن	۱۲/-
اردو ادبی لغت	نور محمد	۱۰/-
القاموس الجدید	وحید الزماں	۸/-
اردو انگلش ڈکشنری (پریکٹیکل)		۱۲/-
اردو انگلش ڈکشنری	رام نرائن لال اگروال	۱۰/-
آکسفورڈ ڈکشنری		۴/-
پائیز اردو ڈکشنری		1/95
تلگو اردو لغت		۳/۵۰
جامع اللغات		۲/۵۰
دکنی اردو کی لغت	ڈاکٹر مسعود حسین خان	۱۲/-
دکنی لغت	ضامن	۶/-
ڈکشنری مضامین القرآن	شوکت علی فہمی	۴/۵۰
فرہنگ امثال	مسعود حسن رضوی	۲/۵۰
فیروز اللغات کلاں	فیروز احمد	۲۰/-

کتاب	مصنف	قیمت
فیروز اللغات خورد	فیروز احمد	۶/۷۵
فرہنگ آثر	آثر لکھنوی	۱۸/-
کریم اللغات	محمد کریم الدین	۲/۵۰
لغات فیروزی	فیروز احمد	۷/۵۰
لغات کشوری	نول کشور	۱۰/۵۰
لغات القرآن	محمد عبدالرشید	۳۹/۵۰
مقیاس اللغات		۱۰/-
مصباح اللغات		۲۳/-
مہذب اللغات حصہ اول	مہذب لکھنوی	۲۲/۵۰
" دوم	"	۲۲/۵۰
" سوم	"	۲۲/۵۰
" چہارم	"	۲۲/۵۰
" پنجم	"	۲۲/۵۰
ہندوستانی انگریزی لغت مرتبہ ڈنکن فاربس (صدی ایڈیشن)		۵۰/-
ہندی کی نئی ڈکشنری	فیاض حسین	۳/۵۰

خانہ داری

مصنف	کتاب	قیمت
آئینہ نازلی	عصمتی دسترخوان	۲/-
رضیہ جمیل	رضیہ کی کشیدہ کاری	۱۴/-

مصنف	کتاب	قیمت
زینت النور	دلہن کشیدہ کاری	۲/۵۰
	قدسیہ کشیدہ کاری	۹/-

رضیہ کا شاہی دسترخوان ۲/۵۰
رشیدہ بیگم رشیدہ کی کشیدہ کاری ۲/۵۰
شمع کشیدہ کاری ۴/۵۰
زینت کوثر زینت کشیدہ کاری ۹/۵۰
زینت انور حسین کشیدہ کاری ۲/۵۰
فیروزہ فیروزہ کشیدہ کاری ۵/۵۰

سہیل طلعت کشیدہ کاری ۲/-
فاطمہ احمد عثمانی خانہ دار بیگم ۱/۵۰
کرشنا کماری بیسویں صدی کشیدہ کاری ۴/-
نسیم بک ڈپو حریم کشیدہ کاری ۶/-
نسیم اختر ناز کشیدہ کاری ۵/-

تاریخ ـــــ تذکرہ ـــــ سوانح

اکبر اعظم صادق حسین صدیقی ۶/-
اندرا گاندھی ضیا عظیم آبادی ۳/-
اسلامی سوانح عمریاں شرر ۲/-
اسلام اور آزادی مولانا آزاد ۱/۵۰
انسانیت موت کے دروازے پر مولانا آزاد ۳/۵۰
اسباب بغاوت ہند سرسید احمد خاں ۳/-
انقلاب کی خونیں تاریخ شوکت علی فہمی ۴/-
انگریزوں کا شرمناک دور حکومت " ۳/۲۵
الکلام شبلی نعمانی ۵/-
پنڈت جواہر لعل نہرو ضیا عظیم آبادی ۲/-
تذکرہ حضرت امام غزالیؒ اسلام الحق ۳/-
" اولیائے ہند و پاک مفتی ولی حسن ۳/-
تاریخ ہند پر نئی روشنی خورشید احمد ۹/۵۰
" گجرات ابو ظفر ندوی ۸/-
" سندھ " ۶/-
تاریخ کوکن ڈاکٹر مومن محی الدین ۱۲/-

تاریخ اسلام کے حیرت انگیز لمحات عبد المنان ۴/-
تحریک آزادی مولانا آزاد ۴/-
تاریخ حسن کاری میر امجد علی ۲/-
تاریخ شیراز ہند جونپور اقبال احمد ۱۲/-
" ہند صادق سردھنوی ۱۰/-
" ایران سرجان مالکم ۴/-
جواہر لعل نہرو عبد اللطیف اعظمی ۲/۷۵
جارج برنارڈ شا ظ انصاری ۳/۵۰
حیات شیخ عبد الحق محدث دہلوی خلیق احمد نظامی ۶/-
حیدر علی محمود بنگلوری ۵/-
خان بابا ترجمہ عتیق صدیقی ۱/۲۵
خواجہ غلام السیدین ڈاکٹر شکیل الرحمان ۲/-
سیرت سید احمد شہید ابو الحسن ندوی ۴/-
سلطنت خدا داد محمود بنگلوری ۱۵/-
شوقیہ عادی سالک ۳/۵۰
سوانح مولانا عبد القادرؒ ابو الحسن ندوی ۵/-

کتاب	مصنف	قیمت
۱۸۵۷ء کا تاریخی روزنامچہ	خلیق احمد نظامی	۴/۵۰
سوویٹ روس	جواہر لعل نہرو	۸/۰
سوامی وویکانند	رام کرشن مشن	۱/۰
سوشلزم	چھبیل داس	۱/۵۰
سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات	خلیق احمد نظامی	۹/۰
شیخ عبداللہ، کشمیر اور ہم	علیق احمد صدیقی	۹/۰
عندلیب تواریخ	مسعود حسن مسعود	۲/۵۰
غدر کے چند علماء	انتظام اللہ شہابی	۱/۲۵
فردوس میں غارت گری	کشمیر ریسرچ گروپ	۴/۰
قرن اول کا مدبر	خورشید احمد نظامی	۲/۰
گاندھی جی اور ان کے خیالات	عبداللطیف اعظمی	۵/۰

کتاب	مصنف	قیمت
مسلمان اور کانگریس	مولانا آزاد	۲/۵۰
مصطفیٰ کمال	اظہر کاکوروی	۲/۰
مصائب غدر	مولوی نذیر احمد	۲/۵۰
مفتاح التواریخ	گوردیال سنگھ	۲/۰
محمد قاسم سے حملۂ بابر تک	نیاز فتحپوری	۶/۵۰
نیل سے فرات تک	محمد اقبال	۳/۰
نواب حیدر علی	ڈاکٹر عبدالوحید	۲/۲۵
نظر بند	چھبیل داس	۱/۵۰
ہندوستان کی جنگ آزادی ۱۸۵۷ء	سید خورشید مصطفیٰ	۷/۰
ہندوستان کا تہذیبی ورثہ	ڈاکٹر سید محمد ضیاء الدین	۲/۹۴
ہندوستان کی فیصلہ کن جنگیں	محمود بنگلوری	۵/۵۰

عروض و قواعد

کتاب	مصنف	قیمت
اصناف سخن	ممتاز الرشید	-/۲۵
اردو صرف و نحو	مولوی عبدالحق	۱/۲۵
روح بلاغت	علامہ اخلاق دہلوی	-/۷۵
رہنمائے شاعری کامل	احقر سوہانی	۱/۷۵
رموز نظم	جالب مظاہری	۱/۵۰
رہنمائے عروض		۳/۰
علم قافیہ	ممتاز الرشید	-/۳۱
علم بدیع	رشید احمد	-۲۵
علامات قرأت	سید سعید احمد خاں	-۴۵
فن شاعری	علامہ اخلاق دہلوی	۲/۵۰
فارسی گرامر	فیضی نظام پوری	۲/۵۰

اقتصادیات، معاشیات، فلسفہ

مصنف	کتاب	قیمت
ابو سالم	روزگار، شرح سود و زر	۸/۵۰
ابوالکلام آزاد	فلسفہ	۲/۵۰
ظفر حسین	انواع فلسفہ	۵/۵۰
	مال و معیشت	۳/۲۵
	مکالمات افلاطون	۵/۰
ڈاکٹر ذاکر حسین	معاشیات، مقصد، منہاج	۱/۵۰
عبدالماجد دریابادی	مبادی فلسفہ	۵/۰
عبدالمعز منظر	اصول معاشیات	۵/۰
	زر، بنکاری اور مالیات عامہ	۶/۰
عبدالباری ندوی	فہم انسانی	۲/۵۰
نجم الدین	کاروان معیشت	۶/۵۰

قواعد اردو	مولوی عبدالحق	۶/-
میزانِ سخن	علامہ اخلاق دہلوی	۷۵/-
مضمون نگاری	〃 〃	۳/-
ممتاز القواعد فارسی	جالب مظاہری	۱/۵۰
مصباح البلاغت	محمد شریف	۳/-

مذہب اور تاریخ اسلام

اسلامی خطوط	رفیع الدین	۲/۵۰
اسلام اور اس کا آئینِ حکومت	غلام محمد	۲/۵۰
اسلام اور اس کا آئینِ جنگ	〃	۶/-
اسلام کا نظریۂ جنگ	مولانا آزاد	۵/-
اسلامی ہند کی عظمتِ رفتہ	قاضی اطہر مبارکپوری	۹/-
اسلام دوراہے پر	محمد اسد	۲/-
اسلام اور اشتراکیت	غلام محمد	۱/۵۰
اسلام میں عورتوں کا مقام	مولانا عبدالعلی	۲/-
اسلام اور خلافت	محمد قاسم صدیقی	۱/۲۵
اچھی بیوی	وحید الزماں قاسمی	۱/۲۵
اچھا خاوند	〃	۱/۲۵
ایمان کی باتیں	حضرت مولانا عبدالصمد رحمانی	۷۵
اسلامی تاریخی کہانیاں	عبدالمومن الفاروقی	۲/-
الہارون	عمر ابوالنصر	۵/۵۰
آثارِ نبوت	مجاز الاعظمی	۲/-
اردو حدیث	مفتی شوکت علی فہمی	۶/-
اسلام اور اس کے عقائد	حضرت مولانا اشرف شہید	۱/۲۵
اسلام منزل بمنزل	ڈاکٹر عطا حسین	۹/-
انوارِ ہدایت	ابو مسعود اشرف	۱/۵۰
آثارِ رحمت	مولانا امداد صابری	۱۰/-
البرامکہ اور ان کا عروج و زوال	حبیب حسن	۲/-
اسلامی اخلاق	مولانا مصطفیٰ حسین	۱/-
اجتہاد کی حقیقت اور اسکی حیثیت	حضرت مولانا شاہ وصی اللہ مدظلہ	۱/۵۰
آخرت کے فکر مندوں کے پچاس قصے	مولانا محمد عاشق الٰہی	۴/-
امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ	مولانا مفتی عزیز الرحمٰن بجنوری	۵/۵۰
اسلام کے لئے صحابہ کرام کی جانبازی	محمد عاشق الٰہی	۰/۵۰
انسانیت کا پیغام	وحید الزماں قاسمی	۱/۷۵
آدابُ النبی	مفتی محمد شفیع	۱/۲۵
اسلام کی مائیں	مولوی اخلاق حسین قاسمی	۲/۲۵
ارکانِ اسلام	مولانا مولوی محمد احتشام الحسن	۱/۵۰
اُمت مسلمہ کی مائیں	〃 عاشق الٰہی	۲/۲۵
اسلام کا مایۂ ناز سپہ سالار	زاہد القادری	۵/۵۰
اسلام ایک نظر میں	صدر الدین اصلاحی	۲/۵۰
الحسین	عمر ابوالنصر	۲/۲۵

ا

کتاب	مصنف	قیمت
اسوۂ حسنہ	مولانا محمد ظفیر الدین	۳/-
اسلام اور عربی تمدن	شاہ معین الدین احمد ندوی	۷/۵۰
الفوز الکبیر	حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی	۱/۵۰
اسلام کا سیاسی نظام	محمد اسحاق سندیلوی	۶/-
اسلام کا زرعی نظام	مولوی محمد تقی امینی	۴/۰
" کا نظام مساجد	محمد ظفیر الدین پورہ نوڈیہاری	۴/۰
" کا نظام عفت و عصمت	" "	۴/۰
السلم والعلماء	مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی	۴/۵۰
امام غزالی کا فلسفۂ مذہب و اخلاق	ڈاکٹر سید حسین قادری شوور ایم اے	۹/۰
اشاعت اسلام	مولانا حبیب الرحمٰن	۶/۰
امام رازی مرتبہ	مولانا عبدالسلام ندوی	۷/-
ارض القرآن	مولانا عبدالماجد دریابادی	۱/۵۰
اسلام اور دنیا دسویں صدی عیسوی میں	خورشید احمد فاروقی	۴/-
اسوۂ صحابہ اول دوم	مولانا عبدالسلام ندوی	۱۲/۵۰
بازغ المبین	شاہ ولی اللہ	۴/-
بدعت کیا ہے	ماہر القادری	۳/۰
تاریخ اسلام	سید امیر علی	۵/۲۵
تزکیۂ نفس	مولانا امین احسن اصلاحی	۶/۰
تنبیہ الغافلین	علامہ ابن حجر عسقلانی	۳/-
تدبر کیا ہے	مولانا الطاف حسین حالی	-/۴۰
تعلیمات	سید ابوالاعلیٰ مودودی	۱/۷۵
تبلیغی بیتی	مفتی حفیظ الدین	۲/۵۰
تفسیر عام فہم اردو سورۂ بنی اسرائیل	مولانا احمد سعید صاحب	۲/-
ترجمان السنہ اول تا چہارم	محمد بدر عالم	۵۰/-
تاریخ ندوہ	خورشید احمد فاروقی	۳/۰
تاریخ اسلام پر ایک نظر	مولوی محمد رحمان خان	۶/۵۰
تدوین قرآن	مولوی غلام ربانی	۱/۵۰
تصوف اسلام	مولانا عبدالماجد دریابادی	۳/۵۰
تعلیمات اسلام اول دوم	عبدالسلام قدوائی	۴/۲۵
تاریخ علم فقہ	سید عمیم الاحسان	۲/۲۵
تذکرہ خانۂ کعبہ	مولانا عبدالصمد	۲/۵۰
توحید و شہادت	مولانا آزاد	۲/۵۰
جمال صابر کلیری	وحید احمد صاحب مسعود	۱/-
جنت کا راستہ	سید حفیظ الدین احمد حسین پوری	۱/۵۰
حقیقت فنا و بقا	مولانا آزاد	۲/۵۰
حج بیت اللہ	الحاج مولانا عبدالحلیم ساحل	۵/-
حیات المسلمین	مولانا اشرف علی تھانوی	۱/۳۷
حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور ان کا فقہ	ڈاکٹر حنیفہ رضی	۹/-
حج کا سفر	محمد رضا انصاری	۵/۵۰
حیات صدیق اکبرؓ	ضیاء القادری بدایونی	۲/۵۰
حضرت عمرؓ کے سرکاری خطوط	خورشید احمد فاروقی	۱۲/-
حضرت عبداللہ بن مسعودؓ	ڈاکٹر حنیفہ رضی	۶/-
حکمائے اسلام کامل اول دوم	مولانا عبدالسلام ندوی	۱۶/-
حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی	خلیق احمد نظامی	۶/-
حضرت ابوبکرؓ کے سرکاری خطوط	خورشید احمد فاروقی	۵/-
حیات دستگیرؓ	مسلم احمد نظامی ایم اے	۳/-
حسین اور یزید	امام ابن تیمیہ	-/۷۵

غضبات ماجدی — عبدالماجد دریابادی — ۲/۷۵

خدا کا انعام — وحید الزماں قاسمی کیرانوی — ۷/۲۵

خواجہ بندہ نواز کا تصوف اور سلوک — ڈاکٹر میر ولی الدین — ۶/۰

خطبات مدراس — سید سلیمان ندوی — ۲/۵۰

خیر المجالس — مولانا احمد علی — ۶/۰

خلفائے راشدین — احتشام الحسن — ۱/۷۵

دربار رسالت کے قربان — مولانا مصطفیٰ حسین زیدی جہمو

دس بڑے مسلمان — شیخ محمد اسمٰعیل پانی پتی — ۶/۰

دنیا و آخرت — مولانا اشرف علی تھانوی — ۱۰/۰

دعوت حق — مولانا آزاد — ۱/۵۰

درس قرآن — فروغ احمد لائلپوری — ۲/۰

درس پیغمبر — سید شبیر احمد مقتدی — ۴/۰

رسول کی باتیں — مولانا احمد سعید — ۲/۰

رمضان کی باتیں — صادق علی بستوی — ۱/۵۰

روحانی عورت — مجاز الاعظمی — ۲/۰

رسول خدا کی غریبوں سے محبت — مولانا امداد صابری — ۲/۰

رسول خدا کا دشمنوں سے سلوک — " — ۱/۵۰

روزہ — مولانا محمد شمیم صاحب قاسمی — ۱/۲۵

رسول اللہ کی مقدس زندگی — الحاج مولانا مزمل القادری — ۲/۲۵

رہنمائے قرآن — میر ولی الدین — ۱/۰

رسائل عمر بن الخطاب — خورشید احمد فاروقی — ۵/۰

سیر خلفائے راشدین — عبد الشکور — ۲/۵۰

سرور عالم — غلام رسول مہر — ۴/۰

سیدنا بلال — راشد الخیری — ۲/۰

سیرت صحابہ — امداد احمد آزاد — ۲/۲۵

سیرت طیبہ — قاضی زین العابدین — ۵/۵۰

۱۸۵۷ء کا تاریخی روزنامچہ — مرتبہ خلیق احمد نظامی — ۳/۵۰

سیرۃ النعمان — علامہ شبلی نعمانی — ۳/۵۰

شہید اسلام — مولانا صادق حسنوی — ۴/۰

ضرورت حدیث اور منکرین حدیث — مرتبہ مکتبہ تبلیغ الاسلام — ۳/۰

طریقۂ حج — مولانا ابو الکلام آزاد — ۴/۰

ظالموں کا انجام — مولانا اشرف علی تھانوی — ۶/۵۰

عورت کیا کچھ کر سکتی ہے — خدیجہ نوید عثمانی — ۱/۵۰

عرب دنیا — مرتبہ مولانا محی الدین الوائی — ۱/۵۰

عروج و زوال کا الٰہی نظام — مولانا محمد تقی امینی — ۳/۰

عرفانیات باقی — سید نظام الدین احمد — ۴/۵۰

غلامان اسلام — مولانا سعید احمد ایم اے — ۷/۰

فضائل الایام والشہور — مولوی عمر احمد تھانوی — ۲/۲۵

فالنامہ نظامی — مسلم احمد نظامی ایم اے — ۱/۵۰

فلسفہ کیا ہے — ڈاکٹر میر ولی الدین — ۲/۰

قرآنی دعائیں — مفتی سید محمود شاہ — -/۲۵

قرآن اور عورت — انور دہلوی — ۱/۲۵

قرآن کی باتیں — محمد سعید — ۱/۵۰

قرآن اور تعمیر سیرت — ڈاکٹر میر ولی الدین — ۶/۰

قصص القرآن کامل — مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہاروی — ۲۷/۰

قرن اول کا ایک مدبر — خورشید احمد فاروقی — ۳/۰

قرون وسطیٰ کے مسلمانوں کی علمی خدمات — محمد عبد الرحمٰن خاں — ۷/۰

کتاب حدیث سید منت اللہ ۱/۲۵

کتاب الطہارت مفتی سید حفیظ الدین احمد ۰/۳۲

کیا ہم مسلمان ہیں؟ شمس نوید عثمانی ۲/۲۵

لا مذہبی دور کا تاریخی پس منظر مولانا محمد تقی امینی ۵/۰

مجموعۂ سیرتِ رسولؐ محمد اسلم قاسمی ۱۱/۰

مکاتیب مولانا مظہر الحق مجلس صد سالہ یادگار ۳/۵۰

مناجات مقبول عبد الماجد دریابادی ۱/۵۰

" " حضرت تھانوی ۳/۷۵

مرنے کے بعد کیا ہوگا؟ مولانا عاشق الٰہی ۳/۷۵

میلاد النبیؐ مولانا اشرف علی تھانوی ۱/۲۵

موت کا جھٹکا مولانا احمد سعید ۵/۰

مدنی زندگی اور غزواتِ سلام عبد القیوم ندوی ۱/۲۵

متحدہ قومیت اور اسلام مولانا سید حسین احمد مدنی ۱/۰

مسلمان۔ قاضی اطہر مبارکپوری ۱/۲۵

میاں بیوی کے حقوق مولانا تھانوی ۰/۵۰

مزاراتِ اولیائے دہلی مولوی محمد عالم شاہ ۲/۵۰

مسلم معاشرت سید ظہور احمد شاہجہانپوری ۵/۲۵

معارف السنہ مولانا احتشام الحسن ۴/۵۰

مکاتیب شیخ الاسلام سید فرید الوحیدی ۱/۷۵

مہاجرین کامل مولانا معین الدین ندوی ۶/۲۵

مآل و حقیقت ظفر حسین خان ۲/۵۰

معارف الآثار خواجہ عبد الرشید ۳/۰

مکتوبات شیخ الاسلام کامل مرتبہ مولانا نجم الدین ۱۶/۵۰

مسلمانوں کا نظم مملکت مولوی علیم اللہ صدیقی ۵/۰

مسلمانوں کا عروج و زوال مولانا سعید احمد ۴/۰

سوانح نانکپت شاہجہانپوری ۵/۰

ماہِ رمضان مولانا احمد سعید ۲/۰

مشاہیر اہلِ علم کی محسن کتابیں — محمد عرفان ندوی ۲/۷۵

مسئلۂ اجتہاد پر تحقیقی نظر مولانا محمد تقی امینی ۲/۰

نعرۂ حق دھرمپال ۲۴/۰

نئے مشاہدات اور معجزۂ شق القمر — معین الدین زبیر ۷/۰

نبی عربیؐ قاضی زین العابدین میرٹھی ۱/۷۵

نصائح رسول کریمؐ عاشق الٰہی بلند شہری ۰/۲۵

ولیٔ کامل مفتی عزیز الرحمٰن ۵/۰

وصیۃ الاخلاق شاہ وصی اللہ رحمؒ ۲/۲۵

واقعات الصالحین سید زاہد رضوی ۲/۰

وحی الٰہی مولانا سعید احمد ۴/۰

ہدایت نامہ مسلمان خاوند حجاز الاعظمی ۱/۲۵

ہم مسلمان کیسے بنیں؟ مولانا محمد عارف شہید ۱/۲۵

ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں — مولانا قاضی اطہر مبارکپوری ۹/۰

ہند و پاک کے اولیاءؒ شوکت علی فہمی ۳/۵۰

ہماری عظمت مولانا عبد الشکور ۲/۲۵

اسلامی ہند کی عظمتِ رفتہ

از

مولانا قاضی اطہر مبارکپوری

قیمت ۔۔۔ ۹/۰

مینجنگ ایڈیٹر
شاہد علی خاں
ایڈیٹر
ولی شاہجہاں پوری

ماہنامہ کتاب نما نئی دہلی ۲۵
لائبریریوں کے لئے سالانہ
ایک روپیہ

مارچ ۱۹۷۲ء
جلد ۱۳ شمارہ ۳
سالانہ تین روپے
فی پرچہ ۳۰ پیسے

اشاریہ

مکتبہ جامعہ نے اس ڈیڑھ سال کی مختصر سی مدت میں معیاری ادب سیریز کی انیس نئی کتابیں شایع کی ہیں۔ کام کی اس رفتار سے ہمیں یقین ہے کہ آپ مطمئن بھی ہوں گے اور خوش بھی۔ "افادات سلیم" "توبۃ النصوح" کے بعد "قصۂ حاتم طائی" اس سلسلہ کی پچیسویں کتاب ہے۔

ان سب کتابوں کی اشاعت کے سلسلے میں حکومت جموں وکشمیر کی حوصلہ افزائی اور مالی امداد کو بہت کچھ دخل ہے۔ ہمیں بڑی خوشی ہے کہ اس امداد کی بدولت ہم ایک اچھا کام شروع کر سکے۔ "قصۂ حاتم طائی" کی اشاعت کے بعد اس عطیے کی رقم تقریباً خرچ ہو چکی ہے لیکن اتنی بہت سی کتابوں کی اشاعت اور ان کی مقبولیت سے ہماری ہمتیں بلند ہو گئی ہیں اور ہمیں اندازہ ہوا ہے کہ یہ کام وقت کے تقاضوں کے مطابق ہے۔ اسی لیے ہم نے طے کیا ہے کہ اسے اور آگے بڑھایا جائے۔ اپریل کے مہینے میں اس سلسلہ کی تین چار کتابیں اور شایع ہو جائینگی۔

پچھلے چند سالوں میں کیسے کیسے نامور ادیبوں اور شاعروں نے اس دنیا سے منہ موڑا ہے۔ لگ بھگ پچھتر ادیبوں اور شاعروں کا ہم ماتم کر چکے ہیں۔ ان میں زیادہ تر بزرگ ہماری زبان کے لیے ستون کی حیثیت رکھتے تھے۔ اردو ادب کی تاریخ اسی حیثیت سے انھیں یاد رکھے گی۔

ضرورت تھی اپنی آیندہ نسلوں کیلئے ان کے حالات فراہم کر دئے جائیں۔ اس وقت تو

ان کے سوانح اور ان کے کلام تک آسانی سے دسترس ہو سکتی ہے۔ پچاس برس بعد تاریخ لکھنے والا یہ چیزیں آسانی سے جمع نہ کر سکے گا۔ اور آپ کو سن کر خوشی ہوگی کہ ہمارے محترم جناب مالک رام صاحب نے اس ضروری کام کی طرف توجہ فرمائی اور پچھلے پانچ برسوں میں جو ادیب اور شاعر مرحوم ہوگئے ہیں ان کے تفصیلی حالات بڑی کوشش و کاوش سے جمع کر کے تذکرے کی شکل میں محفوظ کر دئے ہیں۔ مرحوم شاعروں کا منتخب یا نمایندہ کلام بھی شامل کیا گیا ہے۔ اس تذکرے کا نام "تذکرہ معاصرین" ہے۔ یہ کتاب مکتبہ جامعہ شائع کر رہا ہے۔ مارچ کے دوسرے ہفتے تک چھپ کر مارکیٹ میں آجائے گی۔

مکتبہ جامعہ اب تک صرف نیشنل بک ٹرسٹ کا "تقسیم کار" تھا لیکن اب ایک نئے اشاعتی ادارے "نادلستان" کا تقسیم کار بھی ہو گیا ہے۔ یہ ادارہ صرف ناول شایع کریگا۔ اس نے پوری سرگرمی سے اپنا کام بھی شروع کر دیا ہے، اس وقت اسکی دو کتابیں پریس جا چکی ہیں اور چند دنوں میں بازار میں آجائیں گی۔ ان میں سے ایک تو محترمہ صالحہ عابد حسین صاحبہ کا ناول "اپنی اپنی صلیب" اور دوسرا جناب احسان الحق صاحب کا "کالا شہر گورے لوگ"۔

"نادلستان" اپنا آیندہ اشاعتی پروگرام بنا رہا ہے۔ اس سلسلہ میں اسے غیر مطبوعہ اور معیاری ناولوں کی ضرورت ہے۔ کتاب نما پڑھنے والوں یا ان کے حلقۂ احباب میں کسی صاحب کا کوئی نیا ناول تیار ہو تو اس کا مسودہ بذریعہ رجسٹرڈ پوسٹ "نادلستان۔ جامعہ نگر۔ نئی دہلی ۲۵" کے پتے پر بھیجدیں۔ یہ مسودہ نادلستان کی لٹریری کمیٹی کی خدمت میں پیش کیا جائے گا۔ اس نے منظور کر لیا اور اشاعت کی اجازت دیدی تو اسے حسب قاعدہ مصنف سے معاہدے کے بعد زیر ترتیب اشاعتی پروگرام میں شامل کر لیا جائے گا۔ یہ لٹریری کمیٹی خواتین کے ناولوں کو یا ایسے ناولوں کو ترجیح دے گی جو خواتین کی دلچسپی اور افادیت کے نقطۂ نظر سے لکھی گئی ہوں۔

ہمارے لئے یہ بڑی خوشی کی خبر ہے کہ ہمارے قدیم کرم فرما جناب ظفر الاسلام صاحب ظفر، ہیڈ ماسٹر ریٹائرڈ ہائی اسکول بھیونڈی کا تحقیقی مقالہ "نوح ناروی۔ حیات اور شاعری" بمبئی

۔۔۔ نے ڈاکٹر آف فلاسفی کی ڈگری کے لیے منظور کر لیا ہے۔ ہم اس کامیابی پر ظفر صاحب کی
۔۔۔ میں دلی مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

فروری کے پہلے ہفتہ میں مدرسہ ابتدائی کے ہر دلعزیز استاد سید منیر الحسن صاحب کا
انتقال ہوگیا۔ دل کی حرکت بند ہوگئی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم دل کے
تھے، دو حملے پہلے بھی ہو چکے تھے۔ یہ تیسرا حملہ جان لیوا ثابت ہوا۔ ایک سمینار میں شرکت
۔۔۔ ہر دلی تشریف لے گئے تھے۔ منزل پر پہنچکر چکر آیا۔ تھوڑی دیر میں ٹھیک ہو گئے مگر ایک
قدم چلے ہوں گے کہ لڑکھڑا کر گرنے لگے۔ ساتھیوں نے سنبھالا۔ فوراً اسپتال لے گئے مگر
۔۔۔ ہی میں انتقال ہوگیا۔ مرحوم بہت اچھے استاد تھے۔ طبعاً بہت سادہ لوح تھے۔ بہت
۔۔۔ ل تھے۔ بہت ہنس مکھ تھے۔ ہر ایک سے بہت محبت اور خلوص کے ساتھ ہنس ہنس کر
۔۔۔ رتے تھے۔ مکتبہ جامعہ خصوصاً پیام تعلیم سے بہت پرانا تعلق تھا۔ اس لیے ان کی ناوقت
۔۔۔ جامعہ میں ہر شخص نے محسوس کیا۔ خدا مرحوم کی مغفرت فرمائے اور ان کے والد محترم
بھائیوں اور بیوی بچوں کو خدا صبر کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

چند ادبی و مذہبی رسائل اور ان کے پتے

منادی"۔ ایڈیٹر۔ خواجہ حسن ثانی نظامی۔ پتہ۔ درگاہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا نئی دلی ۱۳ سالانہ قیمت ۵/
شگوفہ" " سید مصطفیٰ کمال " ۲۷ بچلرز کوارٹرز۔ حیدرآباد ۱ سالانہ قیمت ۱۰/
بنت حوا" مدیرہ مغیدہ خان " ۲۶۔ کمرشل چیمبرز بمبئی ۳ " ۱۲/
ہندوستانی ادب" ایڈیٹر۔ جی، ام، خان " ۹۹۔ اے اعظم پورا شرفی۔ حیدرآباد ۳۶ ۱۲/
اتون دکن" مدیرہ۔ صالحہ الطاف " ۳۳۹-۳-۲۲ نگر بادلی حیدرآباد ۶/
سب رس" ایڈیٹر۔ محمد اکبر الدین صدیقی " ایوان اردو۔ خیریت آباد۔ حیدرآباد ۴ ۸/
۔۔۔ لت کی بارش" " نرائن داس ڈھینگرہ " پانی پت۔ ۹/
۔۔۔ عارف" " شاہ معین الدین احمد ندوی پتہ۔ دار المصنفین اعظم گڑھ ۱۰/
۔۔۔ ریک" " گوپال متل " ۹۔ انصاری مارکیٹ دریا گنج دہلی ۶ ۸/
سوغات" " محمود ایاز " ۱۹۔ کلائن روڈ۔ بنگلور ۵ ۱۲/

معیاری ادب نمبر ۲۳

افادات سلیم

مولانا وحیدالدین سلیم

تصحیح و ترتیب

ڈاکٹر خلیق انجم

سلیم مولوی تھے، شاعر تھے، نقاد تھے، صحافی تھے مترجم تھے اور ماہر لسانیات تھے، لیکن اب اردو میں وہ صرف "وضع اصطلاحات" کے مصنف کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ مولانا سلیم اردو کے پہلے ماہر لسانیات ہیں جنہوں نے اردو زبان کے مسئلے کو صحیح پس منظر میں دیکھنے اور سمجھنے کی کوشش کی۔ "افادات سلیم" آپ کے چیدہ چیدہ مقالات کا مجموعہ ہے جسے اردو ادب میں ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔

عمدہ کتابت آفسٹ کی اعلا طباعت

قیمت :- طلبہ اڈیشن ۵/۵۰
لائبریری ایڈیشن ۶/۳۰

اری ادب نمبر ۲۵

قصّۂ حاتم طائی

موسوم بہ

آرائشِ محفل

حیدر بخش حیدری

تصحیح و ترتیب

اطہر پرویز

اس کتاب میں حاتم طائی کی سات سیروں کا ذکر ہے۔ حیدری نے اس داستان
مقصدی حیثیت کو خاصا اجاگر کیا ہے۔ زبان و بیان کا کوئی گوشہ نہیں جس سے وہ
ے مقصد کو سامنے لانے میں کامیاب نہ ہوئے ہوں۔ حاتم کا ہر قدم نیکی اور خدا ترسی
لیے وقف معلوم ہوتا ہے۔ حاتم کے علاوہ بھی پڑھنے والے کا سابقہ جن جن کرداروں
ہوتا ہے۔ ان کا ہر عمل نیکی کے جذبات و احساسات کا حامل و تابع ہے (سراج فرنگ)

عمدہ کتابت، آفسٹ کی اعلیٰ طباعت

قیمت	طلبہ ایڈیشن	۶/-
	لائبریری ایڈیشن	۷/-

معیاری ادب نمبر ۲۴

توبۃ النصوح

شمس العلماء مولوی ڈپٹی نذیر احمد

تصحیح و ترتیب

مالک رام

ڈپٹی نذیر احمد کا شمار سرسید کے نورتنوں میں ہوتا ہے۔ ان کی شخصیت بڑی پہلو دار تھی، وہ عربی، فارسی کے منتہی تھے، عالم دین تھے، فقیہ و متکلم مترجم قرآن تھے، بلند پایہ خطیب و مقرر تھے اور سب سے اہم بات یہ ہے وہ اردو کے پہلے ناول نگار تھے۔

"توبۃ النصوح" آپ کے دوسرے ناولوں کی طرح اصلاحی ناول ہے۔ اس کا بنیادی مقصد یہ ثابت کرنا ہے کہ اولاد کے چال چلن اور اخلاق و اطوار کی ذمہ داری اور کسی پر نہیں، والدین پر آتی ہے۔ یہی نہیں اس کتاب میں اس کے علاوہ مذہب، اخلاق، عبادت وغیرہ کے مسائل بھی زیر بحث آئے ہیں اور ہر ایک موضوع سے متعلق اطمینان بخش اور مدلل گفتگو کی گئی ہے۔

عمدہ کتابت آفسٹ کی اعلیٰ طباعت

قیمت:-

طلبہ ایڈیشن	۴/۵۰
لائبریری ایڈیشن	۵/۵۰

حاصل مطالعہ

"کتاب نما" کی اشاعت کا واحد مقصد پڑھنے والوں کو تازہ مطبوعات سے آگاہ کرنا ہے۔ اس سلسلے میں ہم نے اقتباس، تعارف اور تبصرے غرضیکہ جو کچھ کتابوں کو مقبول بنانے کے لیے کیا جا سکتا ہے، کیا ہے ہم یہ کالم اس لیے شروع کر رہے ہیں کہ قارئین "کتاب نما" جو کتابیں پڑھتے ہیں اور ان کے بارے میں جو رائے رکھتے ہیں، اس سے دوسرے بھی واقف ہوتے رہیں۔ اس سے ایک فائدہ تو یہ ہوگا کہ کتابوں کی مقبولیت کا علم آسانی سے ہو سکے گا۔ مگر دوسرا اور سب سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ وہ کتابیں بھی روشنی میں آجائیں گی، جو اشتہاروں اور تبصرہ نگاروں کے حدود سے باہر ہیں۔ امید ہے کہ ہمارے اس سلسلے کو پسند کیا جائے گا۔

ہم تو یہ نہیں چاہتے کہ کسی کتاب کو قارئین کے درمیان موضوع بحث بنا کر مباحثے اور مناظرے کے دروازے کھول دیں، مگر متضاد (لیکن سنجیدہ) رایوں کی اشاعت سے ہمیں انکار نہ ہوگا۔

اس سلسلے میں جو کچھ شائع ہوگا وہ مراسلہ نگار کی ذاتی رائے ہوگی، ادارے کا اتفاق یا اختلاف ضروری نہیں۔

ایڈیٹر

جاں نثار اختر

ندا فاضلی کی کتاب "ملاقاتیں" فراق، سردار، اختر الایمان، خواجہ احمد عباس کیفی اور دوسرے ادیبوں اور شاعروں کے بارے میں ان کے تاثرات کا مجموعہ ہے۔ اس میں کئی خاکے بہت دلچسپ بھی ہیں۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ ندا نے ان ادیبوں اور شاعروں کو اپنے زاویئے نظر سے دیکھنے کی کوشش کی ہے، اور ان کا سارا دھیان

ان شخصیتوں کے کمزور پہلوؤں پر مرکوز رہا ہے۔ ندا فاضلی نے منٹو کی کہانیوں سے بحث کرتے ہوئے انسان کے نئے سائنسی تصور کی بات اٹھائی ہے۔ منٹو کے کردار انہیں اس لیے پسند ہیں کہ وہ رومانوی ادب کے فرشتوں کے برعکس چلتی پھرتی دنیا کے انسان نظر آتے ہیں۔ ان میں اچھائیوں کے ساتھ برائیاں بھی ہیں۔ لیکن یہاں وہ کئی جگہ اس سائنسی توازن کو قائم نہیں رکھ سکے؛ کہیں کہیں شخصیت کے اثباتی پہلو بھی اجاگر ہوتے ہیں مگر نمایاں طور پر نہیں۔ یہ ضرور ہے ان کے سجے ہوئے اسلوب نے طنز و ظرافت کے ہلکے گہرے رنگوں سے جو قوس و قزاح رچائی ہے۔ اس نے ان کے زاویہ نظر کی ثقالت کو نرم بھی کیا ہے۔

مختلف موضوعات پر انھوں نے جو مختلف ادیبوں سے تبادلہ خیال کیا ہے اس میں کچھ ایسا ہی سلوک نظر آتا ہے۔ ندا نے بس بھرپور انداز میں اپنی باتیں سامنے رکھی ہیں، ان کے مقابل میں دوسروں کے دلائل بہت کمزور ہیں۔ ان بحثوں میں ادب کے مختلف پہلوؤں کو سمیٹنے کی کوشش کی گئی ہے۔

ندا فاضلی نے اس کتاب میں جن شعری اقدار کی وکالت کی ہے ان سے کئی مقام پر اختلاف کی پوری گنجائش نظر آتی ہے۔ مثلاً ساحر کے مضمون میں وہ ترقی پسند شعراء کو جس طرح الگ الگ گروپ میں تقسیم کرتے ہیں وہ ایک حد تک درست ہوتے ہوئے بھی اس بات کو ثابت نہیں کرتا کہ ان شعراء میں سوائے ہم عصریت کے کوئی مشترک قدر نہیں ہے۔ ندا کی یہ بات لب و لہجہ اور انداز بیان کی سطح پر تو ٹھیک ہے لیکن جہاں تک زندگی کے بارے میں نقطۂ نظر کا تعلق ہے ہم سب کا زاویہ نظر ایک سا رہا ہے۔ ندا نے اگرچہ خود اس کا اعتراف کیا ہے کہ نئی شاعری اشتراکی نظریۂ حیات کی مخالف ہے اور نہ اس کا پرچار۔ اور اس کے ثبوت میں انہوں نے کئی ملکی و غیر ملکی ادیبوں اور شاعروں کے نام بھی گنوائے ہیں۔ لیکن وہ اُردو کے ترقی پسند ادیبوں سے زیادہ خوش نظر نہیں آتے۔ غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ ندا عمل و قول کے تضاد کو غیبت پسندانہ نظر سے دیکھ کر نتائج اخذ کرتے ہیں۔ میں یہ مانتا ہوں کہ ترقی پسند تحریک بڑی شاعری نہیں دے سکی اور اس کا سبب یہ تھا کہ یہ شعراء جس طبقے کی نمائندگی کر رہے تھے اس طبقے سے اُبھر کر نہیں آئے تھے۔ یہی طبقاتی تضاد تھا جس کے سبب موضوع کے برتاؤ میں معروضیت کا غلبہ بھی رہا۔ میں یہ بھی مانتا ہوں کہ ترقی پسند شعراء نئی شعری زبان کی تشکیل میں کوئی بڑا انقلابی کارنامہ بھی انجام نہ دے سکے۔

انھوں نے زیادہ تر انھیں پیکروں اور استعاروں کو اپنے اظہار کا ذریعہ بنایا جو اقبال اور جوش سے ورثہ میں ملے تھے۔ لیکن یہ بھی صداقت ہے کہ ترقی پسند تحریک نے اس دور میں ایک اہم ادبی رول ادا کیا ہے، خطابیہ، بیانیہ، یا موضوعاتی شاعری سے قطع نظر بھی اس تحریک نے ۔ ۔ اچھی تخلیقات کا ایک گراں قدر ذخیرہ آنے والی نسل کے لیے چھوڑا ہے۔ اور اس میں تھوڑا یا زیادہ اس عہد کے ہر شاعر کا حصہ رہا ہے۔

میں تو یہاں تک کہوں گا کہ اگر ترقی پسند تحریک وجود میں نہ آئی ہوتی تو آج کی جدید شاعری بھی (جس کے ایک نمائندہ شاعر ندا فاضلی بھی ہیں) جنم نہیں لے سکتی تھی۔ جدید شاعری کوئی ٹوٹی ہوئی کڑی نہیں ہے بلکہ ایک تسلسل ہے آگے بڑھنے والی جاندار قدروں کا۔

اس کتاب میں البتہ ندا فاضلی کی خوبصورت نثر اپنی طرف متوجہ کرتی ہے۔ ان کی نثر میں تازگی بھی ہے شگفتگی بھی۔ ان کے جملے تہہ دار مصرعوں کی طرح کئی کئی معنوی تہیں لیے ہوئے ہوتے ہیں۔ پڑھنے والا تھکنے کے بجائے اپنے کو Refreshed محسوس کرتا ہے۔ آخر میں یہ کہنا بھی ضروری ہے کہ اس کتاب میں ہم جن ادیبوں اور شاعروں سے جس طرح اور جس صورت میں ملتے ہیں وہ تو ملتے ہی ہیں، خود ندا فاضلی سے بھی ہماری پوری ملاقات، ملاقاتوں کے ذریعہ ہو جاتی ہے۔

ملاقاتیں : ندا فاضلی : ملنے کا پتہ: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ بمبئی ۳ دلی ۲۵ قیمت ۹۵ / ۳

ایم، اے، نصر

"ساعتوں کا سمندر" قیصر شمیم صاحب کا مجموعۂ کلام ہے، جس میں ان کی کچھ منتخب غزلیں، اور نظمیں شامل ہیں۔ مجموعہ طور پر اگو نیہ مجموعہ" قیصر شمیم صاحب کی شاعری کے گرد پورے طور پر حصار نہیں ڈالتا، ـــــ اتنی بات ضرور ہے کہ اس مجموعہ کا مطالعہ کرنے کے بعد قیصر صاحب کی شاعری ـــــ شاعرانہ خصوصیت سے واقفیت ضرور حاصل ہو جاتی ہے۔

گذشتہ کئی برسوں سے قیصر شمیم صاحب کے لب و لہجہ میں نمایاں تبدیلی ہوئی ہے

جو خوشگوار اور بہت پیارا ہے۔ اس مجموعہ میں زیادہ تر حال کی کہی ہوئی چیزیں شامل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ "ساعتوں کا سمندر" میں قیصر صاحب کے نئے لب ولہجے کی چھاپ ہے۔

قیصر صاحب گیت کے بھی اچھے شاعر ہیں، بحیثیت گیت نگار، وہ ایک اہم حیثیت رکھتے ہیں۔ اگر ان کے گیتوں کا مجموعہ بھی شائع ہو جائے، تو یہ اُردو ادب کے لیے ایک گرانقدر سرمایا ہوگا۔

قیصر صاحب کے چند اشعار، جو ان کے مجموعے، ساعتوں کے سمندر، سے ماخوذ ہیں۔ درج کر رہا ہوں، یہ اشعار منتخب کیے جا سکتے ہیں اور نہیں بھی، دراصل مجھے قیصر شمیم صاحب کی شاعری بہت پسند ہے، ان کے اشعار میں اور شاعروں کی نسبت شعریت زیادہ ہے، یہی وجہ ہے کہ ان کے اشعار دل کی گہرائیوں کو چھو لیتے ہیں، اور ذہن پر اثر دیرپا ہوتا ہے۔ جو اس بات کا بین ثبوت ہے، کہ ان کی شاعری میں "آمد" ہے۔ "آورد" کا شائبہ بھی نہیں۔ ان کی شاعری 'دماغ' کی نہیں دل کی ہے ؎

لفظوں کی سطح سے گہری ہیں بہت سی باتیں
ہم بھی کچھ عرض کریں کوئی سخن فہم تو ہو

مری زباں پہ نہ آیا ضرورتاً بھی کبھی
وہ لفظ جو مرے یاروں کی بول چال میں تھا

ہماری جسموں کو موجیں نگل گئیں قیصر
کہ ساعتوں کا سمندر بڑے جلال میں تھا

بھرم کھلا ہے وہیں کتنے ہی سہاروں کا
مرے حیات میں جب بھی گرا ہوں میں

اور ایک نظم کا بند ملاحظہ فرمائیے ؎

میرے قلم کو
شبنم جیسے کچھ شعلوں سے

"

آج بہت کچھ لکھنا ہے ،
ایسا کاغذ دو مجھ کو
جس کے جسم پہ
پہلے سے کوئی چھاپ نہ ہو

'ساعتوں کا سمندر' اس وجہ سے بھی خاص اہمیت رکھتا ہے کہ یہ ہندی اور اُردو، دونوں رسم الخط میں شائع ہوا ہے، جس کی مثال بنگال میں شاید ہی دو ایک مل سکے، سرورق دیدہ زیب اور خوبصورت ہے۔ چھپائی اور لکھائی معیاری ہے ہے، کاغذ بہت ہی عمدہ استعمال ہوا ہے۔

ساعتوں کا سمندر۔ قیصر شمیم بسیرنا۔ کاویرگھاٹ روڈ، شب پور ہوڑہ قیمت ۔/۳

یوسف ناظم

علمی اور تحقیقی مقالات کا پڑھنا جب اتنا مشکل ہے تو لکھنا کس قدر مشکل نہ ہوگا۔ ڈاکٹر عبدالستار دلوی اُن نوجوان پی، ایچ، ڈیوں میں ہیں جنہوں نے مشقت کو اپنا شعار بنایا ہے۔ (بعض لوگوں نے صرف ڈگریوں کو اپنا شعار بنایا ہے)

لسانیات کے موضوع سے متعلق اعلیٰ اور عمدہ مقالات کے اس ضخیم مجموعے کے قابلِ قدر ہونے کی دو وجہیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ جن محققین کے مقالے ڈاکٹر دلوی نے منتخب کیے ہیں وہ خود نہایت معتبر اور ذی علم لوگ ہیں اور ہر مقالہ نگار نے اپنے مقالے میں موضوع کے ساتھ انصاف کیا ہے۔ دوسری وجہ اس کتاب کی ترتیب ہے۔ ڈاکٹر دلوی نے اپنے مقدمے کے علاوہ کتاب کے ہر باب کا 'خلاصہ' بھی لکھ دیا ہے اور ان لوگوں کی مشکل حل کر دی ہے جو پڑھتے کم اور بولتے زیادہ ہیں۔ اُردو زبان سے واقفیت حاصل کرنے کے لئے اس کتاب کا مطالعہ غالباً بےحد ضروری ہے۔

اُردو میں لسانیاتی تحقیق۔ ڈاکٹر عبدالستار دلوی۔ کوکل اینڈ کو بمبئی ۱۲/۵۰

سیّد نظر برنی

اُردو ادب میں سیر و شکار کے متعلق کتابیں بہت کم نظر آتی ہیں۔ انگریزی زبان میں تو اس موضوع پر متعدد دلچسپ اور مبسوط کتابیں لکھی جا چکی ہیں اور اب بھی برابر لکھی جا رہی ہیں۔ اس کی ایک وجہ تو غالباً انگریز قوم کی زندہ دلی ہے تو دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ شوق میں ہنر پیدا کرنے اور اسے علم کی سان پر چڑھانے کے جوہر خوب جانتے ہیں۔

ریحان احمد عباسی نے اس کتاب میں سات انگریزی کہانیوں کا ترجمہ کر کے یکجا کر دیا ہے۔ ہر کہانی میں شکاریوں کے تجربات و مشاہدات اور مختلف شکاری مہموں کا تذکرہ بڑے دلچسپ اور ڈرامائی انداز سے کیا گیا ہے۔ قاری پڑھتے پڑھتے اتنا محو ہو جاتا ہے کہ وہ خود کو ہی ہر موقع پر شریک تصور کرتا ہے اور کہیں بھی اسے افسانہ اور غیر فطری پن کا احساس نہیں ہوتا۔ دہشت و خوف، بیتش اور تجسس اور سرور آمیز لذت کے ساتھ ساتھ افسانوی کیفیت سکا لطف بھی ان کہانیوں کا ایک وصعت ہے۔ ریچھ اور شیر خونخوار ہوتے ہوئے بھی انسان کے قریبی دوست معلوم ہوتے ہیں۔ سائیں سائیں کرتے ہوئے خوفناک اور گھنے جنگلات بھی شکاریوں کے لیے تجربہ گاہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

ریحان احمد عبّاسی نے بڑی صاف اور شستہ زبان میں ترجمہ کیا ہے اور اصل کی روح کو برقرار رکھنے کی کوشش کی ہے۔ بجا طور پر یہ کتاب اردو ادب کے ایک اچھوتے موضوع پر لکھی گئی کتابوں میں نمایاں حیثیت رکھتی ہے اور یہ سیر و شکار پر لکھنے کے لیے دوسرے لوگوں کو ترغیب کا باعث ہوگی۔

شکار بیتی : ریحان احمد عبّاسی ۔ بک سروس ۔ دلّی ۶ ۔ قیمت ۳/۵۰

ساحل مانک پوری

"طوفانِ غم" رابعہ سلطانہ ناشاد کا شعری مجموعہ ہے۔ ناشاد صاحبہ عرصے سے شاعری کر رہی ہیں اور مختلف اخبار و رسائل میں ان کا کلام دادِ سخن حاصل کرتا رہا ہے۔ اس سے پہلے ان کا ایک مجموعہ "ناسور" معمار پبلیکیشنز کلکتہ سے شائع ہو چکا ہے۔ اُن کی

شاعری میں درد و غم کی لہریں جا بجا ابھرتی ڈوبتی نظر آتی ہیں۔ اُن کا تغزل درد بینی اور فکر کی گہرائی کی خصوصیت سے مملو ہے۔ غزلوں میں سادگی اور دھیمی دھیمی لہجہ کی کسک محسوس ہوتی ہے۔ انہیں افکار و آلام کو محسوس کرتے کا خاص سلیقہ حاصل ہے۔ آپ جو بھی کہتی ہیں، خود میں ڈوب کر کہتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اشعار میں غم ناک کیفیت کی جلوہ گری نظر آتی ہے۔ چند اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

تری دنیا میں رہ کر کیا کریں گے　　خدایا عمر بھر رویا کریں گے

دل بجھا بجھا سا ہے آنکھوں میں حسرتیں　　مرنے کی اب تو آس لگائے ہوئی ہوں میں

زندگی گذری ہے بے کیف سی یارب پھر بھی　　گرچہ ہنس ہنس کے ہر اک غم کو مٹایا میں نے

کس نے یہ کشمکش شامِ الم دیکھی ہے　　جب کوئی درد اٹھا دل میں دبایا میں نے

شوقِ طوفان اٹھائے تو سنورتے ہیں خیال　　دردِ احساس جگائے تو غزل ہوتی ہے

جناب عباس علی خاں بیخودؔ نے ناشادؔ کی شاعری پر لکھتے ہیں۔

"آپ کے کلام میں سوز و گداز اور کسک کے عناصر بدرجہ اُتم موجود ہیں اور سرسری طور پر بھی آپ کے کلام کا مطالعہ کرتے والا ان سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا ہے۔"

موصوف کی رائے دقیع ہے۔ اُن کے کلام میں کرب و بے چینی کی جو بہترین موجیں ہوتی ہیں یقینی طور پر ہر حساس دل پر بھرپور اثر ڈالتی ہیں۔ کہیں کہیں انھوں نے غم کو ایسی حیثیت بھی دی ہے کہ زندگی کی ممکنات سے بھروسہ اُٹھتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ یہ ایسی کیفیت ہے جو نامرادی اور یاس و محرومی کا احساس پیدا کرتی ہیں۔ جو دلوں کے تمام ولولے اور حوصلے چھین لیتی ہیں۔ جس کی وجہ سے ناکامی اور نامرادی کا احساس انسانی قدروں پر ایک بارِ بھی بن جاتی ہیں۔

بہر حال ان کی شاعری میں وہاں مایوسی اور نامرادی کے خارزار کانٹے ہیں، وہیں شاداب اور مسکراتے ہوئے پھول ہیں جو جینے کا سلیقہ بخشتے ہیں۔ انھوں نے غم کو جامد فلسفہ سے تعبیر نہیں کیا۔ بلکہ غم کو وسعت دینے اور بمقابلہ خوشی و شادمانی اُسے متحرک کرنے کی خواہش کا احترام پیش نظر رکھا ہے۔ ان کا دکھی دل غم کی پکار بن کر اس کی عظمت اور رفعت کا احساس پیدا کرانا چاہتا ہے۔ اشعار ملاحظہ کریں۔

اے موسم منگاداں، اے ابر تو بہاراں — ایسے میں یاد اُن کی مجھکو نہ تم دلاؤ!

ہزار درد سے بیتاب ہم بھی ناشاد — ملے نہ جب کوئی پرسانِ حال کس سے کہیں

درد میں لذت درد میں راحت — درد سے کیوں گھبراتا ہے دل!

دل کی آگ بھڑک اٹھتی ہے ان سندر رُت چھایاؤں میں — ٹھنڈی ہواؤں کا ہر جھونکا شعلوں کو لہکاتا ہے

غزلوں کی طرح ان کی نظموں میں اور گیتوں میں بھی درد و محرومی کی کیفیت جلوہ گری کرتی دکھائی دیتی ہے۔ نظموں میں بیداد پہ بیداد، جشن آزادی، جنازہ گذرتے دیکھ کر میری تصویر، اور کارواں، سرحد اچھی اور کامیاب نظمیں ہیں۔

گیتوں میں ہندی تشبیہات اور الفاظ کا سندر استعمال قابلِ تحسین ہے ان کے علاوہ تعزیتی نظمیں، نعت اور حمد میں بھی قلبی احساس کی گرمی محسوس ہوتی ہے۔

مجموعہ صاف ستھرا چھپا ہے۔ خوبصورت ڈسٹ کور جاذبِ نظر ہے۔ ۳۴ تخلیقات پر مشتمل یہ مجموعہ اُن کی انفرادیت کو نمایاں کرنے میں کامیاب ہے۔ دیباچہ این. بی. ناشاد دہلوی نے منظوم لکھا ہے۔ ان کی شاعری پر رائے بہادر سری ماد هورام لکھنوی، پروفیسر سید بازغ بیگم ایم، اے، ایل، ایل، بی. حضرت عباس علی خاں بیخود اور اویس احمد دوراں کی رائیں شاملِ اشاعت ہیں۔ قیمت ۱/۵۰

شاہ طوفانِ غم۔ رابعہ سلطانہ ناشاد۔ نیو بک سوسائٹی آف انڈیا پوسٹ بکس ۲۵۰ نئی دلی

مولانا مہر محمد خاں شہاب مالیر کوٹلوی

اس ہفتے میں دو اچھی کتابیں مطالعہ میں آئیں، اور دونوں اردو ادب کے شیدائیوں کی توجہ خاص کی مستحق ہیں۔ ان میں سے ایک حضرت میر ولایت حسین مرحوم کی آپ بیتی ہے۔ راقم الحروف نے ۱۹۲۵ء میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی گولڈن جوبلی کے موقع پر حضرت میر صاحب کو دیکھا تھا مگر ملاقات کا شرف حاصل نہیں ہو سکا تھا۔ آپ کے تعلیمی اور انتظامی کارناموں کی داستانیں ضرور سنی تھیں۔ سال گذشتہ اکتوبر کے آخر میں جامعہ ملیہ اسلامیہ کی گولڈن جوبلی کے موقعہ پر جناب سید محمد ٹونکی (جن کے بعض فاضل و محقق بزرگوں سے میرے نیاز مندانہ تعلقات رہے ہیں) سے ملاقات ہوئی۔ اثنائے گفتگو میں ذکر آیا تو آپ نے بتایا کہ میر صاحب کی آپ بیتی آپ نے مرتب کر لی ہے جو قابل دید اور بڑی سبق آموز کتاب ہے۔ مجھے اس کی تلاش رہی۔ اب جب مکتبہ جامعہ میں نظر آئی تو پہلی فرصت میں اس کا مطالعہ کیا۔ کتاب کی اہمیت اس کے نام سے ظاہر ہے۔ مگر اس کا مطالعہ علی گڑھ تحریک کی مساعی اور جد و جہد اور اندرونی کشمکش، کمزوریوں اور کارناموں کو جاننے کے لئے نہایت ضروری ہے۔

میر ولایت حسین صاحب ۱۸۸۲ء میں کالج میں فرسٹ ایئر کلاس میں بطور طالب علم داخل ہوئے اور گریجویٹ ہو کر معمولی مدرسی سے ترقی کرتے کرتے تعلیمی و انتظامی خدمات بجا لاتے ہوئے ۱۹۲۲ء میں ریٹائر ہوئے۔ میر صاحب غریب گھر کے چشم و چراغ تھے بچپن میں یتیم ہو گئے تھے۔ ماں نے سوت کات کر اور اجرت پر کپڑے سی کر پرورش کی۔ خود کسی [illegible] ہاتھ پھیلایا نہ بیٹے کو دست نگر بنایا۔ سعادت مند بچے نے لوہے کے چنے چبائے، تنگ ترشی کی بلائیں سہیں لیکن منزل مقصود کی طرف بڑھتے رہے۔ جو قدم اٹھ چکے تھے وہ آگے ہی بڑھتے رہے۔ کالج سے وظیفے لے کر تکمیل تعلیم کی اور جب ریٹائر ہوئے تو ادارہ میں نیک نامیوں کی ایک تاریخ کے ساتھ سرکار دولت کے خطاب یافتہ تھے۔ اور یہ جگہ آپ کو اعزاز و امتیاز حاصل تھا۔

علی گڑھ مسلمانوں کا کالج تھا۔ اس کے بانی مبانی مسلمان تھے۔ لیکن اس کے عملے میں ہندو، مسلمان، انگریز شامل تھے اور طالب علموں میں ہندو مسلمان سبھی داخل تھے۔ میر صاحب نے سرسید اعظم، مولوی سمیع اللہ، محسن الملک، وقار الملک، سید محمود، مولانا نذیر احمد، مولانا شبلی، مولانا خلیل احمد، پرنسپل بیک (مرحومین) وغیرہ اور کتنے ہندو مسلمان اور یورپین استادوں

اور عہدہ داروں کے ساتھ کام کیا اور جو کام کیا اس کا نمونہ بنا دیا۔ اپنے بڑوں کا ایثار و اقتدار دیکھا۔ ان کمزوریوں، باہمی رنجشیں، غلط فہمیاں۔ ایسی جن کا انجام عبرت ناک تھا — مشاہدے میں آئیں۔ جمہوری ادارے میں موروثی عہدے داری کا اندیشہ انگریز پرنسپل مسٹر بیک کا، سریندر ناتھ بنرجی کی تقریر سے ڈاکٹر انگریزی اقتدار کو قائم رکھنے کے لیے مسلمان طالب علموں اور عوام میں سیاسی رجعت پسندی کا پرچار کرنا۔ شیر دل عزم آہنی رکھنے والے، ایثار مجسم سید کے بڑھاپے میں بیمار بیٹے کا اقتدار، شراب نوشی کی عادت بد سے ایک عالم و فاضل، ذہین و فطین اور مہذب ترین انسان میں جنون کیفیت پیدا ہونا اور بوڑھے معزز باپ سے وہ سلوک کرنا جس سے ہر شخص کو عبرت حاصل ہو۔

غرض کئی حیثیتوں سے یہ کتاب، اس قابل ہے کہ مدارس اور کالجوں کی لائبریریوں میں رکھا جائے کہ طلبا اور اساتذہ اس کا مطالعہ کریں اور سیاحت سے دلچسپی رکھنے والے اس سے روشنی حاصل کریں۔ قیمت بلا جلد ۶/- مجلد ۷/-

---

"آپ بیتی یا ایم، اے، او کالج کی کہانی میر سید ولایت حسین کی زبانی"

ملنے کا پتہ: سید ہادی حسین زیدی حبیب اللہ منزل ڈگی روڈ علی گڑھ

مستقر بھائی شاکر ایم، اے

"چاروں اور" شاہد کبیر اور مدحت الاختر کی مشترکہ کاوش کا نتیجہ ہے۔ حالانکہ اَور ہندی لفظ ہے۔ مگر اچھا لگتا ہے۔ حالانکہ مرتبین نے اس لفظ کے ساتھ انصاف نہیں کیا ہے۔ اس کا سرورق جناب صادق اورنگ آبادی نے بنایا ہے۔ اور اس میں جدید آرٹ کو پیش کیا ہے۔ جسے وہی سمجھ سکتے ہیں۔ اس میں دو صفحات چاروں اَور علیحدہ علیحدہ لکھ کر برباد کئے ہیں۔ جس کا کچھ جائز مصرف ہو سکتا تھا۔ شکیب جلالی کے نام منسوب ہے۔ کیوں؟ کوئی وجہ نہیں۔ یہ بھی ایک ورق کا خون ہے۔

یہ کتاب جدید شعراء کی غزلوں کا مجموعہ ہے۔ چند اشعار قابل تعریف ہے

مجھ سے بچھڑ کے تو بھی تو روئے گا عمر بھر
یہ سوچ لے کہ میں بھی تری خواہشوں میں ہوں

احمد فراز

کیا کہیں کیسے مراسم تھے ہمارے اس کے
وہ جو اک شخص ہے منہ پھیر کے جانے والا

احمد فراز

دل بھر آیا کاغذ خالی کی صورت دیکھ کر
جن کو لکھنا تھا وہ سب باتیں زبانی ہو گئیں

احمد مشتاق

کس کس طرح سے مجھ کو نہ رسوا کیا گیا
غیروں کا نام میرے لہو سے لکھا گیا

شہریار

عجیب شخص ہے ناراض ہو کے ہنستا ہے
میں چاہتا ہوں خفا ہو تو وہ خفا ہی لگے

بشیر بدر

سنگ بھی ۔ خار بھی ۔ دیوار بھی ۔ انگارے بھی
ایک شئے تو نہیں رستے میں ہٹائیں کیا کیا

قمر اقبال

یہ اشعار میرے خیال سے حاصل کتاب ہیں ۔ اس کتاب میں ایک چیز بہت گراں گذرتی ہے ۔ وہ یہ کہ ایک ہی شاعر کی کئی کئی غزلیں شائع کی گئی ہیں ۔ اس سے یا تو یہ ظاہر ہوتا ہے ۔ کہ دونوں صاحبان نے ، ان تمام شعراء سے نذرانے لے کر اس کتاب کو شائع کیا ہے ۔ کیونکہ آج کل یہی ہو رہا ہے ۔ چند شعراء مل کر اپنا اچھا برا کلام شائع کرا لیتے ہیں ۔ یا پھر انہوں نے دوسرے شعراء تک پہنچ نہیں کی ۔ ورنہ جتنے صفحات کی کتاب ہے ۔ کم و بیش اتنے ہی شعراء کی غزلیں مرتب کر سکتے تھے ۔ اگر انہیں اعتراض ہے تو شاید وہ اپنے اعتراض میں یہی کہیں گے ۔ کہ صاحب یہی تو جدت ہے ۔ یعنی غلطیوں کی پردہ پوشی کے لئے جدید ادب جیسے اکثر جدیدیت بڑھاپے کا سہارا لے لیں گے ۔ اور اپنے سارے گناہ بخشوا لیں گے ۔ اس کتاب کی طباعت عمدہ ہے ۔ مگر کتابت میں آٹے میں نمک کے برابر غلطیاں ہیں ۔ کتاب کی قیمت چار روپے بہت زیادہ ہے ۔ غرض کہ ایسے مانگ کر تو پڑھی جا سکتی ہے ۔ مگر خرید کر پڑھنا ایک اچھے ادب سے محروم ہونا ہے ۔ کیونکہ ہم انہیں چار روپوں سے ایک بہترین ادبی اور معیاری کتاب حاصل کر کے اپنی روح کو تسکین پہنچا سکتے ہیں۔

بازگشت اُردو ۔ مرتبین ۔ شاہد کبیر اور مدحت الاختر ۔ ملنے کا پتہ مومن پورہ ۔ ناگپور ۔ قیمت ۔/۴

ایم ۔ اے ۔ نصر

مغربی بنگال میں "تحقیق" کا چراغ ہمیشہ روشن رہا ہے ۔ کبھی اس کی "لو" مدہم اور کبھی تیز ۔ مگر آزادی کے بعد اس روشن چراغ کی روشنی کو جلا ملی ، یہاں کے محققوں نے نہ صرف بنگال بلکہ بیرون بنگال کی لسانی حیثیت کو بھی پیش نظر رکھا ۔ وہاں کے علمی ، ادبی ، سماجی "ڈھانچہ" کے پس منظر میں اردو کے کردار کا جائزہ لیا اور اپنی بے لاگ رائے سے اُردو کے علمی و ادبی حلقہ کو آگاہ کیا ۔ اس کی بہترین مثال استاذی محترم پروفیسر شاہ مقبول احمد نے پیش کی ہے جو نہ صرف اُردو کے ایک اچھے اور مخلص استاد ہیں بلکہ ایک گرانقدر محقق بھی ۔ ان کی کتاب "چند ادبی مسائل" (ادبی تحقیقی مضامین کا مجموعہ) ان کی محققانہ عظمت کا بہترین ثبوت ہے ۔

چند ادبی مسائل میں پروفیسر موصوف نے شاد عظیم آبادی ، میر تقی میر اور دوات ادبی شخصیتوں کے علاوہ ، اپنے تمام مقالات میں ، بہار کا لسانی جائزہ لیا ہے ۔ جس میں انھوں نے اُردو زبان سے بہار کے روابط اور ——— علاقائی اثر سے اس میں ہونے والی تغیر و تبدل پر اظہار خیال کیا ہے جو کہ پُر معنی اور چونکا دینے والے ہیں ۔

وہ اپنے ایک مضمون "بہار کی عام زبان" میں لکھتے ہیں ۔

"اودھی ، باگھیلی ، بھوجپوری ، مگھی اور میتھیلی ...... ان بولیوں کے خاص خاص علاقوں میں جائیے ...... اُردو سے آپ دوچار ہوں گے ..... بھوجپوری ، شہروں میں آرہ ، سہسرام ، چھپرہ ، اور سیوان ۔ میتھلی علاقہ کے شہروں میں مظفرپور ، حاجی پور ، بھاگلپور ، اور دربھنگہ اور مگھی شہروں میں پٹنہ ، گیا ، مونگیر ، بہار شریف اور شیخ پورہ وغیرہ میں ہر جگہ اُردو ہی نظر آئے گی"

وہ آگے چل کر ان الفاظ کا اور اضافہ کرتے ہیں :۔

"صوبہ بہار میں یہ آئی اور اُردو ہی کی شکل میں آئی ۔ مگر یہاں کی مستقبل بود و باش اس کے پیش نظر تھی .... اس لئے یہاں کے فطری تقاضوں کے مطابق اس نے اپنے اندر تبدیلیاں کیں ..... تلفظ اور لب و لہجہ بدلا ، تذکیر و تانیث اور واحد و جمع کے اصولوں میں اُردو قواعد کی پابندیاں اس سے تیمہ نہ سکیں ۔ مقامی الفاظ ، محاورے اور ضرب الامثال

کا اس میں اضافہ ہوا۔ مشرقی بولیوں کے قواعد کے بعض مفید اصولوں سے یہ مستفید ہوئی غرض یہ اور اس قسم کے دوسرے اجزاء نے ملا کر اس کی (پوربی اُردو) ایسی شکل بنا دی کہ آج اسے ہم دہلوی اُردو سے کچھ مختلف پاتے ہیں "

زبان اُردو کی یہ (علاقائی) تبدیلی پروفیسر صاحب کو بہت ہی عزیز ہے ۔ وہ کھلے لفظوں میں کہتے ہیں!

"جہاں ہمارے ادب میں، ہمارے گاؤں میں، ہمارے شہر، ہمارے عوام، ہمارے خواص، ہمارے کھیت کھلیان، ہمارے کوچہ و بازار کی صداقت جھلک دکھائی دے، وہاں ہماری زبان کو بھی ہماری بول چال کی جیتی جاگتی تصویر ہونا چاہیئے ..... ہم جو بولی بنائیں گے اس کے بولنے والوں کی تعداد دو تین کروڑ ہوگی ۔ یہ اتنی بڑی تعداد ہے کہ ہم کو کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ ہم نے ڈیڑھ اینٹ کی مسجد سب سے الگ بنائی ہے۔ سب کو معلوم ہے کہ آسامی اور اوڑیا بولنے والوں کی گنتی اس سے بھی کم ہے " (ہماری بولی)

وہ ہندی والوں کو اپنے مخصوص انداز میں مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

"بہار کے اُردو ادیبوں اور شاعروں نے بہت دنوں سے صوبہ کے مقامی الفاظ کو ادب میں جگہ دینا شروع کر دیا ہے۔ اگلوں میں شاد عظیم آبادی، اور سجاد عظیم آبادی اور موجودہ دور میں اختر اورینوی، شکیلہ اختر، سہیل عظیم آبادی اور مانپوری کے نام لئے جا سکتے ہیں۔ میں اس حیثیت سے ہندی لیکھکوں کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اُردو کے نامور ادیبوں، شاعروں، ناول نویسوں اور افسانہ نگاروں نے یہ مبارک کام شروع کر دیا ہے۔ اب یہ کام ان کا ہے کہ یہ آگے بڑھیں اور اُردو ادیبوں کے ساتھ مل کر ان کے نادھے ہوئے کام کو آگے بڑھائیں "

پروفیسر شاہ صاحب نے اپنے ایک مضمون "بہار کے چند ٹھیٹھ دیہاتی محاورے" میں ۳۱۳ محاوروں کو یکجا کر دیا ہے۔ یہ مضمون بہت ہی گرانقدر ہے، اس کا مطالعہ اردو ادب سے معمولی دلچسپی رکھنے والوں کے لئے بھی ازحد ضروری ہے، چند محاورے ذیل میں درج ہیں:-

۱۔ لاد دو لدا دو بہار کا رستہ بتا دو

۲۔ گیا گذرا پھر بھی عظیم آباد ہے۔

۳۔ کوڑھی ڈرائے تھوک سے۔
۴۔ من چنگا کٹھوتی میں گنگا۔
۵۔ کبھی دن بڑا، کبھی رات۔
۶۔ غلے کی جوڑو سب کی بھوجائی۔
۷۔ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔

وہ ان دیہاتی محاوروں کے متعلق، اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

"جنھیں آپ ہنستے ہوئے "دیہاتی" اور "قصباتی" کہہ دیتے ہیں۔ آپ نے دیکھا کہ وہ کیسی اپنی ایک مستقل حیثیت رکھتے ہیں۔ "اہل زبان" اور "زبان داں" کے روزمرہ محاورات کا تذکرہ تو کافی گرمیٔ محفل کا باعث بن چکا ہے۔ اب ان کی بھی کچھ افشانیاں ملاحظہ ہوں۔ جن کی طرف سے آپ مدتوں سے منہ پھیرے ہوئے ہیں۔"
(بہار کے چند ٹھیٹھ دیہاتی محاورے)

وہ اپنے مضمون "بہاری ماحول اور اردو ادب" میں لکھتے ہیں :

"اب تک اُردو کے برتنے میں یہ خیال پیش نظر رہا ہے کہ یہ دلی کی امانت ہے۔ حالانکہ اس کو تو ہم کو اپنے مخصوص حالات کے لحاظ سے اپنے طور پر بالکل اسی طرح استعمال کرنا ہے جس طرح بنگلہ کو بنگالی، آسامی کو اہل آسام استعمال کرتے ہیں..... جس حصۂ ادب میں دلی، لکھنؤ اور اس کے اطراف کی زندگی کی تصویریں پیش کی گئی ہوں۔ اس میں اس معاشرے کی جھلک کہاں مل سکتی ہے، جس کی شام و سحر، پنجاب، بہار اور دکن کی سرزمین کی آغوش میں ہو۔"

بظاہر پروفیسر موصوف علاقائی عصبیت کے شکار نظر آتے ہیں لیکن حقیقت کے کے آئینہ میں ان کے گوہر الفاظ کو پرکھا جائے، تو ہمیں ان الفاظ میں خلوص کی بو ضرور ملے گی۔ اُردو کو ابدی زندگی دینے کے لئے، یہ بہت ضروری ہے، جس جانب پروفیسر مقبول صاحب نے اشارہ کیا ہے۔

وہ اپنے مضمون "اردو یا ہندوستانی" میں لکھتے ہیں۔

"اطراف ہند کی خو بو اگر اُردو میں پائی جاتی ہے تو یہ قابل اعتراض بھی نہیں۔ اس زبان کے نشوونما کے مطالعہ سے یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ خود اس کی گھٹی میں پڑی

ہے ۔ اس پر اس کی بنیاد قائم ہے ۔ خود مدھیہ پردیش میں جہاں یہ پیدا ہوئی ہے ۔ کئی بولیوں نے اس پتلے کو تیار کیا ہے ۔ کسی نے اینٹیں جمع ہیں ۔ کسی نے چونا دیا ہے ۔ کسی نے سرخی فراہم کی ہے ۔ کسی نے گیٹ کی تعمیری لگائی ۔ کسی نے ریختہ کا کام کیا ۔ جب کہیں یہ عمارت کھڑی ہوئی ۔

اور اس زبان پر وہ سبھوں کے حقوق تسلیم کرتے ہیں ۔ ان لوگوں پر اظہار افسوس ہی ، جو اُردو زبان کو " غیر ملکی " یا " مسلمانوں " کی زبان کہہ کر " دشمنی " پر آمادہ ہیں ۔ حالانکہ اُردو ، ان کی اپنی زبان ہے ، ان کے بزرگوں اور پُرکھوں نے اپنے خون دل سے اس زبان کی آبیاری کی ہے ، اس شگفتہ بہ پودے کو سینچا ہے جس کو ہم اور آپ " اُردو زبان " کے نام سے جانتے ہیں ۔ میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اگر شروع ہی میں ، زبان کے سلسلے میں اس رویہ کو اپنا لیا جاتا ، جس کی طرف پروفیسر مقبول صاحب نے اشارہ کیا ہے تو شاید ، اردو اپنے ہی وطن میں " اجنبی " نہ ہوتی ۔

پروفیسر شاہ صاحب نے " اردو اور ہندی " کے زیر عنوان اپنے ایک مضمون میں ، اُردو کو " مشترکہ زبان " قرار دیتے ہوئے ، تحریر کیا ہے ۔

" اُردو کو مسلمانوں کی زبان خاص تصور کرنا بے خبری کی بہترین اور شاندار مثال ہے ..... اُردو زبان کی فطری خصوصیت " وسیع المشربی " اور ہندی کا طبعی عنصر مقابلتہً کم آمیزی " اور غیر ملکی عنصر کو " اچھوت " سمجھنا ہے ۔ ان دونوں میں کس ملک کی موجودہ فضا کا ساتھ دیتی ہے اور موجودہ فضا کس کی مقتضی ہے ۔ ہمیں یہی دیکھنا ہے "

پروفیسر شاہ مقبول احمد صاحب نے اپنی کتاب " چند ادبی مسائل " میں ، زبان و ادب کے خاص مسائل پر روشنی ڈالی ہے ۔ جس موضوع پر قلم اٹھایا ہے ، خاص خاص نکتے پیش نظر رہے ہیں ، جن پر کسی اور نے روشنی ڈالی نہیں ہے اگر ڈالی بھی ہے تو اتنی ہلکی کہ وہ عام نظروں کے لئے ناکافی ہے ۔ میں پروفیسر سید محمد حسن صاحب کے ان الفاظ سے پورے طور پر متفق ہوں کہ

" انھوں (پروفیسر شاہ مقبول احمد) نے بہار کی زبان و ادب کا خاص طور سے مطالعہ کیا ہے ۔ اور ان کی خصوصیت کی طرف لوگوں کی توجہ دلائی ہے ۔ وہ مقامی الفاظ و محاورات کی تاریخی و سماجی اہمیت

کے قائل ہیں۔ اور ان کو ادب میں داخل کرنے کے حامی ہیں۔ وہ زبان کے معاملے میں کسی خاص خطے یا علاقے کی کورانہ تقلید کو اس کی توسیع کا مانع سمجھتے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ وہ اُردو زبان و ادب کے تمام سرمایہ کو عزیز رکھتے اور ہر علاقے کے ادیبوں اور شاعروں سے محبت کرتے ہیں۔"

چند ادبی مسائل، ایک گرانقدر کتاب ہے۔ جو اپنے دامن میں بیش بہا معلومات کو پوشیدہ رکھے ہوئے ہے۔ میری رائے میں، اس کتاب "چند ادبی مسائل" کو کالج و یونیورسٹی کے اُردو نصاب میں ضرور شامل کیا جانا چاہیئے۔ تاکہ اس قیمتی کتاب سے "طلبا" اور "اساتذہ" زیادہ سے زیادہ تعداد میں مستفید ہو سکیں۔

چند ادبی مسائل: پروفیسر شاہ مقبول احمد۔ مکتبہ شمس۔ پٹنہ ۱۲ قیمت -/۲

علقمہ شبلی

قیصر شمیم نئی نسل کے شاعر ہیں لیکن ادبی روایات کا احترام ضروری سمجھتے ہیں۔ اور روایت و جدت کے حسین امتزاج سے اپنے جامۂ شاعری کا تار و پود تیار کرتے ہیں۔ وہ اپنی شاعری میں صوری و معنوی حسن کا لحاظ رکھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری بہت حد تک ادبی و فنی غلطیوں سے پاک ہے۔

"ساعتوں کا سمندر" قیصر شمیم کی شاعری کا انتخاب ہے، جو اُردو اور دیوناگری دونوں رسم خط میں ایک ساتھ شائع ہوا ہے۔ بتیس صفحے اُردو کے ہیں اور بتیس صفحے دیوناگری کے، جن میں سولہ نظمیں اور دس غزلیں ہیں۔ اگر اُردو اور دیوناگری دونوں حصے الگ الگ کتابی شکل میں شائع کئے جاتے تو زیادہ مناسب ہوتا۔ اسی طرح قیمت بھی کم ہو جاتی۔

قیصر شمیم کی شاعری کا یہ انتخاب بہت ہی مختصر ہے اس لئے اس سے ان کی شاعری کے بارے میں کوئی رائے قائم کرنا نہ تو آسان ہے اور نہ مناسب۔ میرا تو یہ خیال ہے کہ اس مجموعے میں شامل تخلیقات سے اور بہتر چیزیں ان کے کشکول میں موجود ہیں۔ لیکن نہ جانے کیوں انہوں نے انہیں قابل توجہ نہیں سمجھا۔ بہرکیف اس مجموعے سے یہ اندازہ تو ہو ہی جاتا ہے کہ قیصر شمیم کا مطالعہ و مشاہدہ وسیع ہے اور اپنے خیالات کے اظہار پر انہیں قدرت حاصل ہے۔ غزل کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

یوں ہی اپنے آپ کو ڈھونڈتا پھروں، شہر شہر میں کب تلک
مجھے میری شکل تو دو کبھی، مجھے میرا نام تو دو کبھی؛

ہمارے جسموں کو موجیں نگل گئیں قیصر
کہ ساعتوں کا سمندر بڑے جلال میں تھا

ہر سر بریدہ لاش ہے اس کی تلاش میں
جو سر ہوا ہے وقت کی تلوار سے الگ

آہ فہرست اس کے اپنوں کی؛؛
میں ہمیشہ ہی دوسروں میں تھا!

نہ جانے کیسی یہ وحشت ہے جس کے سائے میں
تمھاری یاد سے بھی بچ کے چل رہا ہوں میں؛؛

جادو گھر کی چیز بنا کر چھوڑا سنگ تراشوں نے
پانی سے تو بچ نکلے ہم، لیکن پتھر میں ڈوبے

مجموعہ میں شامل نظمیں بھی اپنی جانب متوجہ کرتی ہیں۔ ان میں "تلاش"، "آخری ملاقات" اور "اسپ تازی شدہ مجروح" زیادہ خوبصورت اور اہم ہیں۔ بیشتر نظموں کی تکنک جدید ہے اور ان میں موضوع کے ساتھ انصاف کیا گیا ہے۔

سرورق بہت ہی جاذب نظر ہے۔ پکاسو کے آرٹ نے اس کے حسن کو دوبالا کر دیا ہے۔ کتابت و طباعت بھی بہت معیاری ہے۔

ساعتوں کا سمندر۔ قیصر شمیم۔ پیپرتا۔ کاریگھاٹ روڈ شیپور ہوڑہ قیمت /۳

سلام بن رزاق

'ملاقاتیں'، ندا فاضلی کی ملاقاتوں کا مجموعہ ہے۔ جو انہوں نے اردو کے دس مقتدر شاعروں اور ادیبوں سے 'اردو بلٹز' کے لیے لکھی تھیں۔ یہ ملاقاتیں 'اردو بلٹز' کی پچھلی اشاعتوں میں قسط وار شائع ہو چکی ہیں۔ اور اردو داں حلقے میں کافی پسند کی گئیں۔ ساتھ ہی کچھ اعتراضات بھی ہوئے کہ مصنف نے دوسروں سے 'ملاقات' کم کی ہے، خود سے باتیں زیادہ کی ہیں۔ باتیں اتنی دھندلا گئی ہیں کہ عبارت بے ربط سی ہو گئی ہے۔ لہجہ اتنا خوابناک ہو گیا ہے کہ نثر میں شاعری معلوم ہوتی ہے۔ وغیرہ۔ مگر یہ تمام اعتراضات ان ملاقاتوں کی اپنی ادبی افادیت، اور ان کی تاریخی سچائی کے آگے ضمنی حیثیت رکھتے ہیں۔

فراق سے لے کر کیفی تک۔ سے 'ملاقاتوں' کا یہ سفر اردو ادب کی پچھلے تیس چالیس سالوں کی ادبی تاریخ کا ایک خاکہ ہمارے سامنے پیش کرتا ہے۔ ہمارے ادیبوں اور شاعروں کے مختلف ذہنی ادوار، ادب کے بدلتے تیور، نئے اور پرانے کا جھگڑا، آزادی کے بعد اردو ادب کے نام پر کی جانے والی لفظی عیاشی اور کھوکھلی نعرے بازی، ادب کی آڑ میں سیاسی پروپیگنڈہ وغیرہ، ان ملاقاتوں کو پڑھنے کے بعد ایسی کتنی ہی باتوں کی ایک سچی تصویر ہماری نظروں کے سامنے کھنچ جاتی ہے۔ پوری کتاب پڑھ جانے کے بعد یوں محسوس ہوتا ہے، مصنف کئی بتوں کو ایک قطار میں کھڑا کر کے بڑی بے دردی سے انہیں توڑتا چلا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ 'بت شکنی' کا عمل ان آدرش وادی اذہان پر گراں گذرے گا جو اپنی پسند کے فن کاروں کو دیوتا سمان پوجتے ہیں۔ فن کاروں کو ایسی ملکوتی شخصیت سمجھتے ہیں جو ساری خامیوں اور کمزوریوں سے مبرا ہوتی ہے۔

لیکن جو لوگ باریک بینی سے مطالعہ کرنے کے عادی ہیں اور صرف لفظوں کے لغوی معنی نہیں دیکھتے بلکہ لفظوں کی روح میں جھانکنے کی کوشش کرتے ہیں وہ دیکھیں گے کہ ان ملاقاتوں میں تصویروں کی جو 'چاک پیرہنی' کی گئی ہے وہ شخصیتوں کو عریاں نہیں کرتی بلکہ ان کے چہروں پر پڑے ہوئے مصنوعی خول ہٹانے کی کوشش کرتی ہے۔ مصنف نے ایک کامیاب آرٹسٹ کی طرح جسمانی خطوط کو 'اسکیچ' کرنے کے بجائے روح کے رنگ چنے ہیں۔ ہلکے اور گہرے، چمکیلے اور دھندلے، اچھے اور برے، بے شمار رنگوں کو اس طرح کینوس پر بکھرا دیا ہے کہ اس بکھراؤ سے جو تصویر ابھرتی ہے وہ شخص کی نہیں شخص کے باطن کی کہانی معلوم ہوتی ہے۔

ان 'ملاقاتوں' میں مصنف مخاطب کی گفتگو کو 'بسر و چشم' قبول نہیں کرتا۔ بلکہ ایک ماہر نفسیات کی طرح اس کا تجزیہ بھی کرتا جاتا ہے۔ بعض جگہ یہ 'تجزیاتی عمل' اتنا شدید

ہو گیا ہے کہ شخصیتیں آپس میں ٹکراتی معلوم ہوتی ہیں اور اس ٹکراؤ کی آواز کو قاری بھی صاف سن سکتا ہے۔ اگر ان مباحث کو صرف ایک 'ادبی مناظرہ' کی نظر سے نہ دیکھتے ہوئے تاریخی سچائیوں کی کسوٹی پر پرکھا جائے تو بہت سی تلخ مگر سچی باتوں کا علم ہو سکتا ہے۔ ان میں مختلف موضوعات پر جو بحثیں ہوئی ہیں وہ کافی دلچسپ ہیں۔ جدید و قدیم اقدار کے ٹکراؤ کا یہ روپ قاری کے ذہن کو جھنجوڑتا بھی ہے اور اس میں نئی الجھنیں بھی پیدا کرتا ہے۔

ان ملاقاتوں کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ انہوں نے ہمارے ادیبوں اور شاعروں کو بشری روپ میں پیش کیا ہے اور انہیں عوام کی صف میں لا کھڑا کیا ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ یہ لوگ بھی غصہ ہوتے ہیں، روٹھتے ہیں اور منتے ہیں، جھوٹ بولتے ہیں، دھوکا دیتے ہیں، ہنستے ہیں اور قہقہے لگاتے ہیں اور اداس بھی ہو جاتے ہیں تب ہمیں ادب اور شہرت کے سنگھاسن پر بیٹھے ہوئے یہ فنکار بالکل اپنے سے لگتے ہیں۔

لہجے کی بے باکی، ادبی ایمانداری اور بلیغ نثر نگاری کے لئے یہ 'ملاقاتیں' اردو زبان کی تاریخ میں بہت دنوں تک یاد رکھی جائیں گی۔

کتابت اچھی مگر چھپائی بہت معمولی ہے۔ گیٹ اپ اور بہتر بنایا جا سکتا تھا۔

'ملاقاتیں' ندا فاضلی۔ ۵۹۰ ماڈرن لائبریری پائپ روڈ کرلا بمبئی قیمت ۵۰/۲

جمال کریوی

"اردو ناول کی تنقیدی تاریخ" کے مصنف، ڈاکٹر محمد احسن فاروقی لکھتے ہیں کہ

"سرشار مرزا رجب علی بیگ کے 'فسانۂ عجائب' سے متاثر تھے۔ ان پر ڈوی کوئی نزٹ اور پکوک پیپیر کا بھی خاصا اثر ہے۔ اسی وجہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ عبارت سرشار کی نہایت رنگین ہے۔ البتہ جو ظرافت 'فسانۂ آزاد' میں ہے وہ فسانۂ عجائب میں مفقود ہے۔"

اس بات سے اردو ادب کا طالب علم واقف ہے کہ فسانۂ آزاد بیک وقت نہیں لکھی گئی۔ اس قصہ کے الگ الگ حصے 'اودھ اخبار' میں قسط وار شائع ہوتے رہے۔ اس کے علاوہ سرشار کی لاپروائی نے کہانی میں ربط اور تسلسل برقرار رکھنے نہ دیا۔ یہی کہانی کی سب سے بڑی خامی کہی جا سکتی ہے۔ لیکن عبارت آرائی سحر کن ہے۔ الفاظ میں ربط [illegible]

ہے۔ اس بارے میں فاضل ادیب پنڈت برج نرائن چکبست کی زبان سنئے۔ کہتے ہیں "قصہ کا پلاٹ تو نہایت سادہ بلکہ در بدرجہ بے مزہ ہے مگر ڈھائی ہزار کنجان صفحے پڑھتے چلے جائیے، ذرا بدمزہ نہیں ہو جیئے گا۔ بلکہ سطر سطر پر اشتیاق بڑھتا جائے گا۔ محض اس وجہ سے کہ عبارت آرائی غضب کی ہے۔ طرز ادا نہایت بے تکلف اور آسان، تازہ اور نیچرل، تمثیلی اور واقع پھر اس کے ساتھ جابجا پر لطف، پھڑکتے ہوئے فقرے، مزیدار شوخیاں، ترکی بہ ترکی جواب حماقت آمیز مضحک باتیں جن کو پڑھ کر ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ جائیں گے۔"

"تاریخ ادب اردو ادب" میں سکسینہ لکھتے ہیں کہ "سرشار نے 'فسانۂ آزاد' میں خوجی کو کردار نگاری، مزاح و ظرافت کی وجہ سے زندۂ جاوید کردیا اور خوجی نے سرشار کو اردو ادب میں لازوال شہرت دلائی۔ یہ امر ہر شخص جانتا ہے کہ خوجی اردو ادب کا سب سے بڑا مزاحیہ کردار ہے۔ اس کا مقابلہ دنیا کے مشہور کرداروں سے کیا جا سکتا ہے۔ سرشار اسی کیرکٹر کے ذریعے لکھنؤ کی ڈھلی تہذیب، جاگیردارانہ نظام کی تصویر پیش کرتے ہیں۔ خود بھی ہنستے ہیں اور دوسروں کو بھی ہنساتے ہیں۔ یہ اسی سرشار کا کمال ہے۔"

اردو ناول کا خمیر لکھنؤ کے چار بڑے جادو بیان ادیبوں نے تیار کیا ہے۔ پریم پال اشک اپنی کتاب "سرشار — ایک مطالعہ" میں ایک جگہ یوں قلم طراز ہیں "سرور نے اردو ناول کو زبان اور مخصوص اسلوب بیان، منشی سجاد حسین نے ظرافت، مولانا شرر نے پلاٹ اور رتن ناتھ سرشار نے کردار نگاری، مزاح اور واقعیت نگاری عطا کی۔"

یوں تو سرشار کے بہت سے تصانیف ہیں لیکن ان کی کتاب "فسانۂ آزاد" کو جو شہرت دوام حاصل ہوئی وہ اردو کی بہت کم کتابوں کو نصیب ہوئی ہے۔ ڈاکٹر قمر رئیس کا کہنا ہے کہ "فسانۂ آزاد" اردو کے افسانوی ادب میں ایک بے نظیر تخلیق کا درجہ رکھتی ہے۔" سرشار کے پاس زبان و بیان کا بیش بہا خزانہ بھی ہے۔ ان کے مقابلے و موازنہ کیا۔ اردو ادب میں صرف نظیر، انیس اور جوش کے نام گنائے جا سکتے ہیں۔ جس طرح مولانا حالی نے اردو شاعری میں "گل و بلبل" کے سیلاب کو روکنا چاہا اسی طرح سرشار نے بھی اردو نثر میں مسجع اور مافوق الفطرت کے عناصر کو دور کرنے کی کوشش کی ہے۔ جدید افادی کی زبان میں اس کو یوں بھی کہا جا سکتا ہے۔ سرور اور میر امن دہلوی نے اپنی داستانوں میں مافوق الفطرت کے بغیر قصہ کو آگے بڑھنے نہیں دیا۔ نذیر احمد اور مولانا

نثر نے مذہب اور اسلامی تاریخ کے بغیر کچھ نہ لکھا۔ لیکن سرشار ان تمام سہاروں اور آسروں سے آزاد نظر آتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ چکبست کی نظر میں سرشار اُردو کے حالی تھے۔ "حالی نے اُردو شاعری کے ساتھ وہی سلوک کرنا چاہا جو رتن ناتھ سرشار نے اُردو نثر کے ساتھ کیا۔"

ایک مرتبہ کسی طالب علم نے ڈاکٹر عبدالحق (مدراس) مرحوم سے استفسار کیا کہ وہ کونسی کتاب ہے جس کے پڑھنے سے اُردو زبان پر عبور حاصل ہو سکتا ہے؟ جواب ملا۔ "فسانۂ آزاد"

یہ شہرۂ آفاق کتاب، جو اُردو ادب میں ادب عالیہ کا مقام رکھتی ہے، کچھ عرصہ سے نایاب تھی۔ اس کے علاوہ لوگ کاروباری و اقتصادی معاملات میں اتنے مصروف ہیں کہ ان کے پاس اتنا وقت نہیں بچا کہ وہ اس قسم کی کتابیں پڑھیں جو کئی ضخیم جلدوں میں شائع کیے گئے ہوں۔ اس خیال کے پیش نظر 'مکتبہ جامعہ' نے صرف ایک جلد میں اس کا خلاصہ صرف ۵۰۰ صفحات میں پیش کیا ہے۔ اس میں ربط اور تسلسل کا خاص خیال رکھا گیا ہے جس کی وجہ سے پلاٹ چست ہو گیا ہے۔ اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ یہ خلاصہ لکھنؤ کی معاشرت کی نمائندگی، خوجی کا مزاحیہ کردار اور سرشار کے منفرد اسلوب تحریر کا آئینہ دار ہو۔

مکتبہ جامعہ نے حکومت جموں و کشمیر کے اشتراک سے معیاری کتابیں جنھیں ادب عالیہ کا درجہ حاصل ہے، کم سے کم قیمتوں پر شائع کرنے اور انھیں منظر عام پر لانے کا بیڑا اٹھایا ہے۔ امید ہے کہ اُردو ادب نواز حضرات مکتبہ جامعہ کے اس سلسلہ سے فائدہ اٹھانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھیں گے۔

مولانا مہر محمد خان شہاب مالیر کوٹلوی

ایلگزنڈر سولنسٹین کا ناول کینسر وارڈ جسے برادر عزیز گوپال متل صاحب مدیر ماہنامہ

'تحریک' دہلی نے فصیح و بلیغ اردو میں ترجمہ کی صورت میں پیش کیا ہے، نظر سے گذرا۔ ترجمہ موصوف کی مضمون پر گرفت اور زبان اُردو پر قدرت کی دلیل ہے۔ اس کے لیے آپ مستحق مبارکباد ہیں۔

ایک بدنام اور موذی و مہلک مرض کے نام کو عنوان بنانا اور سینکڑوں صفحوں مرض اور اس کی تفصیلات، مریضوں اور مریض خانہ کے حال و احوال اور معالجوں کی روش کی جزئیات کو بیان کرتے چلے جانا بڑے صبر و ضبط اور بڑی لگن کا مظہر ہے۔ ظاہر ہے کہ ناول نگار یا فاضل مترجم کا مقصد اس مرض کے متعلق معلومات فراہم کرنا تو نہیں۔ بلکہ کچھ خاص سیاسی حقائق ہیں جن کو بیان کرنا، خود دیکھنا اور دوسروں کو دکھانا ہے۔ آخری سو صفحوں سے قطع نظر باقی ساڑھے تین سو صفحات میں مطلب کی بات ایک خواب کی جھلکی کی طرح سامنے آتی اور نظروں سے اوجھل ہو جاتی ہے کتاب کے مطالعے کے بعد مجھے ایسا محسوس ہوا کہ غالباً یہ کتاب ہم ایسے عوام کے لیے نہیں بلکہ ان لوگوں کے لیے لکھی گئی ہے جو روسی ادبیات و سیاسیات کے گہرے اور ناپید اکنار سمندر کے ماہر شناور رہیں۔ کیا اچھا ہوتا اگر کتاب کی ابتدا میں مصنف اور اس کے کارناموں کا تعارف بھی کرا دیا جاتا تاکہ عام ناول خواں مصنف کے حالات کی روشنی میں اس کے مافی الضمیر کو زیادہ صفائی سے سمجھ سکتے۔

ایک بات اور جو ہمارے رسم خط کی غلطی نہیں مگر رواجی غلطی یہ ہو رہی ہے کہ غیر زبانوں اور غیر ملکوں کے اجنبی ناموں کے لکھنے میں بے پروائی سے کام کیا جاتا ہے۔ اس کی وجہ سے اجنبی نام کا تلفظ عام پڑھنے والا صحیح نہیں پڑھ سکتا۔ اگر مسلمہ قواعد تلفظ کو مدنظر رکھ کر اجنبی ناموں اور مقاموں کو بہ احتیاط مشکل اور معرّب کر دیا جایا کرے تو عام قاری سے غلط تلفظ کا امکان کم سے کم رہ جائے گا۔

کینسر وارڈ — الکزنڈر سولنسٹن۔ ترجمہ: گوپال متل مکتبۂ "تحریک" دہلی ۹

محمود سروش

آیئے آج کا تبصرہ آخر سے شروع کیا جائے۔ مکتبہ جامعہ کی طرف سے اور حکومت جموں کشمیر کے تعاون سے جو معیاری ادب کا سلسلہ اشاعت پذیر ہے اس کی یہ پندرہویں کڑی ہے۔ چار سو آٹھ صفحات پر پھیلے ہوئے دودھیا سفید کاغذ اور روشن سیاہی سے چھپی ہوئی یہ کتاب مجموعہ ہے شبلی کے ذخیرہ مضامین میں سے ان پچیس مقالات کا جو شبلی نے وقتاً فوقتاً ماہنامہ جرائد میں لکھے۔ زبان، ادب، تاریخ، ثقافت و سیاست اور مذہب

اسلام پر ہیں، علمی شعبہ جن سے متعلق مضامین کا انتخاب ہوا ہے۔ ابتدا میں رشید حسن خاں صاحب نے تقریباً بارہ صفحات پر پھیلا کر شبلی کا تعارف لکھا ہے۔ جو یقیناً جامع اور شبلی کے مزاج و ادب کے سلسلے میں اچھی اور مفید معلومات کا حامل ہے۔

اس سلسلے کی کتابوں پر میرا تبصرہ پڑھنے والے غالباً اس امر سے ناواقف نہ ہونگے کہ میں نے جناب رشید حسن خاں صاحب کی کاوشوں سے استفادہ کرتے ہوئے ان کی کوتاہیوں کو نظرانداز نہیں کیا۔ اور ان کی ترتیب زدہ کتابوں پر میرا سب سے بڑا اعتراض یہ رہا ہے کہ وہ قدیم املا کو بدل کر جدید کر دیتے ہیں جس سے کہ طلاب ادب کو الفاظ کی تدریجی تبدیلیوں پر غور کرنے کا موقع نہیں ملتا۔ مجھے یہ دیکھ کر بڑی مسرت ہوئی ہے کہ موصوف نے میرے اعتراض پر غالباً ہمدردی سے غور کیا ہے اور اس انتخاب میں مضامین کی اشاعت کو پیش نظر رکھتے ہوئے متن کو علیٰ حالہ رہنے دیا ہے۔ اس سے ہٹ کر ڈاکٹر رشید حسن خاں صاحب کے حسن ترتیب اور اس سلسلہ میں ان کی مشقت ہمیشہ قابل قدر رہی ہے۔

اب رہ گئی متن کتاب کی بات تو شبلی کے علم کا احاطہ یقیناً مشکل ہے۔ اس دور کے اساطیر ادب میں آزاد۔ سرسید اور شبلی ہی ایسے جامع العلوم تھے جن کا میدان فکر محدود نہ تھا، ان میں آزاد تو تاریخ و ادب نہ صرف اپنا ایک نقطۂ نگاہ بلکہ ایک افسانوی اسلوب بھی رکھتے تھے۔ اور سرسید کو اپنے خیالات پیش کرنے کی دھن تھی انھیں ادبیت کی پرواہ کبھی نہیں رہی مگر شبلی ایک مکمل ادیب و عالم ہیں تحقیق کا ذوق بھی ہے ترسیل کا حسن بھی ہے ابلاغ کا شعور بھی ہے۔ شبلی کو پڑھ کر قدیم میں جدیدنوت اور جدید میں قدامت کا نکھار پوری طرح محسوس ہوتا ہے۔ کیا اچھا ہوتا کہ ان مضامین میں بعض نایاب عربی کتب کی ان اشاعتوں پر شبلی کے تبصرے بھی شامل کر لیے جاتے جو مستشرقین نے اپنے دیباچوں کے ساتھ مرتب کرکے شائع کی تھیں ان میں طبقات ابن سعد پر شبلی کا تبصرہ یادگار ہے اور اس کا اس انتخاب میں نہ ہونا یقیناً ایک محسوس کی جانے والی کمی ہے۔

مولانا مہر محمد خاں شہاب مالیرکوٹلوی

اپنے نوجوان فاضل عزیز، ڈاکٹر عبدالستار دلوی، ڈائرکٹر مہاتما گاندھی میموریل ریسرچ سنٹر بمبئی کی تازہ کاوش "اردو میں لسانیاتی تحقیق" کی صورت میں مطالعہ میں

آی - اوین مصنف نے اپنے علمی لگن اور تلاش و جستجو کے بعد اردو میں لسانیاتی تحقیق کے متعلق بکھرے موتیوں کو فراہم کرکے ایک حسین و جمیل ہار بنا کر اس لیے پیش کیا ہے کہ ادب کے شیدائی اس سے استفادہ کر سکیں -

زبانوں کے لغت لکھے جاتے ہیں - صحیح بولنے اور لکھنے کے لیے قواعد بنائے جاتے ہیں - مگر اس سوال نے کہ زبانیں کس طرح بنتی ہیں، یوروپ میں ایک سائنس کی صورت اختیار کر لی ہے - مغربی زبانوں میں اس علم پر بہت کچھ لکھا گیا ہے - مگر ہمارے ہاں اُردو میں ابھی اس کی ابتدا ہے - ہندوستان میں مسیح سے چار سو سال پہلے سنسکرت میں پانینی نے قواعد لکھ کر اس کی ابتدا کر دی تھی ـــ صدیوں بعد میر تقی میر کے ماموں علامہ سراج الدین علی خاں آرزو نے سنسکرت اور فارسی کے تعلق پر بحث کی تھی - خاں آرزو کے بعد میر انشاء اللہ خاں نے "دریائے لطافت" لکھ کر دلی کی اُردو زبان اور وہاں کی بولیوں کے امتیازات دکھائے تھے - لیکن خاں آرزو اور سید انشاء کی کتابیں فارسی زبان میں تھیں - اُردو میں سب سے پہلے اس کی طرف سر سید احمد خاں مرحوم نے توجہ کی تھی - اور اس صدی میں مولوی سید وحید الدین سلیم پانی پتی - مولوی عبد الحق، حافظ محمود خاں شیرانی، اور ان کے بعد ڈاکٹر مسعود حسین خاں - ڈاکٹر گیان چند جین اور ڈاکٹر گوپی چند نارنگ وغیرہ وغیرہ فضلا نے تحقیقاتی کی ہیں ـــ ہمارے نوجوان فاضل ڈاکٹر عبد الستار دلوی صاحب کا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے معاصر علما و ادبا کی متفرق تحریروں کو جو مختلف مطبوعہ صورتوں میں پڑی تھیں - جمع اور مرتب کیا - اور نہایت دیدہ وری کے ساتھ حسب ذیل چھ عنوانوں میں سجا دیا - ۱: حرف و صوت ۲: زبان اور بولی - ۳: لفظ اور معنی ۴: اردو زبان ـــ افکار و مسائل ۵: صوت و شعر ۶: رسم الخط - مذکورہ مضامین انہی بابوں میں پھیلے ہوئے ہیں - ڈاکٹر دلوی نے یہی نہیں کیا کہ متفرق مضامین کو ان عنوانوں میں بانٹ دیا ہو - بلکہ آپ نے کتاب کے ہر باب کی تسہیل - تعریف اور تفہیم کے لیے ایک - ایک صفحہ کی تمہید بعنوان 'ابتدائیہ' بھی لکھی ہے - جو مطالعہ کے وقت قاری کے لیے راہ نما کا کام دیتی ہے - کتابیات کے عنوان سے ۱۳ کتابوں کی مکمل فہرست اور جن اردو کے فضلا کی تحریروں سے استفادہ کیا گیا ہے کہ ان کی معنی خیز معرفی کرا دی ہے -

دیکھا گیا ہے کہ بعض پڑھے لکھے لوگ کہدیا کرتے ہیں کہ فلاں مذہبی کتاب کا فلاں لفظ فلاں زبان سے آیا ہے۔ اور بے خبر لوگ اسے اس کتاب کی شانی کمزوری پر محمول کرلیا کرتے ہیں۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ جس طرح سارے انسان باوجود صورت شکل رنگ روپ کے اختلاف کے ایک ہی درخت وجود کی شاخیں اور برگ و بار ہیں۔ اسی طرح مشرق و مغرب، شمال، جنوب کی تمام زبانیں بھی ایک ہی ام الالسنہ کی چھوٹی بڑی بیٹیاں، پوتیاں اور نواسیاں ہیں۔ ہمارے ڈاکٹر دلوی صاحب نے امید ظاہر کی ہے کہ ممکن ہے آگے چل کر ساری دنیا کی ایک زبان ہو جائے۔ ہمارا تو ایمان ہے کہ انشاء اللہ ایسا ضرور ہوگا کیونکہ۔ آدم و حوا ایک۔ ان کی اولاد کی ایک۔ خدا چاہے تو وقت آئے گا کہ سارے فاصلے دور ہو جائیں گے۔ روکیں اٹھ جائیں گی ــــ جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے خلق الانسان علمہ البیان۔ خدائے واحد نے انسان کو پیدا کیا۔ اور اس کو بولنا سکھایا ــــ آدم کی اولاد بکھر گئی ــــ بولیوں میں بل پڑ گیا وقت آنے پر دوریاں دور ہو جائیں گی ــــ سب بولیاں ایک ہو جائیں گی قرنوں کے بچھڑے ہوئے آدم زاد پھر مل بیٹھیں گے ــــ اور غیریت اور اجنبیت کے تمام پردے چاک ہو جائیں گے۔

کتاب خاصی اچھی چھپی ہے۔ کاغذ بھی اچھا ہے۔ طباعت میں معمولی غلطیاں ضرور ہیں۔ ڈاکٹر دلوی صاحب کے دیباچہ کے صفحہ ۵ کی گیارہویں سطر میں "متعلمہ" کے لفظ نے کوئی اور ہی صورت اختیار کرلی ہے۔

"اردو میں لسانیاتی تحقیق" مرتبہ: ڈاکٹر عبدالستار دلوی
قیمت: ساڑھے بارہ روپے۔ ملنے کا پتہ: کوکل اینڈ کمپنی ــ بمبئی ۲

محمود سردش

مکتبہ جامعہ کو حالی سے بڑی محبت ہے، ان کا کوئی بھی اشاعتی پروگرام ہو اس میں حالی کے مصنفات کا شامل ہونا ضروری ہے۔ آغاز سے اب تک جتنی کتابیں حالی کی لکھی ہوئی یا حالی پر لکھی ہوئی، اس ادارے نے شائع کی ہیں، اتنی شاید کسی ایک ادارے نے نہیں کیں۔ یہ شغف (جو کسی حیثیت سے بھی برا نہیں کہا جا سکتا) یا تو اس لیے ہے کہ

اس عظیم ادر عینیت پسند اشاعتی ادارے کے دسں وہ بزرگوار ہیں جو علی گڑھ سے عشق حالی میں مبتلا ہو کے نکلے تھے۔ یا اس لئے کہ ان میں سے بعض یا خود ان کے احباب کا حلقہ خاندان حالی سے بہت قریب تھے رہیں یا پھر اس لیے کہ تعلیمات کے ذریعہ اصلاح معاشرت کا جو بیڑہ اس ادارے نے اٹھایا تھا اس کا سرچشمہ حالی کی مسدس اور مقدمہ شعر و شاعری تھا۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ تعلق اس عشق کا اجر ہے جو حالی کو علی گڑھ سے تھا ہر علیگیرین کو علی گڑھ سے جنون کی حد تک عشق ہوتا ہے اور وہ ہر اس شے کو ہر اس شخصیت کو جو علی گڑھ سے وابستہ ہے یا رہی ہے بہت عزیز رکھتا ہے جس کا ثبوت حالی اور شبلی کے مقابلہ میں آزاد جیسے نابغۂ عصر کی ناقدری سے ملتا ہے۔ ذاکر حسین مرحوم، عابد حسین، پروفیسر محمد مجیب وغیرہ اُس عہد کی پیداوار ہیں جو سر سید کے فوراً بعد کا زمانہ ہے اور اسی فضا کا حامل ہے جو سر سید نے حالی اور محسن الملک وغیرہ کی اعانت سے پیدا کی تھی اس لیے باوجود کہ ان میں سے بعض علی گڑھ کی کٹر مسلم سیاست سے ہم آہنگ نہیں رہ سکے۔ سر سید سے اسی طرح عقیدت رکھتے رہے جیسی کہ اپنے عہد تعلیم میں ان میں تھی۔ یہی بنیادی تعلق آج بھی کام کر رہا ہے۔ چنانچہ معیاری ادب کی ۱۷ کتابوں میں سے جو اب تک شائع ہو چکی ہیں۔ حالی ہی کو یہ شرف حاصل ہے کہ اب تک۔ ان کی تین کتابیں نشر کی گئی ہیں۔ مقدمہ شعر و شاعری۔ مجالس النساء اور یادگار غالب۔ اب حیات سعدی۔ حیات جاوید۔ مسدس مدوجزر اسلام اور کلیات حالی رہ جاتی ہیں لہذا امید کی جا سکتی ہے کہ اگر یہ سلسلہ بڑھا تو وہ کتابیں بھی چھپ جائیں گی۔ مکتوبات اور مقالات تہذیب اخلاق بھی مرتب کر کے شائع کر دیئے جائیں گے ہو سکتا ہے کہ ذکر حالی بھی آجائے۔

نہ اس تعریف کا مقصد مکتبہ کے حسن انتخاب کا احتساب ہے۔ نہ مصنفات حالی کی اشاعت پر اعتراض۔ کہنا صرف یہ ہے کہ معیاری ادب کے سلسلے میں ان دوسرے مصنفین کے آثار کو بھی شامل کرنا چاہیئے جو حالی آزاد۔ نذیر احمد اور شبلی سے کسی طرح کم نہیں میر غالب۔ نظیر اور اقبال کے علاوہ بھی شاعر ایسے ہیں جنھوں نے اردو ادب کو مالا مال کیا ہے ان کی طرف بھی توجہ لازمی ہے۔ اردو کی بہت سی ایسی کتابیں ہیں جو ہر اعتبار سے معیاری ہیں اور ایک آدھ بار ہی چھپ کر رہ گئی ہیں ان کی بھی اشاعت ہونا چاہیئے اسی طرح کار تدوین و تصحیح کے اہل اور بھی لوگ ہیں۔ جو موجودہ مجلس کے اراکین سے کم

[illegible]

اسناد اور اعتبار کے حامل نہیں ہیں ان سے بھی کچھ کام لیا جانا چاہیئے۔ بالخصوص جبکہ مجلس ادارت کے موجودہ اراکین اپنی گوناگوں مصروفیتوں یا احساس انا و لاغیری کی بنا پر اپنے فرض سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتے۔

اب اس یادگار غالب کے مقدمہ کو دیکھ لیجیے۔ مالک رام صاحب نے اس کی تدوین و تصحیح کی ہے۔ "مقدمہ" بھی لکھا ہے۔ بلاشبہ مالک رام غالبیات کے ماہر ہیں۔ میدان تحقیق کے شہسوار ہیں۔ ان چند نفوس میں سے ایک ہیں جن کی تحقیق پر کچھ لکھتے ہوئے مجھ ایسے کم سواد کا قلم کانپ جاتا ہے، ذکر غالب کا مصنف ہی یادگار غالب کی ترتیب، تدوین اور تصحیح کر سکتا تھا مگر کیا انھوں نے ایسا کیا؟ چھ صفحات کے مقدمے میں سوا بار بار کہی ہوئی باتوں کی تکرار کے کچھ نہیں۔ نہ حالی کے فن سوانح نگاری پر کوئی روشنی پڑتی ہے۔ نہ حالی کے اسلوب نثر کا کوئی جائزہ ہے۔ اردو ادب کے سرمایۂ تراجم و سوانح کا کوئی ذکر ہے۔ شیفتہ سے حالی کی عقیدت۔ شیفتہ اور غالب کے تعلقات۔ حالی اور غالب کے درمیان محبت و شفقت کے روابط تو وہ باتیں ہیں جو ایک مڈل کا طالب علم بھی جانتا ہے۔ کچھ نہ کرتے یادگار غالب ہی پر ایک گہری نظر ڈال کر اس کے محاسن اور اس کے مصائب بیان فرما دیتے اور سیرتی ادب میں اس کا مقام تجویز فرما دیتے تو جن طلبہ کی ضرورت کے پیش نظر یہ معیاری سلسلہ شائع کیا جا رہا ہے ان کے لئے یہ کتاب مفید ثابت ہوتی۔ حالی کی طرف ایک اعتراض کا جواب لکھ کر یہ قیاس پیش کر دینا کہ حالی اور آزاد کے مآخذ ایک ہی تھے اس لئے آب حیات کے ترجمہ غالب میں اور یادگار غالب میں مندرج لطائف غالب کا ایک ہی زبان میں ہونا سرقہ یا توارد نہیں ہے کوئی اتنا بڑا کارنامہ نہیں کہ مالک رام صاحب سے اس کو منسوب کیا جا سکے یا خود آپ مرتب اس پر ناز فرمائیں۔

ان باتوں سے ہٹ کر مکتبہ جامعہ نے اپنا کام بخوبی انجام دیا ہے۔ کتابت بہترین ہے۔ طباعت بہت اچھی ہے۔ کاغذ بھی اچھا استعمال کیا ہے۔ یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ زیر تبصرہ اشاعت کا متن ان اشاعتوں میں سے جو غالب کی زندگی میں چھپی تھیں۔ کسی کے متن سے کیونکہ مصحح نے یہ نہیں بتانا چاہا۔ تاہم ان کے درجۂ علمی اور مکتبہ کے حسن اہتمام کے حسن اہتمام کو نگاہ میں رکھتے ہوئے یہ وثوق سے کہا جا سکتا ہے متن کو صحیح اور صاف رکھنے میں تساہل نہیں برتا گیا ہوگا۔ اور اتنا یقین ہی اس کتاب کو طلبہ کے لئے مفید بنا دیتا ہے۔

ہمیں امید ہے کہ مکتبہ کی محنت۔ حکومت جموں وکشمیر کی سخاوت اور فاضل مدوّن کی وثاقت کے اس مجموعہ کو ہاتھوں ہاتھ لیا جائے گا۔ اور غالبیات کی اس سنگ بنیاد کو ادب نواز اپنے ذہن میں وہ جگہ دیں گے جس پر غالب شناسی کی عمارت کھڑی کی جا سکتی ہے۔

یادگارِ غالب : مرتبہ : مالک رام - مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ نئی دہلی ۲۵
قیمت ، حصہ اردو فارسی - ۱۲/ لائبریری اڈیشن - ۱۴/۵۰

بدیع الزماں خاور

کتابیں تمایں مستقل کالم" حاصل مطالعہ "کے آغاز کا (ایڈیٹر کے قول کے مطابق) ایک اہم مقصد یہ بھی ہے کہ اس کالم کے ذریعے وہ کتابیں بھی روشنی میں آتی رہیں، جو عام طور پر اشتہاروں اور تبصرہ نگاروں کی حدود سے باہر ہوتی ہیں۔ اس وقت میرے سامنے غالباً اسی قسم کی ایک کتاب ہے جس کا نام " طلوع جام " ہے اور جو ریاست جموں وکشمیر کے ایک اردو شاعر رہبر جدید کا بالکل تازہ اور دوسرا مجموعہ کلام ہے۔

رہبر جدید (جن کا اصلی نام جگدیپ سہادر سوری ہے) کوکن کے معروف شاعر اور زیست کے پھول "کے خالق آدم نصرت کی طرح ہی محکمۂ پولیس میں ملازم ہیں اور اس اعتبار سے وہ بھی ایک انتہائی " خشک " ماحول میں رہ کر شعر و ادب سے اپنی دلچسپی کے لئے مبارکباد کے مستحق ہیں، وہ ساحر سیالکوٹی کے شاگردوں میں سے ہیں۔ زیر نظر کتاب میں ان کی شخصیت سے متعلق دو نظمیں اور چھ سات آراء بھی شامل ہیں۔ جذباتی مبالغہ آمیزی سے قطع نظر، ان آراء کے پڑھنے سے یہ اندازہ ضرور ہوتا ہے کہ وہ اپنے علاقے کے شعری و ادبی حلقوں میں کافی مقبول ہیں اور وہاں کے نوجوان شاعروں میں اپنا ایک خاص مقام رکھتے ہیں۔ ان کا پہلا مجموعۂ کلام " خیاباں "کے نام سے شائع ہوا تھا جو میری نظر سے نہیں گذرا ہے۔ اس مجموعے پر ڈاکٹر منوہر سہائے انور کی رائے بھی " طلوعِ جام " میں شائع کی گئی ہے۔ رہبر جدید نے گو اپنے تخلص کے برخلاف ، طلوع جام کی زیادہ تر غزلیں روایتی انداز و اسلوب

میں ہی کہی ہیں مگر ان غزلوں میں اچھے اشعار بھی مل جاتے ہیں۔ غزلوں کے علاوہ اس مجموعے میں جگر مراد آبادی، تلوک چند محروم، ترلش کمار شاد اور روشن صدیقی کے مرثیوں کے ساتھ کچھ دوسرے موضوعات پر لکھی ہوئی نظمیں بھی شامل ہیں۔

"طلوعِ جام" میں شائع کی گئی۔ منظوم و منثور آراء میں رہبر جدید کے ہر شعر کو عیوب سے پاک اور ان کے مجموعۂ کلام کو سرمایۂ ادب میں ایک گراں قدر اضافہ کہا گیا ہے۔ میں ان دعووں کی تصدیق تو نہیں کر سکتا البتہ اتنا ضرور کہہ سکتا ہوں کہ "طلوعِ جام" کے شاعر میں ابھرنے کی صلاحیتیں نظر آتی ہیں اور وہ ان کو بروئے کار لانے کی کوشش کرتے رہے تو ان کا مستقبل تابناک ہو سکتا ہے۔

"طلوعِ جام" کی ضخامت ۱۷۶ صفحات اور قیمت پانچ روپے ہے، جو کچھ زیادہ ہی معلوم ہوتی ہے۔ کتاب کا کاغذ تو خیر غنیمت ہے مگر کتابت و طباعت بے حد ناقص ہے اور کتاب کی ترتیب میں بھی کوئی خاص سلیقہ نہیں برتا گیا ہے۔ بہر طور چونکہ اس کتاب کی اشاعت کا تمام تر بندوبست مقامی طور پر ہی کیا گیا ہے، اس لئے ان کمزوریوں کو بڑی حد تک نظر انداز کر کے، کتاب کے مندرجات سے لطف اندوز ہوا جا سکتا ہے۔

کتاب میں شاعر کے علاوہ ان کے والد جناب بنسی لال سوری کا فوٹو بھی شامل کیا گیا ہے جو خود بھی ایک اچھے شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ ریاست جموں و کشمیر کے ایک رہنما اور ہندی تحریک کے بانی بھی ہیں۔

"طلوعِ جام" رہبر جدید	لالہ راجپت رائے بدھا اینڈ سنز پکّہ ڈھنگہ ۔ جموں توی	قیمت ۵ روپے

مولانا مہر محمد خاں شہاب، مالیر کوٹلوی

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دہلی ۲۵ کا سلسلۂ اشاعت کتب بعنوان معیاری ادب جس کی بیسویں کڑی پیشِ نظر کتاب "گذشتہ لکھنؤ" ہے۔ واقعی ایک قابلِ قدر کارنامہ ہے۔ جسے مکتبہ انتخاب کتب اور ان کے حسن کتابت و طباعت اور قیمت وغیرہ

کا لحاظ رکھتے ہوئے بڑی شان سے انجام دے رہا ہے۔

"گذشتہ لکھنؤ" کا اصلی نام اور ہندوستان میں مشرقی تمدن کا آخری نمونہ" تھا۔ مگر مکتبہ جامعہ نے اسے مختصراً "گذشتہ لکھنؤ" کا عنوان دے دیا ہے۔

یہ کتاب مولانا عبدالحلیم شرر لکھنوی مرحوم کے ان مضامین کا مجموعہ ہے۔ جو ان کے مشہور رسالہ "دلگداز" میں قسطوار مدتوں شائع ہوتے رہے تھے۔ اور جنہیں تکمیل کے بعد کتابی صورت میں شائع کردیا گیا تھا۔ مولانا کی معلومات کا ذریعہ بعض پرانی مستند کتابیں ــ بڑے بوڑھوں کی روایات اور سب سے اہم آخری چیز خود مولانا شرر مرحوم کے وہ ذاتی مشاہدات ہیں جو واجد علی شاہ مرحوم کے قیام مٹیا محل کلکتہ کے دوران ان کو میسر ہوئے تھے۔ مولانا شرر کے خاندان کا واجد علی شاہ مرحوم سے تعلق ملازمت قدیم تھا آپ کے نانا منشی قمرالدین مرحوم اور آپ کے والد ماجد حکیم تفضل حسین مرحوم شاہی معتمد ملازموں میں شامل تھے۔ والد کی معیت میں مٹیا محل کا قیام شاہ اور وابستگان دامن شاہ کے روز و شب کے مشاغل اور دلچسپیوں کا زندہ فلم آپ کے سامنے اپنی نیرنگیاں دکھایا کرتا تھا۔

مولانا شرر دینی علوم کے منتہی فاضل تھے ــ اور آپ کا تاریخی مطالعہ بہت زیادہ تھا۔ اور آغاز ہی میں مٹیا محل کے قیام نے آپ کو رومان آشنا اور رومان آگاہ بنا دیا تھا۔ اسی لیے آپ نے اسی رومانی مذاق کے زیر اثر مشرق و مغرب اور جنوب و شمال کے اسلامی ممالک کے مسلمانوں کی تاریخ کے خاص خاص پُرجلال و جمالی واقعات کو ناولوں کے رنگ میں پیش کرنا شروع کردیا اور اسی رنگ میں اسلام کے دورِ اوّل سے آخری دور تک کے حوادثِ اقبال و زوال کو عبرت اندوزی اور سبق آموزی کے لیے تاریخی افسانوی ادب کا ایک بڑا ذخیرہ فراہم کردیا۔ بیسویں صدی کے ربع اوّل کے طالب علموں کے لیے آپ کی کتابیں تاریخ۔ تہذیب و تمدن اور ادب و اخلاق وغیرہ کی معلومات کا ایک دلکش ذریعہ تھیں۔ تاریخی ناولوں کے علاوہ آپ نے سماجی ناول بھی لکھے جو بڑے سبق آموز ہوا کرتے تھے۔ آپ کے مقابلہ میں ایک اور بزرگ اہل قلم حکیم محمد علی خاں صاحب ساکن ہردوئی نے بھی ناول نگاری شروع کی تھی۔ جو چند ناول انہوں نے لکھے تھے وہ بھی برے نہ تھے مگر اُن مرحوم کو ادبی شہرت میں وہ درجہ حاصل نہ ہوا جو مولانا شرر اور ان کے نتائج فکر کو

حاصل تھا۔

مولانا شرر نے مستقل تاریخیں لکھیں اور تاریخوں کے ترجمے بھی کیے۔ اور مشاہیر عالم (مردوں اور عورتوں) کی زندگی کے مختصر خاکے بھی مرتب کیے۔ آخری دور میں آپ نے اپنی سوانح حیات بھی دلگداز میں با قسط لکھنا شروع کی تھی جن کی کئی قسطیں شائع بھی ہوئی تھیں۔ مگر قبل اس کے کہ آپ کے سوانح حیات تمام ہوں آپ کی مدت حیات ہی ختم ہو گئی اور سوانح عمری ادھوری رہ گئی۔
اِنّا لِلّٰہ وَاِنّا الیہ راجعون۔

پیش نظر کتاب "گزشتہ لکھنؤ" بھی جیسا کہ اوپر عرض ہوا دل گداز ہی میں قسطوں میں شائع ہوئی تھی۔ یہ کتاب کئی حیثیتوں سے لاجواب ہے۔ اس میں آپ کو لکھنؤ اور لکھنویات کے محاسن و کمالات علوم و فنون اور مفید و غیر مفید مختلف ایجادات و اختراعات کے ساتھ وہاں کے اونچے درجے کے لوگوں اور ان کے دیکھا دیکھی عوام کی اونچی سے اونچی رنگین دلکش اخلاقی بیماریوں کا حال مرتب و مکمل مرقع عبرت کی صورت میں اس کتاب میں ملے گا اس کی مثال ملنا مشکل ہے۔

اس میں قدیم ہندوستان کی تاریخی اشارے ہیں۔ دلی کے اجڑنے کے بعد فیض آباد اور لکھنؤ کے آباد ہونے کی داستان ہے۔ اس میں اودھ کے نوابی خاندان کے بانی سید محمد امین برہان الملک کی مردانہ۔ ہوشمندانہ اور سپاہیانہ کارکردگیوں کی جھلک ہے۔ بانی کی مسند پر نجف خاں صفدر جنگ بھی سامنے آتے ہیں ان بزرگوں کے بعد نواب شجاع الدولہ خواب کی طرح میدان کارزار میں آتے ہیں۔ دیسی لوگوں سے لڑتے بھڑتے ہیں مگر بکسر کے میدان میں انگریزوں کے سامنے آتے اور ایسی مار کھاتے ہیں کہ ہمیشہ کے لیے جنگ و جدال سے دستبردار ہو کر نغمہ و سرود میں محو ہو کر فوجوں کی معیتہ کی بجائے رقاصاؤں کے رقص کے ساتھ نقل و حرکت نظر آتے ہیں اور طبلِ جنگ کی دھمک کی بجائے طبلے کی تھاپ پر قناعت کر لیتے ہیں۔ آصف الدولہ ریاستی خزانوں کے دروازے کھول دیتے ہیں۔ ثواب کے کاموں کے ساتھ ساتھ حقیقی ماں کو زندگی بھر جلاتے اور تڑپاتے بھی رہتے ہیں۔ سعادت علی خاں بھائی کے جانشین ہوتے ہیں اور نوابی تخت کے حصول کے لیے آدھے ملک سے انگریزوں کے

حق میں دست بردار ہو جاتے ہیں۔ ایک نواب صاحب یا بادشاہ سلامت متضاد مذاقوں کا غیر معمولی نمونہ ہیں پاک بزرگوں کے نام سے ایجادات ہوں یا مغربیت پرستی کی تقلید یا ذاتی پسند ناپسند پر خطا کار کو سزا۔ کچھ ایسے کام کر گذرتے ہیں۔ قانون و آئین اور عقل و دانش حیرت زدہ رہ جاتے ہیں۔ ایک بزرگ فرمان فرما علمار کی سیاسی فقہ کی پیروی کرتے ہیں۔ رعایا دیکھ رہی ہے کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ آخری تاجدار ملک داری میں کمال دکھانے کے بجائے موسیقی و رقص میں ہی نہیں ڈھول بجانے تک میں بھی کمال رکھتے ہیں۔ وہ گناہ بھی کرتے ہیں تو مذہب سے اجازت لے کر غرض اودھ کے حاکم خاندان نے معیاری حکومت کو چھوڑ کر ہر قسم کی ایجاد اختراع کو انتہائی درجۂ کمال پر پہنچا دیا۔ جن سے اگر کوئی لطف اندوز ہوا تو ان کی ذات یا ان کے ستایش گر ملک کے محنت کش ان کے لئے روپے کے چنے چباتے تھے اور وہ بدولت و اقبال سارے خزانے کو اپنی ذات اور متعلقین کی شتہبات نفس پر بے دریغ نثار کرتے چلے جاتے تھے۔ ان کی سخاوتیں سماج کے لیے نیند کی گولیاں تھیں — ان کی پروردہ عالم خواب میں ساری دنیا سے خود کو افضل و بہتر سمجھتے تھے اور عمل کے میدان میں کہیں نظر نہ آتے تھے۔ ان کی زبان — ان کی زندگی — ان کی معاشی ان کا میل جول ان کا ادب و شعر تہذیبی و آسمانی دلبستگیاں — دکھاوا تھیں — عارضی رنگوں سے رنگین وہ خود کو اوروں سے ممتاز سمجھتے تھے — اوروں کو ہر امر میں خود سے ادنیٰ و کمتر خیال کرتے تھے — جو کارنامے انہوں نے اپنی یادگار چھوڑے ہیں — وہ موجودہ اور آئندہ نسلوں کو بزبان حال پکار کر کہہ رہے تھے۔ کہ مقابلہ جد و جہد کے عالم میں اگر عزت کے ساتھ جینا ہے تو "گذشتہ لکھنؤ" پیروی سے عبرت لو۔ کیونکہ ہندستان کی موجودہ اور آیندہ نسلوں کی صلاح و فلاح جفاکشی میں ہے اور ایثار میں ہے۔ کسب ہنر ہے — اور معاصروں کی باہمی مقابلہ کی دوڑ میں ہے۔

مستغر بھائی شاکر

یہ جناب مدہوش صاحب کی کتاب ہے۔ جس میں ان کی نظمیں، غزلیں، قطعات اور متفرق اشعار شامل ہیں۔ کتاب ان کے نام منسوب ہے۔ جو نئے نظام کی تشکیل کے لئے اپنے پران نچھاور کر رہے ہیں۔ شائد یہ اشارہ بنگلہ دیش کے لوگوں کے لئے ہے کیونکہ ان کی نظم "آدمیت کے پرچم کو اونچا کریں" کے آخری شعر سے

حق و انصاف کی جیت نزدیک ہے ہوگا سونا حسین شونار بنگلہ ضرور۔ صفحہ ۲۹

اس سے ان کے انتساب کا مفہوم سمجھ میں آجاتا ہے۔ اور ان کے یقین پر انہیں مبارکباد دینے کو جی چاہتا ہے۔ دیباچہ جناب علی سردار جعفری صاحب نے لکھا ہے پڑھ کر گمان ہوتا ہے کہ شاید جعفری صاحب اب خاصے پامردت ہوگئے ہیں یعنی جو بھی چاہے ان سے اپنی اچھی بری کتاب کا دیباچہ لکھوا سکتا ہے۔

نظموں میں "ایلیا کے نام" اچھی ہے۔ "آخری بات" کی جگہ اس کا نام "آخری رات" اگر ہوتا زیادہ مناسب تھا۔ "فکر فردا، آنکھیں" بھی خوب ہیں پھر بھی کم و بیش ہر نظم کا رنگ، موضوع ـــ اندازِ فکر ایک سا ہے۔ بلکہ یوں لگتا ہے کہ مدہوش صاحب نے لفظوں کو چن چن کر ترتیب دیا ہے۔ جس نے نظموں کی صورت اختیار کر لی ہے۔

غزلیں بھی معمولی ہیں۔ خیالات سطحی ہیں بجائے اس کے یہ کہنا چاہیئے کہ انسانوں کے ہی خیالات کو انہوں نے پابند رہ کر پیش کر دیا ہے۔ مقصد لکھنے کا یہ ہے کہ اشعار دعوتِ فکر نہیں دیتے ـــ جیسے

ان کو اپنے قریب دیکھا تھا؛ ایک دیوانے نے زنداں سے رہائی پائی
ہائے کتنا حسین سپنا تھا ساتھیو آؤ کوئی جشن منایا جائے

ناخدا میری نکرمت نہ کرنا
مجھ کو ساحل پہ ڈوب جانا ہے

اس طرح کے اشعار ذرا بھی متاثر نہیں کرتے۔ یہی حال قطعات کا ہے۔ چھ قطعات ہیں۔ کوئی بھی قابلِ ذکر نہیں۔

مگر ایسا بھی نہیں ہے کہ پورا مجموعہ سطحی ہو۔ اس میں کچھ اشعار تو بہت ہی

عمدہ ہیں۔ اُن میں سے چند درج ذیل ہیں۔

شمع رو رو کے روکتی ہی رہی — زندگی کا لحاظ کون کرے
جل مجھے کسی خوشی سے پروانے — زندگی کو تو بیت جاتا ہے
شاہراہوں کی بھیڑ میں مدہوش — میں وہ ایک شخص تھا جو تنہا تھا

عظمت کا بے احساس جو رو یا شہ گیا؛
اپنے جذبات کی ہم سے نہ نمائش ہوگی
غزلوں میں بیشتر مصرع فلموں میں سنے جا چکے ہیں جیسے
(۱) ہم آپ کے حسین خیالوں میں کھو گئے
(۲) زندگی کی اداس راہوں میں — وغیرہ وغیرہ

آخر میں یہ اور کہنا ہے کہ مدہوش صاحب نے کتاب کی کوئی قیمت[1] نہیں چھپوائی۔ لہٰذا اگر اسے بلا قیمت سمجھا جائے تو کوئی بے جا نہیں ہے۔ شکر ہے کہ غزلیں، نظمیں جدیدت سے پاک ہیں۔ اسے پڑھنے کی سفارش کی جا سکتی ہے۔ الغرض یہ کتاب اردو ادب میں تو نہیں بلکہ اُردو میں ایک اضافہ ہے۔

آبلے، مدہوش بلگرامی۔ آشا بلگرامی، اولارسینٹ سیباسٹن روڈ بمبئی قیمت ۲/

ساجد پراری

اردو زبان اپنے دامن میں کئی وسعتیں لئے ہوئے ہے۔

یوں تو علم عروض سے باقاعدہ شناسائی احمد بن بصری نے کرائی۔ بعد ازاں اس پر متعدد کتابیں لکھی گئیں جو مقبول ہوئیں۔ اس سلسلے میں ایک کوشش محترمی سبحان انجم صاحب نے بھی کی اور بجا طور پر وہ اپنی اس کوشش میں کامیاب رہے۔ اس کتاب میں انہوں نے مختصر طور پر آسان مثالیں دے کر اس فن کو عوام کے سامنے پیش کیا۔ اس زمانے میں جبکہ اہل اردو، عروض جیسے فن کو خشک سمجھ کر اس سے بے بہرہ ہوتے جا رہے ہیں۔ سبحان انجم صاحب نے اسے ہمارے سامنے انتہائی آسان اور سلیس طریقوں سے پیش کیا ہے

[illegible]

یہ کتاب نہ صرف نومشق شعرا، بلکہ عوام و ڈگری کورسیس کے طالب علموں کے لیے ایک بہترین تحفہ ہے جس سے وہ خاطر خواہ فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ بیکن نے کہا تھا کہ ایک اچھی کتاب کا مطالعہ اچھی زندگی کا ضامن ہے"

مجھے امید ہے کہ اُردو داں طبقہ اور علم عروض سے تعلق رکھنے والے اصحاب انجم صاحب کی کتاب " ابتدائی علم عروض " سے ضرور فیض اٹھائیں گے۔

مطبوعات نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا

۱۹۵۷ء میں حکومت ہند کی وزارت تعلیم نے نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا کے نام سے ایک بڑے اور خود مختار اشاعتی ادارے کی داغ بیل ڈالی۔ اس ادارے کا اوّلین مقصد ملک میں ایک ایسی ہمہ گیر تحریک چلانا تھا جس کے ذریعے ہندوستان کے عوام میں کتابیں پڑھنے کا زیادہ سے زیادہ شوق پیدا کیا جائے ــــ نیشنل بک ٹرسٹ کو اپنے اس مقصد کے حصول میں خاطر خواہ کامیابی ہوئی یہ ادارہ اب تک پانچ سو سے زیادہ کتابیں ہندوستان کی تمام علاقائی زبانوں میں شائع کرچکا ہے۔ ان میں سے مندرجہ ذیل کتابیں اردو میں بھی شائع کی گئی ہیں۔

کتاب		مصنف		ترجمہ	قیمت
آبادی	مصنف	ڈاکٹر ایس اگروال	ترجمہ	محمود جالندھری	۵/۲۵
اکبر	"	لارنس بنین	"	رضیہ سجاد ظہیر	۳/۲۵
پنڈت وشنو دگمبر	"	وی۔ آر۔ اٹھاولے	"	[illegible] قدوائی	۲/۲۵
عظیم باغی	"	ڈینس کنکیڈ	"	[illegible]	۶/۲۵
قاضی نذر الاسلام	"	بسودھا چکرورتی	"	[illegible]	۲/۲۵
کبیر	"	ڈاکٹر پارس ناتھ تیواری	"	ایم۔ کے۔ [illegible]	۲/۲۵
کچھوا اور خرگوش	"	ڈاکٹر ذاکر حسین	بلا مجلد -/۱	مجلد	-/۲

گاندھی کا ہندوستان: کثرت میں وحدت مرتبہ نیشنل گاندھی [illegible] سمیتی ۲/۲۵

کتاب		مصنف		ترجمہ	قیمت
گرونانک	مصنف	گوپال سنگھ	ترجمہ	محمود جالندھری	[illegible]
مٹی میں بنی تصویریں	"	بھگوتی چرن ورما	"	رضیہ سجاد ظہیر	-/۲

بچوں کے لئے انتہائی خوبصورت اور دلچسپ کتابیں

باپو (باتصویر سوانح عمری) دو حصّوں میں ۔ قیمت -/۳

پرندوں کی دنیا	۱/۵۰	کشمیر	۱/۵۰
جنت کی سیر اور دوسری کہانیاں	۱/۵۰	ہماری ندیوں کی کہانی	۱/۵۰
رسیلی کہانیاں	۱/۵۰	ہمالیہ کی چوٹیوں پر	۱/۵۰

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دلی ۲۵، اردو بازار دلی ۶، بمبئی ۳، اور علی گڑھ

نئی مطبوعات

سروادیٔ سینا	شعری مجموعہ	فیض احمد فیض	۲/-
ندرت	ناول	ابن حیات	۳/۵۰
خوشبو	"	رضیہ بٹ	۶/-
یادوں کی برات	سوانح	جوش ملیح آبادی	۲۰/-
مطالعۂ ولی	(ادبی)	ڈاکٹر شارب ردولوی	۱۰/-
تذکرہ نکات الشعراء	تذکرۂ میر	ڈاکٹر محمود الٰہی	۷/-
ملا وجہی کے انشائیے	انشائیے	مرتبہ جاوید وششٹ	۸/-
دیپ اور دل	ناول	عادل رشید مرحوم	۲/۵۰
جھیل کے اس پار	"	گلشن نندہ	۳/-
کھیاتنک مورتی	"	کرنل رنجیت	۳/-
سات ہندوستانی	"	خواجہ احمد عباس	۲/۵۰
آنکھ کی چوری	"	کرشن چندر	۲/۵۰
رات اندھیری ہے	"	مہندر ناتھ	۲/۵۰
ترقی پسند ادب	ادب	عزیز احمد	۴/-
شہ پارے	شعری مجموعہ	نواب معظم شاہ بہادر	۷/۵۰
ولاس یاترا	شاعری	کمار پاشی	۱۰/-
دامن کی آگ	ناول	مانک ٹالا	۶/-
۱۷ء کی منتخب شاعری	شعری مجموعہ	کمار پاشی	۴/-
ہمعصروں پر غالب کا اثر	ادب	ظفر ادیب	۱۰/-
سکینۂ درد	شعری مجموعہ	جگدیش مہتہ درد	۵/-
رسالہ صبح روشن صدیقی نمبر		مرتبہ عبد اللطیف اعظمی	۳/۵۰
گنجِ رواں	(پانچ شاعروں کا یکجا کلام)	عتیق احمد عتیق، احمد نسیم چیناگری، سلطان سبحانی، رزاق عادل، سید عارف	۶/-
حرف نیم شب	شعری مجموعہ	شمیم کرہانی	۶/-

"ناولستان" نئی دلی ۲۵ کی دوسری پیشکش

اردو ادب میں اپنے قسم کا پہلا ناول

کالا شہر گورے لوگ

احسان الحق

"کالا شہر گورے لوگ" ایک بین۔ قوامی ناول ہے جس کا میدانِ عمل ملکی سرحدوں، مذہبی دیواروں اور رنگ و نسل کی تفریق سے بھی آگے نکل گیا ہے۔ یہ آج کا ناول ہے۔ مستقبل کا ناول ہے۔ گزشتہ سے اس کا کوئی واسطہ نہیں۔

- اس کا ہندوستانی ہیرو گوتم بدھ کے فلسفے کا سہارا لے کر اپنی محبوبہ کے ہونٹوں تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہے۔
- اس کی یورپین حاملہ ہیروئن گرجا گھروں میں جا جا کر صرف ایک ہی دعا مانگتی ہے "یا خدا تو مجھے کالا بچہ دے"۔
- اس میں ایک نوجوان "مولانا" شراب کے نشے میں یہی چلاتا رہتا ہے "خدا کی قسم یہ شرافت کا لبادہ میرا نہیں، میرے خاندان کا ہے۔ یہ داڑھی میری نہیں، میرے باپ کی ہے" پھر اپنے مذہبی اور جنسی انتشار میں کہتا ہے "اے خدا تیری عبادت کے پل بہت دیر ادا ہوتے ہیں"۔
- اور اس کا سب سے اہم کردار ناسک آنند ہے جو اتنا خوبصورت ہے، جتنا کتابوں میں مذہب ہوتا ہے۔ وہ کہتا ہے "یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جنسی آگ کو نہ ماں باپ روک سکتے ہیں نہ قانون۔ اس کا صرف ایک ہی علاج ہے، صرف ایک۔ اور وہ ہے مذہب"۔

ایک عجیب و غریب چونکا دینے والا ناول   (زیر طبع)

جائزے

(تبصرے کے لیے ہر کتاب کی دو جلدیں آنا ضروری ہیں)

سفید خون

ناول نگار : نانک سنگھ
مترجم : رتن سنگھ
سائز ۲۲×۱۸/۸ صفحات ۲۰۰
قیمت آٹھ روپے
پبلشر : نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا، نئی دہلی ۱۶

نانک سنگھ کے پنجابی ناول "چِٹا لہو" کو رتن سنگھ نے اُردو میں "سفید خون" کے نام سے پیش کیا ہے۔ نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا نے ہندوستانی کتابوں کا ایک سلسلہ شروع کیا ہے جس کی غرض و غایت کو بالکرشن کیسکر نے اپنے پیش لفظ میں ظاہر کیا ہے۔
ص ۵ — "ملک کے جذباتی و تہذیبی اتحاد و یکجہتی کے لیے یہ اشد ضروری ہے کہ ہمارے شہری ایک دوسرے کی زبانوں کی بہترین تصنیفات سے آشنا ہوں اور اس طرح ایک دوسرے کے طرزِ تمدنی اور ادبی حصول کو قریب سے جانیں اور سمجھیں۔"
"سفید خون" اسی سلسلے کی ایک اشاعت ہے جس کو مکتبہ جامعہ نے اپنے لبرٹی آرٹ پریس دہلی میں آفسٹ پر نہایت عمدگی سے چھاپا ہے۔ بھائی نانک سنگھ نے اس سے پہلے سماج کے لیے مٹھا موہرا، پریم سنگیت، کال چکر وغیرہ ناول لکھے ہیں۔ پرنسپل تیجا سنگھ نے ۳۲ میں سفید خون کے دیباچہ میں لکھا تھا۔
"سفید خون" نیں پورے معاشرے کو جھنجوڑا ہے۔ جہالت، چھوت چھات، منشیات کا استعمال، بیاہ شادی کی بری رسمیں، عورت ذات، بیوہ پر ظلم، گوردوارے کی طرف سے لاپروائی، مقدمے بازی، بھیڑ چال وغیرہ۔"
ص ۱۱ - دیباچہ — "ہاں کہیں کہیں پوٹھوہاری (راولپنڈی کے علاقے کی زبان) طرزِ بیان اس طرح واضح ہو گیا ہے کہ معلوم ہو جاتا ہے کہ ادیب کا وطن کون سا ہے؟"

اس ناول میں اخلاقی اور روحانی اقدار کی روشنی میں ہیرو (رچپن سنگھ) اور ہیروئن (سندری) کی تخلیق کی گئی ہے۔ ناول کی تکنیک کے لحاظ سے کہانی کا ارتقاء انہی کرداروں کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ دوسرے اچھے اور بُرے کردار کہانی کے تار و پود میں مربوط نظر آتے ہیں۔ ہیرو نے، اگرچہ سماج سدھار کی شمع روشن کی تھی مگر وہ سماج کی طاغوتی قوت پر غالب نہ آسکا۔ اس نے قتل کے ایک جھوٹے مقدمے میں ملوث ہوکر پھانسی کی سزا پائی۔ ہیروئن اس کے اصول پر عمل کر بیرحم سماج سے انتقام لیتی ہے۔ کہانی میں suspense اور کلائمکس ہیروئن کے عمل مسلسل کی دین ہے۔ ناول کو المیہ بنانے کی ضامن سندری کی زندگی ہے۔

اس کہانی کا آغاز ایک شہرت یافتہ مگر لاپتہ گیتیشور کی اقتصادی بدحالی سے ہوتا ہے۔ اس کی زندگی سے آشنا ہونے کا تجسس قاری کے ذہن کو کہانی سے دور نہیں ہونے دیتا۔ ناول کے آخری باب میں ظاہر ہوتا ہے کہ سندری ہی مصنف کا روپ اختیار کیے ہوئے تھی۔ سندری کی ماں گوردیئی بھی ایک مظلوم عورت تھی۔ اس کے شرابی باپ نے اس کی شادی ایک عمر رسیدہ مالدار سے کر دی۔ خاوند کے مرنے پر اس کے صاحب اولاد سوتیلے بیٹے اور دیگر افرادِ خاندان نے اس کو زدوکوب کر کے گھر سے نکال دیا۔ ایک رہ گیر مسلمان عورت نے اس کی تیمارداری کی اور پنڈت رادھے کشن کے سپرد کر دیا۔ پنڈت نے اُسے تارا چند کلرک کو فروخت کر دیا۔ یہ دوسرا خاوند بھی عذاب بن گیا۔ وہ بھونرے کی طرح پھول کا رس چوس کر فرار ہو گیا۔ بیکسی میں ایک بچی کا جنم ہو گیا۔ ایک مسلمان مزدور عورت نے رات بھر نگہداشت کے بعد محلہ کے کھتری چودھری کے حوالہ کر دیا۔ چودھری نے بیوہ آشرم میں داخلہ کے بہانے، اُسے دہلی لے جا کر ایک مسلمان طوائف کے ہاتھ بیچ دیا۔ اب گوردیئی، مس انور جان بن گئی۔ اس کی نوزائیدہ بچی کو چودھری نے ایک جھاڑی میں ڈال دیا تھا جس کی پرورش رو ڈو قلندر نے کی تھی۔ اس کی جھونپڑی میں سندری اور رچپن سنگھ کا معاشقہ ہوا۔ سندری کی تعلیم مکمل ہوئی۔ بدمعاش پالا سنگھ اور اس کے ساتھیوں نے سندری کو قابو میں کرنے کے لیے قلندر کو جلا دیا۔ رچپن سنگھ کو مس انور جان کے قتل میں ماخوذ کرایا۔ آخر میں سندری نے پالا سنگھ اور اس کے ساتھیوں کو جلا دیا۔ اپنے باپ تارا چند کو

تلاشش کرلیا اور اس کے گھر میں ہی خودکشی کرلی ۔

اس ناول میں ہیروئن سندری کا پیشہ ور ناول نگار کے بھیس میں دو ڈھائی برس امرتسر میں زندگی گزارنا سحرالبیان اور گلزارنسیم کے عہد کی ہیروئن کا کردار نظر آتا ہے، سب سے بڑی کمزوری یہ ہے کہ سندری اپنے محسن رودڑو قلندر کی غمناک موت پر اور اپنے پریتم بجن سنگھ کے پھانسی پانے پر بھی خودکشی کا اقدام نہیں کرتی سماج سدھارک کے لیے بجن سنگھ کی وصیت کا پالن کرتی ہے ۔ مگر باپ سے ملنے کے بعد وہ خودکشی کرلیتی ہے اور بجن سنگھ کی ماں سدا کور کی دیکھ بھال کے لیے تارا چند کو وصیت کرتی ہے ۔ یہ مقام مقتضائے حال کے منافی ہے ۔ ایک سماج سدھارک کا یہ فعل بزدلی اور زندگی کی شکست سے تعبیر کیا جائے گا ۔

ناول نگار نے جتنے اہم کردار پیش کیے ہیں ان کی زندگی کو واقعیت کے ساتھ پیش کیا ہے مثلاً بھنگ پینے والوں کی نفسیات و کیفیات، قلندر کی زندگی، طوائف اور سماج کی آویزش، سکہ رائج الوقت کی طرح مذہبی اجارہ داروں کی زندگی کے دو رخ، لیکن سندری اور بجن سنگھ کے دس خطوط کو کہانی کے دھن بہاؤ سے الگ کرکے یکجا طور پر پیش کرنا کہانی میں ٹھہراؤ پیدا کرتا ہے ۔

مترجم نے پنجابی ناول کی فضا اور بڑی حد تک لہجہ کو برقرار رکھا ہے مگر رودڑو قلندر ایک مقام پر بجن سنگھ سے مخاطب ہوتا ہے مترجم نے یہاں قلندر کی بجائے ناول نگار کی زبان پیش کی ہے ۔

ص ۔ ۱۳ ۔ "مجھے نہیں معلوم کہ سگی اولاد کے ساتھ لوگوں کو کس طرح کی محبت ہوتی ہے لیکن میرے دل میں اس کے لیے جو محبت ہے وہ کہنے سننے سے ماورا ہے"

اسی کے ساتھ یہ بات بھی محلِ نظر ہے کہ کوئی نامور طوائف غیر معیاری کلام کو یاد کرلے یا صحتِ تلفظ کی مہارت حاصل نہ کرے ۔ سب انور جان دہلوی نے جو غزل دیوان پور میں شادی کے موقع پر گائی ہے اس میں تین شعر ہیں اور اس کے تینوں مصارع ثانی بحر سے خارج ہیں قطعی مہمل ہیں ۔ مثلاً (مردہ ہوتے ہیں کتنے زندہ یہ ہم بھی دیکھیں گے)

ظاہر ہے یہ اضافہ مترجم کے غیر شاعرانہ ذہن کی پیداوار ہے ۔

عام طور پر مکالمہ نویسی اور منظر نگاری مقتضائے حال کے مطابق ہے ۔ زبان

میں گھلاوٹ اور لہجہ میں اثر آفرینی پائی جاتی ہے۔ گورودوارے میں سندری کے زخمی ہوکر صحت یاب ہونے کے بعد پالا سنگھ بدمعاش کا ایک ساتھی ویرو اُس کے جمال کی تصویر کو پیش کرتا ہے۔

"اب تو بھائی سوں (قسم) گروکی۔ دیکھنے والی چیز ہے سُسری کا رنگ ایسا نکھرا ہے جیسے میدا اور سیندور ہوتا ہے اور چند ہی دنوں میں بڑھی بھی بیل کی طرح ہے۔"

سندری نے مس انورجان کے یہاں قدم رکھا تو اس کے قامت کا نقشہ ان الفاظ میں ملتا ہے۔

"نوکرانی کے پیچھے پیچھے ایک سولہ سترہ سال کی جوان لڑکی آرہی ہے۔ پتلی لمبی شاخ سی۔ بڑے پیارے ناک نقشے والی۔"

اس میں شک نہیں کہ ناول نگار اور مترجم دونوں کی کوششیں کامیاب ہیں۔ کہانی میں دلچسپی کا عنصر غالب ہے۔ ہمدردی کا جذبہ اُبھرتا ہے اور قاری کے ذہن میں ایک بہتر سماج کی تمنا جنم لیتی ہے۔ ایک مخصوص دور کے پنجابی سماج کی تاریخ بھی سامنے آتی ہے۔ بعض مشترک قدروں کے باعث علاقائی حد بندی کے باوجود انسانیت کا تصور ہمیں ایک دوسرے کے قریب لاتا ہے۔ تصوّر پرستی۔ روحانیت اور اخلاقی زاویۂ فکر کے لحاظ سے ناول مکمل ہے اور اس کا اردو پیرہن دلپذیر و موثر۔

.... ڈاکٹر سیفی پریمی

نسیم بہار

شاعر۔ امیر چند بہار
سائز۔ ۲۲ × ۱۸ صفحات ۱۸۴
قیمت۔ سات روپے پچاس پیسے
ملنے کا پتہ: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵

امیر چند بہار کو انگریزی ادب اور اردو ادب دونوں سے دلچسپی ہے۔ انگریزی کی چھبیس شہرۂ آفاق نظموں کا منظوم اردو ترجمہ شاعر کے اسی حسنِ ذوق کا ثمرہ تھا جس کو انجمن ترقی ہند علی گڑھ نے "نسیم مغرب" کے نام سے شائع کیا تھا۔

اب شاعر نے اپنی تین سو پچاس رباعیوں کو "نسیم بہار" کے روپ میں پیش کیا ہے۔ ڈاکٹر گیان چند جین کی متوازن رائے اندرونِ سرورق پر قابلِ توجہ ہے۔

"رباعیات مختلف موضوعات پر ہیں بعض عنوانات ظاہراً غیر دلکش یا فرسودہ معلوم ہوتے ہیں لیکن ان سب میں امیر حمید صاحب نے ایسی جان ڈال دی ہے کہ مجموعہ انتخاب معلوم ہوتا ہے"

اس امر کا بار بار ذکر کرنا پڑتا ہے کہ اردو اصناف سخن میں رباعی سب سے زیادہ سخت جان اور متانت و علمیت کی تقاضا طلب ہے اسی لیے قدما و متوسطین، ریاض و پختگی اور عروضی آگہی کی منزلیں طے کرکے اُس کو ہاتھ لگاتے تھے یہ خوشی کا مقام ہے کہ نسیم بہار کے شاعر نے اپنے تجربہ، علم اور عروضی واقفیت پر اعتماد کرکے سماج اور زندگی کے وسیع موضوعات کے اظہار کو رباعی کی ہیئت اختیار کی ہے۔

شاعر نے نسیم بہار کو مختلف ابواب میں منقسم کیا ہے۔ مثلاً علم و اخلاق، عزم و عمل، دورِ حاضر، سائنس اور امنِ عالم، فکر و نظر، فن اور فنکار، مشاہدات، محسوسات و تجربات، حسن و عشق وغیرہ۔

منطقی اعتبار سے اس قسم کی تقسیم مستحسن قرار نہیں دی جا سکتی۔ فنی لحاظ سے "طنز و مزاح" کا میاب کمزور ہے۔ اس کے علاوہ مسودہ کی ترتیب میں یا کاپی نگار کی نگارش میں قاری کو ایک بڑی لغزش نظر آتی ہے یعنی "مشاہدات" کا باب دو جگہ چھپا ہے سترا یہ کہ "فن اور فن کار" کی (۹) رباعیاں "مشاہدات" میں دوبارہ شامل ہوگئی ہیں۔

نسیم بہار کے گوناگوں موضوعات پر بحث کرنے کا یہ موقع نہیں ہے لیکن جن رباعیوں میں شاعر کا آرٹ نکھر کر سامنے آیا ہے ان کی نشاندہی ضروری ہے۔ شاعر کے یہاں وطن پرستی کے ساتھ انسان دوستی کا جذبہ بھی ملتا ہے۔ عالمی نظام میں خیر و شر پر اس کی نظر ہے وہ امنِ عالم کا خواہاں ہے اور اس کے لیے جد و جہد کا پیغام دیتا ہے۔

ہم ڈوبنے والوں کو سفینے دیں گے ۔۔۔ دے اُنس کی انسان کو جینے دیں گے
آؤ کہ پھر اک بار تہیہ کر لیں ۔۔۔ ہر شخص کو ہم چین سے جینے دیں گے

شاعر کی زندگی کسی راہب کی زندگی نہیں ہے بلکہ وہ حسن و جمال کی قدر شناس کا پرستار ہے کسی سرو قامت کے رنگین جلووں سے مخمور ہو کر وہ فطرت کے دلربا مناظر سے لطف اندوز ہونے کی بصیرت رکھتا ہے۔

وہ رنگِ شفق دیکھیے ہلکا ہلکا ۔۔۔ جیسے مۓ گلرنگ کا ساغر چھلکا

خورشید کا عکس یوں نظر آتا ہے — جیسے کسی گلفام کا آنچل ڈھلکا

اس کے جذبات میں رچاؤ ہے اور ذہن میں چمک۔ اسی لیئے اس کی محبت محض لذتِ جسمانی پر قانع نہیں بلکہ وہ روحانی لطافت کی خالق ہے جس میں انسان ، بلندی روشنی اور خوشبو کی فضا میں سانس لیتا ہے۔

جس دن سے مرے سامنے تو آئی ہے — میری نظر افلاک کو چھو آئی ہے
دیکھا ہے اندھیرے میں اُجالا میں نے — کانٹوں سے مجھے پھول کی بو آئی ہے

شاعر کا مشاہدہ اور مطالعہ محدود نہیں ہے اس نے سائنس کی برکتوں کو محسوس کیا ہے۔ تسخیر قمر سے بھی شعری مواد میں اضافہ کیا ہے اور اپنے تنقیدی شعور کی روشنی میں چاند کے روایتی تشبیہ و استعار کو بے جان قرار دے کر انسانی حسن کی فطری برتری کا احساس جگایا ہے۔

چہرے سے حزیں ، رنگ میں پیلا نکلا — کب تیری طرح چھیل چھبیلا نکلا
تیں چاند سے تشبیہ میں دیتا تھا تجھے — مٹی کا وہ صرف ایک ٹیلا نکلا

ڈاکٹر سلام سندیلوی نے اپنے پیش لفظ میں لکھا ہے "حقیقت یہ ہے کہ بہار صاحب کی رباعی ہی بے معانی ہے" امیر چند بہار نے بعض موضوعات پر عمدہ رباعیاں کہی ہیں۔ اس نہج جگہ سے اُردو شاعری میں اضافہ ہوا ہے۔ کتاب کا ڈسٹ کور دیدہ زیب ہے۔ کاغذ، کتابت اور طباعت بھی ، نسیم بہار کے شایان شان ہے۔

ڈاکٹر سیفی پریمی

• جھیل کے اس پار
اور
• شرمیلی

مصنف : گلشن نندہ
صفحات : ۲۴۰ قیمت : ساڑھے سات روپے
صفحات : ۲۴۴ قیمت سات روپے
ناشر : پنجابی پستک بھنڈار ، دریبہ کلاں ، دہلی

گلشن نندہ اُن خوش نصیب اور گنے چنے ناول نگاروں میں سے ایک ہیں جنھیں ، اُردو اور ہندی میں یکساں پسند کیا جاتا ہے اور ہندوستان جیسے ملک میں جہاں قلمکار اور فنکار عموماً مفلس ہی رہتے ہیں ، گلشن نندہ نے بطور ایک ناول نگار کے نہ صرف بے پناہ شہرت حاصل کی ملک بھر بورسمہ بھی بطور ایک ادیب کے

نایا اور کما رہے ہیں! یقیناً وہ مقبول ترین ہونے کی خوش نصیبی پر فخر کر سکتے ہیں۔
دشی کی ایک بات اور بھی ہے کہ فلمی دنیا میں ان کی شمولیت اس وقت ہوئی تھی جبکہ
ادبی دنیا میں بطور ایک کامیاب ناول نگار کے قدم جما کر بے پناہ شہرت حاصل
کر چکے تھے۔ اس طرح فلمی دنیا میں ان کی شمولیت "فلمی منشی" کی نہیں بلکہ ایک
ادیب' کی شمولیت کہی جا سکتی ہے۔

گلشن نندہ ایک کامیاب ناول نگار ہیں۔ فنی حیثیت سے ان کے ناول —
ناول کے معیار پہ پورے اترتے ہیں یا نہیں، یہ ایک الگ مسئلہ ہے۔ لیکن یہ بات طے
ہے کہ ان کے ہر ناول میں ایک دلچسپ کہانی ہوتی ہے جو قاری کو ابتدا سے ہی اپنی
گرفت میں لے لیتی ہے۔ گلشن نندہ کا اپنا ایک اسلوب ہے اگرچہ اسے فنی نقطۂ نظر
سے ناول اور کہانی کا باقاعدہ اسلوب نہیں کہا جا سکتا ہے۔ لیکن ان کا اسلوب
بات کہنے کا ایسا سیدھا سادہ انداز ہے جو مرصع اور مسجع زبان میں نہیں ہے بلکہ روزمرہ
کی بول چال میں ہے اور اسی لیے براہ راست دل پر اثر کرتا ہے۔ گلشن نندہ کی سب سے
بڑی خوبی یہ ہے کہ جو دلچسپی اور گرفت ان کے ابتدائی ناولوں میں تھی وہی آج بھی
ہے اور یہ یکسانیت بہت کم قلمکاروں کی صفت ہوتی ہے۔ ایک ہی Pattern
پر لکھا جانے والا گلشن نندہ کا ہر ناول مختلف پلاٹ رکھتا ہے، جس کی بنا پر ہر ناول
کی کہانی بالکل الگ ہوتی ہے۔ بلاشبہ گلشن نندہ ایک باصلاحیت ناول نگار ہیں جو
اپنے ہر ناول کی کہانی کو پوری دلچسپی اور ذہانت کے ساتھ ماہرانہ چابکدستی کے ساتھ
deal کرتے ہیں۔ اسی لیے گلشن نندہ کا قاری خود بھی ان کے ناول پڑھتے وقت
کہانی کی دلچسپی میں کھو جاتا ہے لیکن تازہ ترین ناول پڑھ کر ایسا معلوم ہونے لگا ہے
کہ اب وہ ہر ناول فلمانے کے نقطۂ نظر سے ہی لکھ رہے ہیں۔

اردو میں گلشن نندہ کے تازہ ترین ناول "جھیل کے اس پار" گلشن نندہ کا وہ
ناول ہے جس کا ہندی میں پہلا ایڈیشن ہی پانچ لاکھ کاپیوں کا چھپا ہے اور یہ وہ تعداد
ہے جس کا تصور اردو ہندی کے قلمکاروں کے ساتھ ساتھ ہندوستان کی مختلف
زبانوں کے ادیب بھی نہیں کر سکتے۔ انگریزی اور فرانسیسی وغیرہ کے بھی گنے چنے ادیبوں
کو ہی یہ فخر حاصل ہوتا ہوگا کہ ان کی کسی کتاب کا پہلا اڈیشن ہی اتنی بڑی تعداد

نہیں شائع ہوا۔

'جھیل کے اس پار' ایک اندھی حسینہ نیلو اور ایک دولت مند راجکمار سمیر محبت کی کہانی ہے۔ ایک ایسی ہی کہانی جیسی کہ ہم عموماً اپنی ہندی فلموں میں دیکھتے ہیں یقیناً یہ ناول بھی اسی نقطۂ نظر سے لکھا گیا ہے کہ اسے فلمایا جائے گا کیونکہ ناول میں راجا سمیر کا کردار بالکل فلمی ہیرو کا ہے۔ اس کے مقابلے میں پرتاپ ولن ہے لیکن ولن صرف ایک ہی نہیں ہے کیونکہ ولن کے لیے بھی ایک ولن اور ہے ـــ بہرحال کہانی کا تانا بانا بڑی خوبصورتی سے بنا گیا ہے اور اس کی دلچسپی شروع سے آخر تک یکساں برقرار رہتی ہے۔ کہانی کے انجام سے مجھے اختلاف ہے کیونکہ اگر یہ ناول المیہ ہوتا تو تھوڑا سا غیر 'فلمی' ہوکر 'اصلی زندگی' کے قریب آجاتا اور اس طرح اس کی ادبی اور فنی طور سے بھی کچھ اہمیت ہوسکتی تھی۔ لیکن فلم کیونکہ عموماً وہی 'باکس آفس ہٹ' ثابت ہوتی ہے جس کا انجام خوشگوار ہو۔ اسی لیے اس ناول کا انجام بھی خوش آیند ہی کیا گیا ہے۔ لیکن کہانی کے تسلسل اور روانی کے پیش نظر ایسا انجام بڑا غیر فطری سا معلوم ہوتا ہے۔ ہر کہانی کا انجام وہی پُراثر ہوتا ہے کہ وہ یا تو غیر فطری نہ ہو اور یا پھر چونکا دینے والا ہو۔ 'جھیل کے اس پار' میں، میں سمجھتا ہوں، یہ ایک کمی ہے۔ اس کے علاوہ ناول میں یہ بات بھی کھٹکتی ہے کہ نیلو جیسی حساس لڑکی جو معمولی آہٹ پر چونک پڑتی ہے اور جو اپنی ظالمانہ فطرت سے بخوبی واقف ہے، صرف ایک ہی دن کی محبت بھری باتوں سے رام ہوجاتی ہے۔ حالانکہ اسے اپنی ماں کی بدلی ہوئی ہمدرد فطرت محسوس کرکے چونک جانا چاہیئے تھا کہ کیا راز ہے، کیونکہ یہ تو انسانی فطرت کا خاصہ ہے کہ کوئی چیز غیر متوقع ہوتی ہے تو وہ اس کے بارے میں سوچنے پر مجبور ہوجاتا ہے ـــ کہ

ع ساقی نے کچھ ملا نہ دیا ہو شراب میں

اسی لیے اگر سوتیلی ماں چار پانچ ماہ تک اپنی فطرت بدل کر نیلو کو رام کرتی تو غیر فطری نہ معلوم ہوتا ـــــ!

شرمیلی

ناول کی کہانی پر فلم بن چکی ہے۔ جیسا کہ گلشن نندہ نے ناول کے ابتدائیے، 'دو لفظ'، میں خود لکھا ہے "شرمیلی میرا پہلا ناول ہے جس پر فلم پہلے بنی اور ناول بعد میں لکھا گیا۔ اسی لیے شاید یہ ناول میرے

پڑھنے والوں کو دوسرے ناولوں سے کچھ الگ لگے"! اور دوسرے ناولوں سے الگ یہ اسی لیے لگتا ہے کہ اس ناول میں فلم سے مختلف کوئی بھی بات نہیں ہے اور اسے "اسکرین پلے" کے مطابق ہی ڈھال دیا گیا ہے اور صرف گیتوں کو چھوڑ دیا گیا جو کہ فلم میں اضافی حیثیت رکھتے ہیں۔

'شرمیلی' کسی حد تک ناقابل یقین دوہرے کردار پر مشتمل ناول ہے۔ جو حسب روایت گلشن نندہ کے دوسرے ناولوں کی طرح ہی دلچسپ ہے — یہ ایسی دو بہنوں کی کہانی ہے، جو ایک ہی شکل وصورت، خوبصورتی اور ایک ہی جیسا جسم رکھتی ہیں اور اگر دونوں بیک وقت سامنے آجائیں تو دیکھنے والا یہ شناخت نہیں کرسکتا کہ کون، کون ہے؟ ان میں ایک بہن بہت پڑھی لکھی اور شوخ وشنگ ہے اور دوسری جاہل اور شرمیلی ہے۔ شرمیلی بہن یکساں خوبصورت ہوتے ہوئے بھی اپنی شرمیلی فطرت اور سادہ اطوار کے باعث کسی بھی لڑکے یا لڑکے والے کو پسند نہیں آتی اور اس طرح بار بار وہ دل پر چوٹ کھاتی ہے کہ وہ اس لائق نہیں ہے کہ کوئی اس کو پسند کرے اور اس کی شادی ہو سکے! ناقابل یقین بات یہ ہے کہ جب 'شرمیلی' 'شوخ وشنگ' کی جگہ لیتی ہے تو اس وقت تک وہ پہچان میں نہیں آتی جب تک وہ خود نہیں بتاتی کہ وہ کامنی نہیں کنچن ہے اور دوسری جگہ پادری بابا کو یہ راز کھولنا پڑتا ہے کہ ہیرو اجیت اب تک جسے کامنی سمجھتا رہا وہ کامنی نہیں 'کنچن' ہی ہے۔ ایسا ہونا ممکن نہیں، کیونکہ دو انسانوں میں کتنی ہی یکسانیت کیوں نہ ہو اور چاہے وہ اس حد تک مشابہت رکھتے ہوں کہ ایک کو چھپا ڈالا اور دوسرے کو دکھاؤ، لیکن آس پاس کے لوگ اور یار کے ملاقاتی بھی اتنی تمیز (چاہے تھوڑے وقت کے ساتھ ہی سہی) کر لیتے ہیں کہ کون، کون ہے؟! — شرمیلی کی یہ کہانی نظر انداز کر ہی دینی چاہیے کیونکہ بہر حال یہ کہانی ہندوستانی فلم کے لیے ہی لکھی گئی تھی — اور یہ 'دھوکا' ہی اس کہانی کی بنیاد ہے۔ اس قسم کی ناممکن باتیں فلموں میں دکھانا اور ہم لوگوں کا دیکھنا اور برداشت کرنا روزمرہ کا بن چکا ہے! بحیثیت مجموعی ناول دلچسپ ہے اور قاری کو اپنی طرف متوجہ رکھتا ہے۔

ان دونوں ناولوں کی سب سے بڑی خوبی ان کی عملی "پیش کش" ہے۔ عمدہ

کتابت طباعت کے ساتھ عمدہ سفید کاغذ پر انھیں شائع کیا گیا ہے۔ (اور شرملی کو تو ذریعہ فوٹو آفسیٹ طبع کرایا گیا ہے) سرورق بے حد خوبصورت اور جاذب نظر ہیں۔ موجودہ دور کی مہنگائی کو دیکھتے ہوئے قیمتیں مناسب ہیں۔ اپنی جسمانی حیثیت میں یہ کتابیں اتنی خوبصورت ہیں کہ انھیں پڑھنے کے ساتھ ساتھ اپنے پاس محفوظ رکھنے کو بھی جی چاہتا ہے اور مزید یہ کہ یہ گلشن نندہ کی تخلیقات ہیں

میسرز پنجابی پستک بھنڈار قابل مبارکباد ہیں کہ انھوں نے کتابوں میں 'عمدہ پیش کش' سے معیار قائم کیے ہیں، اور کر رہے ہیں !!!

انور کمال حسینی

"اسباب بغاوت ہند"

مصنف (سر) سید احمد خاں، مقدمہ فوق کریمی

صفحات ۱۷۶ سائز $\frac{20 \times 30}{16}$

قیمت تین روپے اشاعت نومبر ۱۹۷۰ء

ملنے کا پتہ : کتب خانہ انجمن ترقی اردو۔ دہلی ۶

سرسید احمد خاں پر جو اعتراضات اور الزامات عائد کیے گئے ہیں ان میں سے یک بڑا الزام یہ ہے کہ وہ اپنی قوم اور ملک کے مقابلے میں انگریزوں کے زیادہ وفادار ور ثنا خواں تھے۔ اس کا جواب اور مفروضہ الزام کی تردید ان کی مشہور کتاب "اسباب غاوت ہند" میں موجود ہے۔ اس کو غور سے پڑھنے کے بعد یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ آزادیٔ وطن کی خواہش، قوم کا درد اور ملت کی پاس داری تنی ان کے دل و دماغ میں تھی، کم لوگوں میں رہی ہوگی۔

سرسید کی جسارت اور بے خوفی کی داد دینا چاہیئے کہ یہ کتاب انھوں نے اس مانے میں لکھی جب کہ بغاوت کی آگ ٹھنڈی نہیں ہوئی تھی اور ہندوستانیوں کی ارت میں کچھ کہنے یا لکھنے کے معنی یہ ہوتے تھے کہ گولی کھاؤ یا سولی پر چڑھو — سرسید ہی ، یہ ہمت تھی اور ان کو اپنی صداقت پر اتنا اعتماد تھا کہ "اسباب بغاوت ہند" چھپنے کے بعد چند نسخے اپنے پاس رکھ کر باقی سب برطانیہ کے خارجہ سکریٹری کے پاس رن بھجوا دیئے — بالآخر حکومت اور اس کے منصف مزاج کارپردازوں کو تسلیم کرنا کہ سید احمد خاں نے جو کچھ لکھا ہے، غلط نہیں ہے۔ ہندوستانی اتنے مشتعل اور

درپے آزار نہ ہوتے اگر بدیسی آقاؤں نے رواداری اور مصلحت اندیشی سے کام لیا ہوتا —

یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ انگریزوں کے رویئے میں خوش آئند تبدیلیاں محض سرسید کی اس کتاب کی وجہ سے واقع ہوئیں، لیکن اس سے بھی انکار نہ کرنا چاہیئے کہ برطانیہ کو اس کی سخت گیر پالیسی میں تخفیف اور ترمیم کی ضرورت کا احساس انھوں نے ضرور دلا دیا۔

یہ کتاب ۱۸۵۸ء میں پہلی بار شائع ہوئی تھی۔ اس وقت سرسید کی تحریر پر قدامت کا رنگ غالب تھا۔ لیکن اس کی وجہ سے مفہوم و مطالب اور غرض و غایت سمجھنے میں دقت نہیں ہوتی۔

مصنف نے کتاب میں پانچ فصلیں یا باب "اصل" کے نام سے قائم کیے ہیں پھر ان کے تحت پچاسی چھوٹے بڑے عنوان اور ان کی تشریح، جس سے ہر وہ امر واقعہ اور سبب معلوم ہو جاتا ہے جو بغاوت کا محرک بنتا رہا۔ اسی کے ساتھ حکمرانوں کی زیادتیاں، ناانصافیاں اور محکوموں پر جو تشدد انگریزوں کی طرف سے ہوا اس سے بھی واقفیت ہو جاتی ہے۔

سرسید کو اپنی فرض شناسی اور مخلصانہ وکالت کا صلہ زندگی میں بھی ملا، اور آج بھی اپنے اور بیگانے دونوں ان کے معترف اور قائل ہیں۔

۱۸۵۸ء کے بعد ۱۹۰۳ء میں ڈیوٹی بک ڈپو علی گڑھ کی طرف سے مطبع مفید عام آگرہ میں یہ کتاب چھپی پھر ۱۹۵۸ء میں جناب فوق کریمی نے اپنے مقدمے کے ساتھ اس کو علی گڑھ سے شائع کیا اور اب نومبر ۱۹۷۱ء میں کتب خانہ انجمن ترقی اردو دہلی کی مطبوعات میں شامل ہو کر یہ تاریخی دستاویز ہمارے سامنے آئی ہے۔ کریمی صاحب نے اس مرتبہ مقدمے میں ترمیم و اضافہ بھی کیا ہے۔

سرسید کی تحریر تو اپنی جگہ مسلم اور مستند ہے ہی مگر فوق کریمی صاحب نے ایک سیر حاصل مقدمہ لکھ کر اس کتاب کو اور زیادہ وقیع اور جامع بنا دیا ہے۔

لائق احترام مصنف نے بغاوت کے اسباب 'جنگ پلاسی' ۱۷۵۷ء کے وقت سے تلاش کیے ہیں اور اس کے سو برس بعد جن دنوں وہ اپنی انتہا کو پہنچ گئی تھی اس کی

تفصیل اور وجوہات بتا کر ثابت کیا ہے کہ اس میں نہ بہادر شاہ ظفر کا قصور تھا نہ ہندوستان کے عوام کا بلکہ اس کے تمام تر ذمہ دار ہیں برطانوی حاکم، ان کے غلط اقدام اور بے جا احکامات، ہندوستانیوں سے ان کی بے زاری اور بے اعتمادی نتیجہ یہ ہوا کہ ——

"تنگ آمد بجنگ آمد"

لائق مقدمہ نگار نے سرسید کی واجب تعریف و توصیف کے ساتھ پس منظر کو اور بھی وسیع اور واضح کیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اورنگ زیب کی وفات کے بعد ہی سے ابتری اور انتشار کا آغاز ہونے لگا تھا جس کا اختتام ۱۸۵۷ء جا کر ہوا۔

تخت و تاج کے لیے مسلسل خانہ جنگیاں، درجنوں امیدوار، طرح طرح کی سازشیں تیر جنگ و بیکا زیر میراث پدر" کے دعوے داروں اور عظیم سلطنت کے دوسرے خواستگاروں کی بزدآزمائیاں، فتح و شکست کا بیان اور عروج و زوال کی داستان، فاضل مقدمہ نگار نے معقول اور موثر انداز میں قلم بندی کی ہے۔ یہ کام وہی کر سکتا ہے جس کو موضوع (تاریخ) سے شغف ہو اور علم و ادب سے واسطہ۔ فوق کریمی صاحب اس معیار پر پورے اترتے ہیں۔

طباعت و خوشنمائی کے لحاظ سے بھی پیش نظر ایڈیشن سابقہ اشاعتوں پر فوقیت رکھتا ہے۔

رشید نعمانی

'ہم بھی انسان ہیں'
(ناول)

مصنف: محمد سلیمان تنویر
صفحات: ۳۳۵ قیمت: دس روپے
ناشر: صنم کدہ پبلشنگ ہاؤس
۲۴۹۸ - پھاٹک حبش خاں، دہلی

ناول کا آغاز اس جملے سے ہوتا ہے "تعلیم کی اہمیت الفاظ کی مرہون منت نہیں" پھر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ تعلیم کی افادیت اور اہمیت سے متعلق کوئی تقریر کر رہا ہے۔ تین صفحات کے بعد کردار ابھرنا شروع ہوتے ہیں۔ یہ ابتدا ہی ناول نگار کے معتقدات کی غماز ہے۔ تعلیم اور تعلیمی اداروں کے موجودہ مسائل پر اس کی نظر ہے۔ نوجوانوں کے سماجی اور معاشی حالات کو اس نے چھیڑا ہے۔ نئے ادیب کے مسائل اور بے روزگاری کے عوامل اس کے سامنے ہیں۔ وہ مزدور اور مزدور تحریک دونوں

میں گہری دلچسپی رکھتا ہے۔ اس کے کردار نہ انوکھے ہیں اور نہ گھناؤنے ۔ وہ اجنبی بھی نہیں۔ لیکن وہ صرف کردار ہی نہیں بلکہ صاحب کردار بھی ہیں ۔ اُن میں حقیقی زندگی کے رنگ اور توانائی کی جھلک نمایاں ہے ۔

'ہم بھی انسان ہیں' ایک سماجی ناول ہے جس میں ایک باشعور اور حساس ذہن کی کارفرمائی نظر آتی ہے ۔ نقطۂ نظر نہ صرف صحت مندانہ ہے بلکہ حقیقت پسندانہ بھی ۔ ناول نگار نے اپنی 'گذارش' میں لکھا ہے کہ "میں اردو ادب کی دنیا میں نو وارد ہوں اور ابھی تک اپنے آپ کو اجنبی محسوس کرتا ہوں حالانکہ یہ میرا تیسرا ناول ہے "

یہ جان کر اور مسرت ہوتی ہے کیونکہ ایک نوجوان ادیب سے ایسے صالح رویے اور اس قدر سلجھے ہوئے انداز نگارش کی توقعات عموماً بے جا ثابت ہوا کرتی ہیں ۔ تنویر کے بیان میں روانی ہے اور ان کی عبارت میں الجھاؤ نہیں ہے ۔ انھوں نے عام فہم زبان اپنائی ہے اور اطمینان کی بات ہے کہ اردو کی صورت کو مسخ نہیں ہونے دیا ہے ۔ اس ناول میں اچھے خاصے اُتار چڑھاؤ آتے ہیں اور اس کے اندر زندگی کے تلخ حقائق کے ساتھ ساتھ محبت کی چاشنی بھی موجود ہے ۔

اس ناول کو پڑھنے کے بعد اس نوجوان ناول نگار سے بجا طور پر توقعات وابستہ ہو جاتی ہیں ۔ 'ہم بھی انسان ہیں' کے مصنف کو میدان ادب میں "نو وارد" ہونے کا احساس اب کسی طور پر قائم نہیں رکھنا چاہیئے ۔ مگر یہ ہماری اور آپ کی پذیرائی پر منحصر ہے کہ انھیں اب " اجنبی " بھی نہ محسوس ہونے دیں ۔

عبداللہ ولی بخش قادری

آ ملے

شاعر : مدہوش بلگرامی

سائز : $\frac{20 \times 30}{16}$ صفحات ۸۸

قیمت : تین روپے

ملنے کا پتہ : آشا بلگرامی ، ادلار ، سینٹ سیباسٹن روڈ باندرہ ، بمبئی ــــ ۵۰

مدہوش بلگرامی کا پہلا شعری مجموعہ " فاصلے " منظر عام پر آیا ۔ دوسری شعری

لیق " آبلے " ہے ۔ اس کا انتخاب ہندی میں بھی شائع ہو چکا ہے ۔ بلگرامی کا ایک
کتابچہ " اے، پی، سی آف مارکسزم " انگریزی میں چھپ چکا ہے ۔
شاعر کا ذہن مارکسی نظریہ کا حامی ہے اور اس کی آنکھوں میں سُرخ سحر کے خواب
پرورش پا رہے ہیں۔ حیرت ہے کہ ابتدائی چند نظمیں جدیدیت کا گمراہ تذبذب پیش
کرتی ہیں خصوصاً " فکرِ فردا " اور " آنکھیں " بیکس زندگی کی عکاس ہیں بوخر الذکر
میں اکبر الہ آبادی کے دربار دہلی کی آواز بازگشت سنائی دیتی ہے ۔ مثلاً

محفل میں سارنگی دیکھی؛؛
ڈالی میں نارنگی دیکھی؛؛
دہر کی رنگا رنگی دیکھی؛؛

حضرت ڈیوک منات کو دیکھا
سب سے اونچے لاٹ کو دیکھا

" آبلے " کے چند مصرعے :
بھوکوں کو دم توڑتے دیکھا
سیٹھوں کو منہ موڑتے دیکھا
گھر میں پیسہ جوڑتے دیکھا

دونوں نظموں میں کوئی مرکزی خیال نہیں ہے بس اپنے کرے کا متفرق
نقشہ اور ایک بازار کا جزوی بیان ہے ۔ اس مجموعے کی قابل قدر نظمیں عزم، سنگھار کے
بعد، اور نروان ہیں۔ پہلی نظم میں شاعر نے طبقاتی سماج میں زندگی کی کشمکش دیکھی ہے
مسائل حیات سامنے آئے ہیں ۔ عوام کو جد و جہد کی تلقین ملتی ہے اور انقلاب کی
دعوت دی گئی ہے ۔ سنگھار میں نوع انسان کی بے حرمتی، خوں ریزی اور معاشی استحصال
کی موثر تصویر پیش کی گئی ہے اس میں نئے لفظی پیکر ذہنوں کو تلخ حقائق سے آگاہ کرتے
ہیں اور ہمدردی کا جذبہ اُبھارتے ہیں ۔ نروان میں ذہن کی بلندی اور آرٹ کی چمک نظر آتی
ہے ۔ زندگی کے کھوکھلے فلسفہ سے گریز اور معروضی نقطۂ نگاہ کی جلوہ سامانی ہے۔ شا
کی جلوہ سامانی ہے ۔ شاعر کی رومانی نظم " آخری بات " اس لحاظ سے قابل توجہ ہے کہ ا
میں روایتی شاعری کی خوبو نہیں ہے ۔ محبوبہ کو قاتل کا کردار نہیں سونپا گیا نہ دل کو حسن

کا مزار بنایا ہے ۔ اس میں جدیدیت کی بے یقینی، تنہائی، انتشار کی جہلک فضا پیدا کر کے محبوبہ کے رو برو جذباتِ محبت کی توہین کا وطیرہ بھی اختیار نہیں کیا گیا۔ یہاں دلوں کی فضا نکھری ہوئی، خلوص کا جلوہ اور آرزو جذباتِ محبت کی توہین کا وطیرہ بھی اختیار نہیں کیا گیا۔ یہاں دلوں کی فضا نکھری ہوئی، خلوص کا جلوہ اور آرزو کی تابنا کی ملتی ہے۔

آخر میں غزلیات درج ہیں۔ ان میں لب و رخسار کی حکایت محدود ہے سماج سیاست اور زندگی کے مسائل بار بار دہرائے گئے ہیں۔ لہجے میں نرمی اور اظہار میں صداقت کی چمک دمک ہے۔ کہیں کہیں پرانی شاعری کی لفظی تصویریں نظر آتی ہیں۔ عموماً شاعر کے نئے خیالات کے لیے لفظی پیکر میسر آئے ہیں۔ تملیک کے علاوہ متروکات سے احتراز ملتا ہے۔

ص ۷۸ ۔ حوصلہ دل کا سلامت ہو اگر اسے مدہوش

کس کو پرواہ مخالف جو زمانہ ہوگا

نکتہ سنج شعرا نے "پروا" کا استعمال جائز رکھا ہے۔ جان صاحب کے یہاں "پرواہ" مستعمل ہے۔

عموماً غزلوں میں رجائی عنصر غالب ہے مستقبل کی روشنی ملتی ہے۔ چند اشعار سے شاعر کے اسلوب اور انتخابِ مواد کا اندازہ ہو سکتا ہے:

کس خموشی سے حالات کی آنچ پر

زندگی موم بن کر پگھلتی رہی

دھندلا دھندلا ہے چہرہ خوشی کا

خواب ادھورا سا ہے زندگی کا

ہر فلسفہ حیات کی قدریں بدل گیا

وہ فلسفہ زمانے کا سمجھا گئے ہیں ہم

زندگی کا لحاظ کون کرے

زندگی کو تو بیت جانا ہے

چاند تارے بڑے حسین سہی

ہم کو اپنی زمین پیاری ہے

اُن کی آواز آئی رہ رہ کر

میرے کانوں میں آخرِ شب تک

سردار جعفری نے مختصر دیباچے میں لکھا ہے:

"مدہوش کا لہجہ بلند اور تخیل بے باک ہے۔ نئی لفظی تصویروں کے ساتھ ساتھ ان کے اشعار کا مزاج بھی نیا ہے اور آدابِ شاعری کو ملحوظ رکھنے کی کوشش بھی نمایاں ہے۔"

سرورق اور عکس شاعر پسندیدہ ہے۔ کتاب کی پیش کش میں معقولیت
مل ہے
(ڈاکٹر سیفی پریمی)

نسخۂ بھوپال اور بھوپال ثانی

مرتب : عبدالقوی دسنوی
صفحات : ۸۸ سائز ۲۲×۱۸/۸
قیمت : تین روپے۔ اشاعت فروری ۱۹۷۰ء
ملنے کا پتہ: شعبہ اردو سیفیہ کالج۔ بھوپال

دیوان غالب کا پہلا اڈیشن ۱۸۴۱ء میں دہلی سے نکلا تھا، اس کے بعد کوئی تین بار خود غالب کی زندگی میں چھپا اور ان کی وفات سے لے کر آج تک وہی دیوان معمولی ترمیم اور اضافوں کے ساتھ مختلف شکل و صورت میں سینکڑوں بار چھپ چکا ہے اور چھپتا رہے گا۔

۱۹۱۵ء میں اس کا ایک قلمی نسخہ بھوپال میں دریافت ہوا جو نسخۂ حمیدیہ کے نام سے موسوم ہے۔ اس پر ڈاکٹر عبدالرحمٰن بجنوری مرحوم نے ایک معرکتہ الآرا مقدمہ لکھا تھا جس کی ابتدا، اس جملے سے ہوئی تھی " ہندوستان کی الہامی کتابیں دو ہیں۔ مقدس وید اور دیوان غالب" اس سے بڑھ کر خراج عقیدت اور اعلان فضیلت اور کیا ہو سکتا ہے۔ چنانچہ دیوان سے زیادہ اس جملے کی شہرت اور اشاعت ہوئی۔

حسن اتفاق کہ ۱۹۶۹ء میں جب غالب صدی منائی جا رہی تھی اسی ریاست بھوپال سے ایک اور نادر نسخہ (غالب کے اپنے خط میں) " بیاض غالب" کے نام سے دستیاب ہوا۔ تقدم اور تاریخی اعتبار سے دواوین غالب میں " بیاض" کا نمبر پہلا ہے۔ " حمیدیہ" کا دوسرا اور " متداول" تیسرا۔

بھوپال والے اس پر جتنا فخر کریں بجا ہے۔ واقعی غالب کے دونوں گراں بہا اور نادر و نایاب نسخوں کی امین یہی سرزمین رہی اور اسی کے توسط سے کلام غالب کے شائقین اور رشیدا ان گہرہائے آب دار سے لطف اندوز اور بصیرت افروز ہو سکے۔

" بیاض غالب" کے نو دریافت نسخے کو اب تک، ناموں سے منسوب کیا جاتا ہے، " نسخہ امروہہ" " نسخۂ عرشی زادہ" اور " نسخۂ لاہور" اس سلسلے میں دسنوی صاحب کے دیئے ہوئے نام " نسخۂ بھوپال" اور " نسخۂ بھوپال ثانی " (بیاض)

ملیت سے زیادہ قریب ہیں۔ نسخۂ بھوپال کے علاوہ سے دوبارہ چھپنے کی نوبت نہیں آئی
ور نسخۂ بھوپال ثانی عام دست رس سے بہت دور اور اس کا حصول دشوار ہوگیا ہے۔
س کے دو سبب ہیں "نسخۂ عرشی زادہ" اپنی غیر معمولی قیمت کی بنا پر اور "نسخۂ لاہور"
ناخ غیر ہو جانے کے باعث۔ اس میں شک نہیں کہ طفیل احمد صاحب نے اسے بڑے
ن و اہتمام سے شائع کیا ہے۔ حسین و جمیل نقوش غالب نمبر (حصہ دوم) کو دیکھ کر
خوش ہو جاتا ہے مگر یہ بھی کیے بغیر نہیں رہا جاتا کہ ع

دلبودی گو ہرے از ما نثار دیگراں کردی

پیش نظر کتاب کے بارہ صفحوں میں نسخۂ بھوپال (حمیدیہ) کا حال احوال اور اسی
بعد نو صفحوں میں نسخۂ بھوپال ثانی (بیاض) کی سرگذشت یار دواد فاضل مرتب نے اتنی
قولیت اور جامعیت کے ساتھ درج کردی ہے کہ پھر ان دونوں کے بارے میں کسی مزید
علومات کی ضرورت نہیں محسوس ہوتی۔

اس علمی کاوش کا خیال لائق مرتب کو اس لیے آیا کہ نسخۂ بھوپال (حمیدیہ) میں
بہت سی غزلیں اور غزلوں کے اشعار مخلوط ہوگئے ہیں۔ بہت سے شعروں میں ترمیم و اصلاح
ظر آتی ہے اس کے علاوہ کتابت میں بھی خامیاں اور غلطیاں پائی جاتی ہیں۔ اسی طرح
نسخۂ بھوپال ثانی (بیاض) باوجود اس کے کہ نہایت اہتمام سے شائع کیا گیا ہے۔ پھر بھی
خامیاں" اور "صفحات کی غلط ترتیب" اس میں بھی باقی رہ گئی ہے ان کمیوں اور فروگذاشتوں
کا اندازہ اسی وقت ہوتا ہے جب کہ دونوں کا تقابلی مطالعہ کیا جائے۔ اس مشکل
ر اہم کام کی داد دینا چاہیئے جسے دسنوی صاحب نے بڑی سوجھ بوجھ، ژرف نگاہی
ر دماغ سوزی کے ساتھ انجام دے دیا ہے۔

اٹھاسی صفحے کی اس کتاب میں "اصلاحات نسخۂ بھوپال" "اصلاحات نسخۂ
بھوپال ثانی" مزید براں "کچھ اور ترمیم و اصلاح" اور آخر میں "مخطوفات" کے باقاعدہ
عنوانات قائم کرکے جتنی بھی کمیاں، غلطیاں، اصلاحیں اور تغیر و تبدل جس نسخے میں بھی
ظر آئے ان سب کو ایک ایک مصرعے کے پیش نظر پوری صحت و احتیاط کے ساتھ نشاندہی
رتے ہوئے تحریر کردیا گیا ہے۔

نسخۂ حمیدیہ ہو یا بیاض دونوں یا دونوں میں سے کسی ایک کا مطالعہ کرتے

وقت ضروری ہو گیا ہے کہ دسنوی صاحب کے اس تقابلی بلکہ تحقیقی کارنامے کو سامنے رکھا جائے۔

کوئی وجہ نہیں کہ اہلِ علم اور اہلِ قلم حضرات کی طرف سے اس دیدہ ریزی اور محققانہ کارگزاری کا کما حقہ اعتراف اور واجب خیر مقدم نہ کیا جائے۔

ولی شاہ جہاں پوری

مصنف : رہبر جدید

طلوعِ جام

قیمت : پانچ روپے

ناشر : لالہ لاجپت رائے اینڈ سنز بکا ڈنگا مجور

طلوعِ جام شری جگدیپ بہادر رہبر جدید کی غزلوں اور نظموں کا مجموعہ ہے۔ یہ گرد پوش دیدہ زیب ہے۔ رہبر صاحب کی پیشکش قابلِ ستائش ہے خصوصاً وہ حصہ نظم اُن کی ادب نوازی اور سخن فہمی کے معیار کی عکاسی کرتا ہے جس میں ٹیگور، جگر مراد آبادی تلوک چند محروم اور ہندی کوی شری بلبیر لعل سوری جیسی ادبی شخصیتوں پر اپنے تعزیتی تاثرات کا اظہار رکھا ہے۔

"پنڈت جواہر لال نہرو" "پاکستانی ڈکٹیٹروں سے" اور "شری لال بہادر شاستری" سے ان کی سیاسی سوجھ بوجھ اور حب الوطنی کا جذبہ اجاگر ہوتا ہے۔ "نظم "تلاش" "رفیق تنہائی" "بیاض گم شدہ" اور "پتھروں کا شہر" میں اچھوتی و نادر تشبیہات پرانی اا نئی قدروں کا سنگم ہیں۔

تلاش کا یہ مطلع خوب ہے :

زمیں پہ نقش کناں ہیں حیات کے نقشے
ترے شباب نے کتنے اٹھائے ہیں فتنے

نظم "آہ روشن صدیقی" اوّل سے آخر تک نظر ثانی کی محتاج ہے۔ علاوہ فنی اغلاط کے آٹھویں، نویں اور دسویں مطلع میں آ کر ذہن تسلسل کھو بیٹھتا ہے اور نویں مطلع سے "جس کی" "اس کی" اور "جیب" کے مثلث میں پھنس کر رہ جاتا ہے۔ بارہویں مطلع میں "موت" بہ تلفظ "قوت" اور "جوت" (ہندی) بہ تلفظ "نوٹ" کا قافیہ غلط ہے۔ اس کے علاوہ نظم میں کئی جگہ نامانوس ترکیبوں سے کام لیا ہے۔

حصۂ غزل میں کچھ غزلیات ایسی ہیں جو رہبر جدید کے استاذی مکرم کی نظر ثانی کی محتاج ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ابتدائی صفحات کی غزلیات اصلاح شدہ ہیں باقی غیر اصلاح شدہ۔ فارغ الاصلاح ہونے کی کوشش قابل تحسین ہے۔ لیکن تارک الاستاذ ہونا بہتر نہیں۔ اس ضمن کی تمام غزلوں میں فنی نقائص بدرجہ اتم موجود ہیں۔ ایطا — ناموزنیت، شتر گربہ، معانی فی البطن شاعر، سرقہ۔ تعقید معنوی، بدلفظی، زمانہ وغیرہ وغیرہ۔ لیکن یہ نقائص ایسے ہیں جو ہلکی سی اصلاح سے دور کیے جا سکتے ہیں۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں

	صدقے تمھارے عشوہ و غمزہ و ناز کے	
	ایک لطف مل رہا ہے ترے انتظار سے	شتر گربہ
	جب حلق سے اتر گئے دو چار رے کے جام	زمانہ دونوں مصرعوں
	قسمت بدل گئی ہے ترے مے گسار کی	میں مختلف ہے۔
	ہر طرف غول بلاؤں کا گزر ہے یارو	تعقید معنوی۔ دوسرا
(بحر سے خارج)	ساغر جسم کو بھی مسموم بنا رکھا ہے!	مصرعہ ناموزوں
	در فراق مہ یاراں راہبر ! ! !	
	رات دن جلنے کی طاقت چاہیئے	پہلا مصرعہ ناموزوں
حشر	الوداع کہتا ہے ابلیس کے استادوں کو	رخ، کا اعلان نہیں ہوا غلط ہے
	صحیح العقل ہوں پھر بھی مجھے دیوانہ کہتے ہیں	نادیدہ کی تکرار سے ردیف بے معنی ہوگئی۔ صرف
	سمجھتے ہیں کسے اہلِ الم نادیدہ، نادیدہ	نادیدہ کہنے سے مطلب پورا ہو جاتا ہے۔

رہبر کو "راہبر" کہنا درست ہے۔ لیکن بہ حیثیت ایک تخلّص کے کسی ایک پر پابند رہنا اشد ضروری ہے۔ کبھی رہبر اور کبھی راہبر کہنا جب کہ وہ بطور تخلص استعمال ہو رہا ہو غلط ہے۔

رہبر جدید	اصل شعر
دہر میں بادِ مخالف چل رہی ہے چار سو	وہاں ہواؤں کے رُخ بھی نگاہ میں رکھنا ●
دیکھ کر پہلے ہوا کا رُخ چراغاں کیجئے	جہاں چراغ جلاتے ہو روشنی کے لیے ●

ابھی تو آئے ہو بیٹھو ابھی ذرا دم لو
لگے گی دیر ذرا حالِ دل سنانے میں

ابھی تو آئے ہو بیٹھو ذرا تسلّی سے
لگے گی دیر ہمیں حالِ دل سُنانے میں

(ابھی اور ذرا کی تکرار کھٹکتی ہے۔ "دم لو" میں تحکّم پایا جاتا ہے)

ملا تو، تو دونوں جہاں ہم نے پائے
ترے بعد مانگیں گے ہم کیا خدا سے

سب کچھ خدا سے مانگ لیا تجھ کو مانگ کر
اٹھتے نہیں ہیں ہاتھ مرے اس دعا کے بعد

(دونوں مصرعوں کے زمانے مختلف ہیں)

(میری رائے ہے کہ رہبر صاحب خاص طور پر ان اشعار کو قلم زد فرما دیں کیونکہ اصل اشعار ضرب المثل بن چکے ہیں اور ہر کس و ناکس کی زبان پر ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ اس خط میں نہ پہنچے ہوں۔ ان اشعار سے رہبر صاحب پر حرف آتا ہے)

ایطا: ذلیل و خوار ہوتے پھر رہے ہیں یہ چوراہوں پر
یہ آخر کیا مصیبت آ گئی گم کردہ راہوں پر!

علاوہ ایطا کے "چوراہوں" بروزن "نگاہوں" غلط ہے۔ مصرعہ ثانی میں، گم کردہ راہوں سے مطلب وہ راہیں ہیں گم کردگانِ راہ ہو سکتا ہے۔ انگریزی زبان میں بھی۔

---- ہوتی ہے Men in chair جمع کی Man in chair
نہیں۔ Man in chairs

طوالت کے خوف سے صرف چند مثالیں دے کر اغلاط کی طرف اشارہ کر دیا گیا ہے۔ اس قسم کے نقائص ان کی غیر اصلاح شدہ غزلیات میں عام ہیں۔ ذیل کے اشعار مجھے پسند ہیں۔ ان سے مصنف کی قادر الکلامی کا اظہار ہوتا ہے۔

دینے لگا ہے دعوتِ مے ابرِ نوبہار
ہم کو گمانِ لغزشِ ایماں ہے آج کل

میری حیات نور کے سانچے میں ڈھل گئی
مجھ سے بھی ان کا حسن نمایاں ہے آج کل

لوگ کہتے ہیں کہ تکمیلِ وفا ہوتی ہے
جب بھی ہوتا ہے کسی دل کا نگر خون ہی خون

گلستاں میں آئیں گی پھر سے بہاریں
دل اس بات کا اب تو قائل نہیں ہے

تیری آنکھوں سے لہو بہنے لگا ہے اے عشق
ہاں مگر فاش کوئی راز نہ ہونے پائے

وغیرہ وغیرہ

٭طلوعِ جام میں کتابت ناقص ہے اور اغلاط سے پُر
بحیثیت مجموعی رہبر جدید نے کافی حد تک غزل کے مزاج کو جدید سانچوں میں
ڈھالا ہے۔ بعض جگہ اشعار میں بے ساختگی، حسن اور نکھار ہے۔ اگر ان کے راہبر
(استاذی مکرم) خصوصی طور پر توجہ دیں تو اردو زبان رہبر صاحب سے بہت استفادہ
حاصل کر سکتی ہے۔ امید ہے کہ "طلوعِ جام" عام طور پسند کیا جائے گا۔

سعید الدین ذوق کیفی

جوئے کہکشاں

شاعر: امجد علی   مرتب: کرامت علی کرامت
پبلشر: اڑیسہ ساہتیہ اکاڈمی بھوبنیشور   قیمت: تین روپے
ملنے کا پتہ: اڑیسہ اردو پبلشرز، کٹک ۱۲

"طلوعِ سحر" کے بعد امجد نجمی کا دوسرا مجموعۂ کلام "جوئے کہکشاں" کے نام سے شائع ہوا
ہے۔ اس میں نظمیں اور غزلیں شامل ہیں۔ سید حرمت الاکرام نے دیباچہ میں لکھا ہے۔
"انھوں نے دل کے لہو سے جو تابناک نقوش بنائے ہیں وہ انہیں اردو کے
قدیم شعراء کی فہرست میں نمایاں تر اور بلند تر مقام دیتے ہیں۔"
"عرضِ مرتب" کے تحت پروفیسر کرامت علی کرامت نے شاعر کی علامتی، فلسفیانہ
اور متصوفانہ، وطنی اور سماجی نظموں کا تجزیہ کرتے ہوئے متوازن رائے پیش کی ہے۔
شاعر کی وطنی اور سماجی نظموں پر اڑیا ستیہ وادی اسکول کے بانی گوپ بندھو داس
کا اثر بتایا ہے۔ مرتب نے ایسے غزلیہ اشعار کی نشان دہی بھی کی ہے جنھوں نے اردو
غزل کو ایک نئے رنگ و آہنگ سے روشناس کرایا۔
"جوئے کہکشاں" کے تقریباً سارے اثاثہ کی تاریخِ تخلیق درج ہے اس سے
شاعر کے ذہنی ارتقاء کا پتہ لگانے میں آسانی ہوتی ہے۔ امجد نجمی نے اپنے ماضی
کے دور میں کلاسیکی ادبی اقدار کو مرکز توجہ بنایا تھا۔ اس کلام میں زبان و بیان کے
محاسن نظر آتے ہیں اور عروضی اسقام سے کلام پاک ہے لیکن یائے معروف "ی"
بیشتر مقامات پر ساقط نظر آتی ہے غالباً وہ اتنے سخت گیر اصول کے پابند نہیں ہیں
شاعر نے اپنی پختہ شعوری کے دور میں نئی ادبی تحریک کے زیر اثر ہئیت کے نئے
تجربے بھی کیے ہیں اور وہ یقیناً کامیاب ہیں۔ مروجہ سانچوں میں فاتح اعظم اور زندگی

کا کارواں بہترین نظمیں ہیں۔ جدید ہیئت میں "جرم و سزا" کو جوئے کہکشاں میں
شاہکار کا درجہ حاصل ہے اس میں حسنِ تسلسل، فروغِ آہنگ اور فنکار کی انانیت
جلوہ گر ہے — غزلوں میں پختگی، تلمیحات، ملائم تراکیب اور صنائع و بدائع کی خوبیاں
ہیں مگر ان میں نرمی، رچاؤ اور آنچ کی کمی محسوس ہوتی ہے۔ موضوعات بھی محدود ہیں۔ لیکن
منتخب اشعار سے شاعر کے تجربے اور اسلوب دونوں سے قاری کو فیض یاب ہونے کا
موقع ملتا ہے۔ مثلاً:

یہ میری انتہائے آرزو دیکھ
کہ میں تجھ سے تجھی کو مانگتا ہوں

کوئی کیا سمجھ سکے گا یہ ہے نقشِ عشق جس نے
مجھے اس طرح بگاڑا، مجھے اس طرح سنوارا

چھیڑا گیا جب انجمن میں قصۂ دار و رسن
ہم قد و گیسو کی دلکش داستاں تک آ گئے

حسنِ بہار، حسنِ نظر، حسنِ اعتبار
تجھ کو تو اک جہانِ دگر کی تلاش ہے

مان لیا میں نے یہ ننگ ہے میرا وجود!
تیری مشیت تھی یہ، میری خطا کچھ نہیں

اصل یہ ہے کہ شاعر کے فن کی لہلہاہٹ نظموں میں نظر آتی ہے "طلوعِ سحر" کے
متعلق نیاز فتحپوری نے لکھا تھا۔
" میں کبھی اس کی توقع نہ کرسکتا تھا کہ سرزمین اُڑیسہ سے کبھی کوئی ایسا شاعر اُبھر سکتا
ہے۔ جس کو اگر شمالی ہند کی صفِ شعرا میں بٹھا دیا جائے تو اس کی آواز سن کر ہم "تو ز عاشقانِ
مائی" کہنے پر مجبور ہوں"۔
امجد نجمی کی نظم نگاری کے لیے اس کے بعد کسی سند کی ضرورت نہیں۔ جوئے
کہکشاں اردو شاعری میں ایک قابلِ قدر اضافہ ہے۔ کتاب سلیقے سے چھپی ہے۔ سرورق
عمدہ ہے۔ شاعر کی تصویر بھی شائع کرنے کی ضرورت تھی۔ (ڈاکٹر سیفی پریمی)

رہبرِ ادیب

مرتب: مصباح الحسن زبیر
صفحات: ۲۶۴ سائز ۲۰×۳۰/۱۶
قیمت: چھ روپے پچاس پیسے
ناشر: سید اظہر حسین۔ نمبر ۲۰۶۰ کوچہ ناہر
دریا گنج، دہلی ۶

"رہبرِ ادیب" امتحان ادیب جامعہ اردو علی گڑھ کے نصاب کی شرح ہے۔

لے ابتداء میں تاریخ اُردو، اصناف سخن، اقسام نثر، مختلف ادوار کے شعراء، ناقدین و
دبا، فورٹ ولیم کالج، دلّی کالج، ترقی پسند تحریک، داستان، ناول، افسانہ، ڈراما
فیرہ موضوعات پر مختصر نوٹ درج کیے ہیں۔

ایک باب میں اسباقِ نثر کا خلاصہ، مشکل الفاظ کے معنی، مصنفین کے حالات لکھے
لئے ہیں۔ غنچۂ فارسی (حصۂ اوّل) کے تحت فارسی الفاظ کے معنی، قواعد نیز اردو جملوں کا
فارسی میں ترجمہ لکھا گیا ہے۔ حصۂ دوم میں فارسی حکایات کو اُردو میں بیان کیا ہے۔
س کے بعد عملی قواعد اردو کا بیان ہے۔ آخر میں نصابی منظومات و غزلیات کا مطلب
درج کیا گیا ہے۔

اس کتاب کا سرورق دیکھ کر خوشی ہوتی ہے اور اس کو پڑھ کر محنت ضائع
ہونے کا بیحد افسوس! پروف ریڈر نے اپنی ذمہ داری کو ادا نہیں کیا اور مرتب نے
مسودے کو کسی اہلِ نظر کے روبرو نظرثانی کے لیے پیش نہیں کیا۔ اسی لئے کتاب میں
بہت خامیاں ہیں۔ تمام اغلاط کو ادا کرنے کی فرصت ہے نہ ضرورت۔ چند اشارات
کافی ہیں۔

کتابت کی غلطیاں:۔ چندبردائی کو چندر بردائی، جان گل کرسٹ کو خان گلکرسٹ،
جوش ملیح آبادی کو جوش ملیح آبادی، شباہت کو شباحت، احسان بن دانش کو احسان درس
مارکس کو مارکن، وامق جونپوری کو جودھپوری، انوار سہیلی کو انوار سہیل، عود ہندی کو نمود ہندی
پروفیسر مسعود حسین رضوی کو پروفیسر محمود حسن رضوی، پروفیسر کلیم الدین احمد کو پروفیسر حکیم الدین احمد
ڈاکٹر مسعود حسین خاں کو ڈاکٹر محمود حسین خاں، اختر اورینوی کو اختر اور ینولی لکھا گیا ہے۔

رنگین کا اصل مصرعہ ہے: یہاں سے ہے کے پیسے ڈولی کہار رو ــــــ اس
کتاب میں ترمیم کرکے لکھا ہے ــــ "یہاں سے ہے کتنے پیسے ڈولی کہار رو"۔ــــ اور بھی
اشعار بحر سے خارج درج ہیں۔

مرتب کی غلطیاں: ص ۹۱ "غزل کے معنی ہیں عورتوں سے باتیں کرنا"
حالانکہ غزل کے معنی ہیں عورتوں کی باتیں کرنا

ص ۳۰ ــ "نام شمس الدین تخلص دلّی بعض نے ان کا نام ولی اللہ لکھا ہے"
... ان کا اصل نام ولی محمد ہے۔ شمس ولی اللہ ایک اور شاعر

تھا۔ مرتب نے ولیؔ کا عہد (۱۶۶۸ء تا ۱۷۴۴ء) قرار دیا ہے۔ اگرچہ ولی محمد ولیؔ کا انتقال ۱۷۰۹ء میں ہوا تھا۔

ص ۵۳ ۔ " اسمٰعیل میرٹھی ـــــ ۱۹۱۰ء میں بمقام میرٹھ وفات پائی "۔

جب کہ مولانا اسمٰعیل میرٹھی کی وفات ۱۹۱۷ء میں ہوئی ۔

ص ۵۶ ۔ " جدید غزل کی بنیاد حالیؔ نے رکھی "

یہ قطعی نیا انکشاف ہے بیشک حالیؔ نظم جدید کے معماروں میں شامل ہیں ۔

ص ۲۲۲ ۔ " مسدس ۔ اس کے پہلے چار مصرعے ہم قافیہ اور ہم ردیف ہوتے ہیں ۔ اور آخری دو دو مصرعے یا ایک شعر ایک ردیف یا قافیہ میں ہوتے ہیں "۔

ایک ردیف یا قافیہ کا یہ مطلب کہ دونوں میں سے ایک کو نظم کرنا جائز ہے یعنی قافیہ کے بغیر محض ردیف کو ہی نظم کرسکتے ہیں ۔ یہ شعر کہنے کی نئی تکنیک اور قافیہ ردیف کی نئی تعریف ہوتی ۔ اصل میں لکھنا یہ چاہیے تھا کہ دو مصرعے اسی وزن اور دوسرے قافیہ کے بطور گرہ کے ایک مطلع کی طرح نظم کیے جاتے ہیں۔

اس کتاب میں تاریخ زبان ، زبانوں کا شجرہ ، اوّل نثری تخلیق وغیرہ ۔ دیگر امور بھی مشتبہ ہیں ۔ دوسرا اڈیشن صحت کے ساتھ شائع کرنا چاہیے ۔

ڈاکٹر اسیلفی پریمی

مہارانی (ناول)

مصنف : کرشن چندر

صفحات : ۱۶۲ (پاکٹ بک)

قیمت : ۲ روپے سائز ـــــ

ناشر : ستار پبلی کیشنز ۔ پرائیویٹ لمیٹڈ

' ایک کروڑ کی بوتل ' پر تبصرہ کرتے ہوئے میں نے لکھا تھا "کرشن چندر اردو کے ایک بہت بڑے افسانہ اور ناول نگار ہیں اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ زیادہ لکھتے ہیں خوب لکھتے ہیں ۔ مگر انگیز تخلیقات کے ساتھ ساتھ ہلکا پھلکا تفریحی ادب بھی وہ تخلیق کرتے رہے ہیں "

زیر تبصرہ ناول مہارانی ، ایک جاسوسی ناول ہے ۔ اور جاسوسی نما ہلکے پھلکے تفریحی ادب میں کہا جاتا ہے ۔

مہارانی نامی جاسوسی ناول لکھنے کی وجہ خود کرشن جی نے یہ تحریر کی ہے۔
'آپ کو حیرت تو ضرور ہو گی مگر ــــــ تجربے کرنا میری عادت ٹھہری ــــ
ادھر جب سے قلب کی بیماری لاحق ہوئی۔ ڈاکٹروں نے کچھ عرصے کے لیے سنجیدہ، گمبھیر
سماجی مسائل پر ناول اور کہانیاں لکھنے سے منع کر دیا ــــ صرف تفریحی ادب لکھنے
کی اجازت ہے۔
ویسے بہت عرصہ سے میں پُر اسرار جرائم کی دنیا سے متعلق جاسوسی ناولوں
کا رسیا رہا ہوں اور سنجیدہ لٹریچر کے ساتھ ساتھ ان کو بھی پڑھتا رہا ہوں۔ اب، جی چاہا
کہ اس میدان میں بھی قدم رکھوں اور اس باب میں، اپنا رنگ پیدا کروں ــــ
اسی خواہش نے یہ ناول لکھوایا۔"
میں یہاں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ 'مہارانی' کرشن جی کا پہلا جاسوسی ناول نہیں
ہے، آج سے کئی سال پہلے 'ہانگ کانگ کی حسینہ' کے نام سے ان کا ایک جاسوسی ناول
چھپ چکا ہے اور ایک نیا جاسوسی ناول کسی اور ادارے سے چھپ رہا ہے۔ کرشن جی
کا کہنا ہے کہ قلب کی بیماری کی وجہ سے ڈاکٹروں نے صرف تفریحی ادب لکھنے کی اجازت
دی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جاسوسی ناولوں کا شمار تفریحی ادب میں ہوتا
ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ جاسوسی ناولوں کی تخلیق میں دماغ پر زیادہ زور دینا پڑتا
ہے بہ نسبت سماجی ناولوں کے ــــ ! بہر حال جاسوسی تخلیقات کو اب تک سستا
ادب cheap literature کہا جاتا رہا ہے لیکن اب کرشن چندر جیسے
ادیب کی اس طرف توجہ جاسوسی تخلیقات کو بھی یقیناً 'ادب' کا درجہ دلائے گی
کرشن چندر کا شگفتہ اندازِ تحریر جو ان کی انفرادیت ہے، بھر پور جملے جو اُن کا مزاج
ہیں، یقیناً جاسوسی ناولوں میں بھی برقرار رہیں گے (جیسا کہ مہارانی میں موجود ہیں)
اسی لیے جاسوسی ادب میں ان کا خیر مقدم کرتے ہوئے مجھے بہت خوشی محسوس ہو رہی
ہے۔ آج تک میں ابن صفی کو اردو میں جاسوسی ادب کا سرتاج سمجھتا رہا ہوں لیکن
کرشن چندر کی اس طرف توجہ یقیناً ابن صفی کی یکتائی ختم کر دے گی۔ کیونکہ ابن صفی کی بھی
سب سے بڑی خوبی ان کا شگفتہ اندازِ تحریر ہی ہے۔
مہارانی' ایک ہلکا پھلکا تفریحی ناول ہے۔ جس میں جاسوسیت شامل کی گئی

ہے، وہ بھی شاید تجربے کے نقطۂ نظر سے۔ ناول بے حد دلچسپ ہے کیونکہ اس میں محض جاسوسی ہی نہیں بلکہ جنس بھی اپنے بھرپور تاثر میں موجود ہے۔ اس لئے ناول ایک ہی نشست میں ختم کر لیا جاتا ہے۔ سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ اس جاسوسی تجربے میں بھی کرشن چندر کی چھاپ جگہ جگہ ملتی ہے۔ یہ ان کے وہ بھرپور جملے ہیں جو بے ساختہ ان کے قلم سے نکلتے ہیں جیسے۔

"دراصل آج کل تو چیزوں کے بیچنے میں کافی ذوقِ جمال کا دخل ہے۔" (ص ۴۱)

"ساڑھی پہننا بھی ایک فن ہے جسم کے حصے یوں ابھرے تھے کہ ساڑھی اس جسم پر خوب چھپ رہی تھی۔" (ص ۲۱)

"کبھی کسی لڑکی کے حسن کی تعریف کے لیے لفظ بے کار نظر آتے ہیں، جی چاہتا ہے آنکھیں دیکھیں اور اسی حسن کی دلکشی سے لطف اندوز ہوا جائے۔" (ص ۲۳)

"برسوں کے دوست بھی کہیں جانے کی تمنا میں آنِ واحد میں اجنبی بن جاتے ہیں۔" (ص ۴۵)

"جانے ان دیوزاد شہروں سے انسانی تہذیب کب واپس اپنی فطرت کو لوٹے گی"

"عورتیں ساڑھی کا رنگ روپ دیکھتی ہیں، مرد ریاضی کے پیمانے سے اس کے حسن کا بٹوارہ کرتے ہیں۔ قد اتنے فٹ اتنے انچ، گردن اتنے انچ، سینہ اتنے انچ، کمر اتنی، کولہے اتنے، جیسے وہ کوئی عورت نہ ہو، جیومیٹری کی ایک شکل ہو۔" ص ۳۷

"آج کل مردوں کی کام چوری بڑھتی جا رہی ہے یعنی خود کام نہیں کرتے عورتوں کی کمائی پر زندہ رہنا چاہتے ہیں۔" (ص ۵۲)

"جنسی اختلاط کوئی مشینی عمل نہیں جس کے لیے ایک عورت فراہم کیا ہو جائے، محبت ایک ایسا فعل ہے جس کا تعلق جذبات سے ہوتا ہے۔" (ص ۶۷)

"ان ہوٹلوں میں کیا کچھ نہیں ملتا۔ بہترین کھانے، شراب اور خوبصورت عورتیں ملتی ہیں بس آپ کی جیب میں روپے ہونے چاہئیں۔" ص ۸۷

"یہ جدید تہذیب کی سب سے بڑی دین ہے، حیوانیت نے ایک نیا روپ دھار کر لیا ہے پرانی اخلاقی قدروں کی کوئی اہمیت نہیں رہی، نرودھ، گولیاں اور حمل گرانے کی ترکیبوں نے عورت کو بہت سی قیدوں اور بندھنوں سے آزاد کر دیا ہے اور اب مرد

اور عورت ایک بہتر طریقے سے زندگی گزار سکتے ہیں۔ گناہ کا احساس ختم ہو رہا ہے۔ جنسی جذبے نے ایک ایسا روپ اختیار کر لیا ہے —— کیونکہ عورت اب دھیرے دھیرے مرد کے شکنجے سے باہر نکل رہی ہے، عورت خود کمانے لگی ہے ۔" ص ۷۹-۸۰

" ساڑھی پہننے کا فن ہر عورت کو نہیں آتا۔ کئی لڑکیاں تو ساڑھی اس طرح پہنتی ہیں کہ بس جسم ڈھانپ لیا یعنی ساڑھی نہ پہنی۔ ایک چادر اپنے گرد لپیٹ لی ہو۔" (ص۔ ۹۱)

" دونوں چھاتیوں کے درمیان چاندی کی ایک وادی نورانی راہ بناتی ہوئی جا رہی تھی —— " (ص ۹۹)

" ستی اور ساوتریوں کا زمانہ بیت گیا۔ آج کل کی عورت مرد کے مقابلے میں آنا چاہتی ہے اور آ رہی ہے۔ اسے چولہے سے کوئی دلچسپی نہیں۔ اسے دلہن بنا کر گھر میں نہ بٹھایئے۔ وہ بچے جننے کی فیکٹری نہیں ہے بلکہ مرد کے شانہ بشانہ کام کرنے والی مرد کی مددگار ہے۔ آج عورت ہر شعبے میں مرد سے ٹکر لینے کے لیے تیار ہے وہ کسی بھی قیمت پر مرد کے پاؤں کی جوتی بننے کے لیے تیار نہیں —— (ص ۱۰۳ —— ۱۰۴)

" عورتیں وہ ساز ہیں جن کے سُر مرد دریافت کرتے رہتے ہیں۔" (ص ۱۱۱)

" جب محبت حد سے آگے بڑھ جاتی ہے تو انسان اپنے فرض کو بھول جاتا ہے۔" (ص ۱۱۶)

" کبھی کبھی جوانی کسی لڑکی پر یوں آتی ہے کہ دل کے دریچے کھل جاتے ہیں۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ بہار کا موسم آ گیا، پھول کھل اٹھے ——" ص ۱۳۰

" انصاف اور بے انصافی میں زیادہ فرق نہیں۔ ہم قانون کی رو سے بدمعاشی کی اجازت دیتے ہیں۔ لیکن جو کام قانون کی گرفت میں نہیں آتا اسے غیر قانونی قرار دے کر اس کی مذمت کرتے ہیں۔ ذرا اپنے وزیروں کی کرتوت پر نگاہ ڈال کر دیکھو۔ سفارش سے پرمٹ ملتے ہیں۔ مختلف لوگوں کو لائسنس دیئے جاتے ہیں —— کیا وجہ ہے کہ آج مالدار زیادہ مالدار ہوتے جاتے رہے ہیں اور غریب دن بدن غریب —— " (ص ۱۳۳)

" عورت کے اندر اس بات کی زبردست خواہش ہوتی ہے کہ وہ ماں بنے۔ اس کا ایک بچہ ہو جسے وہ اپنی چھاتیوں سے دودھ پلائے۔ شاید ماں بننے کی حس عورت کے اندر سب سے زیادہ ہوتی ہے ۔" (ص۔ ۱۳۹)

"انسان نت نئی چیزوں کی تلاش میں رہتا ہے —— شاید اسی لیے فیشن بدلتے رہتے ہیں ——" (ص ۱۴۲)

"ہندوستانی لڑکیاں پیار کرنے سے ڈرتی ہیں —— ماں باپ نے یہی سکھایا ہے کہ مردوں سے ڈرو ——" (ص ۱۵۲)

بہر حال 'مہارانی' مجموعی طور پر ایک دلچسپ جاسوسی ناول ہے۔ کیونکہ یہ کرشن چندر کا ایک تجرباتی ناول ہے اس لیے اس میں کچھ خامیاں بھی رہ گئی ہیں، سب سے بڑی خامی تو یہ ہے کہ کرشن جی نے اسمگلروں کے بادشاہ کا بھی ایک باس دکھایا ہے وہ اس طرح کہ اسمگلروں کا بادشاہ اپنے باس سے ٹرانسمیٹر پر گفتگو کرتا ہے لیکن ناول میں اس باس کے باس کا کوئی انجام نہیں دکھایا گیا ہے بلکہ بعد میں اس پوشیدہ باس کو قطعی نظر انداز کر دیا گیا اور ساری ذمہ داری سمگلروں کے بادشاہ سر سید رحیم پر رہنے دی گئی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ مجرم کا کردار بھرپور نہیں ہے۔ نہ تو قاری کو اس سے نفرت ہوتی ہے اور نہ محبت ہے بڑا سرسری سا کردار ہے اسی طرح اوشا، اوما اور ونود کے کردار اہم ہوتے ہوئے بھی سرسری ہیں۔ 'مہارانی' اپنی دلکش اور رواں دواں تحریر کے سبب ہی دلچسپ ہے ورنہ کرداروں کی بنیاد پر تو یہ ایک کمزور ترین جاسوسی ناول ہے جس میں جاسوسیت ہے مگر جاسوسی نہیں، ہر واقعہ محض اتفاق کے سہارے وجود میں آتا ہے۔ لیکن یہ ناول اس بات کا مظہر ضرور ہے کہ اگر کرشن چندر نے اسی صنف ادب میں بھی اپنے تجربے جاری رکھے تو جاسوسی ناول تخلیق کرنے میں بھی وہ منفرد حیثیت حاصل کر لیں گے۔

ایک بات یہ کہ کرشن جی نے 'دغا' کو 'دیا' (ص ۷۷) اور 'کیا' (ص ۲۰ —— کے ساتھ مذکر استعمال کیا ہے۔ جبکہ 'دغا' مؤنث لفظ ہے۔ لیکن اس قسم کی مذکر مؤنث غلطیاں تو پنجاب کے اردو ادیبوں کے ہاں ہوتی ہی رہتی ہیں۔

'مہارانی' کی کتابت طباعت مناسب ہے۔ کاغذ بھی سفید ہے اور کاغذ کی قیمت جبکہ دوگنی ہو چکی ہے اس لحاظ سے ناول کی قیمت دو روپے کم ہے۔ 'مہارانی' کرشن چندر کے دوسرے ہلکے پھلکے تفریحی ناولوں کی طرح صرف جاسوسی ناول پسند کرنے والوں ہی نہیں بلکہ غیر جاسوسی ناول پڑھنے والوں کو بھی پسند آئے گا۔ ● انور کمال حسینی

ایک کروڑ کی بوتل
(ناول)

مصنف : کرشن چندر
صفحات : ۲۲۴
قیمت : چھ روپے پچاس پیسے
ناشر : پنجابی پستک بھنڈار - دہلی،

ایک کروڑ کی بوتل' کرشن چندر کے تازہ ترین ناولوں میں سے ایک ہے۔ کرشن چندر اُردو کے ایک بہت بڑے افسانہ اور ناول نگار ہیں اور سب سے بڑی بات ہے کہ وہ زیادہ لکھتے ہیں اور خوب لکھتے ہیں، فکرانگیز تخلیقات کے ساتھ ساتھ ہلکا پھلکا ادب بھی وہ تخلیق کرتے رہتے ہیں۔ کرشن چندر ان گنے چنے ادیبوں میں ہیں جن کا ادب ہندوستان کی زبانوں کے علاوہ دنیا کی بہت سی زبانوں میں ترجمہ ہوا ہے اور ان سے اتنا معاوضہ یقیناً ملا ہوگا کہ یہ 'اشتراکی' ادیب شاید سرمایہ داری کی حدوں کو چھونے لگا ہو۔

کرشن چندر کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ جو کچھ بھی لکھتے ہیں بڑے دلچسپ انداز میں لکھتے ہیں، ان کا اپنا اسلوب ہے جس میں اتنی کشش ہے کہ وہ قاری کو اپنے ساتھ لے کر چلتا ہے۔ اگرچہ یہ بھی صحیح ہے کہ حد سے زیادہ لکھنے کے سبب کرشن چندر کی تحریر کی وہ انفرادیت ختم ہوتی جا رہی ہے جو دور سے ہی شناخت کرلی جاتی تھی یعنی ایک سطر پڑھنے سے ہی اندازہ ہوجاتا تھا کہ یہ کرشن چندر کا جملہ ہے لیکن اب بھی اگرچہ ہر جملے پر کرشن چندر کی چھاپ نہیں ہوتی پھر بھی جستہ جستہ ایسے جملے آتے رہتے ہیں جو پکار پکار کر کہتے ہیں کہ ہم کرشن چندر کے قلم سے نکلے ہیں۔ یہ صفت اُردو کے گنے چنے قلمکاروں میں ہی ہے جیسے راجندر سنگھ بیدی، منٹو وغیرہ۔

'ایک کروڑ کی بوتل' ہلکا پھلکا Imaginative ناول ہے۔ جو یقیناً الف لیلیٰ و لیلہ کی مشہور و معروف کہانی، الہ دین اور جادو کی چراغ سے متاثر ہو کر گیا ہے۔ اس ناول کے آخری صفحات یہ تاثرات دیتے ہیں کہ اگر ایسا ہوجاتا تو ......؟

ناول کی کہانی میں کوئی ندرت نہیں، بمبئی کی زندگی میں عموماً اور دوسری جگہوں پر اکثر و بیشتر ایسی کہانیاں جنم لیتی رہتی ہیں۔ ایک جوان جوڑے کی محبت کی کہانی ہے —

ایک جوان لڑکا رنجیت جس کا سمنت گیر باپ ایک گیراج مالک ہے اور جو اپنے
بیٹے کو اس کی پسند کی لڑکی سے شادی کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ کیونکہ لڑکی اس
کے نزدیک چیندے آفتاب چند سے بہتاب ہونے کے باوجود "حرامن" ہے —
اس کی قیمت ایک سیٹھ لگا رہا ہے کیونکہ وہ اسے اپنی 'رکھیل' بنانا چاہتا ہے لیکن
لڑکی ایک سیدھی سادی گھریلو زندگی گزارنا چاہتی ہے۔ اسے گیلے گیلے بڑھاپے سے
بہت نہیں بلکہ طاقتور اور مضبوط بانہوں کی ضرورت ہے۔ لڑکا مجبور ہے لڑکی کو جلدی
ہے۔ سمندر کے کنارے بیٹھے ہوئے انھیں سمندر میں بہہ کر آتی ہوئی ایک بوتل ملتی
ہے جس میں ایک وصیت بند ہے کہ جس کسی کو یہ بوتل ملے گی وہ ایک کروڑ کی جائیداد
کا مالک ہوگا۔ یہ جائیداد کیسے حاصل ہوگی اس کا طریقہ بھی اس میں درج تھا مختصر
یہ کہ دونوں وصیت نامے کو اس سالیسیٹر کے پاس جاتے ہیں جس کا اس میں نام
لکھا تھا۔ وہاں پتہ چلتا ہے کہ وصیت کرنے والا سیٹھ زندہ ہے اور وہ اس وصیت
کو کینسل کر چکا ہے۔ لیکن پھر بھی وہ کروڑپتی وصیت والی بوتل لانے والے سے ملنا چاہتا ہے
وہ اب بھی لاولد ہے اور اب اس کی جائیداد کی قیمت ایک کروڑ نہیں بلکہ دو کروڑ
ہو چکی ہے۔ وہ اندو (لڑکی) کو دیکھتا ہے اور اسے بیٹی بنا لیتا ہے اور اپنی دو کروڑ کی
جائیداد کی وارث مقرر کرتا ہے مگر اس صورت میں کہ وہ اپنی پرانی زندگی کو قطعی
فراموش کر دے، رنجیت کو بھول جائے، نئی زندگی کو نئی آن بان سے اپنائے کیونکہ زندہ
رہنے کا یہ اصول بہت پرانا ہے کہ فرد جس ماحول میں رہے وہیں کے طریقے اپنائے ۔
(ص ۱۷۶) لیکن آخر میں پتہ چلتا ہے کہ یہ سب کچھ رنجیت کا خواب تھا جو اس نے
دیکھا اور سوچا کہ اگر دولت مل جائے گی تو اس کی محبوبہ اس سے بچھڑ جائے گی — اس
احساس کے ساتھ ہی وہ ایک فیصلہ کرتا ہے اور مختصر آمدنی میں ہی اپنی محبوبہ کو بیوی
بنانے کا تہیہ کر لیتا ہے۔ اور وہ اور بہتر کے انتظار میں کوئی رسک لینا پسند نہیں کرتا
اس طرح ان کی زندگی کی مسرت بھری شروعات ہو جاتی ہے کیونکہ "خوشی تو
سمندر کی لہروں پر اچھلتی ہوئی کسی کو نہیں ملتی۔ خوشی کو اپنے ہاتھوں سے

میں اس طرح لیتا ہے کہ وہ کہانی میں گم ہو کر رہ جاتا ہے اور پھر جگہ جگہ کرشن چندر کے بھرپور جملے جن کو Quotations بنایا جا سکتا ہے اور نا ممکن ہے کہ پڑھتے وقت قاری ان کئے مزہ نہ لے اور ان پر غور و فکر نہ کرے ۔ چند جملے درج ذیل ہیں ۔

" سمندر کی طرف دیکھنا ایسا ہی ہوتا ہے جیسا اپنے اندر جھانکنا" (ص ۷)

" معلوم نہیں ان سب بڈھوں کی نگاہوں میں ایک گیلی گیلی کھلبلی سی کیفیت کیوں ہوتی ہے ؟ " (ص ۹)

" اور یہ مجبوری کی بیماری انسان کو ہولے ہولے گھن کی طرح کھا جاتی ہے ۔ (ص ۔ ۱۶)

" بات کی تہہ تک پہنچنے کا طریقہ عورت کا بالکل اپنا ہوتا ہے ۔ مرد کسی فیصلے تک پہنچنے کے لیے ذہنی سفر کرتا ہے ۔۔۔۔ عورت ایک جذباتی سفر کرتی ہے ۔ مرد کا فیصلہ خارجی اعتبار سے زیادہ صحیح ہوتا ہے ، عورت کا نفسیاتی اعتبار سے ! (ص ۱۸)

" اس کی ماں کالی آنکھوں ، کالے بالوں اور سانولے رنگ کی عورت تھی جو جوانی میں جان ضرور رہی ہوگی ! " (ص ۱۹)

چند سو صرف مصیبت ہیں ، چند ہزار صرف افلاس ہیں ، چند لاکھ محض ناکافی ہیں ، ہاں ۔۔۔ تیس چالیس لاکھ کے اوپر دولت خود بخود بڑھنے لگتی ہے ۔ یہیں کچھ کرنا نہیں پڑتا ۔ بس کرسی پر بیٹھے رہو اور اس دولت کو خود بخود ایک حاملہ عورت کے پیٹ کی طرح بڑھتے ہوئے دیکھتے جاؤ ۔۔۔۔ " (ص ۴۸)

" فلموں نے بڑا غضب ڈھایا ہے ، امیروں کے گھر ، ان کے کمرے ، ان کی شان و شوکت ان کے لباس ، ان کی دعوتیں ، ان کے باتھ روم ، ان کا سامان تعیش دکھا کر جس طرح غریبوں کو للچایا ہے ، ایسا کسی سوشلسٹ پارٹی سے بھی ممکن نہ ہوا ہوگا ۔۔۔۔ " (ص ۵۲)

" انسانی فطرت کتنی جلدی اپنے آپ کو بدلتے ہوئے حالات کے مطابق ڈھال لیتی ہے ۔ خصوصاً جب کہ حالات اچھے ہوں " (ص ۵۵)

" ہائے ری ایک جوان عورت کے لیے اپنے آپ کو قابو میں رکھنا کتنا

ل ہے ؟" (ص ۶۵)

"ہر بشر کے دل میں امید کا کوئی ایسا آتشکدہ ہوتا ہے جو کبھی بجھتا نہیں" (ص ۷۷)

"زندگی ایک پھول ہوتی ہے اور مرجھا جاتی ہے، زندگی ایک پتھر ہوتی ہے اور
س جاتی ہے۔ زندگی لوہا ہوتی ہے اور زنگ کھا جاتی ہے، زندگی آنسو ہوتی ہے
رگر جاتی ہے۔ زندگی مہک ہوتی ہے اور بکھر جاتی ہے، زندگی سمندر ہوتی ہے
س پر لہر در لہر خواہشیں تڑپتی رہتی ہیں —" (ص ۸۴)

"محبت اعلیٰ ظرف حماقت کا دوسرا نام ہے" (ص ۹۸)

اندو کے سارے جسم میں کہیں فالتو گوشت نہیں ہے، سوائے وہاں کے
بہاں چاہیے کیسا تنا ہوا خود مختار بدن ہے ؟!! (ص ۱۰۲)

— جوانی میں عورت سر سے پاؤں تک دل کش ہوتی ہے۔ پھر دھیرے
دھیرے دل کشی صرف کسی کسی جگہ پر رہ جاتی ہے۔ پھر ایک دن یہ دل کشی روٹھ کر
چلی جاتی ہے پھر صرف کھنڈر رہ جاتے ہیں، پھر کھنڈر بھی نہیں رہتے" (ص ۱۰۸)

"اس دنیا میں کتنی ہی ایسی نیکیاں ہیں جن کے پیچھے بھیانک ہوسناکیاں چھپی رہتی
ہیں اور کتنی ایسی برائیاں ہیں جو اندر سے فرشتوں کی طرح معصوم ہوتی ہیں" (ص ۱۶۳)

"عورتوں کے پاس اپنے طریقے ہیں مردوں کے دل کے اندر جھانکنے کے لیے عورت
کے لیے ضروری نہیں ہے کہ وہ مرد کے ہونٹوں سے ادا ہونے والے الفاظ کو سنے! وہ
ایک بوسے سے بھی بہت کچھ معلوم کر سکتی ہے" (ص ۱۷۷)

"عورتیں کبھی وفادار نہیں ہوتیں، عورتیں وفادار رکھی جاتی ہیں" (ص ۱۷۹)

"محبت کے لیے اجنبیت بہت ضروری ہے" (ص ۱۹۵)

"مرد کا دل منطق نہیں سمجھتا یا عورت کے دل کی منطق ہی کچھ اور ہوتی ہے" (ص ۲۰۹)

"عورت انتقام میں کس قدر خطرناک ہو جاتی ہے" (ص ۳۱۱)

غرض "ایک کروڑ کی بوتل" اپنی پُر لطف کہانی اور بھرپور جملوں کے ساتھ ایک دلچسپ
ترین ناول ہے جس میں کرشن چندر کے شگفتہ اندازِ تحریر کی انفرادیت اپنے بھرپور انداز
میں موجود ہے۔ صاف ستھری کتابت کے ساتھ ناول سعید کا غذ پر شائع کیا گیا ہے
جو کہ پنجابی پستک بھنڈار کی اپنی خصوصیت ہے۔ انوار کمال حسینی

فسانۂ مبتلا

ڈپٹی نذیر احمد

تصحیح و ترتیب ڈاکٹر صدیق الرحمن قدوائی
صفحات سائز ۲۰ × ۳۰/۱۶
قیمت : طلبہ اڈیشن -/۵ لائبریری اڈیشن -/۷
ناشر : مکتبہ جامعہ لمیٹڈ ۔ جامعہ نگر۔ نئی دلی ۲۵

نذیر احمد اردو کے پہلے ناول نویس ہیں ۔ انھوں نے اپنی ناولوں کو اصلاحِ معاشرت کا وسیلہ بنایا ۔ اُن کے کردار ایک علامت بن کر سامنے آتے ہیں ۔ وہ کسی وصف یا عیب کی نمائندگی کیا کرتے ہیں اور عموماً اسم بامسمٰی ہوتے ہیں ۔ فسانۂ مبتلا المعروف بہ محصنات میں ہیرو کی داستانِ ابتلا درج ہے جس کے بارے میں ڈاکٹر صدیق الرحمن نے اپنے مختصر پیش لفظ میں بجا طور پر فرمایا ہے کہ " وہ خاندانی بندھنوں میں پھنسا ہوا ہے مگر اس کی فطرت اسے اُن سے نکلنے پر اکساتی ہے ۔ اُن سے نکلنا اس کی تقدیر میں نہیں اور فطرت کو کچلنا اس کے بس میں نہیں ۔ چنانچہ وہ ایک ایسے کا ہیرو بنا ۔ اسے فخر خاندان ہونا تھا ۔ مگر ننگِ خاندان ہو گیا ابتدائی تربیت ضرورت سے زیادہ لاڈ پیار میں ہوئی ۔ کم سنی میں شادی کردی گئی ۔ صاحبِ حیثیت اور حسن پرست تھا ۔ جوان ہوا ، عاشق ہوا اور پھر برباد ہوا ۔ کیونکہ اس نے دوسری شادی اپنی محبوبہ سے کی تھی جس کا حسب نسب بھی مشتبہ تھا ۔ فسانۂ مبتلا تعدد ازدواج کی مخالفت میں لکھا گیا تھا " لہٰذا فسانۂ مبتلا اپنے موضوع کے اعتبار سے ہمارے موجودہ مسائل سے دور نہیں ہے اور اس سے نذیر احمد کے میدان طبع اور اسلوب کی بھی پوری نمائندگی ہوتی ہے ۔

کتاب کے خاتمے پر فرہنگ درج ہے جو نذیر احمد کی ہی تیار کردہ ہے ۔ فاضل مرتب نے اسے جوں کا توں رہنے دیا ہے ۔ اس فرہنگ کی افادیت میں امتدادِ زمانہ نے فرق ڈال دیا ہے ۔ ایسے بہت سے الفاظ شامل نہیں جو آج کے قاری کے لئے غیر مانوس ہیں اور ایسے موجود ہیں ۔ جو اب عام زندگی میں آج بس چکے ہیں ۔ مثلاً پرچول ، کسوف وخسوف کے معنی درج نہیں ہیں مگر پرنسپل اور یونیورسٹی کے درج ہیں ۔ اس کے علاوہ نذیر احمد نے فرہنگ تیار کرتے وقت بعض جگہ محض لغوی معنی درج کرنے پر ہی اکتفا کیا ہے اور عبارت کے اندر جس مفہوم میں وہ لفظ ادا ہوا ہے اُسے نظرانداز کر گئے ہیں ۔ مثلاً چکتہ ۔ کے معنی صرف " موتہہ سے کاٹنے کا نشان " درج ہیں جبکہ عبارت کے اندر داغ یا دھبّے کے معنی میں آیا ہے ۔

اتو کرنا ' کے معنی محض " ادھیڑ دینا ۔ اصل میں اتو اس نقش و نگار کو کہتے ہیں جو کپڑے پر
ایا جاتا ہے " درج ہیں جبکہ اصطلاحی معنی ' پریشان کرنا ' درکار ہیں ۔ لہذا موجودہ صورت
ں ' فرہنگ ' کی حیثیت متن کے ایک جزو کی سی رہتی ہے اور اس سے خاطر خواہ فائدہ نہیں پہنچ
نابت و طباعت کے اعتبار سے ' فسانہ مبتلا ' بھی سلسلہ معیاری ادب کی دوسری کتب
کے مثل ہے ۔

عبداللہ ولی بخش قادری

" قادر نامہ غالب "

مرتبہ : عبد القوی دسنوی

صفحات : ۳۲ سائز $\frac{18 \times 22}{8}$

قیمت ایک روپیہ پچاس پیسے

ملنے کا پتہ شعبۂ اردو ، سیفیہ کالج ، بھوپال

غالب کے نثری کارنامے اور قلمی ؟ دگزاریوں کے جتنے بھی معروف اور غیر معروف
شواہد اور ثبوت موجود تھے ان سب کو ' غالبیات ' کے اس دور میں ہر ممکن طریقے سے سامنے
لایا گیا اور لایا جا رہا ہے ، اسی سلسلے کی ایک کڑی " قادر نامہ " بھی ہے ، جس کو انھوں
نے اپنے نہایت عزیز اور جواں مرگ بھانجے زین العابدین خاں عارف کے دونوں بچوں
باقر علی خاں اور حسین علی خاں (جن کو مرزا اپنی اولاد کی طرح چاہتے تھے) کو پڑھانے کی غرض سے
لکھا تھا ۔ یہ مختصر کتاب " خالق باری " کے طرز پر تحریر کی گئی تھی ۔ وہی خالق باری جو حضرت
امیر خسرو سے منسوب ہے اور جو بقول مولانا محمد حسین آزاد " کئی بڑی بڑی جلدوں میں تھی "۔
ضرورت سمجھیے یا مرزا کی جدت طرازی کہ انھوں نے اس ضخیم " منظوم لغت " کو
بے حد مختصر اور مفید تر بنا دیا ۔ ان میں اردو و ہندی عام بول چال کے سیکڑوں اسم اور فعل اور ان کے
عربی ، ترکی ، فارسی مترادفات جمع کر دیئے گئے ہیں ۔ بحر اتنی آسان اور انداز اتنا سادہ و عا
فہم کہ بچے تو بچے بڑوں کو بھی پڑھنے میں لطف آتا ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ معلومات اور
الفاظ میں اضافہ ہو رہا ہے ۔

" قادر نامہ " جس تاریخ سے ایک سو ستر برس پہلے دہلی میں چھپا تھا اس
سے ۱۹۶۵ء تک ہندوستان اور پاکستان سے تیرہ بار چھپا اور اب جناب عبد القوی
دسنوی ، ادب نوازی اور فن پسندی کی بدولت اس کا ایک اور بہت
... صورت جس کی عالمانہ ...

تلاش و تحقیق کے باعث، ایک بھولی بسری، درسی کتاب، ضروری تعارف اور تشریحات کے ساتھ، دستیاب ہونے لگی اور پھر ایسے زمانے میں جب کہ اپنے ملک میں اس کی طباعت و اشاعت کا سوال نہیں رہ گیا تھا اور لاہور یا کراچی سے اس کا منگانا ایک نامعلوم مدت تک محال ہو گیا ہے۔

رسنوی صاحب کا ترتیب دیا ہوا یہ نسخہ، سابق نسخوں کے مقابلے میں کئی حیثیتوں سے بہتر اور مواد و ضخامت میں بھی زیادہ ہے۔ سابقہ نسخے جیسا کہ مالک رام صاحب نے لکھا ہے۔ کل ۱۳۸ شعر، بارہ شعروں کی دو غزلوں اور چار شعر کے ایک قطعہ پر ختم ہو جاتے ہیں۔ نسخۂ رسنوی میں پندرہ "ابیات در صفت شہر و بازار دہلی" غیر منقسم ہندوستان کے چھیاسٹھ شہروں میں سے انتالیس (۳۹) کے نام۔ اس کے بعد "متفرق نظم دلچسپ" کے عنوان سے چودہ شعر اور پھر دو دو شعر، ہاتھی، رباعی، شیر دریائی گھوڑا، گائے بیل (عنوان ایک شعر چار) زرافہ، کنگارو، مگر، بردار دیل، ایکھموس کا کتا، غولی اونٹ کے متعلق اور آخر میں "مذمت افیونیان و چانڈو بازان" کے عنوان سے اٹھارہ شعروں کی ایک نظم۔ غرض بچوں کی دلچسپی، نصیحت اور معلومات عامہ کے خیال مرزا سے یہ ضروری یا غیر ضروری کوششیں بہت زیادہ ممکن اور جامع نہ ہی۔ لیکن ان کی تعلیمی فہم و نظر پر کچھ روشنی ضرور ڈالتی ہیں۔

بہرحال غالب نوازوں کے لیے ایک غالب شناس کی طرف سے یہ ایک تحفہ ہے خوش نما، مفید اور کارآمد۔

ولی شاہجہاں پوری

تصورات بیدل

مصنف: کیلاس نرائن کول بیدل دہلوی

قیمت: پانچ روپے

پبلشر: دانش محل، امین آباد، لکھنؤ

سورگیہ کیلاس نرائن کول بیدل دہلوی کے کلام کا یہ انتخاب ان کے صاحبزادے [illegible]این، کول کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ موصوف نے اپنے والد کے منتشر کلام پر [illegible]ر ڈالنے اور اس کا ایک انتخاب کرنے کی درخواست مرحوم نواب مرزا جعفر علی

خاں اخترؔ لکھنوی سے کی تھی جسے انھوں نے قبول فرما لیا تھا اور پورے مجموعے کو غور سے دیکھ کر انتخاب کر دیا۔ پنڈت کیلاس نرائن کول بیدلؔ دہلی کے باشندے تھے، ان کے والد پنڈت شیو نرائن کول پنجاب میں اسپیشل منیجر کورٹ آف وارڈس اور اس کے بعد پنجاب کی ایک ریاست مالوہ میں چیف منسٹر کے عہدوں پر فائز رہے، ریٹائر ہونے کے بعد دہلی آئے اور وہیں بس گئے۔ یہیں ۱۸۹۸ء میں بیدلؔ صاحب تولد ہوئے۔ بیدلؔ کی تعلیمی زندگی بہت شاندار تھی۔ انھوں نے ۱۹۲۱ء میں قانون کا امتحان پاس کرنے کے بعد اپنے خسر صاحب کے ساتھ مظفر نگر میں وکالت شروع کی اور کچھ ہی دنوں میں اس علاقے کے نامور وکیلوں میں ان کا شمار ہونے لگا۔

بیدلؔ صاحب گوناگوں دلچسپیوں اور مشاغل کے ساتھ ساتھ ادبی اور تعلیمی زندگی میں ہمیشہ ایک نمایاں حصہ لیتے رہے۔ انھوں نے کافی بڑے پیمانے پر نہایت کامیاب مشاعرے منعقد کرائے اور وہاں کی ادبی زندگی میں ایک نئی روح پھونک دی۔

بیدلؔ کے کلام پر تبصرہ کرتے ہوئے مشہور شاعر پنڈت آنند نرائن ملاؔ فرماتے ہیں "بیدلؔ کی شاعری ایک بے لوث پرخلوص ——— اور درد مند دل کی آواز ہے جو انسان سے بھی پیار کرتا ہے اور اپنے وطن سے بھی لیکن یہ پیار شدید ہوتے کے باوجود ایک آئین ضبط کا قائل ہے اس میں اظہار کم ہے احساس زیادہ۔ چمک دمک نگاہوں کو خیرہ نہیں کرتی، لیکن گداز اور لطافت نمایاں ہے۔ جذبات شعلہ بن کر نہیں بھڑکتے۔ لیکن ایک دھیمی آنچ کی گرمی جو شعلوں سے زیادہ دیر پا ہوتی ہے۔ ایک ایک اشعار کو تابناکی عطا کرتی ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے ان کا وفا سرشت اور مہذب دل ایک ہے۔ حجاب جلوۂ عریاں پیش کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ ان کے دل کی کسک اک آہ زیر لب سے آگے نہیں بڑھتی۔ ان کا غم آنسوؤں ہی میں ڈھل جاتا ہے نالہ نہیں بن پاتا اور ان کی خوشی تبسم کی حد سے گذر کر قہقہہ تک نہیں پہنچ پاتی"۔

"تصوراتِ بیدلؔ" کے شروع میں چند رباعیاں اور قطعات ہیں ان کے بعد غزلیں اور نظمیں ہیں۔ ان کے کلام میں تازگی، شیرینی اور گوہر افشانی ہے۔ جذبات کی گرمی اشعار کے وسیلے سے نرم دھاروں کی شکل میں نمودار ہو کر آتی ہے۔

بیدلؔ کی شاعری میں روایتی عشق و محبت کے تصورات کی بجائے عصری

مسائل کی گونج ہے۔ ان کی شاعری محض نقالی نہیں بلکہ تجربہ پر قائم ہے۔ انھوں نے گل و بلبل اور قیس و فرہاد کے پیرائیہ میں غم دوراں کا بیان کیا ہے۔ ان کی غزل کا ہر شعر مکمل وجدانی کیفیت کا حامل اور فرق جمال اور جذبۂ عشق سے سرشار ہے۔

نظر برآنی

رُوپ رس

مرتب:۔ پروفیسر جاوید وششٹ
صدر شعبۂ اردو دلی کالج۔ دہلی
صفحات:۔ ۱۸۴ قیمت:۔ ۵ روپے
ناشر:۔ بک سروس ۵۱۰ مٹیا محل دہلی ۶

"روپ رس" تاجدار گولکنڈا سلطان محمد قلی قطب شاہ معانی کی رومانی نظموں کا انتخاب ہے۔ کتاب کا آغاز محمد قلی قطب شاہ کا مختصر تعارف سے ہوتا ہے۔ کتاب میں تفصیلی مقدمہ ہے جو پچاس صفحوں پر چھپا ہوا ہے۔ مقدمہ کے بعد غزلوں اور نظموں کا انتخاب ہے۔ سب سے پہلے وہ غزلیں ہیں جو معانی نے اپنی پیاریوں کے لیے لکھی ہیں۔ اس کی تعداد ساٹھ ہے۔ غزلوں کے بعد انیس نظموں کا انتخاب ہے جیسے اسرار شباب، انداز شباب، ترانۂ عیش، عیش وصال، بعد وصال، جلوہ، مہندی وغیرہ۔ انتخاب میں چار ریختیاں اور اکیس رباعیاں بھی شامل ہیں اور آخر میں تفصیلی فرہنگ ہے۔

تعارف میں اکبر، جہانگیر، اور شاہ جہاں کی خصوصیات کے پیش نظر اس تاجدار کو دکن کا اکبر، جہانگیر اور شاہ جہاں تصور کیا گیا ہے اور اس کے شاعرانہ فن و کمال کے نقطۂ نظر سے اس لچکتی دھنک، کنول کی پنکھڑیاں، چندر کی کرن اور سنگیت رس کا پیکر کہا گیا ہے۔ مقدمہ میں سلطان کی جنسی بھوک، ناآسودگی اور داد عیش پر اظہار خیال کے ساتھ اس کے مذہبی رجحانات اور رجحانات کے اسباب بیان کیے گئے ہیں مقدمہ میں برسبیل تذکرہ سلطان کی ایک معشوقہ بھاگ متی کے عدم و وجود کی بحث بھی آجاتی ہے۔ اس کے بعد پیاریوں سے متعلق سلطان کی لکھی ہوئی نظموں کے خلاصے اس طرح پیش کیے گئے ہیں کہ ہر پیاری کا سراپا سامنے آجاتا ہے۔ آخر میں پیاریوں کی صورت و سیرت کے لحاظ سے ان کی امتیازی خصوصیات بیان کی گئی ہیں۔ پیاریوں

کے زیورات کی تفصیل بھی پیش کی گئی ہے اور نظموں کی فضا پر دیومالا کی چھاپ ہونے کا خیال ظاہر کیا گیا ہے۔

سلطان محمد قلی قطب شاہ اردو کا پہلا صاحبِ دیوان شاعر مانا جاتا ہے۔ اردو ادب میں اس کو مجتہد کا درجہ حاصل ہے۔ اس نے ریختہ کے مقابلے میں فارسی کے نہج پر اردو غزل کو روشناس کرایا، اس کا یہ ادبی تجربہ چند غزلوں پر موقوف نہیں ہے بلکہ ہزاروں اشعار پر مشتمل ہے۔ زبان کے اعتبار سے اس کو ضرور دشواریاں پیش آئی ہیں لیکن تخیل کی بلندی اور قلبی واردات کے اظہار کے سلسلہ میں قطب بلند پایہ شاعر ثابت ہوتا ہے۔ اس کا کلام زندگی کی فلسفیانہ پیچیدگیوں سے خالی ہے مگر رندانہ جراُتوں کے اظہار سے بھرا ہوا ہے۔ اس کی تخلیقات کے خاص موضوع حسن، حسن کے لیے نظر اور عشق و ہوس کی رہ گزر ہیں۔

ڈاکٹر سید محی الدین زور قادری مرحوم نے قطب کا کلیات بڑی محنت اور کاوش سے مرتب کیا ہے۔ مرحوم کی ادبی خدمات میں اس ادبی کاوش کو خاص درجہ حاصل ہے اس کے لیے مرحوم کو جتنی داد دی جائے کم ہے۔ مرحوم نے اپنے تفصیلی مقدمہ میں عیش و عشرت کی فراوانی کی سرخی کے تحت قطب کی پیاریوں کا تفصیلی ذکر کیا ہے اور قطب کی نظموں کے خلاصے بیان کرتے ہوئے ہر ایک پیاری کا سراپا بھی دیا ہے اور زیورات کی تفصیلات لکھی ہیں۔

محمد قلی قطب شاہ، جاوید صاحب کا محبوب شاعر ہے۔ روپ رس سے پہلے ۱۹۶۲ء میں موصوف قطب کی غزلوں کا انتخاب "غزالِ رعنا" کے نام سے شائع کر چکے ہیں اور آئندہ قطب کی مذہبی شاعری کا انتخاب شائع کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ قدیم زبان قدیم شاعری سے جاوید صاحب کی دلچسپی ان کے ذوقِ سلیم اور تلاشِ حسن کی غماز ہے۔ موصوف کو قدیم اردو پر قدرت حاصل ہے۔ قدیم تخلیقات کے حسین نادر پیکروں کو روشناس کرا کے جاوید صاحب قابلِ قدر خدمت انجام دے رہے ہیں۔

زیرِ بحث کتاب روپ رس میں جاوید صاحب نے پیاریوں کی امتیازی ہے، بیان کرتے ہوئے کوک شاستر، کام کلا، اور اس قبیل کی کتابوں کی روشنی میں

[illegible]

کرنے کی کوشش کی ہے اتنا ہی نہیں بلکہ عورتوں کے گرمانے کے اوقات کی بھی وضاحت کی ہے۔ میرا ذاتی خیال ہے کہ اس قسم کی تفصیلات اس موقع پر غیر ضروری ہیں۔ جاوید صاحب نے شاید اس خیال سے اس پر اظہار خیال کیا ہے کہ وہ ان غزلوں کو جنسیاتی شاعری تصور کرتے ہیں۔ مگر غور سے دیکھا جائے تو جنسیات سے تعلق رکھنے والے اشعار کم ہیں اور حسن و عشق کی کیفیتوں اور قلبی وارداتوں کا بیان زیادہ ہے۔ ایک جگہ جاوید صاحب نے تحریر کیا ہے کہ " اس کی نظموں پر ہندو دیومالا کی گہری چھاپ ہے جس نے عریانی کو تقدیس اور جنبی آلودگی کو طہارت اور پاکیزگی بخش دی ہے " اور اپنے خیال کی تائید میں یہ ثبوت پیش کیا ہے کہ اسی لیے محمد قلی قطب شاہ اپنے مقطعوں میں نبی کے صدقے کا سہارا لیتا ہے۔ اس خیال سے اتفاق کرنے میں پس و پیش ہوتا ہے قلی قطب کا نواسا سلطان عبداللہ قطب شاہ بھی اپنے مقطعوں میں نبی کے صدقے کی آرزو کرتا ہے۔

مقدمہ میں بھاگ متی کے اختلافی مسئلہ پر اظہار خیال کرتے ہوئے اس کے وجود سے انکار کیا گیا ہے۔ اس امر سے اتفاق و اختلاف ایک الگ موضوع ہے اس سلسلہ میں یہ دلیل پیش کی گئی ہے کہ اگر بھاگ متی "حیدر محل" ہے تو پھر پیاریوں کی صف میں اس کو اوّل ہونا چاہیے تھا لیکن حیدر محل دسویں پیاری ہے۔ یہ دلیل اپنی جگہ پر درست ہے لیکن دسویں پیاری کے خطاب کی مناسبت سے شہر کو نام دینے کی وضاحت کر دی جاتی تو بہتر تھا۔

بہرحال جہاں تک قدیم اردو اور قطب کے فن و کمال کا تعلق ہے، کتاب ردو پر اس اردو سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے کارآمد ثابت ہوگی۔ اس ادبی کاوش کے لیے ہم جاوید صاحب کے شکر گزار ہیں۔

(ڈاکٹر) سید ظہیر الدین مدنی

یہ ایک تبسم

مصنف: برق آشیانوی ۔ صفحات ۱۶۰ قیمت ۳/-

پرنٹر پبلشر: زندہ دلانِ حیدرآباد

ملنے کا پتہ: محمد درگاہ معظم جاہی مارکیٹ حیدرآباد

یہ زندہ دلانِ حیدرآباد کی بھی خوب چیز ہیں۔ اس شگفتہ دلی کے اندوہناک دَور میں

ہنسا ہنسانا انھیں کا حصّہ ہے۔ پھر ستم بالائے ستم یہ کہ اپنے اس ہنسنے ہنسانے کو مجموعوں
کی شکل دے کر دنیا والوں کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس اردو کشی کے دَور
کو چٹکلوں میں اڑانا کوئی ان سے سیکھے۔ یہ خون کے آنسوؤں کو مسرّت کے آنسوؤں میں
تبدیل کرنا انھوں نے کہاں سے سیکھا ہے! میری ذاتی رائے ہے کہ ان قہقہا بردوش
لکھنے والوں کو چاہیے کہ ہر مجموعہ پر وہ تمام زندہ دلانِ حیدرآباد کے فوٹو بھی چھاپ دیا
کریں تاکہ دنیا کو یہ تو معلوم ہو کہ یہ ہیں علی بابا اور چالیس چور جو دنیا بھر کی ہنسی چرائے
بیٹھے ہیں اور شعلوں کی لپک میں بھی ہنسنا جانتے ہیں اور آپ دیکھ لیجیے گا کہ مذاق ہی مذاق
میں یہ حضرات جنت بھی حاصل کر لیں گے۔ اور جاتے جاتے سارے کے سارے عبادت اور
ریاضت والے دھرے کے دھرے رہ جائیں گے۔ جنت پر ہاؤس فل کی تختی لگوا دیں گے
ذرا ان کو چھو کر دیکھیے تو یہ کس آب و گِل کے بنے ہیں؟

زیرِ نظر مجموعہ ایک ایسے صاحب کی تخلیق ہے جو برق آشیانوی کا لبادہ اوڑھے
موسیٰ کلیم کا نام رکھ کر کتنے کوہِ طور خاکستر کروا چکے ہیں اور ہوش میں آنے کے بعد ان کے
چہرے پر بھی ویسی ہی مسکراہٹ رقصندہ نظر آتی ہے۔ جو حضرت موسیٰ کے چہرہ پر عمر بھر
رقصاں رہی۔ حقیقتاً زندہ دلانِ حیدرآباد میں یہ عصا بردار سے کم نہیں ہیں۔ ؎

"گو مشتِ خاک ہیں مگر آندھی کے ساتھ ہیں"

صورت اگرچہ ایک مُشت ریش بردار ہے مگر اندر سے ملا کی قہقہہ زار ہے۔ ظاہری کلیم اللہ
باطنی میں موسیٰ۔ ماشاءاللہ اگر آپ کو دیکھنا ہو تو آپ آج ہی حیدرآباد کا ٹکٹ لے کر ان کی
زیارت کر آئیں۔ ؎

[illegible] والے ہوتے ہیں [illegible]
[illegible] معلوم ہوتے ہیں جس کا اظہار
پیکر [illegible] ان کا ایک مضمون زیرِ نظر مجموعے میں شامل ہے [illegible]
[illegible] آپ نے اپنے بارے میں [illegible]
[illegible] زمانے میں۔
[illegible] کرنے کے بعد جب
[illegible]

وقاد آباد اسٹیشن سے رونا شروع کرکے بیگم بیٹھا اسٹیشن پر سوگیا اس کے
بعد غالباً ہمیں بھی ایک جھپک سی لگ گئی تھی۔ سکندر آباد اسٹیشن پر اترے
جملہ سامان پلیٹ فارم پر اتروالیا اور اس فہرست کے بموجب درست
پایا جو بمبئی سے چلتے وقت ہم نے بنائی تھی۔ اتفاق سے بچے کا نام اس
فہرست میں نہ تھا۔ بہر حال بچہ سوگیا تھا اس لیے کھو گیا۔"

اسی طرح "مزاج پرسی" عنوان سے جو مضمون ہے وہ بھی خاصا دلچسپ ہے ایک جگہ
لکھتے ہیں :-

"شام کو چھ بجے ماموں جان صاحب مزاج پرسی کو تشریف لائے۔ انہوں
نے رسماً پوچھا "کہو کیسے مزاج ہیں" اور جواب کا انتظار کیے بغیر حسب عادت
اپنی جائداد کے جھگڑوں کا قصہ چھیڑ دیا اور جب دستاویزات کا
پلندہ جو ہمیشہ ان کی جیبوں میں رہتا تھا نکال کر پلنگ پر رکھا تو بیگم
نے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا "ماموں جان اس وقت ان پر رحم کیجیے۔
بہت تیز بخار ہے" کیوں کہ وہ جانتی تھیں کہ ان کی داستان کم از کم
دو گھنٹے چلے گی۔ اس پر ماموں جان نے پلندہ سمیٹتے ہوئے کہا "ایسی بات
ہے تو پھر میں اگلے چہار شنبہ کو آکر دکھاؤں گا" اور پھر رخصت ہوگئے۔"

اس مجموعے کے تمام مضامین پڑھنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ مصنف میں تخیل کم اور آشنا نوسی
زیادہ ہیں۔ اسی وجہ سے بیانیہ جگہ جگہ ان سے بخل کرتی نظر آتی ہے چونکہ مشاہدہ قوی
ہے اس لیے بعض جگہ ان کا مشاہدہ بیانیہ کو اپنی ران سواری میں استعمال کرتا نظر آتا ہے
...سے اندازہ ہوتا ہے کہ جب انسان کی داڑھی تقریباً نہیں کی حد تک ہو تو انسان
...کر اپنے مشاہدات سے انشا پیش کرانے پر مجبور ہوتا ہے اور اسی ورزش سے
...نائی پیدا ہوتی ہے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ پورے مجموعہ میں آورد اور آمد نے
...یار کرلی ہے جس میں آورد کے دانے کچھ زیادہ ہوگئے ہیں۔

"...تبسم" پر بھارت چند کھنہ صاحب کا مقدمہ ایک سپریم کورٹ کے مقدمے
...یار تھا۔ اور سب سے پہلے وہ پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے جس میں وہ مصنف
... [illegible] کرتے ہوئے

"قدسیوں کی کھڑکیوں میں سے بس کے اندر داخل ہو جانے کے لیے نہایت موزوں ہے اگر اسی مناسبت سے جسم بھی دبلا ہوتا تو دوسروں کے گھروں میں روشندانوں کے ذریعہ داخل ہونے کی بھی سہولت رہتی اور چہرے کو چھپا کر موصوف ریل گاڑی میں ہاف ٹکٹ سے ہی سفر کر سکتے مگر افسوس کہ ایسا نہ ہو سکا اور ریل والے موصوف کے ہاتھوں دھوکا کھانے سے بال بال بچ گئے۔ پھر بھی موصوف کو اپنے پہننے کے کپڑے خریدنے کے معاملے میں کافی بحث ہوتی ہو گی۔ اس بارے میں اس کتاب کے مصنف مجھ سے وعدہ لے چکے ہیں کہ میں اس نکتہ کی تشہیر نہ کروں کیونکہ ان کو ڈر ہے کہ اس بات کو سمجھ کر کہیں ٹیکس لگانے والے ان کے سائز کی برادری پر زائد ٹیکس عائد کرنے کا ارادہ نہ کر بیٹھیں۔ بہر صورت شکل و صورت شریفانہ۔ چہرے پر فرنچ کٹ داڑھی، مزاج میں بے حد انکساری آواز نہایت دھیمی، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ لیڈری کے دائرے سے باہر اور گھر سے نکل کر نعرے لگانے اور احتجاج کرنے والوں کے لیے بالکل بے کار ہیں"۔

اس مجموعہ کا سب سے اچھا مضمون "چیچ جیم" ہے۔

غلام احمد فرقت کاکوروی

برگِ آوارہ (جادو نمبر)

مرتبہ:۔ محمود خاور

صفحات:۔ ۱۹۲ قیمت:۔ چار روپے

ناشر:۔ شالیمار پبلیکیشنز ۲۸۷-بی-شانتی نگر

حیدرآباد ۳۶

آذر ان لوگوں میں ہیں جنھیں زندگی کرنے کا سلیقہ آتا ہے۔ اگرچہ زندگی سے انھیں ملا؟ حسرت و غم، ناکامی و نامرادی، یاس و قنوطیت کے داغ، لیکن انھیں داغوں سے عمر بھر چراغاں کرتے رہے ؎

"لب پہ حرفِ غزل، دل میں قندیلِ غم"

اور یہ اس لیے کہ انھیں زندگی سے پیار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ غم حیات کی راہ

گزر کر وہ شعور و آگہی کی منزلوں کو پا گئے ہیں۔ یقیناً ایسے لوگ بلند حوصلہ، عالی ظرف اور پُر وقار شخصیت کے مالک ہوا کرتے ہیں۔ ان کے خیالات و جذبات کے آئینوں میں زندگی اپنی تمام تر حقیقتوں اور تمام تر رعنائیوں کے ساتھ جلوہ فرما ہے۔ وہ دنیا کے آلام و مصائب پر چیں بہ جبیں نہیں ہوا کرتے بلکہ ایک ادائے بے نیازی سے مسکرا دیا کرتے ہیں۔ وہ زخموں پر پھاہے رکھنے کی بات نہیں کرتے۔ سوزش اور ٹیس سے ایک خاص لذت پاتے ہیں۔ سوزِ دروں کی آگ میں جھجک نہیں جاتے اس میں تپ کر توان کی شخصیت کچھ اور نکھرتی ہے۔

خورشید احمد جامی بھی ایسے ہی لوگوں میں سے تھے۔ جامی کی کتابِ حیات کا ہر ورق حرفِ غم سے عبارت ہے۔ لیکن اسی غم نے انھیں شعورِ ذات بھی بخشا اور شعورِ کائنات بھی۔ قدرت کی طرف سے انھیں فہم و ادراک کی جو دولت ملی تھی اس سے جامی نے اپنی زندگی کو سنوارا۔ ناسازگار حالات میں بھی وہ جیالوں کی طرح جیے اور زندگی کی محبت کے نغمے الاپتے ہوئے اس جہانِ فانی سے رخصت ہو گئے۔

جن شعرا میں غیر معمولی اُپج کا مادہ ہوتا ہے، وہ شاعری صرف اپنے لیے نہیں، لوگوں کے لیے نہیں بلکہ اپنے اندر کی URGE سے مجبور ہو کر کرتے ہیں۔ جامی فطری شاعر تھے لیکن عصری حسیت ان میں کہیں زیادہ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا لہجہ نئی نسل کے لیے اجنبی نہ تھا اور اسی کے ساتھ ہی ابلاغ و ترسیل کے مراحل سے بھی وہ [illegible]اب گزرے ہیں۔ جس سے ہمارا ذہن "انھیں" بلا جھجک قبول کرتا ہے۔ جامی کے [illegible]ز ہیں۔ اکثر ان کی غزلوں میں ایک مترنم کیفیت ایک غنائیت کا احساس ہوتا [illegible] خاموش فضا میں جلترنگ کی ہلکی ہلکی صدا لہریں لے رہی ہو۔

[illegible]امی ایک عرصہ تک اپنے انداز کی شاعری کرتے رہے لیکن ۵۸ء سے انھوں [illegible]عری کو جس نئے موڑ سے آشنا کیا وہ آپ اپنی مثال ہے۔ جامی نے بلاشبہ [illegible] نیا آہنگ بخشا۔ الفاظ کے موتیوں میں استعاروں کی جِلا تے اشعار میں ایک عجب [illegible] کر دیا ہے۔ چنانچہ یہ مسلم حقیقت ہے کہ جامی کا اسلوبِ غزل منفرد ہے ان [illegible]شعار دیکھیے۔

[illegible] تنہائیاں جس کو زندگی ہے وہ ہم کہیں آ[illegible]

ایک دشتِ بیکراں کی طرح سنسناتی ہے رات
تھامے رہو حسین اُجالوں کے نرم ہات

آپ کے شہر میں اب کے تو بڑی رونق تھی
لوگ ہاتھوں میں صلیبوں کو لیے چلتے تھے

اے ظلمتِ ایام ذرا ہاتھ بڑھا کر
محرابِ تمنا سے کوئی شمع اٹھا لے

کچھ اور تیرگیِ شامِ غم سہی حاؔجی
کچھ اور اپنے چراغوں کی لو بڑھا دوں گا

دیکھو تو صرف ایک اندھیرا ہے بیکراں
سوچو تو زندگی بھی اُجالوں کا شہر ہے

صدیوں کی سلگتی ہوئی سانسوں کا فسانہ
حالات نے ہر شخص کے چہرے پہ لکھا ہے

ان اشعار کو پڑھ کر کون حاؔجی کے اسلوب کی داد نہ دے گا۔ ان شعروں میں کرب و احساس کی دھیمی دھیمی آنچ بھی ہے اور زندگی کا نکھار بھی۔ خوبی کی بات یہ ہے کہ المناکیوں اور تلخیوں کے باوجود زندگی سے شکست کا اعتراف آپ کو حاؔجی کے کسی شعر میں نہیں ملے گا۔ بلکہ حاؔجی زندگی سے جس قدر قریب ہیں کچھ وہی اسے سلیقے سے برتنا یا سمجھانا جانتے ہیں۔ حاؔجی کی عظمت ہمارے دلوں میں اسی لیے ہے کہ یہ شاعر خود بھی زندگی سے پیار کرتا ہے اور دوسروں کو بھی حوصلہ بخشتا ہے۔

"برگِ آوارہ" کا حاجی نمبر خورشید احمد حاؔجی کی حیات اور فکر و فن پر ایک دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے۔ ہر مکتبۂ فکر کے اہلِ قلم نے حاؔجی سے متعلق مختلف موضوعات پر اپنے خیالات کا (نثر و نظم میں) اظہار کیا ہے۔ علاوہ ازیں حاؔجی کے مجموعۂ کلام "برگِ آوارہ" اور "رخسارِ سحر" کے انتخاب نے اس نمبر کی افادیت کو کچھ اور بڑھا دیا ہے۔ محمود خاور مبارک باد کے لائق ہیں کہ انھوں نے مواد کو سلیقہ سے جمع کیا۔

مجھے یہ بھی کہنا ہے کہ جہاں چند مضامین مصنف کی عرق ریزی اور حاؔجی سے خلوص کا ثبوت ہیں بعض نہایت سرسری اور تشنہ ہیں۔ مالک رام اور شاد تمکنت مصنفہ حاجی احمد رزاقی" سے متعلق جن خیالات کا اظہار کیا گیا ہے بیان میں بڑا تضاد ہے۔ قیاس اغلب ہے کہ شادؔ کی بات حقیقت سے زیادہ بعید نہیں۔

۱۹۲ صفحات پر مشتمل عام رسالہ سائز کے اس حاؔجی نمبر کی کتابت اور طباعت گوارہ ہے سرورق کے علاوہ اندرونی صفحات پر حاؔجی کی چند

رخصتی پھول

مرتب:- ایم - اے - خاں
ناشر:- طاہر بک ایجنسی ۲۴۳۲ قاسم جان اسٹریٹ
دہلی ع ۶
صفحات ۱۴۴ سائز ۲۰×۳۰/۱۶
قیمت:- تین روپے

انسان سماج میں شادی بیاہ کی رسم اصل میں بقائے نسل انسانی کا ایک پاک
ریضہ ہے ، ایم - اے خاں نے رخصتِ عروس پر منظومات کو یکجا کر کے " رخصتی پھول " کے
م سے پیش کیا ہے - سرورق پر لباسِ عروس میں دلہن کی معقول تصویر ہے جس سے
ن لمحات کی نفسیاتی کیفیات کا اظہار ہوتا ہے - اس دلچسپ موضوع کی جانب مرتب
ی ذہنی جبّت اور انتخابِ مواد کی محنت دونوں چیزیں قابلِ داد ہیں - اس مخصوص
ور حسین موضوع پر ۱۴۷ منظومات درج ہیں ، جن میں استاد اور والدین ، ماں ، بہن اور
بھائی ، سہیلیوں اور عزیزوں کی جانب سے دلہن کے متعلق پیغامات شامل ہیں۔
شعراء کی تعداد کافی ہے - چند نام یہ ہیں :-
انور صابری - شفیع الدین نیر - سیدہ فرزانہ - رضی بدایونی ، استاد
پوری - التجا نقوی - محمود قادری - وزنتی نور - منظم صابری - ذوقی رامپوری
رام پوری وغیرہ ـــــ شاہد مخمور کا مزاحیہ " سفارت " نامہ دلچسپ ہے -
انور کمال حسینی نے تعارف لکھا ہے جس میں اس کو " منفرد انتخاب "
ہے ، لیکن مواد کا مطالعہ کرنے کے بعد اس رائے سے متفق ہونا مشکل ہے
بعض شعرا کے یہاں بحرے خارج مصاریع اور اشعار درج ہیں - بیشتر
را کے کلام کو کتابت کی غلطیوں نے بحر سے ساقط اشعار میں تبدیل
سالہ " بانو " دہلی سے جو منظومات لی گئی ہیں وہ بہتر ہیں - بعض شعرا
کو بروزنِ متن نظم نہیں کیا ہے اور یہ بڑا سقم ہے - بعض اشعار میں
کا تلفظ غلط نظم ہوا ہے - آرزو کا قافیہ نور (فارسی) لکھا گیا ہے
قزح " کو قوس و قزح " لکھا ہے جو یقیناً غلط ہے - " کثر " املا غلط ہے
کر " ... مثلاً :-

کون سے زیور ہیں اچھے یہ بتا دیجے مجھے ص۹ اور جو بدزیب ہیں وہ بھی بتا دیجے مجھے
مسرت کارواں در کارواں ہے آج محفل میں ص۲۳ محبت ہی محبت موجزن ہے آج محفل میں
اصول زندگانی ہو سدا سسرال کی خدمت ص۸۰ رہے پیش نظر ہر حال میں سسرال کی خدمت
مبارک لخت دل کی خانہ آبادی تھیں اتی ص۹۳ عدو کو باعث صد رشک تھی شادی سوائے اتی
ص ۹۵ - پہلے سفر میں دنیا، منظر، کھلنا، حلبہ کو بطور قوافی نظم کیا گیا ہے۔
اس طرح کی لغزشیں اور بھی ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ "رخصتی پھول" سے قارئین لطف اندوز ہوں گے اور بیشتر افراد کی ضرورت پوری ہو سکے گی لیکن معیار قائم رہنے کی صورت میں اس کو شعری مجموعوں میں ایک اضافہ تصور کیا جاتا — بہر حال یہ نقش اول ہے اس کی پذیرائی ضروری ہے۔
توقع ہے کہ دوسرے ایڈیشن میں محنت کے ساتھ معیار شعری کو ملحوظ رکھا جائے گا۔ موضوع کا تقاضا ہے کہ "رخصتی پھول" کی ایک جلد ہر گھر میں ہونا چاہیے۔ تاکہ مرتب کو بہتر نقش ثانی پیش کرنے کی سہولت میسر آسکے۔

ڈاکٹر سیفی پریمی

تذکرہ نکات الشعراء

مصنف : میر تقی میر

مصنف :- میر تقی میر
مرتب :- ڈاکٹر محمود الہیٰ
صدر شعبۂ اردو گورکھپور یونیورسٹی یو
ناشر :- ادارۂ تصنیف۔ ڈی ۷ ماڈل ٹا
دہلی ۹
قیمت :- سات روپے
صفحات :- ۱۶۴ سائز ۲۲
ملنے کا پتہ :- دانش محل، امین الدولہ پا

اردو تذکرہ نگاری کا رواج میر اور درد کے عہد سے شروع ہو
یوں تو محمد یار خاں خاکسار، مرزا رفیع الدین سودا، سراج الدین علی خ
سید امام الدین نے بھی اردو شعرا کے تذکرے مرتب کیے تھے مگر وہ سب
ہو گئے۔ "نکات الشعرا" مؤلفہ میر تقی میر کے قلمی نسخے ضرور دستیاب

تکملا ۱۱۶۵ ہجری (۵۲ — ۱۷۵۱ عیسوی) کو ہوا۔ اس لیے اس کو اردو شعراء
قدیم ترین تذکرہ شمار کیا جاتا ہے۔ اس کو قبولِ عام کی سند بھی ملی۔
اس تذکرے میں بعض تنقیدی اصولوں کی اہمیت کو واضح کیا گیا ہے، مثلاً
بطِ کلام، خوش فکری، تلاشِ لفظِ تازہ، صفائی گفتگو، ایجادِ مضامین، تہ داری
درمندی، طرزِ خاص۔ پھر اس کا لب و لہجہ بھی تنقیدی ہے۔ اس تذکرے میں ہمیں
اہلِ ریختہ کے اقسام، اس کی خصوصیات، لب و لہجہ اور شعری محاسن و معائب
روشنی ملتی ہے۔
اس کی حیثیت قدیم ترین ماخذ کی ہے ظاہر ہے ایسے اہم تذکرے کو ایڈٹ
نا افادی پہلو رکھتا ہے۔ ڈاکٹر محمود الٰہی نے نکات الشعرا کو مرتب کرکے اردو
ب میں اہم اضافہ کیا ہے۔ اس سے پہلے حبیب الرحمان خاں شیروانی اور ڈاکٹر
الحق بھی اس تذکرے کو مرتب کر چکے ہیں۔ مگر زیرِ نظر تذکرہ زیادہ وقیع ہے
س لیے کہ شیروانی ایڈیشن ۱۹۲۲ء میں شائع ہوا تھا۔ وہ اب نایاب ہے۔
الحق ایڈیشن ۱۹۳۵ء میں چھپا تھا۔ اس کی فہرست میں ایک سو چار (۱۰۴)
شعروں کے نام شامل کیے ہیں۔ تذکرے کی بنیاد انجمن ترقی اردو کا نسخہ ہی ہے
لیکن مرتب نے پیرس کے قومی کتب خانے کے مخطوطے سے بھی متن کی تصحیح کی ہے
بدیر آں کتب خانہ رشید حسن پور کے "تذکرۂ شورش" (خطی نسخہ) سے بھی متن
تصحیح و توضیح میں استفادہ کیا گیا ہے۔
ڈاکٹر محمود الٰہی نے نکات الشعراء کے محرکات میں محض شاعرانہ چشمک اور
کو بنیاد قرار دیا ہے۔ اس سلسلے میں خان آرزو، مرزا مظہر جانِ جاناں، انعام اللہ
اور میر تقی کے تلامذہ و معتقدین کا ذکر کرکے اپنے موقف کی تصدیق

نکات الشعراء اور تذکرۂ ریختہ گویاں (فتح علی حسینی گردیزی، ۱۱۶۶ ہجری)
مطالعہ کرکے اوّل الذکر کو بڑ و قار ثابت کیا ہے ــــــ نسخۂ انجمن اور
اس میں اشعار کا متن بھی کہیں کہیں مختلف ہے۔ نیز تعدادِ اشعار میں بھی
پایا جاتا ہے۔ مرتب نے حذف و اضافہ کی واضح طور پر نشان دہی

کردی ہے۔ ابتدا میں مرتب کا پُر مغز مقدمہ شامل ہے۔

حیرت ہے کہ اس امر کی طرف کسی محقق و مرتب نے ابھی تک توجہ نہیں کی کہ حمید اورنگ آبادی کا "گلشنِ گفتار" اور افضال بیگ قاقشال کا "تحفۃ الشعراء" دونوں تذکرے ۱۱۶۵ ہجری کی تصنیف ہیں۔ ان کی موجودگی میں میر تقی میر کے تذکرے "نکات الشعراء" کو اولیت کا شرف کیوں بخشا گیا؟ ڈاکٹر محمود الٰہی کے یہاں بھی اس باب میں گریز کا پہلو ملتا ہے۔

جہاں تک ترتیبِ تذکرہ کا تعلق ہے۔ ڈاکٹر محمود الٰہی کی تلاش، صبر آزما محنت اور ژرف نگاہی قابلِ مبارک باد ہیں۔ تذکرہ کا صوری حسن بھی لائقِ ستائش ہے۔

ڈاکٹر سیفی پریمی

فارم IV حسب قاعدہ ۸ بابت "کتاب نما" نئی دہلی

۱۔ مقامِ اشاعت :- جامعہ نگر نئی دہلی

۲۔ وقفۂ اشاعت :- ماہنامہ

۳۔ پرنٹر کا نام :- سید احمد ولی، قومیت ہندوستانی، پتہ :- جامعہ نگر۔ نئی دہلی ۲۵

۴۔ پبلشر کا نام :- سید احمد ولی، قومیت ہندوستانی، پتہ :- جامعہ نگر۔ نئی دہلی ۲۵

۵۔ اڈیٹر کا نام :- ولی شاہجہاں پوری، قومیت :- ہندوستانی، پتہ جامعہ نگر۔ نئی دہلی ۲۵

۶۔ مالکان کے نام و پتے :- مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ نئی دہلی

چیرمین :- پروفیسر محمد مجیب، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵

ڈائرکٹرز :- سید مجتبیٰ حسین زیدی، جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵

۲۔ ڈاکٹر عبد العلیم، ۳/۳ یونیورسٹی روڈ۔ علی گڑھ

۳۔ ہز ہائی نس نواب اقبال محمد خاں آف پالن پور، کف پریڈ، کولابہ، بمبئی ۵

۴۔ کرنل بشیر حسین زیدی، جامعہ نگر۔ نئی دہلی ۲۵

۵۔ ضیاء الحسن فاروقی، پرنسپل جامعہ کالج، جامعہ نگر۔ نئی دہلی ۲۵

۶۔ مالک رام بوہرہ۔ سی ۳۹۶ - ڈیفنس کالونی نئی دہلی ۳

۷۔ کمپنی کے سرمایہ کے ایک فی صدی سے زیادہ کے حصہ دار

جامعہ ملیہ اسلامیہ، جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵

اسلامی جیم خانہ، کنیڈی سی فیس۔ بمبئی ۲

میں سید احمد ولی تصدیق کرتا ہوں کہ مذکورہ بالا اطلاعات میرے علم و یقین کے مطابق درست ہیں۔

دستخط

احمد ولی (پبلشر)

[illegible] ۱۹۷۴ء

ادب کا مطالعہ

۲ سا

اطہر پرویز

اس مقبول عام کتاب کا پانچواں ہندوستانی اڈیشن بڑے آب و تاب سے چھپ کر آگیا ہے۔ ادب میں ادب کیا ہے؟ ادب اور زندگی؟ داستان، ناول افسانہ، شاعری اور ڈرامے پر سیر حاصل بحث ہے، اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ان مسائل کو بڑی آسان اور عام فہم میں پیش کیا گیا ہے۔ قیمت ۶/-

ادب و تنقید

۲ سا

پروفیسر اسلوب احمد انصاری

- ادب و تنقید، اردو ادب و تنقید میں ایک اضافہ کی حیثیت رکھتی ہے۔
- اسلوب احمد انصاری، اردو ادب میں ایک سنجیدہ ناقد کی حیثیت رکھتے ہیں اور یہ ان کے مضامین کا پہلا اہم مجموعہ ہے۔ قیمت ۸/-

فسانۂ عجائب

۲ سا

رجب علی بیگ سرور

مرتبہ

اطہر پرویز

- اردو ادب میں فسانۂ عجائب کی حیثیت ایک بنیادی اور کلاسیکی ادب کی ہے
- فسانۂ عجائب پہلی بار باقاعدہ ترتیب دی گئی ہے۔ متن احتیاط سے چھاپا گیا ہے
- موجودہ اڈیشن میں تمام اہم قدیم اڈیشنوں کا ایک تحقیقی جائزہ لیا گیا ہے
- اس اڈیشن میں ایک ضخیم تنقیدی مطالعہ بھی ہے جس میں مرتب نے ایک نئے زاویے سے روشنی ڈالی ہے۔
- اس کے علاوہ فسانۂ عجائب کے ا[illegible] خاتمۃ الطبع شادی کی رسومات، نکا[illegible] چند ہنرمندوں اور فنکاروں کا تذ[illegible] فرہنگ، فرہنگ آیات و فقر[illegible] عربی، فرہنگ محاورات و امثا[illegible] وغیرہ۔ قیمت -

مسلنے کا پتہ

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دلی ۲۵، اردو بازار دلی ۶، پرنسس بلڈنگ بمبئی ۳

ناشر، پبلشر سید احمد ولی نے کوہ نور پریس دلی میں چھپوا کر مکتبہ جامعہ لمیٹڈ جامعہ نگر نئی

مینجنگ ایڈیٹر
شاہد علی خاں
ایڈیٹر
ولی شاہجہانپوری

ماہنامہ کتاب نما نئی دہلی ۲۵
لائبریریوں کے لیے سالانہ
ایک روپیہ

اپریل ۱۹۷۲ء
جلد نمبر ۱۳ شمارہ ۴
سالانہ تین روپے
فی پرچہ ۳۰ پیسے

اشاریہ

ہماری معیاری ادب سیریز کی مزید تین کتابیں "توبۃ النصوح" "انتخاب سودا" اور "انتخاب ناسخ" شایع ہو گئی ہیں۔ ان کے علاوہ ایک اور قابل ذکر کتاب ڈاکٹر مشیر الحق کی اشاعت پذیر ہوئی ہے۔ نام ہے "امریکہ کے کالے مسلمان"۔ ڈاکٹر مشیر الحق نے یہ کتاب لکھ کر اردو ادب کو نیا موضوع دیا ہے اور مسلمانان ہند کو ایسے مسلمانوں کے حالات سے روشناس کرانے کی کوشش کی ہے جن سے وہ بہت کم واقف تھے یا غلط طریقے پر واقف تھے۔

ہمارے تبصرہ نگار حضرات ـــ خصوصاً وہ جو "حاصل مطالعہ" کے لیے اپنی نگارشات بھیجتے رہتے ہیں، ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں۔ اس طرح کتابوں کا خاطر خواہ تعارف ہو جاتا ہے۔ اگر "حاصل مطالعہ" کے آخر میں کتاب کی قیمت اور ناشر کا پتہ بھی دے دیا جائے تو ہمارے لیے بھی مفید ہوگا اور قاری کے لیے بھی اور اگر اختصار سے کام لیا جائے تو کتاب نما مزید حضرات کی خدمت بھی کر سکے گا۔

حکومت مہاراشٹر نے غالباً تمام ریاستوں سے زیادہ اردو زبان وادب کی سرپرستی کی ہے۔ اردو کے ادیبوں، شاعروں اور مصنفوں کی حوصلہ افزائی میں بھی ریاست مہاراشٹر کسی سے پیچھے نہیں ہے۔ ۷۲-۱۹۷۱ء میں رضا الجبار صاحب کے افسانوی مجموعے "روشنی کی کرن" اور قاضی سلیم کے شعری مجموعہ "نجات سے پہلے" پر ایک ایک ہزار روپے کے عطیات سے نوازا ہے۔ ہم ان دونوں حضرات کی خدمت میں ہدیۂ تبریک اور حکومت کے اقدام پر ہدیۂ تشکر پیش کرتے ہیں۔

اردو کی ترقی اور بقا کے لیے سب سے زیادہ ضرورت اس بات کی ہے کہ اردو دوست حضرات بیان بازی اور احتجاجوں سے قطع نظر، اس کی خدمت اس طرح کرنا بھی خود پر فرض

کرلیں کہ اردو کے اخبارات، رسائل اور کتابیں خرید کر پڑھیں گے۔ اگر ایسا نہ ہوا تو کچھ دنوں میں
اچھی کتابوں کی اشاعت کرنے والے ناشروں کے سامنے یہ سوال بڑی مہیب صورت میں آئے گا
کہ کیا وہ اس کاروبار سے دست کشی اختیار کرلیں؟ یہاں ہم ریاست گجرات کے شہر بڑودہ کی
ایک خاتون مسز انور جہاں صدیقی کی اردو دوستی کی مثال پیش کرنا چاہتے ہیں۔ موصوفہ نے کوئی
قرارداد کسی جلسے میں نہیں پیش کی، کسی جلسے کی صدارت اور جلوس کی قیادت نہیں کی۔ بلکہ عملی طور
پر ہمارے بچوں کے رسالہ "پیام تعلیم" کے لیے ایک مہینے میں سترہ خریدار اس شہر میں بنا ڈالے
جس کے رہنے والوں کی زبان گجراتی ہے۔ افسوس کہ اردو کی خدمت کا یہ عملی جذبہ ان شہروں میں
مفقود ہے جہاں اردو نے جنم لیا اور پروان چڑھی۔

۷ر دسمبر ۱۹۷۲ء کو اردو کا ایک اور زبردست خادم ہم سے جدا ہوگیا۔ انا للّٰہ و انا
الیہ راجعون۔ ہمارا مقصد روزنامہ انقلاب بمبئی کے مالک عبدالحمید انصاری صاحب مرحوم سے ہے۔
انصاری صاحب سے راقم کے تعلقات ۱۹۳۰ء میں قایم ہوئے جب انقلاب کے ادارتی عملہ میں کام
کرنے کا موقع ملا۔ مرحوم کی شرافت، مروت، سوجھ بوجھ اور محنت کا اسی زمانے میں قایل ہوگیا۔
اخبار انقلاب اور انقلاب پریس کی موجودہ حالت اور حیثیت مرحوم کی ذہانت اور
کاروباری صلاحیت کی آئینہ دار ہے۔ پچھلے دنوں دہلی تشریف لائے اور ایک اور رفیق جناب
خلیاشس کے ہمراہ مکتبہ جامعہ بھی آئے۔ کم و بیش بارہ سال کے بعد دونوں بزرگوں سے
ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ بڑے تپاک سے ملے اور پرانے تذکرے چھیڑے۔ کیا معلوم تھا کہ
ہر دو حضرات سے وہ آخری ملاقات ہوگی۔ پہلے خلیاشس صاحب چل بسے اور اب عبدالحمید انصاری
صاحب۔ انصاری صاحب بمبئی کے ہر حلقے میں، بہت ہردل عزیز تھے۔ حکومت میں ان کا بڑا
اثر تھا اور عوام کو بھی ان سے بڑی عقیدت تھی۔ ان کی موت سے بمبئی کی اردو صحافت اور
سیاسی و سماجی حلقوں میں بڑا زبردست خلا پیدا ہوگیا جس کا پُر ہونا ناممکن نہیں تو مشکل
ضرور ہے۔

ہم اس سانحہ میں انصاری صاحب کے صاحبزادے خالد انصاری اور دیگر پس ماندگان
کے غم میں شریک ہیں۔ خدا انھیں اعلیٰ علیین میں جگہ دے۔ آمین

۱۸ر مارچ کو جناب مالک رام کو ان کی ۶۵ ویں سالگرہ پر دو یادگاری مجلّے پیش کرتے ہوئے
صدر جمہوریۂ ہند شری وی وی گری نے مالک رام صاحب کے ادبی کارناموں پر اظہار مسرت فرمایا۔
اور انھیں مبارک باد دی۔ ہم بھی مالک رام صاحب کی خدمت میں ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہیں۔

اپنی نوعیت کی اردو میں پہلی کتاب

امریکہ کے کالے مسلمان

(ڈاکٹر) مشیر الحق

(ایم، اے، پی، ایچ ڈی۔ (مکگل))

امریکہ کے تقریباً ۲ کروڑ حبشیوں میں عیسائیوں اور یہودیوں کے علاوہ ایک خاصی بڑی تعداد مسلمانوں کی بھی ہے۔ ان حبشی مسلمانوں میں سنی مسلمان، شیعہ مسلمان، قادیانی مسلمانوں کے علاوہ ایک فرقہ ایسا بھی ہے جو نسبتاً سب سے بڑا اور سب سے زیادہ منظم ہے۔ یہ اپنے ملک میں "کالے مسلمان" کہے جاتے ہیں۔ ان کے یہاں رنگ و نسل پر بہت زور دیا جاتا ہے۔ ان کے عقیدے کے مطابق سفید فام امریکیوں پر اسلام کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند ہو چکا ہے۔ امریکہ کی ایک ایسی سیاسی و سماجی تحریک جس سے ہر مسلمان کا واقف ہونا ضرور

قیمت:- غیر مجلد دو روپے
مجلد تین روپے

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ جامعہ نگر۔ نئی دلی ۲۵

معیاری ادب نمبر ۲۳

افاداتِ سلیم

مولانا وحیدالدین سلیم

تصحیح و ترتیب

(ڈاکٹر) خلیق انجم

سلیم مولوی تھے، شاعر تھے، نقاد تھے، صحافی تھے، مترجم تھے اور ماہر لسانیات تھے، لیکن اب اُردو ادب میں وہ صرف "وضع اصطلاحات" کے مصنف کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ مولانا سلیم اُردو کے پہلے ماہر لسانیات ہیں جنھوں نے اُردو زبان کے مسئلے کو صحیح پس منظر میں دیکھنے اور سمجھنے کی کوشش کی۔ "افاداتِ سلیم" آپ کے چیدہ چیدہ مقالات کا مجموعہ ہے جسے اُردو ادب میں ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔

عمدہ کتابت آفسٹ کی اعلا طباعت

قیمت:- طلبہ اڈیشن ۵/۵۰

لائبریری اڈیشن ۶/۳۰

امرچند بہار

رباعیات

علم و اخلاق

انساں کو اوروں کا بھی لازم ہے خیال
دل توڑ کے خود جینے سے جینا ہے محال
زندہ رہیں اور سب بھی، تم خود بھی جیو
کیوں کش مکش زیست میں یہ جنگ و خیال

ماحول کو غمگین بناتے کیوں ہو؛
بے فائدہ اوروں کو ستاتے کیوں ہو
تہذیب و تمدن کے علم بردار
تہذیب کی یوں خاک اڑاتے کیوں ہو

اخلاق کا معیار گرا دیتے ہیں
تہذیب کی بنیاد ہلا دیتے ہیں
ان فرقہ پرستوں سے خدا ہی سمجھے
سوئے ہوئے فتنوں کو جگا دیتے ہیں

عزم و عمل

اب پھینک بھی دو کاسۂ دریوزہ گری؛
ہو جائے یہ قوم اپنے پیروں پہ کھڑی
بھولے سے بھی اوروں کے نہ ہوں ہم محتاج
غیرت کا، حمیت کا تقاضہ ہے یہی

زردار نے اندھیر مچا رکھا ہے؛؛
پیروں تلے مفلس کو دبا رکھا ہے
اٹھو اور بدل دے یہ نظام ہستی
اب نالہ و فریاد میں کیا رکھا ہے

(انتخاب از "نسیم بہار")

معیاری ادب نمبر ۲۵

قصۂ حاتم طائی

موسوم بہ

آرائشِ محفل

حیدر بخش حیدری

تصحیح و ترتیب

اطہر پرویز

اس کتاب میں حاتم طائی کی سات سیروں کا ذکر ہے۔ حیدری نے اس داستان کی مقصدی حیثیت کو خاصا اجاگر کیا ہے۔ زبان و بیان کا کوئی گوشہ نہیں جس سے وہ اپنے مقصد کو سامنے لانے میں کامیاب نہ ہوئے ہوں۔ حاتم کا ہر قدم نیکی اور خدا ترسی کے لیے وقف معلوم ہوتا ہے۔ حاتم کے علاوہ بھی پڑھنے والے کا سابقہ جن جن کرداروں سے ہوتا ہے ان کا ہر عمل نیکی کے جذبات و احساسات کا حامل و تابع ہے۔ (مع فرہنگ)

عمدہ کتابت، آفسٹ کی اعلا طباعت

قیمت:- طلبہ اڈیشن -/6
لائبریری اڈیشن -/7

معیاری ادب نمبر ۲۴

توبۃ النصوح

شمس العلماء مولوی ڈپٹی نذیر احمد

تصحیح و ترتیب

مالک رام

ڈپٹی نذیر احمد کا شمار سر سید کے نورتنوں میں ہوتا ہے۔ ان کی شخصیت بڑی پہلودار تھی، وہ عربی، فارسی کے منتہی تھے، عالم دین تھے، فقیہہ و متکلم تھے، مترجم قرآن تھے، بلند پایہ خطیب و مقرر تھے اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ وہ اُردو کے پہلے ناول نگار تھے۔

"توبۃ النصوح" آپ کے دوسرے ناولوں کی طرح اصلاحی ناول ہے۔ اس کا بنیادی مقصد یہ ثابت کرنا ہے کہ اولاد کے چال چلن اور اخلاق و اطوار کی ذمہ داری اور کسی پر نہیں، والدین پر آتی ہے۔ یہی نہیں اس کتاب میں اس کے علاوہ مذہب، اخلاق، عبادت وغیرہ کے مسائل بھی زیر بحث آئے ہیں اور ہر ایک موضوع سے متعلق اطمینان بخش اور مدلل گفتگو کی گئی ہے۔

محمود سروش

ڈاکٹر مختار احمد انصاری

ایک نشری گفتار

"یہ جو عالمگیر مصیبت کے آثار دکھائی دے رہے ہیں ان کا علاج سچ پوچھو تو ہندوستان کے قبضہ و اختیار میں ہے۔ اس لیے کہ سلطنت پرستی کی محراب کا درمیانی پتھر ہندوستان ہی ہے۔ جب ایک بار ہندوستان آزاد ہو گیا تو ساری تعمیر از خود گر جائے گی۔ ایشیائی کی آزادی اور دنیا کے امن کی بہترین ضمانت یہی ہو سکتی ہے کہ ہندوستان آزاد ہو۔ اور حکومت خود اختیاری رکھے۔ اگر میرے ہندو بھائیوں میں سے کسی کے وہم میں یہ خیال جاگزیں ہو کہ وہ اپنے سات کروڑ مسلمان ہموطنوں کو علیحدہ رکھ سکتا ہے تو میں اس کو جتلا دینا چاہتا ہوں کہ وہ بڑی بھاری غلط فہمی میں مبتلا ہے اور یہ غلط فہمی جس قدر جلد رفع ہو جائے خود اس کے اور سارے ملک کے لیے بہتر ہوگا۔ اسی طرح اگر میرا کوئی مسلمان بھائی اپنے کروڑوں ہموطنوں پر قبضہ و اختیار رکھنے کا خواب دیکھتا ہے تو جان لے کہ وہ خواب خرگوش میں پڑا ہے اور جس قدر جلد اس کی آنکھیں کھل جائیں مسلم قوم اور ہندوستان دونوں کے لیے بہتر ہوگا۔ ہم جس سوراج کے لیے کوشش کر رہے ہیں وہ نہ ہندو راج ہے نہ مسلم راج۔ وہ ہر قوم کا مشترکہ راج ہوگا جس میں تمام لوگوں کے منصفانہ و جائز حقوق کی حفاظت کی جائے گی۔"

یہ ایک ٹکڑا ہے اس خطبہ کا جو ۲۶ دسمبر ۱۹۲۷ء کو کانگریس کے کھلے شبینہ اجلاس میں دو ہزار چھ سو چورانوے نمائندہ اراکین اور ان سے دسیوں گنا زیادہ تعداد میں شریک قوم پرستوں کے سامنے انڈین نیشنل کانگریس کے بیالیسویں سالانہ اجلاس میں پڑھا گیا تھا۔

وقت کے پردے کپڑے کی چادروں سے زیادہ دبیز ہوتے ہیں۔ نہ ماضی اور حال کے درمیان حائل ہونے والے حجاب اٹھا کر کوئی اپنے بیتے ہوئے زمانے کو پھر دیکھ سکتا ہے نہ حال اور مستقبل کے درمیان کھڑی ہوئی نادیدہ دیوار کو گرا کر ہونی کا چہرہ دیکھا جا سکتا ہے۔ قوم اول

یا قیافہ شناسی جیسے بتینہ روحانی علوم کا سہارا لے کر بھی کوئی اتنی پکی پیشنگوئی نہیں کر سکتا جیسی اس ٹکڑے میں کی گئی تھی اور نہ زمانے کے اتنے طویل فاصلے سے کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ دو دہائیاں سے گذر جانے کے بعد آزاد ملک کا جو دستور بنے گا اس کا مزاج کیا ہوگا۔ مگر ۱۹۲۷ء میں دسمبر کی ۲۶ ردیں تاریخ کو جو باتیں کہی گئیں اس کی سچائی ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو ثابت ہوئی اور جو تجویز پیش کی گئی وہ ۱۹۵۰ء میں قابل عمل بنی۔ ساری دنیا پر برطانوی سامراج کا جو گھنیرا سایہ پڑا ہوا تھا یقیناً وہ ہندوستان ہی کی بنیاد پر پھیل رہا تھا۔ اسی لیئے ۱۵ اگست کو جس وقت لال قلعہ پر سے یونین جیک اترا اسی وقت سے تمام کرۂ ارض پر پھیلی ہوئی برطانوی سلطنت کے حدود میں سورج ڈوبنا شروع ہو گیا اور ہندوستان کے آزاد ہوتے ہی نہ صرف برطانوی سامراج بلکہ دوسری شاہیوں کے سائے بھی مختصر ہوتے گئے۔ آزادی کے بعد اس اقتباس کے مطابق جو ہر قوم کا مشترکہ راج قائم ہوا اس نے ۲۶ جنوری ۱۹۵۰ء کو غیر مذہبی نظام حکومت کا وہ آئین بنایا جو دنیا کے دساتیر حکومت میں منفرد پایا گیا۔

۱۹۴۷ء اور ۱۹۵۰ء میں ہونے والی باتوں کو ۱۹۲۷ء میں بتا دینے والا انڈین نیشنل کانگریس کا بیالیسواں صدر نہ کوئی نجومی تھا نہ پیغمبر، وہ تو دلّی کا ایک سیدھا سادہ مسلمان ڈاکٹر تھا جس کا نام تھا مختار احمد انصاری۔ اس کا تعلق ایک ایسے خاندان سے تھا جو اپنے پرکھوں میں مشہور صحابیِ رسول حضرت ابو ایوب انصاری کو اصل قرار دیتا تھا۔ اس نامور عرب کو دنیا پیغمبر اسلام کے مدنی میزبان کی حیثیت سے جانتی ہے اور حق پسندی، غریب نوازی، جہانداری، اور بیباکی کا مالک ہونے کی وجہ سے عقیدت کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ ڈاکٹر انصاری میں اپنے اس جد کی ساری خصوصیات موجود تھیں، ان میں بھارت ماتا کی وسعتِ قلب اور تشدد ناپسندی کا اضافہ ہو جانے سے ان کی شخصیت اور بھی دلآویز ہو گئی تھی۔ چنانچہ ڈاکٹر پٹابھی ستیا رمیا نے اپنی مشہور کتاب "تاریخ انڈین نیشنل کانگریس" کی جلد اول میں ۱۹۲۷ء کی کانگریس کا ذکر کرتے ہوئے لکھا "سوال یہ تھا کہ اس اجلاس کا صدر کون ہو۔ ۱۹۲۷ء میں ہندو مسلم فساد ہو رہے تھے۔ اتحاد کی کوشش میں دو کانفرنسیں ہو چکی تھیں اور مجلس منتظمہ نے ایک کانفرنس کی تجویز مان بھی مان لی تھی۔ ایسے سال میں کانگریس کی صدارت ایک مسلمان سے بڑھ کر کون کر سکتا تھا۔ اور مسلمانوں میں بھی ڈاکٹر انصاری سے بہتر کون تھا؟ حقیقتاً ڈاکٹر انصاری اس وقت تک اپنی بے تعصبی اور رواداری کے کافی شواہد پیش کر چکے تھے۔ انسانی ہمدردی انھیں یورپ کے مرد بیمار یعنی جنگ

بلقان میں زخمی ہونے والے ترک سپاہیوں کی تیمارداری کے لئے ہلالِ احمر کے طبی وفد کی قیادت کرتے ہوئے ترکی تک سے جا چکی تھی۔ اسی سلسلہ میں وہ کانگریس اور خلافت کمیٹی کی ملی جلی کمیٹی کے رکن کی حیثیت سے ۱۹۲۰ء میں وائسرائے سے بھی مل چکے تھے۔ اتنے عظیم کارنامے انجام دینے کے بعد اگر کانگریس نے انھیں سیکریٹری کی نشست سے اٹھا کر صدارت کی مسند پر بٹھا دیا تو کون سی بڑی بات ہوئی؟

خطبۂ صدارت کی ابتداء صدر بنا کر ذمہ داری سونپنے والوں کا شکریہ ادا کر کے کی گئی تھی مگر اس کے فوراً بعد یہ عبارت تھی "مدراس میں کانگریس کا یہ اجلاس مجھے آج سے انتیس سال پہلے کے ان دنوں کی یاد دلاتا ہے، جب میں کالج میں طالب علم تھا۔ دل امیدوں اور جذبات کا مخزن تھا اور جب میں نے پہلی بار اس بڑے قومی ہجوم کا نظارہ دیکھا تھا، میں اس وقت اپنے ذہن میں وہ تصور تک نہ لا سکتا تھا کہ اسی شہر میں مجھے اس کرسی پر بیٹھنے کا شرف بھی حاصل ہوگا"۔ اسے ڈاکٹر انصاری کا انکسار ہی کہنا چاہیئے۔ ورنہ اس عہد میں جبکہ سیاسی سرگرمیوں سے کالج کے طلبہ کو روکا جاتا تھا، ایک ایسے طالب علم کا جو بمشکل اٹھارہ سال کا ہو اور میڈیکل کالج میں ہو، انڈین نیشنل کانگریس کے اجلاس میں شرکت کرنا کیا اس کی اہلیت کا کافی ثبوت نہیں؟ جو شخص نوعمری میں بیداریِ ذہن کا ثبوت دے سکتا ہے۔ کھیلنے کھانے کے دنوں میں سنجیدگی کا مظاہرہ کرتا ہے۔ ایسے پرآشوب زمانے میں جبکہ قوم پرورانہ جذبات کا زبانی اظہار بھی ناقابلِ معافی جرم ہو، ایک قومی ادارے کے اجلاس میں شریک ہو سکتا ہے وہ یقیناً عمر کی پختگی کے ساتھ اس قومی ادارے کا صدر بھی ہو سکتا ہے۔ اس اہلیت سے انکار ڈاکٹر انصاری کا انکسار ہے، مگر یہی سب کچھ ہوتے ہوئے کچھ نہ ہونے کا اقرار ہی تو اصلی بڑائی ہے!

(ڈاکٹر انصاری کی عمر سینتالیس سال کی ہی تھی جب وہ کانگریس کے صدر ہوئے)

ان کی ولادت ۱۸۸۰ء میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم کہاں ہوئی یہ تو پتہ نہیں مگر ثانوی اور اعلیٰ تعلیم الہ آباد میں ختم کرنے کے بعد ڈاکٹری پڑھنے کے لیے وہ مدراس گئے تھے اور ۱۸۹۵ء میں وہیں تھے۔ ۱۹۰۱ء تک وہیں رہے پھر مہارت تامہ کی سند لینے کے لیے انگلستان کا سفر کیا۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ طالب علمی کے زمانے میں موصوف کو کس کی سرپرستی حاصل رہی۔ اپنے بھتیجے ڈاکٹر شوکت اللہ انصاری کو ڈاکٹر انصاری نے جو خط لکھا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب کو بچپن میں

ایسے سرپرستوں سے واسطہ پڑا ہے جو اپنی عظمت تو منوا سکتے تھے مگر ہمدرد و دمساز نہیں بن سکتے تھے۔ شوکت اللہ انصاری جن کو ڈاکٹر انصاری شو کو کہتے تھے انھیں کی امداد سے لندن گئے تھے۔ ظاہر ہے کہ ڈاکٹر انصاری کو یہ خیال ہوا ہوگا کہ اجنبی ملک میں ایک نوجوان کے دل پر تنہائی کی افسردگی بڑے ظلم ڈھاتی ہے۔ اس لیے لکھا تھا "تم پردیس میں ہو جہاں تم کو ایک مخلص اور بے تکلف دوست کی ہر وقت اور ہر ہر قدم پر اب ضرورت محسوس ہوتی ہوگی ...... میں نے دنیا دیکھی ہے ..... مجھ کو تمھاری دماغی اور روحانی مشکلات اور کشاکش کا اندازہ ہے..... یہ وقت مجھ پر بھی گذرا ہے گو میں اس اخلاص کا جو آج تم کو میسر ہے محتاج تھا ..... میرے جو عزیز تھے وہ اگر کچھ تھے تو محسن سرپرست۔ اور ایک خاص زاویۂ نگاہ رکھتے تھے ..... میں ان کی طرح اپنے اثر سے تم کو ڈرانا پسند نہیں کرتا.... میں چاہتا ہوں کہ تم میں خود اعتمادی پیدا ہو، تم خود اپنے نگراں آپ بنو" اس خط سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ڈاکٹر انصاری کم عمری ہی میں والدین سے محروم ہو چکے تھے اور جو اعزا تھے وہ سرپرست تو بن سکتے تھے مگر ایسے نہ تھے جن سے ڈاکٹر صاحب اپنا حالِ دل بے تکلفانہ کہہ سکیں۔ مگر یہی محرومی اس خود اعتمادی کا سبب بنی جس نے ڈاکٹر صاحب کی شخصیت کو بنایا، ابھارا اور سنوارا۔ اس کے ساتھ یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ ان کا گھرانہ یقیناً متمول تھا ورنہ ان کی تعلیم ہندوستان میں مختلف مقامات پر اور پھر ولایت میں اعلیٰ سے اعلیٰ پیمانے پر نہ ہو سکتی۔

ڈاکٹر انصاری اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد لندن سے کب لوٹے اس کی تاریخ نہیں ملتی۔ تحریک کانگریس کے مؤلف پروفیسر پرتیم سنگھ کا کہنا ہے کہ وہ تقریباً دس سال ولایت میں رہے۔ وہاں انھوں نے ایڈنبرا یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ، میڈیسن اینڈ ماسٹر آف سرجری کی سند حاصل کی، پھر چیرنگ کراس اسپتال لندن میں ہاؤس سرجن رہے۔ لاک اسپتال میں آر، ایم او رہے۔ سینٹ پیٹرز اسپتال لندن میں کلینکل اسسٹنٹ بن جانے کے بعد ہی مراجعت کی۔ رہ گئی اس زمانے میں لندن میں ان کی زندگی تو ڈاکٹر اقبال کا کہنا ہے :-

محشر میں نہ بیٹھے گا خاموش جنوں میرا ‏ ‏ یا اپنا گریباں چاک یا دامنِ یزداں چاک

لندن میں ڈاکٹر انصاری وہاں کے ہندوستانی طلبہ کے ساتھ مل کر سماجی کارروائیوں میں مصروف رہے۔ اسی لیے جب ہندوستان لوٹے تو چاہتے اپنے مطلب کو قائم کرنے اور سنوارنے کے وہ

سالی ڈیڑھ سال کے اندر ہی سیاسی طور پر اتنے مقبول ہو گئے کہ جنگِ بلقان میں ترکوں کی
ہی امداد کے لیے جو وفد ہلالِ احمر سوسائٹی کے زیرِ اہتمام بھیجا گیا اس میں قائد کی حیثیت سے شریک
ہوئے اور ۱۹۱۲ء میں جاکر ۱۹۱۳ء میں لوٹے۔

ڈاکٹر صاحب کی واپسی ہندوستان میں ڈاکٹروں کے لیے ایک فالِ نیک ثابت ہوئی
کیونکہ وہاں سے آنے کے بعد انھوں نے سب سے پہلے ڈاکٹروں کی افراتفری اور پیشہ کے
اخلاق کی ناگواری محسوس کی اور ان کے حالات درست کرنے کے لیے ۱۹۱۳ء میں، انڈین
میڈیکل ایسوسی ایشن کی بنیاد رکھی۔ اس کے پہلے صدر ریٹائرڈ سول سرجن ڈاکٹر دھطر چیتار
ہوئے۔ ڈاکٹر انصاری کی مقبولیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اس زمانے میں جب
کہ انگریز افسر ہندوستان کی تنظیموں سے دور بھاگا کرتے تھے۔ خاص وائسرائے لارڈ ہارڈنگ
کے اسٹاف سرجن کرنل رابنسن بھی اس ادارہ کے رکن بن گئے۔ ڈاکٹر انصاری کی یہ دور اندیشی
تھی۔ کیونکہ وہ جانتے تھے جب تک فرنگی ڈاکٹر اس ادارے میں شامل نہ ہوں گے ہندوستان کے
شکست خوردہ اور مغرب زدہ ذہنیت رکھنے والے ڈاکٹر اس ادارے سے متاثر نہیں
ہو سکتے۔ غرض کہ ۱۹۱۴ء سے ۱۹۱۶ء تک ڈاکٹر انصاری صرف ایک ڈاکٹر رہے مگر ایسے ڈاکٹر
جن کا مطمحِ نظر صرف پرورشِ ذات نہ ہو۔ ایک طرف غریبوں کا مفت علاج تھا تو دوسری
طرف ہمیشہ دو چار نوجوان ڈاکٹروں کو برائے تربیت اپنے ساتھ رکھتے تھے مگر مطب کی مصروفیتوں
کے علاوہ یقیناً ان کی سماجی زندگی نئی سمتوں کی کھوج میں ہی رہی ہوگی، کیونکہ اس عہد میں بھی
وہ ہمیں دنیائے سیاست و علم کی بزرگ شخصیتوں کے ساتھ ہی نظر آتے ہیں۔ کبھی ڈاکٹر
عبدالرحمٰن کے ہاتھوں اپریل فول بنتے اور کبھی مولانا محمد علی بیگم محمد علی خود بیگم انصاری کو اپریل
فول بناتے دیکھے جاتے ہیں۔ اور ان کی زندگی کے یہی معمولی واقعات ان کی زندگی کی ہمہ جہتی
اور تکامل کا ثبوت ہیں۔

۱۹۱۴ء کی جنگِ عظیم کے اختتام کے بعد ہندوستان کی سیاست نے ایک کروٹ لی
جنگ کے زمانے میں کیے ہوئے وعدوں سے جب برطانوی حکومت نے مکرنے کی کوشش کی
تو پوری قوم میں غصہ کی ایک لہر دوڑ گئی اور کانگریس جس کی زندگی کا آغاز ایک ایسے ادارے
کی حیثیت سے ہوا تھا جس کا کام عوامِ ہند اور اربابِ حکومت کے درمیان ایک خیر اندیش
رابطہ پیدا کرنا تھا بغاوت پر آمادہ ہو گئی۔ ایسے مواقع کے لیے انگریزوں کے پاس فرقہ وارانہ فساد

کا ایک حربہ تھا۔ یہ حربہ ایک مسلمان ہی کند کر سکتا تھا اس لیے ڈاکٹر انصاری پھر سیاست کے میدان میں کود پڑے، وہ ۱۹۱۹ء میں کانگریس کے سیکریٹری ہو گئے، اس کے لیے انھیں اپنی تمام صلاحیتیں ہندو مسلم اتحاد کے لیے وقف کر دینا پڑیں ساتھ ہی ساتھ وہ کانگریس کو مسلمانوں کے قریب لے جانے لگے اس کے لیے انھیں ۱۹۲۰ء میں مسلم لیگ کی صدارت بھی کرنا پڑی اور ۱۹۲۳ء میں خلافت کمیٹی کی سربراہی بھی۔ چونکہ ڈاکٹر انصاری میں مقصد کے لیے انہماک بھی تھا اور سیاست کی ہمہ گیری بھی، نہ کبھی ان کی نیت پر شک کیا گیا نہ کبھی انھوں نے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی۔ غرض کہ ۱۹۱۹ء سے لے کر ۱۹۲۲ء تک ڈاکٹر انصاری انڈین نیشنل کانگریس کے سکریٹری بھی رہے اور طلسم افرنگ کو توڑنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ خوش قسمتی سے اس وقت خلافت کا ایک ایسا مسئلہ چھڑ گیا کہ کانگریس اور مسلمان ایک دوسرے کے بہت قریب ہو گئے مگر مسئلہ خلافت کے ختم ہوتے ہی یہ اتحاد مشکوک اور شبہات کی نذر نہ ہو جاتا اور کانگریس اور مسلم لیگ جو تھوڑے دنوں کے لیے ہم آہنگ ہو گئی تھیں اسی طرح ہم آہنگ رہتیں! ڈاکٹر انصاری نے مسلم لیگ کو حکومت کی ایک ہوا خواہ جماعت سے بدل کر ایک احتجاجی ادارے کی شکل دے دی تھی اور یہ ایک معجزہ تھا جو صرف ان کی ایثار پیشہ اور مقصد پرست شخصیت ہی دکھا سکتی تھی مگر اکیلا چنا بھاڑ نہیں پھوڑ سکتا۔ مسلم لیگ جو سرکار پرست تعلقہ داروں کی تنظیم تھی، بغاوت کا جذبہ قبول نہ کر سکی اور ڈاکٹر انصاری کو اس سے قطع تعلق کر لینا پڑا۔

اس زمانے کا سب سے بڑا کارنامہ جامعہ ملیہ کا قیام ہے۔ ہوا یوں کہ سر سید احمد خاں جو اسباب بغاوت ہند لکھ کر سرکاری نگاہوں میں کشتنی ٹھہرے تھے وہ ریٹائر ہونے کے بعد مسلمانوں کی تعلیمی سرگرمیوں کے سربراہ ہو گئے۔ انگریز نہ جانے کیوں ان کے دل میں یہ بات بٹھا دینے میں کامیاب ہو گیا کہ ہندوستان کا ہندو ہندوستان کے مسلمانوں کا دشمن ہے اور اگر مسلمانوں کے حقوق محفوظ رہ سکتے ہیں تو برطانوی حکومت کے سایۂ عاطفت میں۔ سر سید نے علی گڑھ میں جو کالج قائم کیا اس کی غرض یہی تھی کہ مسلمان جدید تعلیم سے آراستہ ہو کر اپنے حقوق کا تحفظ کر سکے مگر جدید تعلیم کی بہتری انھوں نے صرف انگریز اساتذہ کے پڑھانے میں دیکھی اس طرح وہ اپنے ہی ملازمین کے پھندے میں پھنس گئے اور علی گڑھ کالج کا مقصد حکومت کو ایسے خدمت گذار فراہم کرنا ہو گیا جو قوم پروروں کے مقابلے میں اس کے کام آ سکیں۔ اب یہ اور بات ہے کہ

بدید ترین تعلیم حاصل کرنے والے بالغ نظر کو اس اصول سے اختلاف ہو گیا اور جب ۱۹۲۰ء
میں ترکِ موالات کی تحریک چلی تو انھیں کی ایک بہت بڑی تعداد سرکار پرستی کے شکنجے سے باہر
نکل گئی۔ انھوں نے محسوس کیا کہ مسلم نوجوانوں کو قومی اور خود مختاری کی تعلیم دینا زیادہ ضروری
ہے اس لیئے ایک ایسا ادارہ قائم ہونا چاہیے جو اچھے وطن پرور اور اچھے مسلمان پیدا کرے۔
اس مقصد کو سامنے رکھ کر حکیم اجمل خاں، ڈاکٹر انصاری، ڈاکٹر ذاکر حسین، مہاتما گاندھی
اور دوسرے اکابر کی کوششوں سے علی گڑھ ہی میں ایک دانش گاہ قائم کی گئی جس کا نام
جامعہ ملیہ تھا۔ بعد میں ڈاکٹر انصاری اور حکیم اجمل خاں اسے علی گڑھ سے دلی لے گئے۔ آج
یہ ادارہ دلی میں پھل پھول رہا ہے اور اس کے حدود میں اس کے قائم کرنے والے ڈاکٹر انصاری
اور ڈاکٹر ذاکر حسین محوِ خواب ابدی ہیں۔

ترکِ موالات کا یہ زمانہ نہایت پر آشوب تھا۔ جیل بھر رہے تھے۔ ہر بڑا لیڈر گرفتار
کیا جا رہا تھا۔ سیڈیشن کا قانون آناڑی کی بندوق کی طرح چل رہا تھا۔ ایسے موقع پر
ادارے کی کمان ہاتھ میں رکھنا اور ہمتوں کو پست نہ ہونے دینا، ایک شخص کا کارنامہ نہیں
ہو سکتا۔ اس لیئے ہم بھی اس کا سہرا ڈاکٹر انصاری کے سر نہ باندھیں گے مگر احسان ناشناسی ہوگی
اگر ہم ان کی کوششوں کا وزن بھی کم کر دیں۔ یقیناً انھوں نے قانون کی گرفت سے بچتے ہوئے
کانگریس کی قائم کردہ ستیاگرہ کمیٹی کے رکن کی حیثیت سے ترکِ موالات کا فلسفہ اپنے برق
رفتار دوروں میں شہر بہ شہر لوگوں کو سمجھایا اور ترکِ موالات کرانا کامیاب کیا کہ انگریز نے اسے
ناکام بنانے کے لیئے سب سے اونچا ہتھیار یعنی فرقہ وارانہ فساد استعمال کیا۔ ملتان میں ایک
چنگاری پھینکی گئی اور اس کے شعلے ہر اس جگہ پہنچے جہاں حکومتِ برطانیہ انھیں پہنچا سکتی تھی —
بالآخر کانگریس کو بھی ادھر توجہ دینی پڑی اور ڈاکٹر انصاری کو فرقہ وارانہ مصالحت کا ایک
مسودہ تیار کرنے پر مامور کیا گیا۔ جسے انھوں نے انجام تو دیا مگر اس فساد سے جو تحریک کو نقصان
پہنچا۔ اس کا اظہار ڈاکٹر انصاری نے ایک تاریخی فقرے میں کیا ہے "ترکِ موالات و عدم تشدد کی
تحریکیں بہترین تھیں مگر افسوس کہ ہم ان کے اہل ثابت نہ ہو سکے۔" یہ بات ۱۹۲۳ء کی ہے۔

اس کام سے فارغ ہو کر ڈاکٹر انصاری پھر کانگریس کے سکریٹری ہو گئے۔ ۱۹۲۵ء سے
دسمبر ۱۹۲۷ء تک وہ یہ عہدہ سنبھالتے رہے اس کے بعد وہ ۱۹۲۷ء کی کانگریس کے صدر بنا دیے
گئے۔ یہ عہدہ یہ منصب ان کی بے تعصبی اور بے لوث لگن کا انعام تھا جو ایک ایسے عہد

میں دیا گیا تھا جب اس سے عہدہ برآ ہونا آسان نہ تھا۔ حکومت برطانیہ کی طرف سے سائمن کمیشن آنے والا تھا اور عزتِ نفس کا تقاضہ تھا کہ ہندوستانی اس کا بائیکاٹ کریں۔ بائیکاٹ کے معنی حکومت سے کھلی ٹکر تھی اور ڈر تھا کہ حکومت آزادی کی لو کم کرنے کے لیے فرقہ وارانہ منافرت کی آندھی نہ چلا دے۔ مگر ڈاکٹر انصاری نے موقع کی اہمیت کے پیش نظر اس منصب کو قبول کیا کیونکہ اہم تھی یہ کانگریس اس کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ اس کی کارروائیوں کا مشاہدہ کرنے کے لیے لندن سے مسٹر اسپرٹ، مسٹر ہارسیل اور برطانوی پارلیمنٹ میں مزدور پارٹی کے رکن مسٹر بارڈی جونس بھی شریک ہوئے۔ ڈاکٹر انصاری نے بہرحال زمانۂ صدارت خوش اسلوبی سے گزار کر یہ منصب ۱۹۲۸ء میں موتی نہرو کے حوالے کیا جنھوں نے ۱۹۲۹ء میں یہ منصب اپنے فرزند جواہر لال کو سونپا۔ صدارت کی مدت ختم ہونے کے بعد ایک سال کے لیے ڈاکٹر انصاری پھر سکریٹری ہوئے۔ سال پر سال ایک بعد ایک اپنی تمام ہنگامہ خیزیوں کے ساتھ گذرتے رہے اور ۱۹۳۰ء آگیا۔

آزادی کے طلب گاروں کے ہاتھوں میں دو ہی چیزیں زیب دیتی ہیں یا تلوار یا ہتھکڑی ہندوستان کی جنگِ آزادی میں عدم تشدد کا فلسفہ کارفرما تھا اس لیے تلوار کی کوئی گنجائش نہ تھی ہاں ہتھکڑیوں کی بہار تھی، بیڑیوں کی فصل لگ رہی تھی، قید خانے کی دیواروں میں اس روح آزادی کو بند کرنے کی کوشش کی جا رہی تھی جو نسیم بہار کے خوشگوار جھونکوں سے زیادہ نرم بھی ہے اور صرصر کی موجوں کی طرح تیز رفتار بھی۔ ۱۹۳۰ء میں تحریک ستیہ گرہ شروع۔ گاندھی جی گرفتار ہوئے اور دوسرے اکابر بھی۔ اب ڈاکٹر انصاری کے لیے ناممکن ہو گیا کہ وہ اپنے ساتھیوں سے جا کر نہ ملیں۔ چنانچہ گجرات میں انھوں نے بھی ستیہ گرہ کی اور گرفتار ہو کے سزا ہوئی۔ گجرات کے جیل خانے میں سینہ چاکانِ لیلائے حریت کا میلہ لگ گیا۔ صحن زنداں کو چمن زار بنایا جانے لگا۔ اس اثنا میں ڈاکٹر انصاری کو یہ کی بات سوجھی کیوں نہ ایک پارلیمنٹ بنائی جائے۔ عہدِ آزادی کے انصرام حکومت کی مشق یا ریہرسل ہی سہی۔ چنانچہ پارلیمنٹ بھی بنی اور کابینہ بھی۔ یہی پارلیمنٹ ۱۹۳۲ء میں قیدی آزاد ہونے تو کانگریس پارلیمانی پارٹی کا روپ دھار گئی۔ اور حق بھی دار رسید کے طور پر ڈاکٹر انصاری ہی مدن موہن مالویہ کے ساتھ اس کے دستور ساز مقرر ہوئے اور انھوں نے اپنا فرض خوش اسلوبی سے ادا کیا۔

نہ جانے جیل میں کیا تکلیفیں جھیلی تھیں کہ وہاں سے چھوٹنے کے بعد ڈاکٹر انصاری بیمار رہنے لگے۔ آخر وہ اتنا بیمار رہنے لگے کہ عملی سیاست سے مستعفی ہو گئے۔ ہنگامہ ایک سمندر تھا اس ماہی صفت بیتاب رہنے والے دل کے لیے۔ ہنگامے سے دوری ہوئی تو وہ آہستہ آہستہ رکنے لگا۔ یہاں تک کہ ۱۰ مئی ۱۹۳۶ء کو وہ زبان خاموش ہو گئی جو نہ صرف مریضوں کی حوصلہ افزائی کرتی تھی بلکہ قوم کا درد بیدرد حکمرانوں سے کہا کرتی تھی۔ وہ موٹی موٹی نرم نرم اور معقول حرارت رکھنے والی انگلیاں جو ایک طرف افراد اور دوسری طرف قوم کی نبض پڑھا کرتی تھیں اپنی قوت لامسہ کھو بیٹھیں۔ وہ ہاتھ بے حرکت ہو گئے جن کی گرفت میں کبھی نشتر اور کبھی زمام سیاست رہا کرتی تھی۔ وہ دھنسی ہوئی روشن آنکھیں بے نور ہو گئیں جن میں مستقبل کے خواب رقصندہ رہا کرتے تھے۔ وہ شخصیت جو محمد غالب دہلوی کے قول کے مطابق خوبصورت نہ تھی مگر جس پر سے نگاہ ہٹائی نہیں جا سکتی تھی، جو بقول رشید احمد صدیقی اعتماد کا مجسمہ تھی اب کفن پوش ہو کر اوکھلا کی خاک میں آسودہ ہو گئی اسی جگہ جہاں جامعہ ملیہ کی تعمیر کا منظر دیکھتے ہوئے ڈاکٹر ذاکر حسین سے اس نے کہا تھا مجھے یہ جگہ اتنی پسند ہے کہ جی چاہتا ہے شوکو (یعنی شوکت اللہ انصاری) کے آنے کے بعد مطلب اس کے حوالے کر کے یہیں آ پڑوں۔ بات کا دھنی۔ مروت کا مالک۔ محبت کے رشتے کبھی نہ توڑنے والا۔ علم دوست۔ فرقہ وارانہ اتحاد کا پرستار۔ مختار احمد انصاری اپنے قائم کردہ جامعہ ملیہ کی دائمی نگرانی کے لیے ہندوستانی قوم کی مستقل تعمیر کی پاسبانی کے لیے اس عالم میں چلا گیا جہاں سے واپسی ناممکن ہے مگر جہاں پر روح کو وہ طاقت مل جاتی ہے جو زندان خاک و آب میں نہیں مل سکتی۔ جہاں پہنچ کر آدمی ابدی زندگی کا مالک ہو جاتا ہے۔ اس مقصد کو ابدیت عطا کر سکتا ہے جس کو زندگی میں پروان نہیں چڑھا سکا تھا۔ ہاں مختار احمد انصاری ۱۰ مئی ۱۹۳۶ء کو انتقال کر گئے۔ ۱۹۳۶ء جس سال جنگ آزادی آدھی فتح ہو چکی تھی اور عام انتخابات کے بعد اکثر صوبوں میں کانگریس کی حکومت قائم ہو چکی تھی۔ کون کہہ سکتا ہے کہ اس حکومت کی تعمیر میں مختار احمد انصاری کا ہاتھ کتنا تھا۔ مختار احمد انصاری زندہ باد۔ جے ہند۔

رفیع احمد کے مزار پر — جگن ناتھ آزاد

آزاد کی وہ نظم جو انھوں نے مرحوم رفیع احمد قدوائی کے مزار کی زیارت کے موقع پر کہی تھی۔ بڑی پُر درد اور اثر انگیز نظم ہے — قیمت ۲۵ پیسے

ناولستان نئی دلی ۲۵ کی پہلی پیش کش •

اپنی اپنی صلیب

(ناول)

صالحہ عابد حسین

دنیا کی اس چہل پہل میں، ہر انسان اپنے دکھ درد کا بوجھ، اپنی اپنی صلیب کندھوں پر اٹھائے چلا جا رہا ہے۔ ایک دوسرے کی تکلیفوں اور مصیبتوں پر بے دردی سے ہنستا ہے یا ہمدردی سے کڑھتا ہے۔ مگر کوئی کسی کا غم بٹا نہیں سکتا۔ اسی کا نام زندگی ہے اور اسی زندگی کی جیتی جاگتی دل کش اور دل دوز تصویر صالحہ عابد حسین صاحبہ نے اپنے جادو نگار قلم سے اس خوبصورت ادب پارے میں کھینچی ہے۔

قیمت

آٹھ روپے

تقسیم کار:

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دہلی ۲۵۔ دہلی ۶۔ بمبئی ۳ اور علی گڑھ ۲

خطِ کتابت اُردو کورس

— جامعہ ملیہ اسلامیہ جامعہ نگر نئی دہلی کے جشن زریں (۱۹۷۰ء) کے موقع پر اس کورس کے انتظام کی ابتدا کی گئی ہے۔

— اس کورس کا مقصد مختلف زبانوں کے ذریعہ خط کتابت کے سہارے اردو کی ابتدائی تعلیم دینا ہے۔

— سیکھنے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ کوئی ایک زبان لکھ پڑھ سکتا ہو۔

— فی الحال ہندی کے ذریعہ تعلیم دینے کا انتظام کیا گیا ہے۔

اس کے نصاب کے مطابق کتابیں تیار کی گئی ہیں، شرکت کے قواعد یہ ہیں :-

قواعد شرکت

— جو لوگ ہمارے دفتر سے خط کتابت کے ذریعے ربط قایم رکھ کر تعلیم پانا چاہیں وہ ہمارے باقاعدہ رکن (طالب علم) کہلائیں گے۔

— ایسے ارکین کو داخلہ فارم بھرنے کے بعد اس نصاب (کورس) کی کتابیں ایک ایک کرکے مفت دی جائیں گی۔ اس تعلیم کی فیس نہیں ہے لیکن پورے کورس اور کتابوں کا ڈاک خرچ دو روپے ہے جو فارم داخلہ کے ساتھ منی آرڈر یا پوسٹل آرڈر کے ذریعہ آنا چاہیے۔

۳۔ داخلہ ملنے کے بعد خط کتابت کرتے وقت داخلہ نمبر کا حوالہ ضرور دینا چاہیے۔

۴ — جو لوگ ہمارے دفتر سے ربط قایم کیے بغیر ہماری کتابوں سے استفادہ کرنا چاہیں تو وہ مکتبہ جامعہ لمیٹڈ جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵۔ سے مقررہ قیمت پر یہ کتابیں حاصل کر سکتے ہیں۔

۵ — نصابِ تعلیم اور داخلہ فارم حاصل کرنے کا پتہ یہ ہے :-

ناظم خط کتابت اردو کورس دفتر شیخ الجامعہ

جامعہ ملیہ اسلامیہ، جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵

ز

مطبوعات نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا

۱۹۵۷ء میں حکومت ہند کی وزارت تعلیم نے نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا کے نام سے ایک بڑے اور خود مختار اشاعتی ادارے کی داغ بیل ڈالی۔ اس ادارے کا اوّلین مقصد ملک میں ایک ایسی ہمہ گیر تحریک چلانا تھا جس کے ذریعہ ہندوستان کے عوام میں کتابیں پڑھنے کا زیادہ سے زیادہ شوق پیدا کیا جائے۔ نیشنل بک ٹرسٹ کو اپنے اس مقصد کے حصول میں خاطر خواہ کامیابی ہوئی۔ یہ ادارہ اب تک پانچ سو سے زیادہ کتابیں ہندوستان کی مختلف علاقائی زبانوں میں شایع کر چکا ہے۔ ان میں مندرجہ ذیل کتابیں اردو میں بھی شایع کی گئی ہیں:

کتاب		مصنف		مترجم	قیمت
آبادی	مصنف	ڈاکٹر ایس اگروال	ترجمہ	مخمور جالندھری	۵/۲۵
اکبر	"	لارنس بنیس	"	رضیہ سجاد ظہیر	۳/۲۵
پنڈت وشنو دگمبر	"	وی، آر، اٹھاوے	"	ش۔ قدوائی	۲/۲۵
عظیم باغی	"	ڈینس کنکیڈ	"	ڈاکٹر پرتما سرن	۶/۲۵
قاضی نذر الاسلام	"	بسودھا چکرورتی	"	عرشی ملسیانی	۲/۲۵
کبیر	"	ڈاکٹر پارس ناتھ تیواری	"	ایم، کے، ودّانی	۲/۲۵
کچھوا اور خرگوش	"	ڈاکٹر ذاکر حسین	بلا مجلد ۱/-	مجلد	۲/-
گاندھی کا ہندوستان: کثرت میں وحدت		مرتبہ: نیشنل گاندھی صدی سب کمیٹی			۲/۲۵
گرو نانک	مصنف	گوپال سنگھ	ترجمہ:	مخمور جالندھری	۳/۲۵
مٹتی بنتی تصویریں	"	بھگوتی چرن ورما	"	رضیہ سجاد ظہیر	۵/-

بچوں کے لیے انتہائی خوبصورت اور دلچسپ کتابیں

باپو (باتصویر سوانح عمری) دو حصوں میں قیمت ۳/-

کتاب	قیمت	کتاب	قیمت
پرندوں کی دنیا	۱/۵۰	کشمیر	/۵۰
جنت کی سیر اور دوسری کہانیاں	۱/۵۰	ہماری ندیوں کی کہانی	/۵۰
رسیلی کہانیاں	۱/۵۰	ہمالیہ کی چوٹیوں پر	/۵۰

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دہلی ۲۵، اردو بازار دہلی ۶، بمبئی ۳، اور علی گڑھ ۲

جائزے

(تبصرے کے لیے ہر کتاب کی دو جلدیں آنا ضروری ہیں)

قصۂ حاتم طائی موسوم بہ آرایش محفل

مصنف۔ سید حیدر بخش متخلص بہ حیدری
مرتب۔ اطہر پرویز
ناشر۔ ۲۰ × ۳۰ / ۱۶ صفحات ۳۲۰
قیمت۔ طلبہ اڈیشن۔ چھے روپے
لائبریری اڈیشن۔ سات روپے
ناشر۔ مکتبہ جامعہ لمیٹڈ جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵

دنیا میں کہانیوں کا رواج قدیم زمانے سے چلا آتا ہے۔ مصر و بابل کی داستانیں، الیسپ کی کہانیاں (حکایات لقمان) کافی مشہور ہیں۔ مہابھارت میں بہت سی کہانیوں درج ہیں۔ جاتک کہانیاں ہیں۔ اس سلسلہ کی سب سے زیادہ مشہور سنسکرت کی کتاب "پنچ تنتر" ہے۔ دنیا کی مختلف زبانوں میں جتنے زیادہ ترجمے اس کتاب کے ہوئے اتنے غالباً کسی کتاب کے نہیں ہوئے۔ یہی انوار سہیلی کی اصل ہے۔ ان سب میں بہت سی کہانیاں مشترک ہیں۔

عربی اور فارسی قصوں کا اردو سے براہ راست تعلق ہے۔ تمام مشہور قصوں کا اردو میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ فارسی قصے اردو سے سب سے زیادہ قریب ہیں یہ تقریباً تمام فارسی کے ترجمے ہیں یا فارسی سے ماخوذ۔

فورٹ ولیم کالج کلکتہ میں اس موضوع کو فروغ ملا۔ قدیم کہانیوں کے ترجموں کو چھاپنے کا اہتمام کیا گیا اس سلسلہ کی ایک کڑی سید حیدر بخش حیدری کی آرایش محفل (قصۂ حاتم طائی) میں ہے۔ اس کو اس وقت بھی مقبولیت حاصل ہوئی۔ اور

آج بھی اس کی اہمیت ہے اس لیے مکتبہ جامعہ نے اپنے معیاری ادب کی اشاعت میں اس کا نام بھی شامل کرنا ضروری سمجھا۔

اطہر پرویز کو اس کی تصحیح و ترتیب کی ذمہ داری سونپی گئی تھی۔ مرتب نے ذمہ داری محنت اور ژرف نگاہی سے "قصہ حاتم طائی" کی تدوین کی ہے۔ متن کی صحت کے لیے نسخہ مطبوعہ مجلس (۱۹۶۴ء) اور نسخہ مطبوعہ نول کشور (۱۸۰۷ء) کو پیش نظر رکھا ہے اور اختلافِ متن کی صورت میں حاشیہ پر دونوں کی عبارت درج کردی ہے۔ اپنے اصولِ املا کے لحاظ سے املا کا معیار بھی قایم رکھا ہے۔

مرتب نے "تعارف" میں حیدری کے مختصر حالاتِ زندگی، مصنف کی دیگر تصانیف اور فورٹ ولیم کالج کے کارناموں پر روشنی ڈالی ہے۔ داستانوں کے اجزا، ان کے فن اور اہمیت پر نئی تنقید کی روشنی میں بحث کی ہے اور قصہ حاتم طائی کے محاسن کو واضح کیا ہے۔ کتاب کی ترتیب اور تعارف کی تکمیل میں آرایشِ محفل کے چھ مختلف اڈیشن، اہم ادبی تذکرے اور داستان نویسی سے متعلق تقریباً تمام قابلِ ذکر کتابیں زیر مطالعہ رہی ہیں۔

اس قصے کا ہیرو حاتم ہے۔ اس کے کرداری اوصاف کو مرتب نے واضح کیا ہے ص ۱۰۔ حاتم کی زندگی جس طرح اس قصے میں پیش کی گئی ہے کہ "وہ برائے خدا دوسروں کے کام کرتا ہے اور کبھی کسی کی مدد کرنے سے دریغ نہیں کرتا۔" انسان دوستی کا وہ درس ہے جس نے ہماری تہذیب کی بنیادوں کو مضبوط اور ہمارے ادب کو پروان چڑھایا ہے۔ انیسویں صدی کے داستانوی ادب میں قصہ حاتم طائی کی اہمیت غیر معمولی ہے اور اردو ادب کی اُن کتابوں میں ہے جو ہمیشہ زندہ رہیں گی۔

کتاب کے آخر میں فرہنگ شامل ہے اس میں چار لفظوں پر قاری کی نگاہ کو دھوکا ہوگا۔

۱۔ آب جو = نہر کا پانی

اس میں اضافت کا اظہار ضروری تھا ورنہ اس کے معنی نہر، ندی قرار دیے

جائیں گے۔

۲۔ زبدہ = ہر چیز کا چُنا ہوا۔
اس کی جگہ چُنا ہوا، چھانٹا ہوا، بہترین۔ لکھا جاتا تو زیادہ مناسب تھا۔

۳۔ شقہ = بدبخت
شقی کے معنی بدبخت ہیں۔ یہاں کاتب یا مسودہ صاف کرنے والے سے چوک ہوئی ہے۔

مکتبہ جامعہ کی یہ پچیسویں پیش کش ہے۔ اس کے ناشر شاہد علی خاں، جنرل منیجر مکتبہ جامعہ اور مرتب اطہر پرویز، معیاری ادب کے سلسلہ کی "سلور جوبلی" ۲۵ پر مبارکباد کے مستحق ہیں۔

یہ کتاب آفسٹ پر نہایت عمدہ چھپی ہے۔ کاغذ، کتابت اور طباعت معیاری ہے۔

ڈاکٹر سیفی پریمی

افادات سلیم

ترتیب و تصحیح۔ ڈاکٹر خلیق انجم
صفحات ۲۷۹، سائز $\frac{20 \times 30}{16}$
قیمت۔ طلبہ اڈیشن ۵/۵۰ لائبریری اڈیشن ۶/۳۰
ناشر۔ مکتبہ جامعہ لمیٹڈ جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵
اشاعت۔ فروری ۱۹۷۲ء

"معیاری ادب" کے سلسلے کی یہ تیئیسویں کتاب ہے۔ اپنی قدر و افادیت نیز اہمیت کے لحاظ سے ایک ایسا مجموعۂ مضامین جس کی ہر زمانے میں ضرورت رہے گی۔

مولانا وحید الدین سلیم (۱۸۶۷ - ۱۹۲۸) کو سرسید احمد خاں کے ادبی مددگار رہنے کا شرف بھی حاصل رہا تھا۔ اور وہ اسی اسکول کے ایک روشن خیال، ترقی پسند، ذی علم اور دور اندیش حضرات میں سے تھے۔

ان کی لاجواب تصنیف " وضع اصطلاحات " اردو میں اپنی نوعیت کی پہلی کتاب ہے۔ اس کو لکھ کر ہماری زبان پر انھوں نے ایک ایسا احسان کیا ہے اور اس کے علمی ذخیرے میں وہ اضافہ کیا ہے جسے ادب کی دنیا میں فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ اس مستقل تصنیف کے علاوہ مولانا نے مختلف موضوعات پر وقتاً فوقتاً جو مضامین قلم بند کیے تھے ان میں سے دس مضمونوں کا انتخاب " افاداتِ سلیم " میں پیش کیا گیا ہے۔ یہ سب مضمون اپنی نوعیت کے لحاظ سے ادبی اور تحقیقی ہیں۔ چار مضمون اردو زبان کی ساخت پرداخت، الفاظ سازی اور اصطلاحات و تلمیحات کی ضرورت اور اہمیت سے متعلق ہیں۔ تین مضمون سودا، میر اور امجد حیدرآبادی کی شاعری کے بارے میں ایک مضمون عہدِ میر کی زبان پر باقی دو، "ہمارے شاعروں کی نفسیات" اور حیات جاوید پر ریویو" کے عنوان سے۔

کوئی مضمون ایسا نہیں جس سے لکھنے والے کی علمیت، وسعت نظر اور زبان کی ترقی اور ترویج کی مخلصانہ خواہش اور جذبے کا بدرجۂ اتم اظہار نہ ہوتا ہو۔ اردو کو وسیع تر، ترقی پذیر اور ہمہ گیر بنانے کی بہت سے لوگوں نے کوششیں کی ہیں، ان میں مولانا سلیم کو فوقیت اس وجہ سے حاصل ہے کہ انھوں نے بڑے غور و فکر کے ساتھ اور ادبی ذمہ داریوں کو محسوس کرتے ہوئے بہت سی ایسی تدبیریں اور تجویزیں پیش کی ہیں جن کو اختیار کرنے سے نہ صرف ایک مقصد پورا ہوگا بلکہ زبان کا سرمایہ اور خزانہ بھی آئے دن وسیع تر اور مالا مال ہوتا رہے گا۔

'اردو کا دامن تنگ ہے' اس میں" اظہار و اختراع کے امکانات محدود ہیں" "اس کا ذخیرۂ الفاظ جملہ مطالب کو ادا کرنے کے لیے قلیل اور ناکافی ہے" اس طرح کے اعتراضات کرنے والوں کو چاہیے کہ وہ مولانا سلیم کی طرح سوچیں، مطالعہ کریں اور ان کی بتائی ہوئی تدبیروں پر عمل کریں، اگر ایسا کیا گیا ہوتا یا اب بھی کیا جائے تو پھر یہ شکوہ و شکایت اور تنگیٔ داماں کا گلہ باقی نہیں رہ سکتا۔

ایک زمانہ تھا کہ ہمارے ادیب اور شعرا، سند و جواز کے معاملے میں صرف لکھنؤ

اور دہلی کے چند زبان دانوں اور سخن پروروں کے خوشہ چیں اور دست نگر ہوکر رہ گئے تھے۔ مولانا سلیم کی جرأت اور حقیقت شناسی کی داد دینا چاہیئے کہ انھوں نے اپنے بہت سے ہم عصروں سے آگے بڑھ کر ان مفروضہ پابندیوں کو ہٹانے اور توڑنے کی کوشش کی اور بہت واضح طور پر بتادیا کہ زبان بالخصوص اردو زبان کسی ایک فرد، مخصوص طبقے یا محدود فرقے کی زرخرید جائیداد نہیں بلکہ یہ سرمایہ اور اثاثہ ہے ان بے شمار ہندوستانیوں کا جنھوں نے مدتوں کی محنت سے اپنی ضرورتوں کے تحت اس کو بنایا، سنوارا اور پروان چڑھایا۔ اُن میں یہ صلاحیت، ہمیشہ کی طرح آج بھی موجود ہے اور آیندہ بھی اس میں استقلال اور استحکام قایم نہ رہ سکنے کا کوئی سوال نہیں، جب یہ صورت ہے تو پھر کیا ضرورت ہے کہ اپنی بنائی ہوئی عمارت اور خون پسینے سے سینچی ہوئی کھیتی پر دوسرے قابض ہوجائیں اور اصل مالکوں کو اس کا حق نہ رہ جائے کہ وہ ان کے تصرف سے معذور اور اس میں ترمیم و اضافوں کے منصب سے محروم قرار دئے جائیں۔

مختصر یہ کہ مولانا کی رائے ہے اور صحیح رائے ہے کہ اب خواص کو عوام اور جمہور کا پابند ہونا چاہیے نہ کہ عوام ان کے پابند رہیں۔ اور واقعہ یہ ہے کہ ضرورت کے تحت جو لفظ جو محاورہ اور جو اصطلاح رائج ہو اس کو ہمارے ادیب اور شعرا اگر فراخ دلی کے ساتھ اپنی تقریر و تحریر میں استعمال کریں تو اس سے زبان ترقی کرے گی اور اس میں ہر خیال کو ظاہر کرنے کے زیادہ سے زیادہ امکانات پیدا ہوں گے۔ اسی طرح زبان پر مولویوں کے تسلط اور پنڈتوں کی اجارہ داری کے بھی مولانا بہت خلاف ہیں۔ آج اردو کی روانی، شگفتگی اور عام مقبولیت میں چیز حارج اور مانع ہے وہ یہی عربی کا غلبہ اور سنسکرت کی بھرمار ہے۔

ایک طرف "افادات سلیم" کی خوش نما اشاعت، صاف ستھری طباعت دیکھ کر جی خوش ہوتا ہے اور اطمینان ہوجاتا ہے کہ اب اس کی نایابی کی شکایت باقی نہیں رہ گئی تو دوسری طرف بعض کمیوں کا خیال کرکے تعجب اور افسوس بھی ہوتا

مرتب نے بعض بہت ضروری باتوں کا درج کرنا قطعاً غیر ضروری نہیں سمجھا ہے، کہیں سے یہ پتا نہیں چلتا کہ اس کتاب کے متن بنیادی کس نسخے پر قایم کی گئی ہے، وہ کب چھپا تھا اور کس نے چھپایا تھا؟ جدید اڈیشن میں کون سا نیا مضمون شامل کیا گیا ہے اور کس کو نہیں شامل کیا گیا۔ مضامین جو مجموعے میں ہیں پہلے کس رسالے میں چھپے تھے اور کب؟ مولانا سلیم کی علمی صلاحیتوں کے اعتراف کے ساتھ ساتھ کاش یہ بھی لکھ دیا جاتا کہ وہ کب پیدا ہوئے تھے اور کب وفات پائی۔

تقسیم سے کئی برس پہلے سید اشرف حیدر آبادی نے لاہور سے چھپوا کر حیدر آباد سے "افاداتِ سلیم" شایع کی تھی۔ "عرب کی شاعری" کے بجائے "حیات جاوید پر ریویو" کے علاوہ جامعہ اڈیشن میں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ سید اشرف نے مولوی سلیم کی اکثر خوبیوں کی وجہ یہ بتائی ہے کہ ان کو حیدر آباد اور جامعہ عثمانیہ میں رہنے کا موقع ملا تھا۔ طبع جدید کے تعارف نگار نے اقتباسات اور "وضع اصطلاحات" پر اپنی توجہ مرکوز رکھی ہے۔ اور یہ بھی بتادیا ہے کہ مولانا کی علمی فضیلت اور ادبی صلاحیتوں سے متعارف کرانے کی طرف رجحان بڑھنے لگا ہے۔ یقیناً یہ خوشی کی بات ہے لیکن ایک اوسط درجے کا قاری اور خاص کر طالب علم کسی تصنیف اور صاحبِ تصنیف کے بارے میں اس کے علاوہ اور اس سے کچھ زیادہ بھی جاننے کا خواہش مند اور ضرورت مند ہوتا ہے۔

املا اور رسم خط کی طرف کوئی خاص توجہ اور اصلاحی قدم اٹھتا ہوا نظر نہیں آتا۔ ایک ہی لفظ متعدد بار مختلف طریقوں سے لکھنا' 'ز' اور 'ذ' کے استعمال میں کسی فرق اور موقعے کا لحاظ نہ رکھنا۔ 'ہ' 'کوئے' سے بدلنے کا التزام اور ایسی ہی طرح طرح کی غلطیوں کو نظر انداز کرتے رہنا۔ سمجھ میں نہیں آتا۔ اس سلسلے میں کس سے شکایت کی جائے اور کس کو موردالزام قرار دیا جائے؟ اور کب تک اس کا انتظار کیا جائے کہ معیاری ادب کی کتابیں رسم خط اور صحتِ املا کے معاملے میں بھی معیاری کہے جانے کی مستحق ہوں گی۔

رشید نعمانی

ماہنامہ پیام تعلیم (ڈراما نمبر)

اڈیٹر۔ حسین حسان ندوی

پتہ ۔ جامعہ نگر۔ نئی دہلی ۲۵

قیمت ۔ ڈیڑھ روپے

اردو ادب میں بچوں کے ادب پر ہی کم توجہ دی گئی ہے۔ کجا یہ کہ مختلف مملکت اصنافِ ادب پر توجہ دی جاتی۔ ڈراما ایک ایسی صنفِ ادب ہے جسے اردو ادب میں غالباً سب سے کم قابلِ توجہ سمجھا گیا۔ اردو کا کوئی رسالہ اٹھا کر دیکھ لیجیے شاید ہی کوئی ایسا نکلے جس میں ایک آدھ ڈراما موجود ہو۔ جب صورتِ حال یہ ہو تو ایسے میں بچوں کے لیے لکھے گئے ڈراموں کا ذکر ہی فضول سا لگتا ہے لیکن اردو میں بچوں کے سب سے قدیم رسالہ" پیام تعلیم" کی یہی خوبی ہے کہ یہ محض بچوں کا ایک رسالہ ہی نہیں بلکہ ان کے ادب کو فروغ دینے کا ایک مستقل ذریعہ بھی ہے اور اس کی تازہ ترین مثال ہے اس کا ڈراما نمبر۔

چودہ ڈراموں۔ ڈرامے کے فن و تاریخ سے متعلق ایک جامع مضمون، جامعہ میں ڈراموں کی شروعات کے ایک دلچسپ اور قیمتی معلومات سے بھرپور ایک دوسرے مضمون اور منہ کا مزا بدلنے کے لیے کئی نظموں سے مزین یہ نمبر واقعی اس قابل ہے کہ بچے تو بچے بڑے بھی اس کا مطالعہ کریں اور اس سے استفادہ حاصل کریں۔

بچوں کے لیے ڈرامے لکھے ہی بہت کم گئے ہیں اور جو چند ڈرامے ہیں بھی ان میں فنِ ڈراما کے تمام تقاضوں اور اسٹیج کی ساری ضروریات کو مدنظر نہیں رکھا گیا۔ ایسے حالات میں پیام تعلیم کے اس ڈراما نمبر کو اندھیروں میں اجالے کی ایک کرن کہنا چاہیے۔

اس ڈراما نمبر کی ایک خوبی یہ ہے کہ طبع زاد ڈراموں کے ساتھ ساتھ دوسری زبانوں ملکی اور غیر ملکی سے ترجمہ شدہ ڈرامے بھی شامل ہیں اس سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ دوسری زبانوں میں ڈرامے کا فن کتنی ترقی کر گیا۔ ڈرامے

بھی طرح طرح کے ہیں۔ اسٹیج کے ڈرامے بھی ہیں اور ریڈیائی ڈرامے بھی اور ایک دو ڈرامے ایسے بھی ہیں جنھیں ادبی ڈراما کہا جاسکے یعنی اسٹیج کیے جانے کے لائق نہیں بس پڑھ لیجیے۔

جن ڈراموں کو صحیح معنوں میں بچوں کا ڈراما کہہ سکتے ہیں اور جو فن اور اسٹیج کے تقاضوں کو پورا کرتے ہیں وہ تین ہیں۔ سر فہرست ہے محترمہ صالحہ عابد حسین کا ڈراما "بڑا مزا اس ملاپ میں ہے"...... اس ڈرامے میں بہت سی خوبیاں ہیں۔ آسانی سے اسٹیج کیا جاسکتا ہے۔ زیادہ تر کردار بچے ہی ہیں۔ سبق آموز بھی ہے۔ اور مکالمے بھی بہت چھوٹے چھوٹے، آسان اور چست و برجستہ ہیں بناوٹ کا نام نہیں۔ دوسرا ایک تامل ڈراما "کھوٹا سکہ" ہے۔ ترجمہ کرنے والے ہیں مناظر عاشق صاحب۔ اسکولی بچے اس کے کردار ہیں اور بہت دلچسپ۔ سبق آموز اور اسٹیج کیے جانے کے قابل ڈراما ہے۔ تیسرا ڈراما انگریزی سے ترجمہ شدہ ہے نام ہے "کرکٹ کا کپتان" اور ترجمہ کرنے والے ہیں جناب غلام حیدر۔ یہ ڈراما اپنی جگہ ایک شاہکار ہے اور اسٹیج اور فن کے تمام تر تقاضوں کو پورا کرتا ہے۔ ریڈیائی ڈراموں میں غلام یزدانی صاحب کا "کایا پلٹ"۔ اظہر افسر صاحب کا "مچھلی کا شکار" اور فرحت قمر صاحب کا "بلاک نمبر" خاصے دلچسپ ڈرامے ہیں۔

بچوں کے مشہور ڈراما نگار اور جامعہ کے استادوں کے مدرسے کے استاد جناب عبدالغفار مدہولی صاحب کا مضمون "جامعہ میں ڈراموں کی کہانی" ان کوششوں کی دلچسپ اور معلوماتی داستان ہے جو انھوں نے اور جامعہ کے دوسرے بزرگوں نے بچوں میں ڈرامے کے فن کو مقبول بنانے کے لیے کیں۔

خلیق انجم اشرفی صاحب کا مضمون "ڈرامے کی کہانی" بڑی محنت سے لکھا گیا ہے اور اس میں فن و تاریخ ڈراما سے متعلق ہر بات مختصر لیکن جامع انداز میں بیان کرنے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے۔

تصویروں کی غیر موجودگی اور کتابت کی غلطیاں کھٹکتی ہیں۔ کاغذ بھی

بہتر ہوتا تو رسالہ معنوی حیثیت کے ساتھ ساتھ صوری حیثیت سے بھی قابل قدر ہوتا۔
مجموعی طور پر یہ نمبر اس لائق ہے کہ ہر لائبریری کی زینت بنے اور ہر اردو پڑھا لکھا اس کا مطالعہ کرے۔ بچوں کے بہت پرانے ادیب حسین حسّان صاحب جو اس کے اڈیٹر ہیں ایسا عمدہ اور دلچسپ و مفید نمبر ترتیب دینے کے لیے قابل مبارک باد ہیں اور امید ہے کہ پیام تعلیم کے سابق نمبروں (نہرو نمبر۔ حالی نمبر غالب نمبر۔ ذاکر نمبر اور قہقہہ نمبر) کی طرح یہ نمبر بھی مقبول عام ہوگا۔

نظام علی خاں

تاش کے محل

ناول نگار ۔ مپال رنگنا یکما
ناشر ۔ نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا، نئی دہلی ۱۶
سائز ۲۲×۱۸/۸ صفحات ۱۲۸
قیمت پانچ روپے پچاس پیسے

شریمتی مپال رنگنا یکما کے تلگو ناول "پیک میڈلو" کو زینت ساجدہ نے اردو میں منتقل کرکے اس کو "تاش کے محل" کا نام دیا ہے۔
مپال رنگنا کی کہانیوں کا مجموعہ شوبھتم راتری شائع ہو چکا ہے اور تقریباً بارہ ناول منظر عام پر آچکے ہیں۔ پہلا ناول کرشن وینی ۱۹۶۲ء میں اشاعت پذیر ہوا۔ بلی چیم ۱۹۶۳ء میں چھپا۔ دو برس بعد اس ناول پر آندھرا پردیش ساہتیہ اکادمی کا اوارڈ ملا۔ رچیتری، استری، کولن گوڈلو، سوئیٹ ہوم وغیرہ دوسرے اہم ناول ہیں۔
نیشنل بک ٹرسٹ کی جانب سے ناول نگار، ناول اور مترجم سب کا انتخاب قابل توصیف ہے۔ خصوصاً زینت ساجدہ اپنے اسلوب بیان، مطالعہ، فنی آگاہی، عورت کی نفسیات اور اس کے اظہار کے لیے موزوں تر ہیں۔
پانڈو رنگ راؤ نے دیباچہ میں لکھا ہے:
"جدید تلگو ناول کی ایک خاص بات، جو کہ دوسری ہندوستانی زبانوں یا کم از کم ہندی میں نہیں ہے ادیبوں کے مقابلے میں ادیباؤں کی تعداد کا زیادہ ہونا

ایک طرح سے یہ ایک اچھا شگون ہے۔ سماجی زندگی کی اندرونی اُلجھنوں کا عورتوں کو جتنا پتہ ہوتا ہے، اتنا مردوں کو اکثر نہیں ہوتا۔ نرم و نازک جذبات کا خوبصورت اظہار بھی عورتوں کے لیے زیادہ آسان اور منفرد ہوتا ہے۔

پیک میڈلو (تاش کے محل) عظیم قلم کار شریمتی تپال رنگنا یکما کی مشہور و معروف تخلیق ہے۔ اس ناول میں عورت کے ذہن کے ترقی پذیر خیالات کی وضاحت بڑے پرزور اور فطری انداز میں کی گئی ہے۔"

اس ناول میں بھانو متی (ہیروئن)۔ راج شیکھر (ہیرو) کی ازدواجی زندگی پیش کی گئی ہے۔ تیسرا اہم کردار ہیروئن کا بھائی کیشو راؤ ہے۔ ہیروئن ایک آزاد خیال عورت ہے اور شوہر کا کردار اپنے جامد سماج کی امانت ہے۔ اسی باعث کرداروں کے معاملات میں پیچیدگیاں ظہور میں آتی ہیں۔ وہ بڑھتی ہیں اور اُن کا سلجھانا ناممکن ہو جاتا ہے۔ کیشو کا کردار سادہ ہے۔ اس کا ذہن مصلحت پسند ہے اس کو اپنی بہن کی زندگی خوش گوار بنانے کے لیے "سمجھوتہ کا گر" خوب آتا ہے۔

ناول میں بہن بھائی کے طویل مکالمے پھیلے ہوئے ہیں۔ زندگی پیش کرنے میں تشریحی انداز کارفرما ہے۔ ناول نگار کی ذات قاری کی نظر سے اوجھل نہیں ہوتی۔ ناول میں عورت کے جذبات کی نزاکت، نفسیات اور ذہنی آزادی کی مصوری ہے اور مرد کے روایتی احساس برتری کی عکاسی بھی۔

ہیروئن کی زبان سے مکالمہ کا ایک ٹکڑا سنیے:

ص ۳۵۔ "بھیا! مستقبل کے بارے میں مجھے اندیشہ ہے۔ ہر عورت کو اپنے شوہر سے جس محبت کی توقع ہوتی ہے وہ مجھے نصیب نہیں۔ میرے لیے اُن کے دل میں کوئی جگہ نہیں ہے۔ جب بچّو ہونے والا تھا اُس وقت انھوں نے نوکرانی کی ضرورت ظاہر کرنے پر اعتراض کرتے ہوئے کہا ـــــ اتنے سے گھر میں تمھیں نوکر کی بھی ضرورت ہے۔ ڈاکٹروں سے سنا نہیں کہ حاملہ عورتوں کو گھر کا کام کاج کرنا صحت کے لیے مفید ہے۔ پیٹ بھر کھا کر گھر میں رہنا ہے کوئی نوکری تو کرنی نہیں۔ مہارانیوں کی طرح آرام کرنے کے لیے

میکے سے جاگیر لائی ہو کیا؟"

اِن خانگی معاملات کی ابتری کے علاوہ عورت کے جذبات اور خیالات سے مرد کی بے پروائی اور تضاد کے باعث ہیروئن اپنے معصوم بچے، بھائی، شوہر اور خاندان کی محبت سے منہ موڑ کر موت کے سائے میں آسودگی تلاش کرتی ہے۔ اُس نے اقدام خودکشی سے پہلے دو طویل خط لکھے ہیں۔ اس ٹریجڈی سے شوہر کی آنکھیں کھُل جاتی ہیں۔

اس ناول میں خطوط کی طوالت قاری کے ذہن پر غم کے تاثرات اُبھرنے میں مانع آتی ہے۔ بھائی اور شوہر کے لیے وہ غم اور تبدیلیٔ ذہن کا باعث ہو سکتے ہیں۔ ناول کے ارتقائی عمل میں ہندوستانی عورت کی عملی بے بسی مگر آزادیٔ خیال اور سماج میں مَرد کی ہم قدم ہونے کی تڑپ ملتی ہے۔

برقی آرٹ پریس مکتبہ جامعہ میں یہ ناول نہایت عمدگی سے آفسٹ پر چھپا ہے سرورق کی سادگی بھی حُسن کی غمّاز ہے۔

ڈاکٹر سیفی پریمی

رعنا

(ناول)

مصنف۔ قدیر امتیاز

ناشر۔ مشورہ بک ڈپو۔ دہلی

قیمت۔ دو روپے

"رعنا" — قدیر امتیاز صاحب کا پہلا ناول ہے۔ ایسی پہلی کوشش میں جس قدر اور جیسی خوبیاں اور خامیاں ہوتی ہیں وہ سب کی سب "رعنا" میں پائی جاتی ہیں۔

کہانی لکھنے کا فن جس قدر آسان سمجھا جاتا ہے اسی قدر وہ مشکل بھی ہے جس کو ایک بار کہانی کہنے کا سلیقہ آجاتا ہے وہ اس فن کو حاصل کر کے رہتا ہے۔ قدیر صاحب کہانی کہہ سکتے ہیں۔

کسی حقیقت کو افسانوی رنگ دینا بھی ایک آرٹ ہے۔ لگتا ہے ان کے ناول کی کہانی حقیقی زندگی سے لی گئی ہے۔ اسی لیے اس میں شروع سے آخر تک

(شروع میں زیادہ اور آخر میں بڑی حد تک کم) دلچسپی برقرار رہتی ہے اور یہی اس ناول کی سب سے بڑی خوبی ہے۔ اس ناول کی کہانی کہیں رکتی اور ٹھہرتی نہیں ہے وہ آگے بڑھتی رہتی ہے۔

اس ناول کی پوری کہانی دلاور خاں کے گرد گھومتی ہے۔ یہی ایک ایسا کردار ہے جس کے ساتھ قاری کی ہمدردیاں شروع سے آخر تک مربوط رہتی ہیں۔ میں نے "ہمدردیوں" کا ذکر دانستہ کیا ہے کیوں کہ دلاور خاں حالانکہ مخالف حالات کا مقابلہ کرکے ایک ٹٹ پونجیے سے صف اوّل کا تاجر بنتا ہے لیکن وہ شروع سے آخر تک ایک مظلوم انسان ہی رہتا ہے۔ روپیہ حاصل کرکے وہ نہ صرف آرام اور آسایش خریدتا ہے بلکہ "بیویاں" بھی۔ لیکن سکون اور اطمینان کی تلاش میں اس پر دل کے دورے پڑنے لگتے ہیں اور بالآخر ایک ایسی حسرت کو لیے وہ دم توڑ دیتا ہے جس کی خاطر اس نے اپنی زندگی میں ایک کے بعد ایک کرکے کئی غلطیاں کی ہوتی ہیں۔ یوں اس کو راحت کے لمحات بھی میسر آتے ہیں لیکن ان لمحوں کی کیا اہمیت جن پر رات کی تنہائیوں اور خاموشیوں میں صرف اندھیرے اور محرومیاں ہی مسلط ہوں!

اس ناول کے دوسرے تمام کردار دلاور خاں کے گرد ہی گھومتے ہیں یہاں تک کہ اس کی موت کے بعد بھی ان کی زندگی پر اس کا اثر ہوتا ہے۔

عورت کو ایک سہارے کی تلاش ہوتی ہے اور وہ ایک بہتر سہارے کی خاطر ایک چھت سے نکل کر دوسری چھت کے نیچے آسانی سے آجاتی ہے۔ اس حقیقت کو نجمہ کے کردار کے ذریعہ پیش کرتے ہوئے بھی قدیر صاحب نے اس کو آخری حصّہ میں اپنے ماضی سے مربوط کرکے نسوانی فطرت کو ایک تصوری بلندی عطا کرنے کی کوشش کی ہے، لیکن اس ناول کے "ڈرامائی" اختتام سے اس تصور کو دھکا پہنچتا ہے۔ "رعنا" کا کردار اتنا جاندار نہیں ہے کہ اس کے نام پر ناول کا نام رکھا جاسکے!

۱- ناول کا ابتدائی حصہ واقعات کے ساتھ مکالموں کے سہارے بھی آگے بڑھ

ہے، لیکن یہ مکالمے جاندار ہونے کے باوجود مصنوعی اور بے جوڑ لگتے ہیں اور ان سے بھی روانی میں رکاوٹ محسوس ہوتی ہے، مکالموں میں انگریزی الفاظ استعمال کیے جائیں تو ان کے معنی ساتھ نہیں دیے جانے چاہئیں۔ مکالموں کی زبان ایسی ہونی چاہیے کہ ان کے الفاظ اور لہجے ہی سے سچویشن کا اندازہ ہو جائے۔

مکالموں میں دکن کی چھاپ نمایاں ہے اور کئی جگہ ایسے الفاظ اور محاورے استعمال کیے گئے ہیں جو اس خطہ سے مخصوص ہیں، مثلاً " بازو والی نوکرانی بتا رہی تھی" " بازو والی کرسی پر بیٹھ گئے" (درزی کے ہاں) "دیکھ کر کپڑے ڈالے ہوتے" "ڈاکٹر صاحب انھیں کیسے بھی بچا لیجیے" "امی ان ہی کی طرف سے اتنی دیر ہوگئی" وغیرہ وغیرہ۔

کئی جگہ مزید احتیاط سے زبان اور مکالموں کو زیادہ دلچسپ اور فصیح بنایا جا سکتا تھا۔

دلاور خاں کے ساتھ کبھی صیغۂ واحد استعمال کیا گیا ہے اور کبھی صیغۂ جمع۔ یہاں تک کہ ایک جملہ میں اس کے لیے "انھوں نے" ہوتا ہے اور فوراً بعد کے جملہ میں "اس کے" ہو جاتا ہے۔ یہ تضاد کئی جگہ کھلتا ہے۔

زبان اور بیان کی بے شمار خامیوں کو نظر انداز کر دیا جائے تو یہ ناول اپنی کہانی کی وجہ سے دلچسپی کا سامان فراہم کر سکتا ہے۔

خالد عرفان

گنج رواں

شعراء۔ عتیق، نسیم، سلطان، عادل، عارف

ناشر۔ آرزو پبلیکیشنز، نیا پورہ، مالیگاؤں (ناسک)

صفحات ۱۲۸

سائز۔

قیمت۔ چھ روپے

"گنج رواں" کثرت میں وحدت کے جلوہ کا مظہر ہے۔ اس میں پانچ رنگوں

کی آمیزش ہے یعنی — اُجالوں کی نہریں، زخموں کا پیرہن، پت جھڑ کی خوشبو، الفاظ کی برات، سچے لفظ — اور یہ سب مل کر گنج رواں بن گئے ہیں۔ اس کی تخلیق و تعمیر میں پانچ فن کاروں کا خونِ جگر شامل ہے جن کے نام بالترتیب یہ ہیں۔

عتیق احمد عتیق، احمد نسیم مینا نگری، سلطان سبحانی، رزاق عادل، سید عارف۔ غالباً اب تک کوئی اردو شعری مجموعہ اس آب و تاب، دیدہ زیبی، نفاست اور اہتمام کے ساتھ نہیں چھپا۔

معنوی اعتبار سے بھی اس میں یہ خوبی ہے کہ چند نوجوان فن کاروں کے ذہن اور فنی محاسن سے قاری کو بیک وقت لطف اندوزی اور فکری تاثرات مرتب کرنے کا موقع ملتا ہے۔

"گنج رواں" میں کسی مخصوص نظریہ کی شاعری نہیں ہے اس میں زیریں لہروں کا پھیلاؤ میر سے میراجی تک ملتا ہے۔ واضح سطح پر ترقی پسند نظریے کے جلوے ہیں اور جدید شاعری کا کرشمہ بھی۔ علامتوں کا استعمال تقریباً تمام سرمایہ میں نمایاں ہے۔ ان کے استعمال کے دو دائرے ہیں یعنی کہیں علامتوں کا صَرفِ محض ہے جس نے ابلاغ کی اہمیت کو کم کر دیا ہے اور کہیں علامت کا فنی تقدس روشن ہے جس نے ترسیل کی اہمیت کو تابناکی عطا کی ہے۔ اس کی اچھی مثالیں عتیق کے یہاں ملتی ہیں۔ عموماً چند علامتوں کا استعمال عام ہے۔ مثلاً: پیاس، برگد، ٹیلے، ساگر، نہر، پتھر، پتہ، پت جھڑ، سمندر، تاریکی، جنگل وغیرہ۔

"اجالوں کی نہریں" کے علاوہ باقی سب میں ہندی کا آہنگ غالب عنصر کی حیثیت رکھتا ہے۔ "الفاظ کی برات اور سچے لفظ" میں کہیں کہیں براہ راست تخاطب کا انداز اختیار کیا گیا ہے جس کے باعث جذبہ اس تہذیبی حسن میں ڈھلنے سے معذور رہا جو غزل کے مزاج کی نمایاں خصوصیت ہے مگر ہندی فضا میں سپردگی اور مانوسیت ہے۔ "پت جھڑ کی خوشبو" میں شاعر نے کتاب، سطر، صفحے وغیرہ کا استعمال کیا ہے۔ اس کی مجوبہ بھی اجنبی نہیں ہے۔

:
:
ر
اع
یہ رہ
لعا کر گہ

اس مجموعے میں تقلیدی ذہن نہیں ہے۔ فرد کی آزادی کا احساس ابھارا گیا ہے۔ نئے رویے کی تلاش ملتی ہے۔ خرد کی ماندگی اور جذبہ کی تپش کا اظہار عام ہے۔ افکار و اعمال کی روشنی ہے لیکن بیشتر مقامات پر انسانی ہاتھ کی آراستگی سے فطرت کی مشاطگی کی طرف ذہنی سفر کے آثار ملتے ہیں۔

اب چند اشعار ملاحظہ فرمایئے:

۱۔ عتیق احمد عتیق:

"نگارِ وقت" اُس اک شخص کی تلاش میں ہے
سمیٹ لے کئی صدیاں جو ایک ہی پل میں

لازم مجھی پہ سارے زمانے کا پیار بھی
میرے لیے ہی سلسلۂ طوق و دار بھی

۲۔ احمد نسیم مینانگری:

آنکھوں کے فاصلے ہی تھے جو طے نہ ہو سکے
ورنہ وہاں سے دور نہ تھی دل کی رہ گزر

قریب سمجھے تھے ہم منزلِ طلب یارو
قدم اُٹھے تو زمانے کا فاصلہ نکلا

۳۔ سلطان سبحانی:

شاید کوئی پوچھ رہا ہے اس کا پتہ
اک خوشبو سی چوکھٹ چوکھٹ لہرائے

ہماری آنکھ میں دیوانو جھانکتے کیا ہو
تمھارے دل میں اتر جائے گی گلی اُس کی

۴۔ رزاق عادل:

کس نے دیکھا مرے لہو کا مد و جزر
کتنے پیاسے چاند بدن میں ڈوب گئے

پھر موجِ بوئے گل مرے سر سے گزر گئی
پھر پھوٹنے لگا لہو دیوارِ سنگ سے

۵۔ سید عارف:

خاموش جو رہے تو لگے مورتی سی وہ
بولے اگر تو بول اُٹھے انگ انگ بھی

میں نے سچ کا زہر پیا ہے امرت پینے والو
میرے لہو سے ابھرے گا اب ایک نیا کردار

آرزو پبلیکیشنز نے اس پیش کش کے ذریعہ اردو کتابوں کے معیار کی عمدہ مثال پیش کی ہے۔ اس کی ہمت افزائی ضروری ہے۔

ڈاکٹر سیفی پریمی

سفید خون

مصنف - نانک سنگھ
ترجمہ - سردار رتن سنگھ
صفحات ۲۰۰ سائز ۱۸×۲۲/۸
قیمت - آٹھ روپے
ناشر - نیشنل بک ٹرسٹ - انڈیا۔
تقسیم کار مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دہلی ۲۵

پنجابی زبان کا ناول پنجابی سماج کے سماجی مسائل کے متعلق ایک ممتاز پنجابی ساہتیہ کار کے قلم سے جس کا پنجابی نام "چٹا لہو" تھا۔ اسے بدل کر اردو میں "سفید خون" کردیا گیا ہے۔

یہ ناول، جیسا کہ سردار تیجا سنگھ پرنسپل (خالصہ کالج امرت سر؟) کے دیباچہ سے ظاہر ہے، پنجابی زبان اور گورمکھی لکھاوٹ میں پہلی بار ۱۹۳۲ء میں تقسیم ملک سے ۱۵-۱۶ سال پہلے شائع ہوا تھا۔ اور پیش نظر ترجمہ ستمبر ۱۹۷۱ء میں دہلی سے شائع ہوا ہے۔ گویا اصلی کتاب کے لکھے جانے پر کم وبیش چالیس بیالیس سال گذر چکے ہیں۔ کتاب میں جس سماج کی تصویر کھینچی گئی ہے، مطالعہ کرتے ہوئے اس کا اور آج کی سماج کا ناک نقشہ ملانے سے سوچنا پڑتا ہے کہ گذشتہ آدھی صدی میں کیا اور کون سی تبدیلی آئی ہے۔ کیا پرانے سماجی تعصبات میں کمی آگئی ہے یا زیادتی ہوئی ہے۔ یا قدامت نے جدت کا لباس پہن لیا ہے۔

پرنسپل سردار تیجا سنگھ جی کا دیباچہ نہایت عالمانہ اور منصفانہ ہے۔ ریویو نگار کتاب کے بارے میں ان سے زیادہ کیا کہہ سکتا ہے۔ موصوف نے اس ناول کو پنجابی زبان اور مصنف کا شاہکار بتایا ہے اور پنجابی کے بعض اچھے ناولوں سے مقابلہ کرکے ثابت کیا ہے کہ یہ ناول ان سے بڑھا ہوا ہے۔

یہ ناول سماجی ہے سیاسی نہیں اس لیے سیاسی رنگ یا آزادی کا نعـ
اس میں نہیں لگایا گیا۔ مطالعہ میں یہی پہلو سامنے رہنا چاہیے۔ البتہ اسـ

ہیں
تراض
نسا نہیں
رگھر میں ر

زیادہ تر پنجابی دیہاتی قصباتی سماج کی اخلاقی یا سماجی بیماریوں کی کہانی کے روپ میں موثر طور پر توضیح کی گئی ہے۔ کتاب میں کسی طبقہ کو آسمان پر چڑھانے یا کسی طبقہ کو بحیثیت جماعت یا گروہ یا جتھا کو گرانے کی کوشش نہیں کی گئی۔ کیونکہ باہوش اور باخبر مصنف کو معلوم ہے کہ اخلاقی یا سماجی مہلک بیماریوں سے کوئی سماج بچی ہوئی نہیں۔ ظاہر ہے کہ جب میری ہی ذات یا جماعت میں قابلِ اصلاح برائیاں پائی جاتی ہوں تو کس طرح دوسروں کا نام دھر سکتا ہوں۔

اس میں دکھایا گیا ہے کہ جھوٹی دھار مکتا یا مذہبیت کا ڈھنڈھورا پیٹنے والے دھرم کی جان اور روح سے کتنے دور ہوتے ہیں۔ یہ بات کتاب کے ورق ورق سے ظاہر ہے۔ جا بجا ناموں کی پوجا ہے۔ کاموں پر نظر نہیں۔ خود غرضانہ رسم و رواج نے عورت ذات کی کیا دُر دشا کر رکھی ہے۔ اس کا پوست کندہ حال سامنے رکھ دیا گیا ہے۔

فارسی کے تین لفظ۔ زر۔ زن۔ زمین۔ ہماری زبان کے جانے پہچانے اور مقبول عام لفظ ہیں۔ ان میں سے آخری دو، زن اور زمین اصلِ حیات اور اُمّ کائنات ہیں۔ رہا زر۔ یہ سرمایۂ حیات ہے۔ لیکن ہر جگہ دیکھنے میں آرہا ہے کہ دوں ہمت۔ ناپاک طبع۔ درندہ صفت خود غرض آدم زادوں نے ان کے جائز اور صحت مند صاف اور پاک اور پسندیدہ طریقِ حصول کو چھوڑ کر کیسی کیسی شیطانی گھاتیں اختیار کر رکھی ہیں۔ دین۔ دھرم۔ سماج اور وقت کے قانونِ عادلانہ کی گرفت سے بچنے کے لیے ایسے ایسے کھیل کھیلے جاتے ہیں کہ ان کے کارن سچائی اور حقیقت مشتبہ ہی نہیں ہوتی بلکہ بدل کر کچھ سے کچھ بن جاتی ہیں۔

کمزور —— عورت ہو یا مرد —— فرد ہو یا جماعت۔ خود غرضیوں کے پاکھنڈوں کے ہاتھوں کس طرح رسوا اور برباد ہوتے ہیں، غلط اور ظالمانہ رسم و رواج اور نام نہاد دین داری یا دھار مکتا نے کس طرح بعض طبقوں کو مفلوج و مقہور بنا کر آدمیت کے عام حقوق سے بھی محروم کر کے خاک میں ملا دیا ہے اور ان کی نجات و

فلاح کی جو صورت عقلاً درست نظر آتی ہے، عملاً ان کے رستے میں کیسی کیسی رکاوٹیں کھڑی کی جاتی ہیں۔ کتاب کی ان معنوی اور باطنی خوبیوں کے علاوہ مصنف کی زبان اور پیرایۂ بیان خالص پنجابی ادب کا شاہکار ہے۔ مصنف بقول پرنسپل تیجا سنگھ جی جس طبقہ کی نمایندگی کرتا ہے اسی کی زبان اور اسی کا لب و لہجہ اختیار کر لیتا ہے۔ عامیوں کی اعتقادی پختگی اور مذہبی گہرائی اور عمل کے میدان میں ایسے افراد کا اُتھلا پن دکھاتا ہے۔ اور اسی ضمن میں مذہب یا دھرم کے نمایندوں اور سماج کے کرتا دھرتاؤں کی پُر پیچ قلابازیاں کیسے کیسے عبرت ناک گل کھلاتی ہیں۔ جہاں سردار نانک سنگھ جی اس کتاب کی تصنیف اور جرأت مندانہ اور مخلصانہ تصنیف کے لیے مستحق مبارک باد ہیں وہاں سردار رتن سنگھ صاحب جنھوں نے کتاب کو پنجابی سے اردو یا ہندوستانی میں بیان کیا ہے، یقیناً کچھ کم مستحق داد نہیں۔ آپ نے اپنے ترجمہ میں دتی یا لکھنؤ کی بھاشا کی نقل نہیں کی۔ بلکہ اس ہندوستانی یا اردو سے کام لیا ہے جو دتی و لکھنؤ ہی کی زبان نہیں، پورے بھارت درش کی زبان ہے اور ہمارے صوبۂ پنجاب کی زبان پنجابی کا لب و لہجہ رکھتی ہے۔ اسی کا رنگ ڈھنگ ہے، الفاظ اور محاورے ہیں۔ کتاب پڑھتے ہوئے محسوس ہوتا ہے کہ گویا ہم پنجابیوں میں بیٹھے ان کی بے تکلف بات چیت سن رہے ہیں اور مزے لے رہے ہیں۔ کتاب میں سکھ سماج کی مذہبی اصطلاحیں یا بول چال کے خاص لفظ آتے ہیں مگر اجنبی کو ان کے معنی بھی سادہ لفظوں میں بتا دیے جاتے ہیں۔ بعض لفظوں کے معنی نظر انداز بھی ہو گئے ہیں۔ ایسے لفظ نہ ہونے کے برابر ہیں۔ کتاب کے مطالعہ سے سکھ مذہب کی بہت سی پاکیزہ باتوں کا ہمیں علم ہو جاتا ہے جس سے ہمارے دل میں احترام پیدا ہوتا ہے۔ اسی کے ساتھ یہ بھی کہ بہت سے دکھاوے کے طور پر یا پیشہ کے طور پر مذہبی رسموں کو دوہراتے ہیں، مگر ان کے دل ان کے نور سے خالی اور ان کی روح ان کی لذت سے ناآشنا ہوتی ہے۔ اس ناول کے مطالعہ سے غیر پنجابی اردو داں پنجابیوں کے مزاج، ان کی زبان اور ان کے

جذباتی میلانات سے واقف ہو کر بہت سی باتوں میں خود کو ان سے قریب تر محسوس کریں گے۔ یہی نہیں بلکہ ان کی کمزوریوں میں اپنی کمزوریاں اور ان کی خوبیوں میں اپنی ہی خوبیوں کا پرتو ملاحظہ کریں گے۔ اور یہی اس ناول کی خوبی ہے۔ اور یہی شعور پیدا کرنا ساہتیہ اکیڈمی کے صوبجاتی ادب کے تعارف اور اشاعت کا منشا ہے کہ ہندوستان کے طول و عرض میں بسنے والے ہندوستانی اپنے ملک کے مختلف حصوں میں بسنے والوں سے ہم آہنگی اور اپنائیت کے راز کو سمجھ کر اچھی طرح محسوس کر سکیں اور ہر قسم کی غیریت اور اجنبیت کی دیوار بیچ میں سے اُٹھ جائے۔ لوگوں میں ناموں کا فرق ضرور ہے مگر انسانی کمیاں اور خوبیاں سب میں ایک سی ہیں۔ ہمارا فرض ہے کہ اپنی کمزوریاں دور کریں اور دوسروں کی خوبیوں کو سینہ سے لگائیں اور دل و دماغ میں بسائیں۔ اور خود کو دوسروں سے بہتر اور دوسروں کو خود سے کمتر سمجھنے کی خطرناک بھول بھلیاں سے باہر آ جائیں۔

قابل مصنف کا کہانی لکھنے کا ڈھنگ بڑا دلکش معمائی ہے۔ قدم قدم پر معمے پیدا کرنا اور مناسب موقع پر نہایت خوبی سے ان کو حل کر دینا۔ مصنف کی عام روش تحریر ہے۔ بیان کو مختصر رکھنا' قاری کے اضطراب کو دور کر دینے کی اچھی ریت ہے۔ مگر ایک آدھ جگہ الجھاؤ کا سلجھاؤ دل کو نہیں لگتا۔ مثلاً یہی کہ سندری کا ایک اٹھارہ سالہ بے ریش بھرپور جوان کے روپ میں رات بھر اپنے دوسو صفحے کا ناول سناتے رہنا اور پھر بھی بابو شام داس یا تاراچند کا یہ نہ پہچان سکنا کہ کہانی کار لڑکی ہے لڑکا نہیں' عجیب سی بات ہے۔ آخر آخر میں تاراچند کا چونکنا یا بھیس بدل کر سامنے آنا اس سوال کا جواب نہیں۔

باطنی خوبیوں کے ساتھ ناول کا کاغذ اس کی حسین کتابت اور صاف اور روشن چھپائی قابل داد ہے تاہم کتاب میں ۱۲ غلطیاں ہیں جو عموماً نقطوں کی ہیں جو لکھائی میں رہ گئے یا طباعت میں اُڑ گئے ہیں۔

کتاب "سفید خون" کے مصنف سردار نانک سنگھ جی کا حال تو یہ ہے

تیجا سنگھ جی کے دیباچہ سے کسی قدر معلوم ہو جاتا ہے. کتنا اچھا ہوتا کہ اس کے مترجم سردار رتن سنگھ جی کی بھی کسی قدر پہچان کرادی جاتی - کیوں کہ جس طرح اصلی پنجابی کتاب سردار نانک سنگھ کے ادبی مقام کی طرف اشارہ کرتی ہے - اسی طرح "سفید خون" مترجم کی قابلیت اور روح مضامین کو اپنی سادہ ہندوستانی میں پیش کرنے میں کامیابی بھی امتیازی شان رکھتی ہے. آیندہ کے لیے بہتر یہی ہے کہ جو کتاب بھی نیشنل بک ٹرسٹ، اصل زبان یا ترجمہ کی صورت میں شایع کرے اس کے مصنف اور مترجم کے مختصر مناسب و موزوں حالات بطور تعارف کتاب میں شامل کردیا کرے تو پڑھنے والے کی جان کاری میں مفید اضافہ ہوگا۔ مولانا مہر محمد خاں شہاب۔ مالیر کوٹلوی

وقت کی صدایاں

شاعر۔ داؤد غازی

مرتبین۔ بدیع الزماں خاور۔

یعقوب راہی۔

ناشر۔ کوکن اردو رائٹرز گلڈ۔ بمبئی، داپولی

سائز ۲۲×۱۸/۸ صفحات ۱۶۰

قیمت - چار روپے

ملنے کا پتہ : بدیع الزماں خاور، سکریٹری کوکن اردو رائٹرز گلڈ

۴۰۔ فیملی مال، داپولی (رتناگیری)

"وقت کی صدایاں" داؤد غازی کی شعری تخلیق ہے. اس میں ۴۳ نظمیں، ۲۳ غزلیں، ۶ قطعے اور متفرق اشعار شامل ہیں۔ اعجاز صدیقی، اختر الایمان، محافظ حیدر، یعقوب راہی اور ڈاکٹر عبدالستار دلوی نے شاعر کی شخصیت اور فن پر مختلف ادبی نظریوں کے تحت اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ باقر مہدی نے اپنی نظم "سوالوں کا سوال" میں نوجوان شاعر کی وفات پر اپنے تاثرات پیش کیے ہیں لیکن کسی نے شاعر کے اقدام خودکشی کی توضیح نہیں کی۔

ذاتی طور پر اس روش کو مستحسن قرار نہیں دیتا۔ اس امر مصلحت یا اندازہ پاک بینی کے باعث ادبی تذکروں میں سچائی کا فقدان ملتا ہے۔

داؤد غازی نے اکتیس (۳۱) برس کی عمر میں اپنا تار تار ہست بود چاک کر ڈالا۔ اس کی تخلیق کو ہاتھ لگاتے ہی اور مجموعے میں بے نام تصویر دیکھ کر قاری کے دل میں غم کی لہر پیدا ہونا یقینی ہے۔ "وقت کی صدیاں" میں فن کی چمک اور انتخاب مواد کی پرکھ کے دوران شاعر کی مرگ کا احساس ناقد پر مسلط رہتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ شاعر کی زندگی وفا کرتی تو اُردو صنعت سخن میں ایک نامور اور اہم شاعر کا اضافہ یقینی تھا مگر داؤد نے مختصر زندگی میں جو کچھ پیش کیا ہے وہ بھی عزیز سرمایہ ہے اور اس کی قدر و قیمت کے تعین میں کسی سخن فہم کو طرفداری کی ضرورت نہیں۔

داؤد نے استادی شاگردی کی مروجہ رسم کے تحت اپنی شاعری کا آغاز کیا۔ قمر نعمانی سہسرامی سے فیضِ اصلاح پایا اس طرح شاعر کا سلسلہ "دبستانِ سیاب" سے ملتا ہے چنانچہ غزلوں میں خصوصیت سے اسی حُسن کی آبداری ہے۔ چند اشعار ملاحظہ فرمایئے،

گرے ہیں جب بھی غمِ زندگی سے ٹکرا کر — ہمیں سنبھالنے آئے تو ہم چلے آئے
اس شب کو خامشی سے گزارو نہ دوستو — ٹھہرا ہے کارواں تو کوئی بات ہی چلے
رہبر بھی ساتھ ساتھ ہمارے چلے مگر — جیسے کسی کے ساتھ کوئی اجنبی چلے
قدم نہ روک مسافر کہ چار جانب لوگ — تماشا دیکھنے بیٹھے ہیں نارسائی کا

جب بھی چلتا ہوں میں اس شوخ سے ملنے کے لیے
غمِ دوراں بھی مرے ساتھ ہی آجاتا ہے

لیکن بنیادی طور پر داؤد غازی نظم نگار شاعر ہے۔ اس کا ذہنی رجحان تجزیہ اور تفصیل کی جانب مائل ہے اس میں آزادی اور انفرادیت کا مادہ بھی ہے اس کے شعور میں کائناتِ اصغر کی برتری اور کائناتِ اکبر کو مسخر کرنے کی

لہریں موجزن ہیں اسی لیے اس نے ترقی پسند نظریہ کو اپنی شاعری کا جزو لاینفک قرار دیا۔ اسی نہج پر اپنی نظموں کی تخلیق کی اور یہی نظمیں اس کا عزیز تر سرمایہ ہیں۔ اس روشنی کا آغاز اس کی نظم "تگ و دو" کے آخری بند سے ہوتا ہے۔

چلے ہیں قافلے سب ارتقا کی منزل پر
میانِ شورشِ طوفاں، نظر ہے ساحل پر
یہ کش مکش یہ تگ و دو ہے زندگی کے لیے
یہ اک تصادمِ پیہم ہے روشنی کے لیے

شاعر کی نظموں میں 'یہ یقین یہ گماں'، سوغات، سورج کا سراغ، ورثہ، جہانِ نو، لبِ بام، عمرِ رواں کی بات، وہم و گماں، بے خبری، دیوار عمدہ نظمیں ہیں۔ ان نظموں میں سیاست و ماحول، واردات، نرمی و لطافت، محاکات و تخئیل، حسنِ احساس، طنز، ہمدردی، تجزیاتی اور رجائی عناصر فروزاں ہیں۔

شاعر کے یہاں کسبِ ہنر کا عنصر نہیں ہے بلکہ اس کی تخلیقات میں فطانت و بصیرت کی جلوہ سامانی ہے۔ وہ اردو ادب کا طالب علم نہ تھا۔ اس کی مادری زبان مرہٹی تھی۔ اس کا تعلق مہاراشٹر کے علاقے کوکن سے ہے۔ اس ضمن میں ساحر شیوی، بدیع الزماں خاور، یعقوب راہی اور نور پرکار کا ذکر ضروری ہے جن کے جذبۂ خلوص اور سعیِ عمل کے باعث ۲۲ جنوری ۱۹۶۸ء کی مبارک ساعت میں "کوکن اردو رائٹرز گلڈ" کا قیام عمل میں آیا اور اشاعتی پروگرام کے تحت داؤد غازی کا مجموعہ کلام "وقت کی صدایاں" شایع ہو سکا اردو ادب کے ان بے لوث شیدائیوں کی یہ خدمت لائقِ تحسین ہے۔

کتاب کا سرورق جاذبِ نگاہ، کاغذ نفیس، کتابت روشن اور طباعت عمدہ ہے۔ پرستارانِ اردو خصوصاً لائبریریوں اور کالجوں کو اس کی پذیرائی میں فراخ دلی کا ثبوت دینا چاہیے۔

(ڈاکٹر) سیفی پریمی

صحیفۂ ٹیپو سلطان

مصنف ۔ محمود خاں محمود بنگلوری
ناشر ۔ ہمالیہ پبلشنگ ہاؤس،
پہاڑی بھوجلہ، دہلی ۶
سائز ۳۰×۲۰/۱۶ صفحات ۷۶۸
قیمت بیس روپے

محمود خاں محمود بنگلوری کو تاریخ نویسی سے خاص شغف رہا ہے۔ اس سے پہلے ان کی کتابیں ۔ تاریخ سلطنتِ خداداد، تاریخ جنوبی ہند، ہندوستان کی فیصلہ کن جنگیں، انقلابات ہیں زمانے کے ـــ حیدر علی (تاریخی ناول) شائع ہو چکی ہیں۔

اب انھوں نے "صحیفۂ ٹیپو سلطان" ایک ضخیم کتاب پیش کی ہے جو فارسی، اردو، انگریزی ماخذوں سے استفادہ کرنے کے بعد مرتب کی گئی ہے۔ بیان کی صحت کے لیے حوالے درج کیے ہیں۔ بنیادی طور پر دو باتوں کی تردید ملحوظ نظر رکھی ہے:-

۱۔ ریاست میسور پر حیدر علی اور ٹیپو سلطان کا قبضہ ناجائز تھا۔
۲۔ سلطان ظالم اور متعصب تھا۔

اس کتاب کا دائرہ نہایت وسیع ہے تقریباً ۲۹ عنوانات قائم کیے ہیں۔ چند عنوانات سے مواد کی اہمیت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

۱۔ ٹیپو سلطان ۔ مختصر سوانح حیات۔
۲۔ اپنی ہندو رعایا سے سلطان کا سلوک۔
۳۔ سلطان کے تجارتی احکام۔
۴۔ بحری فوج کے متعلق احکام۔
۵۔ برّی فوج کے متعلق احکام۔
۶۔ ترکی اور فرانس کے سفارت خانوں کو سلطانی ہدایات۔

۷۔ سرنگاپٹنم میں آثارِ سلطانی۔
ابتدا میں معلومات افزا مقدمہ شامل ہے۔ اس کے بعد ماخذ کی فہرس دی گئی ہے۔

اُردو میں ٹیپو سلطان پر کتابیں کم ہیں۔ انگریزی کی کتابیں جامع اور مستند ہیں۔ ۱۹۷۱ء کی شایع شدہ پروفیسر محب الحسن کی کتاب "تاریخ ٹیپو سلطان" خاص اہمیت رکھتی ہے۔ اس کے چند اشارات سے قاری کو فیض پہنچ سکتا ہے۔ بعض مقامات پر اختلاف نظر آتا ہے۔ مثلاً "صحیفۂ ٹیپو سلطان" کے مقدمہ میں لکھا ہے۔

ص ۱۸ ۔ "نہ صرف آزادیٔ ہند بلکہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا پہلا علمبردار یہی سلطانِ ذی شان ہے۔"

پہلے موقف کے متعلق مورخین میں اختلاف رائے ملتا ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ اس دور میں قومیت کا تصور پیدا نہیں ہوا تھا محض اپنی حکومت کی بقا کے لیے برطانی سامراج کو ہٹانا ضروری تھا۔ دوسرے حصے کا تعلق عقیدے سے ہے تاریخ وسیاست سے نہیں۔

ص ۳۵ ۔ (۱) "سلطان دسمبر ۱۷۵۱ء میں پیدا ہوا۔"
(۲) تاریخ میں سلطان کا نام پہلی دفعہ ۱۷۶۷ء میں آتا ہے۔ اس وقت سلطان کی عمر تقریباً ۱۶ سال تھی۔"

پروفیسر محب الحسن نے ٹیپو کی ولادت ۲۰ر نومبر ۱۷۵۰ء قرار دی ہے۔ نام کے سلسلے میں ان کا بیان ہے کہ حیدر علی کی دوسری شادی میر معین الدین کی دختر فاطمہ (فخر النسا) سے ہوئی۔ حاملہ بیگم اور شوہر دونوں نے ارکاٹ میں "ٹیپو مستان اولیا" کے مزار پر حاضری دی۔ ایک بیٹے کی ولادت اور سلامتی کے لیے دعا مانگی۔ دعا مقبول ہوئی۔ بچے کی ولادت کے بعد اولیا کے نام پر ٹیپو سلطان

م رکھا گیا۔ اپنے دادا فتح محمد کی نسبت سے فتح علی بھی کہلاتا تھا۔ بعض مصنفین کا یہ
ال کہ جانشینی کے بعد ٹیپو نے "سلطان" کا لقب اختیار کیا غلط ہے۔ اس نے
رہٹوں سے جنگ کے بعد ۱۷۸۶ء میں "پادشاہ" کا لقب اختیار کیا تھا۔
محمود بنگلوری نے نہایت جگر کاوی، تلاش اور وسیع مطالعہ کے بعد
صحیفۂ ٹیپو کو مکمل کیا ہے۔ اس میں ۳۳۸ خطوط کی نشان دہی کی ہے اور
ن کا ترجمہ درج کیا ہے۔ ریاست کے فوجی، اقتصادی، تجارتی، زرعی اور
نتظامی امور پر تفصیل سے مواد فراہم کیا ہے۔ ٹیپو سلطان کی مذہبی رواداری
کے ثبوت میں ریاست کے ہندو اعلیٰ عہدے داروں کے نام ——— مندروں
ور مٹھوں کے سالانہ اخراجات کے اعداد و شمار پیش کیے ہیں۔ "فتح المجاہدین"
کو میر زین العابدین شوستری کی تصنیف سمجھا جاتا ہے۔ محمود بنگلوری نے
اس کو ٹیپو سلطان کی تصنیف ثابت کیا ہے۔
کتاب میں سلطنت خداداد کا نقشہ شامل ہے مصنف کی تصویر بھی ہے۔
"صحیفۂ ٹیپو سلطان" اردو میں پہلی مفصل اور مستند تاریخی کتاب ہے جس میں حیدر علی
اور فتح علی کے مکمل اور نئے حالات قاری کو ملتے ہیں۔ تاریخ کے طلبہ، اسکولوں اور
کالجوں کو اس سے بہرہ ور ہونا چاہیے۔ کتاب عمدہ چھپی ہے اور سرورق دلکش ہے۔
ٹیپو سلطان کی سنہری تصویر زینت اشاعت ہے۔ (ڈاکٹر) سیفی پریمی

میکدۂ درد

شاعر۔ جگدیش مہتہ درد
پبلشر۔ اردو ہندی سبھا دہلی،
نیشنل پبلشرز، تلک نگر، نئی دہلی ۱۸

سائز $\frac{20 \times 30}{16}$ صفحات ۱۶۰ قیمت پانچ روپے
ملنے کا پتہ۔ مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، اردو بازار،
جامع مسجد، دہلی ۶

جگدیش مہتہ درد کا چوتھا شعری مجموعہ "میکدۂ درد" کے نام سے چھپا

ہے اس سے پہلے کرنیں، نغانِ درد، دردِ دل، تین تخلیقات منظرِ عام پر آچکی ہیں۔
اس لحاظ سے شاعر نے سماج کے ہاتھوں جو کچھ کھویا تھا آرٹ کی دنیا میں اس کو
پالیا ہے۔

شاعر نے ابتدا میں "میرا ریکارڈ" کے تحت ۴۲ صفحات پر اپنی زندگی کے
خانگی، سیاسی اور شاعرانہ تجربات کو پیش کیا ہے۔ بعض رشتہ داروں اور صوبہ
دلی کے مختلف سیاسی رہنماؤں کے متعلق ذاتی ریمارک درج کیے ہیں۔ اس مقام
پر لہجہ تند و تلخ ہو گیا ہے۔ جگدیش مہتہ صوبائی کانگریس دلی کے سکریٹری رہے
ہیں۔ تحریکِ آزادیٔ ہند میں صعوبتیں اٹھائی ہیں۔ رہنماؤں کا ساتھ رہا ہے۔
کانگریس کے کئی دور دیکھے ہیں اس طرح ان کو مختلف ذاتی تجربات ہوئے ہیں۔
تقریباً تین صفحات پر اردو شاعروں، ادیبوں، صحافیوں اور اربابِ ذوق کی
فہرست دی ہے شاعر نے ان کے خیالات سے استفادہ کیا ہے۔

دردؔ، خالص غزل گو شاعر ہیں۔ رمز و کنایہ کی زبان ہے۔ احساسات اور
تجربات میں غمِ جاناں اور غمِ دوراں دونوں کی آمیزش ہے۔ عموماً کلام میں پختگی
کے آثار پائے جاتے ہیں۔ لیکن بعض مصاریع بحر سے خارج ہیں۔ مثلاً ا

ص ۸۵ — پڑ گیا ماند چرچا ئے منصور کام وہ عشق میں کیا میں نے

اصلی لفظ "چرچا" ہے۔ یہ ہندی کا لفظ ہے اس کی ترکیب قطعی ناجائز
ہے۔

ص ۱۰۹ — زمانے آزمالے جس طرح بھی تیرا جی چاہے
نباضِ غم بھی ہوں، چارہ گرِ آلام بھی ہوں

"نباض" میں "ب" مشدد ہونی چاہیے۔

بڑی بحروں میں دردؔ کی غزلیں عموماً اچھی ہیں۔ قطعات بھی کہے ہیں۔ غزل
کی فضا کا اندازہ کرنے کے لیے چند اشعار ملاحظہ کیجیے۔

گرمیٔ بزمِ عشق میرا وجود حسن کی آبرو ہے تیرا بدن

در آگے اس زمانے سے چلو یہ زمانہ ہے مرا دیکھا ہوا
مرے خلوص و محبت کی داد دے تیرے قریب اے غم دوراں رہا ہوں میں
قفس قفس ہے، شکستِ قفس کی بات کرو
قفس میں پھول بھی رکھ دیں تو آشیاں نہ کہو
آخر میں دو نظمیں بھی درج ہیں (۱) مُکتی باہنی کے جوانوں سے (۲) نعرۂ
مومن (بنگلہ دیش)
کتاب سلیقے سے چھپی ہے۔ سرورق عمدہ ہے۔ شاعر کی تصویر زینتِ اشاعت
ہے۔ (ڈاکٹر) سیفی پریمی

مطالعہ ولی

تنقید و انتخاب۔ ڈاکٹر شارب ردولوی
صفحات ۲۱۹ سائز۔ ۲۲x۱۸/۸ قیمت دس روپے
ناشر۔ نصرت پبلشرز لکھنؤ
ملنے کے پتے۔ مکتبہ جامعہ لمیٹڈ دہلی ۲۵
مکتبہ شاہراہ۔ اردو بازار۔ دہلی ۶
خدا پبلشرز رائے بریلی (یوپی)
سال اشاعت۔ جنوری ۱۹۷۲ء

فرد ہو یا فن اگر اس میں شعور اور پختگی ہے تو زمانہ اسے فراموش نہیں کرتا۔ ولی نے آج سے کم و بیش تین سو سال پہلے اردو شاعری کو ایک نیا رنگ و آہنگ بخشا تھا، ایسا رنگ جسے اُن کی زندگی میں بھی سراہا اور اپنایا گیا اور وہ آہنگ جس میں آج بھی طرب اور تازگی محسوس ہوتی ہے۔
موجودہ دور میں نقد و نظر کے معیار بدل بدل کے بڑی بلندی تک پہنچ رہے ہیں، کاٹ چھانٹ اور چھان بین میں بھی کسی تکلف یا مروت کا سوال باقی نہیں رہ گیا ہے۔ ولی ہر زمانے کی کسوٹی پر کھرے اور ہر جانچ پڑتال میں

پورے اترے، قدیم شاعروں میں یہ عظمت اور توقیر معدودے چند ہی کے حصّے
یا نصیب میں آئی ہے۔ ڈھائی سو برس سے ان کی ثنا و صفت کا جو سلسلہ شروع ہوا
تھا وہ آج تک باقی ہے۔ ان کے ہم عصروں نے، ہم وطنوں نے، مختلف طرزِ فکر کے
تذکرہ نگاروں نے ہمیشہ ان کو تعریف و توصیف کے ساتھ یاد کیا ہے اور آج کا
بصر، سخن سنج اور نقاد بھی ضروری سمجھتا ہے کہ ان کی شاعری اور شخصیت کی
خوبیوں اور خصوصیتوں سے اپنے زمانے کے لوگوں کو آگاہ اور آشنا کر دے۔ وہی
پسندیدگی اور اہمیت واضح کرنے کی غرض و غایت ہے جس نے ڈاکٹر شارب کو ولی پر
قلم اٹھانے کے لیے آمادہ کیا۔ ان کا یہ خیال کہ "ولی پر ایک جگہ کہیں کوئی مواد
نہیں ملتا" بے بنیاد نہیں۔ اور اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ ولی پر لکھنے لکھانے والوں
نے ان کی شخصیت اور شاعری پر الگ الگ نگاہ ڈالی ہے اور جس کو ان دونوں
میں جو رُخ اور پہلو بہتر یا ان کے ذوق کے مطابق نظر آیا اسی پر زورِ قلم
صرف کر دیا۔

آج کی مصروف دنیا میں ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ کم سے کم وقت میں
زیادہ سے زیادہ معلومات فراہم ہو جائے۔ ولی بحیثیت فرد کے بھی لائقِ عزت
تھے اور ان کی شاعری میں بھی وہ کیف اور کشش ہے جو آج کے مشغول
انسان کو اپنی طرف متوجہ کر لیتی ہے۔

کتاب کے چونسٹھ صفحوں میں ان کی سیرت و سوانح حیات اور شاعرانہ
خصوصیات پر اہتمام، اختصار اور واقعہ کاری کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے
اس طرح روشنی ڈالی گئی ہے کہ پہلے علیحدہ علیحدہ اور ایک ایک رخ سامنے
آئے اور آخر میں پوری تصویر ذہن میں واضح ہو جائے، عنوانات قائم کرنے
اور ان کا احاطہ کرنے میں یہ لحاظ رکھا گیا ہے کہ ان میں افراط و تفریط نہ
ہو پائے اور موجودہ زمانے کے تقاضوں اور مطالبوں کا حق بھی پورا ہو جائے
لکھنے والا ولی کا نکتہ چیں نہیں بلکہ مدّاح اور معترف ہے مگر تحریر میں اتنی احتیا

اور خوش اسلوبی سے کام لیا ہے کہ پڑھنے والا یہ محسوس نہ کرے کہ دلائل میں معقولیت اور توصیف میں توازن باقی نہیں رہا۔

"ولی کا فن" کتاب کا ایک اہم عنوان ہے۔ فن پر طرح طرح سے نگاہ ڈالی جا سکتی ہے اور اس سے نقد و نظر اور قلم کار کی ادبی فہم و بصیرت، کا بھی اندازہ ہو جاتا ہے۔ بڑی بات یہ ہے کہ اس مشکل مرحلے سے گزرنے کے لیے تفصیل و طوالت سے ہٹ کر اختصار کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ لیکن ایسا اختصار بھی نہیں جس سے تنقیدی زاویے نظر انداز یا مبہم رہ گئے ہوں۔

"ولی کے شعروں میں جو معنویت اور طرزِ ادا میں جو دلکشی پائی جاتی ہے" اس کی صراحت بہت ضروری تھی اور اس کو بھی کسی جذباتی انداز، خطیبانہ طرز یا واعظانہ الفاظ میں قلم بند کرنے کی کوشش نہیں کی گئی جس سے پڑھنے والے کو الجھن ہو یا اس کو سمجھنے کے لیے شرح و لغت کی ضرورت پیش آئے۔

ایک ایسا شاعر جس کے یہاں ماضی کی قدریں، حال کی جھلک اور مستقبل کی گونج پائی جاتی ہے، اس کو سیدھے سادے طریقے سے موجودہ نسل تک پہنچانے کی ایک مستحسن اور کامیاب کوشش ہے۔

۱۹۴۵ء کے بعد سے اب تک کلیاتِ ولی کے چھپنے کی نوبت نہیں آئی۔ اس کا حصول اور تفصیلی مطالعہ دونوں دشوار اور وقت طلب۔ ظاہر ہے کہ یہ کمی اب انتخاب ہی کے ذریعے پوری کی جا سکتی ہے۔ کلیاتِ ولی (مرتبہ ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی، شائع کردہ انجمن ترقی اردو ہند) کے ۴۰۷ صفحات میں سے، مطالعۂ ولی کے ۱۳۰ صفحے مخصوص کیے گئے ہیں۔ بیشتر حصہ غزلوں کا ہے۔ شاعر کے رنگِ سخن، افتادِ طبع نیز دوسری صلاحیتوں کا صحیح اندازہ بھی دراصل اسی سے ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ گیارہ رباعیاں، تین مخمس، مستزاد، ترجیع بند، دو قصیدے اور ایک ایک مثنوی اور قطعہ بھی انتخاب میں شامل ہے۔ غرض ولی نے جن اصناف سخن پر جس نوعیت کی طبع آزمائی کی ہے وہ سامنے آجاتی ہے۔

ولی کے سابق انتخابات میں عموماً ان کے سبھی طرح کے شعر یا غزلیں شامل کی گئی ہیں مگر اس انتخاب میں شاعر کا وہی کلام ہے جسے پسندیدہ کہہ لیجیے، منتخب سمجھ لیجیے یا جس کی بنا پر اس کو شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی ہے اور ضرورت بھی اسی کی تھی ——— "شارب خود بہت شستہ اور سلجھا ہوا مذاقِ سخن رکھتے ہیں... ولی کے انتخابِ کلام میں انھوں نے بڑی خوش مذاقی کا ثبوت دیا ہے.... " یہ رائے ہے ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی کی۔ کوئی وجہ نہیں کہ اس رائے سے اتفاق اور اس پر اعتبار نہ کیا جائے۔ آخر میں دکنی اور نامانوس الفاظ کی ایک چھوٹی سی فرہنگ بھی موجود ہے۔

کتاب صفائی اور سلیقے سے چھاپی گئی ہے۔ مگر اس کی قیمت کے تعین میں اس کا خیال نہیں رکھا گیا کہ آج کل اردو کتابیں خرید کر پڑھنے والوں کی عام اقتصادی حالت کیا ہے؟

رشید نعمانی

"صبح" روشن نمبر

مرتبہ - عبداللطیف اعظمی
ناشر - انجمن ترقی اردو (ہند) دہلی
قیمت: ۳/۵۰
صفحات: ۱۷۶

روشؔ صدیقی مرحوم کی پہلی برسی کے موقعے پر رسالہ 'صبح' دہلی کا 'روشن نمبر' شائع ہوا ہے۔ پہلے ستر صفحات، شاعر کے حالاتِ زندگی اور تنقیدی و تاثراتی مضامین پر مشتمل ہیں۔ اس کے بعد منظوم خراجِ عقیدت پیش کیا گیا ہے۔ شاعر کی نثر کے چند نمونے اور چار خط درج ہیں۔ آخری حصے میں روشؔ مرحوم کی بارہ نظمیں، نو رباعیاں اور تیئیس غزلیں شامل ہیں جن میں سات غیر مطبوعہ ہیں۔ اس طرح یہ شمارہ ایک وقیع یادگار بن جاتا ہے۔

جناب ضیاءالحسن فاروقی اور جناب مالک رام نے اپنے مختصر مضامین میں شاعر کی زندگی سے متعلق جن باتوں کا ذکر کیا ہے وہ مستند معلومات کی حیثیت سے آیندہ

والے کے طور پر پیش کی جاسکیں گی۔ جناب علی جواد زیدی اور جناب انور صدیقی کے مضامین سے شاعر کی شخصیت ابھر کر سامنے آتی ہے۔ مولانا مفتی محمد رضا انصاری، جناب ملک زادہ منظور احمد اور محترمہ حمیدہ سلطان احمد کے مضامین خلوص و جذبے کے آئینہ دار ہیں۔ مجموعی طور پر ان تمام مضامین سے شاعر کی زندگی اور شاعری پر اچھی روشنی پڑتی ہے۔

آروش مرحوم اپنی شخصی صفات کی بنا پر اپنے معاصرین میں 'چیزے دگر' کی حیثیت رکھتے تھے۔ وہ بقول شخصے "مصلےٰ در بغل" شاعر تھے۔ اور اُن کے مزاج میں شانِ استغنا بھی موجود تھی۔ غالباً یہی وجوہات تھیں کہ وہ 'یارانِ خوش انفاس' کی پذیرائی سے بھی محروم رہے اور خود نمائی کے لوازم بھی نہ برت پائے۔ ان کی شاعری اپنی خصوصیات کی بنا پر خواص و عوام کسی کی نظروں سے پوشیدہ تو نہ رہ سکی لیکن انھیں وہ اعتراف و اعزاز نہ مل سکا جس کے واقعی وہ مستحق تھے۔ اُن کی وفات پر اردو دنیا نے کسی قدر یہ محسوس تو کیا کہ اس نے اپنا ایک خاص سخن طراز کھو دیا ہے لیکن اُن کے شایانِ شان ابھی تک کچھ بھی نہیں کیا گیا ہے۔ ایسی صورت میں صبح کا روش نمبر خاص اہمیت اختیار کر لیتا ہے۔ یہ ایک متنوع اور معقول پیش کش کی حیثیت رکھتا ہے اور صاف ستھری طباعت سے بھی آراستہ ہے اور اس میں متعدد تصویریں بھی شامل ہیں جو یادگار کی حیثیت رکھتی ہیں۔

رسالہ صبح کے ایڈیٹر جناب عبداللطیف اعظمی صاحب ہمارے شکریے کے مستحق ہیں کہ انھوں نے اتنا اچھا 'روش نمبر' ہمیں عنایت کیا۔

عبداللہ ولی بخش قادری

مصنف۔ نذیر احمد، تصحیح و ترتیب۔ مالک رام صفحات ۲۵۳
سائز۔ ۲۰×۳۰/۱۶ قیمت طلبہ ایڈیشن ۵۰/۴ لائبریری ایڈیشن ۵۰/۵

توبۃ النصوح

ناشر۔ مکتبہ جامعہ لمیٹڈ جامعہ نگر نئی دہلی اور اس کی شاخیں۔
اشاعت۔ فروری ۱۹۷۲ء

کون اردو داں ایسا ہوگا جو شمس العلماء، ڈاکٹر حافظ (ڈپٹی) نذیر احمد کے نام نامی

سے ناآشنا اور ان کی عظیم ادبی خدمات کا معترف نہ ہو۔

ادب، تعلیم، ترجمہ، تفسیر، اخلاقیات، مذہب اور افسانہ۔ ان سب میں انھوں نے ایسے ایسے علمی اور قلمی کارہائے نمایاں انجام دئے ہیں جس پر ہماری زبان کو ہمیشہ فخر و ناز رہے گا۔

اردو کے پہلے ناول نگار کے تخلیق کیے ہوئے افسانوی ادب میں "توبۃ النصوح" کا درجہ بہت بلند ہے، اس کی مقبولیت آج تک برقرار ہے بلکہ اسے ان کا "شاہکار" سمجھنا چاہیے۔ ان کی مطبوعہ تصانیف میں یہ ناول تیسرے نمبر پر آتا ہے، ۱۸۷۷ء میں یہ پہلی بار زیور طبع سے آراستہ ہوا تھا۔ اس وقت سے لے کر اب تک نہ جانے کتنی بار چھپا اور ہر ذوق، عمر اور معیار کے لوگوں نے اسے پڑھا اور لطف حاصل کیا۔ مقصد، پلاٹ، زبان اور کردار نگاری ہر لحاظ سے اس کو دلچسپ، مفید اور کامیاب کہا جاتا ہے۔ ایسی کتابیں کم ہی ملیں گی جو لکھی گئی ہوں کسی مخصوص طبقے کی مذہبی یا معاشرتی اصلاح و بہبود کی خاطر لیکن اس سے لطف اور استفادہ حاصل کیا ہو پورے ملک اور قوم نے۔

"توبۃ النصوح" کا پیش نظر اڈیشن اس بنا پر اور بھی وقیع تر ہے کہ اس کی ترتیب و تصحیح کا کام جناب مالک رام کے ہاتھوں انجام پایا ہے، مصنف کی تحقیقی صلاحیتیں ادبی کارگزاریاں اور علم دوستی مسلّم اور مشہور ہے۔

تعارف میں فاضل مرتب نے ایسا جامع سوانحی خاکہ پیش کر دیا ہے جس سے نذیر احمد کی زندگی کا کوئی دور ایسا نہیں ہے جو سامنے نہ آجاتا ہو۔ ان کی دہلی میں آمد، طالب علمی کی زندگی، علم کا شوق، ترقی کے حوصلے اور اس کے لیے مشقت اور جد و جہد، ملازمت، تصنیف و تالیف کے محرکات ان میں روز افزوں کامرانیاں۔ پھر توبۃ النصوح کے لکھنے کی غرض و غایت، اس کے جملہ محاسن اور خصوصیات پر مبصرانہ اظہار خیال، نصوح، کلیم اور مرزا ظاہر دار بیگ جیسے مکمل اور جان دار کرداروں کی نشان دہی اور آخر میں زبان و قواعد کے سلسلے میں مولانا کی بعض فرو گذاشتیں اور ان کی تصحیح۔ غرض بارہ صفحوں میں تصنیف اور صاحب تصنیف کے بارے میں تمام

ضروری معلومات مع توصیف و تنقید، قلم بند کردی گئی ہیں۔

تعارف کا مقصد اور خوبی یہ ہے کہ اس کے پڑھنے کے بعد کسی تصنیف یا مصنف کے بارے میں کوئی تشنگی محسوس نہ ہو۔ جناب مالک رام نے اس مقصد کو بحسن و خوبی پورا کر دیا ہے۔ فٹ نوٹ میں عربی، فارسی فقروں اور شعروں یا مصرعوں کے معنی مطالب لکھ کر اُردو دانوں کے لیے واقعی ایک سہولت فراہم کی گئی ہے۔ کیا اچھا ہوتا کتاب میں جو اور بھی بہت سے مشکل اور نامانوس الفاظ ہیں ان کے معنی بھی کہیں درج کر دیے جاتے۔

پسندیدہ روش اور جدید طرزِ املا کے خلاف، تعارف اور متن میں بالالتزام دو دو لفظوں کو ملا کر لکھا گیا ہے "بنیگے" (بنیں گے) "کیونکر" (کیوں کر) خدمتگزار (خدمت گزار) "بیمحل" (بے محل) اور اسی طرح کے بہت سے الفاظ — ان اختلافات و اجتہاد کی وجہ سمجھ میں نہ آسکی۔

رشید نعمانی

معیاری ادب سیریز

بہت جلد شایع ہونے والی کتابیں

		تصحیح و ترتیب	
۱۔	انتخاب ناسخ	"	رشید حسن خاں
۲۔	" سودا	"	"
۳۔	ابن الوقت	"	(ڈاکٹر) خلیق انجم
۴۔	انتخاب قلی قطب شاہ	"	اکبر الدین صدیقی
۵۔	افاداتِ مہدی	"	رشید نعمانی
۶۔	انتخاب مضامین سرسید	"	انور صدیقی
۷۔	مراۃ العروس	"	(ڈاکٹر) سیفی پریمی
۸۔	انتخاب ذوق	"	(ڈاکٹر) تنویر احمد علوی

تازہ مطبوعات

قصۂ حاتم طائی	تصحیح و ترتیب	اطہر پرویز	غیر مجلد	۶/-
افادات سلیم	"	(ڈاکٹر) خلیق انجم	"	۵/۵۰
توبۃ النصوح	"	مالک رام	"	۴/۵۰
امریکہ کے کالے مسلمان		ڈاکٹر مشیر الحق		۲/-
اپنی اپنی صلیب	(ناول)	صالحہ عابد حسین		۸/-
کالا شہر گورے لوگ	(ناول)	احسان الحق		۵/-
بلونت گارگی کے ڈرامے		بلونت گارگی		۱۰/-
آٹھواں سمندر	(افسانے)	واسودیو		۴/۵۰
نشانی	(ناول)	راج دنش		۲/-
گناہ کا خون	(")	عارف مارہروی		۲/-
خونخوار گدھ	(")	انسپکٹر گریش		۲/-
کلام ظفر	(شعری مجموعہ)	بہادر شاہ ظفر		۲/-
الماری میں لاش	(ناول)	عارف مارہروی		۲/-
دکنی کلچر	(لیکچرز)	ہارون خاں شیروانی		۲/-
مومن اس کی شخصیت اور فن	(ادبی)	ڈاکٹر ظہیر الدین صدیقی		۳/-
دو قدم ایک منزل	(شعری مجموعہ)	شایان قدوائی		۵/-
سوندھی مٹی بھینی خوشبو	(")	خورشید افسر		۲/-
شش جہت	(")	سلمان عباسی		۲/-
میلا آنچل	(ناول)	تنویر زہرہ بخاری		۸/-
آئینہ در آئینہ	(شعری مجموعہ)	عزیز قیسی		۴/-
انتخاب کلام آتش	(")	مرتبہ۔ ڈاکٹر اعجاز حسین		۴/۵۰

مکتبہ پیام تعلیم کی نئی کتابیں

(بچوں کے لیے)

نمبر	کتاب	مصنف / مترجم	قیمت
۱۔	بھیڑیے کے بچے	ترجمہ قرۃ العین حیدر	-/۵۰
۲۔	ہرن کے بچے	" " " "	-/۵۰
۳۔	میاں ڈھینچو کے بچے	" " " "	-/۵۰
۴۔	شیر خاں	" " " "	-/۵۰
۵۔	لومڑی کے بچے	" " " "	-/۵۰
۶۔	بہادر	" " " "	-/۷۵
۷۔	سونے کا پنجرہ	احسان الحق	-/۶۵
۸۔	چچا غالب	مرتبہ محمد حسین حسان ندوی	۱/۷۵
۹۔	چینی کی گڑیا	" " " "	-/۵۰
۱۰۔	بہادر سیاح	" " " "	-/۶۵

حاصلِ مطالعہ

"کتاب نما" کی اشاعت کا واحد مقصد پڑھنے والوں کو تازہ مطبوعات سے آگاہ کرنا ہے۔ اس سلسلہ میں ہم نے اقتباس، تعارف اور تبصرے غرضیکہ جو کچھ کتابوں کو مقبول بنانے کے لیے کیا جا سکتا ہے کیا ہے ہم یہ کالم اس لیے شروع کر رہے ہیں کہ قارئین "کتاب نما" جو کتابیں پڑھتے ہیں اُن کے بارے میں جو رائے رکھتے ہیں اس سے دوسرے بھی واقف ہوتے رہیں۔ اس سے ایک فائدہ تو یہ ہوگا کہ کتابوں کی مقبولیت کا علم آسانی سے ہو سکے گا۔ مگر دوسرا اور سب سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ وہ کتابیں بھی روشنی میں آجائیں گی جو اشتہاروں۔ اور تبصرہ نگاروں کے حدود سے باہر ہیں۔ امید ہے کہ ہمارے اس سلسلے کو پسند کیا جائے گا۔

ہم تو یہ نہیں چاہتے کہ کسی کتاب کو قارئین کے درمیان موضوع بحث بنا کر مباحثے اور مناظرے کے دروازے کھول دیں، مگر متضاد لیکن سنجیدہ رایوں کی اشاعت سے ہمیں انکار نہ ہوگا۔

اس سلسلہ میں جو کچھ شائع ہوگا۔ وہ مراسلہ نگار کی ذاتی رائے ہوگی۔ ادارے کا اتفاق یا اختلاف ضروری نہیں۔

ایڈیٹر

یوسف ناظم

قاضی سلیم بڑی گھمبیرتا کے شاعر ہیں۔ انھیں پوری طرح پڑھنے کے بعد پہلا خیال ذہن میں یہ آتا ہے کہ انھیں ابھی تک وہ منصب نہیں مل سکا ہے جس کے وہ مستحق ہیں (اس کی تھوڑی سی ذمہ داری خود شاعر پر بھی ہے) ان کے شاعرانہ مزاج کی تربیت فلسفیانہ اندازِ فکر کی نگرانی میں ہوئی ہے قاضی سلیم کی تمام نظموں پر گہری سوچ کی چھاپ ہے۔ ان کا اپنا علیحدہ استائل ہے۔ عام انداز کی نظمیں ان

کے مجموعہ میں نہیں ملتیں۔ ان کے اشعار مروجہ وزن اور بحروں کے پابند نہیں۔ لیکن اس کے باوجود ان نظموں میں پھیلاہوا اور بکھرا ہوا کرب اور سلجھا ہوا الجھاؤ۔ یہ سب چیزیں مل کر قاری کو متاثر کرتی ہیں۔ یہ مجموعہ اس بات کا متقاضی ہے (لفظ متقاضی پر دھیان دیجئے لفظ قاضی موجود ہے) کہ اسے ٹھہر ٹھہر کر سنبھل سنبھل کر پڑھا جائے۔ شاعری یوں بھی سرسری مطالعے کی چیز نہیں ہوتی اور "نجات سے پہلے" تو اور بھی زیادہ دلجمعی سے پڑھنے کی چیز ہے۔ یہ احتیاط ہمیں پہلے ہی صفحہ پر مل جاتا ہے۔ جب شاعر انتساب میں کہتا ہے۔

اس سیل کو روکو

ورنہ پھیلی دشاؤں کی حد سے گزر جاؤں گا

بکھر جاؤں گا۔

دوسرا صفحہ اس سے زیادہ خطرناک ہے۔ شاعر اپنے اس نقطۂ نظر کا اظہار کرتا ہے

عمر اک چیخ کی میعاد ہے

تم بھی چیخو۔

اتنی شدت سے کہ اک مدت تک ——— وقت کو یاد رہے

اس طرز فکر کی ایک مثال اور دیکھئے۔

اجنبی اجنبی وقت یوں بہہ رہا ہے کہ جیسے

——— یہاں کوئی زندہ نہیں ہے۔

جیسے اس خطۂ ارض کا حشر ہو بھی چکا

اس مجموعے میں ۶۳ نظمیں ہیں اور چند نظموں کی طرف اشارہ کرکے یہ کہنا کہ یہ نظمیں بڑی اچھی نظمیں ہیں۔ شاعر کے ساتھ زیادتی ہوگی۔ یوں نوحۂ بکتی سنجوگ، اس جہنم میں اور ورثہ خاص طور پر بہت اچھی معلوم ہوئیں۔ یہ نظمیں یقیناً زیادہ واضح ہیں۔ اختر الایمان کا مقدمہ قاضی سلیم کی شاعری کی اچھی تفصیل ہے۔ غالباً یہ مجموعہ ۱۹۷۱ء کا آخری اہم تحفہ ہے۔ آرٹسٹ حسین کے بنائے ہوئے ٹائٹل کے ساتھ یہ تحفہ اور حسین ہوگیا ہے

نجات سے پہلے | قاضی سلیم | شب خون الہ آباد | قیمت ۸/-

فرحت قمر

آج کے دور میں کسی ایسے اردو پرچے کا جس کو مالی دشواریاں درپیش ہوں برابر شائع ہوتے رہنا ہی اک معجزہ سا ہے۔ چہ جائکہ بار بار خصوصی نمبروں کی اشاعت کرنا لیکن مدیر پیام تعلیم جناب حسین حسان صاحب دشواریوں کے پہاڑ تراش کر یہ جوئے شیر نکال ہی لاتے ہیں۔ اس کا راز ہے ان کو اپنے کام اور شیریں اردو سے فرہاد کی طرح عشق ہے — باوجود اپنی عمر کے!

اردو میں بچوں کے لیے (بڑوں کے لیے بھی) اچھے ڈراموں کی کمیابی کے باوجود پیام تعلیم کے ڈرامہ نمبر میں اچھے ڈرامے بھی ہیں، اور اچھے نام بھی۔ انگریزی سے ترجمہ کرنے کی عام روش سے ہٹ کر نمبر مذکورہ میں بیشتر طبع زاد تخلیقات شامل ہیں۔ غلام حیدر صاحب کا "کرکٹ کا کپتان" گو انگریزی ہے لیکن اجنبی نہیں لگتا۔ اس بات کا خیال رکھا گیا ہے کہ ڈرامے بچوں کی فہم و دلچسپی سے بعید نہ ہوں۔ یوسف ناظم صاحب کا ڈرامہ "دعوت" دعوت میں کھلائی گئی تمام لذیذ چیزوں سے لذیذ تر ہے۔ ابن محمود صاحب نے ایک "انوکھا مقدمہ" پیش کیا ہے تو صالحہ عابد حسین صاحبہ نے "صلح و آشتی کا ایک اعلیٰ آدرش"! اظہر افسر صاحب کا "پھل کا شکار" محض وقت گذاری کے لیے نہیں بلکہ سبق آموز ہے۔ دو ڈراموں میں ہندوستان کی دیگر زبانوں کی تخلیقات کو اردو میں ڈھالنے کا خیال بھی خوب ہے۔

ڈرامہ نمبر میں صرف ڈرامے ہی نہیں بلکہ ڈرامہ لکھنے، اور اسٹیج کرنے کے سلسلے میں خلیق انجم اشرفی صاحب کا ایک معلوماتی اور مختصر مضمون بھی شامل ہے اور اس بات کی اہمیت آخر میں کہنے سے کچھ کم نہیں ہو جاتی ہے کہ جامعہ کے ایک بہت ہی بزرگ اور ہر دلعزیز استاد عبدالغفار مدھولی صاحب نے "جامعہ میں ڈراموں کی کہانی" لکھ کر بچوں کی ہمت افزائی کی ہے کہ معمولی ساز و سامان اور مشکل حالات کے باوجود بچے ڈرامہ کھیلنے کے اپنے فطری شوق کو پورا کر سکتے ہیں۔

"پیام تعلیم" ڈراما نمبر جامعہ نگر، نئی دلی ۲۵ قیمت ۱/۵۰

محمود سروش

مکتبہ جامعہ کی طرف سے شائع ہونے والے معیاری کتابوں کے سلسلہ کی یہ ۱۹ ویں کڑی ہے۔ اس

کی تقسیم و ترتیب رشید حسن خاں صاحب نے کی۔ اور ایمان کی بات یہ ہے کہ فاضل مرتب نے اپنا کام بخوبی انجام دیا ہے اگر یہ کہوں کہ ان تمام افاضل میں جنھوں نے مکتبہ کے معیاری کتابوں کے سلسلہ کی تقسیم و ترتیب کی ذمہ داری لی ہے۔ ایک رشید حسن خاں ہی ایسے ہیں جنھوں نے اپنے فرائض بہ احسن وجوہ انجام دیئے ہیں تو میرا یہ قول غالباً کسی جانبداری پر محمول نہ کیا جائے گا۔ بالخصوص مثنوی گلزار نسیم کے اس ایڈیشن کو دیکھتے ہوئے جس میں انھوں نے تقریباً ساڑھے سات سو الفاظ پر مبنی ایک فرہنگ بھی شامل کر دی ہے۔ اپنے مختصر سے تعارف میں خاں صاحب نے مثنوی پر اچھی خاصی بحث کی ہے۔ اور باوجودیکہ موصوف کا رجحان لغوی تحقیق کی طرف زیادہ ہے۔ اس تعارف میں انتقاد کا بھی اچھا نمونہ پیش کیا ہے میں جانتا ہوں کہ "سلسلہ" تحقیقی مقالات کی اشاعت کے لیے نہیں ہے کہ تصانیف کے مخطوطات کی تلاش کی جائے اور ایک تقابلی متن تیار کیا جائے مگر یہ مثنوی ایک ایسی تصنیف ہے کہ اس کے سلسلہ میں یہ تمنا کی جائے تو نامناسب نہ معلوم ہوگا۔

اس مثنوی کے بارے میں چند باتیں ایسی مشہور ہیں جن پر تحقیق نہایت ضروری ہے۔ ایک تو یہ کہ شاید گلزار نسیم اصلاً آتش کی تصنیف ہے جو انہوں نے اپنے لائق شاگرد کو بخش دی تھی۔ دوسرے یہ کہ نسیم کا یہ واحد کارنامہ ہے کیونکہ نسیم کی غزلوں کا دیوان کہیں نہیں ملتا یعنی ان کے اسلوب اور معیارِ سخن کو سامنے رکھ کر اس مثنوی کی تصنیف کے سلسلہ میں ان پر جو اتہامات عاید کیے جاتے ہیں انھیں دور کیا جانے کا امکان نہیں ہے تیسرے اس مثنوی کے کافی طویل ہونے کی افواہ اور یہ دعویٰ کہ یہ ایک طویل کارنامے کا اختصار ہے۔ گلزار نسیم آج جس صورت میں ہمدست ہے اس کے مطالعے سے یہ پتہ چلانا یا اس کی تصدیق کرنا کہ نسیم نے اپنے طویل کارنامے کو مختصر کر کے پیش کیا ہے۔ بہت مشکل ہے مثنوی ایک بیانیہ نظم ہوتی ہے جس کے نہ صرف اشعار بلکہ مصرعے بھی مرلوط ہوتے ہیں۔ درمیان سے اشعار کا اخراج یقیناً جھول پیدا کر دیتا ہے۔ اس لیے اگر یہ مثنوی کسی طویل نظم کا اختصار ہوتی تو نسیم یقیناً متعدد جگہ پر تسلسل نہ ہوتا۔ مجھے ایک ہی جگہ پر ایسا محسوس ہوا اور وہ مقام وہ ہے، جہاں بکاؤلی نے گل سے آنے والوں کا امتحان لیا ہے اور اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ چاروں شہزادوں میں سے ایک بھی ایسا نہیں جو اتنا عظیم کارنامہ انجام دے۔ بکاؤلی کا یہ معلوم کرنے کے لیے کہ پھول کس نے اڑایا تھا۔ یہ پوچھنا کہ جواہر کہاں سے خریدے جائیں۔ سوال از آسمان اور جواب از ریسمان کے مترادف ہے یقیناً شہزادہ تاج الملوک نے اپنی انگوٹھی بکاؤلی کی انگوٹھی سے بدل لی تھی۔ اس لیے بکاؤلی کو تاج الملوک کے بھائیوں سے یہ پوچھنا چاہیے تھا کہ جو انگوٹھی اسکے ہاتھ میں ہے اس کا نگ کہاں سے خریدا جا سکتا ہے لیکن اس صورت میں بھی شہزادوں کے جواب کو بکاؤلی کیونکر غلط ٹھہرا سکتی ہے جبکہ اسے خود معلوم نہیں

تھا کہ انگوٹھی کس نے بدلی اور بدلنے والے نے نگ کہاں سے خریدا۔ بکاؤلی کے سوال کا مقصد تو یہ تھا۔
کہ انگوٹھی کے اصل مالک کا پتہ مل جائے پھر تو گل کا چور آپ ہی پکڑا جائے گا۔ وہ شعر یہ ہے۔

دربار میں چاروں شاہزادے	دیکھے تو کھلے وہ دل کے سادے
چاہا گلچیں کا امتحاں لے	پوچھا کہ نگیں چولے کہاں سے؟
بتلانے لگے وہ چاروں ناداں	کوئی یمن کوئی بدخشاں
جانا کہ جو گل یہ لائے ہوتے	خاتم کے نگیں بتائے ہوتے

یہاں اس سے بحث نہیں کہ "دل کے سادے" کا اطلاق ان شاہزادوں پر نہیں ہو سکتا۔ جو تاج الملوک جیسے زیرک کو جل دے کر بکاؤلی کا گل اس سے حاصل کر لیں بحث یہ ہے کہ ان اشعار میں کہیں یہ نہیں بتایا گیا کہ شاہزادوں کو بکاؤلی نے اپنی انگوٹھی دکھا کر اس کے نگین کے ماخذ کو پوچھا ہو۔ اور نہ یہ بتایا گیا ہے کہ بکاؤلی نے جو ان کے جوابوں کو غلط سمجھا ہے تو اس کا سبب کون صاحب تھا۔ اس لیے کم سے کم یہ ایک خیال ایسا ہے کہ اس کے لیے گلزار نسیم کے اولین مسودے کی تلاش کی جائے۔ تاکہ جو غلطیاں یہاں پیدا ہیں۔ وہ پھیری جا سکیں

حیرت کی بات ہے کہ نسیم کے بعد کے بہت سے شعرا کے دواوین و منظومات کے قلمی نسخے دریافت کر لیے گئے مگر نسیم کی تصانیف کا کوئی قلمی نسخہ یا کوئی مسودہ۔ کوئی مبیضہ کہیں نہیں دریافت ہو سکا یا کوئی اس کی جستجو نہیں کرتا، کاش کہ رشید حسن خاں صاحب اس کا بیڑہ اٹھالیں۔
رشید حسن خاں صاحب نے اپنے تعارف میں اگرچہ مختصراً لیکن کافی حد تک خصوصیات مثنوی گلزار نسیم پر بحث کی ہے مگر ایک خصوصیت ان کی نگاہ سے اوجھل رہ گئی ہے اور وہ نسیم کا عریاں نگاری سے پرہیز۔ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ نسیم سے پہلے کے اور نسیم کے بعد کے مثنوی نگار اپنے اپنے منظومات میں کم از کم دو مقامات پر جامے کے اندر نہیں رہ سکتے۔ ایک تو ہیروئن کا سراپا لکھنے میں دوسرے کیفیت وصال کی ترجمانی میں۔ سراپا میں تو جامی جیسے زاہد و صوفی بھی زلیخا جیسی ہیروئن کا موے کمر پیش کرنے میں کھل گئے مگر نسیم کہیں بیباک نہیں ہوئے۔ وہ تین مقامات اس مثنوی میں ایسے ہیں جہاں کھل کھیلنے کی کافی گنجائش تھی مگر نسیم بہت محتاط رہے ہیں۔ اور علامات کا سہارا لے کر اشارے کنائے میں بات کہہ گئے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہی ان کا طرۂ امتیاز ہے۔ کیونکہ علامات کا سہارا لے کر معاملہ بندی دوسرے شاعروں نے بھی کی ہے جن میں امانت لکھنوی بھی شامل ہیں جو شیشے سے صراحی ظاہر نہ ہونے والی کہہ گئے ہیں۔ مگر انھوں نے بھی ایسا اس وقت تک نہیں کیا جب تک کہ دونوں زانو میں ساق بلوری کو دبا نہیں لیا۔ نسیم نے حقیقتاً ان مواقع پر چھینا تک

چابکدستی دکھائی ہے مثلاً

یہ کہہ کے لبوں نے قند گھولے	مستی نے دلوں کے عقدے کھولے
کاوشش سے ہوا گہر سے الماس	غنچے نے بجھائی اوس سے پیاس
واں غنچۂ یاسمیں تھا گلنار	یاں دامن سرو ارغواں زار
واں صبح صفا تھی گل بداماں	پھولی رخ مہر پہ شفق یاں
کیا آگے لکھوں کہ اب سر دست	ہوتا ہے دوات میں قلم مست

اس خصوصیت کا ذکر میں اس لیے ضروری سمجھتا ہوں کہ اس عہد تحقیق و تنقید میں جبکہ لکھنؤ کی خارجی شاعری اور کنگھی چوٹی سے شدید وابستگی کا منتہائے علم و فضل بنا ہوا ہے جبکہ لکھنوی معاشرے کی تفنیش پسندی پر خامہ فرسائی واجبات استناد میں شامل ہے۔ ایک خالص لکھنوی شاعر کی یہ شائستگی غالباً تصویر کا دوسرا رخ بھی پیش کرتی ہے اور اسی حیثیت سے یہ مثنوی جو اردو کی اہم ترین مثنویوں میں سے ایک ہے لکھنوی دبستان کی ایک نمائندہ تصنیف کہی جا سکتی ہے۔

مثنوی گلزار نسیم، مرتبہ رشید حسن خاں، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دہلی قیمت ۲/۵۰

یوسف ناظم

آئینہ در آئینہ میں یوں تو کئی رنگ ہیں لیکن وہ رنگ جس میں درد اور سوز کی جھلکیاں ہیں بہت گہرا ہے۔ ۵۱ نظموں کا یہ حسین و جمیل مجموعہ عزیز قیسی کے ذہنی اور شعری ارتقاء کا تقریباً مکمل عکس ہے اس مجموعے میں وحید اختر کا بھرپور تبصرہ بھی شامل ہے اور یہ کہنا چاہیئے کہ ڈاکٹر وحید اختر نے عزیز قیسی کی زندگی اور شاعری کے تمام گوشوں پر روشنی ڈالی ہے اور شاعر کی پہلو دار شخصیت کے ساتھ انصاف کیا ہے۔ عزیز قیسی کے تمام اشعار میں شعریت کے ساتھ ساتھ ایک وقار ہے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ انھوں نے کلاسکیت کو فراموش نہیں کیا۔ ان کی شاعری کی اساس کلاسکیت پر ہے لیکن لب لہجہ "آج" سے ہم آہنگ ہے۔

کون ہے؟ کون ہے!

ماورائے خستن

ماورائے نظر

ماورائے نفس

منتظر، مضطرب

اپنی صورت دکھانے کو بے چین ہے

کیسی آواز ہے جو ازل سے تعاقب میں ہے

میرے لہجے کا ایمان اس کے تخاطب میں ہے ۔

شاعر کی یہ سوچ قاری کو بالکل دبوچ لیتی ہے کب سے آنکھوں کو حسرت ہے بہ سات کی کہنے والے شاعر کے دل میں کیا کیا طوفان نہ اٹھتے ہوں گے ۔

مرتے جیتے ایک دفعہ بس

جی لینا ہے ۔۔۔ لوحِ جہاں پہ

حرفِ مکرر کوئی نہیں ہے

عزیز قیسی کے یہاں ایسی اندوہ ناک نظمیں دوچار نہیں کئی ہیں ۔ اور ان میں خیالات کا تسلسل ہے ۔ اس خطرناک موضوع کو وہ اس چابکدستی سے باندھتے ہیں جیسے وہ کوئی ماہر جراح ہوں ۔ شاعر کو اتنا رقیق القلب نہیں ہونا چاہیے کہ وہ کہے فسانہ کوئی نہیں ۔ اب تو جان کی باری ہے اور نہ شاعر کو اتنا حقیقت پسند ہونا چاہیے کہ وہ اعلان کر دے ۔

مگر کون ہے جو مرا سورۂ دل سنے

اور ایمان لائے ۔

یہاں سب فرشتے ہیں

یا سب کے سینوں میں آیات ہیں ۔

عزیز قیسی بڑے پر اعتماد شاعر ہیں ۔ ان کی نظموں میں روایتی گھن گرج نہیں ، بالغ نظری اور شاعرانہ رچاؤ ہے

عزیز قیسی کی غزلیں اس مجموعہ میں شریک نہیں ہیں ، لیکن یہ مجموعہ ان کے ہمہ انداز فکر کا آئینہ دار ہے اور وہ اپنے اس مجموعے پر دل ہی دل میں خوش ہو سکتے ہیں ۔

آئینہ در آئینہ ۔ عزیز قیسی ۔ مکتبہ صبا ۔ حیدر آباد ۔ قیمت ۔/۱۷

سعید سہروردی

یہ افسوس کا مقام ہے کہ جب میں نے نانک سنگھ کے ناول "سفید خون" پر تبصرہ لکھنے کے لیے قلم اٹھایا تو وہ اس وقت ہمارے درمیان نہیں رہے۔ ان کے انتقال نے پنجابی ادب میں جو خلا پیدا کیا ہے اسے ایک عرصہ تک پُر کرنا مشکل ہوگا۔ بہرحال وہ پنجابی زبان کے ادب میں ناول نگاری کے فن کی ایک عظیم روایت چھوڑ گئے ہیں جو ان کے بعد کے لکھنے والوں کے لیے چراغ راہ کا کام کریگی۔

یہ کتاب نیشنل بک ٹرسٹ کے اس پروگرام کے ماتحت پیش کی گئی ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ ہندوستان کی ہر زبان کی کچھ منتخب معیاری اور عام پسند کتابوں کا ترجمہ دوسری ہندوستانی زبانوں میں کیا جائے۔ اور اس کے ذریعہ اس مخصوص علاقے اور وہاں کے رہنے والوں کی تہذیب ان کے رہن سہن، رسم ورواج کا تعارف دوسرے علاقے کے پڑھنے والوں سے کرایا جا سکے۔

اس نقطۂ نظر سے نانک سنگھ کی ناول "چٹا لہو" (سفید خون) کا انتخاب اس سلسلے کے لیے بہت موزوں ہے کیونکہ اس میں پنجاب کی معاشرتی زندگی کی عکاسی کی گئی ہے۔ رہن سہن، رسم ورواج اور مذہبی اعتقادات کی جامع تصویر اس ناول میں ملتی ہے۔

ان کا یہ ناول پڑھتے وقت بار بار منشی پریم چند کے ناولوں کی یاد آتی ہے۔ اس ناول کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ مقصد کو نمایاں کرنے کے لیے فن کو قربان نہیں کیا گیا۔ لیکن پڑھنے والے کے ذہن پر جو اثر پیدا ہوتا ہے اس کی روشنی میں معاشرے کی بہت سی کمزوریاں اور سماج کے کئی رستے ہوئے زخم صاف نظر آجاتے ہیں۔

چھوت چھات، منشیات کا استعمال، بیاہ شادی کی بُری رسمیں عورتوں پر خصوصاً بیواؤں پر ظلم کرنا، گورو دواروں کی طرف سے لاپرواہی، بات بات پر جھگڑے مقدمہ بازی۔ اندھی تقلید۔ ان ساری عادتوں کی تصویر اس طرح پیش کی گئی ہے کہ پڑھنے والا اس کا اثر لیے بغیر نہیں رہ سکتا۔

ناول کا ہیرو بچن سنگھ ایک اونچی شخصیت کا آدرش پسند نوجوان ہے۔ ہیروئن سندری ایک قلندری کی پالتو بیٹی گورمکھی کی تعلیم اور بچن سنگھ کی صحبت میں رہ کر ایک بہت اونچی شخصیت میں ڈھل جاتی ہے۔ قلندروں اور بندروں کا بچپن کا ساتھ اسے بار بار پیچھے کی طرف کھینچتا ہے۔ بچن سنگھ کا اثر اسے سماج سیوا کے لیے تیار کرتا ہے لیکن اس کے پچھلے طور طریق اور سماج کے مظالم کا تجربہ اسے بار بار بدلہ لینے کی ترغیب دیتے ہیں۔ اس کے جذبات کی کشمکش کی مصوری بڑی خوبصورتی

کے ساتھ کی گئی ہے۔

پنڈت رادھے کشن کی کردار نگاری میں نانک سنگھ نے ان لوگوں کے چہرے سے پردہ ہٹانے کی کوشش کی ہے جو مذہب کی آڑ میں اپنا الو سیدھا کرتے ہیں۔ دسوندا سنگھ گرنتھی اسی پہلو کی ایک اور تصویر ہے۔ بوڑھے قلندر ردو کے کردار کی تصویر کشی میں نانک سنگھ نے اپنی انسان دوستی اور انصاف پسندی کو پوری طرح ابھارا ہے یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ ان کی ہمدردی سماج کے کچلے ہوئے طبقہ کے ساتھ ہے پنجابی زبان اور پنجابی ماحول اپنی انفرادیت کے باوجود دہلی، اتر پردیش اور بہار کے ماحول سے کافی نزدیک ہے۔ اس لیے اردو داں طبقہ کو اس ناول کی فضا اجنبی نہیں معلوم ہو گی لیکن اس کے ساتھ میں انھیں وہاں کے معاشرے کے متعلق بہت سی نئی تفصیلات معلوم ہوں گی۔

ترجمہ سلیس ہے اور بڑی محنت کے ساتھ کیا گیا ہے۔

کتاب کی قیمت آٹھ روپے زیادہ معلوم ہوتی ہے، طباعت، کتابت، کاغذ کو دیکھتے ہوئے اسے گراں نہیں کہا جا سکتا لیکن اس سلسلے کا مقصد اسی وقت پورا ہو سکتا ہے جب قیمت ایسی رکھی جائے جو زیادہ سے زیادہ لوگوں کی پہنچ کے اندر ہو۔

سفید خون، نانک سنگھ، نیشنل بک ٹرسٹ، دلّی قیمت ۸/-

یوسف ــــــ ناظم

بشر نواز ان شاعروں میں ہیں جنھوں نے اپنی شاعری کی نشوونما میں بڑی تندہی اور توجہ سے کام لیا ہے اور اسے سنوارنے کے لیے اپنے شعری ذوق کے علاوہ بیرونی اسباب سے بھی استفادہ کیا ہے۔ بشر نواز کا شعری اثاثہ، میراث ہی ہے اور خود اپنی کمائی بھی۔ انھوں نے اردو کے ادبی اور شعری ورثہ کا تفصیلی مطالعہ کیا ہے، اور ادب کے نئے رجحانات کو بھی پرکھا اور اپنایا ہے۔ ان کے مجموعے 'رائگاں' میں دو چار نظموں کے سوا سب آزاد نظمیں ہیں لیکن یہ بھی بحر اور وزن میں ہیں۔ بحریں مترنم ہیں اور ان کے الفاظ کا صوتی اثر اور ڈھنگ ان کی نظموں کو نغمگی بخشتا ہے 'تو ایسا کیوں نہیں کرتے' شاید شاعر کے انداز فکر کی نمائندہ نظم ہے جس میں شاعر کہتا ہے۔

تو ایسا کیوں نہیں کرتے۔

کہ جن کو جسم دینے کی تمنا، مجھ سے آسایش کا ہر لمحہ
مزے کی نیند، اعصابی سکون سب چھین لیتی ہے۔

شاعر یہ بھی کہتا ہے۔ "ہم لوگ آج کیا ہیں۔۔ ادھوری حکائیتیں" ۔۔۔ لیکن یہ رنگ شاعر کا ادھورا تعارف ہوگا۔ بشر نواز کو پیار اور محبت کی باتیں کہنے کا بڑا سلیقہ ہے ان کی رومانی نظموں اور غزلوں میں بے ساختگی زیادہ ہے اور ہونا بھی چاہیے۔ 'وصال' بڑی خوبصورت نظم ہے اس نظم کا ایک خاص تاثر ہے جو شدید اور بے باک نہیں۔ سبک اور دلآویز ہے۔ بشر نواز نے اپنی شاعری میں جوڑ توڑ یا داؤ پیچ سے کام نہیں لیا ہے اور نہ الفاظ سازی کو اپنا مقصد بنایا ہے۔ ان کی غزلوں میں بیسیوں شعر ایسے ہیں جو دل کو چھوتے ہیں۔

بے سمت منزلوں کا سفر درمیاں ہے — رستوں کے سب نشان اڑا لے گئی ہوا
کوئی نہیں تھا اپنی ہی آواز کے سوا — چاروں طرف میں سن کے صدا چیخ گیا
صدیوں کا غم سمٹ کے دلوں میں سما گیا — ہم لوگ زندگی کے گنہگار ہو گئے
کیا عجب کہ ہمیں جیسے یہاں اور بھی ہوں — ان اندھیروں میں اک آواز لگا کر دیکھیں
میں تو بہروپ ہوں اسکا جو ہے میرے اندر — وہ کوئی اور ہے جو مجھ میں جیا کرتا ہے

ایک بات جو بری کھٹکتی ہے وہ لفظ "رائگاں" ہے جو مجموعہ میں دو طرح چھپا ہے۔ "رائیگاں" اور "رائگاں"۔ اس لفظ کا صحیح املا تو رائگاں ہے۔ لیکن اس غلطی سے بشیر نواز کی شاعرانہ حیثیت کو کیا گزند پہنچ سکتی ہے، چند الفاظ ہوتے ہی تکلیف دہ ہیں۔

"رائگاں"۔ بشر نواز۔ دکن پبلشر تاج آفسیٹ پریس۔ اورنگ آباد قیمت

مطبوعات مکتبہ جامعہ لمیٹڈ

معیاری ادب کا سلسلہ

۱- انتہائی صحتِ متن اور ضروری اعراب فرہنگ کے ساتھ فوٹو آفسیٹ کے ذریعے چھپی ہوئی معیاری ادب کی اہم اور نادر کتابیں۔ ان کتابوں کو مکتبہ جامعہ نے حکومت جموں و کشمیر کے گراں قدر تعاون سے از سر نو مرتب کرنے کا اور کم سے کم قیمت پر فراہم کرنے کا منصوبہ بنایا ہے۔ محققین اور طلبا پورے اعتماد کے ساتھ ان کتابوں سے استفادہ کر سکتے ہیں۔

مقدمہ شعر و شاعری — خواجہ الطاف حسین حالی — مرتبہ: رشید حسن خاں

مقدمہ شعر و شاعری کا شمار اردو کی اُن اہم اور معیاری کتابوں میں ہے جن کی اہمیت افادیت اور مقبولیت پر شاید ہی کبھی آنچ آ سکے۔ آج جبکہ اردو میں تنقید کا سرمایہ بہت بڑھ چکا ہے اس کی اہمیت اور افادیت میں کوئی فرق نہیں آیا۔

قیمت عام ۲/۶۰ — لائبریری اڈیشن ۳/۴۰

انتخاب سراج اورنگ آبادی — مرتبہ: ڈاکٹر محمد حسن

اس انتخاب کلام میں آپ کو ایک ایسی جمال پرست اور بے قرار شخصیت کی جھلکی ملیں گی جو ذات کو کائنات کے پینے عرفان کی تلاش میں ہے۔ اِن اشعار میں ایک ر کی آواز ہے اور ایک تہذیب اور ایک تاریخی دور کی صدا بھی۔

قیمت عام ۱/۲۰ — لائبریری اڈیشن /۷۰

موازنۂ انیس و دبیر — شبلی نعمانی — مرتبہ: رشید حسن خاں

موازنۂ انیس و دبیر اردو میں تنقید کی ابتدائی اور اہم کتابوں میں سے ہے یہ اپنے ا کی ایک ایسی منفرد تصنیف ہے کہ اگر اسے انیس و دبیر کے شاعرانہ کمالات کا جائزہ ان کی شاعرانہ قدر و قیمت کے تعین کی دستاویز کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

قیمت عام ۲/۲۵ — لائبریری اڈیشن ۳/۲۵

انتخاب مراثی انیس و دبیر

مرثیہ نگاروں کی طویل فہرست میں انیس و دبیر کے نام سر فہرست آتے ہیں۔ انیس کے یہاں منظر نگاری، جذبات نگاری، واقعہ نگاری اور کردار نگاری کا کمال نظر آتا ہے اور دبیر تشبیہات و استعارات کی جدت، عربی و فارسی کے پر شوکت الفاظ کا استعمال اور پر شکوہ طرز بیان اُن کے مراثی کی خصوصیات ہیں۔

قیمت عام ۳/۰ لائبریری اڈیشن ۴/۰

انتخاب نظیر اکبر آبادی

مرتبہ: رشید حسن خاں

نظیر ایک شاعر کی حیثیت سے اپنے زمانے میں بھی مشہور تھے اور آج بھی مشہور ہیں۔ فرق بس اتنا ہے کہ اُس زمانے میں اُن کا کلام صرف عام لوگوں کی زبان پر تھا لیکن آج خواص بھی اُن کی شاعرانہ ہمہ گیریوں کے معترف ہیں۔ اُن کے کلام کا یہ انتخاب اِس لحاظ سے مرتب کیا گیا ہے کہ اُن کی اہم تر نظمیں مکمل یا جزوی انتخاب کے ساتھ یکجا ہو جائیں، آخر میں غزلوں کا انتخاب ہے اور ضروری الفاظ کی فرہنگ بھی شامل کر دی گئی ہے۔

قیمت عام ۳/۲۵ لائبریری اڈیشن ۴/۴۰

نیرنگِ خیال (اوّل و دوم)

مولانا محمد حسین آزاد — مرتبہ: مالک رام

نیرنگ خیال، مولانا آزاد کے، معرکۃ الآرا مضامین کا مجموعہ ہے۔ جسے معتبر ترین نسخے کی بنیاد پر انتہائی صحتِ متن کے ساتھ اس اڈیشن کی صورت میں پیش کیا گیا ہے۔ طلبا اس سے پورا فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔ قیمت عام ۱/۹۰ لائبریری اڈیشن ۲/۳۰

فسانۂ آزاد (تلخیص)

رتن ناتھ سرشار — مرتبہ: ڈاکٹر قمر رئیس

فسانۂ آزاد سرشار کا وہ گراں قدر کارنامہ ہے جس میں نوابی عہد کے لکھنؤ کی انحطاط پذیر معاشرت، اس کی اچھوتی ظرافت اور لکھنؤ کی بامحاورہ ٹکسالی زبان اور بولی ٹھولی کے فن کارانہ استعمال کو سرشار کے کمالِ فن کا جوہر کہا گیا ہے۔

چونکہ موجودہ حالات میں اتنی ضخیم کتاب کو شائع کرنا آسان کام نہیں اِس لیے اِس کی کامیاب تلخیص شائع کی گئی تاکہ عوام کی دسترس سے باہر نہ رہے۔

قیمت عام ۶/۲۰ لائبریری اڈیشن ۷/۵۰

فردوسِ بریں عبدالحلیم شرر

مولانا شرر کے ناولوں میں "فردوسِ بریں" فنی تکمیل کے اعتبار سے کامل ترین ناول کہا گیا ہے۔ اس کی منظر نگاری اور ماحول کشی میں شرر کی صناعی درجۂ کمال پر نظر آتی ہے۔

قیمت عام ۲/۱۰ لائبریری اڈیشن ۲/۶۰

شریف زادہ مرزا رسوا مرتبہ: ڈاکٹر قمر رئیس

اُردو کے منفرد ادیب اور ناول نگار مرزا رسوا کا دوسرا اہم ناول۔ اس ناول کا شمار اُردو کے اُن چند ناولوں میں کیا جاتا ہے جس نے دورِ حاضر کے اُردو خواں نوجوانوں کی سیرت کو متاثر کیا ہے۔

قیمت عام ۲/۵۰ لائبریری اڈیشن ۳/۰

حیاتِ سعدی الطاف حسین حالی مرتبہ: رشید حسن خان

کلامِ سعدی میں جو ادبی نکات بکھرے ہوئے ہیں ان کی دیدہ ورانہ تفصیل و توضیح اس کتاب میں محفوظ کر لی گئی ہو۔ یہ کتاب ہمیشہ قدر کی نگاہوں سے دیکھی جائے گی۔

قیمت عام ۳/۲۵ لائبریری اڈیشن ۴/۰

انتخابِ اکبر الہ آبادی مرتبہ: ڈاکٹر صدیق الرحمٰن قدوائی

اکبر کے یہاں پہلی مرتبہ طنز و مزاح دونوں شاعر کی ذات کی تنگ اور محدود دنیا سے بلند نظر آتے ہیں۔ ان کے یہاں یہ محض اندازِ بیان ہی نہیں، سماجی تبدیلیوں کے سمجھنے اور سمجھانے کا موثر ذریعہ بھی ہے۔ اُن کے کلام میں ہنسوڑپن کے ساتھ ہی سنجیدگی، شائستگی اور غور و فکر کی فضا بھی پائی جاتی ہے۔

قیمت عام ۲/۰ لائبریری اڈیشن ۲/۵۰

انتخابِ میر مرتبہ: ڈاکٹر محمد حسن

امام المتغزلین میر کی زبان کوثر و تسنیم میں دھلی ہوئی ہے۔ اُن کا ہر شعر تیر و نشتر کا کام کرتا ہے۔ اُن کی غزلیں تو بالخصوص کمالِ فن کی آئینہ دار ہیں۔ میر کے کلام کا یہ انتخاب تحقیق و جستجو اور دیدہ ریزی کے ساتھ کیا گیا ہے۔

قیمت عام ۲/۶۰ لائبریری اڈیشن ۳/۵۰

دیوانِ درد — مرتبہ: رشید حسن خاں

میر کے علاوہ خواجہ میر درد اپنے عہد کے باقی تمام غزل گو شعرا سے بلند ہیں بلکہ بلند تر۔ حیرت و حسرت کا ناتمام سا اظہار اُن کے اچھے اشعار کا عام جوہر ہے اور ایسے شعر بھی تاثیر سے معمور ہیں جن میں عشقیہ جذبات اور تصوف کی ماورائیت ایک جا ہو کر نمایاں ہوئی ہیں۔

قیمت عام ۲/۲۵ لائبریری اڈیشن ۳/۲۴

مجالس النساء — حالی — مرتبہ: صالحہ عابد حسین

مولانا حالی کا مقصدی ناول جس میں نہ تو واعظانہ خشکی ہے، نہ نصیحت کی تلخی۔ یہ ناول خاص طور سے عورتوں کی تعلیم کی اہمیت پر روشنی ڈالتا ہے۔ سادہ "دل نشین" اندازِ بیان۔

قیمت عام ۲/۵۰ لائبریری اڈیشن ۳/۰

انتخابِ مضامینِ شبلی — مرتبہ: رشید حسن خاں

مولانا شبلی کے مضامین میں ان کی وسعتِ نظر کے عنوانات بکھرے ہوئے ہیں۔ اس انتخاب میں ادبی اور تنقیدی مضامین، کتابوں کے تبصرے، تحقیقی مضامین اور اسلامیات اور قرآن پاک سے متعلق پچیس اہم مضامین ہیں جن میں نقد و نظر، علم و بصیرت اور انشا پردازی کے بہترین جواہر ریزے بکھرے ہوئے ہیں۔

قیمت عام ۷/- لائبریری اڈیشن ۸/۵۰

امراؤ جان ادا — مرزا محمد ہادی رسوا — مرتبہ: ڈاکٹر محمد حسن

لکھنوی تہذیب کے پس منظر میں امراؤ جان ادا کی کہانی جس کو مرزا رسوا نے لاثانی نفسیاتی ناول کا جامہ پہنایا تھا۔ اب اس ناول کو ڈاکٹر محمد حسن نے مستند و معتبر نسخوں کی مدد سے ازسرِنو ترتیب دیا ہے اور مکتبہ جامعہ نے نہایت اہتمام سے فوٹو آفسیٹ کے ذریعے شائع کیا ہے۔

قیمت طلبہ اڈیشن ۶/۰ لائبریری اڈیشن ۷/۵۰

یادگارِ غالب — الطاف حسین حالی — مرتبہ: مالک رام

انگریزی خیالات اور طرزِ فکر سے واقف ہونے کے بعد حالی نے محسوس کیا کہ ہماری شاعری نہ صرف جامد اور غیر ترقی پذیر ہے بلکہ غیر فطری بھی ہے اور اس میں اصلاح کی ضرورت ہے۔ اسی نقطۂ نظر سے انھوں نے یادگارِ غالب میں مرزا کے کلام پر اطلاق کر کے دکھایا کہ کس طرح کا

کلام صحیح شاعری کی صف میں آ جاتا ہے اور ملک و ملت کے لیے مفید ہو سکتا ہے۔
قیمت (حصہ اردو) طلبہ اڈیشن ۵/۵۰ لائبریری اڈیشن ۶/۵۰ (حصہ فارسی طلبہ اڈیشن ۶/۵۰
لائبریری اڈیشن ۸/۰

مثنوی گلزار نسیم — پنڈت دیا شنکر نسیم لکھنوی — مرتبہ : رشید حسن خاں

مثنوی گلزار نسیم اردو کی ان چند مثنویوں میں سے ہے جنھوں نے قبولِ عام کی سند حاصل کی
اس کے حسنِ قبول میں اس کی چست بندشوں کا بڑا حصہ ہے۔ واقعات اور الفاظ دونوں کا
ایسا اختصار جس سے بظاہر ممکن العمل نہ معلوم ہو۔ لفظوں میں ایسی رعایتوں کو ملحوظ رکھنا جن
سے معنویت کی تہیں نمایاں ہوتی رہیں۔ اور بندش کا اس قدر چست ہونا کہ شعر کی روانی تلوار کی
کاٹ بن جائے۔ نسیم کا اسلوب انہی سے مرکب ہے۔
قیمت طلبہ اڈیشن ۲/۵۰ لائبریری اڈیشن ۳/۰

گزشتہ لکھنو — عبدالحلیم شرر — مرتبہ : رشید حسن خاں

لکھنو کی معاشرت میں تراش خراش، نفاست، شائستگی اور ادب و آداب کی ایسی
چمک دمک تھی، جو آنکھوں میں عکس چھوڑ گئی ہے۔ "گزشتہ لکھنو" اسی محفلِ طرب
کی داستان ہے۔ اور یہ واقعہ ہے کہ شرر نے اسے بے حد جذبات نگاری کے ساتھ
ڈوب کر بیان کیا ہے۔
قیمت طلبہ اڈیشن ۸/۵۰ لائبریری اڈیشن ۱۰/۰

فسانۂ مبتلا — ڈپٹی نذیر احمد — مرتبہ : ڈاکٹر صدیق الرحمن قدوائی

نذیر احمد کے ناولوں میں "مشترکہ خاندان کی حیثیت بنیادی ہے۔ زیرِ نظر ناول
کا ہیرو مبتلا بھی ایک ایسا ہی کردار ہے جو خاندانی بندھنوں میں پھنسا ہوا ہے۔
مگر اس کی فطرت اسے ان سے نکلنے پر اکساتی ہے۔ وہاں سے نکلنا اُن کی تقدیر
میں نہیں اور فطرت کو کچلنا اس کے بس میں نہیں۔ چنانچہ وہ ایک المیے کا ہیرو
بن کر رہ جاتا ہے۔ تعددِ ازدواج کی مخالفت میں لکھا ہوا ایک بامقصد ناول۔
قیمت : طلبہ اڈیشن ۵/۰ لائبریری اڈیشن ۶/۰

ناول۔ افسانے اور ڈرامے

اس دیوانگی میں — سلمیٰ کنول — ۸/-
احسان فراموش — محمد محضر التفات گنجوی — ۴/-
اور خون بہتا رہا — اختر صدیقی — ۵/-
آوارہ — شرت چندر — ۵/-
آتش خاموش — صالحہ عابد حسین — ۶/-
اجنبی نگاہیں — سلطان سبحانی — ۳/-
اپنے بیگانے — عارف مارہروی — ۳/۵۰
آنکھے بانکے — ہنسراج رہبر — ۴/۲۵
ایک آنسو ایک پتھر — کرپا شنکر بھاردواج — ۵/۵۰
ایک دھماکا دھیمی آگ — جنو قمر — ۲/۵۰
افسانہ کہ حقیقت — ظفر واسطی (شاہ آبادی) — ۲/۲۵
ایک تھا بیوقوف — چین چی ینگ — ۱/-
ایک خواب ایک آرزو — اشونی والیہ — ۴/-
الٹی گنگا — شوکت تھانوی — ۴/-
آخری تحفہ — عفت موہانی — ۹/-
اڑان — عارف مارہروی — ۵/۵۰
آبلہ پا — رضیہ فصیح احمد — ۷/۵۰
اندھیری راتیں — ریوتی سرن شرما — ۳/۹۵
اپنی منزل اپنی راہیں — ولیم سرویان — ۲/۵۰
اینٹ کا خواب — مظفر حنفی — ۴/-
اسی کا نام دنیا ہے — رئیس احمد جعفری — ۹/-
اندھیرا — موہن کرشن — ۴/۵۰

آسمان روشن ہے — کرشن چندر — ۳/-
آخری تحفہ — منشی پریم چند — ۴/۵۰
ایک ناؤ کاغذ کی — وجے سوری — ۳/۵۰
ایک پیار ایک دھوکا — رام سرن شرما — ۲/۲
انشاء اللہ — شوکت تھانوی — ۵/-
اللہ قسم — عادل رشید — ۵/-
اُجلی پرچھائیاں — اقبال متین — ۴/۵۰
اندھیرے — اختر عادل رُدولوی — ۲/-
بھولان جیل کا قیدی — بدنام رفعی — ۴/-
بھنورے — ضیاء عظیم آبادی — ۴/۵۰
بجھے چراغ جل اُٹھے — مس خورشید نکہت — ۳/۵۰
بند من — عارف مارہروی — ۵/۵۰
بٹوارہ — کاوش — ۵/۵
بہار کا پہلا دن — علاء الدین آزاد — ۴/-
بادبان — عارف مارہروی — ۳/۵۰
بہو بیگم — عادل رشید — ۵/۵۰
بزم بے تکلف — سید عابد حسین — ۲/۵۰
پایل — عادل رشید — ۲/-
بہار کب آئے گی — ایگنز سیڈوک — ۱/-
بلندیوں کے خواب — حامدی کاشمیری — ۱/-
بہادر خاں جنگجو — اختر ملیح آبادی — ۵۰
بے بسی — رابندر ناتھ ٹیگور — -

بوڑھی چڑیل — مخمور جالندھری — ۴/۵۰
بہروپیا — شوکت تھانوی — ۲/۵۰
بوسٹن کا سفر — میری ایلن چیز — ۱/۵۰
بنتِ فرعون — یعقوب خاں کلام بی اے — ۳/۵۰
بے قرار — بھوپندر دیپ — ۳/-
بھگت کبیر — کشن چند زیبا — ۱/۷۵
بھرم — عشرت کرتپوری — ۳/-
برات — مہندر ناتھ — ۴/-

افسانے

پنجابی افسانے — مخمور جالندھری — ۷/-
پرویز — چودھری اکرم حسین (ایڈووکیٹ) — ۴/-
پیاسی بیل — مانک ٹالہ — ۴/-
پہلی آواز — رتن سنگھ — ۴/-
پرچھائیوں کی وادی — انور عظیم — ۵/-
پیاس — کے۔ ایل۔ ترانہ — ۳/۵۰
پتھریلے راستے — رابندر ناتھ ٹیگور — ۴/۲۵
پنگھٹ — ضیا عظیم آبادی — ۴/۵۰
پھٹنے کے بعد (ڈرامہ) — منجو قمر — ۲/-
پیاسی ندیا — جمیل انجم — ۳/-
پتوار — ضیا عظیم آبادی — ۴/۵۰
پھول اور سموم — رضیہ سجاد ظہیر — ۵/۵۰
پنڈت جی — شرت چندر چٹرجی — ۲/-
پہلی لڑکی — راز دان ایم اے — ۲/۹۵
پیغام — طاہر دیا پوری — ۳/-

پردۂ مجاز — پریم چند — ۷/-
پہلی محبت — تورگنیف — ۱/۲۵

تین پیسے کی چھوکری — قاضی عبد الغفار — ۲/-
تیاگ — شرت چندر — ۴/۵۰
تعمیر — خان محبوب طرزی — ۳/۵۰
تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو — راشد سہوانی — ۶/-
تاریکیوں کے بعد — زلیخا حسین — ۴/۷۵
تصویر بتاں — عصمت جمیل — ۴/-
تلخیاں — رشید اختر ندوی — ۳/۵۰

ٹھنڈی آگ — شرت چندر — ۴/۲۵

جمیلہ بوپاشا — مادام حلیمی بارایلا — ۵/-
جوکر — شوکت تھانوی — ۳/-
جنگل میں جھونپڑی — لاورا انگالز وائیلڈر — ۱/۵۰
جھومر — نجمہ سلطان — ۲/۵۰
جھانسی کی رانی (ڈرامہ) — منجو قمر — ۲/-
جگمگاتے اندھیرے — وسیم بانو قدوائی — ۳
جمنا کے کنارے — م۔ احمد ایم۔ اے — ۲/۷۵

چنگاری — گلشن نندہ — ۷/۵۰
چشم نم — عظمت رضا — ۳/۷۵
چمگادڑ — مخمور جالندھری — ۳/-

شمع — اے۔ آر۔ خاتون — ۱۵/-
...یتے کے نشان — وانڈرون ٹل بزرگ لاک — ۱/۵۰
...وتی سرکار — رضیہ بٹ — ۶/-
...ڑیں — عصمت چغتائی — ۳/-
...یاند کا زخم — شمس فرخ آبادی — ۲/-
...ھلنے پتھر — رنجیت راہی — ۴/۵۰
چندر مکھی کی بیلی — میٹا کاریٹن — ۳/-
چکنے چکنے پات — مارک ٹوین — ۲/-
چندر کلا — جمنا داس اختر — ۲/-

حسین دشمن — مانک بریٹ — ۵/۲۵
حلقۂ خونیں — عثمان صحرائی — -/۲۵
حاجی مراد — قیسی رامپوری — ۴/-
حسنا — " " — ۳/-
حسن اور انگارے — گوبند سنگھ — ۱/۷۵
حسرتوں کے داغ — خورشید نکہت — ۹/-
خالی پنجرے کی ہنسی — وسنت دیشکھ — ۲/۵۰
خمار — ہیرا لال شوق — ۳/-
خوفناک پرچھائیاں — محمود جالندھری — ۴/-
دیدۂ حیراں — مظفر حنفی — ۴/-
دو فنڈے — " " — ۴/-
دل بیمار — حسین علوی — ۱/۵۰
دانت دیر کرن — کرشن چندر بیابہ — ۱/۷۵
دیوار — مسافر لائلپوری — ۳/۵۰
دیتے مفید اور مشرغ — گجندر سنگھ — ۸/-

داغ دل کے — ریاض ارشد — ۵/-
دیوانہ — خان محبوب طرزی — ۳/-
دو سیر دھان — تکشی شوشنکر پلے — ۲/۵۰
درد دل — عادل رشید — ۳/-
دل سے قریب — انتصار حسین نیوتنوی — ۱/۷۵
دھند میں عورت — سوئیہ — ۱/-
دھرتی کے دیو — اول الی رول واک — ۱/-
دل ہی تو ہے — ایمیلی زولا — ۱/۲۵
دسواں پل — کرشن چندر — ۴/-
دنیا سے دور — رابندر ناتھ ٹیگور — ۴/۷۵
دارا شکوہ — قاضی عبد الستار — ۴/۵۰
دھڑکنیں — ایم۔ احمد۔ جاوید — ۵/۵۰
درد کے فاصلے — انیس مرزا — ۳/۵۰
ڈھلکتے آنسو — مسافر لائلپوری — ۳/-
ڈھلتا سورج بڑھتا سایہ — منو قمر — ۲/۵۰
ڈوبتی منزل — مسافر لائلپوری — ۳/-
راجپوت نندنی — شری متی رام جی دیوانہ — ۱/۵۰
رباب — عذرا جمال — ۶/۷۵
روبرو — چندر موہن لانبہ — ۳/۲۵
رسیلی رات — ضیاء عظیم آبادی — ۴/-
روحانی شادی — پریم چند (مرحوم) — ۱/۲۵
راستے بھی چلتے ہیں — سلطان بخاری — ۲/۵۰
روشنی — نسیل فتح — ۲/-
رسائی — جوگندر پال — ۴/-
روشنی کی کرن — رضا الجبار — ۴/-

زیور　اے، آر، خاتون　۱۵/-

زری　زبیدہ سلطانہ　۶/-

زوربا　محمود جالندھری　۱۰/-

زندگی کے کھیل　صالحہ عابد حسین　۱۰/-

زخم اور ناخن　فاطمہ انیس　۵/-

زندگی کے جائزے　ابو سعید بزمی　۲/۵۰

زندگی کے کھیل اور دن رات　ل۔ احمد　۵/-

سالارِ حجاز　نسیم حجازی　۱۲/-

سپہ سالار خلجی　مائل ملیح آبادی　۵/-

سرکنڈوں کے پیچھے　سعادت حسن منٹو　۳/-

سونی وادیاں　کرشن گوپال عابد　۳/۷۵

سلطان صلاح الدین ایوبی　صادق حسین صدیقی سردھنوی　۵/-

ساتھی　رئیس احمد جعفری　۲/۵۰

سرفروش　سرت چندر　۵/۵۰

سفید شیطان　مضطر ہاشمی　۲/۵۰

سرگوشی　ایف، اے، بانو　۳/۷۵

سائکی　کلیم عرفی　۲/۵۰

سارا جہاں اداس ہے　قمر تسکین　۴/-

سیب کا درخت　جان گالزوردی　۱/-

سوزِ شبِ غم　سلیم چودھری　۴/-

سپہ سالار سنگھ　راہل سانکرتیاین　۲/۵۰

سات انگلیاں　انیس مرزا　۴/-

شکیلہ　ضیا عظیم آبادی　۳/۷۵

شہناز　حبیب اشعر دہلوی　۳/۷۵

شمع دو۔ پروانہ ایک　قیسی رامپوری　۵/-

شاداں　وحشی محمود آبادی　۳/۵۰

شب گزیدہ　قاضی عبدالستار　۳/۷۵

شکنتلا　کشن چند زیبا　۱/۵۰

شوخ نظارے　م۔ احمد۔ ایم۔ اے　۱/۲۵

شکست ہی شکست　ذکی انور　۶/-

شگوفے　شفیق الرحمٰن　۴/-

صائمہ　حمیدہ جبیں　۵/-

صبح و شام　ل۔ احمد اکبرآبادی　۵/-

ضدی لڑکی　درگا شنکر بھاردواج　۵/۵۰

ضرورت ہے ایک قاتل کی　ہنری بالٹ　۶/۵۰

طوقِ حوادث　پروین سرور　۳/-

طوفان　شری رابندر ناتھ ٹیگور　۳/-

طوفانوں کی کہانی　جمنا داس اختر　۴/۵۰

ظلمتِ شبِ غم　کلیم عرفی　۳/۵۰

عروسِ بغداد　صادق حسین صدیقی　۵/-

عاشق　نور رحمانی　۷/-

عزمِ جواں　راج نرائن ایم۔ اے　۱/۵۰

غم خانۂ دل　کلیم عرفی　۲/۸۷

[..]بن — پریم چند — 6/75
[..]م فرقت — زبیدہ حسرت — 2/50
[..]لم ہستی — شاعر بجنوری — 3/75
[..]ردوس خیال — منشی پریم چند — 3/50
[..]یروزہ — زبیدہ سلطانہ — 6/-
فاریتا — تنویر زہرہ بخاری — 2/-
فولادی پتے — خان محبوب طرزی — 2/-
فیروزہ — مرتضیٰ زیدی — 5/-
قرض نگاہ یار — محبوب اللہ مجیبی — 2/-
فخر کی بات — گجندر سنگھ — 2/75
قلمی قاعدہ — کرشن چندر — 4/50
فردوس بریں — عبدالحلیم شرر لکھنوی — 3/50
فریاد — نریندر شرما — 2/75
قافلے بہاروں کے — سید محمد جعفر — 3/-
قاتل — پریم چند — 1/25
قندیل — طلعت فاطمہ عزت آرا — 5/-
قصص ابن اسمٰعیل مرتبہ مکتبہ مخزن — 1/50
قیصر باغ — وحشی محمود آبادی — 5/-
کوئی شکایت نہیں — دت بھارتی — 8/-
کینسر وارڈ — الیکزنڈر سولنیشن — 3/-
کیپٹن لیلیٰ خالد اور اس کے کارنامے — ندیم صہبائی فیروز پوری — 4/-
کوئی دیدہ آشنا بھی نہیں — صغرا مہدی — 11/50
کھلونے — مسعود مفتی — 3/-
کشمکش — طاہر دریاپوری — 2/75

کیک اور شراب — ڈاکٹر محمد عقیل — 3/-
کربلا — منشی پریم چند — 3/-
کارنیوال — کرشن چندر — 5/-
کسک — عظمت رضا — 9/-
کتنے جلوے کتنے طور — ابن حسات — 5/-
کونپل — مائل ملیح آبادی — 5/-
کاجل — " " — 3/75
کڑوی کہانی — میکسم گورکی — 2/50
کشمکش — سلمیٰ کنول — 5/-
کلیاں — عصمت چغتائی — 5/-
کل کی باتیں — رام لعل — 5/-
کمیں گاہ — شوکت صدیقی — 3/-
گنہگار — عظمت رضا — 10/-
گردشیں — جی لال سچدیوا — 3/50
گنوار — تنویر زہرہ بخاری — 8/-
گھر ہمارا — ثریا بانو — 7/-
گورا — رابندر ناتھ ٹیگور — 4/50
گدھے کی واپسی — کرشن چندر — 4/50
گیت یہ میرے — حمیدہ جبیں — 4/50
گیری بالڈی — لاجپت رائے — 1/-
گاؤں کی کہانی — لارا انگلز وائلڈر — 2/-
گونگے معمار — خورشید عادل منیر — 1/-
گڑیا گھر — قدسیہ زیدی — 1/75
گھروندہ — انیس مرزا — 4/50
لہروں کی دوڑ — تاجور سامری — 5/-

لڑکی ایک دل کے ویرانے میں رشیدہ شبنمیہ ۸/-
لاشوں کا کھیل مسعود جاوید ۶/-
لاکھوں باتیں ایک نشیمن عادل رشید ۵/-
لیلائے شام مائل ملیح آبادی ۳/-
لگن کیلاش راہی ۲/۵۰
لیلی ضیا عظیم آبادی ۴/-
لیٹرا خان محبوب طرزی ۲/۷۵
لہو کے پھول کامل ۵ حصے
حیات اللہ انصاری ۴۰/-
میراث پرکاش پنڈت ۳/-
موت کے بعد اظہار اثر ۳/۵۰
محبت کی بلندیاں وحید احمد -/۵۰
محبت روتی ہے غلام عباس ۲/-
محبوبۂ طلب صادق سردھنوی ۵/-
مسکراتے آنسو بھارت چند کھنہ ۱/۷۵
مرلی منوہر کشن چند زیبا ۱/۷۵
ملکۂ صحرا اوم پرکاش ناگی ۲/۵۰
منزل سے دور خورشید نکہت ۴/-
معصوم تبسم حسین فاطمہ ۵/-
محبوب مائل ملیح آبادی ۵/۲۵
مغربی دوشیزہ وجیہہ ملک ۳/-
ملاخطات نفسی ل۔ احمد ۲/۵۰
مار آستین شمس انصاری ۲/۵۰
مسافر نواز بہتیرے احمد ابراہیم علوی ۲/-

مجنوں کی ڈائری قاضی عبدالغفار ۲/۲۵
مرحاشہ بلقیس ظفر ۲/۵۰
مٹتی بنتی تصویریں بھگوتی چرن ورما ۵/-
ننگ و ناموس سید وحید الدین احمد ۲/۵۰
نغمے کی موت کرشن چندر ۴/-
نغمے کی موت مضطر ہاشمی ۲/۷۵
نمو رضیہ بٹ ۴/۵۰
نئی دنیا نئے لوگ ابن سعید ۳/۵۰
نیلی آنکھیں پریم ناتھ در ۲/۵۰
نیل کی ناگن منجو قمر ۲/۵۰
نئی سرحدیں رالعت موڈی ۱/-
نیا گھر رالعت موڈی ۳/-
نیا راستہ خان محبوب طرزی ۳/۵۰
نقش پائے صنم کلیم عرفی ۳/۵۰
نوگے صالحہ عابد حسین ۲/۵۰
وحشی نریندر شرما ۳/۷۵
وہ لڑکی سندر شیام پرویز ۲/-
وہ لوٹے گی سید پرکاش سنگر ۳/-
ہم جنم جنم کے ساتھی عاتق شاہ ۳/-
ہندوستان سے پاکستان تک مہندر ناتھ ۲/۵۰
ہیرے کا جگر ذکی انور ۴/۵۰
ہوتو لو کا راجکمار کرشن چندر ۶/-
ہندوستان ہمارا بلونت سنگھ ۳/۵۰
یادوں کے چراغ صالحہ عابد حسین ۸/-

چند اہم کتابیں

انقلاب روس م۔م جوہر -/۴
سورۂ حسنہ اوّل مولانا محمد ظفیر الدین -/۳
افکار عصریہ محمد نصیر احمد عثمانی نیوتنوی ۳/۵۰
اسلام کا اقتصادی نظام مولانا محمد حفظ الرحمن -/۱
اجتہاد ۱۳۲۵ھ محمد رحیم بخش ۲/۲۵
اشاعت اسلام مولانا حبیب الرحمن -/۶
انتخابات شبلی سید سلیمان ندوی ۴/۲۵
اسلامی ہند کی عظمت رفتہ — مولانا قاضی اطہر مبارک پوری -/۴
امام رازی مولانا عبد السلام ندوی -/۸
اقبال کامل " " -/۸
اہل کتاب صحابہؓ و تابعین — حافظ مجیب اللہ صاحب ندوی -/۸
اسلام کا نظام عفت و عصمت — محمد ظفیر الدین صاحب -/۲
الغزالی علامہ شبلی نعمانی -/۵
بزم ملوکیہ سید صباح الدین عبد الرحمن -/۴
تاریخ اسلام پر ایک نظر محمد عبد الرحمن خاں -/۶
تابعین شاہ معین الدین احمد ندوی ۹/۵۰
تاریخ ردہ خورشید احمد فارق -/۲
تاریخ ہند پر نئی روشنی " " -/۳
خطبات شبلی مولانا سید سلیمان ندوی -/۳
تذکرہ علامہ شیخ محمد بن طاہر محدث پٹنی — شیخ عبدالوہاب ۱/۵۰
رموز عشق ڈاکٹر میر ولی الدین صاحب -/۶
سیرۃ النبی کامل اوّل تا ششم — علامہ شبلی نعمانی -/۸۶
سید انصارؓ دوم سعید انصاری -/۶
سفرنامہ شیخ ابن بطوطہ — عبد الرحمن خاں صاحب ۲/۵۰
سواطع القرآن اوّل — مولوی حافظ سید محمد شاہی امام -/۴
شعر الہند اوّل و دوم کامل — مولانا عبد السلام ندوی -/۱۹
عرب دنیا مولانا محی الدین الوائی ایم اے ۱/۵۰
عروج و زوال کا الٰہی نظام — مولانا محمد تقی صاحب امینی -/۳
قرون وسطیٰ کے مسلمانوں کی علمی خدمات — اوّل، دوم، کامل ۶/۷۵
قرن اوّل کا ایک مدبر — خورشید احمد فاروقی -/۳
قرآن اور تعمیر سیرت — ڈاکٹر میر ولی الدین صاحب -/۴
قصص القرآن حصہ دوم محمد حفظ الرحمن -/۵

کتاب / مصنف	قیمت
قصص القرآن حصہ چہارم — محمد حفظ الرحمٰن سیوہاروی	۸/-
گلِ رعنا سید عبدالحی	۱۱/-
لغاتِ جدید از سلیمان ندوی	۲/۵۰
لغات القرآن جلد ششم — مولانا سید عبدالدائم الجلالی	۴/۵۰
مقالاتِ شبلی کامل اول تا ہفتم — علامہ شبلی نعمانی	۲۳/۵۰
مقالات سلیمان اول دوم کامل — سید صباح الدین عبدالرحمٰن ایم اے	۱۸/۵۰
مسئلہ اجتہاد پر تحقیقی نظر مولانا محمد تقی امینی	۳/-
مشاہیر اہل علم کی محسن کتابیں — محمد عمران خاں ندوی	۲/۷۵
مکاتیب شبلی اول دوم کامل — سید سلیمان ندوی	۶/۵۰
مقالاتِ شبلی جلد سوم سید سلیمان ندوی	۴/-
مہاجرین اول و دوم کامل — حاجی معین الدین صاحب ندوی	۱۳/۵۰
معارف الآثار خواجہ عبدالرشید	۳/-
مسلمانوں کا نظم مملکت — مولوی محمد علیم اللہ صاحب صدیقی	۵/۵۰
مکتوبات شیخ الاسلام اول — مولانا نجم الدین صاحب اصلاحی	۹/-
" " " دوم	۶/-
" " " سوم	۴/۵۰
" " "	
" " "	
نبی عربی قاضی زین العابدین میرٹھی	۱/۵۰
نطشے پروفیسر سید مظفر الدین ندوی	۲/۵۰
ہندوستان کی کہانی اول دوم کامل — عبدالسلام قدوائی ندوی	۴/-
ہماری بادشاہی عبدالسلام قدوائی	۳/۷۵
یادوں کی دنیا یوسف حسین خاں	۱۱/-

نوائے عصر — یحییٰ اعظمی

نوائے عصر جناب یحییٰ اعظمی کا دوسرا مجموعہ کلام ہے۔ اس میں دور جدید کے حالات و واقعات سے متعلق نظمیں شامل ہیں۔ ان میں قومی و ملی ترانے ہیں، مناظر و جذبات و تاثرات کی تصویریں بھی ہیں اور ہندوستان کے اکابر کو خراج عقیدت اور ان کے مراثی بھی ہیں۔ غرض یہ مجموعہ رنگارنگ نظموں کا دل آویز گلدستہ ہے۔ قیمت ۳/-

پرنٹر پبلشر سید احمد ولی نے کوہ نور پریس دہلی میں چھپوا کر مکتبہ جامعہ لمیٹڈ جامعہ نگر نئی دہلی سے شائع کیا۔

مینجنگ ایڈیٹر:-
شاہد علی خاں
ایڈیٹر:-
ولی شاہجہانپوری

ماہنامہ کتاب نما نئی دلی ۲۵
لائبریریوں کے لیے سالانہ
ایک روپیہ

مئی سنہ ۱۹۷۲ء
جلد نمبر ۱۳ شمارہ نمبر ۵
سالانہ تین روپے
فی پرچہ ۳۰ پیسے

اشاریہ

پچھلے تین برسوں سے مئی کا مہینہ ہم اہلِ جامعہ کے لیے "سوگ" کا مہینہ بن کر آتا ہے۔ یہی وہ مہینہ ہے جس کی تیسری تاریخ کو موت کے بے رحم ہاتھوں نے جامعہ ملیہ اسلامیہ کو اس کے "معمارِ اعظم" اور مکتبہ جامعہ کو اس کے بانی و سرپرست سے ہمیشہ کے لیے محروم کر دیا۔ مرنے والا جامعہ ملیہ کے آغوش میں خوابِ شیریں کے مزے لے رہا ہے اور ہم طرح طرح اس کی یاد منا رہے ہیں۔

مرحوم کی علمی و ادبی یادگار کو زندہ رکھنے کے لیے "ذاکر حسین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز" کا قیام عمل میں آیا ہے۔ اس ادارے کی پہلی کتاب کی اشاعت مکتبہ جامعہ کے زیرِ اہتمام ہو رہی ہے۔ یہ کتاب مسلمانانِ ہند کے ایک بہت اہم نزاعی مسئلے سے متعلق ہے۔ اس کے مصنف ہیں انڈین لا انسٹی ٹیوٹ کے ایسوسی ایٹ پروفیسر جناب طاہر محمود جنھوں نے مسئلے کے مختلف پہلوؤں پر مختلف زاویوں سے روشنی ڈالی ہے۔ کتاب کا نام ہے "مسلم پرسنل لا کے تحفظ کا مسئلہ"۔ انشاء اللہ اسی مہینے میں اشاعت پذیر ہو جائے گی۔

اس سے قبل نیشنل بک ٹرسٹ نے ذاکر حسین سیریز کے تحت بچوں کے لیے دو خوبصورت کتابیں شایع کی ہیں۔ ان میں سے ایک خود مرحوم کی کہانیاں "ابو خاں کی بکری" کے نام سے ہے اور دوسری کا نام ہے "انوکھی دوکان" جس کی مصنفہ بیگم قدسیہ زیدی ہیں۔ بیگم زیدی کی دو اور دلچسپ اور مصوّر کتابیں "دنیا کے جانور"

"اور گلاب چوہیا اور پری زاد" بھی اسی سیریز کی خوبصورت مطبوعات ہیں۔ یہ بھی اس ماہ میں شایع ہوجائیں گی۔

قارئین کو یہ سن کر مسرت ہوگی کہ مکتبہ جامعہ، ڈاکٹر سید عابد حسین کی ایک اہم کتاب "مسلمان اور عصری مسائل" بھی اسی مہینے میں شایع کر رہا ہے۔

پچھلے شمارے میں ہم نے اپنی معیاری ادب سیریز میں "توبۃ النصوح" کے ساتھ سودا اور ناسخ کے انتخابات شایع ہوجانے کی جو اطلاع دی تھی، وہ صرف پہلی کتاب کی حد درست تھی۔ آخری دو کتابوں کی جگہ "افاداتِ سلیم" اور "قصۂ حاتم طائی" شایع ہوئی ہیں۔ مذکورہ دونوں کتابیں، انشاء اللہ اس ماہ میں شایع ہوجائیں گی۔

بہت جلد "کتاب نما" اپنے ادبی دور کا آغاز کر رہا ہے۔ اس منزل کی طرف ہمارا پہلا قدم "نئی نظم کا سفر" ہوگا۔ یہ خاص نمبر ۱۹۳۶ء کے بعد سے اس وقت تک کی نئی نظموں کے انتخاب کی صورت میں ہوگا جس کی ترتیب کی ذمہ داری ہمارے دوست ڈاکٹر خلیل الرحمٰن اعظمی نے لی ہے۔ اس مجموعے میں تقریباً اسّی شعرا کی نظموں کے انتخاب شامل ہوں گے جن پر اعظمی صاحب نے مبسوط مقدمہ بھی تحریر فرمایا ہے۔

ظاہر ہے کہ اس خاص نمبر کی ضخامت کم و بیش چار سو صفحات ہوگی۔ اور اس لحاظ سے قیمت بھی مقرر کی جائے گی۔ کتاب نما کے مستقل خریداروں کو رعایتی قیمت پر ہی بھیجا جاسکے گا۔ اس کا واضح اعلان جون کے شمارے پر کیا جاسکے گا۔

مکتبہ جامعہ کے موجودہ اشاعتی پروگرام میں پروفیسر آل احمد سرور، پروفیسر احتشام حسین، ڈاکٹر گوپی چند نارنگ، ڈاکٹر گیان چند، ڈاکٹر محمود الہٰی، ڈاکٹر وحید اختر اور ڈاکٹر خلیل الرحمٰن اعظمی کی تنقیدی کتابیں شامل کی جاچکی ہیں۔ ان کی اشاعت سے قبل ہم کسی نئے مسودے کی اشاعت کی ذمہ داری لینے کی پوزیشن میں نہیں ہیں۔ اگلے پروگرام کے لیے ہم خود مسودے طلب کرلیں گے۔ بلا طلب کوئی صاحب نیا مسودہ ہمیں بھیجنے کی زحمت نہ فرمائیں تو ہم سکون کے ساتھ اپنا مذکورہ منصوبہ پورا کرنے کے قابل ہوسکیں گے۔

ماہنامہ "کتاب نما" کا پہلا ضخیم نمبر

نئی نظم کا سفر

(۱۹۳۶ء کے بعد)

مرتبہ

(ڈاکٹر) خلیل الرحمٰن اعظمی

اردو نظم کے فنی ارتقا کا اگر دیدہ ریزی کے ساتھ مطالعہ کیا جائے تو ہم اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ نظم نگاری کی روایت اگرچہ ہمارے یہاں بہت پرانی ہے لیکن فنی اعتبار سے ۱۹۳۶ء کے بعد کا دور ہماری ادبی تاریخ میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اس انتخاب میں مرتب کے پیش نظر جو بات رہی ہے وہ یہ کہ ۱۹۳۶ء کے بعد کے شعرا کا مطالعہ اس زاویے سے کیا جائے کہ اقبال اور جوش کے عہد تک کی نظم جس منزل پر پہنچ گئی تھی اس کے بعد انحراف و انقطاع کی جو صورتیں کسی نہ کسی نہج سے ابھری ہیں وہ پورے طور پر گرفت میں آسکیں۔ یہ انتخاب آپ کو نئی نظم کے خدوخال کو پہچاننے میں مدد دے گا۔ اس انتخاب میں لگ بھگ اسّی نئے شاعروں کا کلام ہے۔ صفحات لگ بھگ ۴۰۰ (زیر طبع)

نوٹ: خریداروں کو یہ ضخیم نمبر خصوصی رعایت کے ساتھ دیا جائے گا۔

ماہنامہ "کتاب نما" جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵

حاصلِ مطالعہ

"کتاب نما" کی اشاعت کا واحد مقصد پڑھنے والوں کو تازہ مطبوعات سے آگاہ کرنا ہے۔ اس سلسلے میں ہم نے اقتباس، تعارف اور تبصرے غرض کہ جو کچھ کتابوں کو مقبول بنانے کے لیے کیا جا سکتا ہے، کیا ہے۔ ہم یہ کالم اس لیے شروع کر رہے ہیں کہ قارئین "کتاب نما" جو کتابیں پڑھتے ہیں ان کے بارے میں جو رائے رکھتے ہیں اس سے دوسرے بھی واقف ہوتے رہیں۔ اس سے ایک فائدہ تو یہ ہوگا کہ کتابوں کی مقبولیت کا علم آسانی سے ہو سکے گا۔ مگر دوسرا اور سب سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ وہ کتابیں بھی روشنی میں آجائیں گی جو اشتہاروں اور تبصرہ نگاروں کے حدود سے باہر ہیں۔ امید ہے کہ ہمارے اس سلسلے کو پسند کیا جائے گا۔

یہ تو ہم نہیں چاہتے کہ کسی کتاب کو قارئین کے درمیان موضوعِ بحث بنا کر مباحثے اور مناظرے کے دروازے کھول دیں۔ مگر متضاد (لیکن سنجیدہ) رائیوں کی اشاعت سے ہمیں انکار نہ ہوگا۔

اس سلسلے میں جو کچھ شائع ہوگا وہ مراسلہ نگار کی ذاتی رائے ہوگی۔ ادارے کا اتفاق یا اختلاف ضروری نہیں۔

اڈیٹر

صالحہ عابد حسین

مطالعہ کا شوق بے بہا دولت ہے۔ زندگی کے بڑے سے بڑے دکھ درد کو ذرا دیر کو بھلا دیتا ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ پڑھنے کے لیے واقعی ایسی چیز ملے جو قاری کی ساری توجہ اپنے اندر جذب کر سکے۔

سنجیدہ موضوع پر تو اچھی کتابیں پھر بھی مل جاتی ہیں (اگرچہ یہ لازمی نہیں کہ ان کی زبان اور انداز بھی اتنا ہی اچھا ہو جتنا موضوع ہے) لیکن اردو میں ناول اور کہانیاں اس معیار پر بہت کم پوری اترتی ہیں۔ گھٹیا قسم کے جاسوسی اور سستی رومانی کتابوں کا تو خیر ذکر ہی کیا ہے اکثر اچھے اچھے نامور لکھنے

والوں کے ناول کہانیاں پڑھنے کے بعد یہ احساس ہوتا ہے کہ گویہ خواہ مخواہ وقت برباد ہوا، مگر مطالعے کی چاٹ جسے لگ جائے وہ بے پڑھے رہ بھی تو نہیں سکتا!

ایسے ناول جو پڑھنے والے کی توجہ جذب کر لیں جس میں وہ اپنے کو کھو کر اپنا دکھ درد بھول جائے اور ناول کے کرداروں کے دکھ سکھ میں اپنے کو ڈبو دے، جسے پڑھ کر یہ محسوس ہو کہ "گویا یہ بھی میرے دل میں ہے" اگرچہ کم ملتے ہیں مگر نایاب نہیں۔ اور کس قدر مسرت ہوتی ہے ایسا ناول پاکر، یہ کوئی میرے جیسے مطالعہ کے عاشق کے جی سے پوچھے۔

ابھی حال میں کسی رسالے میں ایک بحث دیکھی تھی جس میں یہ ثابت کیا گیا تھا کہ کہانی اور ناول گھٹیا صنفِ ادب ہوتی ہے۔ یعنی شاعری کا وہ مقابلہ نہیں کر سکتی اور اسے "فن" کا بلند مقام نہیں دیا جا سکتا۔

اپنا اپنا خیال ہے۔ بہت سے لوگ جن میں بعض اونچے درجے کے نقاد بھی شامل ہیں شاعری خصوصاً غزل کے لیے بہت کچھ کہہ چکے ہیں۔ لیکن مجھے افسوس ہوتا ہے اس شخص کی محرومی پر جو اچھے ناول اور خوبصورت کہانی کے حسن و تاثر سے لطف نہ اٹھا سکے خاص کر ناول جو زندگی کا ایک رُخ، ایک جھلک نہیں دکھاتا۔ پوری زندگی کی مرقع کشی کرتا ہے

حال میں کچھ اچھے ناول پڑھنے کو ملے۔ ان میں سے ایک تلیگو کا ترجمہ ہے "تاش کے محل" تلیگو کی مشہور ناول نگار شریمتی مپّال رنگنا یکمّا کا یہ پہلا ناول ہے جس کا ترجمہ اردو میں دیکھنے کو ملا۔ ترجمہ: زینت ساجدہ صاحبہ نے کیا ہے۔ جو اس قدر رواں، سلیس اور بے ساختہ ہے کہ ناول پر اوریجنل کا دھوکا ہوتا ہے۔

اس ناول کو پڑھنے پر مصنف کی قدرتِ مشاہدہ، شدتِ احساس اور بیان کی سادگی اور پُرکاری اور زبان کی سلاست اور دل کشی کا قائل ہونا پڑتا ہے۔ بظاہر پامال سا موضوع ہے۔ میاں بیوی کا مزاجوں اور خیالات کے اختلاف کی وجہ سے نباہ نہ ہو سکنا۔ ایک بے حد حساس اور خوددار لڑکی جس کو اپنے پر بہت اعتماد ہے کہ وہ شوہر کو اپنا ہم مذاق ہم خیال بنا سکتی ہے، جو روایتی پتی ورتا عورتوں سے جو مرد کے ظلم و ستم اور ناانصافی سہتے سہتے جان دے دیتی ہیں، بہت ناراض ہے اور سمجھتی ہے کہ ایک پڑھی لکھی اور روشن خیال لڑکی بڑی آسانی سے مرد کی بُری عادتیں چھڑا سکتی ہے۔ لیکن شادی کے بعد اس کے خواب چکنا چور ہو جاتے ہیں۔ شوہر سے اسے نہ رفاقت ملتی ہے نہ محبت نہ اعتماد نہ وہ اس کی خودداری اور عزتِ نفس کا پاس کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اسے پیسے پیسے کو ترساتا ہے۔ خود اُسے نوکری کرنے نہیں دیتا اور ہر وقت یہ طعنے دیتا ہے کہ تم میرے پیسے پر پڑی ہو۔ اس کا ایک کرن

ہے جو اس کا منھ بولا بھائی بھی ہے، اس سے بے حد محبت کرتا ہے، اُسے سہارا اور حوصلہ دیتا ہے۔ ان کی محبت بڑی پوتر، پاک اور بے لوث ہے جس کی گرمی اور خلوص دل کے تاروں کو چھو لیتا ہے۔ مگر جب شوہر اس پر بھی شک وشبہ کا اظہار کرتا ہے تو اس کا حوصلہ وصبر سب جواب دے جاتے ہیں اور وہ خودکشی کر لیتی ہے اور اپنا معصوم بچہ کیشو کے سپرد کر دیتی ہے کہ وہ اُسے ایسی تعلیم وتربیت دے کر وہ ایک اچھا انسان بن سکے جو عورت کی عزت کرے، اس سے محبت کر سکے، اسے اعتماد دے سکے!

اگر ناول یہاں ختم ہو جاتا تو ہم اِسے بے حد کامیاب کہہ سکتے تھے جو ٹریجڈی ہوتے ہوئے بھی یاس وناامیدی کے غم وغصے کے بھنور سے نکال کر امید ورجا کا پیام دیتا محسوس ہوتا۔ مگر بچہ ماں کی یاد میں تڑپ تڑپ کر ختم ہو جاتا ہے اور تاش کے محل مسمار ہو جاتے ہیں اور پڑھنے والے کے دل پر یاس وبے بسی کی گھٹا سی چھا جاتی ہے!

ناول کا کینوس مختصر ہے۔ خاص کردار تین ہیں۔ ہیروئن بھانومتی اس کا شوہر راج شیکھر اور بھائی کیشوراؤ۔ پس منظر میں رہنے والی سوشیلا کیشو کی ایجارن کی بھی آخر میں جھلک نظر آجاتی ہے۔ اسی محدود ماحول کی تصویر کشی فن کار نے اس خوبی اور چابک دستی سے کی ہے کہ اس سارے معاشرے کی زندگی نظر آجاتی ہے جو وہ دکھا رہی ہے۔ سیرت نگاری میں بھی انھیں کمال حاصل ہے۔ ہیروئن اس کے بھائی اور شوہر اور ماں سبھی کے جذبات واحساسات کی بڑے کمال سے عکاسی کی گئی ہے اور ہر ایک کردار جیتا جاگتا انسان معلوم ہوتا ہے جس کا دکھ اور محرومی ہمیں شدت سے محسوس ہوتا ہے۔ فن کار کا ایک کمال یہ ہے کہ شوہر اور بھائی کی سیرت بھی اس نے بڑی خوبی سے دکھائی ہے۔ شوہر سے باوجود اس کی حرکتوں کے نفرت نہیں ہوتی بلکہ یہ احساس رہتا ہے کہ وہ اس معاشرے اور ماحول کی پیداوار ہے جو ان باتوں کا ذمہ دار ہے۔ بھائی اپنی ساری خوبیوں اور ہمدردی کے باوجود بہن کی حالت پوری طرح نہیں سمجھ پاتا۔ کہ وہ مرد ہے مرد کی نگاہ سے دیکھتا اور اسی کے دماغ سے سوچتا ہے۔ کسی فن کار مرد کے لیے عورت کی سیرت اور جذبات کی صحیح عکاسی کرنا اور عورت فن کار کے لیے مرد کی سیرت کو صحیح روشنی میں دکھانا بہت مشکل ہے اور فن کی معراج بھی! اور اس میں کامیاب ہیں۔ کوئی شک نہیں کہ نیشنل بک ٹرسٹ نے اس ناول کا انتخاب کر کے تیلگو کے فن ناول نویسی کا عطر نچوڑ لیا ہے۔ وہ اور مکتبہ جامعہ قابلِ مبارک باد ہیں کہ ایسی اچھی کتاب اردو والوں کو پڑھنے کو ملی۔

تاش کے محل — نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا۔ دہلی۔ — قیمت ۵/۵۰

سید مرتضیٰ حسین بلگرامی

مصداق فاطمہ عرف صالحہ خاتون، ملک کے مایۂ ناز مفکر، فلسفی اور معلم اخلاق ڈاکٹر سید عابد حسین کی بیوی ہیں اور پانی پت کے اس خاندان کی بیٹی ہیں جو علم و فضل میں یکتائے زمانہ تھا۔ حالی کے خاندان اور ان کی عظمت کی نمائندہ علامت۔ طبعاً منکر المزاج، سادہ لوح اور حلیم خاتون ہیں۔ خلق و مروت کی پتلی۔ شرافت نفس اور اعلیٰ اقدار سے مملو یہی سبب ہے کہ اُن کی تحریروں میں لوالہوسی اور شیطان پرستی کے بجائے خیر و صبر کے رجحانات عام ہیں۔ خصوصی طور پر اُن کے کرداروں میں عورت کی مظلومیت اور بے چارگی کے بیانات کا ذکر تفصیل سے ملے گا مگر انداز مصلحانہ اور مشفقانہ ہوگا۔ پند و وعظ کا سا انداز تخاطب؛ رہبرانِ قوم کی سی باتوں کا انداز ــــ صالحہ کی تحریروں میں تلخی، تندی کی جگہ اپنائیت اور رواداری کا عنصر غالب ہے۔ وہ دل شکنی کو عیب اور دل آزادی کو کفر خیال کرتی ہیں ان کے کردار ظاہری حسن کے بجائے باطنی اور اخلاقی اقدار کے قائل نظر آتے ہیں۔ ممکن ہے اس وجہ سے اُن کے ناول اور افسانے افادی اعتبار سے تشنہ رہتے ہوں مگر یہ حقیقت ہے کہ ناول اپنے وقت کی آواز کا دوسرا نام ہے۔ اس میں اپنے عہد کی عکاسی کرنا ہر ناول نگار کا فریضہ ہے۔ صالحہ اپنی وسیع معلومات اور مطالعہ کے باوجود اس عمل سے گریز کرتی نظر آتی ہیں۔ اُن کے یہاں سماجی اور معاشی حالات کا ذکر تو ملتا ہے مگر اس میں گہرائی و گیرائی نہیں ہوتی۔ وہ دیہاتی ادراک، مناظر فطرت، قومی احساسات، وطنی محبت اور شخصی اقدار کا پاس و خیال کرنا فرض عین خیال کرتی ہیں ان کا ذکر بڑی چاہ سے کرتی ہیں مگر ادائے بیان کا طریقہ وہ نہیں ہوتا جس سے قاری ان کا ہم آہنگ ہو سکے۔ صالحہ کی تحریر میں سادگی، صفائی، سلاست، شیرینی اور مناسب الفاظ کی تراش خراش سے رنگینی بہ درجہ اتم موجود ہے، وہ ۱۹۲۸ء سے کہانیوں کے واسطے سے اپنے احساسات کو ہمارے سامنے پیش کر رہی ہیں۔ ان کا پہلا ناول ۱۹۴۷ء میں منظر عام پر آیا تھا اس کے بعد سے کئی اور ناول۔ ڈرامے (تنقیدی و ادبی مضامین) اشاعت پذیر ہوئے مگر ان کی تحریر میں قاری کو اصلاحی تصور کم مگر مشفق ناصح کا تصور عام طور پر محیط ملا۔ ان کی رومانی تحریروں کا محبوب، شوخ، تیز، طرار نہیں ہوتا۔ وہ میانہ رو، صلح جو، سنجیدہ شخصیت کا حامل ہوتا ہے۔ ان کی محبوبہ دلنواز تو ہوتی ہے مگر اتنی خوب رو نہیں کہ ہر شخص اُس کے حسنِ جہاں تاب سے مسحور ہو کر فدائے حسن ہو جائے اور عورت کی

ظلمت و حرمت کے درپے آزار ہو جائے وہ ذاتی طور پر دل پسندی کے قائل ہیں مگر جفا
شعاری ان کا شیوہ نہیں۔ ایسا ہی کردار صالحہ نے حالیہ ناول : اپنی اپنی صلیب : میں
پیش کیا ہے۔

اپنی اپنی صلیب ـــ صالحہ کے دوسرے ناولوں کے مقابلہ میں زیادہ رومانی اور
زبان و بیان و کہانی کے اعتبار سے زیادہ دل کش اور مؤثر ہے۔ اس ناول میں ماورائی اور
فوق الفطرت کردار کے بجائے زمینی اور واقعاتی کردار نے اسے ہماری اپنی داستان بنادیا
ہے۔ اس ناول میں خلوص اور یگانگت کا بے پناہ جذبہ موجود ہے۔ سرکش، خودداری، انسانی
ہمدردی اور جذبِ خاص نے صالحہ کے اس ناول کو ممتاز بنا دیا ہے۔

ناول کا ابتدائیہ اتنا اچھا نہیں ہے، جتنا درمیانی حصہ ـــ آخری حصہ بھی کمزور ہے مگر
ناول نگار کے اپنے احساسات کا عکاس ہے۔ سارا ناول علی اصغر (علی میاں)۔ زہرا۔ حمرا
اور رضوانہ کے گرد گھومتا ہے۔ زہرا تو علی اصغر کی حقیقی بہن ہے۔ لیکن حمرا خالہ زاد بہن ہے پھر
بھی اُس کے کردار میں جو عظمت اور بلندی۔ الفت۔ انسیت۔ محبت۔ درد اور شیدائیت
کی جو تپش ملتی ہے وہ قابلِ تعریف ہے۔

اس آنچ سے ہی کہانی کے کردار آگے بڑھتے ہیں۔ اور واقعہ یہ ہے کہ
اگر حمرا کا نام ناول سے نکال دیا جائے۔ تو کہانی بے مقصد ہو جاتی ہے۔ اُس
کے کردار کی یکسانیت اور ہمواری اس ناول کا شاہکار ہے۔ حمرا حور شمائل
نہیں ہے، نہ ہی اُس کی شخصیت آفاقی دکھائی ہے۔ لیکن اُس کی ذات جیسی
بھی ہے۔ ایک مظلوم ماں کی آس ہے۔ سب کی ہمدرد اور سب کے دکھوں کی شریک
رضوانہ کا کردار عام عورتوں جیسا ہے۔ وہ دولت مند اور صاحبِ ثروت خاندان کی لاڈلی بیٹی کے
روپ میں آخر دم تک یکساں نظر آتی ہے۔ مگر جی چاہتا ہے کہ ناول نگار نے جب عورت کی اپنی
فطرت سے کام لے کر اس کے کردار کو : سہاگن اور گھر دار بیوی : کا روپ بخشا تھا تو شوہر
(علی میاں) کی وفات کے بعد اُسے گھر سے بے گھر نہ ہونے دینا چاہیے تھا۔ عورت کی محبوبیت
کا تقاضا تھا کہ وہ شوہر کے بعد اُس گھر کو بے مکین نہ رہنے دیتی۔ اس طرح اُس گھر میں جس کا
اصل وارث اب عمران تھا اور جس کا کردار سراسر اپنی پھوپی کی دل سوزی ہے، اس طرح
بے پروا ہو کر باپ کی دہلیز چھوڑ کر، رختِ سفر باندھنا مناسب نہ تھا۔ زہرا اور حمرا جیسی
ذات سے تو ماں بیٹے کو اب دلی تعلق خاطر ہو جانا چاہیے تھا۔ اس اعتبار سے ناول کا یہ حصہ
کمزور ہے۔ اور رضوانہ کی خود پسندی و دولت مند ذہنیت نے اسے جو نقصان پہنچایا

ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو ناول کے اہم اور مرکزی کردار علی اصغر سے انصاف ہو جاتا۔ مگر خصوصی طور پر حمرا اور اُس کی ماں کا کردار و عمل پورے ناول کی جان ہے۔ جیسا کہ پہلے بھی کہا جا چکا ہے، حمرا اس گھر اور اس کہانی کی وہ کردار اور شخصیت ہے جس کے بغیر کہانی بے مقصد ہو جاتی ہے۔ خاص بات یہ ہے کہ حمرا یا علی اصغر کے کسی فعل سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ وہ آپس میں کسی اور رشتہ کے خواہاں تھے لیکن اُن کی خاموشی ایسا طوفان اور ان کی احتیاط ایسی احتیاج کی علامت کا پتہ دیتے ہیں جس سے ہزار داستانیں جنم لیتی ہیں اور دل متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ دونوں خاموش اور بے پروا ہو کر ایک دوسرے کا احترام کرتے ہیں۔ ایسا کہ کوئی دوسرا لب کشائی کی ہمت نہیں کر سکتا۔ مگر یہ بے زبانی اور خاموشی کئی ہنگاموں پر بھاری ہیں۔ بے بسی۔ بے چارگی۔ مجبوری اور بے صدا محبت کی ایک زندہ مثال۔ اس کا حسن معمولی، اس کا سراپا معمولی لیکن جذبۂ محبت بے مثال ہے۔ جس نے حمرا سے یہ جملہ ادا کرا یا کہ :-

"بھیا تو اپنی صلیب اُٹھائے منزل تک پہنچ گئے"

"اور اب ہم —— ہم"

"کتنی دور ہے ہماری منزل —— ؟"

ایک بیاہتا عورت جس کا شوہر دولت مند بھی ہو اور خوبرو بھی۔ ایسے تصورات نہیں رکھ سکتی، وہ اپنی دنیا کی امین اور اپنی مملکت کی مالک و ملکہ ہوتی ہے۔ مگر یہ ظاہری اسباب حمرا کے دل کی آواز نہیں بن سکتے تھے۔ اس لیے وہ اپنا گھر رکھتے ہوئے بھی اُس در سے وابستگی محسوس کرتی تھی جہاں اس کا محبوب یا دلدار تو نہ تھا مگر جو سرزمین حمرا کے لیے دارالامان کی حیثیت ضرور رکھتی تھی۔ لیکن جب اُس در و دیوار کا آسرا بھی چھن گیا تو وہ شکستہ پا اور دلِ محزوں کی زندہ یادگار ہو کر رہ گئی۔ اور اُس کی حیثیت واقعی طور پر "صلیب" ہو کر رہ گئی

ناول اپنی جاذبیت اور افادیت کے اعتبار سے ہر طرح بہتر ہے۔ ملکی مسائل اور وطنی محبت کے جو گوشے اس ناول میں ملتے ہیں۔ وہ ہر ہندوستانی مسلمان کے دل کی آواز ہے۔ اپنا وطن کسے پیارا نہیں ہوتا۔ جو ترکِ وطن کرتے ہیں۔ ان کے دل سے پوچھا جائے تو سوائے بے بسی اور بے چارگی کے کیا ملے گا۔ صالحہ خاتون چونکہ اس رمز سے آگاہ ہیں اور وطن سے الفت و محبت اُن کا ایمان ہے۔ اس لیے رضوانہ کی زبان سے اپنے شوہر علی اصغر کے لیے اپنے بھائی سے ان کو کہتا پڑا کہ —— "کیسے آؤں ؟ - انہیں تو اپنے ملک سے عشق ہے"۔ یہ عشق ہی انسان کی کائنات ہے۔ وطن سے عشق نہ کرنے والا کافر ہو سکتا ہے مومن نہیں۔ صالحہ کے یہاں

بصورت برابر کار فرما ہے۔ ان کو یہ جذبہ ماں کے لہو سے روایتی طور پر ورثہ میں ملا ہے، جس کا اظہار بے تکلف ان کی تحریروں سے ہویدا ہے۔

بہر حال — اپنی اپنی صلیب — ہر اعتبار سے ایک عمدہ اور معاشرتی گھریلو ناول ہے۔ جذباتی ہم آہنگی اور رومانیت کی ہلکی آنچ نے اس کی فضا کو چار چاند لگا دیے ہیں اور یادِ ماضی کی داستاں سرائی نے تو اسے خوب سے خوب تر کر دیا ہے۔ اسی جذبے سے متاثر ہو کر غالبؔ نے یہ شعر کہا گیا ہوگا۔

یادِ ماضی عذاب ہے یارب
چھین لے مجھ سے حافظہ میرا

اپنی اپنی صلیب — اس شعر کی مناسب تشریح ہے۔

اپنی اپنی صلیب — صالحہ عابد حسین — ناولستان نئی دلّی — قیمت -/۸

محمود سروش

تمل زبان کے ۲۰۔ افسانے جو ۲۰۔ افسانہ نگاروں کی کاوشوں کا نتیجہ ہیں نیشنل بک ٹرسٹ کی طرف سے شائع کیے گئے ہیں۔ نیشنل بک ٹرسٹ ایک سرکاری ادارہ ہے۔ اور جس طرح سرکاری ادارے کام کرتے ہیں اسی طرح کام کرتا ہے۔ یعنی اسے اپنے اعداد و شمار سے مطلب ہے۔ اپنی پسند ہے اپنی سفارش ہے اپنا حساب ہے۔ اسے غرض نہیں کہ اس کی مطبوعات عوام کی جیب کے بس کا روگ ہیں یا نہیں۔ اور نہ اس سے غرض ہے کہ لوگ کس قسم کی رائے رکھتے ہیں۔ سرکار کی طرف سے ایک ادارہ قائم ہوتا ہے۔ اس ادارے کا افسرِ اعلیٰ ایک ایسے آدمی کو بنایا جاتا ہے جو حکومت کی "نگاہ" میں اہل ہوتا ہے چاہے "تجربے" اور عمل کے میدان میں کچھ نہ ہو پھر ایک بورڈ بنتا ہے اور اس بورڈ کے اراکین انتخاب کیے جاتے ہیں ایسے اراکین جن کا اپنا کارنامہ یا مقام چاہے کچھ ہو چاہے نہ ہو اس بورڈ کا وقتاً فوقتاً اجلاس ہوتا ہے جس میں اراکین شرکت کرتے ہیں انھیں اس کا کرایہ اور الاؤنس ملتا ہے۔ پھر ادارے میں کلرک، کیشیئر، سپرنٹنڈنٹ، سکریٹری وغیرہ وغیرہ ملازم رکھے جاتے ہیں اور اب ان تمام اعزا و اقربا نوازیوں کے "اثرات" کی بارآوری کا امکان پیدا ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد وہ اراکین انتخاب کیے جاتے ہیں جو بڑی سفارش سے وہاں تک پہنچتے ہیں یا پہلے ہی سے "صاحب الامر" سے قریب ہوتے ہیں اور اس کا خیال کیے بغیر وہ صاحب اہل بھی ہیں یا نہیں کام انھیں سونپ دیا جاتا ہے۔ اب سودے بازیاں چلتی

ہیں۔ غرضیکہ وہ کام جو چند سو روپئے میں ہوتا ہے اس پر کئی ہزار روپئے لگ جاتے ہیں۔
اور اس کئی ہزار کی لاگت کو اس "مد مال" سے بر آمد کرنا ہوتا ہے جو اتنی کھکھیڑ کے بعد بازار میں لایا گیا ہے۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ جو قیمت ایک نجی ملکیت کے ادارے کی مصنوعات کی ہوتی ہے اس سے چار گنا زیادہ سرکاری ادارے کی مصنوعات کی ہوتی ہے اور معیار کا یہ عالم ہوتا ہے کہ نجی ادارے کی مصنوعات کا چوتھائی بھی نہیں ہوتا۔ اور معیار بلند بھی کیونکر ہو سکتا ہے جب ڈائرکٹر صاحب کی پسند۔ انچارج صاحب کی اصابت رائے۔ سرکار کی پالیسی اور سفارشوں (کبھی کبھی رشوتوں کا) کی بھرمار ہو چاروں طرف سے اپنی اپنی طرف کھینچ رہے ہوتے ہیں۔
میں نہیں کہہ سکتا کہ "تامل افسانے" کے سلسلہ میں بھی یہ سب کچھ ہوا ہے یا نہیں۔ اور نیشنل بک ٹرسٹ بھی ایسا ہی ادارہ ہے یا نہیں مگر دو سو صفحات کی کتاب کے آٹھ روپئے مقامی زبانوں کے قاری کے لیے چاہے وہ کسی زبان کا قاری ہو بہت زیادہ ہے۔ نجی ادارے کی اتنی ہی ضخامت کی کتاب چار روپے سے زیادہ کی نہیں ہو سکتی بہت بڑھتی تو پانچ ہو جاتی۔ اسی میں تینتیس فیصدی کمیشن کے بھی شامل ہوتے۔ اگر واقعی حکومت یہ چاہتی ہے کہ اس کے مطبوعات عام۔۔ پسند ہوں۔ خریدے جائیں پڑھے جائیں اس طرح ملک کے پھیلاؤ میں بسے ہوئے باہم اجنبی باشندے ایک دوسرے سے آشنا ہوں تو اسے قیمت کم سے کم رکھنا ہو گی اور زیادہ سے زیادہ مفید کتابیں چھاپنا ہوں گی۔
زیر تبصرہ کتاب دیکھنے میں خوب صورت ہے لکھائی چھپائی بہت اچھی ہے مگر پروف ریڈنگ کی زحمت کسی نے برداشت نہیں کی اس لیے غلطیوں کی بھرمار ہے مجھے کیسکر صاحب پیش لفظ اور سوم سندرم صاحب کے دیباچہ ہی میں چار غلطیاں ملیں آگے کا ذکر ہی کیا۔
ترجمے کی کیفیت یہ ہے کہ مترجم صاحب یعنی حسرت سہروردی جن کا نام میں نے پہلے مرتبہ کی کتاب پر دیکھا ہے کہیں کہیں "مختلف الزبان" اور "تیز سنگھاسن" قسم کے مرکب الفاظ بنائے ویسے ترجمے کو رواں بامحاورہ و معنی رکھنے کی انھوں نے کامیاب کوشش کی ہے۔
اب آئیے متن کتاب پر تو یہ بات صاف طور پر اور بلا خوف تردید کہی جا سکتی ہے کہ مجموعہ بڑا ہونے کے باوجود تمل زبان کا نمائندہ نہیں ہے اور اس کا سبب چیرمین کی ہدایات ہیں یعنی "ہمارے ملک کے مختلف الزبان (مختلف اللسان کیا برا تھا) سماج میں علاقائی مفاہمت اور جذباتی یکجہتی کا کام اور اس مقصد میں کافی مدد"
نتیجہ یہ کہ انتخاب و ترتیب کے ذمہ دار شری سوم سندرم کا ارشاد ہے "اس میں شک نہیں کہ میری اپنی پسند کی گئی کہانیاں اس انتخاب میں شامل نہیں ہو سکیں" کیونکہ

ا حب نے خواہش ظاہر کی تھی "کہ انتخاب میں ٹرسٹ کے "نقطۂ نظر" کی پوری وضاحت ہو اور
ں بات کا خیال رکھا جائے کہ انتخاب کا ترجمہ دوسری زبانوں میں بڑی آسانی سے ہو سکے" اور انتخاب
تے وقت میں نے اس بات کا بھی خیال رکھا ہے کہ اس سے ہندوستان کی سالمیت کو تقویت پہونچے
ر یک جہتی کا تصور اجاگر ہو" حالانکہ اس سلسلہ کی اشاعت کا مقصد اس ملک کے مختلف باشندوں
ں روزمرہ زندگی اور رسم و رواج سے دوسرے باشندوں کو واقف کرانا ہونا چاہیے۔

تمل زبان ہندوستان کی قدیم ترین زبانوں میں سے ایک ہے اگرچہ آج جو زبان رائج
ہے وہ اپنی اصل سے بہت مختلف ہو گئی ہے جیسے آج کی فارسی اوستا سے مختلف ہو گئی دراوڑی
بان میں آریائی سنسکرت کا عنصر غالب ہو گیا ہے۔ مگر قدیم ادب کا سرمایہ آج بھی دستیاب ہوتا
ہے۔ اس طرح تمل ادب بحر ذخّار ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ عہد بہ عہد بدلتی ہوئی آواز اور فکر
ی نشاندہی کرنے والے کسی مجموعے کا ترجمہ پیش کیا جاتا۔ مگر ہوا یہ کہ بیس معاصر کہانی کار دل کی کہانیاں
پیش کر دی گئی ہیں۔ اور یہ بھی نہیں بتایا گیا کہ ان بیس کہانی کاروں کو ہی کیوں انتخاب کیا گیا ہے مجھے ایسا
محسوس ہوتا ہے کہ جناب سوم سندرم نے اپنے "کلکی" والے اور "نئی کوڈی" والے گروپ کے
ہانگریسی کہانی کاروں کو ہی شامل کیا ہے اور دراوزکزگم یا ترقی پسندوں کو نمائندگی نہیں دی۔

"کیا خوب جانور تھا"، "ہمیں باپ نہیں چاہیے"، "دن کا خواب" اور "کیچڑ میں کنول"
بہت اچھے افسانے ہیں ان کے لعبد روشنی تھوڑی سی" "دن کا خواب"، "رین بسیرا"
اور "خاموشی بھی ایک زبان ہے" خوبصورت افسانے ہیں۔ ان میں تامل نادیوں کی روزمرہ زندگی
کی جھلک نظر آجاتی ہے۔ ایسی جھلک جس کو دیکھنے کے لیے اگر جیب اجازت دے تو آٹھ روپیہ
خرچ کر دینا برا نہیں۔

تامل افسانے   می، پا، سوم، سندرم   نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا نئی دہلی   قیمت -/۸

ڈاکٹر سیفی پریمی

سرسید کے زمرۂ رفقا میں آخری نام مولانا وحید الدین سلیم پانی پتی کا آتا ہے۔ ان کے
ذہن میں نئی روشنی کی کرن اور صلاحیتوں کا نکھار اسی مجدّد عصر کی دین ہے۔

مولانا سلیم نے معاش کے لیے معلمی، طبابت اور صحافت کا سہارا لیا ان میں سب
سے کمزور طبابت کا سہارا نکلا۔ حالی کی سفارش پر سرسید نے انھیں اپنا لٹریری اسسٹنٹ

مقرر کر لیا۔ چار برس کے فیضان نے انھیں فکرِ معاش سے بھی نجات دلائی اور ان کی ذہنی صلاحیتوں
کو اُجاگر ہونے کا موقع ملا۔ اسی روشنی کے باعث آج ان کی تصنیفات اہم قرار دی جاتی
ہیں۔ ڈاکٹر منظر عباس نقوی نے علی گڑھ یونیورسٹی کے لیے اُن پر پی، ایچ۔ ڈی کا
مقالہ لکھا۔ ترقیٔ اردو بورڈ کے قیام نے ہر مترجم کو افاداتِ سلیم سے خوشہ چینی کرنے پر
مائل کر دیا ہے۔

مولانا کی لسانی و ادبی شخصیت کے متعدد پہلو ہیں ان میں زبان، شاعری،
ترجمہ اور وضعِ اصطلاح کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ انھوں نے اردو زبان کی لسانیات
میں مضامین لکھے۔ شاعری میں مروّجہ بحروں کی جگہ ہندی کی بحروں کو رواج دینے کی کوشش
کی۔ بعض اہلِ قلم کا خیال ہے کہ عظمت اللہ خاں نے اردو شاعری کے لیے "ہندی پنگل"
کی جو مہم شروع کی تھی اس کا نقش انھوں نے مولانا سلیم کی تحریروں سے حاصل کیا تھا۔
مولانا نے اپنی شاعری میں ہندوستانی تشبیہوں اور استعاروں کو داخل کیا
مثلاً۔ نیم کی شاخیں، پتّے، نیم کا رس، بنولی، پیپل، طوطے، لال چونچ وغیرہ
دانشوروں کو دعوتِ فکر دی تاکہ عربی، فارسی، ہندی اور انگریزی سے اردو میں ترجمہ
کرنے کے لیے ایک اسٹینڈرڈ قائم ہو جائے۔

ان کا قابلِ قدر کارنامہ "وضعِ اصطلاحات" ہے یہ کام پہلے بھی غیر شعوری ا
انفرادی طور پر کیا گیا ہے۔ اور اب بھی جاری ہے۔ مگر مولانا سلیم نے اس کو ایک ا
اور مقدس فن کا مرتبہ عطا کر دیا۔ دارالترجمہ کی طرح اس فن کا ادارہ قائم ہوا اور دانشو
کی ایک صف اس کے باعث ممتاز سمجھی گئی۔ اس میں شک نہیں کہ اس باب میں کوئی دوسرا آ
ہمسر نظر نہیں آتا۔

مکتبہ جامعہ نے معیاری ادب کا سلسلہ جاری کر کے ایک چراغ جلایا ہے۔ خو
ہے کہ جنرل منیجر شاہد علی خاں نے اس سلسلے کی تیئیسویں اشاعت کو "افاداتِ سلیم"
نام سے شائع کر دیا ہے۔ افسوس ہے کہ بعض کتابت کی غلطیاں رہ گئی ہیں۔ مثلاً ص ۱۲
ساکن و متحرک الفاظ کے تقابل کی عبارت میں نقص ملتا ہے۔ بحروں کے وزن لکھنا توجہ ط
امر ہے۔ یہاں بھی لغزش نظر آتی ہے۔

ص ۲۱۲۔ بحر ہزج کے وزن میں (مفاعلین، مفاعلین) درج کیا ہے حا
وہاں مَفَاعِیلُن، مَفَاعِیلُن کی تکرار ہے۔

اس کتاب کا مواد حسبِ ذیل عنوانات پر مشتمل ہے۔

ہندوستان کی عام زبان (۲) اصلاح زبان اردو (۳) سودا کی ہجویہ نظمیں۔
عہد میر کی زبان (۵) میر کی شاعری (۶) دکن میں ایک رباعی گو شاعر
محمد حیدر آبادی) (۷) تلمیحات (۸) اردو شاعری کا مطالعہ (۹) ہمارے شعرو
نفسیات (۱۰) حیاتِ جاوید پر ریویو۔
ان میں سے ہر مضمون کی خصوصیات کا بیان اس مقام پر ضروری نہیں لیکن "تلمیحات"
بابت چند اشارے ضروری ہیں۔
اردو شاعری اور نثر نگاری میں جہاں تلمیحات کا استعمال ہوتا ہے ان مقامات پر
یحات کے پس منظر اور مفہوم کو ذہن میں رکھنا نہایت ضروری ہے ان کے بغیر قاری کو
ف اندوزی کا موقع نہیں مل سکتا نہ خیال و فکر کی روح تک اس کی رسائی ہو سکتی ہے۔
ولانا سلیم نے تلمیحات پر جو مضمون سپرد قلم کیا ہے وہ (۹۱) صفحات پر مشتمل ہے۔ اس
و ایک جدا گانہ کتاب کی شکل دی جا سکتی ہے۔ اس موضوع پر جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں وہ
سب مولانا سلیم کی کاوش کا صدقہ ہیں۔ اس باب کے مختلف عنوانات سے اس کی اہمیت
اضح ہو گی۔
۱۔ الفاظ کیا ہیں ۲۔ تلمیح اور اصطلاح سے کیا مراد ہے ۳۔ تلمیحات سے ہم کیا
بان سکتے ہیں ۴۔ ایک گروہ جو تلمیحات کو ناپسند کرتا ہے ۵۔ تلمیحات کے ماخذ۔
۶۔ اردو زبان کی تلمیحات۔ ۷۔ اردو ادبی تلمیحات (مذہبی اور ایرانی رسوم کے زیر اثر)
۸۔ عام تلمیحات (تاریخی، اور عقائد و اوہام سے ماخوذ) ۹۔ وہ تلمیحیں جو خاص خاص رسوم
کی طرف اشارہ کرتی ہیں ۱۰۔ وہ تلمیحیں جن کی بنیاد فرضی قصوں پر ہے۔ ۱۱۔ تلمیحات کا دائرہ
وسیع کرنے کی ضرورت (جدید تلمیحات ۲۔ ہندو ادبیات کی تلمیحات)
اس مضمون کا مطالعہ کرنے کے بعد قاری کو خوشی کے ساتھ حیرت ہو گی کہ مولانا سلیم
نے عربی، فارسی، ہندی، سنسکرت اور انگریزی ادب کے علاوہ مختلف مذاہب، مختلف
اقوام کے رسم و رواج اور اساطیر کے متعلق کتنی معلومات فراہم کی ہیں۔ ہر قسم کی تلمیحوں
کی مثالیں بھی درج کی ہیں۔
اس علمی شوق، دقتِ نظر، غائر مطالعہ۔ استقلال اور خود اعتمادی کی داد اہلِ نظر ہی
دے سکتے ہیں۔ ڈاکٹر خلیق انجم نے اس کتاب کی تصحیح و ترتیب کا فرض انجام دیا ہے۔

افاداتِ سلیم   مولانا سلیم پانی پتی   مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دہلی ۲۵
قیمت: طلبہ ایڈیشن ۵/۵۰ روپے لائبریری ایڈیشن ۶/۲۰ روپے

ایم۔ اے۔ نصر

پروفیسر عبدالرؤف صاحب، اردو ادبی دنیا کے جانے پہچانے شاعر اور ادیب ہیں انھوں نے اپنی کاوش و فکر اور محنت و لگن سے، اپنا ایک الگ اور منفرد مقام بنالیا ہے۔ موصوف نے ہندوستان میں پہلی بار، والٹ وھٹ مین کو اردو ادبی حلقہ سے متعارف کرایا اور اس کی اکیس نظموں کا منظوم اردو ترجمہ کر کے "والٹ وھٹ مین کی ۲۱ نظمیں" کی صورت میں اردو ادب کو ایک نادر تحفہ دیا ہے۔ اور ادبی ترجمہ نگاروں میں اپنی ایک خاص حیثیت بنالی ہے ــــ اردو ادب کو بہت سے نادر ادبی مقالے بھی دیے ہیں جن میں "اردو زبان میں پرتگالی الفاظ" بیانِ غالب کا ایک نیا پہلو" "غالب کی مزاج پسندی اور سرسید" "نقشِ بیخود" اور قاضی عبدالحمید، ایک صاحب دیوان شاعر" شاہکار کی حیثیت رکھتے ہیں۔ پہلی بار رؤف صاحب نے قاضی عبدالحمید، کو گوشۂ گمنامی سے نکالا، اور ان کے دیوان سے متعلق معلومات فراہم کیں۔

فی الوقت دیوانِ مخلص[1] کو ترتیب دینے میں مشغول ہیں۔ امید کہ ان کی یہ تحقیقی کوشش نئی اور بہت سی چونکا دینے والی باتوں کو منظرِ عام پر لانے کا سبب بنے گی۔ اور یہ ان کا اردو ادب کے لیے، یقیناً ایک بیش بہا تحفہ ہوگا۔

پروفیسر موصوف، ذاتی طور پر بھی تصوف کے مسائل سے گہری دلچسپی رکھتے ہیں۔ تصوف کے سلسلے میں ان کی معلومات بہت ہی گہری ہے۔ حال ہی میں انھوں نے "اسرارِ تصوف" کو مرتب کر کے شائع کیا ہے۔ جس کے مصنف حضرت سید مظہرالحق (عرف پیارے صاحب) ہیں۔ یہ کتاب تصوف سے متعلق بہت ہی معلومات افزا اور بے مثال ہے۔ اپنے دامن میں گوہر نایاب چھپائے ہوئے ہے ـــــ مستقل عنوانات کے تحت، بہت ہی حسین پیرائے میں، سلجھے ہوئے انداز سے "تصوف" پر بھرپور روشنی ڈالی گئی ہے، مثلاً ۱: تصور ۲۔ تصوف ۳۔ محبت ۴۔ العشق ۵۔ اولیاء اللہ ۶۔ صوفیانہ فرائض ۷۔ سلسلۂ فقر ۸۔ خرقۂ بیعت ۹۔ بیعت کی حاجت ۱۰۔ پیری و مریدی۔ ۱۱۔ پیر اور مرشد کا انتخاب ۱۲۔ قناعت ۱۳۔ مجاہدہ ۱۴۔ لوازمات فقر ۱۵۔ الرا ۱۶۔ نمازِ عاشقاں ۱۷۔ کمالِ باطنی ۱۸۔ عالمِ بیخود۔ مستقل عنوانات ہیں جو کہ معلوماتی اور مفید ہیں

---

[1] نواب مخلص، مرشد آباد

پروفیسر رؤف صاحب نے ابتدائی صفحات میں سید شاہ رحمن صاحب کا تعارف کرایا ہے، اور ان سے متعلق ضروری معلومات فراہم کی ہیں " دیباچہ " میں انہوں نے "تصوف" کی تاریخ اور اس کے مفہوم کو واضح کرنے کی بھرپور سعی فرمائی ہے۔ الغرض اسی صفحات پر مشتمل، یہ کتاب نہ صرف تصوف کے مسائل سے دلچسپی رکھنے والوں اور مذہبی ذہن رکھنے والے لوگوں کے لیے مفید اور معلومات افزا ہے، بلکہ اردو کے طالب علم کے لیے بھی اس کا مطالعہ ناگزیر ہے۔ کیونکہ بغیر تصوف کو سمجھے ہوئے، اردو شاعری کو اچھی طرح سمجھنا، ایک مشکل امر ہے۔ کیونکہ ماضی میں تصوف اردو شاعری کا ایک خاص جزو رہا، اور مشہور شعرا میں، ایسے شعرا کی تعداد خاصی ہے۔ جو سلسلۂ فقر سے متعلق تھے، مثال کے طور پر جانِ جاناں اور میر درد کا نام پیش کروں گا۔ جن کے ہزاروں مریدان تھے۔

اسرارِ تصوف۔ پروفیسر عبدالرؤف۔ بہ تالی تالیں۔ کلکتہ قیمت ۵/۱

محمود سروش

دنیا کے کتنے شہر ایسے ہیں جو اپنی سیاسی اہمیت نہیں بلکہ ثقافتی حسن کی بنا پر مشہور ہیں؟ پہلا نام پیرس کا آتا ہے اور پھر لکھنؤ کا۔ پیرس کا نام لیتے ہی وہاں کی ثقافتی سرگرمیوں کا نقشہ آنکھوں میں پھر جاتا ہے۔ فنکاروں کے میلے، خوش پوشوں کے کلب۔ رقص و موسیقی کے جلسے۔ اور لکھنؤ کا نام لیجیے تو نفاست و نزاکت کی روح سامنے آجائیگی۔ میں دعوے سے نہیں کہہ سکتا مگر اس میں کوئی مبالغہ نہیں کہ جتنے شاعروں نے اس شہر کو خراجِ عقیدت پیش کیا ہے اگر ان سب کے وہ لغز بیانیاں جو لکھنؤ کی مدح میں ہیں یکجا کرلی جائیں تو کئی مجلدات فراہم ہو جائیں۔ یہ ایک ہی شہر ایسا ہے جہاں کچھ دن رہنے کے بعد اپنی زاد بوم کی طرف مراجعت کو جی نہیں چاہتا۔ یہ ایک ہی شہر ایسا ہے جہاں کے باشندے کہیں اور جاکر آباد نہیں ہونا چاہتے۔ یہ ایک ہی شہر ایسا ہے جہاں فاقے میں بھی سیرچشمی کی کیفیت زائل نہیں ہوتی۔ یہ ایک ہی شہر ایسا ہے جس کے باشندے جنت میں بھی اس کا ذکر کرکے کڑھتے رہیں گے۔

لکھنؤ کے رنگروٹ ہوں یا بانکے۔ شہدے ہوں یا شریف زادے۔ نقال ہوں یا مراثی، پیرخندار ہوں یا کام بنانے والے۔ شاعر ہوں یا ادیب۔ عالم ہوں یا متعلم حدیہ ہے کہ پاٹانالوی مولوی ہوں یا نخاسی مجتہد ایک مرتبہ جب " ہمارے لکھنؤ میں " کہہ کر لکھنؤ کا

ی وسطی اور ہندوستان کی مختلف النوع تہذیبوں کا جو ایک مرکب تیار ہوا ہے
ظیر تاریخ ارتقا کے کسی باب میں ملنا مشکل ہے۔ یوں تو ہندوستان کا شاید ہی کوئی
ہیں کی تاریخ جہاں بھارت سے نہ شروع ہوتی ہو مگر کتنے ایسے ہیں جو آج بھی اسی
کے مالک ہیں یا تاریخ کے سینے میں دل کی طرح دھڑک کر زندگی کا ثبوت دیتے ہیں یہ
ی لکھنؤ ہی کو حاصل ہے کہ جہاں بھارت کے مشہور کردار جنمنجیہ کی سخاوت کا ثبوت بننے کے
بھی شرافت و ثقافت کا دارالسلطنت بنا ہوا ہے۔ مگر وہ لکھمن اُرجو بگڑ کر لکھنؤ ہوا۔
محچندر جی کے بھائی لکشمن لچھمن لکھمن یا لکھن سے منسوب تھا اور زیر تبصرہ کتاب
ننؤ کی داستان سنا رہی ہے وہ آصف الدولہ۔ نصیر الدین حیدر اور واجد علی شاہ جانِ عالم
ننؤ ہے۔ اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ لچھمن ٹیلے والا لکھنؤ مر گیا تھا اور آصف الدولہ
ننؤ کا نیا جنم ہے۔ نہیں۔ لکھنؤ تو ایک ہی ہے صرف مذاق بود و ماند نے اس کے درشن
بے ہیں۔
اس لکھنؤ کے افسانے بہت سے ہیں جتنے منہ اتنی باتیں۔ مرقع اودھ بھی اس کی کہانی
م ہوشربا بھی اسی کی داستان۔ فسانۂ عجائب بھی اسی کا ذکر ہے۔
فسانۂ آزاد بھی اسی کی کتھا انیس کے مرثیے میں بھی اسی کی شانِ سوگواری ہے تاریخ
بھی اسی کی روداد لکھنؤ کا دبستانِ شاعری اسی کی رنگینیوں سے مملو ہے اور زیر تبصرہ
ن اسی کی دلاویز لوبان کا مرقع بات کسی کی ہو اگر اس کا کوئی تعلق لکھنؤ سے ہے یا کہنے
نوی ہے تو اس کے کسی نہ کسی گوشے میں ہمیں اس شہر کی روح چھپی ہوئی ملے گی جیسے
وجی لونڈیا آڑ میں کھڑی سن گن لے رہی ہو۔ پھر گذشتہ لکھنؤ میں یہ عروس البلاد اپنا
ں نہ دکھلائے۔ لکھنوی کی زبان ہے لکھنؤ کا بیان ہے حکایت کی لذت درازی کی
ی چنانچہ جب دلگداز میں چھپنا شروع ہوئی تقریباً ساڑھے چار سال جاری رہی آغاز
سے نصف ۱۸ء تک اس کے بعد قند مکرر کی طرح دو مرتبہ پیش کی گئی ایک مرتبہ
ت نے دہلی سے شائع کیا دوسری بار مبارک علی شاہ نے لاہور سے۔ ابھی چند سال پیشتر
ایڈیشن نسیم بک ڈپو نے شائع کیا تھا اور اب مکتبہ جامعہ نے اسے معیاری کتابوں کی
سڑی بنا کر پیش کیا۔ تصحیح و ترتیب متن اس مرتبہ رشید حسن خاں صاحب نے کی ہے۔
کتاب کے ساتھ ان کا تجربہ بڑھ رہا ہے اور تعارف ہیں ان کا قلم جو لانیاں دکھانے
۔ مگر گذشتہ لکھنؤ کے سلسلہ میں مجھے ان سے ایک شکوہ ہے اور وہ یہ کہ دلگداز

کے پرچے نایاب نہیں ہیں اگر وہ مبارک کی بیان ---

کیے ہوئے نسخے دلگداز کے پرچوں اور نسیم بکڈپو کے ایڈیشن سے کرلیتے تو موجودہ متن اور بھی نکھر جاتا اور موصوف کو قوسین میں (کذا) لکھنے کی ضرورت نہ پڑتی۔ پھر دلگداز میں اس سلسلے کے اور بھی مضامین انھیں مل جاتے جن کے مطالعے سے تعارف کی افادیت وہ بڑھا دیتے۔ تاہم موجودہ تعارف طلبہ کے لیے وافی اور عام قارئین کے لیے کافی ہے۔

شرر کی ادبی کارگزاریوں پر رشید حسن خاں صاحب نے جو کچھ لکھا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ موصوف نے شرر کے بارے میں ایک رائے قائم کرلی ہے اور وہ یہ کہ شرر بڑے جذباتی اپنے تخلص کی تصویر اور لفظ مولینا کے مصداق ہیں۔ حالانکہ خود گزشتہ لکھنؤ کے صفحات پر طوائفوں، ڈومنیوں اور رقاصوں کا ذکر جس طرح کیا گیا ہے وہ قطعاً شرر کے تقشف پر دال نہیں ہے۔ تعارف میں ایک عجیب فقرہ اور پڑھا گیا "دہلی کی تہذیب بہت بڑی تہذیب تھی مگر اس کو کوئی شرر سا فدائی نہیں مل سکا" کیا رشید حسن خاں صاحب میر ناصر علی، ناصر نذیر فراق، خواجہ محمد شفیع، یوسف بخاری اور خواجہ حسن نظامی کے کارناموں سے واقف نہیں؟ بیچاری لکھنؤ کی قسمت میں شرر، خواجہ عشرت اور شیخ تصدق حسین تین ہی بزرگ تھے۔ دہلی کے پاس تو پوری فوج ہے۔ اگر کوئی اچھی دلپذیر داستان نہیں مرتب ہوسکی تو اس کا سبب یہ ہے کہ دہلی کی تہذیب کوئی بڑی تہذیب نہ تھی۔ وہ ایک میدانِ جنگ کی تہذیب تھی جہاں ہر آنیوالا عمارت بناتا تھا اور پرانی عمارت ڈھا دیتا تھا۔ لکھنؤ میں ایسا نہیں ہوا۔ دلی کی تہذیب یا قلعۂ معلیٰ میں بند تھی یا جامع مسجد کے گرد بازاروں میں گھومتی تھی۔ لکھنؤ کی تہذیب مچھلی بھون سے قیصر باغ وہاں سے درگاہ۔ وہاں سے کوٹھوں کی سیر کرتی ہوئی زندگی کا پورا دائرہ بناتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھی اس لیے وہ دیرپا ثابت ہوئی۔ دلی والے غدر کے بعد اپنی وضعداری کہاں نبھا سکے۔ جبکہ لکھنؤ میں آج بھی ایسے وضع کے پابند ملیں گے جو ورثۂ آبا کو سنبھالنے میں خود برباد ہیں۔ دو روپیہ وثیقہ پاکر سال کی ایک مجلس پر دو سو روپیہ صرف اس لیے خرچ کردینا کہ دادا جان قبلہ نے اس کی بنیادیں ہی ڈالی تھیں اہلِ دلی سے کب ممکن ہوا۔ تہذیبوں کی یادگار مورخوں اور شیدائیوں کی کاوشوں سے قائم نہیں ہوتی اس کے وارثوں کے خلوص سے مستحکم ہوتی ہے۔ رشید حسن خاں صاحب فرماتے ہیں کہ جس تہذیب کا محور طوائف ہو وہ زیادہ گہری نہیں ہوسکتی۔ غالباً رشید حسن خاں صاحب نے یونان، روما اور ہندوستان کی قدیم تہذیبوں اور ان کی گہرائیوں کا مطالعہ نہیں کیا یا شاید وہ اسپاسیا، جرنیل، امرپالی واسودتا کے ناموں سے ناآشنا ہیں۔ یا شاید لفظ طوائف سے دھوکا کھا گئے۔ لکھنؤ کی طوائف جو تہذیب کی معلم بن گئی تھی وہ اس لیے نہیں کہ اس کا گھر شہوت رانی کا اڈہ تھا یا وہ

کا پہلو گریا دیتی تھی بلکہ اس لیے کہ وہ ایک رکھ رکھاؤ سے پیش آتی تھی ۔ پڑھی لکھی ہوتی تھی ۔ اگر کسی
سے اس کا تعلق ہو جاتا تھا تو پھر وہ اس کے خردوں کو خرد اور بزرگوں کو بزرگ سمجھ کر ملتی تھی اور جسے
بد تہذیب اور ناشائستہ پاتی تھی اس پر اپنے گھر کے دروازے بند بھی کر دیتی تھی ۔ شرر کی مذہبی
ناول نگاری نے ان میں تقشف اور تعصب پیدا کیا ہو یا نہ کیا ہو ۔ لیکن رشید حسن صاحب کے شغلِ تحقیق
نے ان کی ریلو بیضہ ریم کر دی ہے ۔ خیر مجھے امید ہے کہ میرے ان فقروں کو میرے محترم اور فاضل دوست
(کیا میں یہ لفظ ان کے لیے استعمال کر سکتا ہوں) مزاج المومنین سمجھ کر برداشت کر لیں گے ۔

"گزشتہ لکھنؤ" یقیناً لکھنؤ کی ایک جیتی جاگتی تصویر پیش کرتی ہے ۔ مگر اس کتاب کو
دیکھ کر یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ مولینا شرر محقق نہیں تھے ۔ اور ان کا ذوقِ تحقیق لکھنوی تہذیب
کی طرح فوق البھڑک ہی تھا یعنی بادی النظر کو وہ بڑے محقق اور علامہ نظر آتے ہیں لیکن ذرا غور سے
اور ادھر ادھر جانچنے کے بعد ان کو پڑھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کے تاریخی مضامین بھی افسانوں
سے کم نہیں ۔ مثلاً انھوں نے جنمیجیہ کو راجہ یدھشٹرہ کا پوتا لکھ دیا ۔ دونوں ناموں کا "تلفظ بھی غلط
ہے ۔ دراصل جنمیجیہ نام کے تین راجہ گزرے ہیں ایک تو کوروؤں کے لڑکے پارکشت کا بیٹا تھا ۔ دوسرا
ابھمنیو کے بیٹے پارکشت کا لڑکا تھا ۔ تیسرا ویشالی کے راجہ سوم دت کا فرزند ہے اس طرح جنمیجیہ کا
شجرۂ نسب یوں بنتا ہے ۔ جنمیجیہ ولد پارکشت ولد ابھمنیو ولد ارجن ۔ ابھمنیو سبھدرا کے بطن سے
پیدا ہوا ہے یعنی بھگوان کرشن کا بھانجہ ہے ۔ ارجن یدھشٹر کا بھائی ہے اس طرح جنمیجیہ یدھشٹر
کے بھائی ارجن کا پڑپوتا ہوتا ہے ۔ مگر شرر کا ذوقِ تحقیق کچھ گزشتہ لکھنؤ ہی میں نہیں ۔ ان کی تمام تاریخی
اور واقعاتی کتابوں میں پایا جاتا ہے چاہے وہ خلفائے اربعہ کی سیرتیں ہوں چاہے سکینہ بنت الحسینؑ
کی سوانح عمری چاہے حسن بن صباح کی حیات ہو چاہے قیس عامری کی داستان ۔ البتہ میں ان نقائص
کو زیادہ اہمیت نہیں دیتا کیوں کہ شرر نے اردو کے دامن میں سیرت و تاریخ ۔ انشائیہ اور سفرنامے
کے موتی اس وقت ٹانکے تھے جب ان کا کال تھا اور ان میں سے کوئی بھی اپنے نقائص کے باوجود غیر اہم
یا کم ارز نہیں کہا جا سکتا ۔ ہاں ان سے جو غلط فہمیاں پیدا ہو سکتی ہیں ان کا ازالہ اس طرح کیا جا سکتا
ہے کہ متعلقہ موضوع پر دوسری کتابیں بھی چھاپ دی جائیں اس سلسلے میں اگر کوئی صاحب خواجہ
عشرت کے مضامین کا مجموعہ مرتب کریں یا شیخ تصدق حسین ایڈوکیٹ لکھنؤ کے مختلف مضامین
فراہم کر کے شائع کر دیں تو گزشتہ لکھنؤ کے جو گوشے خالی ہیں یا مبنی بر افواہ ہیں وہ بھر بھی جائیں گے
اور ان کی اصلاح بھی ہو جائے گی ۔

گزشتہ لکھنؤ ــــ شرر ــ ترتیب ۔ رشید حسن خاں مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دہلی ۲۵ قیمت ۸/-

بداللہ ولی بخش قادری

بچوں کے دل میں وطن کی محبت اور عظمت پیدا کرنے کے لیے انھیں اُس کی زندگی
ے مختلف پہلوؤں سے روشناس کرنے کی ضرورت ہے۔ ہمارے یہاں بچوں کے لیے کم لکھا
جاتا ہے اور وہ بھی پوری توجہ کے ساتھ نہیں لکھا جاتا۔ خوشی کی بات ہے کہ اندرجیت لال جیسے
صاحبِ قلم نے بچوں کے لیے 'ببر شیر کی کہانی' پیش کی ہے یہاں صحیح معلومات کو نہ صرف
دلچسپ انداز میں پیش کیا گیا ہے، بلکہ حقیقت اور حکایت کے تانے بانے بھی خوب ملائے گئے
ہیں۔ ایک طرف ببر شیر کے رنگ روپ اور عادات و اطوار کو بیان کیا گیا ہے اور دوسری طرف
اس سے متعلق کہانیاں بھی سنائی ہیں۔

اندرجیت لال صاحب عموماً انگریزی زبان میں اظہارِ خیال کرتے ہیں اور وہ بھی ادبی
موضوعات پر اور بڑوں کے لیے۔ لیکن وہ اپنی تصنیف "آج کی سائنس، نئی روشنی، نئی باتیں،
میں" سائنسی تفکرات و ایجادات کو عام فہم زبان میں پیش کرکے دادِ تحسین حاصل کر چکے ہیں۔ 'ببر
شیر کی کہانی' سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ بچوں کے بھی مزاج شناس ہیں اور سادگی کے ساتھ
اظہارِ خیال کی قدرت رکھتے ہیں۔ اس کہانی کی زبان آسان ہے البتہ جمائل، دفاع، عکاس،
زعم، بالعموم، انتشار، جاہ و حشمت جیسے الفاظ کا گزر ہو گیا ہے۔ ان سے گریز کیا جاتا تو
اچھا ہوتا۔ انھوں نے معلومات کو اس انداز سے پیش کیا ہے کہ آسانی سے ذہن نشین ہو جائے
اور اس قدر پیش کیا ہے کہ بچوں کی آسودگی ہو سکے۔ صرف ایک جگہ ایسا محسوس ہوا کہ لگر
(ص ۹) کے بارے میں اتنا اور بتانے کی ضرورت تھی کہ وہ نجیب الطرفین شیر بچوں سے
سے کیونکر مختلف ہوتے ہیں۔ یوں تو انھوں نے اپنی عبارت کو پیچیدگی اور ابہام سے
بچا لیا ہے تاہم یہ جملے نظرِ ثانی کے محتاج نظر آتے ہیں "یہ ایال بھوری، زرد اور سیاہ
ہوتی ہے اور تقریباً ہر ببر شیر میں مختلف رنگ کی پائی جاتی ہے" (ص ۱۴) "اس نے
ببر شیر اسی لمحہ غلام کو انعام دے کر دونوں کو بڑی عزت سے رخصت کیا (ص ۲۵) "تصویریں
کئی رنگوں اور زاویوں سے اتاریں" (ص ۲۹۔ رنگین فلم ضرور ہوتی ہے لیکن تصویریں
کئی رنگوں سے اتارنے والی بات سمجھ میں نہیں آتی، ہاں 'زاویوں' سے کہنا بالکل درست
ہے) کتاب کے آخر میں 'فن اور ادب میں' عنوان کے ساتھ بڑی برمحل معلومات فراہم
کی گئی ہیں۔ ایسی کتاب میں یہ معلومات ایک نہایت مفید اضافے کی حیثیت رکھتی ہے
یہ بات دلچسپی کا باعث ہے کہ شیر کا لفظ کس طور اشخاص کے نام کا جزو بن گیا ہے یا اُر

سے مختلف محاورے بنتے ہیں لیکن اس سلسلے کو غالبؔ کے اشعار تک جواز کرنے کی افادیت سمجھ میں نہیں آئی۔ اس سعی میں 'شیر فہمی' یا 'شعر فہمی' کسی کا بھی بھلا نظر نہیں آیا۔
ببر شیر کو ہمارا 'قومی جانور' قرار دیا گیا ہے۔ اس سے بچوں کو متعارف کرانے میں اندر جیت لال صاحب بہر طور کامیاب ہیں اور بجا طور پر توقع کی جا سکتی ہے کہ 'ببر شیر کی کہانی' بچوں کے اندر دیس کی حیوانی دنیا میں دلچسپی پیدا کرنے کا موجب ہوگا۔
'ببر شیر کی کہانی' کتابت اور طباعت کے اعتبار سے بھی ایک معیار رکھتی ہے اس کا سر ورق دیدہ زیب ہے اور اندر بھی حسن کاری موجود ہے۔

ببر شیر کی کہانی: اندر جیت لال سلوچنا پرکاش دہلی ۱ قیمت ۴/-

اپنی نوعیت کی اردو میں پہلی کتاب

امریکہ کے کالے مسلمان

(ڈاکٹر) مشیر الحق
(ایم، اے، پی، ایچ، ڈی (میکگل)

امریکہ کے تقریباً ۲ کروڑ حبشیوں میں عیسائیوں اور یہودیوں کے علاوہ ایک خاصی بڑی تعداد مسلمانوں کی بھی ہے۔ ان حبشی مسلمانوں میں سُنّی مسلمان، شیعہ مسلمان، قادیانی مسلمانوں کے علاوہ ایک فرقہ ایسا بھی ہے جو نسبتاً سب سے بڑا اور سب سے زیادہ منظم ہے۔ یہ اپنے ملک میں "کالے مسلمان" کہے جاتے ہیں۔ اِن کے یہاں رنگ و نسل پر بہت زور دیا جاتا ہے۔ اُن کے عقیدے کے مطابق سفید فام امریکنوں پر اسلام کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند ہو چکا ہے۔ امریکہ کی ایک ایسی سیاسی و سماجی تحریک جس سے ہر مسلمان کا واقف ہونا ضروری ہے۔

قیمت :- غیر مجلد دو روپے
مجلد تین روپے

مکتبہ جامعہ لمٹیڈ۔ جامعہ نگر۔ نئی دلّی ۲۵

نئی مطبوعات

کتاب	مصنف	موضوع	قیمت
مسیحا	عظمت رضا	ناول	۷/۵۰
اڑن	احمد کمال	〃	۵/-
میڈم	شرف خانم اشرفی	〃	۱۰/-
سہانی مہندی	احمد کمال	〃	۵/-
میلا آنچل	تنویر زہرہ بخاری	〃	۴/-
فن شاعری (مع ترمیم و اضافہ)	علامہ اخلاق دہلوی	عروض	۳/-
غالب اور ذکا	ضیاء الدین احمد شکیب	ادب	۶/-
ادب، فکر اور سماج	راجندر ناتھ شیدا	ادب و تنقید	۱۲/-
پچھتاوے	شفیق الرحمن	طنز و مزاح	۴/-
اردو میں ترقی پسند ادبی تحریک	خلیل الرحمن اعظمی	ادب	۱۲/-
انوارِ سحر	ڈاکٹر انوار الحسن انوار	شعری مجموعہ	۴/-
آتشِ سیال	ساجدہ زیدی	〃	۸/-
ڈاکٹر ذاکر حسین	صفدر حسین	سیرت و شخصیت	۲/-
ہندوستان کی عظیم عورتیں	〃	سوانح عمری	۱/-
ہندوستان کی بزرگ ہستیاں اوّل	〃	〃	۴/-
〃 〃 〃 دوم	〃	〃	۴/-
گاندھی جی کی کہانی (انعام یافتہ کتاب)	〃	〃	۴/-
ہماری کشیدہ کاری	نرگس بیگم		۵/-

ہندوستانی زبان (شمارہ ۲، اکتوبر ۱۹۷۱ء)

ایڈیٹر:- ڈاکٹر عبدالستار دلوی　　قیمت تین روپے

پبلشرز:- مہاتما گاندھی میموریل ریسرچ سینٹر۔ بمبئی

ملنے کا پتہ:- مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ پرنسس بلڈنگ، نزد جے جے ہسپتال، بمبئی ۳ بی آر

نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا کی نئی کتابیں

تاش کے محل (تلگو کا عظیم ناول) مپال رنگنا یکما ۵/۵۰
مرتب: می، پاسوم۔ سندرم۔ مترجم: حسرت سہروردی

تامل افسانے
تامل زبان کی بیس کہانیوں کا مجموعہ قیمت -/۸

گورو گوبند سنگھ (ڈاکٹر) گوپال سنگھ مترجم: مخمور جالندھری
گرو گوبند سنگھ کی مختصر مگر جامع سوانح حیات۔ قیمت: -/۳

سفید خون نانک سنگھ
پنجابی کا عظیم ناول قیمت -/۸

ابو خاں کی بکری ڈاکٹر ذاکر حسین
بچوں کے لیے دلچسپ اور سبق آموز کہانیوں کا مجموعہ قیمت -/۳

انوکھی دکان قدسیہ زیدی
بچوں کے لیے دلچسپ کہانیوں کا مجموعہ۔ باتصویر قیمت -/۵

ان کے علاوہ

ہندی افسانے -/۹ پنجابی افسانے -/۷
زندگی ایک ناٹک -/۱۰ رنجیت سنگھ ۲/۷۰

بھی شائع ہو چکی ہیں۔

تقسیم کار

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دہلی ۲۵ ـ دہلی ۶ ـ بمبئی ۳ اور علی گڑھ ۲

اقبال کے ابتدائی افکار

ڈاکٹر عبدالحق

شعبۂ اُردو ، دہلی یونی ورسٹی ، دہلی

اقبال کے فکر و فن کے فلسفیانہ اور تہذیبی پس منظر پر اپنی نوعیت کی پہلی کتاب ۔ عمدہ کتابت و طباعت ۔

قیمت : دس روپے

اُردو کا سب سے قدیم تذکرہ

(ڈاکٹر) محمود الٰہی

تذکرہ نگاری میں ایک اہم اضافہ ۔ کتب خانۂ پیرس میں فوظ "نکات الشعراء" کے ایک نایاب قدیم مخطوطہ کی مدد سے رتیب کیا ہوا ۔ صحیح متن ، اضافہ و ترقیمہ کے ساتھ ۔ ڈاکٹر مود الٰہی ، صدر شعبہ اُردو ۔ گورکھپور یونی ورسٹی کی قابلِ قدر تحقیقی وشوں کا نتیجہ ۔

عمدہ طباعت و کتابت

قیمت : ۷ روپے

(تبصرے کے لیے ہر کتاب کی، دو جلدیں آنا ضروری ہیں)

امریکہ کے کالے مسلمان

مصنف: ڈاکٹر مشیر الحق
ناشر: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ دہلی
قیمت: ۲ روپے
صفحات: ۱۰۴

مارچ ۷۲ء

اس مختصر سی کتاب میں امریکہ کے کالے مسلمانوں سے متعارف کرایا گیا ہے۔ یوں تو مسلمان کے ساتھ کسی رنگ کی تخصیص خواہ وہ کالا ہو یا کوئی اور، انوکھی سی نظر آتی ہے اور اسلام کے تصور کے ساتھ میل نہیں کھاتی لیکن یہاں جن مسلمانوں کا ذکر کیا گیا ہے، ان کی امتیازی شان یہی کالا رنگ ہے۔ مصنف نے اپنے پیش لفظ کا آغاز یوں کیا ہے۔

"امریکہ کے تقریباً ۲ کروڑ حبشیوں میں عیسائیوں اور یہودیوں کے علاوہ ایک خاصی بڑی تعداد مسلمانوں کی بھی ہے۔ یہ حبشی مسلمان دنیا کے دوسرے مسلمانوں کی طرح، اپنے عقائد کے اختلاف کی بنا پر مختلف فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ کچھ تو وہ ہیں جن کے ناموں سے برصغیر ہند و پاک کے مسلمان واقف ہیں۔ مثلاً سنی مسلمان، شیعہ مسلمان، قادیانی مسلمان، لیکن امریکی حبشی مسلمانوں کے ایک فرقے سے جو نسبتاً سب سے بڑا ہے اور سب سے زیادہ منظم ہے، اردو داں طبقہ عام طور سے واقف نہیں ہے۔"

یہ کالے مسلمان نہ صرف رنگ و نسل پر زور دیتے ہیں۔ بلکہ کالے رنگ کی برتری پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔ ان کے اِس احساس کے محرکات اگرچہ ان کی پچھلی تاریخ کی ودیعت ہیں لیکن موجودہ دور میں ان کے ادراک نے شدت اختیار کر لی ہے۔ اور انھوں نے اظہارِ ذات کے لیے اسلام کا دامن پکڑا ہے۔ وہ کس حد تک اسلامی تعلیمات سے متاثر ہیں؟ ان کے معتقدات اور عبادات میں اسلامی فکر و شعار کس حد تک پایا جاتا ہے؟ وہ اپنے تصورات اور مسلک میں دنیا کے دیگر مسلمانوں سے کیونکر مختلف ہیں؟ ایسے مختلف سوالوں کا جواب اس کتاب میں ملتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ امریکہ کے کالے مسلمان نہ صرف ایک نرالی مذہبیت کے مالک نظر

آتے ہیں بلکہ سماجیاتی عوامل اور تحقیق کا ایک دلچسپ مرقع اور موضوع بھی معلوم ہوتے ہیں۔ فاضل مصنف نے اپنی کتاب کو پانچ ابواب میں تقسیم کیا ہے۔ کالی قومیت، کالا ایمان، کالا اسلام، کالے لوگ اور کالا دیس۔ ان کی معلومات صرف کتابی ہی نہیں ہے بلکہ انھوں نے ان کے حالات کا خود مطالعہ بھی کیا ہے۔ انھوں نے اس کتاب میں قصداً اپنے آپ کو احتساب و محاسبہ کی ذمہ داری سے محفوظ رکھا ہے۔ بقول خود "میرا مقصد صرف اتنا ہے کہ اردو داں طبقہ امریکہ کی ایک ایسی سیاسی و سماجی تحریک سے واقف ہو جائے جس کا اسے کما حقہ، علم نہیں ہے" اس اعتبار سے لائق مصنف اپنے مقصد میں پوری طرح کامیاب ہیں اگرچہ ان کے عبادات و رسومات کے باب میں کافی علم مبہم نہیں ہوتا ہے اور یہ شکایت خود مصنف کو بھی ہے کیونکہ امریکہ کے یہ کالے مسلمان فی الحال اپنے آپ کو بہت کچھ "سربستہ راز" میں رکھے ہوئے ہیں۔ لیکن ان کے "باعمل" اور اپنے طور پر راسخ العقیدہ ہونے کا اندازہ بخوبی ہو جاتا ہے۔ ڈاکٹر مشیر الحق کا انداز بیان صاف اور سادہ ہے اور انھوں نے اپنی تحریر کو عبارت آرائی سے پاک رکھا ہے۔

اردو میں اپنے موضوع پر یہ پہلی کتاب ہے جس میں اس قدر صراحت و صداقت کے ساتھ امریکہ کے کالے مسلمانوں کا تذکرہ پیش کیا گیا ہے۔

ڈاکٹر مشیر الحق بہرطور ہمارے شکریے کے مستحق ہیں۔ ان کی یہ کتاب ایک نئے موضوع سے دلچسپی پیدا کرتی ہے اور دعوت فکر بھی دیتی ہے۔

عبداللہ ولی بخش قادری

اپنی اپنی صلیب

مارچ ۶۲ء

ناول نگار ۔ صالحہ عابد حسین

پبلشرز ۔ ناولستان، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵

سائز ۔ ۲۰×۳۰/۱۶

صفحات ۔ ۲۹۶

قیمت ۔ آٹھ روپے

تقسیم کار۔ مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵

"ناولستان" کے نام سے ایک نیا سلسلہ شروع ہوا ہے۔ اس کا افتتاح صالحہ عابد حسین کے ناول "اپنی اپنی صلیب" سے کیا گیا ہے۔

۱۹۳۵ء سے جس کے قلم نے کہانی، ناول، ڈراما اور مضمون نگاری کی روشنی اردو ادب میں پھیلائی ہے۔ حکومت یوپی اور وزارت تعلیم ہند نے جس کی تحقیقات کے اعتراف

انعام عطا کیے ہیں اُس کے نام یہ قرعۂ فال قطعی مناسب ہے۔

"اپنی اپنی صلیب" واقعاتی ناول ہے۔ ایک خاندان کے افراد سے کرداروں کی تخلیق ئی ہے۔ ناول میں مقامات بدلتے رہتے ہیں۔ ناول نگار نے تقسیمِ ہند کے قریب جاگیرداری نظام پسِ منظر میں ایک متوسط خاندان کی زندگی پیش کی ہے۔

پرانے سماجی اقدار اور نئے شعور کی آویزش سے جو نتائج پیدا ہوتے ہیں وہ عبرتناک ہیں اور بصیرت افروز بھی۔

پلاٹ میں کئی قصے ہیں جن کے تار و پود ایک قصے کے ساتھ مربوط ہیں۔ کرداروں تشریحی انداز ملتا ہے۔ کہیں کہیں ڈرامائی رنگ بھی ہے۔ کرداروں میں متعدد انسانی خصوصیات ئی جاتی ہیں اور بعض کردار انفرادی خصوصیات کے حامل بھی ہیں۔

ناول کی ایک خوبی یہ ہے کہ اس کا دائرہ ایک مشترک خاندان تک محدود رہتے ہوئے ھی اس کے پھیلاؤ میں اس طبقے کے زیادہ سے زیادہ لوگ نظر آتے ہیں۔ بچے، بوڑھے، ملازمین، رتیں، مرد، تعلیم یافتہ، پرانی قدروں کے پرستار، نئی روشنی اور انگریزی اعلا تعلیم سے بہرہ ور ہونے والے لڑکے اور لڑکیاں، بیمار، ماں باپ کی رضامندی سے شادی کرنے والے، اپنی پسند سے دلہن کا انتخاب کرنے والے، پاکستان سے آنے ہوئے مہمان، رشتہ دار، ہندوستان کی فرسٹ کلاس ویٹنگ روم کی پاسبان وغیرہ۔

ناول کا ماحول زوال آمادہ جاگیرداری نظام اور اس دور کے مخصوص اخلاق و رسوم کی عکاسی کرتا ہے تو ہم پرستی کے تحت یا تمدن کی جھلکی بھی دیکھی جاتی ہے۔ بہن بھائیوں کا پیار، رفیقۂ حیات کی محبت پر غالب رہتا ہے۔ ناول میں زندگی پیش کرنے کے لیے کسی حد تک طالسٹائی کا مصورانہ طریق برتا گیا ہے۔ اس کو خبری ناول بھی کہا جا سکتا ہے۔

ہر چند ناول میں تاریخی واقعیت پیش نہیں کی جاتی لیکن انگریزی نظامِ تعلیم کے طریقِ امتحان میں فاونٹین پن کا استعمال عام ہے۔ خصوصاً انگریزی کے پرچے میں اس کا استعمال ناگزیر ہے۔

ص ۵۶ ۔ "بس اس وقت رکتا ہے جب قلم کو دوات میں ڈبونا ہوتا ہے"

یہاں ناول نگار نے طالبات کی نفسی کیفیت دکھانے کی کوشش کی ہے مگر یہ صداقت کے منافی ہے۔

پاکستان سے آنے والے ہندوستان میں کس طرح اپنی برتری کا اعلان کرتے ہیں اس کا نقشہ ناول نگار نے دلچسپ اور موثر انداز میں پیش کیا ہے۔

- - - - - - - - - - ادنہ مجتبیٰ ستھائے گھنسی

چلی آرہی ہو۔
مگر اُس سے کچھ نہ بولی۔ پہلے ہی وہ اس کی قیمتی ساڑی، چمکتے نگوں کی انگوٹھی، لاکٹ، بڑھیا پرس اور پھر بدیسی سوٹ کیسوں سے مرعوب ہو چکی تھی۔"
ص ۱۷۱۔ "کیا اب تک گاؤں میں نل آیا؟ بغیر فلش کے کیسے رہتے ہو تم لوگ!"
ناول نگار کو زبان و بیان پر پوری قدرت حاصل ہے۔ اس طبقہ کی ایک خادمہ رحیمن کے ذہن اور اظہارِ بیان کا انداز ملاحظہ فرمایئے۔
ص ۱۷۶۔ "اوئی کھا کھا؟ لڑکیاں کیا ہٹر دنگیاں ہیں۔ سریف لڑکیوں کی ترلیوں نہ رہو ہیں۔"
ناول نگار نے اس دور کے ہندو مسلمان کے مشترکہ کلچر پر نظر رکھی ہے۔ ڈاکٹر شیو دیال اردو شعر و ادب کا دلدادہ ہے۔ اس کے مزاج میں مزاح کا عنصر داخل ہے۔ اس کردار نے ناول کی دلچسپی کو بڑھا دیا ہے۔
کتابت کی غلطیاں اس ناول میں بھی نظر آتی ہیں۔ مثلاً
ص ۲۰۱۔ ماناکے بہت خوبصورت ہے۔ یہاں (کہ) ہونا چاہیئے۔ کتاب میں "مسرا" اور "مصرا" مختلف مقامات پر دونوں طرح سے لکھا ہے۔ "لیئے" کا املا بھی مکتبہ کی روایت کے خلاف ہے۔ "لیے" لکھنا چاہیے۔ ایک جگہ سنگ تراشی کو سنگ تراش لکھ دیا ہے۔
ناول نگار کی نگاہ نظام تعلیم کے کھوکھلے پن کا جائزہ لیتی ہے۔ اصول تعلیم اور عملی زندگی میں جو خلا پیدا ہو گیا ہے۔ اس کی تصویر ملاحظہ فرمایئے۔
ص ۲۷۳۔ "کام چور، بدمزاج ساتھیوں کی باتیں، متعصب، تنگ نظر صاحبانِ اقتدار کی کم ظرفیاں، کوئی معقول تجویز، بچوں کی بھلائی کے کام، اُن کی تربیت اور تعلیم کی نئی راہیں اُن کی آنکھوں میں کھلتی ہیں۔ اسی لیے سب لوگ میرے اور میری جیسی ٹیچرز کے خلاف ہو گئے ہیں!"
ناول کی فنی اہمیت اور کرداروں کی صداقت و توانائی آخر میں پورے نکھار پر ہے خصوصاً علی میاں کا کردار، ناول نگار نے اس خلوص سے تخلیق کیا ہے کہ وہ اپنی صلیب کو عظمت کی چیز بنا دیتا ہے۔ تمام رشتوں اور دنیا کی رنگینی سے محروم ہونے کا احساس ایک بیمار کے ذہن میں کس طرح جاگزیں ہے اس کا تاثر ملاحظہ فرمایئے۔
ص ۲۷۵۔ "بہن! آرام تو اب اکٹھا ہی کریں گے۔"
ص ۲۷۷۔ "نہیں بہن۔ کون کسی کے روکے رُک سکتا ہے۔ میں ہی کب رُک سکوں گا جب جاتا ہوگا۔

مشترکہ خاندان کی زندگی اور اس کی پیچیدگیوں پر یہ ناول ایک دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے۔ سنجیدہ مذاق اور بہتر معاشرے کے آرزومند قاری کو "اپنی اپنی صلیب" ضرور مطالعہ کرنا چاہیئے۔

ڈاکٹر سیفی پریمی

تجوید القرآن

مؤلفہ: محترمہ خدیجہ صاحبہ بنت سیدنا ڈاکٹر طاہر سیف الدین
ناشر: الادارۃ الثقافیۃ العلمیہ، بمبئی ۸
ملنے کا پتہ: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، پرنسس بلڈنگ بمبئی ۳
صفحات: ۹۵ سائز: $\frac{20\times30}{16}$
قیمت: ۷۵ پیسے

یہ کتاب تجوید کے فن میں ہے، جو اصولی انداز اور آسان زبان میں لکھی گئی ہے، تجوید ایک ایسا فن ہے، جس کو جانے اور سیکھے بغیر، قرآن مجید کو صحیح پڑھنا ناممکن ہے، حضرت علیؓ نے آیت قرآنی وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا میں لفظ ترتیل کی یہ تعریف فرمائی ہے، کہ
"قرآن کو تجوید حروف اور معرفۃ وقوف کے ساتھ پڑھنا، ترتیل ہے، اور پھر تجوید کے بارے میں فرمایا، کہ حرفوں کو ان کے مخارج وصفات کے ساتھ صحیح صحیح ادا کرنا تجوید ہے" اور قرآن میں کہاں اور کس طرح ٹھہرنا، یہ وقف (سانس لینے کے لیے ٹھہرنا) کی معرفت ہے"
رسول اللہ، اہل بیت اور اصحاب رسولؐ نے اسی طرح پڑھا اور پڑھایا اور بعد میں، جس طرح ضائع ہو جانے کے خوف سے یا ان کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کے خیال سے تفسیر و حدیث وغیرہ دینی علوم کی کتابی شکل میں مرتب کر دیا گیا، اسی طرح اہل فن نے اس طریق قرأت کو کتابی صورت میں مرتب اور محفوظ کر دیا تاکہ بعد میں آنے والے لوگ، ان کتابوں اور اساتذہ سے استفادہ کر کے، قرآن کی تلاوت اسی ڈھنگ سے کریں، جیسے رسول اللہ نے پسند فرمایا۔

جس طرح تفسیر، حدیث، فقہ اور عقائد دینی علوم ہیں۔ اسی طرح تجوید و قرأت بھی دینی علم ہے اور جس طرح دوسرے دینی علوم و فنون کو، پڑھنا، سیکھنا اور ان پر عمل کرنا ضروری ہے۔ بالکل اسی طرح علم تجوید و قرأت کو سیکھنا اور اس کو عمل میں لانا ضروری ہے، یہی وجہ ہے کہ جس تمام علوم دینیہ پر صدہا کتابیں لکھی گئیں، اسی طرح علم تجوید و قرأت پر بھی، جہاں جہاں قرآن پہنچا، اس سے متعلق، علوم و فنون بھی وہاں پہنچے اور انہیں علوم میں علم تجوید و قرأت بھی تھا، عربی زبان کے علاوہ، مقامی زبانوں میں بھی اس فن پر مختصر اور طویل کتابیں

اور رسائل لکھے گئے۔

ہر ملک کے ماحول، مزاج اور اس کے اثر سے پیدا ہونے والے طریقِ تعلیم کے مطابق، اس فن کی کتابیں بھی مرتب کی جاتی رہیں۔ جب مسلمانوں کو اپنے ملک میں، ایسی حکومت کے زیرِ سایہ رہنا پڑا، جس کا اسلام سے تعلق نہ تھا، تو انھوں نے اپنے دین کی بقا کے لیے، اس کے علوم و فنون کی تعلیم کا انتظام، اپنے طور پر کیا، خود ہندوستان میں بھی اس صورتِ حال کا سامنا مسلمانوں کو کرنا پڑا۔ دوسری مشکل یہ آپڑی، کہ بتدریج مسلمان صحیح دین سے دور ہوتے جا رہے تھے، اور صرف چند رسوم کی پابندی کو، کل دین سمجھنے لگے تھے، ایسی صورت میں، دینی مزاج رکھنے والوں نے، جس حد تک بھی دین کا تحفظ اور اس کی خدمت کی جا سکے، اسی کو غنیمت سمجھا، یہی وجہ ہے کہ قرآن، جو اصل دین ہے، اس کی تعلیم بھی، بس سرسری ہوتی چلی آرہی ہے، ان حالات میں قرآن کو تجوید و وقف کے قاعدوں کی پابندی کے ساتھ پڑھنے کا کیا ذکر، اور اس ابتلاء میں خاص یا اہلِ علم بھی گرفتار ہیں۔

تجوید کی تعلیم کا انتظام، عام طور پر دینی مکاتب و مدارس میں سرے ہی نہیں، البتہ دوچار جیسے دیوبند، مدارس تو ہیں کہ جہاں اس فن کی تعلیم کا بھی انتظام ہے، اسی لیے محدود اور ان کی مسجدوں میں جو چھوٹے چھوٹے قرآنی تعلیم کے مکاتب قائم ہیں یا وہ اسلامیہ اسکول اور اسلامیہ کالج جن میں دینی تعلیم کے گھنٹے رکھے گئے ہیں، ان میں قرآن کی تعلیم بھی دیکھا گیا ہے، لیکن یہ تعلیم، تجوید کی پابندی کے بغیر ہوتی ہے۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ نیک نیتی سے منتظمین یہ سوچتے ہیں کہ بچوں اور طالبعلموں کے دماغوں میں جس حد تک، قرآنی الفاظ و آیات محفوظ رہ جائیں، وہی غنیمت ہے۔ دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ اس وقت تک جو بے شمار قرآنی الفاظ و آیات محفوظ رہ جائیں۔ وہی غنیمت ہے۔ دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ اس وقت تک جو بے شمار قرآنی قاعدے لکھے گئے ہیں ان میں یا تو سادہ سادہ مشقیں دی گئی ہیں یا اگر کسی مرتب نے قرآنی قاعدے کو زیادہ مفید بنانا چاہا تو ہر مشق کی تعلیم کے بارے میں مختصر مختصر ہدایات اور کچھ قاعدے دے دیئے لیکن یہ قاعدے صرف نحوی قاعدوں تک محدود ہوتے ہیں، فنِ تجوید کی رسائی ان قاعدوں سے نہیں ہوتی، مثال کے طور پر یوں سمجھیے کہ قرآن میں ۲۹ حرفِ ہجا کا استعمال ہوا ہے، ان میں نصف کے قریب حروف ایسے ہیں، کہ اگر ان کو تجوید کے قاعدوں کے مطابق نہ ادا کیا جائے تو حروف مخلوط ہو جاتے ہیں، یعنی ایک حرف سے کچھ نہ پڑھ کر کچھ اور دیا جاتا ہے، جیسے ت اور ط، یا د اور ض یا ز اور ذ، یا ظ اور ض اور ء یا ع اور ہمزہ یا ح اور ہ وغیرہ اگر آپ نے ان حروف کی ادا کو باقاعدہ نہیں سیکھا ہے تو

ضرور غلطی کریں گے تفہیم کے لیے حرف دو مثالیں دیجاتی ہیں، تعجیل (جلدی کرنا) تاجیل
تاخیر کرنا) یا حول (قدرت، حرکت) ہَوّل (ڈر) دیکھیے حرف کی تبدیلی سے معنی میں تبدیلی
ہوئی۔

یہ بات اپنی جگہ مسلم ہے کہ علم تجوید کا سیکھنا اور پڑھنا، تمام علماء کے نزدیک متفق
علیہ ہے، یعنی تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ علم تجوید واجبات دین سے ہے،
چونکہ حالات کے تحت، اس فن پر جو کتابیں، اس دور میں لکھی گئیں، ان کے لکھنے والے
وہ حضرات تھے، جن کا دائرہ عمل، دینی مدرسوں کی چہار دیواری تھی، وہ بیچارے اسکولوں
اور کالجوں میں، جن تعلیمی طریقوں سے کام لیا جاتا ہے اور ان طریقوں کے پیش نظر کس طرح
یہی کتابیں مرتب کی جاتی ہیں، وہ اس سے ناواقف تھے، ہاں یہ ضرور ہے کہ انھوں نے
فن کو محفوظ کر دیا اور یہ اُن کا بہت بڑا احسان ہے۔

زیر تبصرہ کتاب، جو بیس اسباق پر مشتمل ہے، اس میں مولف نے پوری پوری کوشش
کی ہے، کہ کتاب تدریسی انداز میں لکھی جائے، اور چونکہ اس فن سے عام طور پر مسلمان ناواقف
ہیں، اس لئے قواعد و مسائل تجوید کے بیان کی زبان، بہت آسان رکھی جائے، اس کی بھی
امکانی حد تک کوشش کی ہے۔ آخری سبق فوٹو بلاکس مع ضروری تشریح کے مخارج حروف
پر دیا گیا ہے۔

کتاب کے مطالعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس سے پہلے مولف " ترتیل القرآن"
کے نام سے ایک مختصر کتابچہ اسی تدریسی انداز میں کم فرصت اشخاص اور پرائمری سیکشن کی قابلیت
رکھنے والے بچوں کے پیش نظر، مرتب کر کے شائع کر چکے ہیں اور بعض اسباق میں درج حوالوں
سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ موصوف نے پورے فن تجوید کی آغاز کر دیا ہے اور بتدریج اس
کے دوسرے اجزاء بھی طبع ہو کر شائقین فن کی خدمت میں پیش ہوتے رہیں گے۔

ہر مسلمان قرآن کا پڑھنا ضروری سمجھتا ہے اور کار ثواب سمجھ کر اسے پڑھتا ہے اور جانتا
ہے کہ قرآن کا پڑھنا پڑھانا اللہ کو پسند ہے۔ جب یہ یقین ہے تو اللہ کی پسندیدگی اور اس کا عنایت
کردہ ثواب اسی وقت حاصل ہوگا، جب اس کو اس طرح پڑھا جائے۔ جس طرح اللہ کے
رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسی کا نام تجوید ہے۔

ہر زبان کے سیکھنے کے معاملہ میں، جب ہم اس کے طریق صورت و طریق ادا کو، اسی ڈھنگ
سے حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، جو اہل زبان کا ہوتا ہے، تو پھر عربی زبان کے معاملہ میں بھی
یہی طریقہ اختیار کرنا ہوگا اور جہاں تک قرآن کا تعلق ہے تو اس کا معاملہ اور بھی اہم ہے،

کیونکہ عہد رسالت ہی سے اس کا طریق ادا اور طریق صوت، معلوم و مروج چلا آرہا ہے۔

(ادارہ)

کالا شہر گورے لوگ

ناول نگار۔ احسان الحق
ناشر۔ ناولستان، جامعہ نگر، نئی دہلی، ۲۵
سائز۔ ۲۰×۳۰/۱۶　صفحات ۱۹۲
قیمت۔ پانچ روپے
تقسیم کار۔ مکتبہ جامعہ، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵

صالحہ عابد حسین کے ناول "اپنی اپنی صلیب" کے بعد "ناولستان" کی دوسری پیشکش احسان الحق کا ناول "کالا شہر گورے لوگ" ہے یہ ناول قارئین کے ذہن پر متضاد تاثرات ارتسام کرے گا۔ ایک حلقہ میں خوش آیند اپیل اور دلجوئی کا ذریعہ بنے گا اور دوسرے زمرہ میں شاید منفی ردِ عمل پیدا ہو۔ صدائے احتجاج بھی بلند ہو سکتی ہے۔ سجاد ظہیر کے ناول "لندن کی رات" اور عزیز احمد کے "گریز" کا یہی مقدر رہا ہے۔

ناشر کے بیان کے مطابق اس ناول کی پہلی قسط ۲۰۔ فروری ۱۹۶۵ء کو ظ، انصاری کے "آیینہ" میں شائع ہوئی تھی۔ اس وقت قارئین میں وہی متضاد رنگِ اثر نمایاں ہوا جس کا ابھی مذکور ہوا۔ مگر "زیادہ خطوط ایسے تھے جن سے لکھنے کا حوصلہ بڑھتا تھا" چنانچہ ظ، انصاری کے اصرار پر چار قسطیں اور نکلیں۔

ناول نگار نے لندن میں سات برس مشاہدہ بینی کے ساتھ گزارے ہیں اور تقریباً اتنی ہی مدت میں اس ناول کی تکمیل ہو سکی۔ اس ناول میں قصے کا عنصر زیریں لہروں کی صورت میں جلوہ نما ہے ناول کا تسلسل قصہ سے نہیں بلکہ افراد کی نفسیاتی کیفیات سے وابستہ ہے۔ پلاٹ، بالائی سطح اور روشن سطح کی حیثیت رکھتا ہے۔ پلاٹ گھٹا ہوا ہے۔ اس میں تقریباً تمام کردار (ROUND) ہیں جن کے ذریعہ فن کار نے ساتھ زندگی کے جیتے جاگتے نقشے پیش کیے ہیں۔ طویل مکالمے ناول کے تار و پود میں بکھرے ہوئے ہیں۔ مگر ان مکالموں میں ناول نگار کا وجود نظر نہیں آتا بلکہ کرداروں کے ذہن و عمل کی کیفیات اور ان کی زندگی کا اندھیرا اُجالا ہے اس لیے یہ مکالمے قاری کے ذہن کو مصروف رکھتے ہیں اور سوچنے پر بھی مجبور کرتے ہیں کرداروں کی جذبات نگاری میں ڈرامائی عنصر فروزاں ہے۔

ناول کا محور اور ... کالا شہر ... گورے ... گلیاں، ڈانس ہال، نیسکرٹی،

یج ٹیوشن سینٹر، ریجنٹ اسٹریٹ، بار، کیفے وغیرہ کرداروں کی گردش کے دائرے ہیں۔
کے ساتھ بیر، وسکی، ورتھنگٹن، شنیڈی کے جام، فرانسیسی پکنیک، اخلاق و رسوم،
نے کے آداب، لباس، سگار اور پائپ کے آداب اور مغربی کلچر کے دوسرے عناصر توجہ کا
ہیں، موسم کی گفتگو ہر رومان میں مقناطیس کا درجہ رکھتی ہے۔

ناول میں ہندوستانی اور پاکستانی طلبہ کی زندگی کے مختلف پہلو سامنے آتے ہیں خصوصاً
ی پیاس، معاشقہ اور شادی کے سلسلے میں ایشیائی اور یورپین کلچر میں جو فرق ہے اس
، رونما ہونے والے نئے نئے واقعات اور ان کے نتائج کی تصویریں ہیں۔ "آنند" ایک
ستک طالب علم ہے۔ علی گڑھ کی اصطلاح میں وہ اپنی STANDING بڑھا رہا
ہے۔ خالد، برنی، کریم وغیرہ نووارد ہیں اس لیے وہ آنند کو گرو سمجھتے ہیں اور نئی دنیا کے مسائل
اس سے رجوع کرتے ہیں۔ آنند کے دل پر تجربوں کی لکیریں اور ذہن میں طلبہ کے لیے دردمندی
سودا ہے۔

ناول میں جنسی مسائل، مذہب، اقتصادی زندگی، مشرقی اقدار، مغربی روایات
ور ان کے نتائج ہیں جن سے واقعات منسلک ہیں۔ مگر یہ سب کچھ ناول کا مواد نہیں ہے بلکہ ناول
نگار کے اپنے عقیدے، زندگی کے پیمانے اور احساسات ناول کا مواد بن گئے ہیں۔ ناول
نگار کی اسی ذکاوت اور جودت نے ناول کو اہم بنا دیا ہے۔ ناول میں زندگی پیش کرنے
کے لیے فلابیر کا طریق عمل تیار کیا گیا ہے۔

ناول کے کردار بدل بھی جاتے ہیں۔ تجربوں کی ٹھیس سے طبیعت میں نیا رنگ پیدا ہو
جاتا ہے اس کی عمدہ مثال خالد کا کردار ہے۔ لندن کی حسین اور بیباک لڑکیاں معاشقے میں
بنتی بگڑتی ہیں ہلاکت آفرینی بھی ہوتی ہے مگر بعض تجربے زندگی میں آسودگی بخشتے ہیں "باربرا"
بھی اسی قسم کا کردار ہے۔

ناول کا ایک باب "دوسرا گال" نسبتاً کمزور ہے۔ اس میں مسیحی تعلیم کا اثر ہے،
خالد کے ساتھ اس کی پیوستگی ناول نگار کی حقیقت کے منافی ہے۔

ص - ۱۱۸ پر جہاں آنند، مونا، آندرے، باربرا، خالد، برنی، لنڈا مصروف
گفتگو ہیں وہاں یہ جملہ "مارگریٹ سے چپ نہ رہا گیا" — یہاں "مارگریٹ" کا نام
کاتب نے غلطی سے لکھ دیا ہے۔

ناول میں خالد کی پہلی فرینڈشپ ڈانس ٹیچر مارگریٹ سے ہوتی ہے اس کی ناکامی کا

خالد کی زندگی میں اس خلا کو پُر کرتی ہے۔ لندن کی سوسائٹی میں کالے گورے کا امتیاز ہے۔ مگر زندگی کی ٹھوس حقیقتیں ذہن کو بدل دیتی ہیں مثلاً ہیلن کی وفات اور اس کے شوہر کرشن کی مرگِ ناگہاں کے باعث بڑھے جان کا ذہن بدل جاتا ہے۔ اب خالد اور اس کی محبوبہ بیوی باربرا میں بدگمانی کے باعث تعلقات کی کڑی ٹوٹنے پر بوڑھا جان چرچ میں تعلقات کی استواری کے لیے باربرا کے ساتھ دعا گو ہوتا ہے۔

آخر میں آنند کی مدد سے دونوں کو ملا دیتا ہے۔ "کالا بچہ"، ہی اس خاندان کی زندگی کو شادابی بخشتا ہے۔ ناول کا انجام طربیہ ہے

ایک باب میں ایک نوجوان مولوی کا کردار بھی ہے۔ یہ مولویت دل و دماغ کی رچی بسی شے نہیں ہے بلکہ ایشیا کی وراثتی دین ہے۔ ناول نگار نے کئی مقامات پر مذہبی اجارہ داری کے کھوکھلے پن پر طنز کیا ہے اس کی زہرناکی سے قاری کے شعور شگفتہ کو بیدار کیا ہے۔

ناول میں کرداروں کی زبان سے کرسٹن کیلرا اور ولوڈ کے واقعہ کو لندن کی سوسائٹی کے رنگ سے جس طرح ہمرنگ کیا گیا ہے وہ ناول نگار کی فہم و فراست اور فنی حسن کی حسین مثال ہے۔

ناول نگار کے یہاں مشاہدے، تجربے، نفسیات، عقیدے اور جنسیات کے جو رنگ جھلکتے ہیں۔ ان کی چند جھلکیاں ملاحظہ فرمائیے۔

ص ۲۲ — " پنج وقتہ نمازیں پڑھتے پڑھتے ایک دن خالد کو ایک دم اس بات کا احساس ہوا تھا کہ مذہبی ہوئی جوانی کو جانماز کے نیچے نہیں دبایا جا سکتا"

ص ۷۴ — "جین، تعلیم اور عمر کی اس حد کو پہونچ چکی ہے جہاں شادی کا نازک سوال بھاری بھاری علمی سندوں کے نیچے دب جاتا ہے۔ دماغ اور زبان پر بڑے بڑے آئیڈیل حاوی ہو جاتے ہیں، دل پھر کسی گھنے سایہ دار درخت کے نیچے بیٹھ جانے کو جی چاہنے لگتا ہے"

ص ۸۲ — " آنند اجی لوگوں کو تیز مرچ کھانا اچھی لگتی ہیں وہ ڈاکٹروں کی ہدایات کے باوجود کھاتے ہیں۔ ویسے خالدا ایسی لڑکیوں کے پاس عام طور پر درد مند دل ہوتا ہے۔ یہ خفگی بڑی پُر خلوص ہوتی ہے"

ص ۸۹ — " باربرا — تم بہت خوبصورت ہو تمہاری آنکھیں اور تمہارے ہونٹ کتنے مکمل ہیں جیسے خدا نے نہیں مائیکل انجلو نے تراشے ہوں"

ص ۱۰۲ — " باربرا کی گرفت مضبوط ہو گئی لیکن خالد کے صحت مند بازو

جب کتا شروع ہوئے تو بار بار اکی گرفت ڈھیلی ہوگئی ۔"
قارئین کو اپنے ذہنی تحفظات سے بے نیاز ہوکر اس ناول کا مطالعہ کرنا چاہیے
انھیں ناول نگاری کی حقیقت، دلچسپی، معلومات، رومان اور فن کی جگمگاتی فضا ملے گی۔
کتاب عمدہ چھپی ہے۔ سرورق میں جدّت کی کارفرمائی ہے۔
ڈاکٹر سیفی پریمی

شاعر۔ شاباں قدوائی
مرتب و ناشر۔ سلمیٰ قدوائی
سائز۔ ۱۸×۲۲/۱۶ صفحات ۱۶۰
قیمت۔ پانچ روپے
ملنے کا پتہ۔ دانش محل، لکھنؤ (یو۔پی)

دو قدم۔ ایک منزل

"شاباں قدوائی" کی تخلیق "دو قدم۔ ایک منزل" میں داستاں گوئی کی منظوم روایت کو برتا گیا ہے۔ اس میں آریوں کی ابتدائی زندگی، پرانے پتھر کے زمانے، نئے پتھر کے زمانے اور کسی حد تک دھات کے زمانے کی زندگی کے نقوش پیش کیے ہیں۔ اس پورے تاریخی دور کو جس میں اساطیری عنصر بھی شامل ہے۔ کہانی کے روپ میں نظم کیا ہے۔ کرداروں میں تاشیا، ارژنگ، لونا، شاطی، زلیف، معمر آدمی، ارزی شامل ہیں۔ کہانی کا ماحول کوہستان پامیر کا دامنِ صحرائی ہے۔ تاشیا ہیروئن ہے جو شان قبیلہ کی سردار ہے اس کو "ماں" کا خطاب حاصل ہے۔ اس کا ٹوٹم "پھول" ہے اس دور کے دوسرے ٹوٹم گھڑیال، برزگر، ناگ وغیرہ ہیں۔

اس عہد میں نسبی سلسلہ ماں کی طرف منسوب کیا جاتا تھا۔ عورت ہی معاشرے کی خالق اور جرگوں کی حکمراں سمجھی جاتی تھی۔ انسان کی تسخیرِ کائنات کے ساتھ مرد نے عورت پر غلبہ پالیا اور تمام مناصب پر قابض ہوگیا اسی کشمکش اور شکست و فتح کی تصویریں ماحول کی بھرپور کیفیات اور واقعات کی روشنی میں شاباں قدوائی نے پیش کی ہیں۔

شاعر کے پیشِ لفظ اور عرضِ ناشر کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس تخلیق اور اس کی اشاعت میں سلمیٰ قدوائی کی ذہانت، رفاقت، جرأت اور ایثار نے بڑا کام کیا۔ سلمیٰ قدوائی نے تمام ناسازگار حالات اور مواقع پر قابو پالیا مگر وہ کاتب کی خود مختاری پر قابو نہ پاسکیں۔

چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

ص ۱۸۔ جیسے غرقِ آرزو پہلو گھٹا برسات کی یا سحر کے لب پہ اک رنگیں کہانی رات کی

قیاس کہتا ہے کہ یہاں 'پہلی' کی جگہ 'پہلو' لکھ دیا ہے۔

ص ۱۹۔ 'پھوں رگِ گُل' سے عیاں جیسے گلابی دھاریاں'۔ یہاں "گلابی" کا خون کر دیا۔

ص ۲۳۔ "رقص میں مصروف ہیں لاکھوں بناتِ آزری"۔ آذری لکھنا چاہیے تھا۔

ص ۲۴۔ "اس لیے پھرتا ہے ہرسو قلب صد پارا کے ساتھ

جشن میں آیا ہے اڑ کر شوقِ آوارا کے ساتھ"

صد پارہ، آوارہ میں ہ کی جگہ الف رکھ کر ان الفاظ کی ساخت اور ترکیب کو مہمل بنا دیا۔

ص ۱۰۴۔ کام لے کر اس تنوّع سے اٹھا نفسِ دلی

اور جو پھر سازِ دلِ انسان پہ کی زخمہ دلی

دوسرے مصرع میں "جو" بڑھا کر مصرع کو بحر سے خارج کر دیا "زخمہ زنی" کو زخمہ دلی لکھ کر شعر کا قافیہ غائب کر دیا۔

ص ۱۳۱ "پاکدامانی بشر کی نظرِ عصیاں ہوگئی"۔ یہاں نذر کی جگہ نظر لکھ دیا۔

ص ۴۵۔ "سب نشانِ فتحیابی کا کہاں باقی حساب"۔ 'اب' کی جگہ "سب" لکھا گیا ہے اس کے علاوہ یہی مصرعۂ ثانی دو شعروں میں درج ہے۔

ص ۱۰۰۔ 'فکرِ انسان میں دامِ زر میں جیب نہ تھی صیدِ ہوس تھے' "میں" بڑھا کر مصرع کو بحر سے خارج کر دیا۔

شاعر کو اظہارِ بیان پر قدرت حاصل ہے۔ زبان و محاورہ کی صحت کا خیال رکھا گیا ہے۔ علمِ قافیہ سے بھی واقفیت معلوم ہوتی ہے۔ مواد میں موسیقی کی اصطلاحات، ایران، مصر، یونان، اور ہندوستان کے اہم کردار، آثارِ قدیمہ، ویدوں، دیوی، دیوتا کے نام اور ان کے صفات کے ساتھ ان کے مخصوص علامات کا تذکرہ کیا گیا ہے شاعر نے ان سب کو خوبصورتی سے بحر کی پابندی کے ساتھ نظم کیا ہے مگر ایک مقام پر عروض داں کی نظر کھٹکے گی

ص ۳۹۔ کھپ گئی ایسی چمن والوں کے تن پر کینچلی

بس گئی بو باس ہر ناری کے من میں پریت کی

"پریت" کی "پ" بحر سے خارج ہے۔

تقریباً پانچ ہزار برس پہلے کی تاریخی داستان کا مواد مہیا کرنے کے لیے بڑی تلاش

...مہارت درکار تھی شاعرنے یہ تمام مراحل بڑی حد تک خوش اسلوبی کے ساتھ طے کر لیے ہیں
بعض مقامات پر تسلسل میں کمی محسوس ہوتی ہے اور تکرار کا عنصر غالب ہو گیا ہے۔
اب اس کارنامہ کی جھلکیاں ملاحظہ فرمائیے:
"رقصِ آغازِ بہاراں" سے ہیروئن تاشیا کے متعلق چند شعر:

لبوں کو چومتے ہیں بڑھ کے حلقے زلف کے — چاندنی کو چاٹنے لگے ہیں گہرے سائے زلف کے
...ند سورج کو چرا کر مست ہیں کالی لٹیں — سنگِ مرمر میں پڑی ہیں نرم و نازک سلوٹیں
...رضِ روشن پہ بکھری زلفِ عنبر فام ہے — صبح کی آغوش میں مچلی ہوئی اک شام ہے

"دنیا جہاں" (انسان کے اولین معاشرے اور تہذیب کی خصوصیات)

...تری احساس میں تھی اور نہ شکلِ کمتری — آئینے میں تھی نگارِ شوق کی جلوہ گری
...ازمیں پہ جب بشر کا ہر قدم عزم ثبات — بکریاں بھیڑیں چرانے میں بھی تھا نظمِ حیات
...صلِ محنت تھا اور ایثار کی تنظیم تھی — منصفانہ ہر بشر میں رزق کی تقسیم تھی

اقبال نے اپنی نظم "ہمالہ" میں بھی اسی زندگی کی طرف اشارہ کیا تھا۔

...ے ہمالہ! داستاں اس وقت کی کوئی سنا — مسکنِ آبائے انساں جب بنا دامن ترا
...ھ بتا اس سیدھی سادی زندگی کا ماجرا — داغ جس پر غازۂ رنگِ تکلف کا نہ تھا

ہاں دکھا دے اے تصورِ پھر وہ صبح و شام تو
دوڑ پیچھے کی طرف اے گردشِ ایام تو

شایاں تھردائی کا ذہن بھی اس مقام پر تصوریت کا مرادف ہے۔ اور اس کی پوری
...تفصیل کامیابی کے ساتھ پیش کی ہے۔
کتاب عمدہ چھپی ہے سرورق اور زیادہ عمدگی سے چھپا ہے۔ ڈاکٹر سیفی پریمی

لہو کے پھول

(پانچ جلدیں)

مصنف ۔ حیات اللہ انصاری
ناشر ۔ کتاب دان ۔ لکھنؤ
قیمت ۔ ستر روپے

"لہو کے پھول" اردو میں لکھا جانے والا شاید سب سے ضخیم طبعزاد ناول ہے۔ داستانوں
کے زوال کے بعد ممتاز مفتی کا "علی پور کا ایلی" ہی اپنی ضخامت کے سبب ممتاز تھا کیونکہ قرۃ العین
حیدر کا "آگ کا دریا" اور عبداللہ حسین کا "اداس نسلیں" وسیع کنواس پر لکھے جانے کے
... لکھ ... حیات اللہ انصاری نے ۲۶۰۰ صفحات

کا یہ ناول لکھ کر جہاں 'داستانی دور' کو زندہ کرنے کی کوشش کی ہے وہیں ضخامت کا ایک ریکارڈ بھی قائم کر دیا ہے جسے توڑنا سرشار جیسی کسی ہستی کے لیے ہی ممکن ہو سکے گا! یہ ناول ایک رزمیہ ہے جس کی بنیاد جد وجہد آزادی ہے۔ ایک طویل داستان ہے اس دور کی جب ہندوستان ایک شدید بحران کا شکار تھا۔ بہت سے غیر ضروری واقعات اور غیر اہم کرداروں کے سہارے ہی اس ناول کی ضخامت میں اضافہ کیا گیا ہے۔ اگر گنے چنے کرداروں اور اہم واقعات وحادثات کی بنیاد پر ہی اس ناول کو ذرا محدود کینواس پر لکھا جاتا تو یقیناً یہ ناول بھی 'اداس نسلیں' کی طرح ایک دستاویز بن سکتا تھا۔ 'اداس نسلیں' بھی جد و جہد آزادی کی کہانی ہے اور اس میں تقریباً وہی زمانہ پیش کیا گیا ہے جو کہ 'لہو کے پھول' میں ہے۔ لیکن دلچسپ بات یہ ہے کہ 'اداس نسلیں' کا تانا بانا اس انداز میں بنا گیا ہے اور کہانی اس قدر ہوئی ہے کہ قاری کو کہیں بھی بوریت محسوس نہیں ہوتی نہ تو کوئی کردار اضافی معلوم ہوتا ہے اور نہ کوئی واقعہ ابھرتی کا۔ 'اداس نسلیں' کا معمولی سا واقعہ بھی قاری پر اپنا زبردست اثر چھوڑتا ہے۔ بلا شبہ عبداللہ حسین اس دور کے بڑے فنکار ہیں اور انہیں اپنے فن پر ماہرانہ چابکدستی حاصل ہے!

'لہو کے پھول' میں اس قدر واقعات اور کردار ہیں کہ قاری کے ذہن میں ہی تسلسل باقی نہیں رہتا اور اسی لیے یادداشت کو تازہ کرنے کے لیے گزشتہ صفحات پر نظر ڈالنی پڑتی ہے نظر واقعے کا پچھلے سلسلے سے کیا تعلق ہے؟ ظاہر ہے جب کہانی کا تسلسل ذہن پر قائم نہ ہو، اس کا تاثر کبھی دیرپا نہیں ہو سکتا۔ اس ناول کی بڑی کمزوری یہ بھی ہے کہ اس میں بحیثیت مجموعی کانگریس کی ہی مدح سرائی کی گئی ہے۔ آزادی کا سارا کریڈٹ کانگریس کو ہی دیا گیا ہے جبکہ جد وجہد آزادی میں تقریباً سب ہی جماعتوں کا یکساں حصہ رہا ہے۔ نہ صرف سیاسی جماعتوں نے بلکہ سماجی اور کسی حد تک مذہبی اداروں نے بھی جد وجہد آزادی میں بھرپور حصہ لیا اور اپنا کردار ذمہ داری سے نبھایا۔ لیکن انصاری صاحب نے اس طرف کوئی خاص توجہ نہیں دی ہے اور آزادی حاصل کرنے کی ساری کوشش وکاوش ان کے خیال کے مطابق کانگریس اور صرف کانگریس ہی کی ہے! کمیونسٹوں سے انصاری صاحب کو خاص نفرت سی معلوم ہوتی ہے کیونکہ ان کے کردار کو بڑا مسخ کرکے پیش کیا گیا ہے۔ انھیں مطلب پرست اور ابن الوقت ظاہر کیا ہے۔ ان کی کردار نگاری اس طرح کی گئی ہے کہ قاری پر یہ تاثر قطعی قائم نہیں ہوتا کہ جنگ آزادی میں کمیونسٹوں نے بھی کچھ کام کیا ہوگا۔ ہندوستان کی نہ صرف سیاسی بلکہ سماجی اصلاحات پر بھی کانگریس کو ہی چھایا ہوا دکھایا گیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں، جس طرح مولانا

سین آزاد نے 'آبِ حیات' میں ذوق کی ضرورت سے زیادہ تعریفیں کر کے اور غیر ممکنہ خوبیا ں کر کے بے پناہ خراجِ عقیدت پیش کیا تھا۔ بالکل اسی طرح دوسری پارٹیوں کو نظر انداز عمولی تذکرہ کر کے صرف کانگریس کو ہی آزادی اور اصلاحات کا سارا کریڈٹ دے کر جناب ماری نے کانگریس کی ممبری کا حق ادا کر دیا ہے! اس سلسلے میں، میں ادب کے ساتھ بانٹنے کی بھی جرأت کرتا ہوں کہ کیا ان کی یہ مدح سرائی یقیناً بے کارگی ہے ؟

یوں تو 'لہو کے پھول' میں ان گنت کردار ہیں۔ لیکن اہم کہانی ان ہی کرداروں کے گرد گھومتی ہے جو کانگریس کی نمائندگی کرتے ہیں۔ ان ہی میں ایک فرخ کا کردار بھی ہے جو مذہبی نظریات کا صحافی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ فرخ کے کردار میں انصاری صاحب نے اپنی زندگی کی عکاسی کی ہے کیونکہ وہ خود بھی ایک صحافی ہیں، اور 'قومی آواز' نامی روزنامے کے ایڈیٹر ہیں۔ ناول میں فرخ نے آزادی کے بعد ممبری وغیرہ حاصل کی اسی طرح انصاری صاحب بھی ترقی کرتے کرتے راجیہ سبھا تک پہنچے ہیں۔ یہ کردار اس ناول کا سب سے اہم کردار ہے کیونکہ انصاری صاحب بھی ترقی کرتے کرتے راجیہ سبھا تک پہنچے ہیں۔ یہ کردار ایک اچھے اور محبِ وطن صحافی کی حیثیت سے پیش کیا ہے جس میں خامیاں کم ہی ہیں خوبیاں بھی اور دوہرا بھی اور بڑی حالت میں زندگی گزارنے کی ہمت اور سکت رکھتا ہے۔ 'لہو کے پھول' یقیناً فرخ کے 'لہو کے پھول' ہیں میں صرف اسی کردار کی تشکیل پر انصاری صاحب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

جاگیردارانہ نظام اور بدلتے ہوئے حالات و ماحول پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ کسانوں کی زندگی کی عکاسی بھی خوب کی جا چکی ہے۔ اس لیے 'لہو کے پھول' میں اس نظام کے بارے میں پڑھتے ہوئے کوئی حیرت نہیں ہوتی اور کسانوں کی زبوں حالی سے دل میں کوئی کسک نہیں اٹھتی کیونکہ آزاد ہندوستان میں ان کی حالت خوب سنبھل چکی ہے۔ ظالم نظام بدل چکا ہے۔ اس لیے کہانی پر رونے سے کیا فائدہ ؟!

بہرحال جو لوگ جنگِ آزادی سے دلچسپی رکھتے ہیں، ان کے لیے یہ ناول ایک اچھی پیش کش ہو سکتا تھا اگر یہ اتنا ضخیم نہ ہوتا بلکہ اتنا ہی طویل مختصر ہوتا جتنا 'اداس نسلیں' ہے اب بھی اگر اسے ایڈٹ کر دیا جائے تو یقیناً تقریباً پانچ سو صفحات کا ایک دلچسپ اور معلوماتی ناول بن سکتا ہے جس کا اثر دیرپا ہوگا۔

یہ مشینی دور ہے۔ وقت، کہاں اور کس کے پاس ہے کہ اسے طویل ناول پڑھنے میں گزارا جائے۔ آج کل تو ایک مختصر افسانہ پڑھنے کے لیے بھی وقت نکالنا مشکل ہوتا ہے

اور پھر پڑھنے والے ہی کتنے ہوتے ہیں!۔۔۔ اگر وقت اور پیسے کا مسئلہ نہ ہوتا تو انتخاب اور تلخیص کا دور نہ آتا۔ کس لیے تلخیص فسانہ آزاد، کو مکمل فسانہ آزاد پر ترجیح دی جاتی ہے؟ طلسم ہوشربا کی سات جلدیں چھوڑ کر کیوں حسن عسکری کے انتخاب طلسم ہوشربا کا مطالعہ کیا جاتا ہے؟ 'لہو کے پھول'، اگر راحت رسول، فریدہ، فرخ، مولانا صاحب اور وفارام وغیرہ جیسے چند مخصوص کرداروں کے سہارے ہی لکھا جاتا اور واقعات کا کنواس کسی قدر مختصر کر دیا جاتا تو یقیناً کامیاب اور پُر تاثیر ناول ہو سکتا تھا!

ناول کے لیے کہا گیا ہے کہ "یہ کہانی افراد یا خاندان کی نہیں، ایک عظیم قوم کے ایک اہم دور کی حقیقت پسندانہ ایپک ہے"

بلا شبہ کہانی کا تانا بانا جہد آزادی پر قائم ہے اور اس کے واقعات میں تاریخی لوچ بھی نہیں ہے لیکن اس کی وجہ یہ نہیں کہ اُن کی پیش کش کا اسلوب دلچسپ ہے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان واقعات کو صحافتی انداز میں ہلکی پھلکی خبروں کی طرح پیش کر دیا گیا ہے۔ کم از کم میں ایسی پیش کش کو کوئی خوبی نہیں سمجھتا۔ اس جہد مسلسل کے دور کو میں اہم دور تو مانتا ہوں لیکن 'لہو کے پھول' کو حقیقت پسندانہ ایپک تسلیم کرنے میں اس لیے تامل کرتا ہوں کہ اسے صرف کانگریسی آنکھ، سے دیکھا گیا ہے۔ انصاری صاحب کے پاس یقیناً ایک فنکار کی نظر اور پختگیِ مشاہدہ ہے۔ لیکن نہ جانے کیوں انھوں نے اسے اپنے اس ناول میں محدود کر لیا ہے۔

'لہو کے پھول'، پر لکھے گئے تاثرات بھی میں نے پڑھے ہیں۔ جن ناقدین کے تاثرات پمفلٹ میں شامل کیے گئے ہیں، وہ یقیناً اُردو ادب کی اہم شخصیتیں ہیں مگر ناول کی تنقید کے سلسلہ میں ان میں ایک دو ہی اہم ہیں۔ ان میں سے سب سے اہم تنقید نگار کی رائے بڑی متوازن ہے محض انصاری صاحب اور ان کے ناول کی مدح نہیں ہے ماہر لسانیات مسعود حسین خاں نے بھی ناول کی طوالت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ بقیہ لوگوں نے روایات کا احترام کرتے ہوئے انصاری صاحب کی بزرگی، مشاہدے، تجربے اور ادبی کنٹری بیوشن کو خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ شمس الرحمان فاروقی ایک بے باک تبصرہ نگار ہیں۔ نہ جانے ان کے تاثرات 'لہو کے پھول'، کے لیے قصیدہ بن کر کیوں رہ گئے! کیا اردو ادب میں گروہ بندی، ذاتی تعلقات اور شخصیت پرستی ہمیشہ جگہ بنائے رہے گی!!!

رجبن، رمضان اور ایسے ہی دوسرے کردار اور ان سے متعلق واقعات اگر ناول میں سے نکال دیے جائیں تو ان کی کمی کا احساس قاری کو کبھی نہیں ہوگا۔ ناول میں کرداروں کی کایا کلپ بھی فطری نہیں معلوم ہوتی۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ ناول نگار نے اکثر کردار

پر اپنی گرفت مضبوط رکھنے کے لیے کایا کلپ کردی ہے جو اجنبی پہلے اس نے کردار میں شدت سے محسوس ہوتی ہے!

طویل کہانی اور زیادہ کردار ہونے کی وجہ سے ناول نگار کی گرفت کرداروں پر بھرپور نہیں ہے اور میں ادب کے ساتھ یہ کہنے کی اجازت چاہوں گا کہ انھوں نے فرخ کے علاوہ کسی بھی دوسرے کردار کے ساتھ پورا پورا انصاف نہیں کیا ہے۔ واقعات کے پیش کرنے میں بھی کوئی خاص ندرت نہیں ہے۔ کوئی بھی واقعہ یا حادثہ قاری پر اپنا بھرپور تاثر نہیں چھوڑتا اور قاری ان سے اس طرح گزر جاتا ہے کہ یہ جیسے روزمرہ ہو! جب کہ جنگِ آزادی کی جدوجہد کی پیش کش تو اتنی فطری بھرپور اور بااثر ہونی چاہیے تھی کہ آج کا قاری بھی ان کے لیے خون کے آنسو بہانے پر مجبور ہو جاتا، حد تو یہ فسادات، بھی قاری کو متاثر نہیں کرتے اور یہ واقعات بھی فلمی منظر کی طرح گزر جاتے ہیں اس احساس کے ساتھ کہ ہم ناول، پڑھ رہے ہیں۔ یہ بات یقیناً اسلوب کی کمزوری کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ جو ناول نگار حقیقی واقعات کی منظر کشی کرے، زندہ کردار پیش کرے اور پھر نہ تو ان کرداروں کے لیے قاری کی ہمدردی حاصل کر سکے اور اپنے ساتھ قاری کو ہنسا سکے یا رُلا سکے تو یقیناً اس کا ناول مکمل، بھرپور اور جاندار نہیں ہے بلکہ سیدھا سادا خبرنامہ ہے جس میں کوئی تاثیر یا شدت نہیں! معلوم ہوتا ہے۔ انصاری صاحب نے یہ ناول قطعی صحافتی نظر سے سے لکھا ہے، جس میں ایک خاص نکتۂ نظر سے عکاسی ہے، تاثر نہیں!

اس ناول کو میں نے خاص طور پر اس وجہ سے پڑھا تھا کہ اسے ۱۹۷۰ء کا ساہتیہ اکادمی اوارڈ ملا تھا۔ لیکن اسے پڑھنے کے بعد میں یہ سوچنے پر مجبور ہوا ہوں کہ لہو کے پھول، کو اوارڈ کس وجہ سے ملا؟ کیا ضخامت کی وجہ سے؟ مہنگا ہونے کی وجہ سے؟ فنی نقطۂ نظر سے؟ کانگریس کی مدح سرائی کے سبب؟ کرداروں کی بہتات یا واقعات کی بھرمار کی وجہ سے؟ یا یہ اوارڈ انصاری صاحب کی شخصیت کو دیا گیا ہے؟ اور اگر ایسا ہے تو اسے اوارڈ سمجھا جائے یا قیمت؟

یقیناً 'لہو کے پھول، بہت ضخیم ہے۔ لیکن پھر بھی یہ پانچ کی بجائے چار جلدوں میں تو آسکتی تھی اور پھر اس کے علاوہ اس کی قیمت ستر روپے اس کی ضخامت کے پیش نظر بھی بہت زیادہ ہے اور اتنی زیادہ قیمت بلاشبہ یہ سوچ کر ہی رکھی گئی ہوگی کہ پچیس روپے سے زیادہ کی قیمت کی کتاب کوئی عام قاری انفرادی حیثیت میں خرید نہیں سکتا۔ لامحالہ لائبریریاں ہی خریدیں گی تو کیوں نہ اتنی قیمت رکھدی جائے کہ کتابوں کی محدود فروخت پر ہی اخراجات وصول ہو جائیں۔

میرا خیال ہے کہ اتنی ضخامت کی کتاب کی قیمت موجودہ گرانی کے پیش نظر بھی زیادہ سے زیادہ ۳۵ - ۴۰ روپے ہونی چاہیے تھی جس پر تاجرانہ کمیشن بھی بہ آسانی دیا جا سکتا تھا۔ "لہو کے پھول" پر اخراجات کہیں بھی زیادہ نہیں معلوم ہوتے کیونکہ کتابت معمولی طباعت عمومی اور کاغذ ہلکا ہے۔ صرف کتاب کی جلد ہی خوبصورت اور قابل تعریف ہے۔ اتنی قیمت میں تو یہ کتاب فوٹو آفسیٹ کے ذریعے چھپ کر بھی مہنگی ہے: البتہ کتاب کا کیس یقیناً پیکنگ کی افادیت کا مظہر ہے۔ "لہو کے پھول" اپنی ضخامت اور ضرورت سے زیادہ قیمت کے سبب موجودہ اردو اشاعتی دنیا میں ضرور ایک کارنامہ کہی جا سکتی ہے۔

انور کمال حسینی

افاداتِ سلیم

مصنف۔ مولانا وحید الدین سلیم
ترتیب و تہذیب۔ ڈاکٹر خلیق انجم
ناشر۔ مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵
قیمت۔ طلبہ ایڈیشن ۵/۰۰
لائبریری ایڈیشن ۶/۴۰
ضخامت ۲۷۹

مولانا وحید الدین سلیم، سرسید، حالی، شبلی اور نذیر احمد کے ہم عصر تھے اور اس گروہ کے انداز فکر سے قریب تھے۔ یہ وہ تجربہ کار تھے جو مرتی اور مٹتی ہوئی قدروں پر آنسو بہانے کے قائل نہ تھے بلکہ اپنی فکر اور اپنے شعور سے وہ شمعیں روشن کرنا چاہتے تھے جس کے اجالے میں آنے والے دور کے خد و خال دیکھے جا سکیں اور ابھرتی ہوئی قدروں کو پہچانا جا سکے۔

بنیادی طور پر ان سب نے مشرقی تعلیم حاصل کی تھی لیکن یہ سب آزاد خیال اور اصلاح پسند تھے اور اپنے معاشرے کو انتہا درجے کی قدامت اور مشرقیت سے آزاد کرانا چاہتے تھے۔

مولانا وحید الدین سلیم مولوی تھے، شاعر تھے، نقاد تھے، صحافی تھے، مترجم تھے اور ماہر لسانیات تھے۔ لیکن افسوس یہ کہ اب اردو میں وہ صرف "وضع اصلاحات" کے مصنف کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں۔

انھوں نے اپنی زندگی مشرقی علوم کے استاد کی حیثیت سے شروع کی تھی۔ وہ بھاولپور اور پھر رامپور کے اسکولوں میں ہیڈ مولوی رہے۔ ۱۸۹۱ء کے بعد یونانی طب کی پرائیویٹ
[illegible]

الیا۔ وہ سرسید کے لیٹریری اسسٹنٹ ہو گئے اور تفسیر قرآن لکھنی شروع کی۔ اس زمانے
ں انھوں نے علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ اور "تہذیب الاخلاق" کے لیے بھی مضمون لکھے۔ تقریباً
بارسال سرسید کے ساتھ کام کر پائے تھے کہ سرسید کا انتقال ہو گیا۔ کچھ دن بیکار رہے اور
پھر "معارف" کی مجلس ادارت میں شامل ہو گئے جو علی گڑھ سے نکلتا تھا۔ معارف بند ہوا تو
ہ علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ کے سب ایڈیٹر ہو گئے اور کچھ عرصے کے بعد ایڈیٹر ہوئے۔
۱۹۱۷ء میں دارالترجمہ حیدرآباد میں ملازم ہوئے۔ کچھ عرصہ بعد جامعۂ عثمانیہ کے شعبۂ اردو
یں اسسٹنٹ پروفیسر اور کچھ دنوں بعد پروفیسر اور صدر شعبہ میں گئے۔ یہیں ان کا انتقال ہوا۔
ر مولانا وحیدالدین سلیم کو اپنے دوسرے ہم عصروں کے ہم پلّہ شہرت نصیب نہ ہو سکی
یکن ان کے افکار میں جو گہرائی، بصیرت اور دوررسی ملتی ہے وہ چونکا دیتی ہے، اور یہ
عتراف کرنے میں کسی کو تامل نہ ہونا چاہیے کہ ان کا ہاتھ حال کی نبض پر تھا۔ لیکن ان کی
نقابی نگاہیں بہت دور مستقبل کی واضح تصویر دیکھ رہی تھیں۔

مولانا وحیدالدین سلیم کو یہ فخر حاصل ہے کہ وہ اردو کے پہلے ماہر لسانیات ہیں
جنھوں نے اردو زبان کے مسئلے کو صحیح پس منظر میں دیکھنے کی کوشش کی۔

ان کے زمانے میں اردو اور دیوناگری کے دو محاذ بن چکے تھے۔ اردو والے اردو کے دفاع
اور دیوناگری پر حملوں میں مصروف تھے۔ اس موضوع نے ایسی سیاسی صورت اختیار کر لی تھی کہ
آزاد خیال اور ہندو مسلم اتحاد کے علمبردار حضرات کے قدم بھی ڈگمگا گئے تھے۔ وہ حالات ہی ایسے
تھے کہ اردو یا دیوناگری کے حامی اپنی کمزوریوں پر پردہ ڈال رہے تھے۔

ایسے حالات میں یہ وحیدالدین سلیم کی بالغ النظری کا ثبوت ہے جنھوں نے اپنی
زبان کے ارتقا کے تاریک گوشوں کی پردہ پوشی نہیں کی بلکہ عملی طور پر اس زبان کی کمزوریوں کو دور
کرنے کے لیے پہل کی۔

ان کا نقطۂ نظر آج کے دور کے ذہن کو روشنی دے سکتا ہے۔ فرماتے ہیں۔

"دونوں قوموں (ہندو مسلم) کے افراد ایک ہی منزلِ مقصود کی طرف سفر کر رہے ہیں
رفتہ رفتہ ایک قوم پیدا ہو رہی ہے جو اپنے سیاسی محور کے لحاظ سے نہ ہندو ہو گی نہ
مسلمان۔ اس آنے والی قوم کا نام ہندسمان ہو گا۔"

ہندی اور اردو میں جو ادب اب تک تیار ہوا ہے وہ اس وقت ہماری بحث سے
خارج ہے۔ کیوں کہ تیار شدہ ہندی ادب میں سنسکرت کے الفاظ کا ذخیرہ کثرت کے ساتھ
شامل ہے اور اردو ادب میں عربی الفاظ کا ذخیرہ۔ یہ دونوں ادب طلبا کے لیے تاریخی حیثیت

سے بلا شبہ کارآمد ہوں گے۔ مگر زمانۂ حال میں شاعروں اور انشا پردازوں کو ان کی تقلید نہیں کرنی چاہیے۔"

مولانا وحید الدین سلیم کی جرأتِ فکر اور بیباکی سے موجودہ دور کے ہندوستانی عوام اور خصوصاً مسلمانوں کی روشنی مل سکتی ہے۔ موجودہ نزاعات اور تصادم کی جڑیں اگر ہم اکھاڑنا چاہتے ہیں تو ہمیں ظاہری اور وقتی اسباب تک نظر محدود نہ رکھنا چاہیے۔ بلکہ اپنے دلوں کے جھانکنا چاہیے۔ اپنے ذہن کے دریچوں کو کھولنا چاہیے۔ "تلمیحات" کے عنوان سے لکھتے ہوئے فرماتے ہیں ۔

"کیا ہمارے لیے یہ بات شرم کی نہیں ہے کہ ہم نے اپنی زبان کو اب تک ہندوستانی زبان کہلانے کا مستحق بھی ثابت نہیں کیا۔ اگر ہم فراخ دل ہوتے، اگر ہم میں تعصب کی جھلک نہ ہوتی اگر ہم کو اپنی زبان سے محبت ہوتی، اگر ہم اپنی زبان کے ساتھ اپنے وطن کی عزت بھی کرنا چاہتے تو پھر ہمارا فرض تھا کہ جتنی قومیں ہندوستان میں آباد ہیں، ان کے عقائد، اوہام، ان کے رسم ورواج اور ان کی تاریخ وادب کے تمام ضروری الفاظ اپنی زبان میں داخل کر لیتے اردو زبان بنانے میں ہندو مسلمان دونوں شریک ہیں، پھر کیا وجہ ہے کہ اس کے ادب میں صرف اسلامی ادبیات کے آثار موجود ہیں۔ ہندو قوم کا کوئی نشان نہ ہماری نظم میں ہے نہ نثر میں ہے۔"

اس کے بعد مولانا نے رامائن، مہابھارت، سنسکرت، ڈراموں اور ہندو دیومالا سے ایسی متعدد تلمیحات پیش کی ہیں جنھیں اگر اردو والے قبول کر لیتے تو آج اس زبان کا دامن غیر معمولی طور پر وسیع ہوتا اور اردو کا وہ برا دن نہ دیکھنا پڑتا جو آج وہ ہندوستان میں دیکھ رہی ہے۔

زبان کے سلسلے میں مولانا کی دوسری اہم خدمت اصطلاحات سازی اور ترجمہ ہے۔ وہ اس نقطۂ نظر سے اردو کی کم مائیگی سے بخوبی واقف تھے۔ اس لیے اردو میں بے شمار اصطلاحیں وضع کیں اور ان کے ترجمے کیے۔ آج اردو میں ایسی اصطلاحوں کی بہت بڑی تعداد ہے جو مولانا کے جدت پسند ذہن کی مرہونِ منت ہیں مثلاً سب میرین کے لیے آب دوز کشتی، والنٹیر کے لیے رضاکار، ایٹ ہوم کے لیے عصرانہ، نیشنلسٹ کے لیے قوم پرست اور نیشنلائزیشن کے لیے قومیانا وغیرہ مولانا ہی کی دین ہیں۔

مفکر، نقاد، ماہر لسانیات آپ کسی زاویے سے مولانا وحید الدین سلیم کا مطالعہ کریں آپ کو روشنی ملے گی جس میں آپ کو ملک، زبان، ادب کے مسائل کو

اور پرکھنے میں مدد ملے گی۔
کتاب کی کتابت طباعت مکتبہ جامعہ کی روایات کے مطابق ہے۔

سعید سہروردی

آٹھواں سمندر

افسانہ نگار۔ واسدیو۔ ایم اے
ناشر۔ پنجابی پستک بھنڈار، دریبہ کلاں، دہلی ملا
سائز۔ ۲۰×۳۰/۱۶۔ صفحات ۱۴۴
قیمت۔ چار روپے پچاس پیسے

متحدہ ہندوستان میں منشی نول کشور نے اُردو زبان و ادب کی کتابیں جتنی بڑی تعداد میں اور معیار کو قائم رکھتے ہوئے شائع کیں اس کی نظیر کوئی دوسرا ادارہ پیش نہ کر سکا۔ اب منقسم ہندوستان میں جتنی کم مدت میں پنجابی پستک بھنڈار نے اُردو کی کتابیں چھاپی ہیں وہ بھی ایک مثال ہے۔ اس ادارہ کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ نئے لکھنے والوں کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔

اس سلسلے کی ایک کڑی "آٹھواں سمندر" واسدیو ایم اے کا افسانوی مجموعہ ہے اس میں ۱۲ کہانیاں شامل ہیں بیشتر کہانیوں میں مختصر افسانہ نویسی کی روایت ملتی ہے۔ پلاٹ سادہ، زبان سادہ، کردار سادہ ہیں۔ انجام عموماً طربیہ!

بعض کہانیوں پر لطیفہ گوئی کا گمان ہوتا ہے "معجزہ" اور "تحفہ" فنی اعتبار سے اچھی کہانیوں میں شمار کی جائیں گی۔ "معجزہ" میں ایک لڑکی کی محبت ایک ڈاکٹر کو دل بدلنے کے فن میں ماہر بنا دیتی ہے۔ اس کی شہرت کو چار چاند لگ جاتے ہیں۔ مگر وہ لڑکی دولت اور شہرت پر ایک دوسرے شخص کی محبت کو ترجیح دیتی ہے اور اس سے شادی کر لیتی ہے۔ اس حادثہ سے ڈاکٹر کا فن مرجھا جاتا ہے اور وہ اپنی ریسرچ کا فائل چاک کر دیتا ہے۔

"تحفہ" میں سدھا کی اپنے شرابی اور غیر ذمہ دار شوہر کی پرستاری ایک ہندوستانی لڑکی کے روپ کو ظاہر کرتی ہے۔ اس کا شوہر "ج" ایک دوسری لڑکی ریتا پر فریفتہ ہے اس سے پیچیدگی پیدا ہوتی ہے۔ سدھا نے، برتھ ڈے پر ریتا کو بلایا اور بہانہ کر کے ایک کمرہ میں دونوں کو تنہا چھوڑ دیا۔ محبت کے انداز کا جائزہ لیا اور دروازہ کو بند کرتے ہوئے کہا، برتھ ڈے کا یہی تحفہ ہے۔ اس پر دونوں کو ندامت ہوئی اور سدھا سے معافی کے خواستگار ہوئے۔ یہاں کرداری وصف کی بجائے کایا کلپ کا عنصر داخل

ہو گیا ہے۔

اس مجموعے کی سب سے اچھی کہانی "آٹھواں سمندر" ہے۔ اس میں ہیرو ایک حسین لڑکی ریتا پر فریفتہ ہو جاتا ہے۔

ص ۷۶۔ گلابی رنگ کے جمپر اور گلابی ہی رنگ کے سادھنا فیشن کے پاجامے میں وہ چلتی پھرتی قیامت تھی۔"

مگر کہانی کے ارتقا پر وہ لڑکی ایک بدمست شرابی گور نام داس کی دھرم پتنی نکلتی ہے۔ اس افسانہ میں خوبصورت کردار ہیں۔ حیرت کی فضا ہے اور نوجوان دل کی حسین لغزش! توقع ہے کہ افسانہ نگار کی خوبیاں وقت کے ساتھ اُبھریں گی۔

کتاب عمدہ چھپی ہے سرورق دیدہ زیب ہے۔

ڈاکٹر سیفی پریمی۔

نقدِ ابوالکلام آزاد

ڈاکٹر رضی الدین

ناشر۔ شعبۂ اُردو، عربی فارسی، سری وینکٹیسورا یونیورسٹی، ترو پتی

سائز ۲۰×۲۶ صفحات ۱۱۱۵

قیمت۔ چالیس روپے

"نقدِ ابوالکلام آزاد" وہ تحقیقی مقالہ ہے جس پر مصنف کو "ڈاکٹر آف فلاسفی" کی ڈگری عطا ہوئی ہے۔ تصنیف جو بقول ڈاکٹر ذاکر حسین قبلہ "اردو کے انانیتی ادب کا ایک تفصیلی اور تقابلی مطالعہ ہے" "گیارہ سو صفحات پر محیط ہے اور ہر صفحہ مصنف کے ذوقِ جستجو، خلوصِ فکر اور بالغ نظری کی شہادت دیتا ہے۔ ہماری نظر سے کم ہی۔۔۔ اور شاید کوئی بھی نہیں۔ تھیسس اس ضخامت کے گزرے ہیں جن میں رطب دیابس سے زیادہ ٹھوس شہادتیں اس بات کی پائی گئی ہوں کہ مقالہ نگار نے صحیح معنی میں حقِ تحقیق ادا کیا ہے۔ واقعات کی تلاش و جستجو میں مصنف نے کتنی کاوش اور جگر سوزی سے کام لیا ہے اس کا اندازہ پوری کتاب کو پڑھنے سے ہوتا ہے۔ خصوصیت کے ساتھ "سرسید اور ابوالکلام آزاد" اور "اقبال اور ابوالکلام آزاد" کے دو باب جو کتاب کی نصف ضخامت رکھتے ہیں بڑی محنت اور دیانت داری کے ساتھ لکھے گئے ہیں۔ بقول ڈاکٹر ذاکر حسین، اس تصنیف کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ "مصنف نے اپنے ہر دعوے کے ثبوت میں دلائل کا ایسا منتخب اور مستند ذخیرہ فراہم کیا ہے" کہ ابوالکلام آزاد پر قلم اٹھانے

ابتدائی ایک سو سے زیادہ صفحات میں انانیت پر مختلف زاویوں سے بحث کی گئی ہے اور اس آئینہ میں مولانا آزاد کی انانیت کا مقابلہ میر، غالب، یگانہ اور سجاد انصاری کی انانیت سے کیا گیا ہے جو بجائے خود بہت فکر انگیز ہے۔ الغرض مولانا آزاد کی ان تحریروں سے ان کے سیاسی و ادبی اجتہاد پر اتنی اچھی طرح روشنی ڈالی گئی ہے کہ مولانا کی پوری زندگی اور زندگی کے تمام گوشے سامنے آ گئے ہیں۔

اس قابل قدر تصنیف پر ڈاکٹر رضی الدین مبارکباد کے مستحق ہیں۔ ان کی یہ کامیاب کوشش مولانا آزاد کے متعلق معلومات کا اتنا بڑا ذخیرہ فراہم کرتی ہے جو کسی ایک کتاب میں مشکل سے ملے گا اور قاری کو بہت سی کتابوں سے بے نیاز کر دینے کو کافی ہے۔

زخموں کے گلاب

ادارس کا

شاعر۔ صلاح الدین نیّر

ناشر۔ مصنّف، ۳۸۴-۲-۲۰ بازار روپ لعل، حیدرآباد، ۲

سائز $\frac{20 \times 30}{16}$ صفحات ۱۶۰

قیمت۔ دو روپے پچاس پیسے

ملنے کا پتہ۔ ادبی ٹرسٹ بکڈپو، کنارا بنک بلڈنگ، عابد روڈ، حیدرآباد۔ ۱

"زخموں کے گلاب" صلاح الدین نیّر کا دوسرا شعری مجموعہ ہے۔ اس سے پہلے "گلِ تازہ" کی اشاعت ہو چکی ہے اس پر اظہار خیال کرتے ہوئے ڈاکٹر سیّدہ جعفر نے لکھا تھا:

"نیّر کی طرزِ ادا میں جو خاص رنگینی، لطافت، رچاؤ، شستہ پن اور شادابی ہے وہ ان کی غزلوں میں ایک مخصوص تازگی اور انفرادیت پیدا کر دیتی ہے۔"

پروفیسر ابو ظفر عبدالواحد نے کہا تھا:

"اس کا اسلوب، طریقۂ اظہار اس کی ماجرائی غزلوں میں بے حد محتاط اور بلیغ ہے۔"

"زخموں کے گلاب" میں غزلیں، رومانی، سیاسی اور تاثراتی نظمیں شامل ہیں "حدیثِ دل" کے تحت نیّر نے اپنی زندگی اور محرکاتِ شعری کے متعلق اشارے کیے ہیں اور کسی مخصوص ادبی نظریہ کی ذہنی وابستگی سے انکار کیا ہے۔

ط۔ "میں شاعری میں کسی خاص ازم پر ایمان نہیں رکھتا!"

مگر اس "انکار بالایمان" کے باوجود ترقی پسند نظریہ کے منقاد اور جدیدیوں کا "انتشارِ حیات" شاعر کی سیاسی نظموں اور غزلوں میں صاف نمایاں ہے۔

غزلوں کے موضوعات میں سماجی، سیاسی اور عشقیہ عناصر داخل ہیں۔ بعض غزلوں میں "غزلِ مسلسل" کا رنگ جھلکتا ہے۔ بعض مقامات پر مضامین کی تکرار بھی ملتی ہے۔ لیکن شاعر نے جو کچھ کہا ہے اس میں صداقت اور تاثیر ہے۔ قاری کی توجہ کو مبذول کرانے کا فن پایا جاتا ہے۔ عموماً کلام عروض و بیان کے لحاظ سے بھی قابلِ قدر ہے مگر بعض مقامات پر شاعر کی نگاہ انتخاب چوک گئی ہے۔ مثلاً

ص ۲۱۔ دیوانے شہر کی گلیوں سے دار تک پہنچے ۔۔۔ خلوصِ عشق! یہ سب تیری سرفرازی ہے

یہاں "دیوانے" بحر میں نہیں آتا۔ "دوانے" نظم ہوگا اور یہ سقم ہے۔ "دوانہ" عورتوں کی زبان ہے۔

ص ۴۳۔ تمہارے واسطے میں نے بھی پھول لائے ہیں ۔۔۔ تمام زخم مرے دل کے مسکرائے ہیں

"میں نے بھی پھول لائے ہیں" جملہ کی یہ ساخت پنجابی نمونہ ہے۔ صحتِ زبان کے لحاظ سے ضمیر واحد متکلم کے ساتھ علامتِ فاعلی (نے) کا یہ محل نہیں ہے۔

غزل کی فضا دلکش ہے۔ احساس و تجربہ کے رنگ جھلکتے ہیں۔ چند اشعار ملاحظہ فرمایئے۔

مسرتوں کا ہمیں امتیاز کر نہ سکے ۔۔۔ تمام عمر رُلاتی رہی ذرا سی بھول

وہی جنوں وہی خودداریاں سلامت ہیں ۔۔۔ میں جی رہا ہوں اُسی شانِ کج کلاہی سے

رفیقو! پاؤں کے چھالوں کو اور چمکاؤ ۔۔۔ چراغِ راہِ وفا میں ہے روشنی مدھم

اجل تنہا پسندوں کے لیے ہے ۔۔۔ مجھے دیکھو سراپا زندگی ہوں

کس کے ہونٹ مہکتے ہیں کس نے تذاق اڑا دی ۔۔۔ اس قدر نہ تھی پہلے شہرِ دل کی آبادی

خوشبوئے وفا ساتھ ہے، گلشن ہو کہ مقتل ۔۔۔ اس شہر کی مٹی میں ترا سانولا پن ہے

نہ جانے کب سے مسلسل ٹپک رہا ہے لہو ۔۔۔ بہت سے زخم ہیں تہذیب کی نگاہوں میں

شاعر کا ذہن زیادہ تر نظم سے مناسبت رکھتا ہے۔ بیشتر نظموں میں مشاہدہ کی سچائی، احساس کا کرب اور طرزِ اظہار کی ندرت پائی جاتی ہے۔ شاعر کی روح ایک بہتر اور شاداب زندگی کی تمنائی ہے۔ چنانچہ "کون قاتل ہے، گاندھی ازم، نئی آواز، وطن ایک لمحہ" وغیرہ نظمیں اسی قبیل کی ہیں۔

شاعر کی رومانی نظموں کا مرکز "گلِ تازہ" ہے۔ اصل میں یہ شاعر کی اپنی دل آویز

علامت ہے۔ اس کا دائرہ اوراقِ زندگی تک محیط ہے۔ گلِ تازہ کی یاد، خوشبو اور کہربائی
غزلوں میں بھی پائی جاتی ہے۔ رومانی نظموں کے عناصر سے جو تصویر بنتی ہے اُسی کا نام۔
زخموں کے گلاب ہے۔ اس میں سماجی قدروں کے احتساب، دو دلوں کی واردات، اندیشے،
آرزو، آسودگی اور محرومی وغیرہ تمام مرحلوں کا ایک مقام پر ہجوم ہے۔

شاعر کی عمدہ نظموں میں "بہار نالاں ہے ہم نشینو، پھر کب آؤ گے، شامِ غزل،
اوراقِ زندگی ہیں۔ "نذرِ مخدوم" یعنی مخدوم محی الدین کی وفات پر شاعر کے تاثراتِ غم میں
خلوص اور زندگی کی حقیقت پسندی نمایاں ہے۔

پروفیسر سیّد احتشام حسین نے "پیش لفظ" میں فرمایا ہے:

"طرزِ اظہار میں زیادہ ٹھہراؤ، رکھ رکھاؤ، پختگی اور شاعرانہ کیفیت کی نمود ہے۔
اس مجموعے میں بہت سے ایسے پہلو ملیں گے جن کی توجیہہ و تشریح ترقی پسند اندازِ نظر ہی کو
سامنے رکھ کر کی جا سکتی ہے۔"

کتاب عمدہ چھپی ہے۔ آرٹ پیپر پر شاعر کی تصویر زینتِ اشاعت ہے عذرا سعید
نے زخموں کے گلاب کا سرورق خلوص سے تیار کیا ہے۔

ڈاکٹر سیفی پریمی

نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا کی اہم کتابیں

کبیر

ڈاکٹر پارس ناتھ تواری ترجمہ: ایم۔ کے۔ درّانی

کبیر کی تخلیقات کی طرح اُن کی زندگی کے بارے میں بھی کم ہی لوگوں کو معلومات حاصل ہیں۔ اس کتاب میں ڈاکٹر تواری نے گہرے مطالعے اور تحقیق کے بعد تاریخی شواہد اور مروّجہ حکایتوں کی بنیاد پر آسان اور دلچسپ انداز میں کبیر کی یہ جامع سوانح حیات سپرد قلم کی ہے۔

قیمت ۲/۵۰

اکبر

لارنس بنیین مترجم: رضیہ سجاد ظہیر

لارنس بنیین کی تصنیف "اکبر" مغل اعظم کی ایک ایسی بے بہا سوانح حیات ہے جس نے دنیا کے ادب میں اپنے لیے خاص مقام پیدا کر لیا ہے لارنس کی اس تصنیف میں اکبر کی خوبیاں، وقار، سادگی اور جیالا پن۔ ایک انوکھے شاعرانہ انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

قیمت ۳/۵۰

آبادی

ڈاکٹر ایس۔ این۔ اگروال مترجم: مخمور جالندھری

اس کتاب میں ایک عام قاری کے سامنے آبادی سے متعلق مختلف مسائل اور اُن کے ساتھ ساتھ حقائق اور اعداد و شمار رکھے گئے ہیں۔ خاندانی منصوبہ بندی کے اہم مسئلے پر یہ کتاب سنگ میل کی حیثیت کی حامل ہے۔

قیمت ۵/۲۵

ملنے کا پتا: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، نئی دلی ۲۵، بمبئی ۳، دلی ۶ اور علی گڑھ ۲

نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا کی اہم کتابیں

کچھوا اور خرگوش — ڈاکٹر ذاکر حسین

یہ کہانی بظاہر بچوں کی کہانی ہے لیکن ذاکر صاحب نے بچوں کی اس کہانی کی آڑ میں آج کے دانش وروں، عالموں اور معلموں کو اُن کے مختصر قد کا عکس دکھلایا ہے۔ اُن کو اپنے محدود دائروں سے نکلنے کی دعوت دی ہے۔ ساتھ ہی ساتھ اُردو نثر کے عمدہ معیار کا ایک نمونہ بھی ہمارے سامنے پیش کر دیا ہے۔

قیمت لائبریری ایڈیشن -/۲ عام -/۱

پنڈت وشنو دگمبر — وی۔ آر۔ اٹھاولے — ترجمہ ش۔ قدوائی

موجودہ دور میں فنِ موسیقی کو سنوارنے اور ابھارنے کے لیے جن فن کاروں نے اپنی زندگیاں وقف کی ہیں اُن میں پنڈت وشنو دگمبر کو بہت اہم مقام حاصل ہے۔ یہ کتاب پنڈت جی کی مختصر مگر جامع سوانح حیات ہے جو شری وی۔ آر۔ اٹھاولے، میوزک ڈائرکٹر، آل انڈیا ریڈیو کے زورِ قلم کا نتیجہ ہے۔ قیمت ۲/۲۵

قاضی نذرالاسلام — بسودھا چکرورتی — ترجمہ: عرش ملسیانی

بنگال کے مشہور باغی شاعر قاضی نذرالاسلام عہدِ حاضر کے ایک ممتاز فرد ہیں۔ ہندوستان کی جنگِ آزادی کے دور میں نذرالاسلام نے بڑی اذیتیں اُٹھائیں اور ان اذیتوں سے ایسی شاعری نمودار ہوئی جس نے نہ خود شاعر کو بلکہ اُن کے مقاصد کو جو اُسے عزیز تھے، بقائے دوام بخشی۔

قاضی نذرالاسلام کی یہ مختصر سوانح حیات بڑی سوجھ بوجھ کے ساتھ لکھی گئی ہے۔ قیمت ۲/۲۵

تقسیم کار: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دلی ۲۵، دلی ۶، بمبئی ۳ اور علی گڑھ ۲

مطبوعات نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا

۱۹۵۷ء میں حکومت ہند کی وزارت تعلیم نے نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا کے نام سے ایک بڑے اور خود مختار اشاعتی ادارے کی داغ بیل ڈالی۔ اس ادارے کا اوّلین مقصد ملک میں ایک ایسی ہمہ گیر تحریک چلانا تھا جس کے ذریعہ ہندوستان کے عوام میں کتابیں پڑھنے کا زیادہ سے زیادہ شوق پیدا کیا جائے نیشنل بک ٹرسٹ کو اپنے اس مقصد کے حصول میں خاطر خواہ کامیابی ہوئی۔ یہ ادارہ اب تک پانچ سو سے زیادہ کتابیں ہندوستان کی مختلف علاقائی زبانوں میں شائع کر چکا ہے۔ ان میں مندرجہ ذیل کتابیں اُردو میں بھی شائع کی گئی ہیں۔

آبادی	مصنف ڈاکٹر ایس اگروال	ترجمہ	مخمور جالندھری	۵/۲۵
اکبر	″ لارنس بنیس	″	رضیہ سجاد ظہیر	۳/۵۰
پنڈت وشنو دگمبر	″ دی آر، اٹھلے	″	غ۔ قدوائی	۲/۲۵
عظیم باغی	″ ڈینس کنکیڈ	″	ڈاکٹر پرماتما سرن	۶/۲۵
قاضی نذرالاسلام	″ یسودھا چکرورتی	″	ع ش ملسیانی	۲/۲۵
کبیر	″ ڈاکٹر پارش ناتھ تیواری	″	ایم، کے، درّانی	۲/۲۵
کچھوا اور خرگوش	″ ڈاکٹر ذاکر حسین	بلا مجلد -/۱	مجلد	-/۲

گاندھی کا ہندوستان: کثرت میں وحدت مرتبہ نیشنل گاندھی صدی، سب کمیٹی　۲/۲۵

گرونانک	مصنفہ گوپال سنگھ	ترجمہ:	مخمور جالندھری	۳/۲۵
ملتی جلتی تصویریں	″ بھگوتی چرن ورما	″	رضیہ سجاد ظہیر	۵/۰۰

بچوں کے لیے انتہائی خوبصورت اور دلچسپ کتابیں

باپو (باتصویر سوانح عمری) دو حصوں میں　قیمت -/۳

پرندوں کی دنیا	۱/۵۰	کشمیر	۱/۵۰
جنت کی سیر اور دوسری کہانیاں	۱/۵۰	ہماری ندیوں کی کہانی	۱/۵۰
رسیلی کہانیاں	۱/۵۰	ہمالیہ کی چوٹیوں پر	۱/۵۰

مکتبہ جامعہ لمیٹیڈ نئی دلی ۲۵، اردو بازار دہلی ۶

بمبئی ۳ اور علی گڑھ ۲

شعری مجموعے

آئینہ در آئینہ
عزیز قیسی

"آئینہ در آئینہ" ایسا مجموعہ ہے جس میں ارباب ذوق نظر آج کی آس آواز کے مختلف ...رے اور خد و خال دیکھ سکتے ہیں جو شاعر کے انفرادی تجربات کا وسیلۂ اظہار ہوتے ہوئے ...معاصر زندگی کی بے معنویت اور اس بے معنویت میں نئی معنویت کی تلاش کے عمل سے عبارت ...۔ اس مجموعے میں آپ کو وہ شعریت ملے گی جو زندگی کے عام سادہ اکربناک، درشت اور ...دردے تجربات کو تخلیق کے عمل سے گزار کر کائنات کو فنی ترتیب دینے کی خواہش سے پیدا ...ہوا ہے۔

قیمت -/۴

نجات سے پہلے
قاضی سلیم

اس مجموعے کو پڑھ کر آپ یہ محسوس کریں گے کہ آپ نئے تجربے سے دوچار ہو رہے ...ہیں، ایک نئی آواز سن رہے ہیں۔ اس آواز میں جذبات کی شدت ہے، زندگی کا کرب ہے ...اور اس کے ساتھ ہی وہ خلوص ہے جو ایک اچھی شاعری کا لازمہ ہے

قیمت -/۴

اشعار
حسن نعیم

حسن نعیم صاحب کی غزلوں کا پہلا مجموعہ جس کے اشعار آپ کو اپنی گرفت میں لے کر دیر تک سوچنے پر مجبور کرتے ہیں یہ صورت حال ان کے نت نئے استعاروں یا ان کی اچھوتی تراکیب کی بنا پر ہے کہ اسی میں ان کے ترشے ہوئے دلکشن کا ہاتھ ہے۔

قیمت -/۸

...وقت کی صدیاں
داؤد غازی (مرحوم)

غازی کے یہاں واردات قلبی کی خوبصورت اور دلنشیں تصویریں بھی ہیں اور سیاسی ...سماجی حالات کی طرف پُرکیف اشارے بھی، مجموعی حیثیت سے غازی کی شاعری میں صناعی کم ہے۔

اور تجربہ زیادہ۔ غزلوں اور نظموں کا بہترین مجموعہ۔ قیمت -/۴

دو قدم، ایک منزل
شائستہ قدوائی

یہ ٹوڈی جرگوں کے اس معاشرے کی منظوم داستان ہے جس میں اولاد کا سلسلۂ نسب "ماں" کی طرف سے چلتا تھا۔ عورت بیاہ کر سسرال نہ جاتی تھی بلکہ شوہر اپنا جرگہ چھوڑ کر زوجہ کے قبیلہ میں آباد ہو جاتا تھا۔ ایک تاریخی دستاویز۔ قیمت ۵/۰

سر وادیٔ سینا
فیض احمد فیض

تخلیق کے سرچشمے، موضوعات کی تلاش یا اسلوب کی جدت کے لیے جس چیز سے سب سے زیادہ مدد مل سکتی ہے وہ مسائلِ حیات کا عرفان ہے۔ اور یہ عرفان آپ کو فیض کی شاعری میں ملے گا۔ قیمت -/۲

پرِ طاؤس
اختر انصاری دہلوی

اختر انصاری کے قطعات بیسویں صدی کی اردو شاعری کا ایک روشن باب ہیں اس عہد کے گراں قدر ادبی اکتسابات اور زندۂ جاوید فنی کارناموں میں اُن کو ایک مقتدر اور نمایاں مقام حاصل ہے۔ قیمت -/۳

شامِ بہاراں
دیا بریلوی

"شامِ بہاراں" کی بڑی خوبی اس کے کلام میں جدید و قدیم کا توازن، روایات اور انداز کا احترام، عمومیت اور حقیقت نگاری کا احساس، مزاجِ غزل کی پاسداری فن کی باریکیوں پر نظر رکھنا اور خاموش ریاضت ہے قیمت ۵۰/۰

ترنم
کامل چاندپوری

کامل چاندپوری کے کلام میں سادگی کے ساتھ پُرکاری اور تغزل ترنم کے ساتھ ہم آہنگی و برنائی پوری تابانی کے ساتھ پائی جاتی ہے۔ قیمت -/۵

میری حدیثِ عمرِ گریزاں
آنند نرائن مُلّا

[illegible]

، وہ اسے معجز ولیست از پیغمبری" بنا دیتا ہے۔ فکر کی تازگی و گہرائی ، نظر کی صحت نے
ب کی شاعری کو خاصے کی چیز بنا دیا ہے۔ قیمت ۱۰/۵۰

رِ سحر

(ڈاکٹر) انوار الحسن انوار

غزلوں اور نظموں کا یہ مجموعہ ایک " محروم محبت " کی آرزوؤں کا ایسا گلشن ہے جس سے
ڈھکی ہے ۔ یہ گردش دوراں اور ستم ہائے روزگار کے ستائے ہوئے انسان کے
اہیں جنھوں نے پیکرِ شعری میں ڈھل کر اس مجموعہ کی شکل اختیار کر لی ہے ۔ قیمت ۔/۲

مائے دل

ساحر بھوپالی

" بحر حال " کے بعد ساحر بھوپالی کا دوسرا مجموعۂ کلام ۔ غزلیات کے اس مجموعے
پ کو وہ سب کچھ ملے گا جس کی آپ ایک اچھے غزل گو شاعر سے توقع رکھتے ہیں ۔
قیمت : ۳/-

قِ سفر

غلام ربانی تاباں

غزل رمز و ایما کی شاعری ہے ۔ اس میں نہ تو نظم کا ظاہری تسلسل ہوتا ہے اور نہ
اندازاس کا ایک اپنا مزاج ہے ۔ ایک مخصوص لہجہ ہے ۔ ایک خاص آہنگ ہے ۔
ڑی حد تک دوسرے اصنافِ سخن سے مختلف اندازِ بیان ۔ غزلوں کا یہ مجموعہ حسن و
ی کی واردات تک محدود نہیں اس میں ایک خاص نظریۂ حیات کی جھلک ہے ۔ قیمت ۔/۵

زل

مجروح سلطان پوری

شاعری کی پہلی اور آخری شرط یہ ہے کہ وہ سامع و قاری کے خیالات اور جذبات کی
ن ہو ۔ مجروح کی شاعری اس شرط کو پورا کرتی ہے ۔ غزلوں کے اس مجموعہ میں مجروح کی
رہ ترین غزلیں بھی شامل ہیں ۔ عمدہ کتابت ۔ بلاک کی اعلیٰ طباعت ۔ قیمت ۔/۵

شرارِ سنگ

عرش ملسیانی

عرش ملسیانی کا شمار صفِ اول کے شاعروں میں ہوتا ہے " شرارِ سنگ "
پ کے تازہ ترین کلام کا مجموعہ ہے ۔ جس میں آپ کو " غمِ دوراں " غمِ جاناں ، غمِ پنہاں

اور غمِ این و آں، کی جھلکیاں ملیں گی۔ قیمت -/۸

ذوقِ جمال عنواں چشتی

فکر و خیال کی بلندی، زبان کی صفائی اور بیان کے حسن کا لحاظ رکھتے ہوئے عنواں چشتی نے جو لب ولہجہ اپنایا ہے اس میں بڑا لوچ ہے۔ ان کی بیشتر غزلیں مانوس اور رواں دواں بحروں میں ہیں یہی وجہ ہے کہ ان میں نغمگی کا احساس ہوتا ہے قیمت

تیکھی غزلیں مظفر حنفی

مظفر حنفی واحد شاعر ہیں جنھوں نے روایت پرستی اور فن کے جامد تصورات سے اپنے آپ کو بچائے رکھا ہے آپ کی غزلوں میں ایک نوع کی تازگی اور تیکھا پن ہے۔ قیمت:

متاعِ کلیم کلیم احمد آبادی

"متاعِ کلیم" میں جہاں وارداتِ حسن و عشق اور حساسات و جذباتِ محبت کی سچی تفسیریں موجود ہیں، وہیں ایسے اشعار بھی بکثرت ملتے ہیں جو فکر و تجربہ کے بغیر نہیں کہے جا سکتے۔ قیمت -/۴

خالی مکان محمد علوی

"خالی مکان" میں احساس کا نیاپن اور زاویۂ نظر کی انفرادیت ہر جگہ نمایاں ہے۔ یہ نیاپن اور انفرادیت کسی شعوری کاوش کا نتیجہ نہیں ہیں بلکہ ان کا راز احساس اور اظہار دونوں کی بے ساختگی میں مضمر ہے۔ قیمت -/۴

متاعِ تسکین تسکین قریشی (مرحوم)

تسکین کی شاعری میں غزل کی ساری صالح روایات اور اس کے مزاج کی آئینہ داری ملتی ہے۔ اور دل میں اترنے والے نشتر بکثرت مل جاتے ہیں ان کی شاعری میں لب و لہجہ کی خوش آہنگی سب سے بڑی چیز ہے۔ قیمت -/۳

رمز و کنایات فراق گورکھپوری

شعریت میں ڈوبا ہوا تفکر، عالمِ خیال میں ڈوبی ہوئی نغمگی، سنگیت

میں ڈوبے ہوئے جذبات یہ ہیں" رمزو کنایات " کی غزلوں کی خصوصیات۔ قیمت ۷/۵۰

نغمۂ سرمد
ترجمہ۔ عرش ملسیانی

سرمد کی رباعیاں اپنی گہرائی اور گیرائی میں قدر اوّل کی چیز ہیں۔ اور انھیں بلا تکلف خیام کے مقابلے میں رکھا جا سکتا ہے۔ سرمد کی رباعیات منظوم ترجمہ۔ قیمت -/۵

حدیثِ دل
غلام ربانی تاباں

غلام ربانی تاباں نے اس راز کو پالیا ہے کہ اگر اپنے ماحول اور مسائل کا صحیح شعور ہو تو غزل بھی زندگی کا ساتھ دے سکتی ہے اور غزل گو کی شخصیت کا آئینہ بننے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ تاباں کی زبان مترنم، اشارے معنی خیز، خیالات فکر انگیز اور طرزِ ادا فن کارانہ ہے۔ قیمت ۳/۲۵

یدِ بیضا
ساحر بھوپالی

شاعری کے اَن گنت روپ ہیں اور شاعر کے شعور کی مختلف منزلیں، اس لیے ہر شاعر دل آویزی کے نئے سامان لے کر آتا ہے۔ ساحر بھوپالی نے "یدِ بیضا" میں اس صداقت پر ایک اور مہر لگا دی۔ دلکش اور رنگین غزلوں کا مجموعہ قیمت -/۳

ہفت رنگ
عرش ملسیانی

"ہفت رنگ" عرش ملسیانی کے زورِ سخن کا آئینہ دار ہے۔ یہ ایک گلدستہ ہے ایسے پھولوں کا جو اپنی مہک سے مشامِ ادب کو مہکاتے رہیں گے قیمت -/۳

بیکراں
جگن ناتھ آزاد

آزاد کے شعروں کی نرم آواز اور دھیمی کسک جو بہ ظاہر ایک قسم کے شخصی اظہار اور ذاتی افتادِ طبع کا نتیجہ معلوم ہوتی ہے۔ آہستہ آہستہ ان کا کلام سننے اور پڑھنے والے کے احساس کا جزو بن جاتی ہے۔ حقیقی جذبات اور فن کو شعوری طور پر برتنے کی اس صلاحیت نے ہی آزاد کو قبول ترین شاعر بنا دیا ہے قیمت ۴/۵۰

مثنوی حیات و کائنات
ڈاکٹر سید عبدالمجید

جدید سائنس کے اصولِ ارتقا پر اس مثنوی کا مرکزی خیال قائم کیا گیا ہے۔ اُردو میں شاید فطری، علمی، اخلاقی اور تمدنی ارتقا کے پیچیدہ مسائل کو ایک مسلسل نظم یا مثنوی کی شکل میں پیش کرنے کی یہ پہلی اور کامیاب کوشش ہے۔ قیمت ۳/۵۰

مزامیر (جلد دوم)
مرتبہ۔ اثر لکھنوی

خدائے سخن میر تقی میر کے دیوان دوم تا ششم کا بہترین انتخاب جسے اثر لکھنوی مرحوم نے بڑی محنت سے کیا ہے۔ قیمت -/۵

ولاس یاترا
کمار پاشی

موجودہ کائنات میں دیومالائی سرزمینوں کی دریافت کی ہولناک دستاویز ایک طویل اور حسین ترین نظم۔ قیمت -/۱۰

حرفِ نیم شب
شمیم کرہانی

شمیم کرہانی کے کلام کا تازہ مجموعہ "حرفِ نیم شب"، دورِ حاضر کی تہذیبی اقدار اور ہماری قدیم ادبی روایات دونوں کا امین ہے۔ قیمت -/۶

اُردو میں ترقی پسند ادبی تحریک
خلیل الرحمٰن اعظمی

اس مقالے کی ترتیب اور منصوبہ بندی میں ایک سائنسی انداز کارفرما ہے۔ مقالہ نگار نے اپنے موضوع کے ہر ہر گوشے سے متعلق واقفیت بہم پہنچائی ہے اور تمام ضروری دستاویزوں کو بڑی کاوش اور ریاضت سے فراہم کیا ہے۔ قیمت -/۱۲

پرنٹر پبلشر سید احمد ولی نے کوہ نور پریس دلّی میں چھپوا کر مکتبہ جامعہ لمیٹڈ جامعہ نگر۔ نئی دلّی ۲۵ سے شایع کیا۔

مینجنگ ایڈیٹر:- شاہد علی خاں

ایڈیٹر:- ولی شاہجہانپوری

ماہنامہ کتاب نما دہلی نئی ۲۵ پیسے

لائبریریوں کے لیے سالانہ ایک روپیہ

جون سنہ ۱۹۷۲ء

جلد نمبر ۱۳ شمارہ ۶

سالانہ تین روپے

فی پرچہ ۳۰ پیسے

اشاریے

اِدھر کچھ دن سے — خصوصاً وسط مدتی پارلیمانی انتخابات کے بعد سے — ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اردو کے مقدمہ کا فیصلہ کسی نہ کسی حد تک اردو والوں کے حق میں ہو جائے گا اور شاید یہی وجہ ہے کہ اب احتجاجی آوازیں بہت دھیمی ہو گئی ہیں۔ عرصہ سے اترپردیش سرکار کی قائم کردہ "اردو اکیڈمی" کی سرگرمیوں کے متعلق کچھ سننے میں نہیں آرہا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ اس ریاست کے اردو دوستوں کو اکیڈمی کی طرف سے دی گئی یقین دہانیوں میں اعتماد پیدا ہو گیا ہے۔ اگر یہ صورت ہے تو اسے افسوسناک ہی کہا جا سکتا ہے کیونکہ یقین دہانیوں کی افیون تو ۲۵ برسوں سے گھول گھول کر پلائی جا رہی ہے۔ ہمیں ڈر ہے کہ اس مرتبہ بھی ہم دانستہ وہی دھوکا نہ کھا جائیں جو ربع صدی کی طویل مدت سے کھاتے چلے آرہے ہیں۔ مقصد کہنے کا یہ ہے کہ اردو دوستوں کو کسی خوش فہمی میں پڑ کر اپنی عملی سرگرمیوں میں کمی نہیں کرنی چاہیے۔ اگر ہم نے خود کچھ نہ کرنے کی عادت ترک نہ کی تو اردو اکیڈمی ہمارے کسی کام نہ آئے گی۔ ضرورت ہے کہ ہم زیادہ سے زیادہ فعال بن جائیں اور اکیڈمی کو حرکت میں لاتے رہیں۔

مرکز نے بھی ایک سولہ رکنی کمیٹی اردو کو فروغ دینے اور اس کی راہ میں رکاوٹوں کی نشان دہی کرنے کے لیے بنائی ہے۔ اس کمیٹی کا افتتاحی

اجلاس ۲۲ مئی کو نئی دہلی میں ہوا۔ کمیٹی کے صدر جناب اندر کمار گجرال نے اپنی تقریر میں یہ بڑے پتے کی بات کہی ہے کہ ملک کی تقسیم سے قبل کی سیاست اور تقسیم کے بعد کے حالات نے اُردو کے خالص لسانی مسئلے کو سیاست دانوں کے ہاتھ کا کھلونا بنا دیا۔ نتیجے میں الزامات اور جوابی الزامات کا ایک غیر ضروری سلسلہ شروع ہو گیا اور ہماری تمام توجہ اصل مسائل سے ہٹ گئی۔ گجرال صاحب نے تسلیم کیا کہ اردو کی ترویج و ترقی کے لیے پچھلے ۲۵ برس میں جو اقدامات کیے گئے ان پر صحیح طریقہ پر عمل نہ ہو سکا۔ اپنی تقریر میں موصوف اور مرکزی وزیر تعلیم پروفیسر نورالحسن نے یہ یقین دلانے کی کوشش کی ہے کہ موجودہ کمیٹی اس سلسلہ میں صدق دلی کے ساتھ بہت کچھ کرنا چاہتی ہے۔

اب تک کے تجربات کے باوجود ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہمیں ان یقین دہانیوں کا خیر مقدم اس لیے کرنا چاہیے کہ مرکزی حکومت کو یہ احساس ہو گیا ہے کہ اب تک عملاً اُردو کے لیے جو کچھ بھی کیا گیا ہے وہ ناکافی ہے۔ مگر یہ تو اربابِ حکومت کی باتیں ہیں۔ ہمیں تو یہ دیکھنا ہے کہ ہم خود کیا کر رہے ہیں۔ کیا جلسوں میں دھواں دھار تقریریں کرنے والے درحقیقت اردو کو اس قابل سمجھتے ہیں کہ اپنے بچوں کو اُردو کی تعلیم دلائیں؟ کیا ایسے اصحاب بچوں کو اُردو مدارس میں نہ سہی، گھر پر ہی اُردو کی تعلیم دلانا پسند کرتے ہیں؟ افسوس کہ ان سوالوں کا جواب، صدفی صد اثبات میں نہیں دیا جا سکتا۔ یہی دورنگی ہمارے حق میں سم قاتل ہے اور اردو کی راہ کا بھاری پتھر۔ اسے دور کیجیے اور اپنے قول و عمل میں مطابقت پیدا کیجیے تو آپ کے مطالبات میں وہ خلوص پیدا ہو گا جسے کوئی نظر انداز نہ کر سکے گا۔

خواجہ عبدالغفور آئی۔اے۔ایس

"گھر آنگن"

جان نثار اختر ——— (ایک مطالعہ)

گھر آنگن۔ چولہا چکی۔ دال روٹی۔ سیون پُروون سِتلے دانی۔ نوع بنوغ گھر ہستی کے لوازمات ہیں جو ہر گھریلو عورت اپنے مقسوم میں لکھا لاتی ہے۔

فکر معیشت، غم روزگار، غم دوراں دماغی کیفیات ہیں، جن سے کسی مرد کو چھٹکارا نہیں۔ دُنیا کی گاڑی بس انہیں دونوں پہیوں کے سہارے چلتی ہے، اور دنیا کے کاروبار کا یہی ڈھنگ ہے۔

جب زندگی سی نہج پر چل رہی ہو تو پھر اِدھر اُدھر کی باتیں سوچنے کا موقعہ ہی کیا ہے؟ اور جو موقعہ ملے بھی تو گھر سے باہر ہی۔

جہاں شادی ہوئی کہ بیوی، ساس سسر۔ نند نندوئی اور دیگر سسرالی رشتہ داروں کی خدمت میں لگ جاتی ہے اور شوہر کا منہ دیکھنا بھی نصیب نہیں ہوتا۔ وہ چاہے منہ دیکھے کہ نہ دیکھے، بال بچے، آل اولاد اور خاندان کی تربیت، تدوین، تزئین اور سلسلہ داری شروع ہو جاتی ہے اور اگر محض حسنِ اتفاق سے کچھ عشق و عاشقی کی بُنیاد (ورنہ) پر شادی ہوئی ہو بھی تو اس کے متعلق حضرت اکبر الہ آبادی نے اس کی بشارت یوں دی ہے ؎

عاشقی قید شریعت میں جب آجاتی ہے
جلوۂ کثرت اولاد دکھا جاتی ہے

گھریلو زندگی کا نقشہ اسمٰعیل میرٹھی نے یوں کھینچا ہے۔

ماں بچے کو گود میں لیے دودھ پلا رہی ہے۔ باپ حقہ پی رہا ہے چلم بجھ جاتی ہے تو کبھی نیچے میں پانی رک جاتا ہے۔ آج کل سارے پکوان گیس پر

ہوتے ہیں یا پرانی مس کے جوڑ ھے پر۔ بے چارے باپ کے حقے کے لیے کوئلہ بھی مشکل سے ہی ملتا ہے اب ایسی صورت میں بتائیے کہ میاں بیوی اور کیا کرتے ہیں سوائے اس کے کہ ایک دوسرے کے عیب گنائیں، آپس میں پیار و محبت کی باتوں کا تصور ہی اٹھتا جارہا ہے۔ عشق و عاشقی کا دور طالب علمی کے ساتھ اور پھر شادی سے پہلے پہلے ہی ختم ہوجاتا ہے۔ اس کے بعد جو دورہ پڑا بھی تو فرصت اور استطاعت کس کو نصیب ہے؟ کبھی کسی پارک میں رات گئے دیر تک جھیل میں بیٹھے بھی ہوں تو گشت کرنیوالا سپاہی ضرور پوچھے گا "کیا تم دونوں شادی شدہ ہو؟" اور جواب تو یہی ہوگا "ہاں ہم دونوں ہی شادی شدہ ہیں" اس پر لازماً ہدایت یہی ہوکہ پھر گھر کیوں نہیں جاتے۔ ظاہر ہے کہ سوچ یہ ہوگی کہ کس کے گھر جائیں۔ عورت کا شوہر یا مرد کی بیوی کیسے ان کو گھر کے اندر قدم رکھنے دیں گے۔

لگتا ہے کہ میاں بیوی کے بندھن میں پیار و محبت کا کوئی مقام نہیں انگریزی معاشرہ میں تو سب کچھ جائز ہے اور ہر بات کی سہولت ہے۔ کسی کمپنی کے سیلزمین نے دور دراز مقام سے تار بھیجا کہ وہ کمپنی کے لیے خریداری میں مشغول ہے اس کو لوٹنے میں اور دن لگیں گے۔ بیوی کو دال میں کالا لگا اس نے بھی تار بھیجا کہ اگر وہ اپنی خریداری ختم کرکے جلدی گھر نہ لوٹیں گے تو بہ خود اس جنس کی فروخت شروع کردیگی کہ جسکی شوہر خریداری کررہے ہیں۔ جیسے کو تیسا۔ لیجیے کیا انصاف ہے!

دنیا بھر کی تمام زبانوں میں شاعری اور داستان شادی کے بندھن سے پہلے یا ان بندشوں سے باہر ہی باہر پروان چڑھتے رہے ہیں۔ بالخصوص اردو میں ہجر و فرقت، جدائی اور مجبوریاں، طرفین کے ماں باپ کی عائد کردہ پابندیاں رقیب کی خلل اندازی یہی تو حاصل کلام ہوا کرتے ہیں

ٹیپ کا بند ہوتا ہے سے

تم ہمارے کسی طرح نہ ہوتے
ورنہ دنیا میں کیا نہیں ہوتا

مغربی ماحول میں کورٹ شپ کا زمانہ بڑا رنگین ہوتا ہے لیکن وہاں پر تو پابندیاں ہٹا دی جاتی ہیں صرف انتظار اور تیاری کے سوا باقی راستے صاف رہتے ہیں اسی لیے تو ہم ہندوستانیوں نے بڑے فخر کے ساتھ یہ کہنا شروع کیا کہ مغرب میں پہلے عشق و محبت پھر شادی، اور ہمارے ہاں اس کے برعکس پہلے شادی پھر پریم کی پینگ۔ مگر سوال یہ ہے نا کہ کہاں ہیں وہ رنگین زمانے۔ وہ پُرکیف دن اور راتیں؟ حضرت عشق کی کارفرمائی تو کہیں نہیں نظر آتی، اسی لیے ہماری شاعری میں رومان متاہلانہ زندگی کے باہر ہی باہر چکر کاٹتا ہے۔ کہیں تاک جھانک کہیں کسی کو دیکھ کر آہ بھرنا کبھی کسی کو بالواسطہ یا پیام کے ذریعے پریم پتر بھیج دیے وہ بھی ڈرتے ڈرتے کہ اگر کسی کو رازداں بنالیا تو پھر ——

ذکر اس پری وش کا اور پھر بیاں اپنا بن گیا رقیب آخر تھا جو رازداں اپنا

شاعری میں میاں بیوی کے تعلقات کا کہیں ذکر ملتا ہے تو جعفر زٹلی کی ہجو میں۔

کھائے بہت اور کچھ نہ کرے سارے گھر سے لڑتی پھرے
کام کرے تو ایسا کرے چولھے کی ہانڈی [اوندھی؟] دھرے

البتہ اختر شیرانی جیسے رومانی شاعر نے عام ڈگر سے ہٹ کر لکھا تو "پردیسی کی یاد" —— ایک ہجراں نصیب بیوی کی زبانی —— یوں لکھا۔

مگر اب ان کے جاتے ہی قیامت ہو گئی برپا
جس آفت کا تھا اندیشہ وہ آفت ہو گئی برپا

اختر شیرانی نے "پہلا خط —— ایک بیوی کی طرف سے اپنے شوہر کے نام" —— اس طرح لکھا ہے

احوالِ دل لکھوں، کہ خواہشِ مدعا لکھوں
رکتے ہوئے ہیں لفظ، آخر میں کیا لکھوں

ساحر نے "سہاگ رات" کی حد تک اپنا رومان بیوی کے تعلق سے

سہاگ رات ہے گھونگھٹ اٹھا رہے ہو تم
سمٹ رہی ہوں میں بل کھا کے اپنی بانہوں میں

گھر آنگن کی شاعری کا انداز فارسی میں مغل شہنشاہ جہانگیر اور ملکہ نورجہاں کے مکالموں میں ملتا ہے۔

جہانگیر — ترا کہ تکمۂ لال است در قبائے حریر
شدہ است قطرۂ خونِ منت گریباں گیر

(تری حریر کی قبا میں جو لعل کا تکمہ لگا ہوا ہے دراصل
میرے خون کا قطرہ تیرے گریباں سے لگا ہوا ہے)

نورجہاں — نیست جاناں در گریبانِ تو رنگِ زعفراں
زردیٔ رنگِ رُخِ ما شد گریباں گیرِ تو

اے محبوب تیرے گریباں میں زعفران کا رنگ نہیں ہے بلکہ ہمارے چہرے کی زردی تیری گریباں گیر ہوئی ہے۔

ہندی کے دوہوں میں بھی کہیں کہیں ایسا رنگ ملتا ہے

پیارے بھری نیند کی بات تمہارے ہاتھ
آوت تھی تم ساتھ ہی گئی تمہارے ساتھ

پریتم ہم تم ایک ہیں کہن سنن کے دو تے
من سے من کو تول لو، دو من کبھی نہ ہوتے

اسی کچھ استثنار کے سوا ہماری شاعری میں زیادہ تر معشوق کی تصویر ہیجان انگیز طریق پر کھینچی جاتی رہی ہے اور ایسا لگتا ہے کہ جیسے کوک شاستر پڑھ رہے ہیں۔

ہرا دامستانہ سر سے پاؤں تک چھائی ہوئی
اُف تری کافر جوانی جوش پہ آئی ہوئی

مستی ... کا گ ... جوش ... ا

گویا کہ وہ نہاتے ہوئے ہیں شراب میں

ایک ستم اور لاکھ ادائیں اُف رے جوانی ہائے زمانے
ترچھی نگاہیں، بند قبائیں اُف رے جوانی ہائے زمانے

دی شب وصل موذن نے اذاں پچھلی رات
ہائے کمبخت کو کس وقت خدا یاد آیا

امیر مینائی — نمود حسن دونی ہو گئی ہے خود نمائی سے
اُبھر آیا ہے جوبن اور جب وہ تن کے بیٹھے ہیں

امیر مینائی — اُڑائے جاتے ہیں عاشق کے دل کو سینہ زوری سے
غضب کے دو اُچکے بھیس میں جوبن کے بیٹھے ہیں

فارسی — بروئے سینہ اش سیب دو پارہ
علاجِ قوتِ ضعفِ نظارہ

ہندی۔ ہری کینچلی کس مسی مسکی نیں کے ہیر
بک نا کلی گلاب کی نکست للت لگیر

جاں نثار اختر نے پہلی بار "ہدایت نامہ بیوی خاوند" جیسی لاجواب چیز پیش کی ہے جس کا نام ہے گھر آنگن، ان کا یہ نیا تجربہ، اچھوتا مضمون اور دلچسپ اندازِ بیان اردو شاعری اور تفکر کے لیے ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے اتباع اور پیروی کی سخت ضرورت ہے تاکہ اردو ادب اس نئے مضمون سے مالا مال ہو جائے۔ اور شادی شدہ حضرات کی بے کیف زندگی میں کیف دکم نصیب ہو۔

اور خود ہی بچھڑ لے انگلی پر ڈالے

گھر گرہستی کے کتنے خوبصورت روپ دکھاتے ہیں جاں نثار اختر نے۔

اب دیکھیے یہ بیوی۔ محبوبہ یا معشوقہ۔ دل بر، دل آرا کیسے بن جاتی ہے۔ روئداد شروع کی ہے سہاگ رات سے۔

وہ پہلے پہل تجھ کو منانے کا سرور
گھونگھٹ میں وہ مکھڑے کا جھمکتا ہوا نور
شرما کے وہ بانہوں میں سمٹنا تیرا
آنکھوں میں کنواری پن کا میٹھا وہ غرور

وہ تیری سپردگی کا عالم توبہ
کولھوں سے وہ خود بخود سرکتی ساری

گھر بار کی ساری تصویریں ان قطعات میں اکھرتی ہیں۔ روزمرہ کے سکھ دکھ، کاروبار سے باہر آنا جانا، انتظار، حسنِ گفتار، تندرستی کا عذاب، ذہانت کی گھڑی کا انتظار، سجاوٹ سلیقہ، دلاسہ سب کچھ ہے لیکن اس روزمرہ کی انجمن میں پیار نہ تو مرتا ہے نہ کھو جاتا ہے۔

اب تک وہی بچپنے کی ہٹنے کی ادا
ہر رات مناتا ہے مرا پیار تجھے
سمجھا تھا تجھے جیت چکا ہوں لیکن
لگتا ہے کہ جیتنا ہے ہر بار تجھے

جاتے ہوئے وہ پیار سے اپنا میرا
ہر رات تو سینوں میں نفاست کی
اور اس کا بڑے ناز سے اتنا کہنا

کیا میرے بنا نیند بھی آجائے گی

یہاں پر بیوی، ناصح یا محتسب نہیں بلکہ :

کل تم تو چلی جاؤ گی پھر کون بھلا
اس طرح رکھے گا میرے پینے کا حساب
ہاتھوں سے مرے چھین کے بوتل ہر رات
اپنے ہاتھوں سے کون ڈالے گا شراب

اب ذرا چھیڑ چھاڑ ملاحظہ فرمائیے۔ زبان کی شیرینی اور لوچ نے عورت کے لب و لہجہ کو اتنا لطیف بنا دیا ہے کہ اگر ہمیں شاعر کا نام معلوم نہ ہو تو بالکل ایسے لگے کہ یہ عورت کی کہانی خود اس کی زبانی ہے۔

وہ جان کے بھی مجھ کو ستاتے ہیں کبھی
نکلوں جو نہا کے تو ڈراتے ہیں کبھی
آئینے کے آگے نہ بدلنا کپڑے
آئینے میں عکس رہ بھی جاتے ہیں کبھی

ایک صحت مند تنومند جذبات سے بھرپور عورت کو ایک نہ ایک دن باوجود خاندانی منصوبہ بندی کی چیخ و پکار کے اس بات کا بھی سابقہ کرنا پڑتا ہے

اک روپ نیا آپ میں پاتی ہوں سکھی
اپنے کو میں بدلی نظر آتی ہوں سکھی
خود مجھ کو مرے ہاتھ حسیں لگتے ہیں!
بچے کا جو پالنا ہلاتی ہوں سکھی

ریختی گوئی کیا ختم ہوئی کہ عورت کی زبان میں اس کے جذبات کے اظہار کا امکان بھی یکلخت ختم ہو گیا۔ کیا تو مرد بیگماتی زبان میں خوب گل کھلاتے تھے اور بعض شاعر تو عورتوں کے ساتے میں مشاعرے میں شرکت کیا کرتے تھے اب تو خواتین خود ہی بڑی مردانہ وار تذکیری میں سب کچھ کہتی ہیں۔۔

جاں نثار اختر نے اس اسلوب کو بڑی عمدگی سے ایک نئے روپ میں ڈھالا ہے اور پھر سے عورت کو ایک نیا نکھار، نیا جذبہ و وارفتگی عطا کیا ہے۔

ہر رسم و روایت کو کچل سکتی ہوں
جس رنگ میں ڈھالیں مجھے ڈھل سکتی ہوں
اکتانے نہ دونگی ان کو اپنے سے کبھی
ان کے لیے سو روپ بدل سکتی ہوں

جان نثار اختر کی، گھر والی، ناز و انداز و حیا، شوخی اور بے باکی سے بھی بیگانہ نہیں۔

رہتا ہے عجب حال مرا ان کے سات
لڑتے ہوئے اپنے سے گزر جاتی ہے رات
کہتی ہوں کہ اتنا نہ ستاؤ مجھ کو
ڈرتی ہوں کہیں نہ مان جائیں مری بات

بات مان جانے کا ڈر بھی کس قدر دلچسپ ہے۔

خدا کرے کہ یہ رنگ اور یہ اسلوب جلد از جلد مقبول اور ہر دلعزیز ہو اور اس کی اتباع تمام مفکر اور شاعر شروع کر دیں تاکہ مبتلایانہ زندگی میں پھر سے جان پڑ جائے۔

رشید حسن خاں

دیوان درد۔ تعارف

خواجہ میر درد کو اردو کا سب سے اہم صوفی شاعر کہا گیا ہے۔ پرانے تذکرہ نویسوں نے (جن میں میر صاحب بھی شامل ہیں) ان کا نام نہایت احترام سے لیا ہے۔ وہ ایک ایسے گھرانے کے فرد تھے جہاں تصوف و درویشی کا تو رچا ہوا تھا۔ ان کی ضخیم فارسی تصنیفات میں تصوف کی اہم بحثیں ہیں۔ ان کتابوں کو پڑھنے کے بعد اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ وہ علمی اور فکری سطح پر بھی تصوف میں اعلا پایہ رکھتے تھے، علم کے ساتھ عمل کی دولت بھی پائی تھی۔ جس کی ایک ادنا مثال ہے کہ جس زمانہ میں دہلی کی تباہی سے گھبرا کر اچھے اچھے لوگ، تلاشِ معاش میں نکل کھڑے ہوئے، اس پر آشوب زمانہ میں بھی ان کے پائے استقلال میں لغزش نہ آسکی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب مصیبتوں کی برسات آئی ہوئی تھی اور غمِ معاش کا طوفان شور مچا رہا تھا۔ نہ میر اس کا مقابلہ کر سکے، نہ سودا؛ اوروں کا کیا ذکر دہلی، جو ایک شہر تھا، عالم میں انتخاب اور جس کے کوچے اوراق مصور تھے، اب وہ ان سب کے لیے اجڑا دیار تھا۔ اس زمانے میں خواجہ میر درد کی شخصیت اسی طرح مستحکم رہی۔ شاید ایک بات یہ بھی ہو کہ خواجہ صاحب کو تلاشِ معاش کی سرگشتگی سے آنکھیں چار نہیں کرنا پڑی ہوں گی۔ بزرگوں کی میراث میں خانقاہ کے ساتھ ساتھ عام عقیدت کا سرمایہ بھی ملا تھا؛ جس نے بہت سی مشکلوں کو آسان بنا دیا ہوگا۔ اور حرصِ دنیا تو درویشی کے پیروں تلے پہلے ہی پس چکی تھی۔ انھوں نے خود بھی اس طرف اشارے کیے ہیں۔

شعر کی فکر نہ آتی ہے اُسی سے، جس کو   درد کی طرح کبھی فکر نہ ہو روزی کی
نہ اٹھو درد، اپنے بستر سے طمع کر ہرگز   جو کچھ یوں غیب سے آوے، سو تم البتہ لو بیٹھے

یہ ہر صورت، یہ عام عقیدت بھی تو اس مقدس درویشی کی صداقت کا عطیہ
ی ۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ جس طرح کی مصیبتوں سے دہلی اس زمانے میں دوچار تھی ۔
ہی مصیبتوں کے ہجوم میں ہر چیز بے نور ہو جایا کرتی ہے، آندھی میں چراغ کا جلتے رہنا
رامت نہیں تو کیا ہے ۔

خارجی شخصیت اور شاعری کو ایک مان لینا، درست نہیں ، اس سے اکثر
لط فہمیاں وجود میں آتی ہیں اور شاعری کے ساتھ انصاف کرنے میں بھی مشکل ہوتی ہے
یر درد کے سلسلے میں بھی یہی صورت پیش آئی ہے ۔ یہ فرض کرنے کے بعد کہ جو اُن کی
شخصیت تھی ۔ اُن کی شاعری کو بھی اس کا مکمل ترجمان ہونا چاہیے ، یہ گویا خود بہ خود طے
ہو گیا کہ درد کی شاعری، سرتاپا تصوف کی شاعری ہے ۔ ان کے کلام میں ایسے شعر
بھی ہیں جن میں تصوف کی مسلمہ اصطلاحیں اور متعارف مضامین نظم ہوئے ہیں ، ان
شعروں نے گویا آخری مُہر لگا دی ۔

درد کا مجموعۂ کلام مختصر سا ہے ۔ اُن کے ہم عصروں کے مقابلے میں تو مختصر ترین ۔
اس میں ایسے شعر بھی ہیں جن میں تصوف کے مضامین نظم ہوئے ہیں لیکن تصوف کے
مضامین میر صاحب کے یہاں بھی مل جائیں گے ۔ میر کے ضخیم کلیات میں سے خالص متصوفانہ
شعر کم از کم اتنے ہی بہ آسانی منتخب کیے جا سکتے ہیں جتنے درد کے یہاں ہیں ۔ اور میر کو صوفی
شاعر شاید ہی کسی نے کہا ہو ۔ اس سلسلے کی ایک اہم بات یہ بھی ہے کہ درد کے خالص متصوفانہ
شعار میں، یعنی ان شعروں میں جن میں تصوف کی اصطلاحیں نظم ہوئی ہیں ، وہ بات نہیں
جو ان کے دوسرے اشعار میں پائی جاتی ہے ۔ ایسے شعروں میں شعریت کم ہے اور بعض
جگہ کم تر ، میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ایسے اشعار درد کے نمائندہ اشعار نہیں ہیں، یہ اُردو
غزل کے بھی نمائندہ یا منتخب شعر نہیں ــ درد کے اچھے اشعار میں ایک ہلکی سی کسک
ور ایک طرح کی حسرت تہ نشیں معلوم ہوتی ہے ، جو تصوف کے بجائے اچھی عشقیہ
اور اچھی جذباتی شاعری کی پہچان ہوا کرتی ہے ۔ اُن ــ یہاں ایک اضطراب ،
تشنگی ، بے اطمینانی اور کم یقینی کی ہلکی ہلکی جھلکیاں دکھائی دے جاتی ہیں ۔ ان کے اشعار
میں حیرت و حسرت کا جو ملا جلا عالم ہے وہ سالک کی کیفیت سے کچھ علاقہ نہیں رکھتا ۔
وہ ایک ایسے شخص کی حیرت و حسرت ہے جس کے دل کا غنچہ کھلتے کھلتے رہ گیا ہو ۔ اسی

طرح ان کے یہاں بے اطمینانی اور تسکینِ ناتمام کی جو کیفیت ہے اُس کا مذہب سے تعلق نہیں۔ یہ دنیا اور اس کے مظاہر سے تعلق رکھتی ہے، مجبوری اور اختیار سے تعلق رکھتی ہے اور اس بے اختیاری سے نسبت رکھتی ہے جو کچھ چاہتے ہوئے بھی، کچھ نہ پا سے وجود میں آیا کرتی ہے، یہ اضطراب اور یہ کم یقینی کا عالم اس سرشاری یا ا سرمستیٔ احساس سے کچھ رابطہ نہیں رکھتا جو تصوّف کا عطیہ ہوا کرتا ہے۔ بلکہ اس کے خلاف ہے۔ خاص طور پر جبر کے جو مضامین نہایت درجہ حسرتِ زندگی کے ساتھ اُن کے یہاں معرضِ بیان میں آئے ہیں، وہ تو تصوّف سے بہت دور کی نسبت رکھتے ہیں۔ یہاں پر صوفی اور شاعر کے راستے الگ الگ ہو جاتے ہیں۔ شاعری ا روایات، آداب اور انداز میں کسی طرح کی شرکت پسند نہیں کرتی۔ اور اسی منزل شخصیت کی وہ تہیں بھی کچھ کھل کر سامنے آنے لگتی ہیں جو شاعری کے رمزیہ اظہار بجائے، کسی اور اسلوب کی متحمل نہیں ہو سکتیں۔ اسی رمزیہ اسلوب نے کی غزلیہ شاعری کو امتیازی شان بخشی ہے۔ ذرا ان شعروں کو دیکھیے اور میں پنہاں عالمِ حیرت و حسرت کا کچھ اندازہ کیجیے۔

زندگی ہے یا کوئی طوفان ہے! ہم تو اس جینے سے ہاتھوں مر
ساقیا! یاں لگ رہا ہے چل چلاؤ جب تلک بس چل سکے ساغر چ

دل، زمانے کے ہاتھ سے سالم کوئی ہوگا کہ رہ گیا ہوگا
دل کے پھر زخم، تازہ ہوتے ہیں کہیں غنچہ کوئی کھلا ہوگا

مرا غنچۂ دل ہے وہ دل گرفتہ کہ جس کو کسو نے کبھو وا نہ دیکھ

نالہ، فریاد، آہ اور زاری! آپ سے ہو سکا سو کر دیکھ
اُن لبوں نے نہ کی مسیحائی! ہم نے سو سو طرح سے مر دیکھ

تھا عالمِ جبر کیا بتا دیں کس طور سے زیست کر گئے ہم

جس طرح ہوا اُسی طرح سے پیمانۂ عمر بھر گئے ہم !!

دل حسرتوں سے چھا گیا بس ہجوم یاس ، جی گھبرا گیا

نوں کچھ عجیب ہے میرا حال دیکھتا کچھ ہوں ، دھیان میں کچھ ہے
تو جو کرے ہے جی کا زیاں فائدہ اِس زیان میں کچھ ہے

عالم ہو قدیم خواہ حادث جس دم نہیں ہم ، جہاں نہیں ہے

برق کی سی بھی نہیں یاں فرصتِ ہستی
فلک نے ہم کو سونپا ، کام جو کچھ تھا شتابی کا

آتشِ عشق قہر ، آفت ہے ایک بجلی سی آن پڑتی ہے
آخرالامر آہ کیا ہوگا ! کچھ تمھارے بھی دھیان پڑتی ہے
جو خرابی کہ دردؔ یاں پھیلی ! دستِ قدرت سے کب سمٹتی ہے

یہ صرف چند شعر ہیں ۔ ان میں حسرت ، تشنگی ، حیرت ، جبر اور جذبۂ عاشقی کی
ریں رواں دواں ہیں اور جن کے اثر سے لہجے میں بے نہایت حزنیہ توانائی اور تاثیر
گئی ہے ۔ حیرت و حسرت کے اظہار میں سنبھلی ہوئی ناتمامی ، جس میں بے تسکینی کی بانکی
شان ہے ، انھی عناصر نے ان کی غزلوں کو زیادہ پُرسوز نہیں بننے دیا ہے جو میر صاحب
حصہ ہے ۔ تصوّف کی ماورائیت نے اس میں آمیز ہو کر ، لطافت کا ایک دوسرا انداز
سمو دیا ہے جس سے اُن کے بہت سے شعر اس آہنگ سے معمور ہو گئے ہیں جس کو کسی
نام سے موسوم کرنا مشکل ہو جایا کرتا ہے اور جس میں حقیقت و مجاز کی ہم رنگی پیدا
جایا کرتی ہے ۔

دردؔ نے آغازِ جوانی میں اس دنیا کو ، دنیا دار کی طرح بھی برتا تھا ، اس کے
بعد وہ اس گرد کو دامن سے جھاڑ کر اٹھ کھڑے ہوئے اور جب اپنے والد کی مسند
پر متمکن ہوئے تو اس طرح کہ پھر اسی کے ہو کر رہ گئے ۔ ان کے دیوان میں متعدد غزلیں ایسی

ہیں جن کے متعلق یہ خیال ہوتا ہے کہ شاید وہ اُسی دور کی یادگار ہوں گی۔ ان غزلوں میں عشق مجازی کا رنگ نمایاں ہے اور بعض جگہ یہ رنگ بہت شوخ ہوگیا ہے۔ ایسے شعر بھی درد کے نمایندہ شعر نہیں کہے جا سکتے۔ یہ اس آہنگ سے معرا ہیں جو درد کی شاعری کا نشانِ امتیاز ہے۔

رنگ و آہنگ کے لحاظ سے درد کی شاعری، اپنے عہد سے مختلف نہ سہی ممتاز ضرور ہے۔ میر صاحب کے علاوہ، وہ اس عہد کے باقی تمام غزل گو شعراء سے بلند بلکہ بلند تر، حیرت و حسرت کا ناتمام سا اظہار، ان کے اچھے اشعار کا عام جوہر ہے اور ایسے شعر بھی تاثیر سے معمور ہیں جن میں مجاز و حقیقت یا یوں کہیے کہ عشقیہ جذبات اور تصوف کی ماورائیت یکجا ہو کر نمایاں ہوئی ہے، جن اشعار میں خالص تصوف کی اصطلاحیں نظم ہوئی ہیں یا جن میں مجازیات کو صاف صاف پیش کیا گیا ہے، یہ نہ درد کے نمائندہ اشعار ہیں اور نہ اردو غزل کے۔ یہ بات ہم کو مان لینا چاہیے کہ اردو میں فارسی کی صوفیانہ شاعری کی طرح بلند پایہ متصوفانہ شاعری کا فقدان ہے۔ فارسی کے صوفی شعراء کے یہاں فلسفے اور اعتراض کے عناصر مل کر، جس طرح کیفِ مکمل اور سرمستی بے حد میں تبدیل ہو جاتے ہیں، وہ نقطۂ عروج اُردو میں نایاب ہے، ہاں اس کے بجائے اردو میں حسرت، تشنگی اور یاس کا جو طاقت ور آہنگ کارفرما ہے فارسی غزل اس سے بڑی حد تک خالی ہے۔ تفصیل کا یہ محل نہیں۔

خواجہ میر نام تھا، درد تخلص، خواجہ ناصر عندلیب کے صاحبزادے تھے جو اپنے زمانے کے معروف و محترم صوفی، شاعر اور صاحبِ تصنیف تھے۔ درد نے بھی متعدد کتابیں تصنیف کی ہیں، یہ سب فارسی میں ہیں جن میں علم الکتاب خاص اہمیت رکھتی ہے۔ زبان اور موضوع کے اعتبار سے یہ واقعتہً اعلیٰ پایہ کی تصنیف ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ درد نے تصوف کو برتا ہی نہیں سمجھا بھی تھا۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اُن کی شاعری کو بھی اُسی نظر سے دیکھا جائے۔ شخصیت کے کثیرالجہات ہونے سے کون انکار کرسکتا ہے۔ بطورِ مثال عرض کروں کہ سیرۃ النبی، الفاروق اور سیرۃ النعمان کے مصنف کی فارسی غزلوں کو بھی اگر اسی ترازو پر تولا جائے، تو یہ کس قدر شدید ناانصافی ہوگی۔ شاعر کے ساتھ بھی اور شاعری کے ساتھ بھی۔ خواجہ ناصر عندلیب کی وفات کے

ند، درد ان کی جگہ سجادہ نشین ہوئے اور ۲۴ صفر ۱۱۹۹ھ کو وفات پائی۔ درد کی
فات پر ان کے چھوٹے بھائی محمد میر اثر سجادہ نشین ہوئے۔ وہی میر اثر جنھوں نے بڑی
ردناک غزلیں لکھی ہیں اور مثنوی خواب و خیال تصنیف کی ہے۔

میری معلومات کے مطابق دیوان درد کا قدیم ترین مطبوعہ نسخہ وہ ہے جسے
ڈاکٹر اشپرنگر کی فرمایش پر مولانا صہبائی نے مرتب کیا تھا۔ اشپرنگر نے اپنی فہرست میں اس
کا ذکر کیا ہے اور تعریف بھی کی ہے۔ یہ "مطبع العلوم مدرسۂ دہلی" میں ۱۸۴۷ء میں چھپا
تھا۔ یہ اڈیشن کم یاب ہے۔ اس کا ایک نسخہ ہارڈنگ لائبریری دہلی میں محفوظ ہے۔ نسخہ
جامعہ کے متن کی بنیاد اسی کو بنایا گیا ہے۔ دیوانِ درد مطبوعہ نظامی پریس بدایوں (اشاعت
ثانی) بھی پیش نظر ہے، جسے مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانی کی ہدایت پر سید
معین الدین صاحب شاہ جہاں پوری نے کئی اہم قلمی نسخوں کی مدد سے مرتب کیا تھا۔ قاضی
عبدالودود صاحب کے الفاظ میں یہ "حال کے نسخوں میں سب سے اچھا ہے۔ ایک اور قدیم
مطبوعہ نسخہ مجیس پریس دہلی کا ۱۲۷۸ھ کا چھپا ہوا بھی میرے پاس ہے۔ یہ اشاعت ثانی ہے
اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ پہلی بار ۱۲۷۱ھ میں چھپا تھا۔ ناشر کا دعوا ہے کہ اس نے متعدد
قلمی اور مطبوعہ نسخوں کی مدد سے متن کی تصحیح کی ہے۔ نسخہ صہبائی اغلاط سے خالی نہیں۔ نسخۂ
نظامی و مجیس کی مدد سے ان کی تصحیح کی گئی ہے اور چند مقامات پر نسخۂ نظامی کے متن کو ترجیح
بھی دی گئی ہے۔ لاہور سے دیوانِ درد کا جو نسخہ شائع ہوا ہے وہ بھی پیش نظر ہے لیکن
اس میں کوئی قابلِ ذکر بات نہیں۔

نسخۂ نظامی و مجیس میں نسخۂ صہبائی کے مقابلے میں کچھ اشعار زائد ہیں۔ ان اشعار کو
متن میں شامل کر لیا گیا ہے۔ متن کے بعد ایک ضمیمے کا اضافہ کیا گیا ہے۔ اس میں وہ اشعار
درج کیے گئے ہیں جو مختلف تذکروں میں درد کے نام سے مندرج ہیں اور مذکورہ بالا نسخوں
میں موجود نہیں۔ متن میں ان اشعار کو اس بنا پر میں نے شامل کرنے میں تامل کیا کہ متعدد
تذکروں میں دوسرے شعرا کے شعر بھی درد کے نام سے مرقوم ہیں۔ بعض کی نشان دہی
قاضی صاحب نے مختلف جگہ کی ہے اور بعض کو میں نے دریافت کیا ہے۔ ایک بات یہ
بھی ہے کہ مطبوعہ تذکرے بالعموم غلط سلط چھپے ہیں، اور جب تک ان مطبوعہ تذکروں کے معتبر
اور اہم خطی نسخوں سے استفادہ نہ کیا جاسکے، بعض باتیں یقین کے ساتھ نہیں کہی جاسکتیں۔

فی الوقت میرے لیے یہ ممکن نہیں تھا کہ تذکروں کے خطی نسخوں سے استفادہ کرسکتا اور نہ یہ ممکن تھا کہ تذکروں میں درج ایسے تمام اشعار کے انتساب کا صحیح صحیح تعین کرسکتا۔ اور ان دونوں امور کو انجام دیے بغیر ایسے اشعار کو متن میں شامل کرنا احتیاط کے بالکل منافی تھا، اس لیے از راہ احتیاط میں نے ایسے اشعار کو ضمیمے کے طور پر یک جا کردیا ہے۔ قدیم تذکرے جیسے میر حسن وغیرہ کے تذکرے جو درد کے معاصر تھے۔ یا اُن کے ذرا بعد کے تذکرے، ان میں متعدد شعر درد کے ایسے ضرور ہوں گے جو دواوین مطبوعہ میں شامل نہیں۔ ان تذکروں کے خطی نسخوں سے مقابلہ کرنے اور انتساب کا تعین کرنے کے بعد ہی کچھ فیصلہ کیا جاسکتا ہے۔ میں مثال کے طور پر عرض کروں کہ قاضی صاحب نے حواشی تذکرۂ ابن امین اللہ طوفان میں گلزار ابراہیم کے خطی نسخوں سے درد کے جو شعر نقل کیے ہیں، ان میں سے دو شعر کلیات میر مطبوعہ (نسخہ آسی) میں موجود ہیں۔ جب کہ پہلو سے یار اٹھتا ہے ......" اور ہے یگو لاغبار کس کا درد "... کلیات میر میں مقطع کے اس مصرعے کی صورت یہ ہے: ہے یگو لاغبار کس کا میر۔ یا مثلاً موخر تذکروں میں سے جلوۂ خضر میں دو قطعے یا قطعہ بند اشعار درد کے نام درج ہیں۔ اس میں سے ایک قطعے کے لیے قاضی صاحب نے معاصر میں تذکرۂ میر حسن کے حوالے سے لکھا ہے کہ یہ درد کا نہیں، فرصت الہ آبادی کا ہے۔ دوسرے قطعے کے متعلق کچھ نہیں لکھا، لیکن مجھے وہ بھی مشکوک معلوم ہوتا ہے۔ مقصود یہ ہے کہ تذکروں کے اشعار کو خاص چھان بین کے بعد شامل متن کیا جانا چاہیے۔ چوں کہ میں فی الوقت اس چھان بین کا حق ادا نہیں کرسکتا تھا، اس لیے یہ طریقہ کار اختیار کیا ہے۔

محب مکرم ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی نے بھی دیوان درد کو مرتب کیا ہے۔ انھوں نے مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ میں موجود خطی اور مطبوعہ نسخوں سے خاص طور پر استفادہ کیا ہے اس کی اشاعت ثانی (۱۹۶۳ء) میرے سامنے ہے۔ اس میں دیوان درد کے ایک خطی نسخے مکتوبہ ۱۲۷۸ھ مخزونہ سبحان اللہ کلکشن کے حوالے سے کچھ نئے شعر درج کیے ہیں اور ایک شعر تذکرہ معیار الشعرا سے منقول ہے۔ نوکا کے تذکرے اور تذکرہ[illegible] کے نسخہ دیوان کو میں خود نہیں دیکھ سکا ہوں، یہ سب شعر بھی ضمیمے میں شامل کیے گئے ہیں۔

نسخہ سبحان اللہ کا حوالہ [illegible] ہے۔
نسخہ مہاراں میں ردیف الف کے آخر میں یہ شعر بھی موجود ہے۔

نے دردؔ کے آہستہ بولو! ابھی ٹک روتے روتے سو گیا ہے!

اسی طرح ردیفِ نون کے آخر میں یہ شعر بھی درج ہے۔

اپنا نہ جسم و جاں ہے اپنا اپنا کسے کہیے، کہاں ہے اپنا

پہلا شعر تو میرؔ صاحب کا ہے اور کلیاتِ مطبوعہ میں موجود ہے، ذرا سے اختلاف کے
ساتھ، دوسرا شعر بظاہر رباعی کا معلوم ہوتا ہے اور اس نسخے کے سوا اور کہیں نہیں ملا۔
ردیفِ نون میں اس کا ہونا یوں بھی صحیح نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ کسی غلطی کی بناء پر درج
کیا ہو۔ بہرحال مجھے یہ شعر بھی مشکوک معلوم ہوتا ہے۔ ان دونوں شعروں کو متن اور
ضمیمے، دونوں میں شامل نہیں کیا گیا۔ بہرصورت یہ آخری شعر بھی تحقیق طلب اشعار میں
سے ہے۔

دیوان کے عام مطبوعہ نسخوں میں مختلف ردیفوں کے آخر میں "رباعیات" کے
عنوان سے کچھ شعر ملتے ہیں، یہ دراصل غزلوں کے دو دو متفرق شعر ہیں۔ نہ قطعے ہیں نہ
رباعیاں۔ ان کو ہر ردیف کے تحت غزلیات ہی کے ذیل میں رکھا گیا ہے۔ اسی طرح
ردیفِ الف میں دو غزلیں ایسی بھی شامل ہیں جن کی ردیف "شیشا" ہے یہ لفظ کسی
اصلاحات کے بغیر "شیشہ" ہے۔ اس لیے ان دونوں غزلوں کو ہا کی ردیف میں شامل کیا
گیا ہے۔ نسخۂ نظامی پریس میں "رباعی مستزاد" کے تحت تین رباعیاں درج ہیں۔ جن
میں سے تیسری "رباعی" دراصل دوہرے کے انداز پر دو شعر ہیں، نسخۂ صہبائی میں یہ
شعر موجود نہیں لیکن تذکرہ مسرت افزا میں موجود ہیں اور ان سے متعلق ایک واقعہ بھی درج
ہے۔ ان دونوں شعروں کو ی کی ردیف میں شامل کیا گیا ہے اور متن مسرت افزا کے
مطابق اختیار کیا گیا ہے۔ مصرع اول، کیسی تو کون بھاوت ہے اور کیسی کی سکھ پاوت ہے۔
متعدد بار صحتِ متن کا اہتمام ملحوظ رکھا گیا ہے۔ اضافت کے زیر اور کاما وغیرہ
پابندی کے ساتھ لگائے گئے ہیں۔ مجھے توقع ہے کہ دیوانِ دردؔ کے اس نسخے کو پسندیدگی
کی نظر سے دیکھا جائے گا۔ میں محترمی مولانا ضیاء احمد صاحب بدایونی کا بہ طورِ خاص
شکر گذار ہوں۔ متعدد اشعار کے متن کے سلسلے میں میں نے مولانائے موصوف کے
مشورے سے فائدہ اٹھایا ہے۔

ماخوذ۔ دیوانِ دردؔ قیمت عام ۲/۷۵
لائبریری ۳/۳۰

مطبوعات نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا

۱۹۵۷ء میں حکومت ہند کی وزارت تعلیم نے نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا کے نام سے ایک بڑے اور خود مختار اشاعتی ادارے کی داغ بیل ڈالی۔ اس ادارے کا اوّلین مقصد ملک میں ایک ہمہ گیر تحریک چلانا تھا۔ جس کے ذریعہ ہندوستان کے عوام میں کتابیں پڑھنے کا زیادہ سے زیادہ شوق پیدا کیا جائے۔ نیشنل بک ٹرسٹ کو اپنے اس مقصد کے حصول میں خاطر خواہ کامیابی ہوئی۔ یہ ادارہ اب تک پانچ سو سے زیادہ کتابیں ہندوستان کی مختلف علاقائی زبانوں میں شائع کر چکا ہے۔ ان میں مندرجہ ذیل کتابیں اُردو میں بھی شائع کی گئی ہیں۔

آبادی	مصنف	ڈاکٹر ایس اگروال	ترجمہ	مخمور جالندھری	۵/۲۵
اکبر	"	لارنس بینین	"	رضیہ سجاد ظہیر	۳/۵۰
پنڈت وشنو دگمبر	"	دی، آر، اٹھالے	"	ش۔ قدوائی	۲/۲۵
عظیم باغی	"	ڈینس کنکیڈ	"	ڈاکٹر پرماتما سرن	۲/۲۵
قاضی نذر الاسلام	"	بسودھا چکرورتی	"	عرش ملسیانی	۲/۲۵
کبیر	"	ڈاکٹر پارس ناتھ تیواری	"	ایم۔ کے۔ درّانی	۲/۲۵
کچھوا اور خرگوش	"	ڈاکٹر ذاکر حسین	غیر مجلد ۱/-	مجلد	۲/-
ہماری کا ہندوستان، کثرت میں وحدت		مرتبہ نیشنل گاندھی صدی، سب کمیٹی			۲/۲۵
گرو نانک	مصنف	گوپال سنگھ	ترجمہ	مخمور جالندھری	۳/۲۵
منشی پریم چند	"	بھگوتی چرن ورما	"	رضیہ سجاد ظہیر	۵/-

بچوں کے لیے انتہائی خوبصورت اور دلچسپ کتابیں

باپو (باتصویر سوانح عمری) دو حصوں میں قیمت ۳/-

پرندوں کی دنیا	۱/۵۰	کشمیر	۱/۵۰
[illegible] کی سیر اور دوسری کہانیاں	۱/۵۰	ہمارے ملک ندیوں کی کہانی	۱/۵۰
[illegible] کہانیاں	۱/۵۰	ہمالیہ کی چوٹیوں پر	۱/۵۰
ہماری [illegible] جگجیت سنگھ	۱/۵۰	آزادی کی کہانی	۱/۵۰
		ہندوستان میں عرشی	۱/۵۰
		آؤ ناٹک کھیلیں	۱/۵۰

حاصل مطالعہ

"کتاب نما" کی اشاعت کا واحد مقصد پڑھنے والوں کو تازہ مطبوعات
سے آگاہ کرنا ہے۔ اس سلسلے میں ہم نے اقتباس، تعارف اور تبصرے غرض کہ جو کچھ
کتابوں کو مقبول بنانے کے لیے کیا جا سکتا ہے۔ کیا ہے۔ ہم یہ کالم اس لیے شروع
کر رہے ہیں کہ قارئین "کتاب نما" جو کتابیں پڑھتے ہیں، ان کے بارے میں جو رائے
رکھتے ہیں اس سے دوسرے بھی واقف ہوتے رہیں۔ اس سے ایک فائدہ تو
یہ ہوگا کہ کتابوں کی مقبولیت کا علم آسانی سے ہو سکے گا۔ مگر دوسرا اور سب سے
بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ وہ کتابیں بھی روشنی میں آ جائیں گی جو اشتہاروں۔ اور تبصرہ
نگاروں کے حدود سے باہر ہیں۔ امید ہے کہ ہمارے اس سلسلے کو پسند کیا جائے گا۔
یہ تو ہم نہیں چاہتے کہ کسی کتاب کو قارئین کے درمیان موضوع بحث بنا کر مباحثے اور
مناظرے کے دروازے کھول دیں۔ مگر متضاد (لیکن سنجیدہ) رایوں کی اشاعت سے
ہمیں انکار نہ ہوگا۔

اس سلسلے میں جو کچھ شائع ہوگا۔ وہ مراسلہ نگار کی ذاتی رائے ہوگی۔ ادارے
کا اتفاق یا اختلاف ضروری نہیں۔

اڈیٹر

رشید نعمانی

حاتم کا نام، اس کے کارنامے، سخاوت، جرات و جسارت، ایثار، خدا ترسی اور
انسان دوستی، یہ باتیں اگرچہ فرضی اور قیاسی ہیں لیکن اس قدر پڑھی اور سنی گئی ہیں کہ آج حاتم
کا کردار، ان تمام اوصاف کے لیے مثالی ہی بلکہ ضرب المثل بن گیا ہے۔
داستانیں اور قصے کہانیاں ہماری زبان میں بہت سی ہیں لیکن چند وہ قصے جنھوں نے
غیر معمولی شہرت اور پسندیدگی حاصل کی ہے ان میں سے "حاتم طائی کا قصہ" بھی ہے جو پہلے
فارسی میں تھا اور سید حیدر بخش حیدری نے پھر اسے اردو کا قالب دے کر، واقعہ یہ ہے کہ بڑا
ہی دلچسپ، با مقصد اور ہر عمر اور مذاق کے لوگوں کے لیے قابلِ مطالعہ بنا دیا ہے۔ رنگین،

اس کی محیر العقل باتیں، غیر مربوط پلاٹ، مافوق الفطرت کردار، لفاظیاں، زورِ زبان اور اندازِ بیان یہی تو داستانوں اور پرانے قصے کہانیوں کی خصوصیت ہے۔

زمانہ لاکھ آگے بڑھ جائے لیکن جو چیزیں انسان کی گھٹی میں پڑ جاتی ہیں، اُن کا اثر اور لطف کسی نہ کسی شکل اور حیثیت میں ضرور باقی رہتا ہے۔ داستان طرازی اور داستان سرائی بھی انھیں چیزوں میں سے ہے جو ہر ایک ۔ او۔۔ ہر قوم کے افراد میں اُس وقت سے شامل اور داخل ہوئی جب سے اس کا احساس بیدار ہوا اور شعور کی دولت اس کے حصے میں آئی۔

ایک بہت بڑی بات تو یہ ہے کہ ان قصے کہانیوں کے قلم بند کیے جانے کا مقصد بھلائی اور نیک نیتی پر مبنی ہوتا ہے، اس لیے انجام ہمیشہ خوش آئند و خوش گوار ہوتا ہے۔ معرکہ آرائیاں ہوں یا عشق و محبت کے معاملات، جابر و بوالہوس کے مقابلے میں ہمیشہ نیک نفس اور پاکباز کی فتح دکھائی جائے گی۔

قصہ حاتم طائی یا آرایشِ محفل، پہلی بار ۱۸۰۵ء میں چھاپی گئی تھی، اس کے بعد ۱۸۸۷ء سے لے کر ۱۹۶۱ء تک ہندوستان اور پاکستان کے مختلف مقامات اور مطابع سے بار بار چھپتی رہی۔ اس کے باوجود، فورٹ ولیم کالج کی یہ ایک قابلِ قدر یادگار اور حیدری کا شاہکار اگر (اب سے پہلے) کوئی چاہتا کہ بازار سے جا کر خرید لائے تو اس کو مایوس لوٹنا پڑتا۔

اردو زبان سے واسطہ رکھنے والوں کو مسرت اور تقویت ہونی چاہیے کہ ایک پرانی مگر دلچسپ کتاب کی نایابی اب بازیابی میں بدل گئی۔ ایک اور قابلِ لحاظ بات یہ ہے کہ اس کتاب کو قدامت اور فرسودگی کی ہر علامت اور روایت سے بالکل علاحدہ کر کے دورِ حاضر کی ضرورتوں، مطالبوں اور پسندیدگی کا پورا پورا خیال رکھ کر شائع کیا گیا ہے۔ متوسط سائز، مضبوط جلد سفید معیاری کاغذ، خوش نما کتابت، روشن اور صاف ستھری طباعت۔ غرض کتاب کو قدردانوں اور ضرورت مندوں تک پہنچانے کے لیے جو بھی لوازمات اور اہتمام ہونا چاہیے تھے۔ وہ سب کیے گئے ہیں اور خوش اسلوبی اور خوش مذاقی کے ساتھ کیے گئے ہیں۔

اس کتاب کی ترتیب و تصحیح کے فرائض انجام دیے ہیں۔ جناب اطہر پرویز جو پچھلے [illegible] کے لیے، کم پڑھے لکھے بالغوں کے لیے، مختلف عمر اور مدارج کے طالب علم

ورطلموں کے لیے کچھ نہیں تو ڈیڑھ درجن چھوٹی بڑی کتابیں تصنیف، تالیف اور ترتیب
دے چکے ہیں۔ لکھنے کی مشق اور سلیقے کے ساتھ ساتھ انھوں نے اپنی ہر کتاب،
نہایت سلیقے اور خوش نمائی سے طبع کرانے کی بھی قابلِ تعریف کوشش کی ہے۔
ادھر تین چار سال کی مدت میں اُن کی دو کتابیں سامنے آئی ہیں، فسانۂ عجائب، اور قصۂ حاتم طائی
ایک مرصع اور پُر تکلف زبان کا آئینہ، دوسری، صاف و سادہ طرزِ بیان کا نمونہ۔

پرویز صاحب کے مسلسل علمی شغف اور ادبی کارگزاری کا ایک بہت ہی واضح اور نمایاں
ثبوت ہم کو ان کی نو ترتیب (آرایشِ محفل، قصۂ حاتم طائی میں نظر آتا ہے جس کا ورق ورق
اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ مرتب نے اس کے ایک ایک لفظ، فقرے اور جملے کی چھان
بین، تصحیح اور اختلافات کی نشان دہی میں غیر معمولی محنت، توجہ، دماغ سوزی اور دیدہ
ریزی سے کام لیا ہے۔ اقوال اور اشعار کے معاملے میں تو دیکھا گیا ہے کہ اگر کہیں کوئی
فرق ہوا تو کسی مستند حوالے سے متن یا حاشیے میں اس کو درست کر دیا گیا ہے یا اختلاف
ظاہر کر دیا گیا ہے۔ مگر کسی نثری داستان اور طویل قصے کی عبارت میں یہ کاوش اور ژرف بینی
اس کتاب (قصۂ حاتم طائی) میں خصوصیت کے ساتھ ملتی ہے۔

متن کی صحت و اصلاح میں لائق مرتب نے دو نسخے پیش نظر رکھے ہیں ایک ماضی
کا نسخہ، نول کشور مطبوعہ ١٨٨٧ء دوسرا حال کا ایک قابلِ اعتبار نسخہ مجلس ترقی ادب لاہور،
مطبوعہ ١٩٦٤ء

معیاری ادب کی اور مطبوعات کی طرح قصۂ حاتم طائی کے شروع میں بھی ایک تعارف
ہے، جس میں مرتب کے قلم سے تصنیف اور صاحبِ تصنیف کی تاریخی اور سوانحی سرگزشت،
قصے کی مقبولیت اور اہمیت کے اسباب، وجوہ، خامی اور خوبیوں کی طرف اشارے
جامع تبصرہ اور بے لاگ تنقید، جسے پڑھ کر لطف آتا ہے اور سابقہ معلومات میں
اضافہ ہوتا ہے۔

اسی طرح فرہنگ کی ضرورت کو بھی ملحوظ رکھ کر آخر میں نامونوس، مشکل یا غیر مستعمل
الفاظ کے معنی و مطالب تحریر کر دیے گئے ہیں۔

مکتبہ جامعہ کا ہماری زبان پر بہت بڑا احسان ہے کہ اس اُردو بے زاری کے
دور میں پورے انہماک۔ استقلال اور فرض شناسی کے ساتھ اس کا نہایت اہم قیمتی،

[illegible] زبان و ادب [illegible] شائع کرتا رہتا ہے۔

اور اچھا ہوتا اگر اس کی مطبوعات میں رسم خط اور صحتِ املا کے لحاظ سے بھی طرزِ کہن کی تقلید کے بجائے طرزِ جدید کے اصولوں کی پابندی کی جاتی۔

پیشِ نظر نسخہ کی چند فرد گزاشتیں ملاحظہ ہوں۔

پہنچ، پہنچا اور پہنچی، کو ہر جگہ "پہونچ، پہونچا اور پہونچی" لکھا گیا ہے صد ۲۱

"خورد و نوش" میں (ر) کے بعد (د) زائد ہی نہیں بلکہ غلط ہے صد ۲۲

"شکر گذاری" میں دوسرے ٹکڑے کو "ذ" کے بجائے (ز) سے لکھنا چاہیے صفحہ ۲۱۴

"یہ خدمت ہمارے ذمہ ہے" ایسے موقعوں پر "ہ" کو "ے" بدل دیتے ہیں صد ۲۴۹

"بتہ" اردو کا لفظ مان لیا گیا ہے اس کو "الف" سے (بتا) لکھا کرتے ہیں صد ۲۷۵

"عالیجاہ" صد ۲ "کونسا"، صد ۱۰۹ "ادھموا"، صد ۲۴۷ "کاروانسرا"، صد ۲۷۵ اور فرمانبردار، صد ۲۹۱ ان مرکب لفظوں کو ایک ساتھ نہیں بلکہ الگ الگ لکھنا چاہیے۔

(عالی جاہ، کون سا، ادھ موا، کارواں سرا، فرماں بردار)

قصۂ حاتم طائی۔ مرتبہ اطہر پرویز۔ مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دہلی ۲۵ قیمت ۶/-

---

سید جعفر عباس

محترمہ صالحہ عابد حسین صاحبہ کا یہ ناول "اپنی اپنی صلیب" کئی حیثیتوں سے اہم ہے اُردو ادب میں معیاری اور بہترین ناولوں کی کمی کا احساس بہت عام ہے۔ ناول کی تاریخ میں ناول نگاروں کی ایک طویل فہرست دیکھنے کو مل جاتی ہے مگر معیاری اور بڑے ناولوں کا فقدان ہے۔ ممکن ہے میری یہ بات کسی کو ناگوار گزرے مگر حقیقت یہ ہی ہے کہ اگر بڑے اور اچھے ناولوں کا شمار کیا جائے تو شاید اُن کی مجموعی تعداد افسوسناک ہونے کی حد تک نکلے گی

اُردو میں جن ناول نگاروں نے اعلیٰ درجے کے اور بہترین ناول لکھے ہیں ان میں علی عباس حسینی، پریم چند، کرشن چند، قرۃ العین حیدر، جمیلہ ہاشمی، حیات اللہ انصاری۔ عبداللہ حسین اور صالحہ عابد حسین کے نام خصوصی طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

محترمہ صالحہ عابد حسین کا یہ ناول جیسے کئی حیثیتوں سے ناول کے باب میں ایک گراں قدر اضافہ مانا جاسکتا ہے۔ یہ ناول اور اس سے پہلے کے ان کے ناول جو عوام میں بہت مقبولیت حاصل کر چکے ہیں اس کی وجہ یہی ہے کہ محترمہ صالحہ عابد حسین اپنی بات، اپنے کرداروں کی زبان سے پورے FORCE کے ساتھ کہلا دیتی ہیں۔ ان کے اس ناول میں سب سے بڑی خوبی اس کی کہانی اور اسلوب بیان ہے۔ محترمہ کو کرداروں کا نفسیاتی تجزیہ کرنا خوب آتا ہے۔ خاص طور پر حمرا، رضوانہ باجی، علی بھیا اور ظفر و چاچا کے کردار ذہن کو بہت متاثر کرتے ہیں۔ ناول کی زبان اور STYLE خوبصورت ہے۔

ناول کی چھپائی اور گیٹ اپ اچھا ہے۔ مگر کہیں کہیں کتابت کی غلطیاں بھی ہیں جو اس ناول میں بہت کھٹکتی ہیں۔ امید ہے کہ آئندہ اس کتابت کی غلطیوں کو دور کیا جاسکے گا۔ اس خوبصورت ناول کو لکھنے پر محترمہ صالحہ عابد حسین کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

اپنی اپنی صلیب صالحہ عابد حسین ناولستان نئی دلّی ۲۵ قیمت ۸/-

خلیق انجم اشرفی

ہندوستانی مسلمانوں نے امریکہ کے کالے مسلمانوں میں غالباً اس وقت بہی بار دلچسپی محسوس کی جب سابق ہیوی ویٹ باکسنگ چیمپئن کیشیس کلے نے الیجا محمد کے ہاتھوں حلقہ بگوش اسلام ہو کر محمد علی کا نام اختیار کیا۔ محمد علی اور اس کے ساتھ ہی ساتھ کالے مسلمانوں کے رہنما الیجا محمد کے (جنہیں ہندوستانی اخبارات و رسائل عالیجاہ محمد لکھتے ہیں) نام مسلمانوں کے لیے شان و شوکت کے مظہر بن گئے۔ لیکن ان مسلمانوں کے بارے میں اردو اخبارات و رسائل میں شائع چند مضامین کے علاوہ، جن کی بنیاد سنی سنائی باتوں پر اور جن کا انداز محض ستائشی تھا، کوئی اہم معلومات اب تک منظر عام پر نہیں آئی تھیں۔

ڈاکٹر مشیر الحق کی ۱۰۴ صفحات کی یہ مختصر سی کتاب "امریکہ کے کالے مسلمان" ان کے بارے میں اردو زبان میں پہلی کتاب ہے جسے موصوف نے کناڈا کے اپنے چار سالہ قیام کے دوران اخبارات، معلومات اور کالے مسلمانوں پر مختلف انگریزی کتابوں کے مطالعہ کے

اور تصنیف کیا ہے۔

اس مختصر سی کتاب میں امریکی مسلمانوں کی تحریک۔ اس تحریک کے عالم وجود میں آنے کے اسباب وعلل۔ اس کی شروعات اور ابتدائی رہنماؤں کے تفصیلی حالات، ان کے عقائد۔ بنیادی اسلامی عقائد سے ان کا تقابل۔ عبادت کا طریقہ۔ جماعت میں داخلے کی شرائط اور داخلے کے بعد اراکین کے فرائض اور آخر میں اس کے سیاسی مطالبہ "کالا امریکہ" کا مختصر حال سبھی کچھ ہے اور یہ سب کچھ ایسی شستہ و رفتہ زبان اور ایسے دلکش اسلوب میں بیان کیا گیا ہے کہ یہ مختصر کتاب ناول اور افسانوں سے بھی زیادہ دلچسپ بن گئی ہے۔

اردو میں ایسی معلوماتی کتابوں کی بے حد کمی ہے اور جو کتابیں لکھی بھی جاتی ہیں اُن کا انداز بیان اتنا خشک ہوتا ہے کہ وہ قارئین کی توجہ اپنی جانب مبذول کرانے میں ناکام رہتی ہیں۔

اس کتاب میں بعض معلومات انتہائی عجیب و غریب اور دلچسپ ہیں مثلاً الیجا محمد کا اپنے کو رسول اللہ کہنا۔ کالے مسلمانوں کا یہ عقیدہ کہ اسلام محض کالوں کے لیے ہے گوروں کے لیے نہیں۔ نماز پڑھنے کا انکا مخصوص انداز جس میں رکوع و سجود ہی نہیں ہوتے سگریٹ پینا قطعی منع ہونا اور دن رات میں محض ایک مرتبہ کھانا کھانے کی اجازت ہونا غیر حبشی مسلمانوں کو عبادت گاہوں میں داخلہ نہ ملنا۔ ابتدائی رہنما فرد محمد کو صفات خداوندی سے متصف سمجھنا وغیرہ وغیرہ۔

اس کتاب کی ایک اہم خوبی یہ ہے کہ اس میں جملہ معلومات فراہم کرکے اس سیاسی سماجی و مذہبی تحریک کے بارے میں مصنف نے خود کوئی فیصلہ کرنے کے بجائے قارئین کو دعوتِ فکر و فیصلہ دی ہے۔ ورنہ کسی بھی فرقہ یا تحریک کے بارے میں اس قسم کی کتابوں میں مصنف یا مؤلف خود ہی اس کی خوبی یا خرابی کے بارے میں فیصلے صادر کر دیتے ہیں اور دلائل کے ذریعے قاری کو بھی اپنے نقطۂ نظر سے متفق ہونے پر مجبور کرتے ہیں۔

بحیثیت مجموعی اس مفید و دلچسپ کتابچہ کی تصنیف کے لیے ڈاکٹر مشیر الحق اور اس کی اشاعت کے لیے مکتبہ جامعہ لائق صد ستائش و مبارکباد ہیں۔ سفید گلیز کاغذ پر خوبصورت کتابت اور ستھری طباعت سے مزین ہے اور مکتبہ جامعہ سے مل سکتی ہے۔

امریکہ کے کالے مسلمان — ڈاکٹر مشیر الحق — مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دہلی — قیمت ۲.۵۰

مولانا مہر محمد خان صاحب شہاب مالیر کوٹلوی

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ دہلی ۲۵ کے "معیاری ادب" کی بائیسویں کڑی - اردو شاعری کے باوا آدم ولی محمد ولی معروف بہ "ولی دکنی" کے کلام کے انتخاب ہی کا نام "انتخاب ولی" ہے جسے جناب ڈاکٹر سید ظہیر الدین مدنی - ایم - اے - پی - ایچ - ڈی - سابق استاذ اسماعیل یوسف کالج، حال ڈائرکٹر انجمن اسلام اردو ریسرچ انسٹیٹیوٹ بمبئی کی تصحیح و ترتیب کے ساتھ شائع کیا گیا ہے۔

ایک سو اٹھائیس صفحوں کی یہ چھوٹی سی خوبصورت کتاب - ڈاکٹر مدنی صاحب کے اٹھارہ صفحے کے مقدمہ - چار صفحے کی فرہنگ اور بقیہ ولی کے مختلف النوع کلام مثلاً ایک سو چھیتر یا ایک سو ستر غزلوں - تین رباعیوں - ایک مخمس - ایک ترجیع بند در مدح شاہ وجیہ الدین احمد آبادی اور ایک قصیدہ در مدح نبی کریم صلعم - ایک مثنوی در تعریف سورت (جو فاضل مدنی کا وطن مالوف ہے) اور ایک قطعہ در فراق گجرات پر مشتمل ہے - اس تفصیل کو دیکھ کر کہا جا سکتا ہے کہ ڈاکٹر مدنی سلمہٗ نے اپنے انتخاب ولی میں ولی کے ہر قسم کے کلام کے نمونے جمع کر دیئے ہیں۔

فاضل مدنی ہماری زبان کے ان محققوں میں درجۂ امتیاز رکھتے ہیں جن کا یہ دلائل یقین ہے کہ ولی اگرچہ "دکنی" مشہور ہیں - مگر در حقیقت وہ گجراتی احمد آبادی تھے منجملہ اور شواہد کے - انتخاب بھی آپ کے اس دعویٰ کے ثبوت میں پیش کیا جا سکتا ہے یہ بات کہ جہاں ولی فراقِ گجرات میں آہیں بھرتے ہیں - وہاں مرہٹہ حیوان کو بھی یاد کرتے ہیں (صفحہ) اسی سلسلہ میں فاضل مدنی کی "حیاتِ ولی" بھی ایک قابلِ مطالعہ کتاب ہے

"انتخاب ولی" کے دیباچہ میں ڈاکٹر صاحب موصوف نے ولی کے کلام کے مجازی و حقیقی - صوفیانہ اور عالمانہ - شاعرانہ اور عارفانہ رجحانات پر اشارے کئے ہیں اور بتایا ہے کہ ولی اپنے وقت کے لب و لہجہ اور رنگ میں شعر کہتے تھے - اسی ضمن میں آپ نے مثال کے طور پر پندرہ لفظوں کی نشان دہی کی ہے - جو ولی کے زمانہ میں اور طرح بولے اور لکھے جاتے تھے - اس میں کسی ایک زبان کی خصوصیت نہیں، وہ الفاظ سنسکرت کے ہوں یا ٹھیٹھ ہندی اور عربی یا فارسی کے ولی انکے استعمال میں لغت و فرہنگ کو ترجیح دیتے - اپنے وقت کے رواج اور محاورے کو دیتے ہیں - اور اسی طرح ان کو

[م]لم کرتے ہیں۔

کتاب کی فرہنگ میں ڈاکٹر صاحب نے اُن الفاظ کے معنی بتلائے ہیں جو آج کم [ا]ستعمال ہوتے ہیں یا جن کے معنوں میں کسی قسم کی تبدیلی آگئی ہے۔ اور آپ نے ان آٹھ کتابوں [ک]ی فہرست دی ہے جو اس کتاب کے مرتب کرتے وقت آپ کے پیشِ نظر تھیں۔ کتاب کے مطالعہ سے ظاہر ہے کہ فاضل محترم ڈاکٹر مدنی نے انتخابِ کلام میں مزاجِ کلام اور عناصرِ کلام اور زبانِ ولی کی خصوصیات کو مدِ نظر رکھا ہے نیز الفاظ کی وضاحت اور الفاظ کے تلفظ کو مشکل [پسند] مطالعہ کرنے والے کی خاصی مدد کی ہے۔ یہ اور بات ہے کہ کتاب میں بعض جگہ کتابت وطباعت میں بے احتیاطی ضرور ہو گئی ہے۔

ولی کی فارسی دانی مسلم۔ اسی کے ساتھ آپ کے کلام سے ظاہر ہے کہ عربی زبان میں بھی ان کو خاصہ دخل تھا۔ جس پر وہ جملات شاہد ہیں جو آپ کے کلام میں موزوں ہوئے ہیں مثلاً (ص۲۴) نہ صرف یہ بلکہ ولی کلام اللہ کے حافظ بھی تھے۔ مثلاً ؎

حق ترا جگ میں کیوں نہ ہو حافظ کہ تجھے حافظِ کلام کیا (ص۳۸)

ولی کے وقت میں جیسا کہ اوپر اشارہ ہوا کچھ الفاظ آج سے مختلف طور پر استعمال ہوتے تھے۔ چند الفاظ کی ڈاکٹر صاحب نے (ص۱) فہرست دی ہے۔ مجھے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ پیشِ نظر متن میں ان میں سے چند الفاظ کی قدیم و جدید دونوں صورتیں پائی جاتی ہیں مثلاً اگر ص۴ پر "نئیں" پایا جاتا ہے تو ص۴۵ پر "نہیں" بھی موجود ہے۔ اگر ص۱ پر "زُلُف" موجود ہے تو ص۵۹ میں "زُلف" بھی نظر آتا ہے وغیرہ۔

کتابت وطباعت کی بعض غلطیاں غلط آموز ہیں۔ مثلاً ص۴۵ پر شعر دوم کے مصرعِ اوّل میں "ضرب گر"، "مِن گر" کی جگہ "کر" ہونا چاہیے۔ ص۷۷ پر آخری مصرع میں "جیبہ" کی بجائے "جبہ"، اور ص۹۱ سطر ۱۲ پر "نزد" کی بجائے "نرد" ص۹۹ سطر آخر میں "آگے" کی بجائے "اگے" اور ص۱۰۳ کی سطر اوّل میں "دشت" کی بجائے "دَشتہ" اور اسی صفحہ کی سطر پنجم میں "گشت" کی بجائے "گشت" اور ص۸۸ سطر ۱۵ پر "کیہ" کی بجائے "قبلہ" ہونا چاہیے۔

صفحہ ۹۴ پر شعر کا پہلا مصرع ہے ع صنعت کے مصوّر نے صباحت کے۔

"صفحے" پر

اور صفحہ ۵ پر مصرعہ ہے کہ "صفحے" پر چہرۂ عشاق کے مصورِ عشق

ان دونوں مصرعوں میں لفظ صفحہ دو صورتوں میں لکھا گیا ہے۔ صفحہ ۸۶ سطر آخر "ادیب" کی جگہ "نصیب"، ۸۰ سطر بارہ چشمہ کی جگہ "چشمہ" اور صفحہ ۱۱ سطر ۲۱ پر الحاکم بجائے الحاکم کے چھپا ہے۔

علاوہ ازیں طباعت میں کئی مقامات پر نقطوں کا مسئلہ سامنے آتا ہے جسے قاری خود درست کر سکتا ہے۔ فرہنگ میں "موٹھ" کے معنے "مٹر" بتائے گئے ہیں۔ صحیح ہی ہوں گے۔ مگر جہاں تک میں جانتا ہوں "موٹھ" اور "مٹر" دو الگ قسم کے دانے ہیں۔ موٹھ ہمارے پنجاب میں، ہریانہ میں، یوپی میں "مونگ" کی قسم کا دانہ ہوتا ہے۔ اور "مونگ سبز" اور موٹھ رنگت میں مٹیالہ اور "مونگ" سے کسی قدر چھوٹا اور کھانے میں کرارا ہوتا ہے۔ دلی آگرے میں "موٹھ دال" ایک مشہور خوردنی تحفہ ہے۔
۳۵-۳۶ برس پہلے ملک میں دلی کی دوصد سالہ برسی منائی گئی تھی بمبئی کے اسماعیل یوسف کالج میں بھی یہ تقریب منائی گئی تھی اس تقریب کے لیے میں نے بھی ایک مقالہ لکھا تھا۔ جو لعد میں غالباً اس زمانے کے مشہور رسالہ "نیرنگ خیال" میں شائع ہوا تھا۔ کلام ولی کے لیے پروفیسر حیدر ابراہیم سایانی کا مرتبہ دیوان ولی میرا ماخذ تھا۔ اس مضمون کے بارے میں اور تو کچھ یاد نہیں صرف اتنا یاد ہے کہ رسالہ میں لفظ "حیدر" کو "سید" کی شکل دیدی گئی تھی۔ دوسرے محققوں نے ولی اور کلام ولی کے بارے میں کیا معلومات فراہم کی ہیں۔ مجھے معلوم نہیں۔ میری معلومات قدیم "آبِ حیات" تک اور جدید اطلاعات ڈاکٹر مدنی کی مختلف تحقیقات تک محدود ہیں۔ چنانچہ اب جو "انتخاب ولی" بالاستیعاب پڑھا تو عالم ہی دوسرا نظر آیا۔ وہ یہ کہ ولی کی زبان اس زمانے کے سارے ہندوستان کی زندہ زبان تھی۔ جو پنجاب سے دکن اور گجرات تک بولی اور سمجھی جاتی تھی۔ چنانچہ اس مختصر کتاب میں کم سے کم ذیل کے الفاظ وہ ہیں جو ڈھائی سو سال پہلے تک گجرات، دکن، وسطی ہند اور پنجاب میں مشترک تھے۔ اور لسانی انقلاب کے باوجود آج بھی پنجاب میں اسی طرح بولے اور انہی معنوں میں سمجھے جاتے ہیں۔ جس طرح اور جن معنوں میں ولی کے زمانے میں بولے اور برتے جاتے تھے بعد کی اصلاح یا ترقی نے ملک بھر کی مشترک زبان کو محدود طبقہ کی زبان بنا دیا ہے۔ بہرحال ولی کے کلام میں جو لفظ استعمال میں آئے ہیں وہ جوں کے توں پنجاب میں آج بھی بولے اور سمجھے جاتے ہیں۔

انتخابِ ولی مرتبہ ڈاکٹر ظہیر الدین مدنی مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دلی ۲۵ قیمت ۲/۵۰

انور کمال حسینی

احسان الحق صاحب اُردو کے کوئی جانے پہچانے ناول نگار نہیں ہیں! اس ناول کی اشاعت سے پیشتر اُن کے ڈراموں کا ایک مجموعہ ضرور شائع ہوا ہے لیکن میرا خیال ہے کہ اُن ڈراموں میں کوئی ایسی ندرت اور چونکا دینے والی بات نہیں تھی کہ احسان صاحب کے لیے اُردو ادب میں کوئی جگہ بن سکتی لیکن کالا شہر اور گورے لوگ بلا شبہ ان کی ایسی کاوش ہے جسے پڑھنے کے بعد اُن کی نئی تخلیقات کا انتظار کیا جا سکتا ہے۔

"کالا شہر، گورے لوگ" اردو ادب میں واقعی اپنے قسم کا پہلا ناول ہے جیسا کے ناول کے نام سے تضاد ظاہر ہے، یہ تضاد پورے ناول پر چھایا ہوا ہے۔ اس میں مشرقی اور مغربی تہذیب کا تضاد ہے، خیالات کا تضاد ہے، رنگ کا تضاد ہے اور کرداروں کا تضاد ہے اس میں مذہب بھی ہے اور جنس بھی، فلسفہ بھی ہے، شراب بھی۔ اخلاق بھی بداخلاقی بھی، محبت بھی ہے اور نفرت بھی غرض اس ناول میں کیا نہیں ہے؟! میری نظر میں اب تک نیاض علی کا ناول "انور" اپنی جگہ اتنا مکمل تھا کہ اس میں سب کچھ تھا لیکن احسان الحق صاحب کا کمال یہ ہے کہ انھوں نے محدود صفات میں سب کچھ پیش کر دیا ہے! اس ناول کو پڑھنے پر سب سے پہلا جو تاثر ملتا ہے، وہ عموی ہوتے ہوئے بھی ایک محکم حقیقت ہے کہ اچھا اور بُرا ہونے کے لیے گورے اور کالے کی کوئی قید نہیں ہے اور وفاداری صرف مشرقیت کی پابند نہیں، مذہب کی پابند نہیں، آزادی کی پابند نہیں اس لیے ایک مغربی تہذیب کی پروردہ آزاد خیال لڑکی بھی ایک کالے بچے کی ماں بننے میں فخر محسوس کرتی ہے۔

اس ناول میں احسان صاحب نے نظریات اور حقائق کی نشاندہی کی ہے اور نتیجہ اخذ کرنے کا کام قاری پر چھوڑ دیا ہے۔ وہ اس کہانی کو اتنا بین بین لے کر چلے ہیں کہ یہ فیصلہ مشکل ہو جاتا ہے کہ آیا وہ مغربی تہذیب کے دلدادہ ہیں یا مشرقی روایات کا احترام کرتے ہیں۔ ناول کے نام سے بھی ان کے کسی تاثر کا اظہار نہیں ہوتا بلکہ ایک حقیقت کا اظہار ہوتا ہے۔

"کالا شہر اور گورے لوگ، کو فنی حیثیت سے ایک مکمل ناول نہیں کہا جا سکتا کیونکہ

س میں کہیں تو ڈرامائی انداز حاوی ہے اور کہیں بیانیہ اور کہیں کہیں یہ ایک رپورتاژ بن کر رہ گیا ہے لیکن اس کے باوجود اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس ناول میں کہانی کا تانا بانا اس انداز سے بنا گیا ہے کہ وہ پڑھنے والے پر اپنا بے پناہ تاثر چھوڑتا ہے۔ ناول کی زبان اچھی ہے۔ ان کے قلم سے ایسے تیکھے اور تیز جملے نکلے ہیں جو دل و دماغ پر براہ راست اثر کرتے ہیں اور اس بات کا احساس دلا دیتے ہیں کہ احسان الحق صاحب کے قلم میں نشتر کی سی تیزی موجود ہے۔

اس ناول کے لیے کہا گیا ہے کہ یہ آج کا ناول ہے۔ مستقبل کا ناول ہے۔ گزشتہ کل سے اس کا کوئی واسطہ نہیں۔ ناول کو پڑھ کر میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ یہ گزشتہ کل کا ناول زیادہ ہے اور مستقبل کا ناول کم ہے۔ گزشتہ کل، اگر ہمارے علم میں نہ ہوگا تو آج کو ہم سمجھ نہیں سکتے اور مستقبل کی تعمیر نہیں کر سکتے۔ اس ناول میں جہاں جہاں مذہب گوتم بدھ، فلسفہ، شرافت، عبادت کے حوالے آئے ہیں وہ سب گزشتہ کل، کی نمائندگی کرتے ہیں۔ یہ گزشتہ کل، ہی ہے جس کی بنیاد پر کالا شہر گورے لوگ کی تخلیق ہوئی ہے، اور ویسے بھی گزشتہ کل، کا ناول ہونا کالا شہر گورے لوگ کے لیے اتنا ہی اہم ہے جتنا کہ آج کا اور مستقبل کا ناول ہونا!

احسان الحق صاحب نے کھلے ذہن کے ساتھ کھلے الفاظ میں یہ ناول لکھا ہے۔ اس میں مذہب پر طنز بھی ہے اور اس کی اہمیت کا اظہار بھی۔ ایک نوجوان مولانا، کے الفاظ میں وہ مذہب پر طنز کرتے ہیں "خدا تیری عبادت کے پل بہت دیر سے ادا ہوتے ہیں" تو دوسری طرف وہ یہ بھی کہتے ہیں: "جنسی آگ کو نہ ماں باپ روک سکتے ہیں نہ قانون، اس کا صرف ایک ہی علاج ہے، صرف ایک ——— اور وہ ہے مذہب" لیکن مذہب کی یہ اہمیت ماننے کے باوجود وہ مذہب کو کتابوں میں ہی خوب صورت سمجھتے ہیں اور یہ یقیناً موصوف کے ترقی پسند ہونے کی دلیل ہے! یقیناً احسان صاحب نے سیاحوں کی طرح لندن جا کر ادیبوں کی طرح یہ ناول نہیں لکھا ہے۔ بلا شبہ اس ناول میں ایک صاحب نظر کے گہرے مشاہدے کے تحت، لندن کی زندگی کے عجیب و غریب پہلو سامنے آتے ہیں۔ اور ویسے بھی یہ ناول محض لندن تک محدود نہیں ہے، واقعی یہ ایک بین الاقوامی ناول ہے جس کے کردار بڑی دور تک سوچتے ہیں وہ چاہے انگریز ہو یا ہندوستانی لیکن سوچتے، جیتے اور محبت

کرنے کے انداز ایک ہیں۔ یہ جملہ چاہے خالد کے منہ سے نکلیں یا بار بار ہوکے، ا مسند کے الفاظ ہوں یا جان کے یا کسی اور کے، یکساں سوچ کی نمائندگی کرنے کے ساتھ ساتھ اٹل حقیقتوں کا اظہار ہیں، سادے حقائق کا، کڑوی سچائی کا۔

"لندن۔۔۔۔ جہاں قانون کی گرفت سفارش سے ڈھیلی نہیں ہوتی"

"ایک چیز کا دوسری چیز سے ایک آدمی کا دوسرے آدمی سے مقابلہ نہ کیا کرو ورنہ بہت دکھ اٹھانے پڑیں گے"

"انسان کا وجود دکھ سے بھرا ہے، ہر دکھ کا ایک سبب ہوتا ہے۔ ہر دکھ عارضی ہوتا ہے۔"

"خوشی کے دن غموں کی پرچھائیاں اتنی گہری کیوں ہو جاتی ہیں۔"

"آپ کے زمانے میں لڑکی سے برا کام کرنے کے لیے اس سے شادی کرنا پڑتی تھی اور اب زمانہ اتنا آگے بڑھ چکا ہے کہ وہ سب کام شادی کے بغیر ہو جاتے ہیں۔"

"یہاں اجالے کے انتظار میں سونے والے بہت دیر تک سوتے رہ جاتے ہیں۔"

ملک کوئی بھی ہو، آنکھ کوئی بھی ہو، آنکھوں کی نمی ایک ہوتی ہے، دل کے دھڑکنے کی آواز ایک ہوتی ہے۔"

"امتحان پاس کرنے سے ڈگریاں ضرور مل جاتی ہیں، کھال کا رنگ نہیں بدلتا۔"

"بعض لوگ بھرے ہوئے گھروں میں، مجمعوں میں بھی تنہا ہوتے ہیں۔ یہ زندگی ایک قید کے سوا کچھ نہیں ہے۔"

"دکھ تو ایک نجی چیز ہے۔ دکھ کا کیا، وہ تو بات بے بات ہوتا رہتا ہے۔"

"محبت کی مہر ثبت کرنے کے لیے صرف ہونٹوں کا ملاپ کافی نہیں ہوتا۔"

"مشرقی لوگوں کی بس یہی ایک کمزوری ہے۔ جو خود ان کو کبھی نظر نہیں آتی۔ لطف اٹھائیں گے ساری رات اور اگر کوئی بات ہو گئی تو سارا الزام لڑکی پر رکھ کر گوشہ گیر ہوں گے۔"

"گنے چنے لوگ خراب ہوتے ہیں۔ ملک خراب نہیں ہوتے۔ عوام کی اکثریت ہر ملک میں اچھی ہوتی ہے۔"

"خدا کا خوف دل میں بسا ہوگا تو بہکنے کے امکانات کم ہو جائیں گے۔"

ہمدردی جملوں میں کتنا تصنع ہوتا ہے چاہے وہ دل ہی سے کیوں نہ نکلیں۔

مندرجہ بالا جملے جہاں احسان الحق صاحب کے گہرے مشاہدے کو ظاہر کرتے یا یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ زندگی کو برتنے کے فن سے بھی خوب واقف ہیں۔ جنس کی یت ہر جگہ مسلم ہے اور آج کی زندگی میں تو جنس بھی ایک نت نا چکی ہے اسی لیے ... صاحب نے ای کی جذبات نگاری بڑے مزے سے کر دی ہے۔ بحیثیت مجموعی کالا شہر گورے لوگ یبی قدروں کا ایک دلچسپ سماجی ناول ہے۔ جس میں کتابت کی غلطیاں ناولستان کے شائع وہ پہلے ناول "اپنی اپنی صلیب" سے تو کم ہیں، مگر ہیں۔ ادارے کو اپنی آئندہ کتابوں کی ے خصوصی توجہ دینی چاہیے۔ اچھی خاصی طباعت کے ساتھ سفید کاغذ پر چھاپے گئے اس دل کی قیمت پانچ روپے مناسب ہے۔ سرورق بھی جاذب نظر ہے۔

کالا شہر گورے لوگ احسان الحق ناولستان نئی دہلی ۲۵ قیمت پانچ روپے

یم۔ اے۔ نصر

دورِ جدید میں اردو ادب "پروپیگنڈہ" کا شکار ہے۔ کھوکھلی تصویریں، قیمتی رنگ و روغن کی وجہ سے ادبی دنیا کی زینت بنی ہوئی ہیں اور ماہر و قابلِ قدر فنکاروں کی ادبی تصویریں، اپنا صحیح مقام پانے سے قاصر ہیں، کیونکہ ان تصویروں کے خالق۔۔۔ نقلی چہرے "تانبے" کی مانند چمک کر سونے کی چمک کو ماند کر رہے ہیں۔ اس کی وجہ قاری کی ذہنی ناپختگی، کم مائیگی، سطحی پن ۔۔۔ یا ۔۔۔ نیا ماحول اور اس کی نئی نئی ترکیبیں ہیں۔

بنگال بالخصوص کلکتہ میں شاعروں کی بھیڑ ہے، جو کچھ نہیں وہ "شاعر" بن گیا ہے، پانی کے بلبلوں کی طرح ابھرنے والے یہ "ادبی حباب" صابن کے جھاگ کی طرح بیٹھ جاتے ہیں۔ مگر ان میں بعض تعلقات اور پروپیگنڈے کے سہارے، چائے خانوں، پیٹر کی دکان اور کسی کتاب کی دکان کے سامنے پڑے ہوئے اسٹول پر بیٹھ کر "ادبی مقام" بنانے کی سعی میں مصروف نظر آتے ہیں۔

وقتی لہریں انہیں مقامی اعتبار سے بلند مقام دیدیتی ہیں۔ مگر وہ چو لھے کے دھوئیں کی طرح جلد ہی معدوم ہو جاتے ہیں، ایک طرف تو اردو ادب سے متعلق ادبی

عصرات کی یہ حالت ہے، دوسری جانب ان وقتی دھوکوں کے غبار میں گم ہو کر ہم اپنے بلند مرتبہ ادبا و شعرا کی فراموش کرنے پر کمربستہ ہیں۔ ہماری اونچی ادبی شخصیتیں، گمنامی کا لبادہ پہنے ہوئے، ادبی کھنڈروں میں روحوں کی طرح، گھوم رہی ہیں۔ ایسے ہی ادبی شخصیتوں میں ایک ساجد ابردی بھی ہیں۔ جو کبھی ساجد القادری کے نام سے اردو ادبی دنیا میں متعارف تھے۔

علامہ اثر احسنی گنوری نے ان کے متعلق لکھا ہے "ساجد کی شاعری ایسی ہی ہے جو سو فیصدی آپ بیتی ہے۔ وہ تلخیاں گھولتے ہیں مگر حب الوطنی کے ساتھ..... قریب قریب ہر صنف سخن میں شعر کہتے ہیں اور آسانی و روانی کے ساتھ کہتے ہیں۔" جناب طرفہ قریشی لکھتے ہیں "مقصد اور مواد کے لحاظ سے ان کی 'شاعری' آج کے ناگفتہ بہ حالات کا پورے طور پر احاطہ کرتی ہے۔"

چند اشعار ملاحظہ فرمائیے ؎

جبر و مشیت، توبہ توبہ ۔۔۔ رونا مشکل، ہنسنا مشکل

رومان بھرے گیت بھی گاؤں گا ندیم ۔۔۔ انساں کو انساں بنا لوں پہلے

کرنوں بکھرتا ہے، بکھر جائے گی بہر صورت ۔۔۔ ظلمت کو مناسب ہے خود راہ سے ہٹ جائے

سحر کی تابندگی کو ساجد چراغِ محفل کی کیا ضرورت ۔۔۔ بجھا دو قندیلِ انجمن کی خیال آیا ہے شعلہ رو کا

رنج و غم سے ٹکراتی رہی پیہم خوشی میرے لیے ۔۔۔ کس قدر جہد آفریں ہے زندگی میرے لیے

یہ اشعار ان کے مجموعۂ کلام "مصحفِ دل" کے منتخب اشعار نہیں کہے جا سکتے کیونکہ جو اشعار سامنے آگئے، ان میں سے چند مثال کے طور پر تحریر کر دیے ہیں بہرحال شاعری کے متعلق، ساجد صاحب کی رائے کیا ہے، وہ خود ان کی اس تحریر سے ظاہر ہے۔ "فن کی توڑ پھوڑ پر میرا ایمان نہیں۔ بلکہ میرے نزدیک یہ فعل جہالت کے مترادف ہے۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ میں جدیدیت کا مخالف ہوں۔ فن میں جدت ضرور کی جائے۔ لیکن چراغ ... جلتے چلے آسمان سے بجلیاں نہ برسیں۔"

'مصحفِ دل' اپنے دامن میں وافر خزانہ چھپائے ہوئے ہے۔ غزلیں، نظمیں، قطعات اور دیگر اصنافِ سخن پر کافی مواد ملتا ہے۔ الغرض یہ کتاب کسی اچھے اور بلند پایہ مجموعۂ کلام کے مقابلے میں رکھی جا سکتی ہے۔ ادبی ذوق بالخصوص اردو شعر و شاعری سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے "مصحفِ

کا مطالعہ ناگزیر ہے۔

مصحفِ دل ۔ ساجد ابروی ۔ بزمِ شہود ۔ 83F پنچھبا روڈ کلکتہ ۳۷ قیمت ۵/۱

آتشِ سیّال

ساجدہ زیدی

"آتشِ سیّال" کی شاعرہ نے صدیوں کی سوئی ہوئی آگ کو شعلوں کی زبان میں بات کرنا سکھایا ہے۔ اس صہبا کی تندی سے لفظوں کے آبگینے پگھلے بھی ہیں اور نئے آبگینے ڈھلے بھی ہیں ۔ قیمت : آٹھ روپے

ادب فکر اور سماج

راجیندر ناتھ شیدا

راجیندر ناتھ شیدا اردو کے مشہور محقق و نقاد ہیں۔ زیرِ نظر کتاب آپ کے گیارہ بلند پایہ مقالات کا مجموعہ ہے۔ قیمت -/۱۲

ملا وجہی کے انشائیے

جاوید وششٹ

اِن انشائیوں میں مذہب، اخلاق سے متعلق ۱۸ انشائیے ہیں بقیہ تمام فرد، سماج اور فطرت انسانی سے متعلق ہیں۔ ملا وجہی نے اپنے حریف ملا غواصی کو ادبی محاذ پر انھیں انشائیوں کے وار سے نیچا دکھا دیا۔ قیمت -/۶

نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا کی چار نئی کتابیں

ہندی افسانے مرتب (ڈاکٹر) نامور سنگھ مترجم :۔ اگرسین نارنگ

چندر دھر شرما گلیری نے ۱۹۱۵ء میں "اس نے کہا" نامی افسانہ لکھ کر ہندی افسانے کی باقاعدہ ابتدا کی۔ اس مجموعے میں شرما سے کاشی ناتھ سنگھ، پندرہ بلند پایہ افسانہ نگاروں کے بہترین افسانے شامل ہیں جو ہندی افسانے کی اعلیٰ روایات کی نشاندہی کرتے ہیں۔ قیمت -/9

پنجابی افسانے مرتبہ :۔ ہربھجن سنگھ مترجم :۔ مخمور جالندھری

جدید پنجابی ادب کا بانی ویر سنگھ کو مانا جاتا ہے اسی لئے کہانیوں کے اس مجموعے کی ابتدا ویر سنگھ سے کی گئی ہے۔ ویر سنگھ کے علاوہ اس مجموعے میں بیس اور بلند پایہ افسانہ نگاروں کی کہانیاں شامل ہیں۔

قیمت -/7

زندگی ایک ناٹک پنا لال پٹیل مترجم :۔ کشور سلطانہ

"زندگی ایک ناٹک" گجراتی ناول "مان دینی بھوائی" کا اردو ترجمہ ہے۔ یہ ایک دیہاتی مزاج کی کہانی ہے۔ جس میں گزشتہ بیس برسوں کے واقعات کو اساس بنا کر "کالو" کے کردار سے پنا لال پٹیل نے ایسی تخلیق کی ہے جس کی وجہ سے انھیں گجراتی ادب میں ایک رہنما کی حیثیت حاصل ہو گئی ہے

قیمت -/10

رنجیت سنگھ مصنف ڈی۔ آر۔ سود مترجم مخمور جالندھری

مہاراجہ رنجیت سنگھ نے ایک چھوٹے سے راجہ کی حیثیت سے ابتدا کر کے اپنے لئے ایسی سلطنت تراشی جس پر ہر کوئی فخر کر سکتا ہے۔ انھوں نے پنجاب کو قومیت کا احساس عطا کیا۔ صحیح معنوں میں اسے ایک سیکولر ریاست بنایا جس میں مسلمان وزیر بھی تھے، مشیر بھی۔ ایک مستند تاریخ۔

تقسیم کار

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ

نئی دہلی ۲۵ اردو بازار دہلی ۶ پرنسس بلڈنگ بمبئی ۳ شمشاد بلڈنگ علی گڑھ

جائزے

(تبصرے کے لیے ہر کتاب کی دو جلدیں آنا ضروری ہیں)

انوارِ سحر

مصنف: ڈاکٹر انوارالحسن، انوار
ناشر: ادارہ صبح ادب۔ اُردو بازار دہلی
ملنے کا پتہ: مکتبہ جامعہ، اردو بازار دہلی۔ و مکتبہ دانش محل امین آباد لکھنؤ۔ ادارہ فروغ اُردو امین آباد لکھنؤ۔
قیمت: چار روپے

"انوارِ سحر" ڈاکٹر انوار الحسن کے شعری کلام کا مجموعہ ہے۔ جس پر ڈاکٹر راغب حسین صدر شعبہ فارسی لکھنؤ یونیورسٹی کا مقدمہ ہے۔

ڈاکٹر انوار کے بارے میں میں ابھی تک یہ سمجھتا تھا کہ چونکہ امام غزالی پر اُن کا تھیسس ہے اس لیے وہ بہت ثقہ قسم کے مولوی ہوں گے۔ اور چونکہ وہ عربی اور فارسی کے سایہ میں پروان چڑھے ہیں۔ اس لیے اگر کچھ نہیں تو داڑھی زدہ اور تہمد زدہ قسم کے انسان تو ضرور ہی ہوں گے اور چونکہ اسلام میں غنا جائز نہیں اس لیے شعر، شاعری سے ان کو دور کا لگاؤ نہ ہوگا مگر میری حیرت کی حد و انتہا نہ رہی جب ادارہ نے ان کا شعری مجموعہ کلام مجھے بغرض تنقید و تبصرہ عنایت کیا۔ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ ایک شخص جس کو آپ نرا کھرا مولوی قسم کا انسان سمجھتے ہوں۔ وہ صوری اور معنوی دونوں اعتبار سے اُس کے برعکس نکلے تو آپ کے استعجاب کی کوئی حد و انتہا نہ رہے گی۔ چنانچہ میں اس مجموعہ کو گھرے گیا اور شروع سے آخر تک میں نے بغور پڑھا۔ اور سب سے زیادہ جس چیز نے مجھے متاثر کیا وہ ڈاکٹر راغب کا مقدمہ تھا جس میں اُنھوں نے اس اندوہناک واقعہ کا ذکر کیا جس نے ڈاکٹر انوار کو نہ صرف یہ کہ ایک بلند پایہ شاعر بنا دیا بلکہ ان کے کلام میں ایک ایسی یاسیت پیدا کر دی جو میر تقی میر اور فانی کے علاوہ کسی کو نصیب نہ ہو سکی۔ عشق اور محبت ہی وہ چیز ہے جو شاعری کی

جان ہوتی ہے اسی نے وامق عذرا، فرہاد شیریں ... اور اسی چیز سے کلام میں ایک ایسا تاثر پیدا ہوتا ہے جو دلوں کو تڑپا دیتا ہے اور سچ پوچھیے تو شاعری در اصل محبت کی اسی خلش کا دوسرا نام ہے۔

محبت وہ بلا ہے دوست بنکر دل میں رہتی ہے
لگاتی ہے اسی میں آگ جس منزل میں رہتی ہے

ڈاکٹر انوار کے مجموعہ کلام پڑھ کر اس خلش کا بھر پور اندازہ ہوتا ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس خلش نے ڈاکٹر صاحب سے مندرجہ ذیل شعر کہلوائے ہیں۔

اک جانِ مبتلا کے سوا اور کیا رہا
پرسش کو آئیں وہ تو یہی ان کو نذر دوں

بجلی گری تھی کب یہ کسی کو خبر نہیں
اب تک چمن میں آگ لگی ہے بہار میں

پھر کس کی یاد آئی کہ انوار آجکل
موتی پرو رہا ہوں گریباں کے تار میں

دل اک مدت سے لذت آشنائے دردِ فرقت ہے
سکوں نا آشنا بھی ہے سکون کو ڈھونڈتا بھی ہے

کہیں رد کے سیلِ اشک بھی رکتے ہیں آنکھوں میں
محبت کو چھپانے سے محبت اور بڑھتی ہے

اتر جاتا ہے سنہ پھولوں کا باد صبح گاہی سے
مگر شبنم کے اشکوں سے لطافت اور بڑھتی ہے

مذکورہ بالا اشعار سے اندازہ ہوتا ہے کہ ڈاکٹر انوار کا کلام ان کی شخصیت اور زندگی کا صحیح معنوں میں آئینہ دار ہے۔ ڈاکٹر راغب حسین نے اپنے مقدمہ میں لکھا ہے کہ

"زیر نظر مجموعہ ایک درد مند دل کی آواز ہے ایک ایسا دل جو مفلس کا چراغ کی طرح جل رہا ہے۔ جو بے قرار ہے اس لیے کہ اس کا قرار چھن چکا ہے۔ یہ ایک مضطر روح کی آواز ہے جس نے غزل کا آہنگ پالیا ہے۔ یہ ایک غمزدہ انسان کی آنکھوں سے ٹپکتی لہو کی بوندیں ہیں جنھوں نے صفحۂ قرطاس پر بکھر کر الفاظ کا روپ لے لیا"

خدائے سخن میر تقی میر کی شاعری در اصل ایک آپ بیتی کہانی ہے جس میں عشق و محبت کی تڑپ اور ایسے نشتر ہیں جو ہر پڑھنے والے کو سر دھننے پر مجبور کرتے ہیں۔ جس طرح میر تقی میر نے اپنے کلام میں اپنے محبوب کی جدائی پر آنسو بہائے ہیں اسی طرح ڈاکٹر انوار نے اپنی رفیقۂ حیات کی مرگِ ناگہانی پر ایسے انداز میں اشک افشانی کی ہے کہ سننے والوں کے دل پاش پاش ہو کر رہ جاتے ہیں اور ہر دکھے ہوئے دل کو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ خود اسی کی دردناک کہانی ہے۔

ان کے چند اشعار اور ملاحظہ ہوں۔

کمھلائے ہوئے غنچہ و گل صحنِ چمن میں
دیکھے نہیں جاتے ہیں مگر دیکھ رہا ہوں

جس سمت نظر آئے ترا نقشِ کفِ پا
کس شوق کہ عالم میں ادھر دیکھ رہا ہوں

کس رشکِ گلستاں کی جدائی کا اثر ہے
ہے چاک گریبانِ سحر دیکھ رہا ہوں

یہ کون آگیا ہے تصور میں رات کو
اشکوں سے کر رہا ہوں چراغاں نہ پوچھیئے

آوارہ جی رہا ہوں کسی کے بغیر یوں
جیسے ہوں زندگی سے پشیماں نہ پوچھیئے

جہاں تک مجموعہ کی طباعت کا تعلق ہے وہ یقیناً دیدہ زیب ہے اور لکھائی چھپائی بھی شعری مجموعوں سے جو آجکل شائع ہوتے ہیں خاصی دلکش ہے مجھے اُمید ہے کہ ڈاکٹر انوار کا شعری مجموعہ بہت سے اشعار پڑھنے والوں میں زبان زد ہو جائیں گے۔ مجموعہ کی صوری اور معنوی حیثیت کے پیش نظر۔ قیمت: چار روپے بہت ہی کم ہے

فرقت کاکوروی

ہمعصروں پر غالب کا اثر

مصنف: ظفر ادیب

ناشر: قصرِ اردو۔ اردو بازار دہلی

قیمت: دس روپے

صفحات: ۲۰۵

اشاعت: ۱۹۷۱ء

غالب کے مختلف گوشے برابر تلاش کیے جا رہے ہیں اور غالبیات میں اضافہ جاری ہے۔ ظفر ادیب نے اُن کے ہم عصروں کو اپنا موضوع قرار دیا ہے۔ وہ ایک کہنہ مشق اور صاحب نظر ادیب ہیں۔ زیر تبصرہ کتاب سے ان کے خلوص کار اور محبت دارو یے کا بھی اظہار ہوتا ہے اور اُن کی دقتِ نظر اور کاوش کا بھی۔

اس کتاب میں ابواب کی فہرست نہیں دی گئی ہے اور نہ ان کے عنوانات قائم کیے گئے ہیں۔ بس اتنا ہے کہ اگلی بات ایک نئے صفحے سے شروع ہوتی ہے۔ کتاب کا پہلا باب مرزا کی ولادت اور آگرہ کی زندگی سے متعلق ہے۔ پھر دہلی کی زندگی، کلکتہ کا سفر، دربار تک رسائی، معتقدات اور کلام پر تبصرہ ملتا ہے۔ اس طور تقریباً پونے دو سو صفحات تمام ہوتے ہیں۔ ان تمام موضوعات پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ ظفر ادیب نے اپنے بیان کی تائید میں برابر حوالے پیش کیے ہیں اور محض سرسری بیان پر اکتفا نہیں کیا ہے۔

لہٰذا اُن کی تحریر محض اعادہ نہیں ہے بلکہ جائزہ اور تبصرہ شامل ہے۔ اس ذکرِ غالب کے بعد اُن کے معاصرین کا تذکرہ شروع ہوتا ہے۔ سب سے پہلے مومن کا نام آتا ہے۔ ان کے بارے میں مصنف نے فرمایا ہے کہ "مومن کے یہاں غالب کا اثر صرف اس انداز سے ملتا ہے کہ اُن کی نازک خیالی بھی حقیقت اور مشاہدہ کی ترجمان بن جاتی ہے۔" مومن کے بعد مفتی آزردہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان کے بارے میں مصنف کا بیان ہے کہ "میرزا کو ان سے اپنے کمال کی داد و تحسین کی آرزو ہمیشہ رہی۔ ایسی صورت مفتی آزردہ کی اردو شاعری کے بارے میں یہ رائے قطعی نہیں قرار پا سکتی کہ آزردہ صاحب کی فارسی شاعری تو میرزا کا کوئی اثر قبول نہیں کرتی لیکن اُردو شاعری پر ضرور کچھ نہ کچھ اثر پڑا ہے یہ اور بات ہے کہ یہ اثر براہ راست نہیں بلکہ بالواسطہ ہے۔ لیکن میرزا کے اثر سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے" تیسرے ہم عصر مولانا صہبائی ہیں جن کے سلسلے میں مصنف کا کہنا ہے کہ "لیکن میرا موضوع تو میرزا کی اردو شاعری کا اثر ہی ہے اور صہبائی صاحب کے یہاں اُردو میں اتنا اور اس انداز کا مواد نہیں ملتا ہے جس سے کچھ ایسے نتائج اخذ کیے جا سکیں۔" مولانا صہبائی کے ذکر کے بعد ذوق اور ظفر کی باری آتی ہے۔ مصنف نے ذوق کے سلسلے میں لکھا ہے کہ اگر میرزا اور ذوق کے سہروں کا مقابلہ کیا جائے تو دانستہ اثر کا پتہ چلتا ہے۔ کیونکہ میرزا کا سہرا ذوق کے سامنے موجود تھا۔ "لیکن یہ ایک مخصوص موقع کی بات ہے دراصل یہ 'اثر' نہیں ہے بلکہ جوابی کارروائی' ہے۔ یہاں معاصرانہ چشمک ہے، ربطِ باہم نہیں۔ ظفر نے بے شک ذوق کی وفات کے بعد غالب کو اپنا استاد بنایا اور یقیناً اُن سے متاثر ہوئے۔"

اس طور ظفر کے علاوہ تین معاصرین کا ذکر کیا گیا ہے، اُن پر غالب کا اثر نمایاں نہیں ہوتا اگرچہ اُن سب کا ذکر بڑی جگہ پر خوب ہے بالخصوص مفتی آزردہ اور مولانا صہبائی کا تذکرہ۔ اس لیے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب کو "غالب اور ان کے چند ہم عصر" کہہ دیا جائے۔

ظفر ادیب نے بڑا مدلل اندازِ بیان اختیار کیا ہے۔ تقریباً ہر صفحے پر حوالے درج ہیں اور اکثر ایسے صفحات ملیں گے جہاں دو ایک سطر اصل عبارت ہے اور باقی صفحہ حاشیہ ہی حاشیہ۔ یہ کیفیت یوں تو ظاہری حسن پر اثر انداز ہوتی ہے اور عبارت کو کسی قدر بوجھل بنا دیتی ہے۔ لیکن تحریر کے وقیع ہونے میں کلام نہیں۔

ظفر ادیب ہمارے شکریے کے مستحق ہیں کہ انھوں نے غالب کے چند ممتاز ہم عصروں کے بارے میں اتنا مواد یکجا اور معتبر ہیں فراہم کیا۔ اُمید ہے کہ اس کتا

خاطرخواہ پذیرائی ہوگی۔

عبداللہ ولی بخش قادری

روی کی کرنیں

شاعر: روی بہار دواج
ناشر: بزم چکبست جودھپور
سائز: ۲۰×۲۶/۸ صفحات ۱۴۰
قیمت: چھ روپے

روی بہار دواج کا مجموعۂ کلام "روی کی کرنیں" نہایت آب و تاب سے شائع ہوا ہے۔
اس میں ۱۹۶۳ء سے ۱۹۷۰ء کی کہی ہوئی غزلیں اور قطعات شامل ہیں بسمل سعیدی نے دیباچہ
ذیلی عنوان "ذکر اُس پری وش کا" قرار دیا ہے اور اسی فضا میں دیباچے کی تکمیل کی ہے۔ روی
کرنیں اور دیباچہ گنگا جمنا کی طرح مل کر قاری کے ذہن و نظر کو سرمایۂ انبساط فراہم کرتے ہیں۔ ذکر اُس
پری وش کا ایک ٹکڑا ملاحظہ فرمایئے۔

ص ۳۔ "جس طرح مہیب ابر سے بارش کے لطیف و شفاف قطرے زمین پر گرتے ہیں
اسی طرح بہار دواج روی کے عظیم وجود سے حسین و رنگین افکار بصورتِ اشعار صفحۂ قرطاس کو
گلزار بناتے ہیں"

روی نے گوڑگاؤں سے چل کر جودھپور میں اپنی رنگا رنگ سرگرمیوں کی ارزانی کی ہے۔
وہ لائنز کلب آف جودھپور کے سرگرم رکن ہیں۔ بزم چکبست کے بانی ہیں۔ مشاعروں کے
انعقاد میں بیشتر کا درجہ رکھتی ہیں شاعرانہ جست میں مبشر جودھپوری کی حمایت حاصل تھی
اب کنور مہندر سنگھ بیدی سحر کا مشورۂ سخن اور معنوی فیاضی کی دولت میسر ہے۔ استاد نے شاگرد
کے متعلق "دعائیہ" میں لکھا ہے۔

"میں یہ درخواست ان تمام حضرات سے بھی کرتا ہوں جو اردو سے زیادہ سے زیادہ
قریب ہیں کہ وہ ایسے نوجوانوں کو سراہیں تاکہ ہمارے تمدن و تہذیب کا دیا لئے انسانیت میں ہمیشہ
بول بالا رہے۔"

رمزی اٹاوی، ایم اے نے "جھلکیاں" کے تحت شاعر کے اخلاقی اوصاف اور شعری
تجربات کا منظوم اظہار کیا ہے۔ کول جودھپوری کے "دو نفظ" کا خلاصہ یہ ہے۔
"روی اس گلدستہ میں پڑھنے والوں کو کھلے رنگا رنگ نظر آئیں گے"
اک ... کا خیال ہے:

"ہم جناب روی کے آئینہ کلام میں اُن کی زندگی کے خصوصی پہلوؤں اور امتیازی گوشوں کو بآسانی جلوہ گر دیکھ سکتے ہیں۔"

روی کھار دواج کے اخلاقی کلام میں غالب کا تتبع قابلِ لحاظ ہے۔ غالب نے کہا تھا:-

نہ سُنو گر بُرا کہے کوئی | نہ کہو گر بُرا کرے کوئی۔؟

روی کھاردواج نے کہا ہے:

لڑنے بھڑنے میں کیا بھلائی ہے | مِل کے رہنے میں کیا بُرائی ہے

اقبال کے فلسفۂ خودی کا غلبہ اور حرکت و عمل کا درس بھی ملتا ہے۔

اپنے ہاتھوں سے اے زندگی ہم نے | اپنی تقدیر خود بنائی ہے

حیران و پریشان ہیں دریا کے کنارے | طوفان کے سینہ پہ مری ناؤ چلی ہے

نفسیاتی کیفیت اور محاکاتی رنگ کا ایک شعر:

میری آنکھوں سے اُن کی آنکھوں میں | رفتہ رفتہ سما گئے آنسو

ایجاز، بلاغت اور صنعتِ رجوع کو ایک ہی شعر میں داخل کر دینا انتہائی کسبِ کمال کی دلیل ہے۔

یہ شعر ملاحظہ فرمایئے۔

انتہائی کرم، انتہائی ستم | زندگی، زندگی، زندگی، زندگی

قطعات میں بڑی وسعت ہے۔ فرد، سماج، اقتدار، مذہب، حسن و عشق، مفلسی، سرمایہ داری، عورت وغیرہ تمام موضوعات کا احاطہ کیا ہے۔ پھر زبانِ عام، مفہوم صاف، ترسیل میں ناوک فگنی کا انداز۔ دو قطعے ثبوت میں پیش ہیں۔

ذرّے ذرّے سے یوں تو ظاہر ہے | میرے پروردگار کی قدرت

پھر بھی عورت کی ذات سے اُس نے | اِس زمیں کو بنا دیا جنت

مفلسی کے پھٹے سے چیتھڑوں میں | ماہ پارہ کا مرمریں سا بدن

جیسے پونم کی رات میں یارو | چندر ماں کو لگا ہوا ہو گہن

غزلوں میں بعض اشعار ایسے ملیں گے جو علامتی شاعری کرنے والوں کو بھی چونکا سکتے ہیں مثلاً۔

میکدے کے آنگن میں بجلیاں چمکتی ہیں | ناچتے ہیں پیمانے، بوتلیں تھرکتی ہیں

رندوں نے جھوم جھوم کے شیشے نچا دیے | غم ہائے روزگار کے بادل اڑا دیے

...ترے جوڑے میں اک پھول لگا دوں ہمدم ، پھر رقیبوں کے خیالات بدل جائیں گے
...ساقی، شراب، نغمہ، بہاراں، گھٹا، شباب ان سب کی خواہشات نے جینا سکھا دیا
...پہ پُرنور چہرے پہ زلفِ پریشان اُجالوں کا مُنہ چومتے ہیں اندھیرے
روپ بھار دواج کی شاعرانہ عمر ابھی نو (۹) برس کی ہے۔ وقت کے ساتھ ہنر اور
نکھرے گا۔ دفینۂ الہام کے ساتھ قدرت نے اُن پر درِ خزینہ بھی وا کر رکھا ہے اس لیے
کتاب نہایت عمدہ چھپوائی ہے۔ کاتب نے بھی فراخدلی سے کام لیا ہے۔ ایک ہی قطعہ کو
(اے خدا دیکھ تیری دنیا کو) ص ۱۲۰ پر اور پھر ص ۱۳۹ پر درج کر دیا ہے۔
کاغذ نفیس، کتابت اور طباعت معیاری ہے۔ خوشنما سرورق پر شاعر کی تصویر آرٹ
پسخن پروری کی غماز ہے۔ آرٹ پیپر پر (پورے کتابی سائز کی) شاعر کی ایک اور تصویر
بھی زینتِ اشاعت ہے۔
اِس مجموعۂ کلام کی پیشکش سے اُردو کے حسنِ ساختہ میں اضافہ ہوا ہے۔

ڈاکٹر سیفی پریمی

بلونت گارگی کے ڈرامے

مصنف: بلونت گارگی
ناشر: پنجابی پستک بھنڈار، دہلی ۶
صفحات: ۱۷۶ سائز $\frac{۱۸×۲۲}{۸}$
قیمت: دس روپے

ڈراما ہی ایک ایسی صنفِ ادب ہے جو اُردو ادب میں بہت کم ہے۔ زبان کے ارتقا
کے ساتھ شاعری کی ترقی ہوئی اور نثری تصانیف نے دھیرے دھیرے اردو کی ترویج میں
حصّہ لیا۔ تقریباً ہر صنفِ ادب پر طبع آزمائی کی گئی اور اردو ادب کا دامن مالا مال ہوتا رہا لیکن
یہ ایک دلچسپ بات ہے کہ اُردو میں ڈراما اگر آیا بھی تو عموماً اسٹیج تک ہی محدود رہا۔ انارکلی
کی تخلیق کے بعد ڈرامے سے کچھ انسیت پیدا ہوئی مگر پھر بھی چند گنے چنے ڈرامے ہی لکھے
گئے ہیں جنھیں ہم فنّی حیثیت سے مکمل کہہ سکتے ہیں۔ اُردو ڈرامے کی دنیا میں آغا حشر کا نام
ہمیشہ سرِفہرست رہے گا۔ کیونکہ انھوں نے اسٹیج کی ضرورتوں کو مدِنظر رکھ کر ادبی ڈرامے
تخلیق کیے تھے۔ اگرچہ ان کے بھی کچھ ڈرامے شیکسپیر وغیرہ کے ڈراموں کا ترجمہ ہیں لیکن
آغا حشر نے ان پر ہندوستانیت کی ایسی پختہ چھاپ لگائی ہے کہ وہ ان کی طبع زاد تخلیق
معلوم ہوتے ہیں!

ریڈیو کے لیے لکھنے والوں میں چودھری سلطان کا نام پیش پیش ہے لیکن ریڈیو کے ابتدائی دور میں ہندوستان کی مختلف زبانوں کے ادیبوں نے اس طرف توجہ دی اور ریڈیو کے لیے اچھے اچھے ڈرامے لکھے - اردو ادیبوں میں سعادت حسن منٹو، کرشن چندر، میرزا ادیب، ریوتی سرن شرما وغیرہ اہم ہیں۔

بلونت گارگی دراصل پنجابی زبان کے ادیب ہیں اور اسی زبان کے ایک قلمکار کی حیثیت سے وہ ساہتیہ اکاڈمی اوارڈ بھی لے چکے ہیں۔ لیکن اردو میں بھی ان کی تخلیقات کبھی کبھار شائع ہوتی اور پسند کی جاتی ہیں - زیر نظر کتاب، بلونت گارگی کے ڈرامے "ہے۔ تو جیسے انھوں نے براہ راست اُردو میں لکھا ہے - کیونکہ اُردو ان کی محبوبہ ہے - بلونت گارگی ایک کہنہ مشق قلمکار ہیں اور ڈرامے کے فنی اصولوں اور اسٹیج کی ضرورتوں سے پوری طرح واقف ہیں - آپ پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ تھیٹر و ڈراما سے متعلق ہیں - گویا ڈراما گارگی صاحب کا معاشی میدان بھی ہے اور ادبی میدان بھی - یہ ان کا پیشہ بھی ہے اور شوق بھی!

اس مجموعے میں دس ڈرامے شامل ہیں اور ان میں زندگی کے حقائق کو ہی پیش کیا گیا ہے - زندگی کتنی میٹھی اور کتنی کڑوی ہوتی ہے - زندگی جس میں محبت بھی ہوتی ہے، نفرت بھی، لیکن گارگی کو محبت سے محبت ہے - اس لیے محبت ان کا محبوب موضوع ہے - جسے انھوں اپنے ڈراموں میں بڑی فنکاری کے ساتھ اپنایا ہے - اپنے بڑے رواں رواں انداز میں بڑے جاندار کرداروں کے روپ میں سامنے لایا گیا ہے - موضوع کی طرح ڈرامے میں کردار بھی بنیادی حیثیت رکھتے ہیں اور بلونت گارگی نے اپنے کرداروں کو ہر طرح سے سجا بنا کر بڑے مکمل انداز میں پیش کیا ہے اور کسی بھی ڈرامے میں یہ محسوس نہیں ہوتا کہ فلاں کردار کمزور یا ادھورا سا ہے یہ بات اظہار ہے بلونت گارگی کی فنی چابکدستی کی، بلاشبہ بلونت گارگی کو اپنے قلم پر بے پناہ قدرت حاصل ہے - جیسا کہ میں شروع ہی میں کہہ چکا ہوں کہ اُردو میں ڈرامے گنے چنے ہی ملتے ہیں اور میرا خیال ہے کہ آغا حشر کے علاوہ کسی بھی اردو ادیب نے صرف ڈرامے کو بطور صنف ادب کے نہیں اپنایا - کرشن چندر کو لیجیے، وہ بنیادی طور پر افسانہ نگار اور ناول نگار ہیں لیکن انھوں نے ڈرامے بھی لکھے ہیں، اسی طرح سعادت حسن منٹو بنیادی طور پر افسانہ نگار ہیں - لیکن انھوں نے ڈراما نگاری بھی کی ہے -

محمد حسن کو لیجیے بنیادی طور پر ناقد ہیں - لیکن ڈراما نگاری سے بھی شغف رکھتے ہیں - مجیب صاحب بنیادی طور پر تاریخ داں ہیں لیکن ڈراما نگاری میں ان کی حیثیت مسلم ہے -

غرض کوئی بھی ایسا ادیب نہیں ملے گا جو صرف ڈرامہ نگار ہو۔ اسی سبب اب تک
ہندوستان میں ڈراما اور تھیٹر پر اہم اور بھاری بھرکم کام بھی نہیں ہو سکا ہے! یوں تو ناٹکوں کا
رواج ہمیشہ سے رہا ہے اور ہندی اور سنسکرت سے بے پناہ ناٹک ترجمہ کیے گئے ہیں۔
لیکن ان میں اُردو روح نہیں دوڑ سکی، اسی طرح دوسری زبانوں کے ڈراموں پر اپنے ملک
کی تہذیب حاوی رہی اور سوائے اس کے وہ اُردو میں ترجمہ ہیں۔ ان میں اور کوئی بات بھی اردو والی
نہیں ہے اور صد فی صد اُردو والی بات تو اب بھی ڈراموں میں نہیں ملتی، یا پھر ہمارے بعد کے
ڈراما نگاروں کے ہاں۔ عابد حسین، منٹو، کرشن چندر، محمد مجیب۔ اشتیاق حسین، حبیب
تنویر، محمد حسن وغیرہ کے منتخب ڈرامے۔ ہندوستانیت سے کافی قریب ہیں اور بلونت
گارگی کا شمار بھی ہم اُردو کے ان ہی اہم ڈراما نگاروں میں کر سکتے ہیں۔ کیونکہ ڈرامے کے لیے
گارگی کا اتنا Contribution ہے کہ اسے کسی بھی طرح فراموش یا نظر انداز نہیں کیا جاسکتا
کیونکہ بلونت گارگی کبھی بھی اپنے اصل مقصد سے نہیں ہٹتے اور ان کی نظر ہمیشہ اس کے فنی ابھار،
تکنیک اور کرداروں کے ارتقا پر رہتی ہے گارگی کا ایک اپنا اندازِ پیش کش ہے جس پر انھیں
کامل قدرت حاصل ہے۔ وہ انسانی نفسیات کے شناسا ہی نہیں۔ بلکہ نباض ہیں اور عورت کی
نفسیات کو پرکھنے میں تو انھیں یدِ طولیٰ حاصل ہے۔ عورت جو عظیم ہوتے ہوئے بھی آج
کے سماج میں معتوب ہے۔ گارگی کے ہاں بڑی اہمیت رکھتی ہے انھیں اس صنفِ نازک
سے پوری ہمدردی ہے جسے انھوں نے بڑی ہمدردی کے ساتھ اپنے ڈراموں میں پیش کیا
ہے۔ غرض کہ ان کے ڈراموں میں سب ہی کچھ ہے، طنز بھی مزاح بھی، نفرت بھی محبت
بھی، اخلاق بھی مروت بھی۔ تلخی بھی ہمدردی بھی! غرض کہ ان ڈراموں میں گارگی نے اپنی
فنی مہارت اور مشاقی کے ساتھ زندگی کے حقائق سے بھرپور ڈرامے پیش کر دیے ہیں۔
ان میں مجھے 'چاقو'، 'ماں'، 'دو زاویے'، 'گھاٹ کی ناؤ'، اور 'کباب میں ہڈی' بہت پسند ہیں
کرشن چندر نے اس کتاب کا پیش لفظ لکھا ہے؛ دراصل میں اقرار کیا ہے کہ "ڈرامے
کی تکنیک اور زبان کے معاملے میں میرا مدرسۂ فکر وہی ہے جو گارگی کا ہے" اور اس
طرح گارگی پنجابی میں پچیس سال لکھنے کے بعد بھی اُردو میں نو وارد نہیں ہیں۔
ہر ڈرامے کا موضوع الگ ہے اور زندگی کے ایک نئے پہلو کی عکاسی کرتا ہے۔
ڈاکٹر بلیا میں زندگی کی تلخی مزاحیہ انداز میں اجاگر کی گئی ہے۔ بحیثیت مجموعی یہ ڈرامے
اُردو میں ایک اچھا اضافہ ہیں۔
کتابت طباعت اچھی خاصی ہے۔ بائنڈنگ بھی کچھ خصوصی ہے۔ منقید [illegible]

پر ۱۸×۲۲/۸ پر چھاپی گئی ۱۷۶ صفحات کی یہ کتاب دس روپے میں قدرے مہنگی ہے کیونکہ کاغذ ہلکا ہے۔ اگر کچھ بہتر کاغذ لگایا جاتا تو عام خریدار کو یہ کتاب دس روپے میں شاید سچ جاتی قیمت کے لحاظ سے یہ پنجابی پستک بھنڈار کی نمائندگی نہیں کر رہی شاید یہ بے انتہا مہنگائی کی وجہ ہو!

انور کمال حسینی

آئینہ در آئینہ

شاعر: عزیز قیسی
ناشر: مکتبہ صبا، حیدرآباد
سائز: ۱۸×۲۲/۸ - صفحات ۱۴۲
ملنے کا پتہ: مکتبہ جامعہ، جامعہ نگر، نئی دہلی، ۲۵ء

"آئینہ در آئینہ" عزیز قیسی کی نظموں کا مجموعہ ہے۔ ترتیب میں تاریخی سلسلہ کی پابندی ضروری نہیں سمجھی گئی اس لیے نظموں کی نوعیت پر توجہ مرکوز کر کے ان کے جمال و جلال کو دیکھا جا سکتا ہے۔

چنانچہ نظموں کی نوعیت یہ ہے۔

۱ - کلاسیکی شعری سرمایہ کی آب و تاب
۲ - ترقی پسند نظریہ کا حسنِ یقین۔
۳ - جدیدیت کی تشکیک و بے یقینی۔

شاعر کا ذہن ان منازلِ ثلاثہ سے گزرا ہے اس لیے اس کے یہاں شعوری کاوش، رکھ رکھاؤ، سماجی معنویت، سیاسی نکتہ رسی، احساس و جذبہ کی آنچ، تجربہ و مشاہدہ کا رنگ، رومانیت، انقلابی رومانیت، آدرش، انسان دوستی، آواز، چہرہ مخصوص رویہ وغیرہ سب کچھ ہے اور ان سب عناصر نے موضوعات میں رنگا رنگی اور وسعت پیدا کر دی ہے۔

ڈاکٹر وحید اختر نے پیش لفظ لکھا ہے۔ اس میں عزیز قیسی کی آواز، چہرہ، ذہنی اور ادبی رویے کے نئے پن کا رشناس نامہ پیش کیا ہے اور اپنا بھی ——— اس پیش لفظ کی بڑی خوبی یہ ہے کہ شاعر کی مثلیثی نوعیت کی تمام نظموں پر ایک statement کے ذریعہ جدانیت کا اطلاق ہو جاتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

ص ۱۶- "ہم اس شاعری کو جدیدیت کے کسی فارمولے یا کلیے کا تابع نہیں کر سکتے۔ پھر بھی صد فیصد جدید ہے"

ڈاکٹر وحید اختر کی پسندیدہ ترکیب "فارمولا گزیدہ"، کی یہ روشن مثال ہے۔ اسی کے ساتھ میش لفظ کا اقتباس بھی توجہ طلب اور فکر انگیز ہے:

ص ۲۴ - "آئینہ در آئینہ" - قیسی کی شاعری کا ابتدائیہ ہے۔ اُن کا فنی ریاض، زبان کی مزاج دانی، فکر و نظر کی وسعت اور تجربے کی گہرائی امید دلاتی ہے کہ اگر وہ شاعری پر اور زیادہ سنجیدگی اور خلوص سے توجہ کریں تو ایسے کئی مجموعے اردو شاعری کو دے سکتے ہیں۔"

ڈاکٹر وحید اختر نے اس مجموعے کی ۱۶ نظموں کو خاص طور پر پڑھنے کی دعوت دی ہے ان میں سے گیارہ نظموں۔ قبر، ظلمت، موہوم پرچھائیاں، کنج مرقد، ملبہ، کینسر، چتا، مجبوری محض، سمندر (موت) تنہائی، وقتی اظہار ہیجانی وغیرہ کی قرار داد جدیدیت کے بھرپور لوازم کے ساتھ ملتی ہے۔ ازل - ابد کا آخری بند ملاحظہ فرمائیے۔

روحوں کو دوام دینے والو۔
جسموں کی کچھ سبیل نکالو
شعلہ کوئی مستعار دے دو
یا لاش کو اب مزار دے دو

اس مجموعے کی دو نظمیں ۱- عہد نامۂ امروز ۲- رسولِ کاذب، شاعر کی مشقِ سخن اور شیاری کی امانت ہیں۔ پہلی نظم کی شانِ نزول یہ ہے کہ ص ۸۰ پر موسیٰ اور گوسالہ کی مختصر حکایت نثر میں درج کر دی گئی ہے۔ اس کو شاعر نے تذمیلی نظم کا پیرہن عطا کیا ہے۔ دوسری نظم میں تاریخی شہادت اور حقیقت پسندی کے خلاف ایک فرضی کردار اور خود ساختہ ماحول کی تخلیق کر کے ایک مہمل کہانی کو منظوم کر دیا گیا ہے جس کے محرک میں جھلاّہٹ، ذہنی شکست خوردگی اور گروہ کی عصبیت کارفرما ہے۔

اصل یہ ہے کہ عزیز قیسی کی شاعرانہ شخصیت اور فن کا جلوہ اُن نظموں میں نظر آتا ہے جن میں نفسیاتی کیفیت، روشنی کی طلب، دلوں کا خلوص، گدازِ عشق، کبریائی حسن۔ زندگی اور موت کی سچائی۔ زندگی کی تڑپ، حسنِ عمل، رومان، قوتِ ارادی۔ جہانِ افترا پر تنقید، صلیبِ مسیح، یزید، خضر و تشنگیٔ حسین، عرفانِ ہستی، کائناتِ اصغر کی برتری اور شادابِ زندگی کی بشارت وغیرہ امور کی تفسیریں ملتی ہیں —— ان عمدہ نظموں میں نالۂ بے آسمان، مواخذہ، لبِ فرات، بے مکاں لامکاں، ڈپلائی، انا، دادگر، چاندنی کے شہر میں، صبح کی شمع، بنام ابنِ آدم، یارِ پیمانِ وفا می سازم، آئینے، بین العدمین وغیرہ شامل ہیں۔ انہی نظموں سے آئینہ در آئینہ کی قدر و قیمت متعین ہوتی ہے جو قاری کے ذہن کو اپیل کر سکتی

ہیں اور اُن کے باعث زیرِ نظر مجموعے کو اُردو کے شعری سرمایہ میں اضافہ تصور کیا جاسکتا ہے۔ "چاندنی کے شہر میں" کا آخری شعر ملاحظہ فرمایئے۔

دل کو یا وصفِ صد حسرتِ سرخوشی — عظمت و شانِ اسکندری مل گئی
یوں بہ عنوانِ فن جبرِ حالات میں — میری آواز کو سرکشی مل گئی
ذہن کو موڑ پر جہل و ادراک کے — بے بدل دولتِ آگہی مل گئی
پا بہ زنجیر افلاس کے دور میں — وہ تو اچھا ہوا خودسری مل گئی

ورنہ یہ درد کچھ اس قدر کم نہ تھا
زندہ رہنے کے قابل تو یہ غم نہ تھا

"بین العدمین" کے ایک بند سے شاعر کی حقیقت پسندی اور بہتر طرزِ ابلاغ کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

یہی ایک پل تو اساس ہے
یہی ایک پل ترے پاس ہے
یہی ایک پل مرے پاس ہے
اسی ایک پل کو سرور ہے
اسی ایک پل کو دوام ہے
اسی ایک پل کو قیام ہے
اسی ایک پل کو سلام ہے
نہ حیات، ازل، نہ اجل، ابد

یہی پل ازل، یہی پل ابد

ذہین قاری اور ناقد ایسی شاعری کی یقیناً قدر کریں گے جس میں عزیز قیسی نے زندگی، تہذیب اور انسانیت کی قدروں کو اپنے صحت مند فن کے ذریعہ خلوص کے ساتھ پیش کیا ہے۔

کتاب عمدہ چھپی ہے۔ سرورق آرٹ کا عمدہ نمونہ ہے شاعر کی تصویر زینتِ اشاعت ہے۔

ڈاکٹر سیفی پریمی

تاج الحقائق

از : ملا وجہی
مرتب : نور السعید اختر
ناشر : علوی بک ڈپو - بمبئی
قیمت : دس روپے

اردو زبان و ادب کی نشوونما میں دکن کا جو اہم اور بنیادی حصّہ ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے دکن نے ایک ایسے وقت میں اُردو کو اپنے ہاں پناہ دی اور اس کو پھلنے پھولنے کے مواقع فراہم کیے جب کہ خود اس کا وطن سیاسی اور لسانی اعتبار سے غیر یقینی حالات کا شکار تھا۔ اُدھر کے اِس عبوری دور میں یہاں متعدد ایسے اہم شاعر اور ادیب پیدا ہوئے جنہوں نے بہترین صلاحیتوں سے کام لے کر نہ صرف یہ کہ اس کے شاندار مستقبل کی بنیاد رکھی بلکہ اس ملک میں اس کی قسمت کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دیا، اُردو دکن کی وجہ سے زندہ رہی اور دکن ہی کی وجہ سے زندہ رہے گی۔

دکن کے جن عظیم شاعروں اور ادیبوں نے اس عبوری دوران گرانمایہ تصانیف سے اس زبان کو مالا مال کیا اِن میں ایک وجہی بھی ہے۔ وجہی کے دو شاہکار "سب رس" اور "قطب مشتری" زمانہ ہوا ڈاکٹر عبدالحق کی کوششوں سے مرتب ہو کر منظرِ عام پر آ چکے ہیں اور مختلف یونیورسٹیوں کے نصاب میں درسی کتب کی حیثیت سے متداول بھی ہیں۔ وجہی کا تیسرا شاہکار تاج الحقائق ہے۔ جو ایک مدت تک مخطوطہ کی شکل میں محض طاق کی زینت رہا اور اب ڈاکٹر نور السعید اختر کے ہاتھوں پہلی بار منظرِ عام پر آیا ہے۔

تاج الحقائق کا یہ نسخہ متن کے علاوہ فاضل مرتب کے مقدمے، شکریے، تعارف اور ڈاکٹر مسعود حسین خاں کے پیش لفظ پر مشتمل ہے اور آخر میں مشکل الفاظ و محاورات کی فرہنگ، عربی آیات، احادیث و اقوال کا ترجمہ اور استفادہ کردہ کتابوں اور رسالوں کی فہرست ہے۔

مرتب نے اپنے مقدمے میں وجہی کے سوانح حیات اور اُن تصانیف کا تفصیلی جائزہ لینے کے بعد بہ حیثیت صوفی انکا درجہ متعین کیا ہے۔ اور وجہی کی زیرِ بحث تصنیف کے موضوع سے اس کی زبان اور اس کی فنی اہمیت پر بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔

تاج الحقائق کے مختلف قلمی نسخوں کی موجودگی کے باوجود آج تک اسکے منظرِ عام

پیش آنے کی بڑی وجہ محض یہ تھی کہ بعض ماہرین دکنی کو اس میں شک تھا کہ یہ وجہی کا کارنامہ ۔ فاضل مرتب نے اپنے اس مقدمہ جہاں متعدد بیرونی شواہد کی مدد سے یہ ثابت کیا ہے کہ یہ وجہی ہی کا کارنامہ ہے وہاں اس کا مقابلہ وجہی کی دوسری دو تصانیف "سب رس" اور "قطب مشتری" سے کرنے کے بعد ان تینوں سے متعدد ایسے مشترک محاورے، فقرے، جملے، مقولے اور مثالیں وغیرہ نقل کی ہیں جو لفظ بہ لفظ ایک ہیں اس طرح ایک ایسا اندرونی شہادت بھی فراہم کر دی ہے کہ جس کے بعد کسی شک و شبہ کی گنجایش باقی نہیں رہ

ڈاکٹر مسعود حسین خاں نے اپنے پیش لفظ میں مرتب کو اس کامیاب کوشش پر مبارک دیتے ہوئے لکھا ہے کہ "اس بارے میں قطعی طور پر دو رائیں نہیں ہو سکتیں کہ تاج الحقائق قدیم اُردو نثر کا ایک اہم کارنامہ ہے اور اس کی تدوین و ترتیب اور اشاعت قدیم اُردو نثر کی تاریخ میں ایک سنگ میل کا حکم رکھتی ہے"

تاج الحقائق کے مرتب ڈاکٹر نور السعید اختر، ایک نوجوان ادیب اور محقق ہیں۔ ان کا وطن مالوف بھی دکن ہے اس لیے انھیں نہ صرف دکنی زبان سے محبت ہے بلکہ بہت کم مدت میں اپنی محنت سے انہوں نے اس پر عبور حاصل کر لیا ہے۔ مستقل طور پر دکنیات پر وہ کچھ نہ کچھ لکھ کر شائع کرتے رہتے ہیں اور اس قلیل مدت میں انہوں نے اتنا کام کر لیا ہے کہ "ڈاکٹر رفیعہ سلطانہ" نے بھی انہیں قدیم اُردو کے تازہ شمارے میں دکنی سے شغف رکھنے والے اساتذہ کی فہرست میں جگہ دی ہے۔

دکنیات کا جو ذخیرہ مختلف محققین کی کوششوں سے منظرِ عام پر آیا ہے اس میں اکثریت شعری کارناموں کی ہے۔ نثری کارنامے دو چار سے زیادہ نہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ جب بمبئی یونیورسٹی کے نصاب میں دکنی نثر کی کوئی کتاب رکھی جاتی ہے تو اس کا سلسلہ سب رس، معراج العاشقین اور کلمتہ الحقائق تک ہی محدود رہتا ہے۔ ڈاکٹر نور السعید اختر نے "تاج الحقائق" شائع کر کے اس سلسلے میں قابلِ قدر اضافہ کر دیا ہے اس اعتبار سے وہ ہماری مبارکباد کے مستحق ہیں۔ ایک عام قاری کے علاوہ طلبہ اور اساتذہ بھی اُن کی اس کتاب سے فائدہ اٹھائیں گے اور اس کو دکنی ادب کا ایک انمول تحفہ سمجھ کر ہاتھوں ہاتھ لیں گے۔

حامد اللہ ندوی

نئی مطبوعات

کتاب	مصنف	موضوع	قیمت
...ب کے رومان	ڈاکٹر عارف بٹالوی		۷/-
...ت دیر کردی	علیم مسرور	ناول	۸/۵۰
...فت راشدہ اور ہندوستان	قاضی اطہر مبارکپوری	تاریخ	عام ۸/ لائبریری ۹/
...ری اور اس کا روحانی علاج	میر ولی الدین	"	۷/- " ۸/-
...اس نسلیں	ممتاز مفتی	ناول	۱۵/-
...م اور سزا	نجمہ اخلاق	ناول	۷/-
...ل گلاب دو بھونرے	اخلاق حسین عارف	ناول	۵/-
...ایک تبسم	برق آشیانوی	مزاحیہ مضامین	۳/-
...یر نیمکش	بھارت چند کھنہ	طنز و مزاح	۵/-
پہلے آسمان کا زوال	کمار پاشی	افسانے	۴/-
برگِ آوارہ (دوسرا ایڈیشن)	خورشید احمد جامی	شعری مجموعہ	۵/-
...لا	چکبست (مرتبہ عطیہ نشاط)	ڈرامہ	۲/۵۰
کلیات میر	جلد اوّل مقدمہ پروفیسر احتشام حسین		۱۲/-
کلیات میر	جلد دوم مقدمہ پروفیسر مسیح الزماں		۲۰/-
موازنہ انیس و دبیر	مرتبہ پروفیسر مسیح الزماں	ادب	۱۲/-
نقد مختصر	مجتبیٰ حسین	مزاحیہ	۵/-
زخموں کے گلاب	صلاح الدین نیر		۲/۵۰
دل اور دنیا	حمیدہ جبیں	ناول	۱۰/-
مسلم پرسنل لا کے تحفظ کا مسئلہ	طاہر محمود		۴/-
آواز کا جسم	مخمور سعیدی		۱۰/-
متاع درد	رضیہ فصیح احمد	ناول	۱۰/-
مختصر تاریخ بنگلہ ادب	شانتی رنجن بھٹاچاریہ	ادب	۳/-
تاج الحقائق	ملا وجہی	ادب	۳/-
نذر رسالت	دل ایوبی ٹونکی	نظم	۵/-
نایاب	فرزانہ نسرین	ناول	۷/-

نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا کی نئی کتابیں

تامل کے محل (تلگو کا عظیم ناول) میپال رنگنا یکما ۵۰/۱

مرتب: نی پا-وم- سندرم۔ مترجم: حسرت سہروردی

تامل افسانے تامل زبان کی بیس کہانیوں کا مجموعہ قیمت -/

گورو گوبند سنگھ (ڈاکٹر) گوپال سنگھ - مترجم: مخمور جالندھری

گرو گوبند سنگھ کی مختصر جامع سوانح حیات۔ قیمت -/

سفید خون نانک سنگھ

پنجابی کا عظیم ناول قیمت -/۱

ابو خاں کی بکری ڈاکٹر ذاکر حسین

بچوں کے لیے دلچسپ اور سبق آموز کہانیوں کا مجموعہ قیمت -/

انوکھی دکان قدسیہ زیدی

بچوں کے لیے دلچسپ کہانیوں کا مجموعہ۔ باتصویر قیمت ۵۰/

اِن کے علاوہ

ہندی افسانے	-/۹	پنجابی افسانے	-/۷
زندگی ایک ناٹک	-/۱۰	رنجیت سنگھ	۲/۷۰

بھی شائع ہو چکی ہیں۔

تقسیم کار

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دِلی ۲۵، دہلی ۶، بمبئی ۳ اور علی گڑھ ۲

نل بک ٹرسٹ انڈیا کی اہم کتابیں

موا اور خرگوش — ڈاکٹر ذاکر حسین

یہ کہانی بظاہر بچوں کی کہانی ہے۔ لیکن ذاکر صاحب نے بچوں کی اس کہانی کی
با آج کے دانش وروں، عالموں اور معلموں کو اُن کے مختصر قد کا عکس دکھلایا ہے۔
لو اپنے محدود دائروں سے نکلنے کی دعوت دی ہے۔ ساتھ ہی ساتھ اردو نثر کے
معیار کا ایک نمونہ بھی ہمارے سامنے پیش کر دیا ہے۔

قیمت لائبریری ایڈیشن -/۲ عام -/۱

پنڈت وشنو دگمبر — وی۔ آر۔ اٹھاولے — ترجمہ: ش۔ قدوائی

موجودہ دور میں فنِ موسیقی کو سنوارنے اور ابھارنے کے لیے جن فن کاروں نے
، زندگیاں وقف کی ہیں اُن میں پنڈت وشنو دگمبر کو بہت اہم مقام حاصل ہے۔
تاب پنڈت جی کی مختصر مگر جامع سوانح حیات ہے۔ جو شری۔ وی۔ آر۔ اٹھاولے
زرک ڈائریکٹر، آل انڈیا ریڈیو کے زورِ قلم کا نتیجہ ہے۔ قیمت ۲/۲۵

قاضی نذر الاسلام — سودھا چکرورتی — ترجمہ: عرش ملسیانی

بنگال کے مشہور باغی شاعر قاضی نذر الاسلام عہدِ حاضر کے ایک ممتاز فرد
ہا۔ ہندوستان کی جنگِ آزادی کے دور میں نذر الاسلام نے بڑی اذیتیں اٹھائیں اور
نا اذیتوں سے ایسی شاعری نمودار ہوئی جس نے نہ خود شاعر کو بلکہ اُن کے مقاصد
رجو اُسے عزیز تھے، بقائے دوام بخشی۔

قاضی نذر الاسلام کی یہ مختصر سوانح حیات بڑی سوجھ بوجھ کے
ساتھ لکھی گئی ہے۔ قیمت ۲/۲۵

تقسیم کار: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دہلی ۲۵ - دہلی ۶ - بمبئی ۳ اور علی گڑھ ۲

معیاری ادب نمبر ۲۵

قصۂ حاتم طائی

موسوم بہ

آرائشِ محفل

حیدر بخش حیدری

تصحیح و ترتیب

اطہر پرویز

اس کتاب میں حاتم طائی کی سات مہموں کا ذکر ہے۔ حیدری نے اس داستان کی مقصدی حیثیت کو خاصا اُجاگر کیا ہے۔ زبان و بیان کا کوئی گوشہ نہیں جس سے وہ اپنے مقصد کو سامنے لانے میں کامیاب نہ ہوئے ہوں۔ حاتم کا ہر قدم نیکی اور خدا ترسی کے لیے وقف ہوتا ہے۔ حاتم کے علاوہ بھی پڑھنے والے کا سابقہ جن جن کرداروں سے ہوتا ہے ان کا ہر عمل نیکی کے جذبات و احساسات کا حامل و تابع ہے۔ عمدہ کتابت: آفسٹ کی اعلا طباعت

قیمت: طلبہ اڈیشن ۶/-

لائبریری اڈیشن ۸/-

ہماری تہذیبی میراث

سید سفارش حسین رضوی

ہماری تہذیب کی داستان بڑی دلچسپ اور مزے دار ہے اس میں رنگا رنگی بھی ہے۔ اور کہیں کہیں بے رنگی بھی۔ مگر کل ملا کر دیکھا جائے تو بڑی رنگین، دل کش اور دل آویز ہے۔

یہ کتاب ہندوستانی تہذیبوں کی کہانی ہے۔ جسے تاریخی چوکھٹے میں بیان ہونا ہی تھا۔ اسی لیے اس کے دو پہلو ہیں، ایک تاریخی، اور دوسرا ادبی۔

قیمت

غیر مجلد ۶ روپے

مجلد ۷ روپے

ماہنامہ "کتاب نما" کا پہلا ضخیم نمبر

اُردو نظم کے فنّی ارتقا کا اگر دیدہ ریزی کے ساتھ مطالعہ کیا جائے تو ہم اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ نظم نگاری کی روایت اگرچہ ہمارے یہاں بہت پرانی ہے۔ لیکن فنّی اعتبار سے ۱۹۳۶ء کے بعد کا دور ہماری ادبی تاریخ میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اس انتخاب میں مرتب کے پیشِ نظر جو بات رہی ہے وہ یہ کہ ۱۹۳۶ء کے بعد کے شعرا کا مطالعہ اس زاویے سے کیا جائے کہ اقبالؔ اور جوشؔ کے عہد تک کی نظم جس منزل پر پہنچ گئی تھی اس کے بعد انحراف و انقطاع کی جو صورتیں کسی نہ کسی نہج سے ابھری ہیں وہ پورے طور پر گرفت میں آ سکیں۔ یہ انتخاب آپ کو نئی نظم کے خدوخال کو پہچاننے میں مدد دے گا۔ اس انتخاب میں لگ بھگ اسّی نئے شاعروں کا کلام ہے۔

سفحات لگ بھگ ۴۰۰ (زیرِ طبع)

نوٹ: خریدارانِ کتاب نما کو یہ ضخیم نمبر خصوصی رعایت کے ساتھ دیا جائیگا۔

ماہنامہ "کتاب نما" جامعہ نگر۔ نئی دہلی ۲۵

آئینہ در آئینہ

عزیز قیسی

"آئینہ در آئینہ" ایسا مجموعہ ہے جس میں ارباب ذوق نظر آج کی اس آواز کے مختلف چہرے اور خدوخال دیکھ سکتے ہیں جو شاعر کے انفرادی تجربات کا وسیلہ اظہار ہوتے ہوئے بھی معاصر زندگی کی بے معنویت اور اس بے معنویت میں نئی معنویت کی تلاش کے عمل سے عبارت ہے۔ اس مجموعے میں آپ کو وہ شعریت ملے گی جو زندگی کے عام سادہ، کربناک، درشت اور کھردرے تجربات کو تخلیق کے عمل سے گزار کر کائنات کو فنی ترتیب دینے کی خواہش سے پیدا ہوتی ہے۔ قیمت :۔ چار روپے

چند اہم کتابیں

نظم سائیکلوپیڈیا
ذکی کاکوری

ابتدا سے دورِ حاضر تک کے تمام اُردو شعرا کی جملہ بہترین نظموں کا مکمل ترین انتخاب جس میں ہر ذوق دلنظر کی پسند کا پورا پورا خیال رکھا گیا ہے۔ قیمت -/۹

تلاش و توازن
ڈاکٹر قمر رئیس

ڈاکٹر قمر رئیس کے گیارہ ادبی، تنقیدی مضامین کا مجموعہ۔ یہ تمام مضامین ڈاکٹر قمر رئیس کے تنقیدی مطمح نظر کے اساسی پہلوؤں کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ ادب کے سنجیدہ قاری کے لیے ایک اہم کتاب۔ قیمت -/۶/۵

متنی تنقید
ڈاکٹر خلیق انجم

زیرِ نظر تالیف میں متن کی تعریف اور تنقید، متنی نقاد کے فرائض، بنیادی نسخے، اختلافِ نسخ، متن کے سنہ تصنیف کا تعین، ماخذ کی نشاندہی، غرض ضروری مباحث کا احاطہ کیا گیا ہے متنی تنقید سے دلچسپی رکھنے والے طالب علموں کے لیے بہترین تحفہ۔ قیمت ۴/۵۰

منتخب ادب
مرتبین: سید احتشام حسین، غلام ربانی تاباں

اس مجموعے میں صرف ایک سال کے عرصے میں شایع ہونے والے منتخب مقالات۔ منتخب نظمیں، منتخب غزلیں، منتخب کہانیاں اور ڈرامے شامل ہیں۔ قیمت -/۶

دِلّی جو ایک شہر تھا
راجندر لال ہانڈا

دِلّی ایک مخصوص زبان اور ایک عجیب و غریب تہذیب کی علامت تھی۔ وہ زبان اور تہذیب اب غائب ہوتی ہی جارہی ہے۔ ہانڈا صاحب نے نہ صرف پرانی دلّی کی صاف سچی تصویر پیش کی ہے بلکہ اس کو آنے والی نسلوں کے لیے محفوظ بھی کر دیا ہے۔ قیمت -/۶

مرحوم دلّی کالج کی ایک جھلک
مرتبہ۔ شمیم احمد

اس کتاب میں تمام مرحوم دہلوی ادیبوں کے شاہکاروں کو جو مختلف پرانے رسائل میں

بکھرے پڑے تھے یک جا کر دیا گیا ہے ان میں ہر ایک قلم اردو ادب میں اپنا ایک مقام رکھتا ہے۔
قیمت۔ ۲/۵۰

جوہرِ آئینہ یعنی جائزہ کلام غالب — طالب کاشمیری (مرحوم)

طالب صاحب کا مطالعہ وسیع، ذوقِ ادب ستھرا، مزاقِ سخن فہمی بلند اور اندازِ بیان سلجھا ہوا ہے۔ طالب صاحب نے اس کتاب میں کلام غالب اور اس سے متعلق متعدد مسائل و مباحث پر سیر حاصل نظر ڈالی ہے۔ جہاں کہیں غالب کا کمزور پہلو نظر آیا ہے اس کی بھی نشاندہی کر دی ہے۔
قیمت ۱۲/-

مضامینِ عابد — ڈاکٹر، عابد حسین

اس کتاب کے دو حصے ہیں۔ حصہ اوّل میں "تذکرے و تبصرے" ہیں، حصہ دوم میں طنزیہ و مزاحیہ مضامین۔ یہ کتاب ادب عالیہ کا درجہ رکھتی ہے۔ قیمت ۲/-

کاندید — والتیئر مترجمہ سید سجاد ظہیر

اس کتاب میں والتیئر نے ایک محدود دائیرے میں اپنے عہد پر مکمل ترین طنز کیا ہے۔ یہ طنز اس عہد تک ہی مخصوص نہیں بلکہ عام انسانی سماج پر بھی طنز ہے۔ اس کتاب کو پڑھنا چاہیے اس پُر سکون اور دانش مندانہ فلسفۂ حیات کی جستجو کے لیے جس کی تبلیغ والتیئر کرتا ہے۔ قیمت ۲/-

بھگوان بدھ — دھرمانند کوسمبی۔ مترجم پرکاش پنڈت

زیرِ نظر کتاب کے مصنف پالی زبان و ادب کے شہسوار تھے۔ بودھ دھرم سے متعلق تمام تر بنیادی اور قدیم ادب کا مطالعہ کر کے بحیثیت ایک عالم انھوں نے بین الاقوامی شہرت حاصل کی۔ آپ کا لکھا ہوا بھگوان بدھ کا یہ سوانح کئی لحاظ سے مستند ہے۔ اس کے مطالعے سے ہمیں بھگوان بدھ کے بارے میں صحیح بنیادی اور معتبر ترین معلومات حاصل ہوتی ہیں۔
قیمت ۴/-

سمندری لٹیرے — ابسن مترجم فضل الرحمن

پچھلے سو سال میں یورپ کے تھیٹر پر ابسن کا اثر اس قدر نمایاں رہا ہے کہ ہم اسے اگر اس تھیٹر کا بانی کہیں تو بے جا نہ ہوگا۔ "سمندری لٹیرے" چار ایکٹ کا ڈراما ہے۔ جس سے یورپ کے فنِ ڈراما میں انقلاب پیدا ہوا اور جس کا اثر آنے والی نسلوں کے ڈراما نویسوں اور تماش بینوں پر پڑتا رہا۔ قیمت ۲/۵۰

مٹی کا پتلا

کالینڈی چرن پانیگراہی۔ مترجم - پرکاش پنڈت

"مٹی کا پتلا" ایک ایسا مختصر ناول ہے جو زبان و بیان اور خیال، ہر اعتبار سے نہ صرف گاؤں والوں کے بارے میں ہے بلکہ ان کے لیے بھی ہے یہ بلاک کے حقیقی باشندوں کی زندگی کی عکاسی بھی کرتا ہے اور راستہ بھی دکھاتا ہے۔ اڑیا زبان کا مقبول عام ناول۔ قیمت -/۲

شہباز (ناول)

مصطفٰی لطفی المنفلوطی - ترجمہ - حبیب اشعر

اس ناول کا مصنف عشق و نفسیات کے باب میں بڑی گہری نظر رکھتا ہے۔ یہ ناول پہلے فرانسیسی زبان میں لکھا گیا اور پھر اس کا ترجمہ منفلوطی نے عربی میں۔ مصر و شام میں جو عظمت و شہرت اس ناول کو نصیب ہوئی وہ قابلِ رشک ہے۔ قیمت ۳/۵۰

زندگی کے کھیل (ڈرامے)

صالحہ عابد حسین

صالحہ عابد حسین کے چھ ڈراموں کے مجموعہ۔ جس میں زندگی کی جیتی جاگتی اور سیدھی سادی تصویر پیش کی گئی ہے۔ اور جو آسانی سے اسٹیج کیے جا سکتے ہیں۔ قیمت ۲/۵۰

صفیہ (ناول)

سلمہ محبوب

"صفیہ" سلمہ محبوب کا پہلا ناول ہے۔ لیکن اس ناول کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک منجھی ہوئی فنکارہ ہیں۔ گھریلو ماحول پر لکھا ہوا یہ ناول خواتین میں بے حد مقبول ہوا ہے۔ قیمت -/۴

یادوں کے چراغ

صالحہ عابد حسین

اخلاقی اور اصلاحی نقطۂ نظر کے باوجود فن کے تقاضوں کا پورا خیال رکھنا اور قصے کی دلچسپی کو قائم رکھنا اچھے فن کار کی پہچان ہے۔ آپ کے نئے ناول "یادوں کے چراغ" میں یہ خصوصیات واضح طور پر نظر آتی ہیں۔ قیمت -/۸

فہمی

رئیس احمد جعفری

"فہمی" ایک ایسی غریب لڑکی کی داستان ہے جس کے سر سے باپ کا سایہ اس وقت

اُٹھ گیا جب وہ غم کو محسوس کرنے کی صلاحیت بھی نہیں رکھتی تھی۔ فہمی کی پوری زندگی ایک المیہ ہے۔ ایک ایسی داستانِ غم ہے جس کو پڑھ کر آپ بے اختیار رو پڑیں گے۔
قیمت -/۱۲

ہلاکِ فریب — سگمنڈ کرالسکی۔ ترجمہ۔ اثرؔ لکھنوی (مرحوم)

یہ کرالسکی کا معرکۃ آرا ڈراما ہے جس میں اس نے پیشین گوئی کی ہے کہ انفرادی حکومت پر جمہوریت کی کو قیام نہ ہوگا اور اس سے کوئی اچھا نتیجہ مرتب ہونے کی امید ہے۔ ڈراما فنی اعتبار سے کامیاب ترین کہا جا سکتا ہے۔ قیمت -/۳

کوئی درد آشنا نہیں (ناولٹ) — صغرا مہدی

اچانک امی کی آواز نے غالیہ کو ایک دھماکے کے ساتھ اُس اجاڑ اور سنسان دنیا میں لا پٹخا، جہاں کوئی اس کا ہمدرد تھا نہ ہمدم، نہ رفیق، نہ دوست، وہ کون سی دنیا تھی؟ یہ معلوم کرنے کے لیے پورا ناول پڑھیے۔ قیمت ۱/۵۰

ماہ رُخ (ناول) — زبیدہ سلطانہ

ایک گھریلو معاشرتی ناول جس کا ہر کردار آپ کو اپنی طرف متوجہ کرے گا۔ ایک ایسا دلچسپ ناول جسے ختم کیے بغیر آپ کو چین نہ آئے گا۔ قیمت ۸/۵۰

دیدۂ حیراں (افسانے) — مظفر حنفی

مظفر حنفی کو اپنی سماجی ذمہ داری کا بھرپور احساس ہے۔ وہ پرانی قدروں پر نہایت لطیف اور چابکدست انداز میں طنز کرنے کے فن میں مشّاق ہیں۔ اس مجموعے کے سارے افسانے بڑے جاندار ہیں۔ اور پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ قیمت -/۴

پتوار (ناول) — ضیا عظیم آبادی

"پتوار" ضیا عظیم آبادی بہترین ناول کہا جاتا ہے۔ اس کے کردار کشمیری ہیں۔ اور تمام کے تمام ایسے حسین جیسی وادیٔ کشمیر۔ قیمت ۴/۵۰

پرنٹر پبلشر سید احمد علی نے کوہ نور پریس دہلی میں چھپوا کر مکتبہ جامعہ لمیٹڈ جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵ سے شائع کیا

بجنگ ایڈیٹر:
اہد علی خاں
ایڈیٹر:
لی شاہجہاں پوری

ماہنامہ کتاب نما نئی دہلی ۲۵

لائبریریوں کے لیے سالانہ ایک روپیہ

اگست ۱۹۷۲ء
جلد نمبر ۱۲ شمارہ ۸
سالانہ: تین روپے
فی پرچہ: ۳۰ پیسے

اشاریہ

موجودہ حالات میں اُردو کی درسی کتب شائع کرنا کوئی نفع بخش سودا نہیں ہے۔ پھر بھی مکتبہ جامعہ نے ریاست بمبئی کے لیے جب دو کتابیں (آئینہ ادب اور انوارِ ادب) شائع کیں تو دہلی کے اربابِ اختیار کی نگاہیں بھی مکتبہ کی جانب اٹھیں۔ اور اس مرتبہ حکومت دہلی نے اردو کی بعض درسی کتابوں کی طباعت و اشاعت کا کام مکتبہ جامعہ کو تفویض کیا۔ مکتبہ نے اپنی روایت کے مطابق اس ذمہ داری کو قبول کیا۔ اور خوشی کی بات ہے کہ وقت کی کمی کے باوجود حساب کی دوسری، تیسری، چوتھی اور پانچویں جماعتوں کے لیے اور ہوم سائنس کی تیسری، چوتھی اور پانچویں جماعتوں کے لیے کتابیں بروقت شائع کرنے میں کامیاب بھی ہوگیا۔

اس سلسلے میں مکتبہ ڈائرکٹر تعلیمات دہلی، شری دیا شنکر مشرا اور دہلی میونسپل کارپوریشن کے ایجوکیشن افیسر شری ایس۔ این۔ راؤ کا ممنون ہے کہ ان حضرات نے ہر ممکن تعاون مکتبہ جامعہ کو دیا۔ اس تعاون کے بغیر اتنے قلیل وقت میں، جو ہمیں دیا گیا تھا، ان کتابوں کی طباعت اگر ناممکن نہیں تو محال ضرور ہوتی۔

اگر دہلی کی حکومت کی یہ دلچسپی قائم رہی تو اردو میں دوسرے مضامین

کی کتابوں کی قلت بھی رفتہ رفتہ دور ہو جائے گی۔ ہمیں ایسی توقعات ہیں۔
دینی تعلیم کا چلن بھی نئی ہندی تہذیب کے دور کی نذر ہو رہا ہے۔ بہت کچھ ہو بھی گیا ہے۔ اس کی وجہ سے بچوں میں بے راہ روی عام ہوتی جا رہی ہے۔ مکتبہ جامعہ نے ابتدا ہی سے بچوں کی مذہبی تعلیم کو پیش نظر رکھا اور ایسی کتابیں شائع کیں جو ملک بھر میں مقبول ہوئیں بعض کتابیں ہزاروں کی تعداد میں چھپ کر فروخت ہو چکی ہیں اور ہو رہی ہیں۔ یہ زیادہ تر ابتدائی جماعتوں کے بچوں کے لیے ہیں۔
جامعہ کے ثانوی مدرسہ میں دینیات کی تعلیم روز اوّل سے ہی دی جاتی ہے۔ مگر اب سے پہلے کوئی درسی کتاب طلبہ کے لیے نہیں تھی۔ برس ہا برس سے اسلامیات کے اسباق بچوں کو پڑھائے جاتے رہے ہیں۔ لیکن کتاب کی شکل میں نہ ہونے کے باعث طلبا کو دشواری پیش آتی تھی۔ اس احساس کے پیش نظر مکتبہ جامعہ نے اس مرتبہ مدرسہ ثانوی کے نصاب کی پہلی کتاب "کتاب و سنت کے جواہر پارے" کے نام سے شائع کی ہے۔ کتاب و سنت کے ان بیش بہا جواہر پاروں کی تدوین مدرسہ کے استاذ اسلامیات مولانا تاج الدین اعظمی کی مرہون ہے۔ ہمیں امید ہے کہ یہ کتاب دوسرے دینی مدارس میں سند قبول حاصل کرے گی اور ہم اس قسم کی مزید کتابوں کی اشاعت کا سلسلہ جاری رکھنے میں کامیاب ہو سکیں گے۔

کتب خانوں اور دارالمطالعوں کو مالی امداد

اتر پردیش اُردو اکاڈمی نے آئندہ مالی عطیات منظور کرنے کے لیے نئے شرائط اور نئے قواعد تیار کیے ہیں۔ اور کتب خانوں اور دارالمطالعوں سے اپنے تیار کیے ہوئے فارم پر نئی درخواستیں طلب کی ہیں۔

فارم حاصل کرنے کا پتا۔
سکریٹری اتر پردیش اُردو اکاڈمی
۱۱ حضرت گنج۔ لکھنؤ۔

خواجہ عبدالغفور آئی۔اے۔ایس

قصہ مختصر

ایک مطالعہ

مجتبیٰ حسین نے تو اس بار سارے قصے کو مختصر کر دیا ہے۔ خود کا احوال مختصر ہے مختصر۔ انتساب بے حد مختصر۔ پیش لفظ یا ان کے الفاظ میں ' پس و پیش لفظ '۔ عارف، مقدمہ، دیباچہ، عرض احوال، حرفِ اوّل۔ حرفِ آخر کو اتنا مختصر کر دیا سرے سے غائب ہیں۔ قصہ مختصر میں بلا اختصار دلچسپ عنوانات اور موضوعات پر زور دار قلم فرسائی کی ہے۔ اِلاّ اسکے کہ کوئی مزاح کی حس اور رشتے لطیف سے محروم ہو ہر لطافت و ظرافت سے بھرپور ملتا ہے۔

" میں اور مزاح "، بھی ایک قصہ مختصر ہے اور انکساری کا آئینہ دار ہے ورنہ مجتبیٰ حسین کا مزاح تو چلتا پھرتا اور رواں دواں مزاح ہے یہ سینے رام (CINERAMA) کی طرح سب کو اپنے میں سمو لیتا ہے۔ یہ نہ ہر بیتی ہے نہ جگ بیتی بلکہ ہر ایک کو آپ بیتی لگتی ہے۔ ان کا مزاح بقول ان کے کاغذ قلم کے سوا ایک کیفیت پیدا اور ہوتا ہے اور لگتا ہے کہ ان پر ایک کیف طاری ہوتا ہے اور وہ سب کو اپنے وجدان یا حال میں اسی طرح رنگ لیتے ہیں کہ جیسے قوالی کی محفل میں کسی ایک کو حال آنے پر سب ہی اس حال میں لپٹ جاتے ہیں اور بے حال ہو جاتے ہیں۔

مفتری، فقیر، مرزا، سب ہی کے روپ بہروپ سینما کی فلم کی طرح دماغ کے پردہ پر جھلک اٹھتے ہے۔ یہ اپنے قارئین کے وجود کے پیمانے کو لبریز کر دیتے ہیں تاکہ وہ قہقہوں کی شکل میں چھلک پڑے۔

شعرائے قدیم اپنے معشوق کے سراپا نوک پلک گیسو رنگ و روغن کے سوا اس کے جوبن کے نکھار کا نقشہ کچھ اس طرح کھینچتے رہے ہیں کہ جس میں تیسری جہت بہت زیادہ نمایاں ہو جاتی ہے۔ اسی طرح مجتبیٰ حسین بھی اپنے کردار کو اس طرح پیش کرتے ہیں کہ ان کی شخصیت کی حملہ جہت ابھر آتی ہے۔ ..

معیاری ادب نمبر ۲۶

انتخابِ ناسخ

ترتیب و تصحیح

رشید حسن خاں

ناسخ، دبستانِ لکھنؤ کے سب سے پہلے اور سب سے
اہم شاعر ہیں۔ انھوں نے ایک نئے اسلوب کی تشکیل
کی تھی، جس نے دبستانی اسلوب کی حیثیت سے فروغ پا
اور مدت تک غزل پر اپنے نشانات کو نمایاں رکھا۔
اس کتاب کے "تعارف" میں اس بات کی پوری کوشش
کی گئی ہے کہ ناسخ کی شاعری، اور اُن سے منسوب اصلا
زبان کے مسائل پر اس طرح گفتگو کی جائے کہ مبہم بات
روشن ہو سکیں اور مفروضات کا دھندلکا صاف ہو۔
"تعارف" آئندہ مفصل بحثوں کے لیے اہم اشار
کا کام دے سکتا ہے۔

قیمت: طلبہ اڈیشن ۶/۵۰

لائبریری اڈیشن ۵۰/

[illegible] ۲۵ [illegible] ۶ [illegible] بمبئی ۳ اور علی گ

راح العیاذ ثلاثہ بن کر چھا جاتا ہے جو طولِ بلد اور عرضِ بلد سے بلکہ خطِ استوا سے بھی آگے
ل پڑتا ہے اور قاری بھی ان کے مزاح کے کینوس پر ابھر جاتے ہیں۔
"ریلوے منتری مسافر بن گئے" فی الحقیقت ان کا شاہ کار ہے "بسر سنگار
ہمارے" کے کہقہہ پروگرام میں بمبئی والوں نے اس پر دل کھول کر داد دی اور دھرم یگ
نے اس کو ہندی داں پبلک تک پہونچا دیا۔ ویسے اب تو چاند کا سفر بڑا آسان لگنے
لگا ہے۔ مگر ریل کا بلا تحفظ تھرڈ کلاس کا سفر جگ اور جیولی سے ہاتھ دھو کر رام
رام کرتے چلنے کا مصداق ہو گیا ہے۔ ریل کے ڈبہ کی وسعت اور گنجائش کی کیا خوب
وضاحت کی ہے ؎

سمٹے تو دلِ عاشق پھیلے تو زمانہ ہے

سفر کی صعوبتیں، ڈبہ کے اندر قلابازیاں، جسمانی آزار۔ گدگی حبسِ
بیجا اور حبسِ دوام ان سب کا صحیح احساس ان کے مضمون سے ہو جاتا ہے اور ہنسی
کے مارے جو پیٹ میں بل پڑ جاتے ہیں اس کے مجتبیٰ حسین شخصی طور پر کلیتہً ذمہ دار
ہیں۔ عابد علی صاحب "مل مزدور سے منتری" تو بڑی آسانی سے بن گئے کبھی وہ منتری
سے مل مزدور بن کر بتائیں تو ہم جانیں یا کوئی وزیرِ تعلیمات، استاد کا روپ دھار کر
بتائیں۔ وزیرِ صحت ڈاکٹر نہیں بلکہ خیراتی ہسپتال کے مریض بن کر دیکھیں۔ وزیرِ خوراک
کبھی وہ خوراک تو کھا کر دیکھیں جو عوام الناس کھاتے ہیں۔
اس قسم کے تجربے مجتبیٰ حسین کے قلم سے خوب مزا دیں گے۔ "مرزا کی یاد میں"
مرزا کے کردار اور ان کے دفتر کے ماحول کو اس قدر واضح طور پیش کیا ہے کہ وہ ہمارے
دل و دماغ پر چھا جاتے ہیں اور ہم بھی اپنے آپ کو مرزا کا پرانا ساتھی سمجھنے لگتے ہیں۔
ان کے وظیفۂ حسنِ خدمت پر علیحدگی کا سانحہ ہم پر بھی شاق گزرتا ہے حالانکہ مرزا
کی زندگی میں حسن اور خدمت دونوں کا فقدان رہا ہے۔ ان کا ہر کام تھرڈ پراپر چینل
رہا ہے اسی لیے مجتبیٰ حسین کے حسنِ توسط سے ہم تک بڑی خوبیوں کے ساتھ پہونچتا
ہے۔ بالخصوص ان کا اپنی دفتری زندگی میں روزانہ حاضری کے رجسٹر پر دستخط کرکے
تنخواہ حاصل کرنا ہم کو یاد دلاتا ہے کہ اب تمام عمر ان کو بالالتزام ہر سال ڈاکٹر کا صداقت
نامہ پیش کرنا ہوگا کہ وہ حسین حیات ہیں۔ محض ان کے جسمانی وجود کی حاضری کافی نہ ہو

کبھی کسی وقت کسی وجہ سے حصولی لقا یا کے لیے انہیں پیروی کرنا ہوگا۔ تو سالِ رواں کی حیاتی کا وثیقہ کام نہیں آئے گا۔ انہیں یہ بھی بذریعہ صداقت نامہ ثابت کرنا ہوگا کہ سالِ گزشتہ بھی وہ زندہ تھے، چاہے وہ زندہ درگور رہے ہوں۔ مرزا نے ہمیشہ اپنے افسرانِ بالادست کو خوش رکھا۔ اس حد تک کہ اپنی رخصت کی درخواست میں یہ تک لکھ دیا۔
" خدا کے فضل وکرم اور آپ کی مہربانی سے میرے گھر لڑکا تولد ہوا ہے "
اس پر حاکم بڑے چراغ پا ہوئے کہ یہ میری مہربانی کا کیا ذکر؟ ان کو اس کا بھی بڑا فخر رہا کہ ہمیشہ اپنے حاکم اعلیٰ سے رخصتِ اتفاقی ہی حاصل کرتے رہے اور کبھی اس کا موقعہ نہیں آیا کہ یہ " رخصتِ نااتفاقی " کے لیے درخواست کریں۔ یہ اور بات ہے کہ انہوں نے رخصت مستحقہ (EARNEDLE AV E) کبھی نہیں لی کہ یہ کبھی اس کے مستحق ہی نہیں گردانے گئے۔

" اس دور میں ہوتے حاتم طائی " کے تحت انہوں نے فقیروں کی قسمیں بھی خوب گنائی ہیں۔ البتہ خاندانی فقیر کہ جن کا " سو لپشت سے ہے پیشہ آبا گداگری " —— آفاقی فقیر اور وہ فقیر کہ جو " بنا کر بھیس فقیروں کا تماشائے اہلِ کرم دیکھتے ہیں " اور صدا لگاتے ہیں۔ ہاں بھلا کر ترا بھلا ہوگا اور درویش کی صدا کیا ہے۔ یہ ان کی فہرست سے خارج ہیں۔

ہمارے ایک دوست ہر قسم کے شغل میں مبتلا ہیں اور ان کی بیگم صاحبہ انہیں ہمیشہ ٹوکتی ہیں اور عبرت دلانے کی ناکام کوششیں کیا کرتی ہیں۔ ایک بار ان کو ایک خستہ حال فقیر سے سابقہ پڑا انہوں نے اس کو سگریٹ پیش کیا اس نے کہا وہ سگریٹ نہیں پیتا۔ انہوں نے اس کو شراب کی پیش کش کی۔ اس کو قبول کرنے سے بھی اس نے انکار کر دیا۔ پھر اس کو لالچ دیا کہ ریس کورس چلو ہم جوا کھیلنے کے لیے کچھ روپیہ دیں گے اپنی قسمت بنا لینا۔ فقیر نے ناراض ہو کر کہا کہ وہ جوا بھی نہیں کھیلتا۔ اس پر ہمارے دوست نے اس کو گھر چلنے کی دعوت دی تاکہ ان کی بیگم صاحبہ دیکھیں تو کہ جو شخص شراب، سگریٹ نہیں پیتا، جوا نہیں کھیلتا اس کا کیا حشر ہوتا ہے۔ بالآخر فقیر ہی تو بن جاتا ہے وہ!

بے شک حاتم طائی اس دور میں ہوتے تو وہ خود ہی حاتم طائی کی قبر پر لات مارتے اور فقیر بن جاتے۔

"سردی کی گرما گرمی" تو فی الواقعی وہ ہے کہ جب شمع کا شعلہ بھی منجمد ہو جاتا ہے۔
شعلے کو پھونک مار کر نہیں بجھایا جاتا بلکہ ٹھوس شعلے کو انگلیوں سے مسل کر توڑا جاتا ہے
گفتگو کرنے پر الفاظ چٹاچٹ منہ سے گرتے ہیں۔ ان کو سننے کے لیے آگ پر
تپنا پڑتا ہے۔ پیسہ کی گرمی۔ گرمی کی گرم جوشی۔ سردی کی سرد مہری۔ ایسے موضوع
ہیں کہ جن کو مجتبیٰ حسین ہی دلچسپ ترین پیرایے میں پیش کر سکتے ہیں۔ یہ کسی اور
کے بس کی بات نہیں۔

امیر اور غریب کے فرق کو جانچنے کا پیمانہ ان کے دماغ کی اختراع ہے۔
کیا اچھا ہو کہ اسی پیمانہ سے انکم ٹیکس کو بھی جانچا جائے۔ ناخواندہ مہمان کی میز
بانی تو مجتبیٰ حسین نے خوب کی ہے۔ کبھی یہ مہمان کی نظر سے میزبان کو جانچیں تو
بڑے بڑے راز آشکارا ہوں گے۔ میزبان کس طرح مہمان کو اپنے اوقات کا پابند
کرتا ہے اور کیسے صبح صبح اٹھا کر بٹھا دیتا ہے اس کے کھانے پینے کے ذوق کو
یکلخت کیسے بدل ڈالتا ہے۔ کیسے کیسے ستم ڈھاتا ہے۔ گھر کے نوکروں کو کتنی بخشش
اور کتنا انعام واکرام جبراً و قہراً، مہمان سے دلاتا ہے۔

ہوٹل شبانہ ایک تاریخی واقعہ ہے کاش کہ اس کے جملہ کردار بھی اصلی ناموں
کے ساتھ پیش کیے جاتے۔ ویسے تو ایک مرزا کے واحد کردار میں ہی بہت سارے
جانے پہچانے شاعر اور ادیب نظر آتے ہیں۔ زندہ تو بھی اور زندہ جاوید بھی۔
یہ حیدرآباد کی علمی اور ثقافتی زندگی کا آئینہ دار اور سنہرا باب ہے۔ سچ تو
ہوٹل شبانہ تو سب کچھ تھا۔ مگر ہوٹل نہ تھا۔

سلیمان اریب۔ ایم ایف حسین اور سعید بن محمد کے خاکے اس قصہ مختصر میں
شریک ہیں۔ سلیمان اریب کو تو انہوں نے زندہ جاوید بنا دیا ہے اور جو مصور از خو
زندہ ہیں ان کو ان کی زندگی میں ہی حیات جاوداں بخش دی ہے۔

مجتبیٰ حسین نے اور بھی بہت ساروں کے خاکے اڑائے ہیں جو مضحک نہ ہو
ہوئے بھی لطیف ہیں، دلچسپ ہیں۔ ان کے خاکوں میں غیر ضروری رنگ آرائی ہے
حاشیہ آرائی نہ یہ ایسے حقائق کو پیش کرتے ہیں کہ جو پہیلیوں کی کہانیوں سے زیادہ تحیر
[illegible] ترجمہ اور ہم ایک احساس کمتری میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ ا

ہستیوں کو بہت قریب سے جاننے بوجھنے کبھی ہمارے مشاہدے میں وہ باتیں نہیں آئیں کہ جن کو مجتبیٰ حسین نے اپنی قلمی گرفت میں اسقدر آسانی سے جکڑ لیا ہے۔

سلیمان ادیب کی مسکراہٹ کا ذکر کس انداز میں کیا ہے۔ "یہ سنتے ہی ادیب کے کمزور نحیف اور خشک ہونٹوں پر مسکراہٹ بڑی دور تک پھیل گئی۔ اتنی دور تک کہ جب مسکراہٹ ختم ہو گئی تو ادیب کو اپنے ہونٹ پھر اپنی جگہ پر واپس لانے میں بڑی تکلیف کا سامنا کرنا پڑا۔ یوں لگتا تھا جیسے یہ پھیلی ہوئی مسکراہٹ اب پھر کبھی واپس نہ ہوگی، جیسے یہ مسکراہٹ سمندر کی لہر بن کر ایک سفر پر روانہ ہو گئی ہے۔ ادیب کی یہ مسکراہٹ میرے دل میں ایک خنجر کی طرح اتر گئی۔

"میں چپ چاپ اس خنجر کو اپنے دل میں چھپائے اور ادیب کے ہونٹوں پر اپنی دبی ہوئی مسکراہٹ کو یوں کا توں چھوڑ کر کمرہ سے باہر نکل آیا اور اس کے چند گھنٹوں بعد ادیب اس دنیا سے چلے گئے۔"

ادیب کے درد و کرب اور اس کی جان لیوا بیماری کا تذکرہ ایسے میٹھے لفظوں میں کر جو ایک المیہ نغمہ کی طرح دل و دماغ پر چھا جائے صرف مجتبیٰ حسین ہی چھیڑ سکتے ہیں۔

اسی طرح انہوں نے مشہور عالم مصور ایم۔ ایف حسین کی آمد کا منظر جن الفاظ میں کھینچا ہے وہ دہرانے کے لائق ہے۔

"ریستوران کے دھندلے دھندلے سے کینوس پر حسین خود اپنے بنائے ہوئے کسی پورٹریٹ کی طرح نمودار ہوتے وہ لمبی سی داڑھی کے ہمراہ تیزی سے چلتے ہوئے ہماری طرف آئے اور بھرپور طاقت اور گرمجوشی سے یوں مصافحہ کیا جیسے وہ کینوس پر اپنے برش کا کوئی طاقتور اسٹروک لگا رہے ہوں۔ اس کے بعد وہ صوفے پر یوں بیٹھ گئے جیسے وہاں کوئی مجسمہ رکھ دیا گیا ہو۔"

اس عظیم فن کار کی زندگی کے جن پہلوؤں کو بے نقاب کیا ہے وہ نہ صرف لطافت و ظرافت کے میدان میں بڑا کارنامہ ہے بلکہ سوانح نویسی کا ایک نیا اور بے حد دلچسپ ڈھنگ ہے۔ اس میدان میں بھی مجتبیٰ حسین نے دیگر ہم عصروں بلکہ قد ماؤں سے بھی بازی جیت لی ہے۔ ہماری دعا ہے کہ ان کا قلم اور بھی چلے۔ چلتا رہے اور لطف و لطافت کا دریا بہاتا رہے۔

"بہرحال" اور "مزاحیہ ادب کا انتخاب" ان کی نئی تصانیف زیر طبع ہیں جن کا بے چینی سے انتظار رہے گا۔

حاصل مطالعہ

"کتاب نما" کی اشاعت کا واحد مقصد پڑھنے والوں کو تازہ مطبوعات سے آگاہ کرنا ہے۔ اس سلسلے میں ہم نے اقتباس، تعارف اور تبصرے غرض کہ جو کچھ کتابوں کو مقبول بنانے کے لیے کیا جا سکتا ہے، کیا ہے۔

ہم یہ کالم اس لیے شروع کر رہے ہیں کہ قارئین "کتاب نما" جو کتابیں پڑھتے ہیں، ان کے بارے میں جو رائے رکھتے ہیں، اس سے دوسرے بھی واقف ہوتے رہیں۔ اس سے ایک فائدہ تو یہ ہوگا کہ کتابوں کی مقبولیت کا علم آسانی سے ہو سکے گا۔ مگر دوسرا اور سب سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ وہ کتابیں بھی روشنی میں آجائیں گی جو اشتہاروں اور تبصرہ نگاروں کی حدود سے باہر ہیں۔ امید ہے کہ ہمارے اس سلسلے کو پسند کیا جائے گا۔

یہ تو ہم نہیں چاہتے کہ کسی کتاب کو قارئین کے درمیان موضوع بحث بنا کر مباحثے اور مناظرے کے دروازے کھول دیں۔ مگر متضاد (لیکن سنجیدہ) رایوں کی اشاعت سے ہمیں انکار نہ ہوگا۔

اس سلسلے میں جو کچھ شائع ہوگا۔ وہ مراسلہ نگار کی ذاتی رائے ہوگی۔ ادارے کا اتفاق یا اختلاف ضروری نہیں۔

ایڈیٹر

وقار خلیل

خورشید احمد جامی نے حیدر آباد میں نئی غزل کو بھرپور عصری حیثیت بخشی، ان کے لہجے کی پرچھائیں آج عام ہوگئی ہے۔ ناصر کاظمی کے ساتھ جامی کا نام نئی غزل کے پورے شاعر کی حیثیت سے مطلع فکر پر چمکنے لگتا ہے۔ جامی کا بعد از مرگ آخری اور تیسرا یادگار شعری مجموعہ "یاد کی خوشبو" ہے جس میں ستر غزلیں ہیں اور چھ نظمیں، کچھ فردیات۔ محمود خاور مدیر "برگ آوارہ" نے اسے شائع کر کے ادبی خدمت انجام دی ہے اور جامی کے فکر و فن کی لو کو شالیمار پبلی کیشنز الہ "برگ آوارہ" کے ذریعہ تابناکی بخشی ہے۔ اس سے پہلے "رخسار سحر" اور "برگ آوارہ"

و شعری مجموعے چھپ چکے ہیں" یادکی خوشبو" پر احمد ندیم قاسمی نے چند سطریں لکھتے ہوئے جامی کو "روحِ عصر کا حقائق آشنا جری شاعر" کہا ہے، اور بہت درست کہا ہے۔ جامی غزل کے نئے لہجے کے فنکار اور شاعر تھے، انہوں نے لفظوں سے تمنا کی حسین جمیل تصویریں کھینچی ہیں، ان کا اسلوب نیا، تازہ کار اور منفرد ہے۔ میر کے اشعار کی طرح جامی کے شعر بھی دل کو جھنجوڑتے ہیں ذہن کے گوشوں کو روشن اور معطر بناتے ہیں۔ یہ چند شعر حاصلِ مطالعہ ہیں

چلتا رہے یہ رسمِ تعارف کا سلسلہ　　　ہر بار اجنبی کی طرح مجھ سے تم ملو

ہم لوگ شب و روز کے صحرا میں کھڑے ہیں　　　احساس وہی، درد وہی، دھوپ وہی ہے

یہی ہے محفلِ یاراں تو اپنے چہروں سے　　　ذرا اُتار کے سارے نقاب بھی رکھ دو

ساتھ خوشبو کو لیے گھر سے نہ باہر نکلو　　　چار سو شہر میں ہے ناچتے شعلوں کی قطار

جو روشنی کو جدا کر رہی ہے ظلمت سے　　　وہ سچی لکیر کی پہچان ہے حسین کا نام

میں کوئی راز کی تحریر نہیں ہوں جامی　　　بند کمرے میں جسے لا کے جلایا جائے

"یاد کی خوشبو" شالیمار پبلی کیشنز، حیدر آباد ۳۶ء　　قیمت ۳ روپے

وقار خلیل

"حرفِ شوق" جناب محمد منظور احمد کی کلاسیکل غزلوں کا پہلا مجموعہ ہے۔ پروفیسر عبدالقادر سروری، ڈاکٹر رفیعہ سلطانہ اور ڈاکٹر مغنی تبسم نے منظور کی شخصیت اور فکر و فن کے گوشوں کو آئینہ دکھایا ہے۔ منظور صاحب نے ایک عمر کے بعد شاعری کی طرف

توجہ دی، اور غزل کے کلاسیکل مزاج کو بڑی ہی ذہانت و نطانت سے برتا ہے "حرفِ شوق" ان کی غزلیہ شاعری کا خوبصورت مرقع ہے۔ غالب نے طرزِ بیدل میں ریختہ کہنے کو "قیامت" کہا تھا۔ مگر منظور نے طرزِ مومن میں غزل کو حسن عطا کرنے کی سعیِ مشکور کی ہے۔ اُردو مجلس حیدرآباد کے معتمد کی حیثیت سے منظور نے جو اہم کام انجام دیے ہیں اس کو یاد رکھتے ہوئے اور پھر سہ ماہی "مجلس" کے اہم "مومن نمبر" اور "غالب نمبر" کے سبب اگر ہم ان کے شعوری ابلاغ کا جائزہ لیں تو پتہ چلتا ہے کہ منظور نے یہاں سے وہاں تک خلوصِ فکر کے روشن نقوش چھوڑے ہیں۔ اِس مجموعہ کو پڑھ کر اُن کے خلوص کی خوشبو، فکر کی مہک اور نظر کی چمک کے ساتھ ساتھ لہجے اور طرزِ ادا کے بانکپن پر طبیعت کھل اُٹھتی ہے۔ یہ چند اشعار ہر جہت سے دل کو چھوتے ہیں۔ ؎

وقت کی کتنی کڑی دھوپ سہے جاتے ہیں
آفریں باد کہ ہم لوگ جیے جاتے ہیں

آج فرصت ملی ہے وحشت سے — دل کے زخموں کو سی رہا ہوں

کتنی سادہ تھی داستانِ حیات — کتنی رنگین بنا گیا کوئی

گُلِ خوش رنگ صبح دم دیکھا — دیر تک آج تیری یاد آئی

کیسی کیسی صورتیں ہیں روبرو — صرف اک چہرہ نظر آتا نہیں

تکلّفات کے اس دور میں مجھے منظور — بس اپنے دوست میں ہی سادگی نظر آئی

اس شعر پر حدیثِ دوست ختم کرتا ہوں، منظور کہتے ہیں ؎

منظور احمد آپ سے ملکر خوشی ہوئی
سچ پوچھیے تو آج مرا قدرداں ملا

صفحات ۱۰۰، طبع ۲۔ منظور احمد منظور۔ مکتبہ شعر و حکمت، حیدرآباد ۱۲۔ قیمت ۳/۵۰

ڈاکٹر سیفی پریمی

دنیا میں سفید اقوام نے افریقہ کے قومی ہیکل باشندوں کو بازار کی اشیا کی طرح
اور جس غیر انسانی طور پر استعمال کیا ہے وہ تاریخ کا ایک غمناک اور گھناؤنا باب ہے۔
امریکہ، جو جمہوریت کا علمبردار، اقوام کی آزادی اور انسانی حقوق کی نگہداشت کا دعویٰ
ہے اس کے اپنے چمن میں یہ تاریک گوشہ بھی ہے۔
صدیوں کے بعد حبشیوں میں اپنے وجود کا احساس پیدا ہوا۔ ان میں فکرِ معاش
کی لہر اٹھی، زبان اور مذہب کا تصور ابھرا۔ "کالی قومیت" کی اکائی پر توجہ مرکوز ہوئی۔
ان میں رلیفارمر پیدا ہوئے جن کی وفاداری اور تنظیمی صلاحیت نے اس قوم کی
پستی کو دور کرنے اور اس کو ترقی کی شاہراہ پر گامزن کرنے کے لیے دعاۃ تلقین کے ساتھ آج
کی سیاسی دنیا کے جماعتی نظام کے مطابق لائحہ عمل مرتب کر کے شہر شہر میں "کالی قومیت"
کی شیرازہ بندی کی دنیوی امور کے ساتھ روحانی عالم کی طرف افراد کو مائل کیا۔
ڈاکٹر مشیر الحق کی کتاب "امریکہ کے کالے مسلمان" اسی مظلوم قوم کی تاریخی اور مذہبی
کہانی ہے۔ اس کا مواد انگریزی کے مختلف کتب و رسائل سے اخذ کیا گیا ہے اور مانٹریال
(کناڈا) میں مصنف نے چھ سات برس رہ کر ذاتی معلومات بھی بہم پہونچائی ہیں۔
یہ کتاب پانچ ابواب پر مشتمل ہے۔
(۱) کالی قومیت۔ (۲) کالا ایمان (۳) کالا اسلام (۴) کالے لوگ۔
(۵) کالا دیس۔
امریکہ میں کالی قوم کی اصلاح اور جاگیرتی کے ابتدائی نقوش بڑے مدھم تھے۔
لیکن ۱۹۱۵ء میں "روحانی باپ" کی تحریک قابلِ ذکر سمجھی جاتی ہے۔ اس نے اپنی ایک
تقریر میں کہا تھا۔ ص ۱۳۔
"خدا مجھ میں ہے اور میں سیاہ فام ہوں اس لیے خدا بھی سیاہ
فام ہے خدا سے برتر کوئی نہیں ہے اس لیے ثابت ہوا کہ "سیاہ
رنگ" دوسرے تمام رنگوں سے برتر ہے۔"
اس سے زیادہ واضح اصلاحی تصور تھو تھی درلیو کے یہاں ملتا ہے جو نوبل
درلیو علی کے نام سے معروف ہے۔ اس نے اسلام کا پرچار کیا۔ لفظ "نیگرو" کے

نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا کی نئی کتابیں

استعمال کو ممنوع قرار دیا اور معاشی سدھار کی طرف بھی توجہ کی۔

اس کے بعد مارکس گریوی نے ایک قدم اور آگے بڑھایا۔ وہ "سیاہ موسیٰ" بھی کہلاتا تھا۔ اس نے وطن کی طرف ہجرت پر زور دیا۔ ۱۹۲۰ء میں دنیا کے سیاہ فاموں کا بین الاقوامی اجلاس طلب کیا۔ معاشی پروگرام میں "سیاہ ستارہ جہاز راں کمپنی" اور فیکٹری کا قیام بھی شامل کیا۔ عملی اقدام کے طور پر کمپنی کے لیے چار پرانے جہاز خریدے گئے۔

فرد محمد نے نسلی برتری کا احساس پیدا کیا اس نے ابتدا میں نوبل درلیو علی پھر مہدی موعود اور بعد میں خدا ہونے کا دعویٰ بھی کیا۔

"کالی قومیت" میں سب سے زیادہ جاذب اور موثر شخصیت الیجا کریم کی ہے اس کی کتاب "عقلِ اعلیٰ" کو کالے مسلمانوں میں صحیفۂ رسالت کا مقام حاصل ہے۔ اس شخص کی تحریک نے مذہب کی تبلیغ میں وسعت پیدا کی یہاں تک کہ مالکم ایکس جو پیشہ ور چور تھا۔ اس نے جیل خانہ میں الیجا محمد پیغامبر ثانیہ اسلام قبول کیا۔ ۱۹۶۴ء میں حج کرنے کی سعادت حاصل کی۔

"کالی قوم" میں مذہبی ارکان نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ کی پابندی ہے مگر ان کی تعلیم وعمل میں بڑا فرق ملتا ہے۔ مثلاً وضو کی پابندی ہے۔ مگر وہ صرف پانچ منٹ کی عبادت کو فرض سمجھتے ہیں۔ رکوع، سجود، قیام، قعود وغیرہ ان کے یہاں نماز میں داخل نہیں ہیں۔

اس قوم کے طریقِ عبادت سے قطع نظر، ان کی تنظیم جاندار ہے۔ مثلاً شکاگو کی مرکزی محمدی عبادت گاہ میں تقریباً نصف ہزار اشخاص کے بیٹھنے کی جگہ ہے۔ ہر شہر میں جماعت قائم ہے۔ اس کے ساتھ رضاکار دستہ ہے جو "ثمر اسلام" کہلاتا ہے۔ ہر شہر میں عبادت گاہ کی تعمیر کی گئی ہے۔ طلبہ اور طالبات کے لیے الگ الگ درس گاہیں کھلی ہیں۔ وہ لوگ فوجی بھرتی کو اسلام کے خلاف سمجھتے ہیں۔ اور اس کی پاداش میں خوشی سے جیل جانا منظور کر لیتے ہیں۔ ان کے عقائد اور معاشی پروگرام کی اشاعت و ترویج کے لیے ایک ہفتہ وار اخبار نیویارک سے شائع ہوتا ہے جس کا نام "مسٹر محمد اسپیکس" ہے۔

ڈاکٹر مشیر الحق نے اس موضوع پر توجہ کرکے تلاش و محنت کے بعد معلومات
جمع کردی ہیں۔ مصنف نے بعض مقامات پر انتقادی نقطۂ نظر سے بھی کام لیا ہے۔
مذہب عالم اور پس ماندہ اقوام کی زندگی سے دلچسپی رکھنے والے افراد کے لیے
اس کا مطالعہ ضروری ہے۔
کتاب عمدہ چھپی ہے اور قیمت بھی کم ہے۔

امریکہ کے کالے مسلمان۔ ڈاکٹر مشیر الحق۔ مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دلی ۲۵ قیمت ۲/-

---

سعید سہروردی

موجودہ حالات میں ملکی اتحاد کی تشکیل اور اس کا استحکام تہذیبی زندگی کا
سب سے بڑا فریضہ ہے۔ ادب زندگی کے مصوّر کی حیثیت سے اس امکان میں حقیقت
کا رنگ بھرتا ہے۔

نیشنل بک ٹرسٹ نے ایک علاقائی زبان کا معیاری ادب دوسری زبانوں میں
منتقل کرنے کا جو سلسلہ شروع کیا ہے، وہ تہذیبی ارتقا کی اہم اور دیرینہ ضرورت
کو پورا کرتا ہے۔

تلگو ادب کی عظیم ناول نگار شریمتی میپالی رنگنا نکمّا کے مشہور ناول "پیک میڈلو"
(تاش کے محل) کو اردو زبان میں پیش کرنے کے لیے نیشنل بک ٹرسٹ یقیناً مبارکباد
کا مستحق ہے۔

کردار کی مصوّری، ماحول، جذبات، واقعات کی ترتیب، اور انداز بیان
کی خوبصورتی یہ ساری باتیں "تاش کے محل" میں ملتی ہے۔

جیسے جیسے ناول آگے بڑھتا ہے۔ اس کی ہیروئن کھالوٹی کے دل کا
درد آہستہ آہستہ پڑھنے والے کے دل میں پھانس کی طرح اترتا جاتا ہے؟
اور ناول کے ختم ہونے تک یہ پھانس ایک شدید چبھن کی صورت اختیار
کرلیتی ہے۔ پہلے تو اس کی دلآویز شخصیت سے جذباتی وابستگی پڑھنے والے
کی آنکھوں میں آنسو بن جاتی ہے۔ جب یہ طوفان گزر جاتا ہے تو ذہن کے دروازے

مطبوعات نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا

۱۹۵۷ء میں حکومتِ ہند کی وزارتِ تعلیم نے نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا کے نام سے ایک بڑے اور خود مختار اشاعتی ادارے کی داغ بیل ڈالی۔ اس ادارہ کا اوّلین مقصد ملک میں ایک ایسی ہمہ گیر تحریک چلانا تھا۔ جس کے ذریعہ ہندوستان کے عوام میں کتابیں پڑھنے کا زیادہ سے زیادہ شوق پیدا کیا جائے۔ نیشنل بک ٹرسٹ کو اپنے اس مقصد کے حصول میں خاطر خواہ کامیابی ہوئی۔ یہ ادارہ اب تک پانچ سو سے زیادہ کتابیں ہندوستان کی مختلف علاقائی زبانوں میں شائع کر چکا ہے۔ ان میں مندرجہ ذیل کتابیں اردو میں بھی شائع کی گئی ہیں۔

آبادی مصنفہ ڈاکٹر ایس اگروال ترجمہ مخمور جالندھری ۵/۲۵
اکبر " لارنس بینس " رضیہ سجاد ظہیر ۲/۵۰
پنڈت وشنو دگمبر " ڈی، آر۔ اٹھولے " ش۔ قدوائی ۲/۲۵
عظیم باطنی " ڈینس کنکیڈ " ڈاکٹر پرپاتما سرن ۱/۲۵
قاضی نذر الاسلام " بسودھا چکرورتی " عرش ملسیانی ۲/۲۵
کبیر " ڈاکٹر پارش ناتھ تیواری " ایم، کے، درانی ۲/۲۵
کچھوا اور خرگوش " ڈاکٹر ذاکر حسین بلا مجلد ۱/۰ مجلد ۲/۰
گاندھی کا ہندوستان: کثرت میں وحدت مرتبہ نیشنل گاندھی صدی، سب کمیٹی ۲/۲۵
گرو نانک مصنفہ گوپال سنگھ ترجمہ: مخمور جالندھری ۳/۲۵
مٹتی بنتی تصویریں " بھگوتی چرن ورما " رضیہ سجاد ظہیر ۵/۰۰

بچوں کے لیے انتہائی خوبصورت اور دلچسپ کتابیں

باپو (باتصویر سوانح عمری) دو حصوں میں قیمت ۲/۰
پرندوں کی دنیا ۱/۵۰ کشمیر ۱/۵۰
جنت کی سیر اور دوسری کہانیاں ۱/۵۰ ہماری ندیوں کی کہانی ۱/۵۰
ہماری ریلیں جگجیت سنگھ ۱/۵۰ ہندوستان میں غیر ملکی سیاح ۱/۵۰
رسیلی کہانیاں ۱/۵۰ ہمالیہ کی چوٹیوں پر ۱/۵۰
آزادی کی کہانی وشنو پربھاکر ۱/۵۰ آؤ ناٹک کھیلیں ۱/۵۰

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دہلی ۲۵ اردو بازار دہلی ۶ بمبئی ۳ اور علی گڑھ ۲

سینکڑوں ضروری سوالات دستک دینے لگتے ہیں، ان کی بازگشت ہمارے تجربات اور احساسات کی گہرائیوں میں دور تک سنائی دیتی ہے۔

ناول کے اختتام کے چند جملے اگر پیش کر دیے جائیں تو ناول نگار کے مقصد اور ناول کی روح کو سمجھنے میں بڑی مدد ملے گی۔

"بھانومتی کو زندگی میں شکست ہی شکست کا سامنا کیوں کرنا پڑا؟ زندگی میں قدم قدم پر اسے کیوں دکھ اٹھانا پڑا؟ بھانو نے جو خیالی محل بنائے تھے وہ دیکھنے میں دلکش ہونے کے باوجود حقیقی تجربے میں تاش کے محل کیوں ثابت ہوئے؟ اسے ان باتوں کی بدقسمتی یا تقدیر یا کرموں کا پھل سمجھ کر صبر کرنے کی ضرورت کیوں ہوئی؟

واحد وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ بھانو نے ہندوستان میں عورت کا جنم لیا تھا۔ ہندوستانی عورت کا یہ مقدر کیوں ہے؟"

اس سوال کا جواب دینے کے لیے متوسط طبقے کی روشن خیال ہندوستانی عورت کی ذہنی کشمکش کی تصویر اس ناول میں بڑی چابکدستی کے ساتھ پیش کی گئی ہے۔

بھانومتی ایک ذہین حساس لڑکی ہے۔ ہر لڑکی کی طرح اس کے سینے میں بھی ابھرتے اور زندگی کو اپنے خوابوں اور آرزوؤں کے مطابق بنانے کی تمنا ہے۔ لیکن شادی کے بعد اس کا شوہر راج شیکھرم اس کی امیدوں، توقعات اور شخصی معیاروں پر پورا نہیں اترتا۔ حقیقت کو اپنے تصور سے قطعی الگ دیکھ کر بھانومتی کے ذہن کو جھٹکا لگتا ہے۔ لیکن شروع شروع میں وہ مایوس نہیں ہوتی۔ وہ قدم قدم پر اپنے آپ کو بدلنے اور اپنے شوہر کو سنبھالنے کی کوشش کرتی ہے۔ لیکن اس مقصد میں اسے کامیابی نہیں ہوتی۔

راج شیکھرم کے ظالمانہ رویّہ سے بیزار بھانومتی کو اپنے رشتہ کے بھائی کشور داؤ کے خلوص سے بڑا سہارا ملتا ہے لیکن یہ برادرانہ خلوص اپنے اندر وہ توانائی، تازگی اور گرمی نہیں رکھتا جس کے ذریعہ کسی عورت کو اپنے وجود کا مدار مل سکے، جس کو پاکر وہ یہ محسوس کرسکے کہ اس کا ادھورا پن دور ہوگیا ہے۔ وہ کلی سے پھول بن گئی ہے۔

اپنی بے مزا اور الجھی ہوئی زندگی کو ناقابلِ برداشت پاکر بھانومتی اپنے آپ کو ختم کر دیتی ہے۔ ٹھوکر کھانے پر ہی راج شیکھرم کی آنکھیں کھلتی ہیں۔ لیکن ٹوٹا ہوا پیار کھوئے ہوئے دل کے ساتھ ہمیشہ کے لیے اس کی زندگی سے دور ہو جاتا ہے۔

پانڈورنگ راؤ نے اسی ناول کے دیباچہ میں اس کی تکنیک کے بارے میں جو رائے ظاہر کی ہے اس سے اختلاف کی گنجایش نہیں ہیں۔

"سارا ناول بڑا ہی گٹھا ہوا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے ساری کہانی ایک ہی سانس میں کہی گئی ہو۔ حالانکہ سارا پلاٹ بھانومتی کے آنسوؤں کے سہارے ہی قائم ہے اور ناول میں زیادہ تر بھانومتی کی ہی باتیں سننے کو ملتی ہیں۔ پھر بھی قاری کے دل میں اگلے حالات اور باتیں جاننے کی خواہش بنی رہتی ہے۔ بھانومتی کے بھائی کیشو راؤ کی طرح اس ناول کے پڑھنے والے بھی اپنی بھوک پیاس فراموش کر کے یہ دکھ بھری کہانی سننے کے لیے تیار ہو جائیں گے۔ کہانی کا اندازِ بیان اس قدر دلچسپ اور مکالمے اتنے حقیقی ہیں کہ کہیں بھی غیر ضروری تفصیل نہیں دکھائی دیتی۔

"کہانی کے آخر میں بھانومتی کے چھوٹے بچّے کا ماں کے لیے بلکنا تڑپنا اور سارے خاندان کے غم میں ڈوب جانا ایسے حادثات ہیں جو بھانومتی کے اقربا کے ساتھ ساتھ قارئین کو بھی دکھ کی ندی میں اپنے ساتھ بہالے جاتا ہے۔"

اگرچہ اِس ناول میں علاقائی زندگی، رہن سہن، معاشرت، اعتقادات رسم و رواج کی جھلکیاں ملتی ہیں لیکن اس کی بنیادی کشمکش ہندوستان کے ہر علاقے کی عورت کی زندگی سے قریب ہے۔

تعلیم، صنعتی ترقی، نئے خیالات کا اثران ساری چیزوں نے مجموعی طور پر ہندوستانی عورت کی زندگی پر گہرا اثر ڈالا ہے۔ آج ہندوستانی عورت مرد کو "مجازی خدا" یا دیوتا مان کر چپ چاپ ہر ظلم، ناانصافی اور اذیت برداشت کرنے کو تیار نہیں۔ وہ عقلمند ہے بیوقوف نہیں۔ ہر طرح سے وہ مرد کے برابر مہارت رکھتی ہے اسی لیے مرد کی پرچھائیں بن کر چلنے والی گڑیا نہیں ہے۔ وہ صرف سنتی ہی نہیں سوچتی بھی ہے۔ جیسے اس سے لوگ کچھ چاہتے ہیں وہ ویسے ہی وہ بھی کچھ چاہتی ہے مذہب، دولت، جنس سبھی حلقوں میں وہ مرد کی ہم قدم ہے اس کی غلام نہیں۔

ناول کا جذبات پر اثر کم ہو جاتا ہے۔ تو باشعور پڑھنے والا یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ کیا کھا توستی کے لیے زندہ رہنے کی کوئی راہ نہیں تھی؟ اس نے اپنے حالات سے بغاوت کیوں نہیں کی؟

اس لیے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ "تاش کے محل" ایک خاموش فریاد ہے جو دل کو مسوستی ہے، تڑپاتی ہے۔ جس کے کردار دیوار سے سر ٹکرا کر ٹوٹ جاتے ہیں، بکھر جاتے ہیں لیکن اس کو توڑنے اور اس سے باہر نکلنے کی کوشش نہیں کرتے۔

اس کے باوجود ناول کو شروع کرنے کے بعد بغیر ختم کیے نہیں رہا جاتا اور ایک بار پڑھنے کے بعد دوبارہ پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔ کتابت، چھپائی، کاغذ عمدہ اور ان محاسن کو دیکھتے ہوئے قیمت زیادہ نہیں۔

تاش کے محل۔ مٹیار نگتا یکما۔ نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا۔ قیمت ۵/۵۰

رشید نعمانی

کتابیں، علم و دانش کا ذریعہ تو ہوتی ہی ہیں، مگر کبھی کبھی غلط فہمیوں اور بے راہ روی کا باعث بھی بن جاتی ہیں۔ مختلف فیہ مسائل و معاملات میں فریقین اپنے استدلال کے لیے کتابوں ہی کے حوالے اور اقتباسات ایک دوسرے کے سامنے لا کر رکھ دیا کرتے ہیں، مذہب، ادب، تاریخ، شعر و سخن غرض کوئی موضوع یا مضمون ایسا نہیں جس میں آئے دن اسی طرح کے اتفاقات اور اختلافات درپیش نہ رہتے ہوں پڑھنے پڑھانے والوں کی ایک نشست میں کسی نے خواجہ میر درد کا شعر پڑھا ؎

کون سی رات آن ملیے گا　　دن بہت انتظار میں گزرے

فرمائش ہوئی، اسی زمین میں کوئی اور شعر؟ سنانے والا برجستہ بولا، جی یہ ایک رباعی ہے اور اس کا پہلا شعر یہ ہے ؎

یہی پیغام درد کا کہنا　　گر کوئی کوئے یار میں گزرے

ایک بزرگ نے فرمایا، کیا؟ رباعی کیسی؟ پڑھنے والا بے چارہ

داستان سے افسانے تک

وقار عظیم

'داستان سے افسانے تک' روحِ فسانہ نے کتنے پیرہن بدلے
ہیں، یہ کتاب اسی اجمال کی تفصیل ہے۔ اور ایسی تفصیل جس میں تحقیق
رنگ ہے، تاریخی صحت ہے، بدلتے ہوئے ادوار پر گہری نگاہ ہے
تنقید کی گہرائی اور تخلیق کی قوت ہے۔

قیمت ۔ دس روپے

دنیا کے بچے

(دنیا اڈیشن)

محمد حسین حسان ندوی جامعی

یہ کتاب حسین حسان صاحب ندوی جامعی نے چو
پانچویں درجے کے لیے بہت سہل اور سادہ زبان میں لک
لکھنے کا انداز بھی بہت ہی دلچسپ ہے۔ دنیا کے چودہ ملک
کے حالات ہیں۔ کہانی کا سا انداز ہے۔ تصویروں نے کتاب کی دلچ
کو اور بڑھا دیا ہے۔　　　　قیمت: ایک روپیہ

[illegible] ۔ دہلی [illegible] ۔ بمبئی [illegible] اور علی گڑھ

کی جرأت اور نہ سند و جواز پیش کردینے کی توفیق۔
چپ، نہ بحث کی جرأت اور نہ سند و جواز پیش کردینے کی توفیق۔
ایک روز " دیوان درد اردو ، مطبوعہ نظامی پریس بدایوں، طبع سوم ۱۹۳۹ء
اٹھا کر دیکھا تو واقعی اس کے صـ۸۳ پر یہ دونوں شعر رباعیات کی جلی سرخی کے تحت
موجود۔ چلیے طالب علم کا خیال بھی غلط نہ نکلا مگر معترض کی بات ذہن سے محو نہ ہوئی حسن اتفاق
کہ جناب رشید حسن خاں صاحب کا مرتب کیا ہوا دیوان درد (بسلسلۂ معیاری ادب ۱۳
شائع کردہ مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، جنوری سنہ ۱۹۷۱ء) دستیاب ہوگیا۔ سب سے پہلے رباعیات
میں انھیں دونوں شعروں کو تلاش کرنے لگا۔ کوشش بے سود رہی، بالآخر یہی دو شعر
صـ۱۲۰ پر غزلوں کے ضمن میں نظر آگئے۔
اعتراض بالکل درست نکلا، مگر طالب علم غریب پر بھی رحم آیا اور ان کے ساتھ
واجب ہمدردی پیدا ہوئی کہ اس نے جو کچھ کہا یا سمجھا وہ ایک ایسے نسخے کے حوالے سے
جو حال کے نسخوں میں سب سے اچھا "(قاضی عبدالودود) قرار دیا گیا ہے۔
دونوں نسخوں کی ورق گردانی اور جا بجا ایک دوسرے کا مقابلہ کرنے کے لیے۔
اندازہ ہوا کہ نہ صرف یہ دو شعر بلکہ الف سے ے تک متعدد ردیفوں میں جہاں
ایک ردیف قافیے کے دو شعر ملے ان کو بلا تکلف رباعیات میں شامل کردیا گیا ہے۔
نسخۂ جامعہ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ جناب رشید حسن خاں کی تحقیق اور ترتیب کی رو سے
یہ غزلوں ہی کے متفرق شعر ہیں اور ان کو نہ قطعہ سمجھنا چاہیے نہ رباعی (رباعیات
کے لیے دیکھیے نسخۂ جامعہ صـ۱۲۸ تا صـ۱۳۲) ایک ایسی صریحی غلطی جو مدت سے چلی
آرہی تھی، تعجب ہوتا ہے کہ جناب رشید حسن خاں سے پہلے کسی نے اس پر توجہ نہیں کی۔
اس کا نام ہے شعر و ادب کی صحیح خدمت " اور اس کے لیے ہم فاضل محقق اور
ذی شعور مرتب کے جس قدر شکر گزار اور احسان مند ہوں، کم ہے۔
ایک اصطلاحی یا اختلافی مسئلے کا تسلی بخش حل معلوم ہو جانے کے بعد چند
غزلیں جن کے ایک دو شعر یاد تھے۔ دونوں نسخوں کو سامنے رکھ کر دیکھیں تو جا بجا
بہت سے جزوی، معنوی اور لفظی اختلافات نظر آئے۔ مثلاً

نسخۂ نظامی، اشاعت ۱۹۳۹ء	نسخۂ جامعہ اشاعت ۱۹۷۱ء
۶۔ دیدۂ نگاہیں جو چار ہوتی ہیں صـ۳۸	دو نگاہیں جو چار ہوتی ہیں صـ۹۳

نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا کی اہم کتابیں

کچھوا اور خرگوش — ڈاکٹر ذاکر حسین

یہ کہانی بظاہر بچوں کی کہانی ہے لیکن ذاکر صاحب نے بچوں اس کہانی کی آڑ میں آج کے دانش وروں، عالموں اور معلموں کو ان کے مختصر قد کا عکس دکھلایا ہے۔ ان کو اپنے محدود دائروں سے نکلنے کی دعوت دی ہے۔ ساتھ ہی ساتھ اردو نثر کے عمدہ معیار کا ایک نمونہ بھی ہمارے سامنے پیش کر دیا ہے۔

قیمت لائبریری ایڈیشن -/۲ عام -/۱

قاضی نذر الاسلام — بسودھا چکروتی — ترجمہ: عرش ملسیانی

بنگال کے مشہور باغی شاعر قاضی نذر الاسلام عہد حاضر کے ایک ممتاز فرد ہیں۔ ہندوستان کی جنگِ آزادی کے دور میں نذر اسلام نے بڑی اذیتیں اٹھائیں اور ان اذیتوں سے ایسی شاعری نمودار ہوئی جس نے نہ خود شاعر کو بلکہ اُن کے مقاصد کو جو اُسے عزیز تھے، بقائے دوام بخشی۔
قاضی نذر الاسلام کی یہ مختصر سوانح حیات بڑی سوجھ بوجھ کے ساتھ لکھی گئی ہے۔

قیمت: ۲/۵۰

اکبر — لارنس بنیس — مترجم: رضیہ سجاد ظہیر

لارنس بنیس کی تصنیف "اکبر" مغلِ اعظم کی ایک ایسی بے بہا سوانح حیات ہے جس نے دنیا کے ادب میں اپنے لیے خاص مقام پیدا کر لیا ہے لارنس کی اس تصنیف میں اکبر کی خوبیاں، وقار، سادگی اور چیالاپن۔ ایک انوکھے شاعرانہ انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

قیمت ۳/۵۰

۱- ہر طرح زمانے کے ہاتھوں سے ستم دیدہ ص۹۵	ہر طرح، زمانے کے ہاتھوں ہوں ستم دیدہ ص۱۰۲
جس لیے آئے تھے ہم سو کر چلے ص۹۶	جس لیے آئے تھے سو ہم کر چلے ص۱۰۳
۵ دوستو دیکھا تماشا یاں کا بس ص۹۶	دوستو! دیکھا تماشا یاں کا سب ص۱۰۳
تم رہو، اب ہم تو اپنے گھر چلے ص۹۶	تم رہو، [illegible]، ہم تو اپنے گھر چلے ص۱۰۳
۶ آہ! بس جی مت جلا، تب جانیے ص۹۶	آہ! بس، مت جی جلا، تب جانیے ص۱۰۳
۶- چشم نم آئے تھے، دامن تر چلے ص۹۶	چشم تر آئے تھے، دامن تر چلے ص۱۰۳
۶- اک آن سنبھلتے نہیں اب میرے سنبھالے ص۹۶	اک آن سنبھلتے نہیں وہ میرے سنبھالے ص۱۰۴
۶- صدقے ترے اک بار تو منہ اپنا دکھالے ص۹۶	صدقے ترے، اک بار تو منہ پھر بھی دکھالے ص۱۰۴
۶- جس کے ہیں مرے دل میں اب تئیں لالے ص۹۶	جس کے ہیں مرے دل کو پڑے اب تئیں لالے ص۱۰۵
۶- یوں چاہیے سو تو، اور بھی کچھ باتیں بنالے ص۹۶	یوں چاہیے تو، تو! اور بھی کچھ باتیں بنالے ص۱۰۵
۶- زلفوں نے تو بے طرح یہ اب چھوڑے ہیں کالے ص۹۶	زلفوں نے تو بے طرح سے اب چھوڑے ہیں کالے ص۱۰۵
۵ ابرو تری، جس طرف اب تیغ سنبھالی ص۹۶	ابرو نے تری جس کی طرف تیغ سنبھالی ص۱۰۵
مژگاں دو ہیں کردیے تب سامنے بھالے ص۹۶	مژگاں نے دو ہیں کر دیے بت سامنے بھالے ص۱۰۵
۶- اس غم کو بھلا کیسے کوئی کب تئیں ٹالے ص۹۶	اس غم کو بھلا کیسے کوئی کب تئیں پالے ص۱۰۵

یہ موازنہ بغیر کسی اہتمام کے صرف تین غزلوں کو لے کر پیش کیا گیا ہے۔ میرا خیال ہے
اگر پورے دیوان کی تمام غزلوں کو تقابلی نظر سے دیکھا جائے تو ایسے ہی بہت سے لفظی
اور معنوی اختلافات مل جائیں گے۔ اس سے اندازہ لگائیے کہ پرانے اور رائج دواوین
کے مقابلے میں یہ نیا (نسخہ جامعہ) دیوان کس قدر ژرف نگاہی اور دیدہ ریزی کے
ساتھ مرتب کیا گیا ہے۔
ہر صنف سخن میں شعروں کی صحیح تعداد، ان کی ترتیب اور تصحیح کا جہاں تک تعلق ہے
مان لینا چاہیے کہ اس سے زیادہ مستند اور معتبر دیوان اب تک شائع نہیں ہوا تھا۔
خواجہ میر درد کے ذکر و توصیف سے فارسی اردو کا کوئی تذکرہ خالی نہیں۔ حالات
اور تبصرے کے بعد ہر تذکرہ نویس نے خواجہ موصوف کے اپنی اپنی پسند کے مطابق منتخب
اشعار بھی نقل کیے ہیں۔ ایسے شعروں کی تعداد اکثر ہے اور یہ کسی دیوان میں نہیں

۱ [illegible]

پندرہ مشہور و معروف تذکروں کے حوالے سے ایک معقول عذر کے ساتھ ان شعروں کو متن کے بعد ضمیمے کے طور پر یک جا کر دیا گیا ہے۔ یہ بھی لائق مرتب کی ادبی دیانت، احتیاط، اور مذکورہ دیوان کی ایک اضافی خصوصیت ہے۔

شروع کے چار ورق کے تعارف میں صاحب دیوان کی حیات، شخصیت اور شاعری پر ایسی فہم و بصیرت کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے کہ پڑھنے والے کو اس کے بعد نہ کوئی تشنگی محسوس ہوتی ہے، نہ کسی مسئلے میں تشکیک یا الجھاؤ پیدا ہوتا ہے اور نہ کسی رائے یا فیصلے میں تذبذب اور اختلاف کا امکان نظر آتا ہے۔

دیوانِ درد مرتبہ: رشید حسن خاں۔ مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دہلی ۲۵ قیمت ۳/۵۰

ساحل مانک پوری

راہی کے شعری ارتقا کا جائزہ لیں تو ان کے شعری سرمایہ میں غزل کو نمایاں حیثیت ملتی ہے۔ دراصل وہ غزل کے شاعر ہیں۔ غزل کی معنوی سحر کاری نے انھیں بھی مسحور کر دیا ہے۔ غزل ایک تاریخی شعور و فکر کی حامل صنف سخن ہے جس کی عظمت و برتری کا احساس رگ و پے میں اترتا ہوا محسوس ہوتا ہے وہ ایک ایسی دلنشیں اور پر کیف صنف سخن ہے جو حساس اور باشعور لوگوں کو اپنی جانب ملتفت کر لیتی ہے۔ غزل صرف قافیہ پیمائی ہے اور نہ صنعت گری۔ غزل کا فن اس کا خوشگوار آہنگ، غنایت سے بھرپور لب و لہجہ دل کی دھڑکنوں کو تیز تر کر دیتا ہے۔

اس روشنی میں اگر ہم "لامکاں" کا جائزہ لیں تو یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ راہی نے یکسر روایات سے بغاوت نہیں کی بلکہ داخلی احساس و کرب اور خارجیت کو صحت مند علامتوں سے نکھارنے کی کوشش کی ہے جس میں نیا پن ہے، سادگی ہے اور شدتِ جذبات کی بھرپور کیفیت ہے۔ ان کی غزلوں میں جدید رموز و علائم کا حسین اور برمحل سنگم متاثر کرتا ہے۔ چند اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

اٹھی ہے گرد تو اب انتظار ہی کر لیں   نہ جانے کون ہمارے قریب آتا ہو

تیری خوشی ہے تو لا گلستہ گزرانی دے | عجب نہیں تیرے در تک یہی رسائی دے
ایک سنگ کے چلتا ہے دو ہی سے سناٹے سے | اتنا ہوش باقی ہے اب مجھ راہگیروں میں
خود تیری روح تہ ڈھال جائے کسی قالب میں | دیکھ ہر سنگ کو بے لوث تراشا کر

غزل کا اپنا ایک مزاج اور ایک مخصوص اسلوب ہے۔ وہ مختلف رنگوں کا وہ خوبصورت پھول ہے جس کی ہر پنکھڑی اپنی الگ حیثیت، جامعیت، رمزیت اور محبوبیت رکھتی ہے اگر شاعر باشعور ہے تو غزل کے صرف ایک ہی شعر سے اپنی جذبات کی تشنگی کو بجھا سکتا ہے۔ راہی کے بیشتر اشعار میں شدتِ احساس کی فراوانی ہے جس میں تازگی کا احساس ملتا ہے یہ احساس ان کے تجربات کا وہ حسین اظہار ہے جس میں زبان و بیان کی دلآویزی ہے سادگی اور لب و لہجہ کی نشتریت بھی شامل ہے۔

چند اشعار بھی پڑھتے چلیں —

کالک مل دو آئینوں کے چہروں پہ | میری صورت کرتی ہے حیران مجھے
لگے نہ ٹھیس کہیں سرد سرد جسموں کو | کہ سنگ سنگ میں پوشیدہ ہے شرار اتنا
اک ایک بوند سے آتی ہے العطش کی صدا | سمندروں پہ کبھی روز میں بہیں نہ ٹھہروں
پل دو پل کو تنہائی میں کیا بیٹھا | دیر تلک آوازوں کے پتھر برسے
گھر گھر پانی کے سوتے پھوٹے ہیں | بھیڑ لگی ہے پیاسوں کی پنگھٹ پر

اردو غزل میں ہمیشہ، ہر دور میں نمایاں تبدیلی ہوتی رہی ہے۔ ایک باشعور فنکار ان مسائل سے دوچار ہوتا رہا ہے۔ اس نے اس کے حل کے لیے مشرقی فکر کے ساتھ ساتھ مغربی علوم و نظریات سے بھی استفادہ کیا ہے — جب انہوں نے ماورائی اور مابعدالطبیعاتی نظریات کی اشاعت کی، تصوف اور فلسفیانہ فکر کی بنیادیں استوار ہوئیں۔ پھر بھی فکری احساسات ترقی پسند میلانات کے زیرِ اثر، سماجی شعور اور اس کی بیداری کا ذریعہ بنے اور پھر ایک نئے رجحان کی روشنی نظر آئی۔ جس نے ایک بالکل نئے فارم کی تشکیل میں مدد دی۔ جس میں ثقافتی انتشار۔ آدرش کے فقدان اور زندگی کے بے معنی ہونے کا تصور نظر آتا ہے۔ فرد کی ذات اس کے مسائل۔ اس کی داخلی کشمکش، اس کی نفسیاتی گتھیاں ایک نئے زاویۂ فکر سے ناپی گئیں۔ سماجی گھٹن، تنہائی۔ معاشی بدحالی

شکوک مستقبل اور حال سے بے اطمینانی کا جو رویہ آج کی شاعری میں نظر آتا ہے وہ
ماضی کی روایات سے تو ضرور علاحدہ معلوم ہوتا ہے۔ لیکن تجزیہ کرنے پر یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ
بات وہی ہے صرف انداز بدل گیا ہے جسم وہی ہے لباس بدل گیا ہے اس صنعتی ترقی
نے ہماری زندگی میں خوشگوار اضافے ضرور کیے ہیں لیکن یہ تبدیلی خود غرضی، بیگانگی،
لاچاری اور دوسری سماجی برائیوں کو بھی پیدا کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس دورِ
جدید میں کبھی ہولناک فساد، شدّت عصبیت کے لباس میں انسانی خون پینے سے بھی
دریغ نہیں کرتا۔ سکون و طمانیت کا فقدان ہی تو ہے کہ ہم ایک دوسرے کے لیے
حریفانہ رویہ رکھنے پر مجبور ہیں۔

جب ایک شاعر ان محرکات کا جائزہ لیتا ہے تو اُسے یہ چارگی وہی کچھ لکھنے
کے لیے مجبور کر دیتی ہے جو وہ ادا کرنا چاہتا ہے۔

جب یہی احساس شعری پیکر اختیار کرتے ہیں تو ایک نیا تجربہ معلوم ہوتا ہے جو
ایک نئے شاعر کے رگ و پے میں بس کر تخم ذات بن جاتے ہیں وہ نئے ذہن کی عکاسی
نئے ادب کے اسی نظریہ کو قبول کرتے ہوئے اپنی شاعری کو اشارات و علامات اور تمثیلات
و بیانات کے ذریعہ نئے اور مخصوص فارم کی وضاحت کرتا ہے۔ راہی نے بھی شعوری اور لاشعوری
کیفیات پر پوری گرفت رکھتے ہوئے اپنے ذاتی تجربات کو شعری پیکر بخشا ہے۔ جس میں خلوص
کی گرمی۔ لب و لہجہ اور شدّتِ احساس کی کارفرمائی ہے۔ انہوں نے جذبات و احساسات
کو جس زاویۂ فکر کے ساتھ پیش کیا ہے اس میں جدّتِ خیالی، نازک بیانی اور شعری عمل
کی تیکھی دھڑکنیں شامل ہیں ــــ عام تشبیہات و استعارات، الفاظ و تراکیب اور
محاورات کو جس فنکارانہ ڈھنگ سے استعمال کیا ہے وہ اُن کی شاعرانہ فکر کو اور
بھی نمایاں کر دیتا ہے۔

کلام میں فیشن زدگی نہیں بلکہ سچائی اور خلوص کی ہلکی ہلکی آہٹیں ہیں۔ فکر کی
بالیدگی اور بیان میں احساس کی نشتریت ہے۔ چند اشعار ملاحظہ کریں۔

دشمن نہ مرا کوئی بیٹھا ہے بلندی پر
سر کاٹے ہی جاتا ہے چٹانوں کو پربت سے

اس کی ذات میں مضمر کچھ عجب عناصر ہیں
وہ نظر نہیں آتا روشنی میں آکر بھی

پتھروں کے قالب میں ڈھل رہی ہے میری روح
بے نظیر ٹھہرا تھا ان گنت نظیروں میں

میرے آگے دریا عاجز ہے
ہم وسوسے دل و دماغ سے نکل گئے
کان، راستے، انساں گھٹے ہیں آپس میں
کچھ تمہارا پتہ نشاں تو ملے
بازاروں میں مجھ کو تنہا پاؤ گے
جسموں کے تنگ دائرے کتنے وسیع تھے
عمر بھر چیختا رہا احساس
میں اپنے ہاتھوں میں پتھرے کر بھی

قائم ہوں میں صحرا کی حد پہ
بلندیوں کے راستے میں کوئی آسماں نہ تھا
سمجھ میں آتا نہیں ہے عجیب رشتہ ہے
اپنی اپنی جگہ سے دھول اڑاؤ
کثرت میں وحدت کی صورت رہتا ہوں
ہر شخص اپنی خاک قلب چھانتا رہا
ہر مشیت کا طنز گہرا تھا
آئینے کے آگے جاتے ڈرتا ہوں

لامکاں ۔ غلام مرتضیٰ راہی ۔ نصرت پبلشرز۔ لکھنؤ ۔ قیمت ۳/۰

ابن قاسم
صوبہ بہار میں انجمن اصلاح المسلمین (مظفر پور) نے تلک کی بیخ کنی کے سلسلے
میں جو رول ادا کیا ہے، وہ تاریخی حیثیت رکھتا ہے ۔ خوش قسمتی سے اس انجمن کو اچھے
اچھے اور ذہین دماغوں کا تعاون بھی حاصل ہے ۔ جن میں ایک ایم ۔ اے ۔ نصر
صاحب بھی ہیں ۔
اردو ادبی دنیا میں ایم ۔ اے ۔ نصر کی شخصیت محتاج تعارف نہیں ۔ موصوف
نے زبان و ادب کی جو خدمت کی ہے ۔ وہ اظہر من الشمس ہے ۔ بنگال کی موقر اور
اہم ادبی شخصیتوں میں ان کا نام نمایاں ہے ـــــ حال ہی میں نصر صاحب نے تلک
اور جہیز کے موضوع پر ایک کتاب ترتیب دی ہے جس میں ہندوستان کے مشہور
اہل قلم حضرات کی نثری و شعری تخلیقات شامل ہیں ۔ اس کتاب کو انجمن اصلاح المسلمین
نے شائع کیا ہے ۔
تلک اور جہیز کے موضوع سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے "چراغ راہ"
کا مطالعہ ناگزیر ہے ۔ تلک اور جہیز کے موضوع پر اس سے اچھی اور عمیق کتاب ابھی
تک منظر عام پر نہیں آئی ہے ـــــ کوئی بھی پہلو تشنہ نہیں ہے ۔ ہر پہلو پر ایک خاص

زاویہ سے تحقیقی نظر ڈالی گئی ہے۔ اس رسمِ قبیح کے مضرت رساں پہلوؤں کو اجاگر کیا گیا ہے۔ اور اس کی بیخ کنی کیسے ہو؟ اس خاردار شجر کی جڑیں، کس طرح کمزور ہوں، اس سلسلے میں بھرپور روشنی دی گئی ہے۔ اس کتاب کا مقدمہ ہندوستان گیر شہرت کے مالک پروفیسر جاوید نہال صاحب نے لکھا ہے۔

نصر صاحب نے "چراغِ راہ" کی شکل میں ہمیں ایک نادر تحفہ دیا ہے۔ جس کی ہمیں نہ صرف یہ کہ قدر کرنی چاہیے۔ بلکہ استفادہ بھی کرنا چاہیے۔ تاکہ ہم "تلک اور جہیز" کے مضرت رساں پہلوؤں سے بخوبی واقف ہو سکیں اور کوئی موثر قدم اٹھا سکیں۔

کتاب کا ٹائیٹل بہت ہی خوبصورت اور دیدہ زیب ہے، اور موضوع سے مناسبت رکھتا ہے۔ کتابت اور طباعت اچھی ہے۔ کاغذ، سفید اور چکنا ہے۔ الغرض یہ کتاب ظاہراً اور باطن دونوں لحاظ سے پرکشش ہے، اور ہماری توجہ کو اپنی جانب کھینچتی ہے۔

"چراغِ راہ" مرتبہ: ایم اے۔ نصر۔ انجمن اصلاح المسلمین کلکتہ ۱۴ قیمت ۱/-

---

نئی مطبوعات

کتاب	مصنف / کیفیت	قیمت
دوستان کے جواہر پارے	مولانا جمال الدین اعظمی	۲/۲۵
ید حساب	(دوسری جماعت کے لیے)	۱/۶۵
"	(تیسری جماعت کے لیے)	۱/۸۰
"	(چوتھی جماعت کے لیے)	۲/۳۵
"	(پانچویں جماعت کے لیے)	۲/۲۰
ھریلو سائنس	(تیسری جماعت کے لیے)	۲/۲۵
"	(چوتھی جماعت کے لیے)	۲/۴۵
"	(پانچویں جماعت کے لیے)	۲/۹۵
فیتیں	دور آفریدی	۳/-
محمد علی کلے		۳/۵۰
شہر آرزو	عفت موہانی	۴/۵۰
دھوپ کی عینک	وجاہت علی سندیلوی	۸/۰۰
محبت کی راہیں	عفت موہانی	۵/۵۰
وحشت دل	مظہر الحق علوی	۸/-
حماقتیں	شفیق الرحمٰن	۴/۵۰
مزید حماقتیں	"	۶/۵۰
مدوجزر	"	۴/۰
افکار سودا	ڈاکٹر شارب ردولوی	۶/۰۰
سنگریزے (شعری مجموعہ)	حیرت گونڈوی	۳/۵۰
چند مشاہدات	عبد الاحد معظم آبادی	۲/-
آب حیات (تذکرہ)	تلخیص ۔ سید احتشام حسین	۶/۷۵
شاعر (ناول)	بندو پادھیائے	۸/۷۵

جائزے

(تبصرے کے لیے ہر کتاب کی دو جلدیں آنا ضروری ہیں)

داستانِ اشک و خوں

از:- خواجہ غلام السیدین
صفحات:- ۶۷ سائز:- ۲۰×۳۰/۱۶
قیمت:- ۲۰/
ناشر مکتبہ جامعہ لمیٹڈ جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵
اشاعت:- جون ۱۹۷۲ء

ہندستان پاکستان کی حالیہ جنگ کا ایک المناک پہلو یہ بھی ہے کہ اس میں مذہب اسلام کی جو توہین، اس کے ماننے والوں کی جیسی رسوائی اور اخلاقی قدروں کی جس صورت سے پامالی ہوئی ہے۔ اس کی نظیر آسانی سے نہ ملے گی۔ اس کا سب سے زیادہ دُکھ درد وہی محسوس کرے گا جو اسلامی شعائر کا قائل اور پابند ہو، اور اخلاقی قدروں کو انسانیت کا اہم جز سمجھتا ہو۔

خواجہ غلام السیدین مرحوم ایک شائستہ ادیب، خوش بیان مقرر اور قابلِ فخر ماہرِ تعلیم کے ساتھ ساتھ ایک مہذب اور درد مند انسان بھی تھے۔ انھوں نے اپنے ہم مذہب اور پڑوسی ملک کی جن بے عنوانیوں، نا عاقبت اندیشیوں، جبر و استحصال اور انسانیت سوز افعال و حرکات کو دیکھا، سنا اور پڑھا اس سے وہ بے حد ملول و مضطرب ہوئے۔ اُن کی غیرتِ اسلامی اور حمیتِ انسانی نے گوارا نہ کیا کہ وہ اس موقع پر خاموش رہیں، اور کیوں خاموش رہتے جب کہ وہ ایک فرض شناس صاحبِ قلم اور صاحبِ زبان بھی تھے۔ ان کی آواز اور الفاظ میں اتنی صداقت تھی، اتنا خلوص تھا اور باتیں ایسی خدا لگتی تھیں کہ وہ ریڈیو سے نشر ہوئیں، رسالوں اخباروں میں شائع ہوئیں اور جلسوں میں پڑھی گئیں۔ اب انھیں نشریات، بیانات اور خطبے کو ایک چھوٹی سی کتاب کی شکل دے دی گئی ہے۔

"لمحۂ فکریہ" سے لے کر "پاکستان میری نظر میں" ان چھے عنوانوں

ب کا

بحث، سیدین صاحب مرحوم نے پاکستان کے قلم کاروں، دانش وروں، فوجی حکم رانوں، بین الاقوامی ضوابط کے پاس داروں اور اخلاقی قوانین کے محافظوں کو مخاطب کر کے بے سوزِ دروں اور مطمعِ نظر کی بڑے سلیقے سے ترجمانی اور وضاحت کر دی ہے۔

ہر تقریر اور مضمون سے انصاف پسندی ظاہر، دل سوزی عیاں اور خدا ترسی نمایاں ہوتی ہے۔ جس کو پڑھ کر یا سُن کر شاید ہی کوئی ایسا بے حس اور بے درد نکلے جو متاثر اور متاسف نہ ہو۔

رشید نعمانی

تذکرۂ معاصرین

مصنف: مالک رام
ناشر: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دہلی ۲۵
قیمت: پندرہ روپے

۱۵ ویں صدی کا نصف آواخر کئی لحاظ سے اردو کے لیے پُر آشوب دور رہا ہے۔ تقسیم وطن نے اس کی جمی جمائی محفل بکھیر کر رکھ دی۔ اور غالباً موت کو بھی اسی کا انتظار تھا۔ اس نے ہندوستان و پاکستان کے گوشے گوشے میں بکھرے ہوئے ادیبوں اور شاعروں کو چن چن کر اپنی جھولی بھر لی۔ آرزو اور سیماب گئے، حسرت اور جگر سدھارے منٹو، اور مجاز نے داغِ مفارقت دیا۔ مولانا عبدالحق گئے نیاز فتحپوری گئے، غلام رسول مہر گئے، مولانا آزاد گئے، غرض موت نے نہ بوڑھا دیکھا نہ جوان، نہ رت بڑا کر لوگ یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ ؎

کہیں سے آبِ بقائے دوام لے ساقی

اور جناب مالک رام کی زیرِ تبصرہ کتاب "تذکرۂ معاصرین" بھی "آبِ بقائے دوام" کے حصول کی ہی کوشش ہے۔ ابھی انسان اس پر تو قادر نہیں ہو سکا کہ موت کو شکست دے سکے، البتہ اس کے بس میں یہ ضرور ہے کہ اپنے کارنامے سے بقول آزاد بقائے دوام کے دربار میں اپنی جگہ بنا جائے اور پسماندگان اسی پر قادر ہیں کہ مرنے والے کو اتنا اور اس طرح یاد کریں کہ موت بھی اس کے سامنے شرمسار محسوس ہو۔

"تذکرۂ معاصرین" مرنے والوں کی یاد زندہ رکھنے کی ایک سبیل ہے۔ جناب مالک رام نے پچھلے ۵ برسوں کے دوران وفات پانے والے شاعروں اور ادیبوں

کے حالات وکیفیات، خدمات اور کارنامے ایک جگہ جمع کر دیے ہیں، جو بجائے خود ایک اہم خدمت ہے، اس پر طرہ یہ کہ اپنی اس کتاب کے ذریعے موصوف نے تذکرہ نگاری کی اس روایت کو دوبارہ زندگی دینے کی کوشش کی ہے جو آبِ حیات کی اشاعت کے ساتھ مر چکی تھی۔

مالک رام صاحب قابلِ مبارکباد ہیں کہ انھوں نے تذکرہ نگاری کی روایت کو نہ صرف یہ کہ زندہ کیا ہے، بلکہ آگے بھی بڑھایا ہے۔ پرانے تذکرے عموماً اشعار کا پلندہ ہوا کرتے تھے اور حالات کا حصہ بے حد مختصر اور عموماً سنی سنائی باتوں پر مبنی ہوا کرتا تھا۔ حالات کے بیان میں تفصیل کا عنصر آیا تو اس نے آبِ حیات جیسی صورت اختیار کی جس میں حقیقت کم شاعری زیادہ ہے۔ اس لحاظ سے تذکرۂ معاصرین کی دنیا قطعی الگ ہے۔ اس میں شاعروں اور ادیبوں کے حالاتِ زندگی بڑی کاوش کے ساتھ جمع کیے گئے ہیں۔ اس لیے ہمارے سامنے جو چیز آئی ہے وہ حقیقت ہی حقیقت ہے شاعری سے اس کا دور کا تعلق نہیں۔

تذکرۂ معاصرین کی ایک اور امتیازی خصوصیت جو قابلِ توجہ ہے یہ ہے کہ اگرچہ مذکرہ مرحوم دوستوں کا ہے۔ پھر بھی مالک رام صاحب نے اسے غیر تاثراتی رکھا ہے ہمارے یہاں مرحومین کے بارے میں جب بھی کوئی قلم اٹھاتا ہے تو جذباتی انداز اختیار کرتا ہے اور مرنے والوں کی زندگی کے کمزور پہلوؤں کو بھی اس طرح بیان کرتا ہے کہ قابلِ تقلید نظر آنے لگتے ہیں۔ مالک رام صاحب کی محققانہ احتیاط نے اور فکر و نظر کی متانت نے وفیات کے ذیل میں آنے والے ان مضامین کو مرثیہ نہیں بننے دیا بلکہ انھیں متعلقہ افراد کے بارے میں ایک مستند دستاویز کی حیثیت دیدی ہے جس سے یقیناً آنے والے ادبی مورخ فائدہ اٹھا سکینگے۔

لیکن اس سلسلے میں دو باتیں محلِ نظر ہیں۔ اوّل تو حیات نگاری میں شخص مذکور کی اپنی انفرادیت سے زیادہ اس کی خاندانی برتری اور فضیلت پر زور دیا گیا ہے۔ کتاب پڑھنے پر ایسا لگتا ہے جیسے مالک رام صاحب کے تحت الشعور میں یہ بات ہر وقت موجود رہی ہے کہ ذاتی محاسن خاندانی عظمت اور بزرگی ہی کی دین ہوتے ہیں۔ اسی لیے انھیں "عزتِ سادات" کا بڑا پاس ہے، اور اس سلسلے میں انتہائی غیر اہم باتیں

انداز کرنے کو تیار نہیں، مثلاً اگر کسی "غیر اہم آدمی" نے بھی کسی "سید زادے" کے بارے
ہہ دیا کہ "دراصل قوم کے حجام تھے" تو مالک رام صاحب نے اس کی تردید ضرور
۔ حالانکہ ذاتی شرافت اور تخلیقی عظمت کا تعلق خاندانی نجابت سے اوّل تو ہوتا ہی
ور اگر ہوتا بھی ہے تو اتنا معمولی کہ قابلِ ذکر بھی نہیں۔ بہت پہلے مولانا جامی کہہ گئے ہیں

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی
کہ اندریں راہ فلاں ابنِ فلاں چیزے نیست

دوسری بات یہ ہے کہ غالباً تذکرہ نگاری کی روایت کے پیشِ نظر شخص مذکور کی
ںو ادبی صلاحیت، اہمیت اور بزمِ ادب میں اس کے مقام جیسے مسائل پر مالک رام
یب نے عموماً سکوت اختیار کیا ہے۔ حالانکہ تذکرہ نگاری کی روایت میں اس کا اضافہ
ہ ضروری ہے۔ شیفتہ نے یہ کام شروع کیا تھا، مگر گاڑی آگے نہ بڑھ سکی ہمیں
ھتے ہوئے افسوس ہو رہا ہے کہ مستقبل کا مورّخ (جسے مالک رام صاحب نے کتاب
ب کرتے ہوئے پیشِ نظر رکھا ہے) جہاں شاعروں اور ادیبوں کے مستند حالات پا کر
ں ہوگا وہاں اسے اس بات پر محرومی کا بھی احساس ہوگا کہ وہ اس دور کی بعض اہم
ممتاز ادبی شخصیتوں کی ادبی حیثیت کے بارے میں اسی دور کے ایک اہم اور مستند
حبِ نظر کے تاثرات و خیالات سے مستفید نہ ہو سکا۔

کتاب میں بعض فروگذاشتیں بھی ملتی ہیں، جو ہر چند کہ اس کے محاسن کے
ابلے میں بہت معمولی ہیں، پھر بھی مالک رام صاحب جیسے محقق سے ان کی امید
تھی۔ مثلاً مخدوم محی الدین کے تذکرے میں ان کی ایک اہم تصنیف "ٹیگور کی شاعری"
ذکر نہیں۔ اس کا ذکر اس لیے بھی ضروری تھا کہ شاعر مخدوم کا نثر کا یہ پہلا اور بھرپور
ونہ ہے اور اس لیے بھی کہ حقیقت پسندانہ انداز میں ٹیگور پر لکھی جانے والی یہ اردو
ں پہلی کتاب ہے۔ ہندوستان کے اہم ترین شعرا میں مخدوم نے ٹیگور کا ہی انتخاب کیوں
یا؟ یہ ایک ایسا سوال ہے جس سے مخدوم کی شعری حس کے ارتقاء کا اندازہ لگانے
یں بھی مدد ملے گی۔

کتاب میں عصرِ حاضر کے تقریباً ۹۳ شاعروں، ادیبوں، صحافیوں اور دانشوروں
ا ذکر کیا گیا ہے۔ مکتبہ جامعہ نے ۳۴۴ صفحات پر مشتمل یہ کتاب بڑے اہتمام سے شائع کی،

ہے جس کی قیمت ۱۵ روپے ہے۔

(ڈاکٹر) اجمل اجملی

مسلم پرسنل لا کے تحفظ کا مسئلہ

مصنف۔ ڈاکٹر طاہر محمود

ناشر۔ ڈاکٹر ذاکر حسین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز جامعہ ملیہ اسلامیہ، جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵

سائز ۱۸×۲۲/۸ صفحات ۱۰۸ قیمت -/

ملنے کا پتہ: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ جامعہ نگر نئی دہلی

ڈاکٹر طاہر محمود کو اقلیت اور اکثریت دونوں طبقوں کے عائلی قوانین سے دلچسپی رہی ہے۔ گہرے مطالعہ اور فکری رجحان کی خوبیوں کے باعث اس موضوع پر مصنف کی چند کتابیں اور بیشتر مقالات منظرِ عام پر آچکے ہیں۔ اسی ذہنی سفر کی ایک منزل زیر نظر کتاب "مسلم پرسنل لا کے تحفظ کا مسئلہ" ہے۔

پروفیسر محمد مجیب نے اس کا تعارف لکھا ہے۔ مصنف نے پیش لفظ میں اس کی ضرورت کا اظہار کرتے ہوئے یہ بھی لکھا ہے۔

ص (۹/۷) "میں نے اسے ہر ممکن اختصار کے ساتھ آسان اردو میں عوام کے سامنے پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔"

اختصار کی بات مصنف کے بیکراں خیالات کی موجودگی میں ممکن ہے درست ہو "آسان اردو" کا دعویٰ محض فیشن کی غمازی کرتا ہے۔

آج اس موضوع کی اہمیت سے کس کو انکار ہو سکتا ہے۔ مصنف نے مزید مطالعہ کے لیے ۷۰-۱۹۶۹ء میں یورپ اور مشرقِ وسطیٰ کے ممالک کا دورہ بھی کیا تھا۔ یہ کتاب سات ابواب پر مشتمل ہے۔

۱۔ مسلم پرسنل لا سے کیا مراد ہے؟ ۲۔ ہندوستان میں مروّجہ پرسنل لا ۳۔ دیگر مذہبی فرقوں کے پرسنل لا۔ ۴۔ یکساں سول کوڈ کا قضیہ ۵۔ مسلم پرسنل لا اصلاح کی تحریک ۶۔ ... ۷۔ مسلم پرسنل لا

۷۔ مصنف کی معروضات ۔ ان ابواب کے ذیلی عنوانات بھی ضروری اور معلومات افزا ہیں ۔

مصنف نے پہلے باب میں اسلامی فقہ پر گفتگو کرنے کے بعد دوسرے باب میں تاریخی جائزہ پیش کیا ہے ۔

(ص ۲۱) ۔ " اسلامی قوانین کے باقاعدہ نفاذ کی تاریخ آٹھویں صدی عیسوی میں سلاطین دہلی کے عہد حکومت سے شروع ہوتی ہے "

یہ مقام سہو ہے اس لیے کہ سلاطین دہلی کا آغاز بارہویں صدی عیسوی سے ہوتا ہے ۔ مصنف نے پوری کتاب میں دو باتوں کو تفصیلی معلومات کے ساتھ پیش کیا ہے ۔ ۱۔ ہندوستان اور مسلم ممالک میں اسلامی فقہ کی نوعیت ۔ ۲ ۔ ہندوستان اور مسلم ممالک میں عائلی قوانین ۔ اور اس سیاق و سباق کی روشنی میں ساتواں باب مرتب کیا ہے (مصنف کی معروضات) اصل یہ ہے کہ کتاب میں یہی باب دعوت فکر دیتا ہے اسی میں مصنف نے حسب ذیل نتائج اخذ کیے ہیں اور مسلمانوں کو غور و فکر کے بعد افادی انتخاب کی ترغیب دی ہے ۔

۱۔ ایک مشترک سول کوڈ کا نفاذ ۔ ۲ ۔ مسلم پرسنل لا میں کوئی نقطہ نہ بدلا جائے ۔
۳۔ مسلم پرسنل لا میں اصلاحات ۴ ۔ مسلم پرسنل لا میں اصلاحات تدوینی حدود کے اندر قرآن و سنت کے دائرے میں کی جائیں ۔ غور کیجیے تو مذکورہ بالا تین صورتیں ہی مسلمانوں کے سامنے ہیں ۔ ۴ ۔ الگ سے کوئی شق نہیں ہے ۔

مصنف نے سول کوڈ کے مطالبۂ نفاذ کو غیر حقیقت پسندانہ قرار دیا ہے ۔ دوسری بات کو پہلی ہی بات کی طرح نامناسب بتایا ہے ۔ تیسری شق مصنف کو قابل قبول ہے ۔ مصنف کے پیش کیے ہوئے مواد کی روشنی میں اس موقف سے اختلاف کی گنجائش بھی ہے ۔ بہر حال مصنف کی ایک بات یقیناً مصلحت اندیشی پر مبنی ہے اور مسئلہ کے حل کا جواز بن سکتی ہے ۔ ملاحظہ فرمایئے ۔

ص ۷۹ ۔ " قبل اس کے کہ حکومت کوئی باقاعدہ قانون پاس کرے مسلمانوں کے مختلف طبقات کے مقتدر علماء اور ماہرین قانون کے تعاون سے اس پر غور و خوض ہونا چاہیے ۔"

"دوسری طرف ارباب حکومت اور اکثریتی طبقہ کو مسلمانوں کے ان خدشات اور بدگمانیوں کو دور کرنے کی پوری کوشش کرنی چاہیے جن کے پیش نظر وہ اپنے معاشرے کے لیے عائلی اصلاحات کو قبول کرنے کے لیے آمادہ نہیں ہیں" یہ محض قومی یکجہتی کا پھٹا بول ہے اس سے اندیشہ ہائے دور دراز تو پیدا ہو سکتے ہیں۔ ذہنی ہمواری ممکن نہیں۔ علی گڑھ یونیورسٹی کا بل اور اس کے خلاف ردِ عمل اس کی روشن مثال ہے۔

مصنف کی اس خوش فہمی سے بھی اتفاق ممکن نہیں کہ ۱۹۷۱ء میں پارلیمانی وسط مدتی انتخاب کے موقع پر مسلم لیگ، مسلم مجلس مشاورت اور مسلم پولٹیکل کنونشن کے سیاسی منشورات کے مقابل ۱۹۷۲ء میں ریاستی مجلس قانون ساز کے وقت سیاسی منشور و بیان میں لچک پیدا ہوئی ہے اور نتیجے کے طور پر مصنف نے یہ فارمولا وضع کیا ہے۔

(ص ۴۹) "تو گویا سوال اصلاح کے اصولی اصلاح کے جواز کا نہیں بلکہ اصلاح کے طریقوں اور ماخذ کا ہے یا خود اصطلاح "اصلاح" کا"

ایسے ہنگامی و سیاسی منشور و بیان کو قوم کی نبض، مزاج اور عقیدہ کا پیمانہ قرار دینا قطعی معروضی نقطہ نظر نہیں۔ اس کتاب میں مسلمانوں کے عائلی قوانین کے متعلق عدم یکسانیت کا بھی شکوہ کیا گیا ہے۔ اس میں عدالتوں اور قوانین کا کیا قصور ہے؟ اس کا تعلق تمنا سے نہیں ہے بلکہ اصولِ فقہ سے ہے۔ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی اور اثنا عشری سب کا مرکز کتاب و سنت ہی مگر مسائل کے استنباط و استخراج میں ہمیشہ اختلاف کی گنجائش ہے خود حنفی مسلک میں امام ابو حنیفہ اور ان کے شاگرد محمد اور یوسف کے مابین فقہی مسائل کے بارے میں اختلاف نظر آتا ہے۔ چنانچہ طہارت کے باب میں حنفی مسلمان ابو حنیفہ کی بجائے ان کے شاگرد کی پیروی کرتے ہیں اس صورت میں عدل اور سماجی تقاضوں کے تحت مسلم معاشرے کی بہبود کا ایک ہی مناسب طریقہ ہے جس کو آصف علی اصغر فیضی نے پیش کیا ہے۔

ص ۵۴ - "عدالتوں کو اختیار دیا جائے کہ اگر کسی خاص معاملہ میں کسی مخصوص فقہ کے مسئلہ کا اطلاق مقدمات کے حالات کے لحاظ سے حق و انصاف کے منافی ہو تو وہ اسلامی فقہ کے کسی اور اسکول (جس میں سنی اور شیعہ سب اسکول شامل ہیں) کے مسائل کے مطابق فیصلہ کر دے"

اگر اس طرح کی متبادل تجویز بھی قابل قبول نہیں تو اس کا آخری حل یکساں سول کوڈ کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا۔

مصنف نے تمام مسلم ممالک میں مخصوص مسلک کی پیروی اور عدالتوں میں عائلی قوانین کا تفصیلی ذکر کیا ہے۔ اصلاحات کی نشان دہی بھی کی ہے مثلاً نکاح نابالغان اور ولایت۔ تعدد ازدواج، شوہر کا حق طلاق، مدت حمل، محجوب الارث کی میراث، وصیت بحق وارث وغیرہ۔

سچ تو یہ ہے کہ اس کتاب میں مسلم حکومت اور مسلم آبادی سے متعلق مروجہ فقہی مسلک اور عدالتوں میں رائج عائلی قوانین کی بھرپور معلومات جمع کر دی گئی ہیں۔ اس کے ساتھ مختلف افراد اور جماعتوں کے نظریات بھی پیش کیے ہیں ان کی روشنی سے قاری کو علم کی روشنی ملتی ہے اور اس کو اپنی رائے قائم کرنے میں سہولت میسر آتی ہے۔

عوام کی خدمت میں پیش ہونے والی اس کتاب کی قیمت بھی کم ہونا چاہیے تھی۔ کتاب نہایت سلیقے سے چھپی ہے۔

ڈاکٹر سیفی پریمی

میر تقی میر کے ادبی معرکے

مصنف: محمد یعقوب
صفحات: ۱۸۷ سائز $\frac{20 \times 30}{16}$
قیمت: پانچ روپے
ناشر: مکتبۂ اردو، باڑہ ہندوراو دہلی ۶

میر تقی میر کی شاعرانہ فضیلتوں اور ملکِ سخن پر اُن کی فرماں روائیوں سے تو سب ہی آگاہ اور آشنا ہیں، لیکن اُن کی شاعری اور شخصیت کا ایک دوسرا پہلو بھی تھا جو قابلِ ذکر تو ہے مگر قابلِ توصیف نہیں کہا جا سکتا۔ ایسے بہت سے تذکرہ نگار اور واقف کار مل جائیں گے جنھوں نے تصویر کے دونوں رُخ سامنے رکھے ہیں اور ان پر اظہارِ خیال بھی کیا ہے۔ ایسا مواد اور مسالا میر کے دواوین نیز تذکرہ نگاروں کے یہاں موجود ہے۔ مگر اسے اب تک باضابطہ اور مرتب شکل میں

پیش کرنے کا کسی کو خیال نہیں آیا تھا۔
محمد یعقوب صاحب کی یہ کوشش ایک لحاظ سے نئی ہے، دل چسپ اور بعض حیثیتوں سے مفید بھی۔ موصوف میر تقی میر کے اتنے ہی مداح اور معترف ہیں۔ جتنا کوئی اور ہو سکتا ہے۔ "میر کا مزاج" ص ۴۳ تا ص ۴۹ اور "اختتامیہ" ص ۱۴۷ تا ص ۱۵۱ ان دونوں عنوانات پر انھوں نے جو کچھ لکھا ہے اس میں نہ عقیدت کی کمی ہے اور نہ حقیقت سے چشم پوشی۔
میر کی کم آمیزی اور بدمزاجی ان کی وہ کمزوری تھی جس میں وہ زندگی بھر مبتلا رہے اُن کو اس لیے سامنے نہیں لایا گیا ہے۔ کہ اس سے ان کی مقبولیت اور شہرت میں فرق آئے۔ وہ بلند رتبہ جو اُن کو مل گیا ہے اُس میں کمی واقع ہونے کا سوال ہی نہیں۔ ذی شعور مؤلف کا مقصد یہ ہے کہ ایک بڑے شاعر کی چند چھوٹی باتیں بھی علم میں رہیں۔ اس کام کو انجام دینے میں محمد یعقوب صاحب نے انصاف پسندی اور ادبی دیانت کو کہیں بھی قلم کی گرفت سے باہر نہیں جانے دیا ہے۔
میر صاحب نے اپنی ذاتی رنجشوں، بے محل شکائیتوں اور ناروا غم و غصے کا اظہار جس انداز اور جن الفاظ میں کیا ہے اسے تہتک، ہجو اور استہزا قرار دینے کے بجائے "ادبی معرکے" سے تعبیر و موسوم کیا گیا ہے۔ اس سے زیادہ پاسِ ادب اور بزرگی کا احترام اور کیا ہو سکتا ہے۔
اس چھوٹی سی کتاب میں پہلے تین باب "ادبی معرکے، ان کے وجوہ و اسباب اور اردو میں ان کی روایت" سے متعلق ہیں۔ ان تینوں عنوانات پر تاریخ اور تحقیق کی روشنی میں خاصی واقفیت اور چھان بین کے ساتھ واقعات قلم بند کیے گئے ہیں۔
میر کے مزاج کا تجزیہ کر کے بتایا گیا ہے کہ وہ کون کون سے لوگ تھے جو میر کے منہ آئے یا جن سے خود میر نے نبرد آزمائی کی۔ یہ معرکہ آرائیوں کے اسباب بیان کر کے ایک نے دوسرے کو جو کہا اور جس طرح سے کہا اُسے بھی بلا کسی ترمیم و تحریف کے نقل کر دیا گیا ہے۔ میر سے جن لوگوں کی اَن بَن ہوئی یا رہی ان کی تعداد بھی دو چار کی نہیں بلکہ پوری ایک درجن ہے۔ اس فہرست میں حاتم جیسے معمر اور بزرگ، سودا، [illegible] جیسے کہنہ مشق اور [illegible] ... ... جیسے گرم گر رہے اور مقبولیت میں بلند

م آور حشمت جیسے ناقابلِ اعتنا اور کمترین اور مجذوب کی طرح کے غیر معروف شاعر سب شامل ہیں۔

میر کے سلسلے میں اُن کی اور اُن کے حریفوں کی تلخ نوائیاں اور تو، تو، میں، میں، بہر حال ہماری شعری اور ادبی روایتوں یا یادداشتوں کا ایک جزو ہیں، جن کا مطالعہ بِ تقلید تو نہ کہنا چاہیے مگر دلچسپ اور حیرت انگیز ضرور ہے۔

اچھا ہوتا اگر اشعار اور واقعات کی تکرار سے بچنے کی کوشش کی جاتی، حوالوں کے لیے عام طور سے فارسی تذکروں کی عبارتیں بجنسہ نقل کی گئی ہیں لیکن ص۹۴ اور ص۱۲۶ پر اُن کے اردو ترجمے کی ضرورت سمجھ میں نہیں آتی۔

ڈاکٹر خلیق انجم، ڈاکٹر محمد حسن اور پروفیسر ضیا احمد کا تعارف پیش لفظ اور ابتدایہ پڑھ کر کتاب کی قدر و حیثیت میں اضافہ ہوتا ہے اور موضوع کی اہمیت زیادہ واضح ہو جاتی ہے۔

کتابت کے نقائص اور طباعت کی ناہمواریوں کی وجہ سے شعروں اور عبارتوں کے پڑھنے میں خاصی دشواری ہوتی ہے۔ امید ہے آئندہ اشاعت میں اس کمی کو پوری توجہ کے ساتھ دور کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

رشید نعمانی

امریکہ کے کالے مسلمان

مصنف: ڈاکٹر مشیر الحق۔
قیمت: دو روپے
ناشر: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵

درسی کتابوں کے سائز کی ایک سو چار صفحوں کی خوبصورت معلوماتی دلچسپ اور مفید کتاب جو "انتساب" اور "پیش لفظ" کے علاوہ - ۱- کالی قومیت۔ ۲- کالا ایمان ۳- کالا اسلام - ۴- کالے لوگ اور - ۵- کالا دیش کے پانچ کالے عنوانوں پر مشتمل ہے۔

میرا خیال ہے کہ غالباً ہماری زبان ہندوستانی یا اردو میں اس موضوع پر یہ پہلی کتاب ہے جسے فاضل مصنف نے سنی سنائی باتوں کی بجائے ذاتی مطالعہ اور امریکہ کے کالے (آزاد حبشی) مسلمانوں سے ملاقات کے بعد ترتیب دیا ہے۔

جس سے کتاب کی اہمیت بڑھ گئی ہے۔ اثنائو مطالعہ میں قدم قدم پر بعض سوال سامنے آتے ہیں۔ جوان سال مصنف بھی ان سوالوں کے جواب کی ضرورت محسوس کرتا ہے اسی لیے آگے چل کر ان سوالوں کا کوئی نہ کوئی جواب بھی درج کر دیتا ہے۔ اس جواب سے مطمئن ہونا یا دوسرے کو مطمئن کرنا مصنف کی ذمہ داری نہیں۔ پڑھنے والے کو اطمینان ہو گیا۔ بہت مبارک بات ہے۔ نہ ہوا تو دوسری علمی بے اطمینانیوں میں ایک بے اطمینانی اور سہی۔ قابل مصنف نے کہا ہے کہ شیعہ سنی یا سنی شیعہ فرقوں کو تو سب جانتے ہیں۔ لیکن زیر بحث کالے مسلمان ایک نئی قسم کی جماعت ہے۔ جس میں گوروں کی ہر چیز سے نفرت ہے حتیٰ کہ "گورے" یا "گوروں" کے خدا سے بھی (مفہوم) اسی سلسلہ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس نوخیز جماعت میں بھی اختلافات ہیں۔ اس فرقہ کی ابتدا اس کے بانیوں کی پراسرار زندگی اور ان کے اعتقادات کی نوعیت اور موجودہ سربراہ کے مذہبی یا روحانی درجہ کی اصلیت یا معنویت وغیرہ وغیرہ امور سب پردۂ راز میں ہیں۔ لیکن اعتقادات سے بڑھ کر یا گزر کر (جو عام مسلمانوں کے سے ہیں) جب کالے مسلمانوں کی عملی زندگی کو دیکھا جاتا ہے تو عالم ہی دوسرا نظر آتا ہے کہ کالے مسلمان کیا بحیثیت فرد اور کیا بہ حیثیت جماعت پاکیزگی۔ صداقت۔ عدالت اور عفت وغیرہ کے لحاظ سے اپنی مثال آپ ہیں۔ مصنف کا خیال ہے کہ ان کی عبادت میں سجدہ کا ذکر نہیں آتا۔ مصنف نے چاہا تھا کہ اجازت لے کر ان کے عبادت گھر میں داخل ہو کر ان کے طرز عبادت کو مطالعہ کر سکے مگر کامیابی نہیں ہوئی۔ اس لیے کہ ان کے عبادت گھر میں سوائے "کالے مسلمان" کے کوئی اور خواہ غیر کالا مسلمان ہی ہو داخل نہیں ہو سکتا۔

ہمارے فاضل مصنف کے خیال میں شیعہ سنی مسلمانوں کے مقابلہ میں کالے مسلمان نئی قسم کے مسلمان ہیں۔ حالانکہ شیعہ اور سنی کہنے کو دو فرقے ہیں۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ عقائد و اعمال کی رنگا رنگی کے لحاظ سے سنیوں اور شیعیوں میں متعدد فرقے ہیں جن میں بکثرت اصولی و فروعی اختلافات پائے جاتے ہیں۔ جن میں گو الفاظ ایک ہیں مگر معانی و مصداق بالکل جدا جدا ہیں۔ نبی و رسول کی بحث امام و رسول و نبی کے درجہ کی بحث۔ خاتم النبین کے معنوں کی بحث۔ عصمت انبیاء کے سبب

[illegible]

نصب جدا - طرزِ عبادت میں فرق حتیٰ کہ بعض میں رکوع و سجود کی صورت میں فرق پا
جاتا ہے اور کہیں نہیں کا فرق، الفاظِ عبادات میں کمی بیشی کا اختلاف - عبادت گھر جدا -
بلکہ بعض جگہ عبادت گھروں کے نام جدا - بعض عبادات میں غیر کو شمولیت یا محض دیکھنے
کی اجازت نہیں دی جاتی - جن حالات میں سے امریکن حبشی گزر رہے ہیں، یہ تو آج کی بات ہے -
اس کی تلخی کو محسوس کرنا ان کی زندگی کی علامت ہے - لیکن تاریخ اسلام کے لیے یہ کوئی نئی
بات نہیں - کون نہیں جانتا کہ قرنِ اول ہی سے عرب و عجم کے سوال نے آخر شعوبی تحریک کے
دوران سے کیا کیا طوفان اٹھائے تھے - عربیت و عجمیت میں اختلاف کا احساس یہاں تک
تھا کہ ایک عرب عورت اپنے عجمی خاوند سے جسے اس نے عرب سمجھ کر شادی کی تھی یہ محسوس
کر کے کہ وہ عرب نہیں عجمی ہے طلاق لے لیتی ہے - یہ احساس پہلے تھا اب بھی ہے - اس
لیے کالوں کو گوروں سے نفرت قدرتی بات ہے - آگے چل کر ان باتوں میں اعتدال پیدا
ہو جائے گا -

ہمارے فاضل مصنف نے بتایا ہے کہ عام مسلمانوں کو کالے مسلمانوں کے اسلام
میں شبہ ہے مگر ہم اپنے گرد و پیش نظر ڈالتے ہیں تو نظر آتا ہے کہ کہنے کو ہم سب مسلمان ہیں
مگر اپنے دل کی گہرائیوں میں اپنے سوا دوسرے افراد اور اپنی جماعت یا فرقے کے سوا
دوسری جماعت یا فرقے کے اسلام کو شبہ کی نظر سے دیکھنے کے عادی ہیں -

اعتقاد کے بارے میں جہاں تک قول کا تعلق ہے معاملہ بہت آسان ہے - ہم بہت
اونچی اڑان اڑ سکتے ہیں - لیکن جب عملی زندگی کا سوال آتا ہے - تو اپنی تہی دامانی دیکھ
کر شفاعتِ رسول کی امید میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتے ہیں ؎

امت تری محشر میں دوزخ سے بری نکلی — رحمت کی کسوٹی پہ کھوٹی بھی کھری نکلی

لیجیے سب گناہ معاف ہر قسم کے انعام حاصل -

ہمارے فاضل مصنف نے کتاب کے آخر میں امریکہ میں مقیم عالمِ اسلام کے
تابندہ ستاروں اور کالے مسلمانوں کی جو تصویر پیش کی ہے قابلِ دید ہے -
ملاحظہ فرمایئے -

امریکہ میں بسے ہوئے دوسرے مسلمان گروہوں کی "توجہ"
ابھی تک ایلیجا محمد (کالے مسلمانوں کے موجودہ سربراہ) اور ان کی

جماعت کی طرف نہیں ہوئی ہے۔ ویسے کالے مسلمانوں کے مسلمان ہونے پر امریکہ میں بسے ہوئے تقریباً سب ہی مختلف العقاید مسلم گروہ متفق ہیں۔ لیکن خود کالے مسلمان اپنے کو پکا اور سچا مسلمان کہتے ہیں اور اپنے حساب سے پابندی کے ساتھ اسلامی احکام بجالاتے ہیں۔
اس سلسلے میں یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہیے۔ کہ اگر دوسرے ایلیجا محمد کو جادۂ حق سے ہٹا ہوا سمجھتے ہیں تو خود ایلیجا محمد بھی امریکہ میں رہنے والے غیر حبشی مسلمانوں کو اسلام سے روگرداں سمجھتے ہیں۔ ایلیجا محمد کا شکوہ دوسرے مسلمانوں سے "ایمان وعقائد" کے مسئلہ پر نہیں بلکہ ان کے عمل سے ہے۔ انہیں (کالے مسلمانوں کے سربراہ ایلیجا محمد کو) یہ شکایت ہے کہ امریکہ میں بسے ہوئے مسلمانوں نے اجنبی اور غیر اسلامی تہذیب قبول کر لی ہے۔ انہیں یہ دیکھ کر بہت تکلیف ہوتی ہے اور وہ اکثر اس کا اظہار بھی کرتے ہیں کہ امریکہ کے کالے شہروں میں عرب۔ افریقہ اور ترکی سے آئے ہوئے مسلمان سوّر کے گوشت۔ اور شراب کی خرید و فروخت کرتے ہیں۔ نیز تقریباً ہر ملک کے مسلمان سفارتی نمائندے اور طلبا کھلم کھلا شراب پیتے اور پلاتے ہیں۔ بہر حال یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ اگر عقاید کی بحث کو تھوڑی دیر کے لیے بھول جایا جائے اور صرف اعمال پر نظر رکھی جائے تو پھر اس بیان میں کوئی مبالغہ نہیں ہے کہ "اسلامی احکام" کی بجا آوری میں دنیا کے دوسرے مسلمان امریکہ کے کالے مسلمانوں کا قطعاً مقابلہ نہیں کر سکتے۔ کالے مسلمان اپنے کو "صحیح" مسلمان سمجھتے ہیں اور اس بات کے متوقع ہیں کہ ایک نہ ایک دن "دنیا کے مسلمان ان کی مجبوریوں کو سمجھ لیں گے۔ کیوں کہ بقول ایلیجا محمد "ہم جس ماحول میں کام کر رہے ہیں دوسرے مسلمانوں کو اس سے واسطہ نہیں پڑا ہے۔ جس طرح ہر مریض کو ایک ہی دوا نہیں دی جا سکتی۔ اسی طرح دنیا کے ہر شخص کو ایک ہی لاٹھی سے نہیں ہانکا جا سکتا۔"

(ص ۹۲۔۹۳)

کتاب نما

مطالعے کے وقت میں کتاب کے مضمون میں اتنا محو ہوا کر کتاب بھر میں کتابت کی ایک
کبھی غلطی نظر نہیں آئی۔ ممکن ہے بالکل نہ ہو یا ہو تو میرا عقدہ حاضر ہے۔ سوائے لفظ
"الیجا کے "۔ مصنف فرماتے ہیں کہ بعض ہندوستانی لوگ اسے "عالیجاہ" سمجھتے ہیں الد
ایسا ہی لکھتے ہیں۔ انگریزی میں لفظ کی ہجے ELIJAH بتلائے گئے ہیں۔ صوتی لحاظ
سے اگر اس لفظ کو "عالی جاہ" ہی سمجھ لیا جائے تو "الیجا" کی نسبت حقیقت کے زیادہ قریب ہوگا۔
کیونکہ "الیجا محمد" کے مذہبی درجہ کے پیش نظر یہ تلفظ زیادہ موزوں ہوگا۔ ورنہ جب مصنف
فرماتے ہیں کہ یہ لفظ "الیجا" ہے تو اس کی صحت پر شبہ کرنے کی بھی کوئی ضرورت نہیں۔
(مولانا) مہر محمد خان شہاب مالیرکوٹلوی

غالب کے رومان

مرتب: ڈاکٹر عارف بٹالوی
ناشر: شاہین بک اسٹال، مائسمہ بازار،
سری نگر (کشمیر)
سائز ۲۰×۳۰ / ۱۶، صفحات ۲۷۲
قیمت: سات روپے

"غالب کے رومان" میں ڈاکٹر عارف بٹالوی نے مرزا غالب کی رومانی داستان
کو پیش کیا ہے۔ اس موضوع پر قلم اٹھانے کی ضرورت کا اظہار بھی کیا ہے۔
"۔۔۔ انسان کی حیثیت سے وہ انفرادی کردار بھی رکھتے ہیں ان کے اس انفرادی
کردار کو کسی سے کیوں چھپایا جائے۔ جبکہ مرزا کی شاعرانہ رفعت، ادیبانہ عظمت اور
فنکارانہ حشمت میں یہی کردار کار فرما نظر آتا ہے۔"
رومانی مواد کی ترتیب میں مقامی حوالے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خطوط کے
سہارے اور غزلوں کے مضامین کی مطابقت سے داستان مرتب کی گئی ہے۔ آگرہ اور دہلی
میں بکھرے ہوئے اس رومانی داستان کے اجزا کی یکجا شکل "غالب کے رومان" کا
روپ بن گئی ہے۔
آگرہ میں مرزا غالب کے دوست ملیان سنگھ اور بنسی دھر دو مختلف ذہن کے
انسان ہیں۔ ملیان سنگھ کی زندگی کا محور شراب اور طوائف ہیں۔ بنسی دھر اور مرزا غالب

کوشاں ہیں کہ اپنے دوست بلوان سنگھ کو بازارِ حسن سے دور رکھیں۔ اُدھر بلوان سنگھ کی کوشش ہے کہ مرزا غالبؔ کو بھی اس کوچۂ مہوشاں میں اپنے ساتھ رکھیں کیوں کہ اس کوچے کے متعلق ان کا حسنِ ظن یہاں تک پہنچ گیا ہے۔

"باہر ترے کوچے کے نہ دنیا ہے نہ دیں ہے"

پتنگ بازی کا شوق ان دوستوں میں قدرِ مشترک کی حیثیت رکھتا ہے۔ پتنگ بازی کے ایک مقابلہ میں مرزا غالبؔ کی ہار ہوتی ہے اور شرط پوری کرنے کے لیے ایک محفلِ رقص و سرود میں مرزا غالبؔ کو شرکت کرنی پڑتی ہے۔

اس میں بلوان سنگھ کی داشتہ خورشید جان اور بلبلِ آگرہ۔ رام کلی جس نے بہارِ شباب کی سولھویں منزل میں قدم رکھا تھا اور ابھی مستی کی رسم تک ادا نہ ہوئی تھی غالبؔ شکنی کے لیے طلب کی جاتی ہیں۔ اس محفل رنگین سے مرزا غالبؔ جام و مینا اور کوچہ اصنام دونوں کے پرستار بن کر نکلتے ہیں۔ اُدھر خورشید جان اور رام کلی دونوں مرزا غالبؔ کے مردانہ حسن و جمال کی گرویدہ ہو جاتی ہیں۔ رشک، رقابت اور عشق کی داستان کھیلتی ہے۔ لیکن اس داستان میں جذبے کے شدید اظہار اور رنگین ملاقاتوں کے علاوہ جہانبانیٔ حسن و عشق کی تفصیل نہیں ملتی۔ مرزا غالبؔ کے دوسرے معاشقہ کا مرکز الٰہی جان ڈومنی ہے جو رام کلی کی ہم سن، خوبیٔ جسم میں رام کلی کا پیکرِ ثانی اور "شعلہ سا لپک جائے ہے آواز تو دیکھو" کی زندہ مثال ہے۔

یہاں کوتوالِ شہر مرزا غالبؔ کا رقیبِ غالب ثابت ہوتا ہے۔ ایک طرف مرزا غالبؔ نے بلوان سنگھ کی رفاقت میں خورشید جان کو "بھابی" کہہ کر اس کی تمناؤں کا خون کر دیا۔ دوسری طرف رام کلی اور الٰہی جان کی نائیکہ نے ان دونوں پھولوں پر اپنی بالادستی قائم کر کے مرزا غالبؔ کے دل کو حسرتوں کے مزار میں تبدیل کر دیا۔ مرزا غالبؔ اپنے اقتصادی حالات سے مجبور ہو کر دِلّی کا سفر اختیار کرتے ہیں تو الٰہی جان راستہ میں آخری دیدار کر کے سواری کی گرد گاہ پر اپنا سر رکھ کر ہمیشہ کے لیے وفا کی مہر ثبت کر دیتی ہے۔ وہ زہر پی چکی تھی۔ رام کلی آخر تک مرزا کی یاد میں زندگی گزارتی ہے وہ داخلِ حرم نہ ہو سکی۔ اس کے جسم پر کوتوالِ شہر اکرام علی کا اور دل پر مرزا کا تسلط رہا۔ مرزا نے کلکتہ کے سفر سے واپسی پر کانپور پہنچ کر سرائے میں قیام کیا، وہ کوتوال اس وقت

نہ ہیں تھا۔ اس کو مرزا کے قیام کا پتا چل گیا اور اس نے مرزا کے قتل کا اہتمام
رام کلی نے مرزا کو اس سازش سے آگاہ کر دیا اور وہ جلد وہاں سے روانہ
لئے۔ یہی کوتوال پھر دہلی کو منتقل ہوا۔ مرزا کو قمار بازی کے الزام میں گرفتار کرنے
رفتیر رہا۔ کوتوال اپنے ساتھ رام کلی کو لایا تھا۔ اور چاوڑی بازار میں اس کے
نے کا انتظام کر دیا تھا۔ رام کلی نے بروقت اس امر کی مرزا غالب کو اطلاع کر دی
مرزا کے تساہل نے کوتوال کو اپنے منصوبے میں کامرانی کا سہارا دیا۔ رام کلی کو
رگی بھر اس کا صدمہ رہا۔

مرزا کے ان معاشقوں کے پس منظر میں ان کی والدہ کی فکرمندی، امراؤ بیگم
سے شادی، ابتدا میں غالب کی بے اعتنائی اور آخر میں رفیقۂ حیات کی دلجوئی، غالب
اور امراؤ بیگم کے ذہنی تضاد، مقروضوں کے اخراجات کے لیے امراؤ بیگم کے ایثار، غالب
کے بچے کی وفات، زین العابدین خاں عارف کو متبنٰی قرار دینا، ان کی رفیقۂ حیات کی
زندگی، عارف کا محمد علی کی بیٹی پر فریفتہ ہونا اور اس کے نتیجہ میں غالب اور امراؤ بیگم
کا ذہنی کرب، اس لڑکی سے شادی عارف کی وفات وغیرہ روح فرسا واقعات کا
احاطہ کیا گیا ہے۔

بہادر شاہ ظفر کے دربار اور غالب کے یہاں ادبی نشستوں کے انعقاد کا
تذکرہ بھی ملتا ہے۔

۱۸۵۷ء کے تاریخی حالات لکھے ہیں یہ بیان اس موضوع میں نہیں کھپ پایا
اور واقعات کی جو تفصیل پیش کی ہے وہ (LAYMAN) کے ذہن کی غمازی
ہے تاریخی نقطۂ نظر سے اس کی صحت مشتبہ ہے۔

کتاب دلچسپ ہے اور غالب کی زندگی کے متعلق قاری کو معلومات فراہم ہوتی
ہیں۔ لیکن کتابت نہایت ناقص ہے۔ چند اغلاط:

ص ۱۴۵۔ سربریدہ خامہ کو حریرہ خامہ۔ ص ۱۴۸۔ تو اغالب کو خوئے غالب ــ
ص ۱۶۱۔ سوائے بادۂ گلفام ؟ کیا ہے !! (اصل مصرع ہے: سوائے بادۂ
گلفام و مشکبو کیا ہے) ص ۱۹۹۔ پشت سے پیشہ آیا سپہ گری (اصل مصرع: سو پشت سے
ہے پیشہ آبا سپہ گری) ص ۲۰۱۔ میرے دعوے پہ یہ محبت ہے کہ مشہور نہیں۔

(اصل مصرع ، میرے دعوے پہ یہ حجت ہے کہ مشہور نہیں) ص ۲۲۹ عجیب آرام دیا ہے بے پروبالی نے مجھے مہ ہے " کا اضافہ کرکے مصرعہ کو خارج از بحر کردیا - ص ۲۰۹ پر چھپائی غائب ہے - اس کا پڑھنا ہی دشوار ہے۔

اس رومانی داستان میں مرزا غالب کے ملازمین کلو ، کلیان اور وفاداران کے کرداروں سے اپنے آقا کی خیر اندیشی اور وفاپرستی ثابت ہوتی ہے - ولیم فریزر کی نواب شمس الدین خاں کی ہمشیرہ سے گرویدگی ، فریزر کا قتل اور نواب شمس الدین خاں کی پھانسی وغیرہ پر روشنی پڑتی ہے - رومان غالب سے یہ گمان ہوتا ہے کہ غالب سے زیادہ آتشِ عشق پری جمالوں کے سینہ میں بھڑکتی رہی اور بس !

میر اور مومن کا عشق ارضی تھا اور ہندوستانی - مرزا غالب کا عشق آسمانی اور نجدی !

بہرحال ڈاکٹر عارف بٹالوی نے مرزا غالب کی زندگی کے اس رخ کو پیش کرکے ادبیانہ جرأت کا ثبوت دیا ہے اور عام قاری کو نئی معلومات فراہم کی ہیں - اس کتاب کا ایک افادی پہلو یہ ہے کہ اس کے ذریعہ ڈراما اسٹیج کرنے کا سلسلہ وار دلچسپ مواد میسر آتا ہے -

کتاب میں اچھا کاغذ لگایا گیا ہے اور سرورق بہتر ہے۔

(ڈاکٹر) سیفی پریمی

مثنوی آب و سراب

مصنف : جمیل مظہری

ناشر : مکتبہ ارتقاء ۵/سی مستری لین کلکتہ ۱۱

قیمت : دو روپے

علامہ جمیل مظہری کی شخصیت روز روشن کی طرح عیاں ہے - اردو شعری دنیا کے لیے - ان کے مفید ادبی کارنامے دائمی نقوش کی حیثیت رکھتے ہیں - موصوف شعری و نثری تخلیقات کے مجموعے ، شائع ہوکر خزینۂ ادب میں بیش بہا اضافہ کا ثبوت پیش کر چکے ہیں - مثلاً نقش جمیل (نظموں کا مجموعہ) فکر جمیل (غزلیں ، قطعا

باعیوں کا مجموعہ عرفانِ جمیل (مراثی و قصائد) اور شکست و فتح (ایک طویل افسانہ)
ان کی کچھ کتابیں زیرِ ترتیب بھی ہیں، جن میں عکسِ جمیل (بعد کی نظمیں اور غزلیں
جمیل (تبصرے اور تعارف) افسانۂ جمیل (گناہ کا کنبہ اور دوسرے افسانے) مضامین
(متفرق مضامین) کفشِ جمیل (طنزیات و ہجویات) ذکرِ جمیل (مصنف کی سوانح
ت اور فکر و فن کے متعلق مضامین)

مثنوی آب و سراب، میں فن کا رچاؤ، خیال کی بلندی اور کہانی کا تسلسل،
سب کچھ ملتا ہے۔ اس وقت جبکہ 'مثنوی، کی صنف۔ زندگی کے نازک دور سے
گزر رہی ہے اور مثنوی کے فن نے کامیابی کے اہم مدارج طے کرنے کے بعد۔ زوال
کی طرف، واپسی کا سفر شروع کیا ہے ——— 'مثنوی، کی صنف کی طرف توجہ دینا
بلکہ اس فن کی افادیت اور اہمیت میں قابلِ قدر اضافہ کرنا ایک بیش بہا ادبی کارنامہ
سے عبارت ہے۔ دراصل مثنوی "آب و سراب" کی خوبصورتی و دلنشینی کی عکاسی ممکن نہیں
بلکہ صحیح لطف پڑھنے اور محسوس کرنے میں ملتا ہے ——— اس باب میں حضرت رضا مظہری
کے اس خیال سے میں قطعی اتفاق کرتا ہوں کہ "برادرِ معظم کی اس تصنیف کو بھی بغیر کسی مقدمہ
و تعارف شائع کیا جا رہا ہے۔ اس لیے کہ انھوں نے اس کی اجازت نہ دی۔ ان کا خیال
ہے کہ یہ رسم قارئین کی قوتِ فیصلہ پر ایک ناجائز دباؤ ہے"۔

بذاتِ خود جمیل مظہری صاحب نے اس مثنوی کے متعلق لکھا ہے کہ "پنڈت دیا
شنکر نسیم .... نے بچپن میں میرے ذوقِ سخن کی رہنمائی کی اور جن کے مندرجہ ذیل
اشعار نے میری اس مثنوی کے لیے فکری مواد مہیا کیا" ۔

کیا شکوہ اگر پری نہ سمجھے — افسوس کہ آدمی نہ سمجھے
یہ قطرۂ بحرِ کبریائی — دریا ہے جو ہووے آشنائی
دم ڈھلے گی میں رشتۂ نفس کے — پھندے میں پڑا ہے پیش دِس کے

مظہری صاحب نے اپنی مثنوی 'آب و سراب' کو پنڈت دیا شنکر نسیم کے نام
انتساب کر کے، اپنی عقیدت کا اظہار کیا ہے۔

۸۴ صفحات پر مشتمل اس مثنوی کی طباعت و کتابت، اچھی ہے بالخصوص سرورق
پر محسنی کا آرٹ، جاذبِ نظر ہے۔ کتاب کی جلد، بہت ہی مضبوط اور پائیدار

ہے۔ گرچہ صفحات کے لحاظ سے، قیمت دوروپے، زیادہ معلوم ہوتی ہے۔ مگر کتاب کی اہمیت و افادیت اور سرزمین کلکتہ میں کتابت وطباعت کی مہنگائی کے لحاظ سے مناسب ہے۔

امید کے مکتبہ ارتقا، علامہ جمیل مظہری کی دیگر تصنیفات بھی، جلد شائع کرنے کی سعی کرے گا۔ تاکہ علامہ کی دیگر تصنیفات سے، ادبی دنیا مستفید ہوسکے۔ اس باب میں، حضرت امیر رضا کاظمی کا اردو ادب پر یہ احسان ہے کہ وہ علامہ مظہری کی تخلیقات کو یکجا کرکے، کتابی صورت میں محفوظ کرنے کے لیے مستحسن اقدام کر رہے ہیں۔

ایم۔ اے، نصر

کیف و اضطراب

شاعر: سید لطیف الرحمٰن
ناشر: عثمانیہ بک ڈپو، رابندر سرانی، کلکتہ۔ ۱

سائز ۲۰×۳۰/۱۶ صفحات ۹۲ - قیمت ۲/

سید لطیف الرحمٰن کا شعری مجموعہ "کیف و اضطراب" کے نام سے شائع ہوا ہے، اس میں غزلیں، نظمیں، رباعیاں اور نعتیہ کلام شامل ہے۔ چوں کہ وہ ٹیچر ہیں اس لیے "کیا اور کون" عنوان قائم کرکے اس کے جواب میں اپنی شاعری کی توضیح اور حالاتِ زندگی کا خاکہ پیش کیا ہے۔ ان اشارات سے قاری کو بعض چیزوں کے جاننے میں مدد ملتی ہے مثلاً کلکتہ شاعر کا آبائی وطن ہے۔ یکم جنوری ۱۹۲۳ء کو ولادت ہوئی۔ ۱۹۴۴ء میں اسلامیہ کالج کلکتہ سے بی اے کی سند حاصل کی۔ ۱۹۴۶ء میں اسلامیہ ہائر سکنڈری اسکول بنیا پوکھر کلکتہ میں بہ حیثیت ٹیچر ملازمت شروع کی اور ۱۹۴۷ء سے مدرسہ عالیہ کلکتہ میں مدرس ہیں۔

شاعری کے سلسلہ میں بیان ملتا ہے کہ پانچویں جماعت سے الفاظ موزوں کرنے کی کوشش کی گئی ساتویں جماعت میں (۱۹۳۵ء) ایک غزل مدرسہ عالیہ کلکتہ کے میگزین میں چھپی تھی۔ کسی سے فیضِ اصلاح نہیں پایا۔ ابتدا میں "فطرت" تخلص اختیار کیا

...بدین" لطیف"
وحشت کلکتوی اور ڈاکٹر اقبال کے کلام سے متاثر ہونے کا اظہار کیا گیا ہے لیکن
...اعر کے کلام میں ان دونوں رنگوں کی جھلک نظر نہیں آتی۔ شعر گوئی کے علاوہ نثر نگاری
...طرف بھی توجہ کی ہے۔ شاعری کے ضمن میں پر لطف بات کہی گئی ہے۔
(۱) ص ۵ — "ان صورتاً عاشقانہ اشعار میں معشوق طنزیہ طور پر وہ لوگ ہیں جن کے کردار
اور بالادستی سے عوام نالاں ہیں۔"
(۲) "بہت سارے شعروں کے ظواہر ایسے ہیں کہ ان سے میرے مقصود کا
پتہ لگانا ممکن نہیں مثلاً دو شعروں کو لیجئے۔

ٹوٹا ہے آج سلسلہ قیدِ نیاز کا — احسان ہے یہ بے رخیِ جانگداز کا
مجھ کو لوائے شوق نے غافل بنا دیا — اچھا نہیں ہے کام لبِ نغمہ ساز کا

ان شعروں میں "بیرخیِ جانگداز" سے چین کی بے رخی مراد ہے۔ لوائے
شوق سے مراد "ہندی چینی بھائی بھائی کا نعرہ"۔

ص ۶۔ کرتے ہیں وہ جفا بھی تو حسنِ وفا کے ساتھ
رہتا ہے ان کو خوف مرے اعتراض کا

"اعتراض سے مراد مجلس ملّی یا ریاستی مجلس میں حزبِ مخالف کا اعتراض"
ہماری رائے میں ان انکشافات کے بعد جدیدیوں کے یہاں بھی ترسیل و ابلاغ
کا مسئلہ زیادہ اہم نہیں رہتا اور درج ذیل مقطع کے مصرعِ ثانی کو خارج از بحر بتانا
ضروری نہیں۔

بڑے حق نوا ہیں جناب لطیف — بڑا حق نگار ہے قلم آپ کا

شاعر نے مختلف رنگوں میں شعر کہے ہیں۔ چند اشعار ملاحظہ فرمائیے۔

نکھرا نکھرا حسن تمھارا اور وہ جلوہ جوبن کا — بہکا بہکا جی میں ہے ارمان تمھارے درشن کا
فیضانِ خرابات بھی مخصوص ہے گویا — جو مجھ کو دیا جائے گا وہ جام نہیں ہے
حریفِ شیوۂ تسلیم، میری خودداری — یہ ہاتھ اٹھ نہیں سکتے کبھی دعا کے لیے
کون کہتا ہے کہ اربابِ وفا سے ڈریئے — دیکھیے اپنی ادا، اپنی ادا سے ڈریئے
دامنِ صد چاک کی — چاک دامانی ہے خوب

رباعیات میں قاری کو گہرے تجربوں اور سنجیدہ و متین فکر کی جستجو کرنے پر مایوسی ہوگی ان میں قطعات کا رنگ غالب ہے بعض نظموں کے موضوعات سے شاعر کا جذبۂ وطن پرستی ظاہر ہوتا ہے اور عوام کے دکھ سکھ میں شریک ہونے کا رویّہ بھی۔ لیکن نظم کے لوازم حسن نظم میں سلیقے سے ملتے ہیں وہ "کلکتہ کا رنگ ڈھنگ" ہے یہی نظم "کیف و انضمام" کا بہتر سرمایہ ہے اس میں حسن ہے۔ صداقت ہے اور جاذبیت کے ایسے عناصر بھی جو ذہنِ قاری پر مکمل نقش مرتسم کرنے کی قدرت رکھتے ہیں۔

کتاب اچھی چھپی ہے۔ اندرونِ سرورق پر شاعر کی تصویر بھی ہے۔

(ڈاکٹر) سیفی پریمی

ارمغانِ مالک (اردو)
(دو حصّے)

مرتب: ڈاکٹر گوپی چند نارنگ

ناشر: مجلس ارمغانِ مالک۔ نئی دہلی

ملنے کا پتہ: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ نئی دہلی ۲۵
دہلی ۶ ۔ بمبئی ۳ اور علی گڑھ ۲

قیمت: ہر دو حصّہ ساٹھ روپے

'ارمغانِ مالک' (دو جلدوں میں) ان مضامین کا مجموعہ ہے جو مشاہیرِ علم و ادب نے اردو کے مشہور و معروف محقق و قلم کار، ماہرِ غالبیات جناب مالک رام کی خدمت میں ان کی ۶۵ ویں سالگرہ پر موصوف کی علمی و ادبی خدمات کے اعتراف میں نذر کیے ہیں۔

اس 'نذر' کے سلسلے کی ایک اہمیت یہ ہے کہ جہاں یہ اہم شخصیتوں کا اعتراف ہوتا ہے، وہیں ہمیں مشاہیر قلمکاروں کے بہترین مضامین یکجا مل جاتے ہیں۔ اب تک اردو میں اس موضوع پر صرف تین کتابیں 'نذرِ عرشی'، 'نذرِ ذاکر حسین'، اور 'نذرِ مقبول' شائع ہوئی تھیں، ان میں پہلی دو کتابوں کے مرتب و کنوینر جناب مالک رام تھے اور موصوف نے ان دونوں کتابوں کو بڑے سلیقے سے مشاہیرِ علم و ادب کے منتخب مضامین کے ساتھ شائع کیا تھا۔ اور 'نذرِ مقبول' کے مرتب جناب خیر بہروی تھے اب مجلس 'ارمغانِ مالک' نئی دہلی کے سیکرٹری محترم ڈاکٹر گوپی چند نارنگ نے بالکل اسی (PATTERN) لیکن زیادہ ضخیم (یعنی دو حصّوں میں) 'ارمغانِ مالک

بع کی ہے۔ کمیٹی کے ممبران کی فہرست سے اندازہ ہوتا ہے کہ اُردو سے متعلق ہندوستان
شاید ہی کوئی اہم علمی، ادبی اور سیاسی شخصیت باقی رہی ہو جو اس مجلس کی ممبر نہ ہو۔
امین کے انتخاب کا دائرہ بھی بہت وسیع ہے اور ہمارے ادیبوں نے اپنے منتخب
منوعات کے بہترین مضامین مالک رام صاحب کی نذر کیے ہیں یہ 'ارمغان' اس لحاظ
ے بھی اہم ہے کہ اس میں مالک رام صاحب کی زندگی اور کارناموں کے بارے میں
بی خاصی معلومات مہیا ہو جاتی ہے۔ مالک رام صاحب کی جدوجہد زندگی کے بارے
ں عرش ملسیانی۔ علی جواد زیدی اور ڈاکٹر محمد باقر صاحب کے مضامین سب سے اہم ہیں
ور یقیناً یہ مضامین اس طالب علم کے لیے بنیادی طور پر کارآمد ثابت ہوں گے جو موصوف
کی زندگی پر کچھ کام کرنا چاہے گا!

کتاب اپنی جامہ زیبی میں بہت خوبصورت ہے اور بہترین کاغذ پر عمدہ کتابت
طباعت کے ساتھ منظرِ عام پر آئی ہے۔ 'ارمغانِ مالک' اپنے مرتب کی سادگیٔ مزاج
اور سنجیدہ فن پسندی کا بہترین نمونہ ہے۔ ڈاکٹر نارنگ بے حد نفیس مزاج کے مالک
ہیں اور ان کی یہ خوبی جیں بدرجہ اتم ان کی کتابوں میں بھی مل جاتی ہے 'ارمغانِ مالک'
کے ہر دو حصّوں کی قیمت صرف ساٹھ روپے ہے جو کتاب کی موضوعاتی اور علمی و ادبی
افادیت، ضخامت (صفحات ۷۴۲)، سائز ۲۲×۱۸، کتابت، طباعت اور کاغذ کو
دیکھتے ہوئے یقیناً بہت کم ہے۔ اپنے گوناگوں مضامین کے پیش نظر یہ کتاب ہر اُردو
علم دوست کے لیے واقعی ایک ارمغان ہے۔!!

آخر میں، میں صرف ایک بات عرض کرنی چاہوں گا، یہ تو ظاہر ہے کہ 'ارمغانِ
مالک' دراصل 'نذرِ مالک' ہے۔ 'ارمغانِ مالک' کا لفظی ترجمہ ہے 'مالک کا تحفہ'
جبکہ دراصل یہ 'مالک کے لیے تحفہ' ہے ان کے معاصرین اور عقیدتمندوں کی طرف سے
مگر کتاب کے نام سے یہ دھوکا ہوتا ہے کہ مالک رام صاحب نے اپنے مضامین کے
مجموعے کا نام 'ارمغانِ مالک' رکھا ہے مناسب تھا کہ اس کتاب کا نام بھی
اپنے موضوع کے پیش نظر 'نذرِ مالک رام' ہی ہوتا اور اس طرح کسی معنوی غلط فہمی
کا بھی امکان نہ رہتا!

ہمارے چند ادیب اور بھی ہیں جو جناب عرشی اور جناب مالک رام کی طرح

ہماری عقیدت اور احترام کے حقدار ہیں - ان میں پروفیسر رشید احمد صدیقی - قاضی عبدالودود - مولانا عبدالماجد دریابادی - مسعود حسن رضوی ادیب - اور ڈاکٹر سید عابد حسین کے تئیں ہمیں جلد سے جلد اپنا ادبی خراج عقیدت پیش کرنا چاہیئے ، کیا اُردو کے دانشور اس طرف کبھی تو جہ کریں گے ؟

الور کمال حسینی

حسن اخلاق
ماھنامہ

اڈیٹر : مولانا محمد انیس

سائز : ۲۲×۱۸/۸ - کتابت اور طباعت معیاری ستھری ضخامت ۵۶ صفحے

قیمت سالانہ : آٹھ روپے

فی پرچہ : پچھتر پیسے

پتہ : ادارہ اشارہ دینیات ۲۳۲ حضرت نظام الدین نئی دہلی ۱۳

یہ خالص مذہبی پرچہ ہے - تبلیغ دین اس کا اوّلین مقصد ہے - لکھنے والوں میں مولانا سید ابوالحسن علی ندوی - مولانا مناظر احسن گیلانی (مرحوم) خواجہ عبدالمجید دہلوی (مرحوم) کے نام نظر آتے ہیں - لائق مرتب نے ان حضرات کے مفید اور کار آمد مضامین شائع کیے ہیں - ان کے علاوہ حضرت مولانا یوسف کی ایک تقریر ہے - مشہور مصنف کے ڈی - ہٹی اور خالد شیلڈرک کے مضامین کا ترجمہ ہے - یہ سب مضامین معیاری ہیں اور اس بات کو ظاہر کرتے ہیں کہ اڈیٹر صاحب نے اس پرچے کو جس مقصد کے تحت جاری کیا ہے اگر اسی توجہ اور سلیقے سے نکالتے رہے تو رسالہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوگا - ظاہری خوش نمائی کا بھی خاص خیال رکھا گیا - بہت اچھی کتابت آفسٹ کی طباعت - دو رنگا ٹائٹل - یقین ہے کہ مولانا انیس کی یہ دینی کوشش مقبول ہوگی -

محمد حسین حسّان ندوی

[illegible]

نگراں ایڈیٹر
شاہد علی خاں
ایڈیٹر
...لی شاہجہانپوری

کتاب نما
نئی دہلی ۲۵

لائبریریوں کے لیے سالانہ ایک روپیہ

ستمبر ۱۹۷۲ء
جلد نمبر ۱۳ شمارہ نمبر ۹
سالانہ: تین روپے
فی پرچہ: ۳۰ پیسے

اشاریہ

جامعہ ملیہ اسلامیہ ایک تعلیمی ادارے کا ہی نہیں بلکہ ملک و ملت کی روحِ اجتماعی کا نام ہے۔ اِس ادارے کی بنیاد اُس وقت پڑی تھی، جب ملک آزادی کی جد و جہد میں مصروف تھا، اس لیے پڑی تھی کہ اُس تعلیم کی بجائے جس کا نصاب غلامانہ ذہنیت پیدا کرنے کے لیے مرتب کیا گیا تھا، ایک ایسے نصاب کے مطابق تعلیم دی جائے جو حریت پروری اور قوم نوازی کے ساتھ باعمل انسان بنانے والی ہو اور اُن کے ہاتھوں پڑی تھی جو اُس وقت کے ہی نہیں آج کے بھی دانائے روزگار، ایثار کے مجسمے اور عمل کے پیکر سمجھے جاتے ہیں۔ ایسی تعلیم کے لیے ایسی کتابوں کی بھی ضرورت تھی جو اِس مقصد کو پورا کرے۔ چناں چہ مکتبہ جامعہ کی بنیاد پڑی جس نے اپنا نصب العین نفع اندوزی کے بدلے صالح اور مفید ادب کی اشاعت بنایا۔ وہ ادب جس کی اشاعت مکتبہ جامعہ کرنا چاہتا تھا۔ باہر سے برآمد نہیں ہو سکتا تھا۔ اِس لیے انھیں سے لو لگائی گئی جنھوں نے اِس عظیم دانش گاہ کی بنیاد رکھی تھی، چنانچہ مکتبے نے جو کتابیں شائع کیں، چاہے وہ ادب سے تعلق رکھتی ہوں، چاہے علوم و فنون سے، چاہے وہ دانشوروں کے لیے ہوں، یا عوام کے لیے بالغوں کے لیے ہوں یا بچوں کے لیے، اُردو کے معیاری ادب کا عظیم سرمایہ ہیں اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ان میں سے بیشتر جامعہ ملیہ اسلامیہ سے تعلق رکھنے والے علماء و ادبا کی کاوشوں کا حاصل ہیں۔ ہمارے لیے یہ فخر کی بات ہے کہ کل بھی ہمیں جامعہ ملیہ کے اساتذہ اور افاضل کا تعاون حاصل تھا، آج بھی ہے۔ چناں چہ اس سال جن جامعی حضرات کی کتابیں مکتبہ نے شائع کیں ان میں ڈاکٹر سید عابد حسین، ڈاکٹر مشیر الحق، خواجہ غلام السیدین، مولانا جمال الدین اعظمی

اور مولینا عبدالسلام قدوائی خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ ہم نے مولانا جمال الدین اعظمی کی کتاب "کتاب وسنت کے جواہر پارے" گزشتہ مہینے ہی پیش کی ہے۔ مولانا جمال الدین اعظمی جامعہ ملیہ اسلامیہ کے طلبا کی رُوحانی تربیت کے ذمہ دار ہیں۔ اس مہینے ہم صدر المتکلمین مولینا عبدالسلام قدوائی کی کتاب "دنیا اسلام سے پہلے، اسلام کے بعد" پیش کر رہے ہیں۔ مولانا موصوف حال ہی میں جامعہ ملیہ اسلامیہ کے شعبہ دینیات کی سربراہی سے سبکدوش ہوئے ہیں۔ آپ کا نام ملک کے ممتاز علما میں بھی عظمت کا حامل ہے اور بڑی سے بڑی شخصیت کا سر بھی آپ کے سامنے تعظیماً جھک جاتا ہے۔

جیسا کہ آپ کو علم ہوگا، معیاری ادب کے سلسلے کی چھبیسویں[26] کتاب "انتخاب ناسخ" ہم پچھلے مہینے ہی پیش کر چکے ہیں، اس مہینے ہم اس سلسلے کی ستائیسویں[27] کتاب "انتخاب سودا" پیش کر رہے ہیں۔ اس کی ترتیب اور متن کی تصحیح بھی جناب رشید حسن خاں کے ذوقِ تحقیق کا حاصل ہے۔ اس کے علاوہ بچوں کے ادب میں بھی آٹھ نئی کتابوں کا اضافہ ہوا ہے ـــــ آتشِ گل، گنجہائے گرانمایہ، داروئے خلفائے اربعہ، ہمارے رسول، پردہ غفلت، کھیتی، خانہ جنگی، دنیا کے بچّے، آدمی کی کہانی، اور دہلی کے نئے اڈیشن شائع ہوئے ہیں۔ اسی مہینے ہماری کاوش اور نیشنل بک ٹرسٹ کے اہتمام سے ترقی اُردو بورڈ کی تین کتابیں شائع ہوئی ہیں۔ ترقی اُردو بورڈ کے قیام کے بعد سے اس کی سرگرمیوں کا کوئی حاصل نہ دیکھ کر لوگ مایوس ہو چکے تھے اور یہ سمجھ رہے تھے کہ یہ ادارہ بھی فائلوں میں گم ہو کر رہ جائے گا۔ مگر ادارہ کام کرتا رہا، مسوّدے تیار ہوتے رہے اور جیسے ہی اُسے نیشنل بک ٹرسٹ کا تعاون ملا، تین کتابیں پیش کر دیں۔ ان تین کتابوں کی کتابت، طباعت بھی نیشنل بک ٹرسٹ کی دوسری کتابوں کی طرح مکتبہ جامعہ ہی کی نگرانی میں ہوئی ہے ان کا تقسیم کار بھی مکتبہ جامعہ ہی ہے۔

"ناولستان" جس کے دو ناول "اپنی اپنی صلیب" اور "کالا شہر گورے لوگ" پچھلے دنوں شائع ہو چکے ہیں، مزید دو ناول مکتبہ کے تعاون سے پیش کر رہا ہے۔ ان میں ایک ناول محترمہ صغرا مہدی کا "پایہ جولاں" ہے اور دوسرا عزیز قیسی کا "دوسرے کنارے تک"۔

آخر میں ہم آپ کی توجہ "حاصلِ مطالعہ" میں آنسہ یاسمین خاں کی طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں۔ یہ ایک تصنیف وتالیف کی دنیا سے الگ صرف پڑھنے والی خاتون کا اپنے مخصوص انداز میں "حاصلِ مطالعہ" کے مندرجات پر تبصرہ ہے جو من وعن شائع کیا جا رہا ہے۔ اُمید ہے کہ اسے پڑھ کے بہت سے نامہ نگار اور ادیب، سبق لیں گے، بالخصوص ایسے حضرات جو صرف لکھنے کے لیے لکھتے ہیں۔

معیاری ادب نمبر ۲۷

انتخابِ سوداؔ

تصحیح و ترتیب

رشید حسن خاں

اِس انتخاب کی بنیاد نسخۂ جانسن کو قرار دیا گیا ہے۔ اور اسے چار حصّوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلا حصّہ قصائد کا ہے، دوسرا حصّہ سماجی شاعری کا، تیسرے میں "مضحکات" ہیں اور چوتھے میں غزلیات کا انتخاب اور قطعات شامل ہیں ـــــ سوداؔ کے کلام کا اِس قدر مفصّل انتخاب، جو ایک نہایت معتبر خطّی نسخے پر مبنی ہو، غالباً پہلی بار پیش کیا جا رہا ہے۔ آخر میں مفصّل فرہنگ بھی شامل کی گئی ہے۔ ضروری الفاظ پر اعراب لگائے گئے ہیں اور اوقاف نگاری کو بھی ملحوظ رکھا گیا ہے۔

(عمدہ کتابت، فوٹو آفسٹ کی اعلا طباعت)

قیمت: طلبہ اڈیشن -/۱۰
لائبریری اڈیشن ۱۱/۵۰

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ نئی دِلّی ۲۵ ـ دِلّی ۶ ـ بمبئی ۳ ـ اور علی گڑھ ۲

حاصلِ مطالعہ

"کتاب نما" کی اشاعت کا واحد مقصد پڑھنے والوں کو تازہ مطبوعات سے آگاہ کرنا ہے۔ اس سلسلے میں ہم نے اقتباس، تعارف اور تبصرے غرض کہ جو کچھ کتابوں کو مقبول بنانے کے لیے کیا جا سکتا ہے، کیا ہے۔ ہم یہ کالم اس لیے شروع کر رہے ہیں کہ قارئین "کتاب نما"، جو کتابیں پڑھتے ہیں، ان کے بارے میں جو رائے رکھتے ہیں، اس سے دوسرے بھی واقف ہوتے رہیں۔ اس سے ایک فائدہ تو یہ ہوگا کہ کتابوں کی مقبولیت کا علم آسانی سے ہو سکے گا۔ مگر دوسرا اور سب سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ وہ کتابیں بھی روشنی میں آجائیں گی جو اشتہاروں اور تبصرہ نگاروں کے حدود سے باہر ہیں۔
امید ہے کہ ہمارے اس سلسلے کو پسند کیا جائے گا۔

یہ تو ہم نہیں چاہتے کہ کسی کتاب کو قارئین کے درمیان موضوعِ بحث بنا کر مباحثے اور مناظرے کے دروازے کھول دیں۔ مگر متضاد (لیکن سنجیدہ) رایوں کی اشاعت سے ہمیں انکار نہ ہوگا۔
اس سلسلے میں جو کچھ شائع ہوگا۔ وہ مراسلہ نگار کی ذاتی رائے ہوگی۔ ادارے کا اتفاق یا اختلاف ضروری نہیں۔

اڈیٹر

سعید سہروردی

اس کتاب کا ذکر کرتے وقت بچپن کی بہت سی یادیں ذہن میں ابھر آتی ہیں۔ اس وقت بزرگوں کا حکم تھا کہ صرف اسکول کی کام کی کتابیں پڑھا کرو۔ لیکن جب فرصت اور موقع ملتا تھا۔ میں سب کی نظریں بچا کر گھر کا کونہ کونہ تلاش کیا کرتا تھا۔ اس طرح کچھ عرصہ میں یہ بات پوری طرح ذہن میں جم گئی کہ کون سی کتاب کہاں رکھی ہے۔

بزرگوں کی نگرانی سے بچ کر قصہ کہانیوں کی کتابیں پڑھنے کے لیے گرمیوں کی دوپہر مناسب ہوتی تھی۔

عموماً دوپہر میں لوگ سو جاتے تھے اور اس بات کا پورا اطمینان کرنے کے بعد میں الف لیلہ، آرائشِ محفل اور اس قبیل کی دوسری کتابیں لیجا کر پڑھا کرتا تھا۔

اس زمانے میں پڑھی ہوئی کتابوں میں حاتم طائی کے کردار کا سایہ آئندہ زندگی میں بہت دور تک ساتھ آیا۔

حاتم طائی کے مثالی کردار کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ ہر آدمی یا حاتم طائی بننے کی خواہش رکھتا ہے یا اگر وہ اس خواہش کو ناقابلِ تکمیل پاتا ہے تو اسے اپنی دوسری خواہشوں کی تکمیل کے لیے حاتم طائی کی تلاش ہوتی ہے۔

حاتم کی سرگزشت شروع سے آخر تک ہمیں اپنی طرف متوجہ رکھتی ہے اور ایک لمحے کے لیے بھی ہماری دلچسپی میں کوئی فرق نہیں آتا۔ حاتم ہمارا ہیرو ہے۔ اس ہیرو کی بڑائی اس میں نہیں ہے کہ وہ کتنی آسانی سے مشکلات پر قابو پاتا ہے بلکہ اس میں ہے کہ یہ مشکلات کس حد تک اس کے سامنے روڑے اٹکا سکتی ہیں یہ ہیرو ہماری داستان کے عام ہیروؤں سے مختلف ہے۔ جس سے اس کے کردار میں عظمت پیدا ہوتی ہے۔ ہم محض اس کی بہادری، دانشمندی اور فراست کی وجہ سے اس کے ساتھ نہیں ہیں۔ بلکہ ان قدروں کی وجہ سے جو اس کے اندر عزم اور حوصلہ پیدا کرتی ہیں۔ وہ اس خیال کو اپنے ذہن سے محو نہیں ہونے دیتا کہ وہ حق کے لیے نکلا ہے۔ دوسروں کے لیے تکلیف اٹھاتا ہے۔ ایثار و خدمت کا جذبہ اس کے اندر کمزوری پیدا نہیں ہونے دیتا۔

حیدر بخش حیدری نے اس داستان کی مقصدی حیثیت کو خاصا اجاگر کیا ہے اور زبان و بیان کا کوئی گوشہ نہیں جس سے وہ اپنے مقصد کو سامنے لانے میں کامیاب نہ ہوئے ہوں۔

حاتم کا کردار اس پوری داستان پر حاوی ہے۔ اس کی شخصیت دوسروں پر اپنا اثر ڈالتی ہے۔ جہاں ایک طرف وہ انسانوں کو اپنے جذبۂ ایثار و خدمت گزاری سے متاثر کرتا ہے۔ وہاں ہم دیکھتے ہیں کہ جانور بھی اس کا اثر قبول کرتے ہیں اور

"ناولستان" کی تیسری پیش کش

دوسرے کنارے تک

عزیز قیسی

کچھ کہانیاں ایسی ہوتی ہیں جن میں شہر، علاقہ، ملک بہت ضروری ہوتے ہیں۔ اُن کہانیوں میں انسان، کسی شہر کی زمین پر بنی ہوئی تصویر کی طرح ہوتا ہے۔ اگر زمین کا رنگ ایسا نہ ہو کہ کسی تصویر کو ابھار سکے تو انسان یاد نہیں رہتا، زمین یاد رہ جاتی ہے۔

اِس کہانی میں زمین اہم نہیں ہے۔ اس لیے کہ یہ کہانی ہندوستان کے کسی بھی شہر، کسی بھی علاقے کی ہو سکتی ہے کیونکہ یہ کہانی ایک لڑکی کی ہے جو ہندوستان کے کسی کونے میں آپ کو مِل سکتی ہے۔ گھر کے اندھیرے میں بند، ماں باپ سے کھنچی کھنچی، اپنے آپ سے گھبرائی ہوئی لڑکی جس کی آنکھوں میں ایک نہیں ہزاروں افسانے ہیں، ہزاروں۔ لیکن زبان خاموش ہے۔ بالکل خاموش یہ ایک ایسا عظیم ناول ہے جو عزیز قیسی کو صفِ اوّل کا ناول نگار تسلیم کروائے گا۔

قیمت: تین روپے پچاس پیسے

جب انھیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص دوسروں کے لیے اتنی تکلیفیں اٹھا رہا ہے تو وہ بھی اس کی مدد پر کمربستہ ہو جاتے ہیں۔

میر امن کی باغ و بہار کی طرح حیدر بخش حیدری کی "آرائشِ محفل" بھی فورٹ ولیم کالج کی تصانیف میں سے ہے اور "باغ و بہار" کی طرح اسے بھی قبول عام کی سند ملی۔ یوں تو یہ قصہ فارسی کتاب سے ماخوذ ہے۔ لیکن حیدری نے اس میں اپنی طرف سے بھی اضافے کیے ہیں جس کے بارے میں وہ خود لکھتے ہیں۔

"یہ قصہ عبارت فارسی میں زبان سلیس میں کسی شخص نے آگے لکھا تھا۔ اب اس میں سید حیدر بخش متخلص بہ حیدری دلی والے سنہ ۱۲۱۶ھ مطابق ۱۸۰۱ء کے زبان ریختہ میں موافق اپنی طبع کے اس کتاب سے (جو ہاتھ لگی تھی) ترجمہ نثر میں کیا اور نام اس کا آرائشِ محفل رکھا پر اکثر اس میں زیادتیاں اپنی طبیعت سے بھی۔ جہاں جہاں موقعہ اور مناسب پایا، وہاں کیں تاکہ قصہ طولانی ہو جائے اور سننے والے کو خوش آئے۔"

جہاں تک قصہ حاتم طائی کی دلچسپی کا تعلق ہے۔ اس میں داستانوں کی ساری خصوصیات موجود ہیں، یہ قصہ ہر زمانے میں، ہر جگہ، ہر عمر کے لوگوں کے لیے کشش رکھتا ہے۔ لیکن اس کا اخلاقی پہلو بھی بڑی اہمیت رکھتا ہے۔

وقار عظیم نے بہت اچھی بات کہی ہے۔

"حاتم طائی قصے کی بنیاد سراسر ایثار و خدمت گزاری کے جذبات پر ہے۔ حاتم کا ہر قدم نیکی اور خدا ترسی کی طرف ایک قدم ہے اور اس کے ہر قدم پر سننے اور دیکھنے والوں کے لیے ایک ناقابلِ فراموش درسِ خیر پنہاں ہے۔ داستان گو نے خیر کی اس فضا کو پورے قصے پر اس طرح جاری و ساری رکھا ہے کہ حاتم کے علاوہ بھی پڑھنے والے کا سابقہ جن جن کرداروں سے ہوتا ہے ان کا ہر عمل نیکی کے بات و احساسات کا تابع ہے۔ جن، دیو، پریاں، قزاق، بادشاہ، سوداگر اور عامی سب حسنِ اخلاق کے پابند اور احسان مندی اور خدمت گزاری کے پسندیدہ خیالات سے متفق ہیں۔"

حاتم طائی کے ساتوں سوال ایک دوسرے سے الگ ہیں لیکن ان کا داستان

"ناولستان" کی چوتھی پیش کش

پابہ جولاں

صغرا مہدی

یہ ناول نئے دور کے نوجوان لڑکے اور لڑکیوں کے مسائل، اُن کی مشکلات، اُن کی ذہنی کیفیت کو پیش کرتا ہے۔ مدھو اور صہبا جن میں نئی اور پُرانی قدریں سموئی ہوئی ہیں۔ اس ناول کے دل کش کردار ہیں۔ سرکش اور ضدّی صہبا کبھی اپنی بات پر اَڑ کر سب کو جھکا لیتی ہے، کبھی دوسروں کے دُکھوں کا زہر خاموشی سے پی لیتی ہے اور وہ کبھی بڑی آن بان اور بانکپن کے ساتھ۔ اس ناول کو پڑھتے ہوئے کبھی آپ کو بے ساختہ ہنسی آجائے گی اور کبھی بے اختیار آنسو نکل پڑیں گے اور آپ اُن پابہ جولاں نوجوانوں کے مسائل پر جن کی نمائندگی صہبا اور مہندر کر رہے ہیں، سنجیدگی سے سوچنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ کردار نگاری اور جذبات کی عکاسی کا بہترین شاہکار۔ قیمت: چھے روپے

تقسیم کار

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دِلی ۲۵ ۔ دِلی ۶ ۔ بمبئی ۳ اور علی گڑھ ۲

بنیادی قصّے سے اتنا گہرا رشتہ ہے کہ ایک لمحے کے لیے بھی ہماری نظر اصل قصّے سے نہیں ہٹتی اور یہ تمام مہمات اصل قصّے کا پورے طور پر حصّہ بن جاتی ہیں۔
حاتم کی ہر مہم کی خصوصیت ہے کہ اس میں حاتم کو نت نئی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور ہر بار ان کی نوعیت مختلف ہوتی ہے۔
"قصّہ حاتم طائی" میں جا بجا ہم کو ہندوستانی رسم و رواج کی جھلکیاں ملتی ہیں۔
قصّہ حاتم طائی مکتبہ جامعہ کے اور حکومت جموں و کشمیر کے مشترک پروگرام کے تحت شائع کیا گیا ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ قدیم معیاری کتابیں جو کمیاب ہوتی جاری ہیں وہ صحت متن اور حسنِ طباعت کے ساتھ پیش کی جائیں اور انھیں معقول قیمتوں پر فراہم کیا جائے۔
یہ بڑا مبارک قدم ہے اور اردو کے شیدائی اور ادب کا ذوق رکھنے والے اس کا خیر مقدم کریں گے۔
کاغذ اچھا۔ کتابت طباعت عمدہ قیمت بھی مناسب ہے۔

قصّہ حاتم طائی - مرتبہ: اطہر پرویز۔ مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دلی - قیمت - 6/-

---

ناوک حمزہ پوری

پیشِ نظر جناب فرحت قمر کا مجموعۂ کلام "جرسِ کاروانِ دل" ہے۔ میرا خیال ہے فرحت قمر صاحب کا نام نامی ادبی دنیا کے لیے محتاجِ تعارف نہیں۔ آپ گذشتہ بیس سال سے شعر و ادب کی خدمت میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ ملک کے اکثر مؤقر ادبی جرائد میں آپ کے کلام شائع ہوتے رہتے ہیں۔ اور "غالب کے طرفدار" نہیں بلکہ "سخن فہم" قارئین سے خراجِ تحسین حاصل کرتے ہیں۔
زیرِ نظر مجموعہ "نقشِ اوّل" ہے اور ابھی ابھی پریس سے باہر آیا ہے اس مجموعے میں ایک آدھ کو چھوڑ کر بقیہ تمام نظمیں "آزاد" ہیں۔ شاعر کی یہ "آزاد"

نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا کی تازہ ترین کتابیں

بنگڑ واڈی۔ مصنف: وینکٹیش ماڈگولکر مترجم: عرش ملسیانی

"بنگڑ واڈی" ماڈگولکر کا سب سے پہلا ناول جس نے انھیں سب سے زیادہ شہرت عطا کی۔ دیہاتی زندگی کی تصویر کشی کرنے والے ناول کی حیثیت سے "بنگڑ واڈی" بے شک وشبہ ایک قابلِ فخر تخلیق ہے۔

قیمت : ۵/۲۵

آبِ حیات۔ مصنف: محمد حسین آزاد۔ تلخیص ومقدمہ: سید احتشام حسین

یہ ایک ایسی کتاب ہے جس کی قدر وقیمت کے متعلق ادب کے مورخ اور نقاد آپس میں ہی اُلجھتے اور بحث کرتے ہیں۔ مگر اس کی زندگی بڑھتی رہتی ہے۔ اور یہی اس کی ادبیت کا کمال ہے۔ یہی اس کے اسلوب و بیان کا معجزہ۔ ایک تاریخی دستاویز۔

قیمت ۶/۷۵

شاعر۔ مصنف: تاراشنکر بندوپادھیائے۔ ترجمہ: پریش کمار ڈے

یہ ناول پہلی بار بنگلہ زبان میں ۱۹۴۹ء میں شائع ہوا تھا۔ اور اپنے وقت کا عظیم ناول قرار دیا گیا تھا۔
تاراشنکر بندوپادھیائے میں عظیم تخلیقی قوت اور کردار نگاری کی باریک بیں صلاحیت تھی جس نے اس ناول کو عوام میں بے حد مقبول بنا دیا۔

تقسیم کار

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ نئی دلی ۲۵ دلی ۶ ۔ بمبئی ۳ اور علی گڑھ ۲

ہم پہ بار بھی نہیں ہے اس لیے کہ یہ آزادی بقدرِ ضرورت ہے اور ضرورت سے زیادہ آزادی کے قائل وہ خود بھی نہیں "شاعری میرے خیال میں نالہ و فریاد نہیں کہ پابندی نہ ہو۔ بہت سی جدید باتوں کے ساتھ مجھے وہ جدید شاعری بھی اچھی نہیں لگتی جو تک بندی کے درجہ سے بھی گر چکی ہے اور روحِ شعریت سے محروم ہو چکی ہے۔"

اردو شاعری کی روایات کے عین مطابق فرحت قمر کی شاعری بھی "غمِ دل" سے شروع ہوتی ہے۔ بعض حضرات اسے ذہنی تعیش خیال فرماتے ہیں لیکن ان کی باتیں صرف اسی صورت میں درست ہو سکتی ہیں جب کہ شاعر نے روایات کی کورانہ تقلید کی ہو اور یہ کہ اپنے احساسِ قلبی سے اس کا کوئی تاطہ نہ ہو۔ ورنہ محبت فطرتِ انسانی کا اتنا ہی شدید جذبہ آج بھی ہے جتنا کل تھا۔ آج کا مجنوں بھلے ہی صحرا نوردی نہ کرتا ہو یا رک کے تنہا گوشے میں تو آہیں بھرتا ہی ہے آج کا کوہکن تیشے سے سر نہیں پھوڑتا۔ لیکن ریل کی پٹری پر کٹ جانے کے واقعات تو ہوتے ہی رہتے ہیں۔ شرط میرے نزدیک صرف یہ ہے کہ آپ کے الفاظ آپ کے نہاں خانۂ دل سے نکلے ہوں کہیں سے اٹھا کر نہ لائے گئے ہوں۔ انسان فطری طور پر محبت کا بھوکا ہے۔ عمر کے مختلف مدارج میں مختلف صورتوں میں یہ "محبت" اسے ملنی ہی چاہیے ورنہ پھر زندگی بے رس ہو کر رہ جائے گی حیات کا سرچشمہ سوکھ جائے گا۔ محبت کا مارا کل بھی آہیں بھرتا تھا آج بھی بھرتا ہے اور پھر کل بھی بھرے گا۔ یہ اور بات ہے کہ وہ اپنے احساس کی ترجمانی کے لیے آج نئے الفاظ، نئے انداز، نئی تشبیہیں، نئے استعارے اور نیا اسلوب اختیار کرتا ہے۔ ممکن ہے کل کو اس سے بھی مختلف انداز اختیار کرے۔ ان حالات میں جب فرحت قمر کہتے ہیں کہ "میری شاعری میرے دل کی آواز ہے" تو ہم اسے ذہنی تعیش کا نام کیسے دے سکتے ہیں۔ پتہ نہیں بعد میں خود فرحت قمر نے ایسا کیوں محسوس کیا کہ میرے ذہن میں یہ سوال ابھرا کہ شعر کو ذہنی عیاشی کا ذریعہ بنا رہنے دیا جائے یا اپنے احساسات کا پیغامبر" حالاں کہ انھیں خود یہ احساس بھی ہے کہ زمانے کی تیز دھوپ کا جلا مارا پیار کے گھنیرے سایہ میں ہی سکوں پاتا ہے اور وہ خود بھی ہے

جب کبھی تلخیٔ ایام سے گھبراتا ہوں
از سرِ نو انہی اوراق کو پلٹاتا ہوں

بہر حال اپنی بیس سالہ شاعری کو خود انھوں نے دو حصّوں میں تقسیم کر دیا۔

معیاری ادب نمبر ۲۶

تصحیح و ترتیب

رشید حسن خاں

ناسخ، دبستانِ لکھنؤ کے سب سے پہلے اور سب سے اہم شاعر ہیں۔ انھوں نے ایک نئے اسلوب کی تشکیل کی تھی، جس نے دبستانی اسلوب کی حیثیت سے فروغ پایا اور مدت تک غزل پر اپنے نشانات کو نمایاں رکھا۔

اس کتاب کے "تعارف" میں اس بات کی پوری کوشش کی گئی ہے کہ ناسخ کی شاعری، اور اُن سے منسوب اصلاحِ زبان کے مسائل پر اس طرح گفتگو کی جائے کہ مبہم باتیں روشن ہو سکیں اور مفروضات کا دھندلکا صاف ہو۔ یہ "تعارف" آئندہ مفصل بحثوں کے لیے اہم اشاریے کا کام دے سکتا ہے۔

قیمت: طلبہ اڈیشن ۶/۵۰

لائبریری اڈیشن ۷/۵۰

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دہلی ۲۵ ۔ دہلی ۶ ۔ بمبئی ۳ ۔ اور علی گڑھ ۲

ایک حصہ ۱۹۵۱ء سے ۱۹۶۱ء تک جسے انھوں نے غمِ دل کا نام عطا کیا ہے دوسرا حصہ اس کے بعد کا ہے جسے غمِ دوراں، سے تعبیر کیا گیا ہے۔ غمِ دل کے زمانے میں آپ کا ایک عدد محبوب بھی تھا۔ روایتی عاشق کی طرح انھوں نے فراقِ محبوب میں آہیں بھی بھری ہیں۔ انتظار کا کرب جھیلتے رہے ہیں "اب نہیں آئے گا شاید کوئی بھی، کوئی نہیں" نام و پیام کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ محبوب کی تصویر بھی منگائی ہے اور تصویر سے جی بھی نہ بہل پایا ہے "ایک تصویر ساکت خاموش" محبوب سے ملاقات کی سبیل بھی ڈھونڈھتے پھرے ہیں "یہ تمنائے ملاقات کا پیچیدہ طلسم" اور چھپ چھپ کے محبوب سے ملتے بھی رہے ہیں۔ "ہر جھاڑی میں کچھ جانی پہچانی آنکھیں" اور خدا نخواستہ عاشق نامراد نہیں رہے ہیں بلکہ محبوب زینتِ آغوش بھی ہو گئے ہیں "جا رہا ہوں تمہارے شہر سے دور" اور اس کے بعد کی شاعری بقولِ شاعر اس کے احساسات کی پیغامبر ہے۔ حالانکہ اس دور میں بھی ایسی نظمیں ہیں جو احساسات کا بے پایاں سمندر اپنے آپ میں موجزن رکھتی ہیں اور لب و لہجہ سے بھی روایاتی شاعری کے زمرے میں ان کا شمار کرنا احمقانہ بات لگتی ہے۔ اس حصہ میں بھی "تصویر" "انتظار" "مہرولی کے کھنڈروں میں" اور "زندگی کا سفر" وغیرہ بہترین نظمیں ہیں جن میں جذبہ کی صداقت، احساس کی گنگا میں نہا کر نکھر بھی آئی ہے اور پاکیزہ بھی ہو گئی ہے۔

غمِ دوراں کا حصہ مشینی زندگی کا عکاس ہے۔ زندگی کی گہما گہمی، دوڑ دھوپ شور شرابا افکار و پریشانی سے تعبیر ہے۔ شاعر نے محسوس کیا ہے کہ اور بھی غم ہیں زمانے میں محبت کے سوا۔ سماج کے عدم مساوات و طبقاتی کشمکش کو محسوس کیا ہے۔ نوجوان بھکارن کو مشورہ دیا ہے "نہ نوچے پیڑھ کے در و بام کے رنگین پردے"۔ "روحِ انسانیت کی موت" پر نوحہ کیا ہے ؎

آج انسان بہ فیضِ غمِ نان و پوشاک
ایسا لگتا ہے کہ بیمار ہے کچھ ہوش نہیں

تباہی و بربادی کے غار کی طرف سرگرم سفر موجودہ مادی اور مشینی ترقی کے پیشِ نظر اپنے خدشات کا اظہار کیا ہے۔ "تابندہ چراغ عہدِ نو کے۔ خود اپنی ہی آگ کی جلن میں۔ دم توڑ نہ دیں سسک سسک کر"، سرِ راہ بن سنور کر رواں دواں

دو پرانی کتابوں کے نئے اڈیشن

آتشِ گل

جگر مراد آبادی

رئیس المتغزلین حضرت جگر مراد آبادی مرحوم کا یہ دیوان پُر کیف اور بہار آفریں غزلوں کا مجموعہ ہے جس کا نام شعری ادب میں سرفہرست آتا ہے۔ ایک ایسا مجموعہ کلام جو اپنے اندر بے پناہ رنگینیاں اور بہاریں سمیٹے ہوے ہے۔ جس کی ہر غزل اور ہر شعر خود بخود نغمہ بن کر لبوں پر آجاتا ہے۔

قیمت: چھے روپے

گنجہائے گرانمایہ

رشید احمد صدیقی

یہ کتاب اُن پندرہ عظیم المرتبت شخصیتوں کی زندگی سے متعلق بیتی بسری یادوں کا عکس ہے۔ جو اب ہمارے درمیان نہیں رہے۔ ان شخصیتوں میں مفکر بھی ہیں اور عالم بھی، سیاست داں بھی اور مصلح قوم بھی شاعر بھی ہیں اور ادیب بھی۔

رشید صاحب قبلہ کے مخصوص و منفرد انداز میں لکھی ہوئی اس کتاب کو جب آپ پڑھیں گے تو کبھی مسکرانے پر مجبور ہوں گے اور کبھی آہ سرد کھینچنے پر۔

قیمت: چھے روپے

مکتبہ

یوں کے غول کو متنبہ کیا ہے " دیوپو! عظمتِ حوّا کو نہ بدنام کرو " بھائی بندوں کی طرف
سے بھی انسان پر کچھ فرائض عاید ہوتے ہیں۔ اس کو محسوس کرتے ہوئے شاعر نے شاعروں کو مشورہ
دیا ہے۔ " بجائے قافیہ پیمائی راہ پیمابن "

اس حصہ میں " نوحۂ زلیست " " شاکشسلاں " " نہیں نہیں " " انسان " " مخرشات "
" پذیرائی " ابتلا " وغیرہ ایسی نظمیں ہیں جو ذہن کو جھنجوڑ کر رکھ دیتی ہیں۔ قاری کو کچھ سوچنے پر مجبور کر
دیتی ہیں اور ایک دیرپا اثر چھوڑ جاتی ہیں۔ " انسان " ایک مختصر سی نظم ہے لیکن اسے
پڑھ کر انسان کی موجودہ خود غرضی اور ایمانی و اخلاقی انحطاط پر گھنٹوں آنسو بہانے کو جی
چاہتا ہے۔

عیبش نیز بگو کے مصداق کچھ چند باتیں عرض کرنا ضروری ہیں۔ کتاب کی تخلیق سے
لے کر تزئین، ترتیب، تنقید، تحریر و تشکیل تک مختلف حضرات کے نام آتے ہیں۔ تخلیق کا
جہاں تک تعلق ہے وہ فرحت قمر سے تعلق رکھتی ہے اور جو ہے بہت خوب ہے۔ ویسے
بھی آنجناب " میرے الفاظ میری داخلی کیفیات کے سو فیصدی مظہر ہیں۔ کیسے ہیں ؟
یہ آپ جانیں " کہہ کے بھاگ نکلے ہیں۔ لیکن یہاں تک ترتیب کا تعلق ہے مرتب نے
سلیقہ کا ثبوت نہ دیا۔ تزئین کاری تو ٹائیٹل کو چھوڑ کر کہیں نظر ہی نہیں آتی۔ کتابت بھی
ایسا لگتا ہے جیسے اپنے سر کا بوجھ پٹخ کر بھاگ نکلا ہو۔ تنقید کی ذمہ داری فرحت قمر
کے استاد جناب قیصر زیدی پر تھی۔ انھوں نے بھی حق ادا نہ کیا حالانکہ " توجہ سے پڑھا
ہے " کا دعویٰ کر دیا ہے لیکن میرا خیال ہے سرسری نظر بھی ڈالنے کا کام کرتے تو بہت
سی معمولی غلطیاں اور فروگزاشتیں باقی نہ رہتیں۔ صفحہ ۳ پر " سانس " تانیثاً استعمال
کیا گیا ہے صفحہ ۱۹ پر کرب بروزن شرف مستعمل ہوا ہے۔ صفحہ ۳۱ پر " کوئی منزل
ب سا تھ نہ دے سکا " اور " مل سکا نہ کوئی میت من کا مگر " میں ہر دو " نہ " کو جب
تک " نا " نہ پڑھا جائے وزن پورا نہیں ہوتا۔ اور یہ کمزوری کئی جگہ ہے۔ صفحہ ۴۲ پر " اہل
۔۔ کے لیے وجۂ راحت ہے سماج۔ چند ارباب سیاست کی وراثت ہے سماج " میں
جب تک " وجہِ راحت " نہ پڑھا جائے وزن درست نہ ہوگا۔ صفحہ ۴۵ پر
۔۔ " بروزن فعولن استعمال ہوا ہے۔ صفحہ ۹۰ پر " کنارِ جنگل " کی ترکیب اضافی
درست نہیں معلوم ہوتی۔ صفحہ ۹۰ پر " سوٹ و راکٹ " ہے۔ جیسے سوٹ اور راکٹ

چاہیئے۔ صفحہ ۹۴ پر رباعی کا جو تھا مصرعہ "تھا اپنے خلوص کا ہی عکس ٹوٹا پھوٹا"
ط الوزن ہے۔ کتاب کا نام "جرس کاروانِ دل" کی ترکیب میں جو اضافت بالائے اضافت
وہ کانوں کو گوارا معلوم نہیں ہوتی۔

بہر حال ان کوتاہیوں کے باوجود بھی ۹۶ صفحات کا یہ مجموعہ جیبی سائز میں
صورت تو لگتا ہی ہے۔ اپنے مشتملات کی وجہ سے گرانمایہ سرمایہ ہے اور ایک روپیہ
یس پیسے اس کی قیمت مناسب سے بھی کم ہے۔ خدا شرفِ قبولیت بخشے۔ آمین۔

رسِ کاروانِ دل فرحت قمر ۲/۶ - ۲۴۷ - جامعہ نگر نئی دلی ۲۵ قیمت ۱/۲۵

حکیم سید اصغر حسین واسطی

شیخ امام بخش ناسخ لکھنوی کا مرتبہ اردو ادب میں اظہر من الشمس ہے آپ کا کلام
لیتاً شائع ہو چکا ہے اور لکھنؤ یونیورسٹی میں کلام ناسخ پر ریسرچ بھی ہو چکی ہے اور اکثر
دیبوں نے ناسخ کے کلام پر تبصرہ بھی لکھا ہے اس لیے کہ ناسخ لکھنؤ اسکول کے ممتاز اور
مسلم الثبوت اساتذہ میں سے تھے۔

کلام ناسخ کی دنیائے ادب میں نشر و اشاعت ادیبوں کا اہم موضوع بنی رہی
لیکن افسوس ہے کہ ناسخ کے آخری کلام "مثنوی سراجِ نظم" کی طرف کسی ادیب اور
محقق نے اپنی توجہ مبذول نہ فرمائی حالانکہ ناسخ کا یہ ایک مثالی کارنامہ ہے۔ ناسخ
نے آخر میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی ایک مفصل حدیث موسومہ بہ "توحید
مفضل" کو نظم کے زیور سے آراستہ کر کے ادبی دنیا میں پیش کیا اور آپ کی وفات کے بعد
زیورِ طبع سے مزین ہو کے منظرِ عام پر آئی۔

توحیدِ مفضل ایک جامع حدیث ہے جو مختلف علوم سے متعلق اقوال پر
مشتمل ہے اور استاد ناسخ لکھنوی نے اس کو من وعن نظم فرمایا ہے اور تعریف یہ
کہ مطالب حدیث کی وضاحت میں ابتدائے سے انتہا تک فرق نہیں آنے دیا۔
بڑی حکمت اور دانائی کے ساتھ منثور حدیث کو منظوم حدیث میں تبدیل

یا ہے۔ مطالبِ علمیہ کی وضاحت کے لیے علوم سے متعلق مخصوص اصطلاحات نظم
ہیں اور زبان سادہ اور لطیف ہے۔ یہ وہ سلکِ مروارید ہے جس میں مختلف علوم
موتی پروئے گئے ہیں۔ یہ ایک ایسی علمی مثنوی ہے جس کی مثال ناسخ کے
یہاں نہیں مل سکتی۔

مثنوی سراجِ نظم کی ادبی اور علمی حیثیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ ضروری تھا کہ
تلف علوم کی روشنی میں جدید انداز پر اس مثنوی کے مختلف علمی حصّوں کو شائع کیا جاتا
مثنوی دورِ جدید میں لائقِ استفادہ ہوتی مگر سو برس گزرنے کے بعد بھی کسی ادیب یا
فق نے اس طرف توجہ نہ کی۔

حکیم سید محمد کمال الدین حسین صاحب لائقِ ستائش ہیں کہ آپ نے اس مثنوی
کے اُس حصّہ کو جو تشریحِ انسانی سے متعلق تھا جدید تشریحی عنوانات کے تحت ایک نئے
ور مفید انداز پر ایک مجلس کی صورت میں پیش کر کے علمی دنیا کو استفادہ کا موقع دیا
ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ استاد ناسخ کے شاگرد میر علی اوسط رشک علم تشریح سے واقف
نہ ہونے کی بنا پر مثنوی سراج نظم کے تشریحی حصّہ کو اس انداز پر ترتیب نہ دے سکے
جس انداز پر فاضل مرتب حکیم سید محمد کمال الدین حسین صاحب نے ترتیب دیا۔

کاش جدید علوم کی روشنی میں اس مثنوی کے دیگر حصص بھی جدید عنوانات کے
تحت ترتیب دیے جائیں تاکہ ان کی اہمیت اور افادیت مزید روشن ہو۔ اور علمی
دنیا میں اس مثنوی پر تحقیق کے دروازے کھل جائیں۔ ساتھ ہی علمی اصطلاحات
کی ایک فرہنگ بھی شامل کی جائے۔ اور ہر علم سے متعلق ایک تعارفی مقدمہ بھی اس
کے ساتھ شامل کر دیا جائے تو پھر یہ علمی مثنوی جدید علمی دنیا میں ایک نہایت مفید
علمی ذخیرہ قرار پائے گی۔

بہرحال "نور نظم" انتخابِ "سراجِ نظم" ایک مفید علمی اقدام ہے جس کی
روشنی میں تحقیق کا دروازہ مثنوی سراج نظم پر فاضل مرتب نے کھول دیا ہے اور ایک
صدی کے بعد مرتب کی یہ کوشش لائق تحسین و آفریں ہے۔

نظم مرتب۔ حکیم سید محمد کمال الدین۔ ناشر؟ قیمت؟

تنقید کیا ہے؟

نیا ایڈیشن

نظر ثانی و اضافے کے بعد

پروفیسر آل احمد سرور

سرور صاحب کے یہاں آپ کو اشعار کی کثرت یا اقتباسات کی بھرمار نہ ملے گی۔
لیکن اشعار کے حوالوں، کتابوں کے نام، ادبی شخصیتوں کے تذکرے، ادبی تحریکوں
کے متعلق اشاروں سے، آپ کو تنقید کے وزن کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ زیر نظر
کتاب میں انشا پردازی اور ادبی چاشنی کا وہ عنصر پایا جاتا ہے جو اعلا تنقید
کی ایک مستحسن خصوصیت ہے۔ یہ کتاب تنقیدی مضامین کا ایسا مجموعہ ہے
جس میں تنقید کے اصولوں پر بحث بھی ہے۔ اور پوری کتاب اس کا جواب بھی۔

قیمت ۵/۷۵

نئی دُنیا کو سلام

اور جمہور

علی سردار جعفری

یہ منظوم تمثیل نہیں بلکہ تمثیلی نظم ہے۔ اس کے کردار، کردار نہیں علا
ہیں۔ کہانی، پلاٹ نہیں بلکہ مبہم سا خاکہ ہے۔ واقعات کی بجائے واقعا
پیدا ہونے والے جذبات، تاثرات اور احساسات پیش کیے گئے ہیں۔ اس
موضوع بھی نیا ہے اور تکنیک بھی نئی۔ اردو زبان میں اپنی نوعیت کی
نظم جو کئی یونیورسٹیوں کے نصاب میں شامل ہے۔

قیمت: سات روپے

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دلی ۲۵ ۔ دلی ۶ ۔ بمبئی ۳ اور علی گ

وقار خلیل

اللہ رکھے حیدرآباد کے زندہ دلوں کو گزشتہ چار سال سے اُردو میں طنز و مزاح کی فعال روایت کو آبرومند بنا رہے ہیں، اور ایک ڈیڑھ ماہی رسالہ بالکل انگریزی کی طرح پابندی سے نکال رہے ہیں۔ سالگرہ نمبر اور خاص نمبر تو ایٹم بم کی طرح نکلتے ہیں، اِدھر چھپے اور اُدھر ہاتھوں ہاتھ خرید لیے گئے۔ اُردو کے چوٹی کے مزاح نگار کرشن چندر، راجندر سنگھ بیدی، بھارت چند کھنہ اور زینت ساجدہ اِس رسالے کے مشیر ہیں اور اِن سب کا ہم پلہ جواں سال مزاح نگار ادیب مجتبیٰ حسین "شگوفہ" کی مجلسِ ادارت سے منسلک ہے۔ مصطفیٰ کمال ایسا باغ و بہار، مصروف بکار، اردو زادہ، اُستادِ اُردو اور مخلص فرد شگوفہ کا مدیر ہے۔ جب طنز و مزاح کے باب میں یہ اصحاب خرد مل بیٹھتے ہیں تو یادگارِ زمانہ کام کر گزرتے رہتے ہیں۔ زندہ دلانِ حیدرآباد کے اس ترجمان کے سالگرہ نمبر میں لکھنے والے ملک کے اے کلاس ادیب ہیں۔ شاعر ہیں اور پھر جوان سال اُبھرتے ہوئے قلمکار ہیں۔ سب کی طنزیہ یا مزاحیہ تحریروں میں خالصیت اور اصلی پن ہے، ڈالڈا چھاپ کوئی چیز نہیں ہے۔

کنہیالال کپور، یوسف ناظم، مجتبیٰ حسین، رشید قریشی، کنور مہندر سنگھ بیدی، اظہر افسر، مسیح انجم، جمیل شیدائی۔ اور ڈاکٹر رشید موسوی کی چیزیں پڑھ کر طبیعت مہک جاتی ہے۔ منھ بسورے ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھنے اور زمانہ کا روتا روتے رہنے والوں کو پہلی فرصت میں شگوفہ کے اِس سالگرہ نمبر سے استفادہ کرنا چاہیے اگر انھیں کلی شگفتہ ہو تو جو سزا چور کی سو میری۔

ڈیڑھ ماہی "شگوفہ" حیدرآباد کا سالگرہ نمبر ۱۹۷۲ء
مدیر: مصطفیٰ کمال ایم۔ اے، قیمت ۱/۵۰ صفحات (۹۶)
پتہ: ۲۷۔ مجرد گاہ۔ معظم جاہی مارکیٹ۔ حیدرآباد ملا

ـــ اے تبصر

اردو ادب میں تحقیق کا دائرہ سمٹا ہوا ہے۔ اتفاق سے کبھی کوئی ایسی روشنی
ــا اٹھتی ہے، جو نظروں کو خیرہ کردے۔ دراصل ایسی بہت کم شخصیتیں ہیں، جو تحقیق
ڈور کو سنبھالے ہوئے، ادب کے کینوس پر رنگ برنگ کے انوکھے پھول ابھارنے کی
ی میں معروف ہیں، جو زمانہ کی گردش کی وجہ سے گوشۂ گمنامی میں ہچکیاں لے رہے تھے انہیں
ں طرح منظرِ عام پر لائے کہ وہ اپنے حقیقی نقش و نگار کے ساتھ، سامنے آگئے۔

جناب محمد اکبرالدین صدیقی، ایسے ہی ممتاز محققوں میں سے ہیں، جو بوڑھاپے
ا بوجھ اٹھائے ہوئے اپنی گوناگوں مصروفیت میں گم ہونے کے باوجود، اپنے اندر کے چھپے
ہوئے محقق" کی آواز کو دبا نہ سکے۔ نتیجہ کے طور پر اردو ادبی دنیا "گمشدہ خزانوں"
سے پُر ہو رہی ہے ـــــ انہوں نے "ارشاد نامہ" کی شکل میں، اُردو ادب کو ایک نادر
تحفہ دیا ہے اور اپنے بیش بہا مقدمہ میں جو کہ تقریباً ۱۱۶ صفحات پر مشتمل ہے، حضرت برہان الدین
جانم کی طرزِ نگارش اور ان کے عہد کی زبان (اردو) کو سمجھنے میں مدد دی ہے۔ ایک نئے زاویہ
سے روشنی ڈالی ہے۔[1]

استاذی محترم پروفیسر جاوید نہال صاحب کے توسط سے "ارشاد نامہ"
کے مطالعہ کا موقعہ ملا اور مجھے یہ اعتراف کرنے میں ذرا بھی جھجک نہیں کہ 'دکنی ادب' سے
متعلق بہت سی نئی اور چونکا دینے والی باتوں سے مجھے آگاہی ہوئی۔ اور میں نے اپنے
ذہن کے خزانہ میں بیش بہا اضافہ محسوس کیا۔

ارشاد نامہ کے متعلق، ڈاکٹر رفیعہ سلطانہ کے یہ الفاظ غور طلب ہیں کہ "زیرِ نظر
مثنوی، 'ارشاد نامہ'، دکن کے صوفی بزرگ برہان الدین جانم کے رشحاتِ قلم کا نتیجہ ہے۔
(وہ) قدیم اُردو کے ان خوش قسمت مصنفین میں سے ہیں جن کی تخلیقات میں کسی طرح
کے ردّ و قدح کی گنجائش نہیں ...... یہ اُردو کے مستند نقشِ اولین ہیں۔ جو نہ صرف ماہرینِ
لسانیات کے لیے کارآمد ہیں بلکہ تاریخ و فلسفہ کے طلباء کے لیے بھی مشعلِ راہ ہیں۔"[2]

---

[1] قدیم اُردو، دورِ دوم جلد اوّل۔ [2] پیش لفظ۔

مطبوعات نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا

پنجابی افسانے مرتبہ ہربھجن سنگھ ترجمہ مخمور جالندھری ۷/-
رنجیت سنگھ مصنف ڈی آر، سود " مخمور جالندھری ۲/۷۰

بچوں کے لیے انتہائی خوبصورت کتابیں

کتاب		مصنف		مترجم	قیمت
باپو (حصہ اول)	مصنفہ:	الیف، سی، فرنیاس	مترجم:	صالحہ عابد حسین	۱/۵۰
باپو (حصہ دوم)	"	"	"	"	۱/۵۰
کشمیر	"	مالا سنگھ تصاویر پیاٹند	"	خدیجہ عظیم	۱/۵۰
پرندوں کی دنیا	"	جمال آرا	"	محمد شفیع الدین نیر	۱/۵۰
ہمالیہ کی چوٹیوں پر	"	بریگیڈیر گیان سنگھ	"	محمد ذاکر	۱/۵۰
ہماری ندیوں کی کہانی (حصہ اول)	"	لیلا مجمدار	"	رضیہ سجاد ظہیر	۱/۵۰
جنت کی سیر اور دوسری کہانیاں	"	لیلاوتی بھاگوت	"	"	۱/۵۰
رسیلی کہانیاں	"	منوج داس	"	صغرا مہدی	۱/۵۰
آزادی کی کہانی (حصہ اول)	"	وشنو پربھاکر	"	انور کمال حسینی	۱/۵۰
ہماری ریلیں	"	جگجیت سنگھ	"	عرش ملسیانی	۱/۵۰
ہندوستان میں غیر ملکی سیاح	"	کے، سی، کھنہ تصاویر: کرشن کھنہ			۱/۵۰
آؤ ناٹک کھیلیں	"	اوما آنند	"	رفیعہ منظور الامین	۱/۵۰
خالہ بی کا خاندان	"	منوہر داس چترویدی	"	محمد شفیع الدین نیر	۱/۵۰
بہت دن ہوئے (حصہ اول)	"	ایم، چکسی و پی، ایم، جوشی	"	رضیہ سجاد ظہیر	۱/۵۰
بہادروں کی کہانیاں	"	راجندر اوستھی	"	انور کمال حسینی	۱/۵۰
روہنت و نندیہ	"	کرشن چیتنیہ	"	"	۱/۵۰
سدا بہار کہانیاں	"	شانتا رنگاچاری	"	"	۱/۵۰
ابو خاں کی بکری	"	ڈاکٹر ذاکر حسین			۳/-
انوکھی دکان	"	قدسیہ زیدی			۲/۵۰
گگالو چوہیا اور پریزاد	"	قدسیہ زیدی			۲/-
دنیا کے جانور	"	"	"		۲/

تقسیم کار: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، نئی دہلی ۲۵ ۔ دہلی ۶ ۔ بمبئی ۳ اور علی گڑھ ۲

جناب محمد اکبرالدین صدیقی، مثنوی کی بابت لکھتے ہیں "لفظ ارشاد، دراصل عربی زبان کا لفظ ہے جس کا مادہ رشد اور معنی ہدایت کے ہیں ارشاد نامہ ہدایت کرنا معنوں میں مستعمل ہے۔ ارشاد نامہ مرشد کی ہدایات کا مجموعہ" [1]

وہ "ارشاد نامہ"، کے لفظی اور لغوی معنی کی توضیح کرنے کے بعد لکھتے ہیں "حضرت جانم سے ان کے مرید متعدد سوالات کرتے اور وہ ان کے جوابات دیتے ہیں۔ اس لیے انھوں نے مناسب یہی تصور کیا کہ ان سوالوں اور جوابوں کو منظوم شکل دیدی جائے تاکہ سبھی کو استفادہ کا موقع ملے" [2]

صدیقی صاحب نے اپنے مقدمہ میں حضرت جانم کی زندگی اور ان کے فن پر کھل کے بحث کی ہے اور بے لاگ تبصرہ کیا ہے۔ ان کے زمانہ میں اردو زبان، کس نہج پر تھی، اس موضوع پر بھی تفصیلی بحث کی گئی ہے اور چند مستقل عنوانات کے تحت مرتب نے نہایت دیدہ ریزی اور عمیق تحقیق کی روشنی میں، اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے اور اپنی معلومات کے ذخیرہ کو الفاظ کا لباس دیدیا ہے۔

۱۔ نثری کارنامے
۲۔ ارشاد نامہ کا اسلوب اور زبان۔
۳۔ ارشاد نامہ کا موضوع
۴۔ شجرۂ نسبی۔
۵۔ سلسلۂ بیعت۔

۲۰ صفحات میں "فرہنگ ارشاد نامہ" کے زیر عنوان مشکل الفاظ کے معنی دیدیے ہیں۔ جو مثنوی کو سمجھنے میں بہت مدد پہنچاتے ہیں۔

شعبۂ اردو۔ عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد، اپنے رسالہ "قدیم اردو" کے ذریعہ، ادب کی گمشدہ کڑیوں کو روشنی میں لانے کے لیے جو اقدام کررہا ہے۔ وہ قابلِ ستائش ہے۔ اور "ارشاد نامہ" کی اشاعت اس کے بہترین کارناموں میں۔ امید کہ آئندہ بھی، یہ ادارہ ہمیں گمشدہ ادبی کارناموں سے روشناس

---

[1] و [2] مقدمہ ص ۳

نا رہے گا۔

شادنامہ مرتب: محمد اکبرالدین صدیقی صفحات ۳۰۴ (علاوہ عکسی تصاویر)
پتہ: شعبہ اُردو عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد ۷ قیمت ۱۰/-

مہرالسلام ذاکر

یہ پانچ سو انچاس صفحات کی ضخیم ناول اتنی دلچسپ، رواں دواں، شستہ و شگفتہ ہے کہ جب تک یہ کتاب پوری نہ ہوئی دل کو چین نہیں آیا۔ ختم کرکے تسکین ہوئی کہ واقعی ایک بہترین کتاب مطالعے سے گزری۔ ریاض کا دورانِ طالب علمی میں ایک بے سہارا لڑکی سلطانہ کو پناہ دینا جو اپنی عصمت کے تحفظ کے لیے پریشان حال آکر اس سے پناہ کی جویا ہوئی ہو۔ اور اس کے پاکیزہ کردار سے متاثر ہوکر اور اس کے حالاتِ زندگی سن کر کہ وہ ایک بے سہارا اور یتیم لڑکی ہے جس کی ماں بچپن ہی میں راہیِ ملک عدم ہوئی اور ایک بڑھیا نے اسے ایک ماں کا پیار دیا۔ پالا پوسا تعلیم دلائی مگر جب وہ جوان ہوئی تو بڑھیا کی نیت کا فتور عیاں ہوگیا کہ وہ ہی اس کو نوکری دلانے کے بہانے اس کی جوانی کا سودا کر رہی ہے تو وہ اپنے گاہکوں کو چکمہ دے کر ریلوے پلیٹ فارم پر آکر ریاض سے پناہ کی طالب ہوئی اور اس کو پناہ دینی پڑی پھر اس سے شادی اپنے ماں باپ کی ناراضی کے باوجود کرلی۔ اور یوں ایک زندگی کو تباہ ہونے سے بچایا۔ پھر وہ ایک بیٹے انجم اور ایک بیٹی "صدف" کو جنم دے کر داغِ مفارقت دے گئی۔ ایک نمائش کے سلسلے میں ریاض کی اپنی بیٹی صدف سمیت اپنے ایک پرانے دوست کے گھر رسائی ہوتی ہے۔ یوں صدف اپنے ابو کے دوست کے بچوں قیصر نعیم اور شبانہ کے ساتھ مسرور و شاداں زندگی گزارتی ہے۔ ریاض انجم کو تعلیم کے سلسلے میں ولایت بھیج دیتا ہے۔ پھر ریاض کلب کی ممبر ایک بدنام عورت کو (جو خود اس کی زندگی کسی نہ کسی طور تباہ کرنا چاہتی تھی کیونکہ یہ جج صاحب یعنی (ریاض جو ایک مشہور جج بن چکا ہوتا ہے) بے لاگ لپیٹ فیصلے دیتے ہیں۔ اس سلسلے میں وہ ایک ستمگر کے ال کو پھانسی ہے۔ یہ عنادہ اس کی زندگی اجاڑ کر عین وقت پر رسوائیوں کے بھنور میں چھوڑ دیتا ہے) سہارا دیتا اور اس سے شادی کرلیتا ہے۔ یہ صدف کی سوتیلی ماں بنتی ہے۔ مگر وہ

مطبوعات نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا

۱۹۵۷ء میں حکومت ہند کی وزارت تعلیم نے نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا کے نام سے ایک بڑے اور خود مختار اشاعتی ادارے کی داغ بیل ڈالی۔ اس ادارے کا اولین مقصد ملک میں ایک ایسی ہمہ گیر تحریک چلانا تھا۔ جس کے ذریعہ ہندوستان کے عوام میں کتابیں پڑھنے کا زیادہ سے زیادہ شوق پیدا کیا جائے۔ نیشنل بک ٹرسٹ کو اپنے اس مقصد کے حصول میں خاطر خواہ کامیابی ہوئی۔ یہ ادارہ اب تک پانچ سو سے زیادہ کتابیں ہندوستان کی مختلف علاقائی زبانوں میں شائع کر چکا ہے۔ ان میں مندرجہ ذیل کتابیں اردو میں شائع کی گئی ہیں۔

کتاب		مصنف		مترجم	قیمت
آبادی	مصنفہ	ڈاکٹر ایس اگروال	ترجمہ	مخمور جالندھری	۵/۲۵
اکبر	"	لارنس بینس	"	رضیہ سجاد ظہیر	۳/۵۰
پنڈت وشنو دگمبر	"	ڈی آر- اٹھاولے	"	ش- قدوائی	۲/۲۵
عظیم باغی	"	ڈینس کنکیڈ	"	ڈاکٹر ہیرا تماسرن	۶/۲۵
قاضی نذر الاسلام	"	بسودھا چکرورتی	"	عرش ملسیانی	۲/۲۵
کبیر	"	ڈاکٹر پارس ناتھ تیواری	"	ایم کے، دُرّانی	۲/۲۵
کچھوا اور خرگوش	"	ڈاکٹر ذاکر حسین		بلا مجلد ۱/- مجلد	۲/۰
گاندھی کا ہندوستان: کثرت میں وحدت	مرتبہ	نیشنل گاندھی صدی، سب کمیٹی			۲/۲۵
گرو نانک	مصنفہ	گوپال سنگھ	ترجمہ	مخمور جالندھری	۳/۲۵
مٹی بنی تصویریں	"	بھگوتی چرن ورما	"	رضیہ سجاد ظہیر	۵/۰۰
تاش کے محل (ناول)	"	مپال رنگنا یکمّا	"	زینت ساجدہ	۵/۵۰
تامل افسانے	مرتبہ	می پاسوم، سندرم	"	حسرت سہروردی	۸/-
سفید خون (ناول)	"	نانک سنگھ	"	رتن سنگھ	۸/-
گرو گوبند سنگھ	"	(ڈاکٹر) گوپال سنگھ	"	مخمور جالندھری	۳/-
ہندی افسانے	"	(ڈاکٹر) نامور سنگھ	"	اگر سین نارنگ	۹/-
زندگی ایک ناٹک (ناول)	مصنفہ	پنّا لال پٹیل	"	کشور سلطانہ	۱۰/-

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ نئی دلی ۲۵۔ دہلی ۶۔ بمبئی ۳۔ اور علی گڑھ ۲

سے ایسا پیار اور محبت دکھاتی ہے کہ شاید ہی سگی ماں دکھا سکے سی ے ا ی پی ن
ی خاطر کمال کو قتل کرکے جیل میں سات سال سزا بھگتتی ہے۔
ایک مشہور مصور کے تصور میں صدف کا بے تاب ہوتا۔ احمر کے روپ میں اچانک
سامنا ہوتا۔ پھر لڑائی ٹھن جانا۔ پھر محبت۔ اور شبانہ (جو احمر کے دوست قیصر کی بہن
کا احمر پہ ڈورے ڈالنا۔ پھر ایک چال سے احمر اور صدف میں جدائی ڈالنا۔ پھر کمال
بروا کراہ احمر کی شادی ایک لڑکی سے کرکے ہوائی جہاز میں روانہ کرنا جس میں خود صدف
سوار تھی تاکہ نواب صاحب کی بیٹی کی تصویر بنائے (اس وقت تک صدف ایک مدرسہ
تربیت پاکر ایک بہترین مصورہ بن چکی تھی) پھر اس جہاز کا حادثہ پیش آکر اموات ہونا
مرنے والوں کی فہرست میں صدف کا نام دیکھ کر ایک غم کا عالم طاری ہوتا۔ پھر بھی
ست کی یاوری سے اس کی جان بچ جانا اور احمر کی آنکھیں چلی جانا پھر صدف کا اس
گھر بحیثیت اس کی دلہن کا پہنچنا اور صدف کی بے لوث خدمت۔ پھر انجم (جو اب تعلیم
ل کرکے اپنے شہر آچکا تھا) کا احمر کی آنکھوں کا علاج کرنا اور حیرت انگیز طور پر
انکشاف کہ احمر اور اس کی بہن صوفیہ کے والد صدف اور انجم کے حقیقی تایا ہیں۔ اور
شبانہ کا اپنے کیے پر پچھتانا اور قرآن پڑھ کر صدف کی روح کو جبکہ وہ بہ قید حیات
ہی ہے بخشنا اس کے طرز میں حیرت انگیز تبدیلی پھر صدف اور احمر کا مل جانا یہ سب
کچھ ناول نگار نے اس انداز سے لکھا ہے کہ بس پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ ہر
ہر صفحہ پر عقل حیران ہوتی چلی جاتی ہے۔ ناول اتنی ضخیم ہوتے ہوئے بھی طبیعت
پر گراں نہیں گذرتی۔ زبان معیاری۔ جملے شگفتہ۔ مکالمے تجربات سے پُر جذبات و
احساسات کی بہترین عکاسی۔ مناظر کی دلکش تشریح۔ فطرت کی ترجمانی۔ ماں کی ممتا۔
باپ اور بھائی بہنوں کی محبت۔ انسانی ہمدردی۔ ایثار و قربانی۔ بوالہوسوں کی دغا
بازی۔ اور ان کا انجام بد اور محبت کی فتح یہ سبھی کچھ بڑے اچھے پیمانہ پر پیش کیا گیا ہے۔
محترمہ سلمیٰ کنول نے جہاں انتساب میں یہ لکھا ہے کہ "ان کے نام جنہوں نے میری
پہلی تصنیف عندلیب کو پسند کرکے میرے حوصلے بڑھائے اور میرے عزائم کو تقویت بخشی"
اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ایک فنکار اپنے فن پر داد کا خواہاں بھی ہوتا ہے اور پھر
اس جملے سے کہ "اور عرفی کے نام بھی۔ جنہوں نے میری پہلی تصنیف عندلیب کو

کتاب نما

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کی طلبہ کے لیے نہایت اہم کتاب

کتاب و سنت کے جواہر پارے

(حصہ اول ودوم)

ثانوی مدارس کے طلبہ کے لیے

(مولانا) جمال الدین اعظمی
استاد اسلامیات

جامعہ ملیہ اسلامیہ

جو لوگ سچے مومن اور رضائے حق کے طالب ہیں، اُن کے لیے قرآن و سُنت پر عمل کیے بغیر دُنیا و آخرت کی سلامتی اور کفر و فسق سے نجات ناممکن ہے ——— اسی لیے اِس کتاب میں قرآن و حدیث کے کچھ حصّے بچوں کی نفسیات کو سامنے رکھتے ہوئے، آسان اور عام فہم زبان میں پیش کیے گئے ہیں۔ تاکہ طلبہ اِس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھا سکیں۔

قیمت ۲/۲۵

ں نہیں کیا اور دل کھول کر مجھ پر نکتہ چینی کی " یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ایک فنکار دل شکنی
ا تڑپ اٹھتا ہے۔ اور اپنے فن پر بے جا تنقید سے کتنا آزردہ خاطر ہوتا ہے۔
کتابت وطباعت اعلیٰ اور اغلاط سے پاک ہے۔ غرض یہ کہ ناول قابلِ مطالعہ
ے۔

رف مصنف: سلمیٰ کنول ناشر: ادبی دنیا، اردو بازار دہلی ۶ قیمت: ۱۰/-

---

یدہ فرحت

" اپنی اپنی صلیب " محترمہ صالحہ عابد حسین کا نیا ناول ہے جو اپنے نام ہی میں ایک
سفیانہ رنگ لیے ہوئے ہے۔ ناول میں زندگی کا گہرا مشاہدہ۔ جذبات کی بہترین عکاسی
ہیں کہیں مناظرِ قدرت کی حسین نقاشی، اور زبان و بیان کی دلکشی کے ساتھ ہماری ...
ندگی کے کچھ الم ناک پہلو اجاگر کیے گئے ہیں۔ ناول کا ماحول ان کے دوسرے ناولوں کے
توسط طبقے کا ماحول ہے جس میں مختلف کرداروں کے ذریعہ انسان کے قلب و روح کا وہ
ردو کرب، وہ سوز و تپش اور وہ جذباتی گھٹن ظاہر کی گئی ہے جو ماحول کی ناسازگاری حالات
ی ستم ظریفی، غیر صحت مند طریقۂ فکر، ذہنی مرعوبیت اور بچپن کی ناقص تربیت کا نتیجہ ہوتی ہے۔
انھوں نے ہر کردار کے اچھے اور برے پہلو دکھاتے ہوئے اس سے اپنے جذبۂ ہمدردی کو برقرار رکھا
ہے۔ اور ان کے ہمدردانہ نفسیاتی تجزیہ کے نتیجے میں پڑھنے والے کو بھی ان سے نفرت اور غصے
کے بجائے رحم آمیز ہمدردی اور تاسف کا احساس ہوتا ہے۔ مثلاً رضوانہ کا کردار خاصا سطحی،
الجھا ہوا اور اپنے شوہر کے لیے بہت کچھ ذہنی تکلیف کا باعث نظر آتا ہے مگر پھر بھی یہ ظاہر
نہیں ہوتا کہ وہ شعوری طور پر تکلیف دہ رویہ اختیار کرتی ہے یا جذبۂ محبت سے عاری ہے
بلکہ اپنی بگڑی ہوئی عادتوں کی وجہ سے خود بھی رفاقت اور محبت سے محروم رہی ہے اور جس نے
اس کی مزاجی تلخی کو اور بڑھا دیا ہے ایک جھنجھلاہٹ سی پیدا کر دی ہے۔"
اس ناول کے ہیرو ہیروئن مٹتی ہوئی مشرقی تہذیب کے آئینہ دار ہیں جو دلوں میں
سوزِ محبت پوشیدہ رکھتے ہوئے شمع کی مانند جلتے اور پگھلتے رہتے ہیں مگر شعلہ بن کر بھڑکتے
نہیں۔ ہر زندگی سے باعزت سمجھوتہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور زہرِ حیات کو مسکرا کر
پیتے رہتے ہیں مگر پھر بھی اُس کے فطری اثرات سے اپنی ذات اور اپنے آس پاس کے

لو بچا نہیں سکتے۔ ناول کا ہر کردار اپنے ناسازگار حالات کا شکار ہو کر صلیب کا بوجھ اٹھائے
نا ہے۔

یہ ناول اگرچہ ہمارے دل میں درد و غم کے تاثرات ابھارتا ہے مگر زندگی سے
ی مایوسی اور بیزاری کا جذبہ پیدا نہیں کرتا بلکہ مصنفہ کے فن کارانہ نفسیاتی تجزیہ اور حقیقت
انہ نقطۂ نظر ہمیں یہ سمجھاتا نظر آتا ہے کہ علم و عمل کے ذریعہ ناسازگار حالات کو سازگار
یا جا سکتا ہے اور ان اسباب کو جد و جہد سے دور بھی کیا جا سکتا ہے جو زندگی کو زیادہ
اور ناخوشگوار بنا دیتے ہیں۔

یہ ناول بھی کم و بیش مصنفہ کے دوسرے ناولوں کی طرح زندگی کی المناک
سویر ہے جس پر بعض لوگوں کو اعتراض ہو سکتا ہے۔ مگر کیا کیا جائے ایک حساس ادیب
لو اپنے پیش نظر ماحول میں رچے بسے ہوئے درد و کرب کا کچھ زیادہ ہی احساس ہوتا ہے۔
ر وہ ان سے اوروں کی نسبت بہت زیادہ متاثر ہوتا ہے۔ ظاہر ہے وہی تاثرات پیش
ر کے دوسروں کو بھی متاثر کرنا چاہتا ہے۔ وہ زندگی میں حسن و مسرت کی زیادہ سے زیادہ
تلاشی رہتا ہے جو اپنے ماحول اور زندگی میں بہت کم پاتا ہے۔

بہر حال ناول اتنا دلچسپ ہے کہ سنجیدہ مذاق رکھنے والے لوگوں کو متاثر کیے
بغیر نہیں رہتا جس میں ہم کو اپنے ذاتی درد و غم کی تصویر کشی بھی ملتی ہے اور اپنے ماحول کی
جانی پہچانی شخصیتوں کا عکس بھی۔

اپنی اپنی صلیب — صالحہ عابد حسین — ناولستان نئی دلی ۲۵ — قیمت -/۸

(مولانا) مہر محمد خاں شہاب مالیر کوٹلوی

مکتبہ جامعہ دہلی کے معیاری ادب کی تیسویں کڑی "افادات سلیم"
مرحوم مولانا سید وحید الدین سلیم پانی پتی کے بارہ متفرق مقالوں کا مجموعہ ہے جسے جناب
ڈاکٹر خلیق انجم نے تصحیح فرما کر ترتیب دیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف مقالوں کی تصحیح
اور ترتیب کے لیے اور مکتبۂ جامعہ اس کتاب کی اشاعت پر مستحق مبارکباد ہیں

"ناولستان" نئی دہلی ۲۵ کی دوسری پیش کش

اُردو ادب میں اپنے قسم کا پہلا ناول

# کالا شہر گورے لوگ		احسان الحق

" کالا شہر گورے لوگ " ایک بین الاقوامی ناول ہے جس کا میدانِ عمل ملکی سرحدوں مذہبی دیواروں اور رنگ ونسل کی تفریق سے بھی آگے نکل گیا ہے۔ یہ آج کا ناول ہے۔ مستقبل کا ناول ہے۔ گزشتہ کل سے اس کا کوئی واسطہ نہیں ● ایک عجیب وغریب چونکا دینے والا ناول ● اس کا ہندوستانی ہیرو گوتم بدھ کے فلسفے کا سہارا لے کر اپنی محبوبہ کے ہونٹوں تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہے ● اس کی یورپین حاملہ ہیروئن گرجا گھروں میں جاکر صرف ایک ہی دعا مانگتی ہے " یا خدا تو مجھے کالا بچہ دے " ● اس میں ایک نوجوان " مولانا " شراب کے نشے میں یہی چلاتا رہتا ہے " خدا کی قسم یہ شرافت کا لیبل میرا نہیں، میرے خاندان کا ہے۔ یہ ڈاڑھی میری نہیں، میرے باپ کی ہے" پھر اپنے مذہبی اور جنسی انتشار میں کہتا ہے " اے خدا تیری عبادت کے بل بہت دیر سے ادا ہوتے ہیں " ● اور اس کا سب سے اہم کردار تاسنک آنند ہے جو اتنا خوب صورت ہے جتنا کتابوں میں مذہب ہوتا ہے۔ وہ کہتا ہے " یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جنسی آگ کو نہ ماں باپ روک سکتے ہیں نہ قانون۔ اس کا صرف ایک ہی علاج ہے، صرف ایک..... اور وہ ہے مذہب "

قیمت : پانچ روپے

معیاری ادب نمبر ۲۳

افاداتِ سلیم

مولانا وحید الدین سلیم

تصحیح و ترتیب

(ڈاکٹر) خلیق انجم

سلیم مولوی تھے، شاعر تھے، نقاد تھے، صحافی تھے، مترجم تھے، اور ماہر لسانیات تھے۔ لیکن اب اردو ادب میں وہ صرف "وضع اصطلاحات" کے مصنف کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ مولانا سلیم اُردو کے پہلے ماہر لسانیات ہیں جنھوں نے اُردو زبان کے مسئلے کو صحیح پس منظر میں دیکھنے اور سمجھنے کی کوشش کی۔ " افاداتِ سلیم " آپ کے چیدہ چیدہ مقالات کا مجموعہ ہے جسے اُردو ادب میں ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ عمدہ کتابت آفسٹ کی اعلا طباعت۔

قیمت : طلبہ اڈیشن ۵/۵۰

واقعی مولانا سلیم پانی پتی جیسا کہ ڈاکٹر خلیق انجم نے فرمایا ہماری زبان وادب کے ان ممتاز بزرگوں میں سے ایک نامور فاضل ہیں جن کے نام اور کام سے اردو علم وادب کو عزت کا مقام امتیاز حاصل ہے۔ مولانا سلیم ماہر زبان اور لسانیات کا اونچا اور صحیح مذاق رکھنے والے اہل قلم بزرگ تھے مسلکاً یقیناً وہ اچھے مسلمان تھے مگر "کٹر" نہ تھے اور اس کا ثبوت زبان کے اجزائے ترکیبی اور سرمایۂ الفاظ کی بحث کے علاوہ اس سے بھی ظاہر ہے کہ آپ گزرے زمانے کی اس مسلم سیاسی تحریک کے بھی حق میں تھے جس میں کوشش کی گئی تھی کہ ہندوستانیوں کی مختلف العناصر جماعتوں میں لسانی۔ معاشرتی۔ اور تمدنی یگانگت کو قریب سے قریب تر لایا جائے اور علاحدگی پسندی کو یگانگت اور اپنایت میں بدل دیا جائے۔ اردو زبان کے اس پہلو پر جو خیال مولانا سلیم کا تھا اسے ڈاکٹر انجم صاحب نے خوب سمجھا اور سمجھایا ہے۔ جوانی میں مولانا سلیم کی ذات گرامی اور ان کی آزادانہ حق گوئی کا احساس لکھنؤ کے اخبار مسلم گزٹ کے مدیرانہ مقالوں سے ہوا تھا۔ جو مولانا آزاد کے الہلال کے بعد دونوں ہی موثر اور بھرپور حریت پسندانہ آواز تھی۔ مسلم گزٹ کے غالباً مالک کوئی بزرگ لکھنؤ کے سید میرن صاحب تھے۔ یہ اخبار حادثۂ مسجد کانپور کے خلاف احتجاج کی نذر ہو گیا اور مولانا سلیم مختلف اخباروں میں کام کرتے کرتے دارالترجمہ اور عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد میں پہونچے اور وہاں واضع اصطلاحات اور یونیورسٹی کے نامور استاذ زبان اردو کی حیثیت سے سربلند ہو کر حیدرآباد دکن ہی کی زمین کا پیوند ہو گئے۔

میں نے اپنے ابتدائے شعور میں ایک شخصی کتب خانے میں کم و بیش ساٹھ سال پہلے مولانا سلیم کے رسالہ معارف علیگڈھ کا ایک پرانا پرچہ دیکھا تھا۔ لمبائی میں معارف اعظم گڑھ کے برابر اور چوڑائی میں کسی قدر کم۔ اور کتابت کسی قدر باریک تھی۔ اگر حافظہ غلطی نہیں کرتا تو خیال ہے کہ اس پرچہ میں شدّاد اور اس کی بہشت کا تذکرہ تھا تفصیل مطلق یاد نہیں۔

پیش نظر کتاب افادات سلیم اردو کے مزاج۔ اردو کے اجزائے ترکیبی۔ اس کے بنانے اور بگاڑنے والے الفاظ اور میلانات اور تراکیب و اصطلاحات اور شعری و فنی محاسن و معایب اور ہر قسم کی مثالوں سے مالا مال ہے۔ اور اردو کیسے وجود میں آئی اس میں کونسی بات تھی جو اسے ہندوستانی زبان بنا رہی تھی۔

اور اس کے اوّلین معمار اسے ہندوستانی بنا رہے تھے اور بعد والوں نے اسے ہندوستان میں رہتے ہوئے ایران و توران کی نمائندہ زبان بنانا شروع کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس میں ایسے عناصر داخل کیے جانے لگے۔ جنہوں نے اسے سارے ہندوستانیوں کی زبان کی بجائے محدود و مخصوص حلقوں یا طبقوں بلکہ خاص افراد کی زبان بنانا شروع کر دیا۔ اس بارے میں غلطیاں اچھے اچھوں سے ہوئیں۔ جس کا انہیں دیر میں احساس ہوا۔ مگر ہوا۔ اُردو زبان کی بدقسمتی سے پچھلے دور میں ایک وقت وہ بھی آیا جس میں سرمایۂ زبانِ اُردو میں "کٹوتی" "یا متروکات" کی درانتی بڑی درازدستی سے چلنے لگی۔ اور ہر سربلند یا مقبول خوشگو نے اہلِ نظر کی گرفت سے بچنے کے لیے اپنی ہی ذاتِ عالی کو سند ٹھہرا کر اپنی غلطی کو متروکات یا مقبولات میں داخل کر دیا۔ پھر چھوٹ بھیّوں کو لگام کیسے دیا جاتا۔ حالانکہ اُردو کو "ہندوستانی زبان" ہی نہیں ہندوستان گیر زبان منوانے کے لیے ہندوستانی لفظوں۔ محاوروں اور ہندوستان زا تشبیہوں۔ تلمیحوں سے بھرپور کام لینا چاہیے تھا۔ ہندوستان کے قدیم و جدید سربراہوں، روحانی پیشواؤں۔ مذہبی رسموں عقیدوں۔ پوجا پاٹھ اور پاک کتابوں سے واقف ہونا اور ان کی معنویت کو سمجھنے کی مخلصانہ کوشش کرنا ضروری تھا پیشِ نظر کتاب کی روشنی میں جب اپنے سرمایۂ زبان و ادب پر نظرِ بازگشت ڈالی جاتی ہے۔ تو صاف نظر آتا ہے کہ ہمارے اکثر شاعروں اور ادیبوں نے ملک کے قدیم سرمایۂ ادب و علم و عرفان کی طرف گویا کبھی آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا اور اس گنجِ معانی کو اپنانے کی معمولی کوشش بھی نہیں کی۔

کتاب "افاداتِ سلیم" اپنے پڑھنے والوں کے سامنے اس قدیم خزانے کی کنجی پیش کرے گی اور بتائے گی کیا کیا اور کس کس طرح اپنایا جا سکتا ہے اسے اور اس طرح بحد مناسب زبان خارجیت سے آزاد ہو کر داخلیت کے سرمایہ سے سرمایہ دار ہو گی۔ اس کتاب میں مولانا کے دس مضمون شامل ہیں ایک سے ایک بڑھ کر مثلاً ہندوستان کی عام زبان اصلاح زبان اور اُردو۔ مرزا کی ہجویہ نظمیں عہدِ میرؔ کی زبان۔ میرؔ کی شاعری جس میں میرؔ کے دل کی آواز شعور کے کانوں سے سنوائی اور پہچنوائی گئی۔ دکن میں ایک رباعی گو شاعر جس میں امجد کے کلام کا تعارف اور نمونہ شامل ہے۔ تلمیحات کی تاریخ۔ اردو شاعری کا مطالعہ ابتدا سے سلیم کے وقت تک کے شاعروں کے کلام پر نظرِ غائر ڈالی گئی ہے۔ لکھنؤ

لی مرثیہ گوئی کا غزل پر اثر۔ ہمارے شاعروں کی نفسیات میں مثنویات خصوصاً اُردو مثنویات
پر گفتگو۔ آخری مضمون، حیاتِ جاوید پر ریویو ہے۔

جیسا کہ ڈاکٹر خلیق انجم صاحب کے تعارف سے معلوم ہوتا ہے، یہ کتاب کا دوسرا
ایڈیشن ہے یہ کتاب نہ صرف عام اہلِ ذوق کے مطالعہ کی چیز ہے بلکہ اس درجہ کی کتاب
ہے کہ لازمی طور پر اسے مدرسوں اور کالجوں میں متعارف کیا جائے اور مدرسوں اور کالجوں کے
استاذ خصوصیت کے ساتھ اس کا مطالعہ کریں۔ کیونکہ مجھے ذاتی طور پر احساس ہے
کہ آجکل جو استاذ درس و تدریسِ اُردو میں مشغول ہیں ان میں سے کئی ایسے ہوں گے کہ اگر
ان کے سامنے اس کتاب کے کچھ حصے رکھ دیے جائیں تو غالباً وہ اس کو صحیح طور پر پڑھ
بھی نہ سکیں گے۔

مولانا سلیم مرحوم مولانا حالی سے عقیدت میں مشہور تھے۔ لیکن حیاتِ جاوید کے
ریویو میں آپ دیکھیں گے کہ ایک عقیدت کیش نقاد نے اپنے مخدوم و محترم سے باوجود
عقیدت مندی کے کس خوبصورتی سے اختلاف کرتا ہے اور کس صفائی سے اپنا نقطۂ نظر
پیش کرتا ہے۔

مولانا سلیم کی آزاد منشی اور سیاسی حریت پسندی اور زبانِ اُردو کی حمایت میں
اُردو والوں کی غلط روش پر تنقید کتاب کے بیانات سے ظاہر ہے۔ مذہب میں آپ
کی عقیدت پسندی سرسید مرحوم کی تفسیر میں معیت کھلا ثبوت ہے۔ رسول کریم صلی اللہ
علیہ وسلم سے علمی، ایمانی، جذباتی اور روحانی ربط پر افاداتِ سلیم ص ۲۴۹ کا اندراج گواہ
ہے کہ جب ایک پادری مسٹر احمد شاہ کی کتاب "امہات المومنین" سرسید مرحوم نے آپ کو
دی کہ اسے پڑھ کر خلاصہ بتائیں تو کتاب پڑھ کر کس طرح آپ پر لرزہ طاری ہو گیا
اور بے اختیار چاہا کہ کتاب نذرِ آتش کر دیں اور آپ کی یہ حالت دیکھ کر سرسید مرحوم نے
فرمایا مخالفوں کی بات سن کر بے قابو نہیں ہونا چاہیے۔ بلکہ معقولیت سے اس کا جواب
دینا چاہیے۔

مولانا سلیم کے بعض بیانات میری سمجھ میں نہیں آئے۔ مثلاً ص ۱۲۰ پر یہ بیان کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی "گزرانی" فدک کی آمدنی پر تھی۔ مجھے اعتراف ہے کہ ایسی
کوئی روایت میری نظر سے نہیں گزری اور میں کوئی سند نہیں۔ یا ص ۱۷۱ پر یہ بیان کہ

سری کرشن کی آٹھ رانیاں تھیں۔ مگر ان کی محبوب رانی کا نام رادھا تھا۔ یا ص۳۹ وغ
پر ایک دو جگہ جس "طرزی" کا نام آیا ہے پر وہ کون اور کیا تھا۔ ص۱۳۳ پر افلاطون کی پہلو
کا ذکر۔ بیشک وہ رستم ثانی ہوگا مگر عام اردو والے جن میں راقم حروف بھی شامل ہے
افلاطون کا نام حکمت و دانشوری کے لیے اپنی تحریر و تقریر میں لاتے ہیں پہلوانی کے
لیے نہیں یا ص۱۴۹ پر راجہ بھوج کے مقابلہ میں "گنگا تیلی" ہی ہوگا مگر میری زبان پ
"گنگا تیلی" چڑھا ہوا ہے۔ اگر "گنگا" کتابت کی غلطی نہیں بلکہ "گنگا" ہی درست
ہے تو مجھے اپنی بے علمی تسلیم کرنے میں عار نہیں۔

کتابت و طباعت میں کم و بیش ۴۵ غلطیاں اور ایسی کتاب میں جو صحت ز
کے لیے گویا فرہنگ کا درجہ رکھتی ہے۔ عام کتاب خوانوں اور طالب علموں پر ہی نہیں
آج کل کے استادوں پر بھی ظلم ہے۔ بعض غلطیاں تو معمولی ہیں اور بعض کے لیے ا
اور پھر تلاش کی ضرورت ہے۔ میں نے بمبئی کی ایک علمی مجلس میں باہر کی ایک
یونیورسٹی کے اردو کے ڈاکٹر استاد کا لیکچر سنا وہ بزرگوار دھڑلے سے مُغْلَبہ
مُغْلَبِیہ بولتے چلے جاتے تھے۔ اور حاضرین دم بخود ہو کر سنتے رہے۔

اس کتاب کے ص۱۸۴ پر ولی کے کلام کی خصوصیات لسانی بتائی گئی ہیں۔ مث
وہ بہت سے متحرک الفاظ کو ساکن اور ساکن کو متحرک کر دیتا ہے۔ جیسے "رین اور
کو رَین اور زُلف کو زلف" "افادات سلیم ص۱۸۴ سطر آخر اور ص۱۸۵ کی پہلی
کو کھچڑی رکھا گیا ہے۔ حالانکہ پورے طور پر بتانا چاہیے تھا کہ مذکورہ لفظوں
صحیح تلفظ کیا ہے اور ولی نے اس کے خلاف جو تلفظ بھی اس لفظ کا استعمال کیا
اسے پورے طور پر واضح کیا جاتا۔

ہم سب جانتے ہیں ہمارا نستعلیق خط حسین ترین خط ہے۔ مزید برآں
خط کا حسن اس وقت اور زیادہ کھلتا ہے جب مشاق نستعلیق نویس "میک ا
سے کام لے کر حروف کے نقطوں کو جو حروف کی جان اور پہچان ہوتے ہیں محض
خطاطی دکھلانے کے لیے کہیں سے کہیں پہنچا کر پڑھنے والے سے توقع رکھتا ہے
کے غلط لکھے کو صحیح پڑھے۔ یہ تو ماہر خطاطوں اور ان کی خطاطی کی بات تھی۔ مگر ا
روش نگارش میں دوسری مصیبت اس وقت آتی ہے جب کاتب سے چاہا جاتا۔

زیادہ مضمون کو تھوڑی سے تھوڑی جگہ میں جوں توں کھپا ہی دے۔ اور غریب کاتب فنِ کتابت اور صحتِ کتابت کا خیال کیے بغیر لفظ کا خاکہ یا لفظ کا "پنجر" بناتا اور قلم کو آگے بڑھاتا ہوا جہاں فرصت پاتا ہے نقطوں کو رکھتا یا ٹانکتا چلا جاتا ہے۔ کتاب جب چھپ کے سامنے آتی ہے تو شاگرد و اُستاد یا عام شایقِ کتاب سے توقع رکھی جاتی ہے کہ آنکھوں کے سامنے دھرے ہوئے غلط صحیفہ کو بلا تکلف صحیح پڑھتا اور پڑھاتا اور بتاتا چلا جائے۔

مولانا سلیم کے پیشِ نظر مسودات کو پڑھتے ہوئے شدت سے احساس ہوا کہ اُردو کی کتابت وطباعت میں صحتِ تلفظ کا خیال رکھنا نہایت ضروری ہے۔ تعلیم کے لیے صحتِ زبان کے لیے اشاعتِ علم کے لیے۔ خصوصاً سنسکرت یا موجودہ خالص ہندی اور غیر ملکی زبانوں مثلاً عربی فارسی کے غریب اور انگریزی وغیرہ زبانوں سے نئے یا نادر الفاظ و اسماء کے استعمال کے لیے تلفظ کی صحت کا خیال لازمی ہے۔

فاضل مصحح کے تعارف سے ظاہر ہے کہ یہ کتاب کا دوسرا ایڈیشن ہے۔ نہیں بتایا گیا کہ اوّل بار کس نے اور کب مرتب کرکے شائع کیا تھا۔ ظاہر ہے کہ ڈاکٹر صاحب محترم نے کتاب کی تصحیح اور ترتیب میں ضرور محنت اور دیدہ ریزی سے کام لیا ہوگا۔ مگر کتاب کی مطبوعہ صورت میں دیکھنے سے کہیں نہیں محسوس ہوتا کہ کہاں اور کیا تصحیح کی گئی ہے۔ ضرورت تھی کہ زیرِ بحث الفاظ۔ مرکبات۔ تلمیحات اور سنسکرتی اور ٹھیٹھ ہندی الفاظ کو مُشَکَّل کیا جاتا۔ اگر کیا گیا تھا تو یا اہتمام بکمال احتیاط لکھایا اور چھپایا جاتا۔

علاوہ ازیں میرے خیال میں چند اور ضروری چیزوں کی بھی کمی رہ گئی ہے۔ مثلاً

۱۔ کتاب کو جب تک پہلے ورق سے آخری ورق تک نہ پڑھ لیا جائے۔ یہی پتہ نہیں لگتا کہ اس کے مندرجات کیا کیا اور کہاں کہاں ہیں۔ فہرست مندرجات عام قاریوں کے لیے ہی نہیں خاص خاص باذاق لوگوں کے لیے بھی مفید ہوتی ہے۔ کوئی کسی عنوان کا شائق ہوتا ہے کوئی کسی موضوع کا گرویدہ ہر شخص اپنے مذاق اور اپنی فرصت کے مطابق ہر کتاب سے کسی نہ کسی حد تک مستفید ہو سکتا ہے

۲۔ حیاتِ جاوید پر ریویو کتاب کا آخری مضمون ہے۔ داخلی شہادت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مضمون مولانا سلیم نے اپنے رسالہ "معارف" علیگڑھ میں لکھا تھا۔ مگر پیشِ نظر کتاب میں یہ نہیں بتایا گیا کہ "معارف" کی کونسی اشاعت سے ماخوذ ہے۔

۳۔ اسی طرح یہ بتانا بھی لازمی تھا کہ باقی مضامین کہاں کہاں سے لیے گئے ہیں۔
۴۔ مکتبہ جامعہ کے معیاری ادب کے سلسلے کی کئی کتابیں ہمارے سامنے ہیں۔
بعض کتابوں کے مصنفوں یا مرتبوں نے اپنی مرتبہ کتاب کے آخر میں نوادر و غریب الفاظ کی فرہنگ درج کرکے پڑھنے والوں کی مناسب مدد کی ہے۔ اور یہ کتاب یعنی 'افاداتِ سلیم' جو نادر و غریب الفاظ کی گویا تجوری ہے۔ فرہنگ سے بالکل خالی ہے۔ ضرورت ہے کہ اب محنت سے اس کی فرہنگ مرتب کی جائے اور پوری پوری صحت و احتیاط سے چھپوا کر مطبوعہ نسخوں میں بطورِ ضمیمہ شامل کرکے اعلان کر دیا جائے کہ جو لوگ خرید چکے ہیں۔ وہ پبلشر سے اس کا ضمیمہ حاصل کرکے اپنی ناقص کتاب کو مکمل کریں۔

افاداتِ سلیم مولانا سلیم پانی پتی مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دلی ۲۵
قیمت : طلبہ ایڈیشن ۵/۵۰ لائبریری ایڈیشن ۶/۷۵ روپے

یاسمین خاں

" حاصلِ مطالعہ " سے میں یہ سمجھتی ہوں کہ پڑھنے والا اپنے تاثرات پیش کرے۔ اس لیے مجھے اس عنوان پر لکھنے میں خوشی ہو رہی ہے۔ کیونکہ (میں سمجھتی ہوں کہ) یہ صفحات مجھ جیسے لوگوں کے لیے ہی ہیں۔ ادیب اور نقاد تو کتابوں کے بارے میں لکھتے ہی رہتے ہیں اور ان کے خیالات رسالوں میں چھپتے ہی رہتے ہیں۔ عام پڑھنے والوں کو کہاں موقع ملتا ہے اور ان کی رائے کو کب اس لائق سمجھا جاتا ہے کہ ان کو رسالے میں چھاپا جائے یا ریڈیو سے نشر کیا جائے۔

مجھے کبھی کبھی اس بات پر ہنسی آتی ہے کہ ادیبوں اور شاعروں کے تبصروں کو ریڈیو والے اور مصنف تو اہمیت دیتے ہی ہیں۔ لیکن جب کوئی ناشر ان کو اہمیت دیتا ہے تو یہ بات کچھ ضرورت سے زیادہ مضحکہ خیز ہو جاتی ہے ــــ ہے نا ــــ آپ ذرا سوچ کر اور معلومات حاصل کرکے بتلائیے کہ جتنے لوگوں نے "حاصلِ مطالعہ" کے تحت مضامین لکھے ہیں ان میں سے کتنوں نے خود یہ کتابیں خرید کر پڑھی ہیں۔ جناب مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ انھوں نے مفت حاصل کی ہیں (مفت حاصل کرنا ویسے

وئی بڑی بات نہیں کیونکہ بڑے لوگ، پڑھے لکھے، ادیب اور شاعر اردو کتابیں کہاں
خریدتے ہیں (اس لیے میری بات کا کوئی برا نہ مانے)۔ (روئے سخن کسی کی طرف ہو تو روسیاہ)،
ور جن ناشروں سے حاصل کی ہیں اُن کو خوش کرنے کے لیے یہ تبصرے لکھ دیے تاکہ
مفت کتابیں ملنے کا سلسلہ جاری رہے۔

یہ بتاؤں میں نے کیسے پتا لگایا؟ اس لیے کہ جب آپ کتاب خریدتے ہیں اور
چھی نہیں لگتی تو بڑے زوروں کا غصہ آتا ہے ایسا لگتا ہے کہ مفت میں پیسے ضائع
ہوئے اب کتاب کو کیا کریں۔ اسے تحفہ میں بھی نہیں دے سکتے۔ ایسا تحفہ جو خود کو
اچھا نہ لگے دوسروں کو کیا کہہ کر دیا جائے۔ اگر تعریف کریں اور اسے بھی پسند نہ آئے
تو وہ ہمارے ذوق پر لعنت بھیجے گا۔ کوئی نہیں پسند کرتا کہ لوگ اس کی عقل اور سمجھ کو کم
سمجھیں۔ اب اگر کسی کو تحفہ میں نہ دیں تو پھر ایسی کتاب کو گھر میں رکھیں تو کہاں رکھیں ایسی
کتاب کو رکھنے میں بھی خوشی نہیں ہوتی۔

اور اگر کتاب پسند آگئی تو بھی بہت خوش ہوتا ہے۔ جی چاہتا ہے کہ جی بھر کر
تعریف کریں۔ بہت نہیں کہ بچ بچ کر تعریف کریں پڑھے لکھے کر بزرگی آجاتی ہے نا۔ مفت
کتابیں حاصل کرنے والا نہ بُری کتاب کی صاف بُرائی کر سکتا ہے اور نہ جی کھول کر تعریف۔
کیونکہ لوگ یہ سمجھیں گے کہ یہ آپ کی خوشامد کر رہا ہے۔ آپ ان حضرات کی رایوں کو تبصرے
کے طور پر چھاپا کیجیے کیونکہ ان حضرات کا مطالعہ کیا جو بیچارے محض کتابوں کو اکٹھا کرنے کے لیے
لکھنے پر مجبور ہیں۔ معاف کیجیے گا دراصل میرا مطلب کتاب نما کے ہی لکھنے والوں سے نہیں بلکہ
ایک پورا قبیلہ ہے جو مختلف رسالوں میں یہ کام کرتا رہتا ہے۔ مجھے ان تبصرہ نگاروں
سے کوئی خاص شکایت نہیں مگر میری ناچیز رائے ہے کہ آپ نے جو یہ نیا سلسلہ شروع کیا
ہے اس میں صرف عام پڑھنے والوں کی رائے ہونی چاہیے۔

یہ سچ ہے کہ ہم لوگوں کو لکھنا نہیں آتا۔ جب لکھیں گے تو لیوں کہ نہ تمہید نہ بحث
اور نہ اختتامیہ ——— لیکن بھیا پڑھنا آتا ہے اور وہ بھی مفت نہیں پیسے خرچ کرکے
پڑھتے ہیں۔ بڑا خون جلتا ہے پیسے خرچ کرنے میں آپ نے کتاب کبھی خرید کر پڑھی
ہے ذرا ایک مرتبہ پورے دام دے کر کتاب خریدیے تو پتہ چلے۔ عام طور سے میں
لائبریری سے کتابیں لے کے پڑھنے کی قائل نہیں کیونکہ اکثر جاہل لوگ اس پر

حاشیہ آرائی کر دیتے ہیں میں صاف ستھری کتاب پڑھتی ہوں۔
آپ کہیں گے کہ میں بکواس کر رہی ہوں۔ کتاب کا نام نہیں بتاتی کہ مجھے کون کون سی کتابیں پسند آئیں۔ تو سنیئے بہت سی کتابیں پسند آئیں ہیں کس کس کا نام لکھوں مثلاً اداس نسلیں کا ذکر کروں گی۔ اس کے مصنف کا نام ہے۔ عبداللہ حسین ایک پوری صدی کا معاشرہ آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے۔ اس میں گاؤں کے کاشتکار بھی ہیں۔ غریب محتاج اور خوشحال کاشتکار بھی شہر کے رئیس اور جاگیردار۔ ڈرائنگ روم کے سیاست داں، فلسفی اور فنکار۔ نوجوان لڑکے اور لڑکیاں — جنگ کی ہولناکیاں۔ فسادات، کارخانے کے مزدور غرض زندگی کے مختلف شعبوں میں انسان چلتا پھرتا نظر آتا ہے۔ سیاست کے فریب اور اس کی آمیزشیں — غرض کیا ہے جو اس میں نہیں! ہم مصنف کے ساتھ زندگی کے اس اسٹیج پر ان کو دیکھتے رہتے ہیں۔ خاص طور پر مجھے وہ حصہ بہت پسند ہے جہاں جرمن قیدی ہیرو کو جنگ کے بعد لکڑی کا ہاتھ بنا کر دیتا ہے اور ناول کے اختتام پر یہ ہاتھ جب گاڑی میں رہ جاتا ہے۔ تو ایک بہت بڑے المیہ کا احساس ہوتا ہے۔
یہ کتاب مجھے اس لیے بھی پسند آئی کہ عبداللہ حسین کی کوئی خاص شہرت نہیں ہوئی۔ جیسی کرشن چندر صاحب کی ہے۔ بڑے زوروں میں سالگرہ منائی جا رہی ہے۔ غضب کا لکھنے والا ہے کرشن چندر بھی صاحب!
سنا ہے کہ ایک زمانے میں ام۔ اسلم یوں لکھا کرتے تھے۔ خیر کرشن چندر کی بات نہیں۔ بات ہے عبداللہ حسین کی۔ مجھے تو بڑا سیدھا سا آدمی لگتا ہے۔ آپ کہیں گے کہ کیسے پتہ لگا۔ ابھی کچھ دن پہلے اتفاق سے ایک کتاب نے کرائی۔ "ادب کا مطالعہ"، اس میں لکھا تھا کہ ہر بڑی تصنیف اپنے مصنف کے دل اور دماغ کی پیداوار ہوتی ہے اور وہ اپنی ذات کو کتاب میں چھپا دیتا ہے" مجھے یہ بات بہت اچھی لگی ویسے تو پوری کتاب ہی بہت اچھی لگی۔ تنقید کی کتاب اور اتنی مزیدار — عام طور پر جب کوئی تنقید کی کتاب پڑھتی ہوں تو مجھے ایسا لگتا ہے جیسے کہ مصنف یا تو کسی دوسری زبان سے ترجمہ کر رہا ہے یا پھر وہ بڑے بھاری بھاری خیالات پیش کر کے ارسطو اور افلاطون بننے کی

کوشش کر رہا ہے۔ رعب ڈالتا ہے مجھے رعب ڈالنا بالکل پسند نہیں۔ ارے
اپنی بات کہو۔ رعب کیا ڈالتے ہو۔
فلسفہ اور "گاڑھے" قسم کے علوم پڑھنے ہوں گے تو ہم براہ راست
انھیں کو پڑھیں گے۔ تمھارے واسطے سے کیوں رسائی حاصل کریں تو بھائی
مجھے ادب کا مطالعہ (اطہر پرویز) میں بڑا مزا آیا۔ اور کتاب کو میں نے دو روز کے
اندر پڑھ ڈالا۔ اور مجھے پہلی بار یہ معلوم ہوا کہ ادیب کسے کہتے ہیں۔ پھر میری بہت
سی سہیلیوں نے پڑھا اور ان کو بھی بہت پسند آئی۔
پروفیسر رشید احمد صدیقی صاحب نے اس کے بارے میں لکھا ہے کہ
"لکھنے کا انداز ایسا ہے کہ پڑھنے والا بچہ ہے تو خوش ہوتا ہے، نوجوان ہے تو
ذمہ داری محسوس کرتا ہے اور معمر ہے تو دعا دیتا ہے" مگر میں تو خوش ہوئی۔ پڑھ کر
ذمہ داری کا احساس بھی ہوا اور زبان سے بے ساختہ نکلا۔
اللہ کرے زور قلم اور زیادہ
میرے پاس جو کتاب ہے وہ پانچواں اڈیشن ہے۔ جو اس بات کا ثبوت
ہے کہ میرے علاوہ اور لوگوں نے بھی اس کو خرید کر پڑھا ہے۔ ہاں تو میں بات
تو داس نسلیں کی کر رہی تھی اور جوش میں آکر "ادب کا مطالعہ" کا ذکر کرنے لگی۔ جس
طرح عبداللہ حسین کوئی پرانے ناول نگار نہیں۔ اسی طرح اطہر پرویز بھی کوئی باقاعدہ نقاد نہیں
ہیں (اگر ہوں تو معاف کیجیے گا مجھے ان کی تنقید کی کوئی اور کتاب نہیں ملی) لیکن
ان دونوں حضرات نے اپنا حق ادا کیا ہے اور اپنے پڑھنے والوں کا ایک ایک پیسہ
وصول کروا دیا ہے۔ مگر ہمارے اچھے لکھنے والوں کے ساتھ اکثر ایسا ہوتا ہے
کہ ایک کتاب لکھ کر رہ جاتے ہیں۔
داستان کے بارے میں اطہر پرویز صاحب کے جو خیالات ہیں وہ مجھے بہت
پسند آئے۔ اس کتاب کی ایک خوبی یہ ہے کہ عبداللہ حسین کے ناول کی طرح انھوں
نے اپنے رایوں کو بہت سوچ سمجھ کر پیش کیا ہے اور دوسروں کے خیالات کے بجائے اپنے
خیالات کو پیش کیا ہے۔ میں داستانوں کے بارے میں (بغیر پڑھے) بڑی خراب
رائے رکھتی تھی۔ لیکن اب میرے دل میں بہت احترام پیدا ہو گیا ہے۔ داستانو

کا پرویز صاحب "فکشن" پر بہت اچھی نظر رکھتے ہیں ان سے اور توقع کی جائے تو کیسا رہے گا۔

آج کل گرمی میں بڑے زور کی پیاس لگتی ہے تو لوگ یا تو گرم پانی پلا دیتے ہیں یا پھر ٹھنڈا کیا ہوا اور اگر تھوڑا پانی دیا تو پیاس اور بھڑک اٹھتی ہے۔ عبداللہ حسین کے اگلے ناول کا انتظار ہے۔ آپ کہیں گے کہ کرشن چندر کے ناول پڑھو۔ سو بھائی پیاس مارنے کے لیے گرم پانی کب تک پئیں۔

احسان الحق نے اپنے ناول میں بہت سے پانی میں تھوڑی ہی سی برف ڈال دی ہے۔ جہاں جہاں برف کا اثر ہے۔ ناول اچھا لگتا ہے مگر ــــ چھوڑیئے اس کے بارے میں پھر بات کروں گی۔ میں نے سوچا ہے کہ اس کو کچھ دن بعد پھر پڑھوں گی۔ اور پھر لکھوں گی۔

اگر آپ اس کو کتاب نما میں چھاپ دیں گے تو اپنا نام چھپا ہوا دیکھ کر مجھے بھی ویسی ہی خوشی ہو گی جیسی آپ کے تبصرہ نگاروں کو ہوتی ہے۔ اور نہ چھاپیں گے تو افسوس نہ ہو گا کیونکہ، کیا میں ــــ کیا میرا مطالعہ اور کیا اس کا حاصل۔ مگر میرے لیے تو حاصلِ مطالعہ ہی سب کچھ ہے۔ زبان کی غلطی کو معاف کریں مجھے لکھنا کہاں آتا ہے۔ پڑھنا ہی آ گیا۔ یہ ہی کیا کم ہے۔

اداس نسلیں عبداللہ حسین ادب کا مطالعہ اطہر پرویز۔
کالا شہر گورے لوگ احسان الحق

اطہر پرویز

لندن محض ایک شہر ہی نہیں بلکہ ایک تہذیب بھی ہے اور یہ تہذیب نہ صرف انگریزوں کی توجہ کا مرکز رہی ہے بلکہ دنیا کی دوسری قومیں بھی لندن کو دلچسپی سے دیکھتی رہی ہیں۔ اس لیے ایک ایسا ناول جو لندن کی زندگی پر مشتمل ہو، ہمارے لیئے اپنے دامن میں بہت کچھ رکھتا ہے۔

[illegible]

لندن کی ایک رات" اور وہ ناولٹ غیر معمولی شوق کے ساتھ پڑھا گیا، اور یہ بات
حتیاط کے باوجود کہی جا سکتی ہے کہ یہ کتاب ہی اردو ادب میں ان کا نام زندہ رکھے
، تاہم اس کتاب سے وہ توقع نہیں پوری ہوئی جو اس سے وابستہ کی جاتی تھی بہرحال
ایک ہی رات تو ہے۔ "لندن کی ایک رات" پڑھنے والوں کے اشتیاق کو اور
بڑھاتی ہے۔ "کالا شہر گورے لوگ" لندن کی زندگی پر ایک طنز ہے اور مغربی
تہذیب کے کھوکھلے پن پر ایک وار ہے۔

لندن جہاں دنیا کے نوجوان اپنی شخصیت کے جوہروں کو نمایاں کرنے جاتے
ہیں ایک ایسی کانِ نمک ثابت ہوتا ہے کہ جو وہاں جاتا ہے نمک ہو جاتا ہے۔ ایک
تضاد کا مجموعہ ہے اور انگریزی شخصیت کا مظہر ــــ کہا جاتا ہے اور اس ناول میں
بھی کہا گیا ہے کہ انگریز فطرتاً خاموش پسند اور کم آمیز ہے۔ یہ اور بات ہے کہ ۔
"ہمارے ہیرو خالد پر اس کے انگریز پڑوسیوں کو یہ اعتراض ہے کہ "وہ پتلون کی
جگہ پاجامہ پہن کر کمرے سے باہر نکلتا ہے اور گاؤن پہننے کی زحمت گوارا نہیں کرتا اور ہمیشہ
زور زور سے باتیں کرتا ہے" یا پھر انگریز لڑکیاں پہلی ہی ملاقات میں اپنا جسم، دل
اور دماغ دوسرے کے حوالے کرنے سے نہیں چوکتیں۔ وہ عورت چاہے مارگریٹ ہو
یا جین ہو یا باربرا۔ باربرا نے صحیح کہا ہے کہ "یہ سلام عام طور پر گڈ مارننگ سے شروع
ہو کر گڈ نائٹ تک پہنچ جاتے ہیں۔"

لندن کی زندگی سے اگر "سیکس" کو نکال دیا جائے تو کیا رہ جائے؟۔
ایک مشینی زندگی، بیر کے گلاس اور موسم کی بات چیت۔

ناول کو اگر اور قریب سے دیکھا جائے تو اس میں آپ کو چند کردار نظر آئیں گے۔
آنند، بیری، مارگریٹ، بوڑھا جان، جین، خالد اور باربرا وغیرہ وغیرہ، جو ناول میں
جابجا نظر آتے ہیں، لیکن اس کو پڑھنے کے بعد یہ خیال آتا ہے کہ احسان الحق نے
یہ ناول قلم برداشتہ لکھا ہے، حالانکہ اس کو منظرِ عام پر آنے میں سات برس کا عرصہ
لگا ہے۔ لیکن اس مدت کا ناول سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس میں ہر کردار تشنہ
ہے کسی کے ساتھ انصاف نہیں کیا گیا۔ ہیلن اور اس کے دوست کرشن، اس ناول
میں خود سامنے نہیں آتے، ان کی محبت کی داستان ہم بوڑھے جان سے سنتے ہیں۔

یہہ چھوٹا سا قصہ اس ناول کی جان ہے۔

ادارے کی طرف سے جو نوٹ ماضی ،حال اور مستقبل کی صورت میں لکھا گیا ہے اس میں ہم جب یہ پڑھتے ہیں کہ "اس کا سب سے بڑا ہیرو آنند، اتنا خوبصورت ہے، جتنا کتابوں میں غدہب ہوتا ہے ،، تو ہمیں اس کتاب سے دلچسپی پیدا ہوتی ہے' لیکن احسان الحق ہمیں مایوس کرتے ہیں۔ اور ہم تو آنند کی محض چند جھلکیاں نظر آتی ہیں۔ یقیناً یہ کردار بڑی صلاحیت رکھتا تھا لیکن مصنف کی عدم توجہی کی نذر ہو گیا۔

اسی طرح ہمیں ایک اور کردار نظر آتا ہے۔ یہ نوجوان مولانا کا ہے جو نٹ میں چلاتا ہے۔ ،، خدا کی قسم یہ داڑھی میری نہیں ہے۔ میرے باپ کی ہے۔ خدا کی قسم یہ شرافت کا لیبل میرا نہیں ہے میرے باپ کا ہے۔ میں شریف آدمی بالکل نہیں ہوں۔ یہ لیبل میرے اوپر زبردستی لگایا گیا ہے۔ میں نے آج تک کسی عورت کو نیک نیتی سے نہیں دیکھا ہے۔ میں نے ذہنی طور پر اپنے دوستوں کی بیویوں سے، ان کی لڑ سے ان کی بہنوں سے کورٹ شپ کی ہے۔ ان کے شوہروں کو پھونک سے اڑا کر ان کی بیوی کو لے بھاگا ہوں۔ لیکن میں اپنے منصوبوں کو کبھی عملی جامہ نہیں پہنا سکا اور اسی لیے لوگ مجھے شریف کہتے ہیں۔ لعنت ہے ایسے شریفوں پر — جنھیں گناہ کرنے کا موقع نہیں ملا اور اب شرافت کا لیبل اس بری طرح چپک گیا ہے کہ اس کو الگ کرنا ممکن نہیں ہے۔ لوگوں کو شراب پینے کی عادت ہوتی ہے۔ مجھے خشوع خضوع سے عبادت کرنے کی لت ہے۔ یہ عادت بھی میری اپنی نہیں ہے۔ ڈالی گئی ہے۔ تھوپی گئی ہے۔ اور اب میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ خدا عبادت کے بل بہت دیر میں ادا ہوتے ہیں۔ میں ایسا سودا کرنے کے لیے ہرگز تیار نہیں ہوں ؟؟

میں نے یہہ طویل اقتباس اس لیے دیا کہ اس سے کردار کے امکانات کا پتہ چلتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ یہ کردار کتنا جاندار ہے۔ لیکن یہہ دوبارہ پھر نظر نہیں آتا نذیر احمد نے جو سلوک ظاہر دار بیگ کے ساتھ کیا وہی احسان الحق نے اس نوجو مولانا کے ساتھ کیا۔ نذیر احمد نے جو ایک بار ہی ظاہر دار بیگ کو دکھایا اور کے بعد جو گیا تو پھر واپس نہیں آیا۔ اور احسان الحق کے یہاں تو یہہ محض دو

...ں میں سمٹ کر رہ گیا ہے۔

احسان الحق بڑے ذہین انسان ہیں۔ ان کی ذہانت کا پتہ ناول کے اندر جا ملتا ہے۔ ان کے جملوں میں تیکھا پن ہے۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ ادب ...ان الحق کا کبھی کبھار کا مشغلہ ہے۔ سرور صاحب نے پطرس کے بارے میں ...تے ہوئے کچھ اس طرح کی بات کہی تھی (مجھے ان کا جملہ پورے طور پر تو یاد نہیں) ...ب پطرس کا کبھی کبھار کا مشغلہ تھا اور ادبی شہرتیں کبھی کبھار کے مشغلوں ...ہیں دی جاتیں"

میں امید کرتا ہوں کہ احسان الحق ادب کے لیے وقت نکالیں گے اور ...غیر معمولی صلاحیتوں کو ادب کی طرف مائل کریں گے۔ یہ ناول ان کے شاندار ...قبل کی غمازی کرتا ہے۔ اور کمزوریوں کے باوجود بڑے شوق سے پڑھا جانا ...ہیے۔

...ے شہر گورے لوگ احسان الحق ناشر: ناولستان، نئی دہلی ۲۵ قیمت ۵/-

---

باقر مہدی کا نیا شعری مجموعہ

"ٹوٹے شیشے کی آخری نظمیں"

★ سرورق مشہور ہندوستانی مصوّر اکبر پدمسی

★ ۸ تجریدی نقوش ــــ مشہور جدید شاعر اور مصوّر عادل منصوری

★ مجموعے کا بیشتر حصہ غیر مطبوعہ نظموں اور غزلوں پر مشتمل ہے۔

نہایت خوبصورت کتابت وطباعت۔ (ستمبر ۱۹۷۲ء میں شائع ہو جائیگا)

قیمت: دس روپے

...ملنے کے پتے: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ نئی دہلی ۲۵ دہلی ۶ - بمبئی ۳ اور علی گڑھ ۲

امریکہ کے کالے مسلمان

ایک ضروری تشریح

امریکہ کے کالے مسلمانوں کے موجودہ رہنما "الیجا محمد" کے بارے میں ا:
کتاب "امریکہ کے کالے مسلمان" میں میں نے یہ لکھا ہے کہ ہندوستان و پاکستان کے ا
و رسائل میں جو انھیں عالیجاہ محمد لکھا جاتا ہے وہ درست نہیں ہے: اس کی وجہ بھی اشا
میں نے بتا دی ہے، لیکن گزشتہ ماہ کے کتاب نما میں مولانا مہر محمد خاں صاحب شہابؔ مالیرکوٹلا
تبصرہ پڑھنے کے بعد اس وضاحتی نوٹ کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔ مجھے اس سے سر
نہیں کہ امریکہ کے کالے مسلمانوں کے لیڈر کو "احتراماً" عالیجاہ کہا جائے یا نہ کہ
لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ صوتی اعتبار سے قریب تر ہونے کے باوجود "Elija
کو "عالیجاہ" نہیں پڑھا جا سکتا۔ عالیجاہ ایک اعزازی طرزِ تخاطب ہے۔
نہیں ہے، اور الیجا ایک نام ہے جسے ہم اردو زبان میں الیاس.
ہیں۔ بہت سارے عبرانی نام ایسے ہیں جو اردو زبان اور انگریزی
میں مشترک ہیں۔ لیکن ان کا تلفظ الگ الگ ہے۔ مثلاً یوسف اور جو
یا یعقوب اور جیکب: موسیٰ اور موسز ــــ بالکل یہی صورت
اور الیجا کی ہے۔

میں نے اپنی کتاب میں انھیں الیاس محمد لکھنے کے بجائے اس وجہ
الیجا محمد لکھا ہے کہ اگر میں نام کا ترجمہ کر دیتا تو لوگ یہ سمجھتے کہ امریکہ میں بھی انھ
محمد کہا جاتا ہے۔ اس غلط فہمی سے بچنے کی خاطر میں نے ہر جگہ الیجا محم
ویسے شروع میں اس کی وضاحت کر دی ہے کہ الیجا کا مطلب الیاس
میرے خیال میں اگر کوئی شخص انھیں عالیجاہ لکھنا چاہے تو پھر اسے "اَن
الیجا محمد" لکھنا چاہیے۔

مشیر الحق

انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز

نئی مطبوعات

دنیا اسلام سے پہلے ۔ اسلام کے بعد (مولانا) عبدالسلام قدوائی ندوی، غیر مجلد ۲/ مجلد ۳/

کتاب		مصنف	قیمت
دوسرے کنارے تک	(ناول)	عزیز قیسی	۳/۵۰
پایہ جولاں	(ناول)	صغرا مہدی	۶/۰
آتش گل	(نیا ایڈیشن)	جگر مرادآبادی	۶/۰
گنج ہائے گراں مایہ	(" ")	رشید احمد صدیقی	۶/-
واردات	(" ")	پریم چند	۴/-
کھیتی	(" ")	پروفیسر محمد مجیب	۱/۲۵
خانہ جنگی	(" ")	" "	۱/۵۰
خلفائے اربعہ	(" ")	مولانا عبدالحی	۲/۲۵
ہمارے رسول	(" ")	" "	۱/۷۵
تاریخ فلسفہ اسلام	(ترقی اردو بورڈ)	ترجمہ ۔ ڈاکٹر سید عابد حسین	۷/۵۰
تاریخ تمدن ہند	(" " ")	پروفیسر محمد مجیب	۱۲/۵۰
ہمارا قدیم سماج	(" " ")	سید سخی حسن نقوی	۱۰/۰
بنگر واڑی	(ناول)	ترجمہ عرش ملسیانی	۵/۲۵
مطالعہ		رضیہ سلطانہ	۱۵/-
پردۂ غفلت	(نیا ایڈیشن)	ڈاکٹر سید عابد حسین	۱/۷۵
زبان کے ہنگامے	(")	شاہد علی صاحب	۸/-
اندھیرے	(")	رضیہ بٹ	۸/-
کھلی آنکھ کا سپنا	(")	شاہد پرویز	۶/-
ہندوستانی مسلمان ایک نظر میں		مولانا ابوالحسن علی ندوی	۳/۵۰
ڈاکٹر سید محمود	(سوانح)	سید صباح الدین عبدالرحمٰن	۳/-
حضرت ابوالحسن علی ہجویری		" "	۱/-
حضرت خواجہ معین الدین چشتی	(سوانح)	" "	۱/-
فریب تمدن	(مغربی تمدن کا تفصیلی جائزہ)	اکرام احمد ایم ۔ اے	۱۵/-
مولانا عبدالکلام آزاد	(الہلال کے آئینے میں)	ملک زادہ منظور احمد	۴/-
		محمد عرفان ایم ۔ اے	۶/-
طرز غالب			۴/-
شہر سے دور	(ڈراما)	اختر بستوی	۱۲/-
[illegible]	[illegible]	واجد تبسم	

ماہنامہ "کتاب نما" کا پہلا ضخیم نمبر

نئی نظم کا سفر
۱۹۳۶ء کے بعد

مرتبہ

(ڈاکٹر) خلیل الرحمن اعظمی

اردو نظم کے فنی ارتقا کا اگر دیدہ ریزی کے ساتھ مطالعہ کیا جائے تو ہم اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ نظم نگاری کی روایت اگرچہ ہمارے یہاں بہت پرانی ہے لیکن فنی اعتبار سے ۱۹۳۶ء کے بعد کا دور ہماری ادبی تاریخ میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اس انتخاب میں مرتب کے پیش نظر جو بات رہی ہے وہ یہ کہ ۱۹۳۶ء کے بعد کے شعرا کا مطالعہ اس زاویے سے کیا جائے کہ اقبال اور جوش کے عہد تک کی نظم جس منزل پر پہنچ گئی تھی اس کے بعد انحراف و انقطاع کی جو صورتیں کسی نہ کسی نہج سے ابھری ہیں وہ پورے طور پر گرفت میں آ سکیں۔ یہ انتخاب آپ کو نئی نظم کے خدوخال کو پہچاننے میں مدد دے گا۔ اس انتخاب میں لگ بھگ اسّی نئے شاعروں کا کلام ہے۔

صفحات لگ بھگ ۴۰۰

(زیرِ طبع)

نوٹ: خریدارانِ کتاب نما کو یہ ضخیم نمبر خصوصی رعایت کے ساتھ دیا جائے گا

ماہنامہ "کتاب نما"، جامعہ نگر، نئی دلّی ۲۵

جائزے

(تبصرے کے لیے ہر کتاب کی دو جلدیں آنا ضروری ہیں)

انتخابِ ناسخ

تصحیح و ترتیب : رشید حسن خاں
صفحات ۳۲۰ ، سائز $\frac{20\times30}{16}$
قیمت : طلبہ اڈیشن ۶/۵۰
لائبریری اڈیشن ۶/۵۰
ناشر : مکتبہ جامعہ لمیٹڈ جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵

انتخابات اکثر شائع ہوتے رہتے ہیں، اساتذہ اور قابلِ لحاظ شاعروں میں سے شاید ہی کوئی بچا ہو جس کے کلام کا انتخاب موجود نہ ہو۔ مقدمے، دیباچے یا تعارف میں شاعر کی سیرت و سوانح کے متعلق ضروری باتیں، اس کی شاعری اور شخصیت پر روشنی، اس کی سخن ورانہ حیثیت کا تعین، خوبیوں اور خامیوں کی نشان دہی۔ غرض ہر انتخاب کرنے والا اپنی فہم و نظر کے مطابق کوشش یہی کرتا ہے کہ پڑھنے والے اور کہنے والے کے درمیان اجنبیت اور ناواقفیت باقی نہ رہے۔

'انتخابِ ناسخ' میں ان باتوں کے علاوہ اور بھی بہت کچھ ہے۔ ۳۲۰ صفحے کی کتاب میں ۱۳۲ صفحے کا تعارف۔ یہ لفظ غالباً از راہِ انکسار کے طور پر لکھا گیا ہے ورنہ یہ ایک بسیط مقدمہ ہے بلکہ ناسخ اور کلامِ ناسخ پر ایک بلند پایہ تحقیقی اور پر مغز مقالہ۔

پیشِ نظر انتخاب کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں ناسخ کی شاعری اور اصلاحِ زبان سے متعلق و مبہم باتوں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ سب سے پہلے ناسخ کی شاعری کا پس منظر بیان کیا گیا ہے، پھر ان کی شاعری اور صنعت گری کا ایک مفصل اور مبسوط جائزہ ہے تیسرے اور چوتھے حصّے میں زبانِ لکھنؤ کا اصل مفہوم اور اس ضمن میں ناسخ سے منسوب کارگزاریوں کی حقیقت بیان کی گئی ہے، پانچویں حصّے میں سوانح اور تصانیف کا ذکر ہے چھٹے اور ساتویں باب میں رشک کی اصلاحیں اور ترمیمیں سامنے لائی گئی ہیں۔ ساتویں

اور آخری فصل میں مختصر طور پر انتخاب کے بارے میں کچھ کہا گیا ہے۔"
ناسخ کو اب تک جس رنگ اور جس نوعیت کے ساتھ پیش کیا جاتا رہا ہے۔
اس میں سنی سنائی یا تقلیدی باتوں کا زیادہ دخل ہے۔ کسی نے چھان بین اور غور و فکر
سے کام نہیں لیا۔ ان کا جو مرتبہ ہے وہ اپنی جگہ مسلّم۔ لیکن اس رتبے کو ثابت کرنے کے لیے
جو دلیلیں پیش کی جاتی ہیں وہ درست نہیں۔ صحیح معنوں میں ناسخ کا جو کارنامہ ہے وہ یہ کہ انھوں
نے اردو شاعری میں ایک "نیا اسلوب" تلاش کیا اور اس میں کچھ ایسا تنوع، ایسی جدت
اور اس انداز کی استادی تھی کہ اس کو بہت جلد قبولیت بھی حاصل ہو گئی۔ باقی یہ روایت
کہ انھوں نے لکھنؤ کی زبان کو تراش خراش کر کے اُسے ایک نیا رنگ روپ دیا ہے۔ یہ
ایک مفروضہ ہے۔ اور عام غلط فہمی۔ تراش خراش اور متروکات کی فہرست مرتب
کرنے کا کام دراصل ان کے ایک مشہور شاگرد میر علی اوسط رشک نے کیا تھا۔ شاگرد کی
اپج اور کاوش خواہ مخواہ استاد کے سر منڈھ دی گئی۔ اس اجمال کی تفصیل، انھیں مفروضہ
کی تردید، اور غلط فہمیوں کے ازالے کی خاطر مقالہ سپردِ قلم کیا گیا ہے۔
فاضل محقق نے اپنے مقصد اور موضوع کو اتنے مناسب عنوانات اور فصلوں یا ا
میں تقسیم کیا ہے کہ ایک ایک بات کی صراحت ہوتی گئی ہے۔ عبارت کی خوب صورتی، ل
لہجے کی شائستگی، دلائل میں وزن اور مثالوں کی برجستگی ان سب کا اتنا معقول امتزاج ہے
اسے پڑھ کر لطف آتا ہے۔ شاعر کو صحیح معنوں میں سمجھنے میں مدد ملتی ہے اور ان کے جو
یا کمالاتِ سخن پورے طور پر منکشف ہو جاتے ہیں۔
ناسخ کی خوبیوں اور خامیوں سے واقف ہونے کے لیے مواد کی کمی نہیں ہے
مگر جس رُخ اور جس نظریے سے رشید حسن خاں صاحب نے ان کو دیکھا ہے اس طر
اب سے پہلے ان کو دیکھنے اور سمجھنے کی کوشش نہیں کی گئی تھی یا اگر کسی نے اس طرح
بھی ہو گا تو ان کو اتنی وضاحت کے ساتھ قلم بند کر کے ہمارے آپ تک پہنچانے کی ضر
نہیں سمجھی۔
گزشتہ لکھنؤ کے اس باہنر اور صاحب کمال شاعر پر دا جب تنقید کے
ساتھ اس کے محاسن اور کمالات کا اعتراف بھی پوری واقف کاری
فراخ دلی سے کیا گیا ہے۔ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ناسخ اور ان کی شاعری ایک ذ

صرف حیثیت اختیار کر چکی ہے ان کو یہ انتخاب اور خاص طور سے اس سے پہلے

تعارف" ضرور پڑھ لینا چاہیے۔" ان (ناسخ) کا قلم واقعۃً تیشہ تھا اور انھوں

معنوں میں کوہ کنی کی ہے ....."

"آج ناسخ کے کلام کی حیثیت تاریخی بھی ہے۔ ان کے کلام کو پیش نظر رکھے بغیر
ہد کے شعری محرکات پر گفتگو نہیں کی جا سکتی۔ اور بات صرف اس زمانے کے نہیں
کلام ناسخ نے ایک مدت تک فضا کو متاثر رکھا ہے۔ اس کے اثرات کم و بیش
ہیں تک غزل پر اپنے نشانات ثبت کرتے رہے ہیں۔ ایسا شاعر جس کے کلام نے
طویل مدت تک اس قدر توانائی کے ساتھ اپنے اثرات کو زندہ رکھا ہو، اس کی
یت سے کون انکار کر سکتا ہے اور کیسے انکار کر سکتا ہے ....."

"ناسخ کا کلیات زبان کے لحاظ سے نہیں ایک خاص اسلوب کے لحاظ سے
ض مسیحا کی حیثیت رکھتا ہے، اور یہ واقعہ ہے کہ اس اسلوب نے ایک مدت تک
ومت، بلکہ خدائی کی ہے"

ان اقتباسات کے پڑھنے کے بعد پھر شیخ امام بخش ناسخ کی عظمت اور
صوصیت میں کسی شبہے یا تذبذب کی گنجائش باقی نہیں رہتی ہے۔
اقتباسات میں جو باتیں کہی گئی ہیں اور جن، خاص نکتوں کی طرف اشارے کیے گئے
ہیں ان کی تائید اور تصدیق انتخاب کی بیشتر غزلوں اور غزلوں کے اکثر شعروں سے
ہو جاتی ہے۔

رشید نعمانی

آبِ حیات

مصنف: مولانا محمد حسین آزاد

تلخیص و مقدمہ: پروفیسر احتشام حسین

سائز: ۲۰ × ۳۰ / ۱۶ صفحات ۱۶۰

ناشر: نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا، نئی دہلی ۱۶

قیمت: ۶/۷۵

حکومتِ ہند کی اسکیم کے تحت نیشنل بک ٹرسٹ نے ہندوستانی کتابوں کا

سلسلہ شروع کیا ہے اس کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے بالکرشن کیسکر نے پیش لفظ میں فرمایا ہے :

"ملک کے جذباتی و تہذیبی اتحاد و یک جہتی کے لیے یہ اشد ضروری ہے کہ ہمارے شہری ایک دوسرے کی زبانوں کی بہترین تصنیفات سے آشنا ہوں اور اس طرح ایک دوسرے کے طرزِ زندگی اور ادبی حصول کو قریب سے جانیں"

شمس العلما مولانا محمد حسین آزاد کی "آب حیات" اسی سلسلہ کی کتاب ہے جس کے متعلق ادبی مورخین، محققین اور ناقدین متضاد خیالات کا اظہار کرتے رہے ہیں مگر اس کی اہمیت اور افادیت سے کسی کو انکار نہیں۔

پروفیسر احتشام حسین نے اس کی تلخیص پیش کی ہے اور مختصر و پُر مغز مقدمہ سپردِ قلم کیا ہے "آب حیات" میں تذکرہ نگاری، اردو شاعری کے ارتقا کی داستان، لطائف، ادبی مسائل، لسانیاتی اصول، تحقیق و تنقید کے نقوش، تاریخ زبان، فارسی، سنسکرت اور برج بھاشا کے اثرات، اشعار کی سندیں وغیرہ تمام چیزیں ایک خزینہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اس پر مقدمہ لکھنا آسان مگر اس کی تلخیص بڑا نازک اور دشوار کام تھا اور اس کام کے لیے پروفیسر احتشام حسین کا نام سندِ اعتبار تھا۔ چنانچہ عملِ "تلخیص کے متعلق مقدمہ میں فرمایا ہے۔

ص ۱۱ – "میں نے "آب حیات" کا خلاصہ کرتے وقت جن باتوں کا خیال رکھا ہے ان کا ذکر کر دینا ضروری ہے تاکہ پڑھنے والے کسی قسم کی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوں۔

۱ - تمام ایسے ضروری حصے اس خلاصے میں لے لیے گئے ہیں جن سے تاریخی ترتیب اور معلومات میں زیادہ فرق نہیں آتا۔ تحقیقی حصے کم کیے گئے ہیں اور دلچسپ بیانیہ حصے باقی رکھے گئے ہیں۔

۲ - اشعار کے نمونے کم کر دیے گئے ہیں

۳ - ہجری سنوں کو زیادہ تر عیسوی سنوں میں تبدیل کر دیا گیا ہے کہ نئے پڑھنے والوں کو زمانے کا اندازہ ہو سکے۔

۴۔ جہاں تک ہو سکا ہے فارسی کے جملے، شعر اور عبارتیں نکال دی ہیں۔

۵۔ کہیں کہیں فٹ نوٹ میں کسی ضروری بات کی وضاحت کر دی گئی ہے کہ غلط نتیجہ نہ نکالا جائے۔

ان اشارات سے ظاہر ہے کہ یہ تلخیص محض کفایت وقت کا فیض نہیں ہو پاتی بلکہ جوہر آب حیات ہے اس کے مطالعہ سے قاری کے ذہن کو تاریخ زبان، تنقید شعری اور تذکرہ نگاری کے بعض دھندلکوں سے صاف ہونے کا موقع ملے گا۔ سن عیسوی اور فٹ نوٹ کی وضاحت سے سہولت کے علاوہ قاری کو مطالعہ کی مسرت اور نئے افکار کی روشنی ملے گی۔ اس سے 'آب حیات' کی قدر و قیمت میں بھی اضافہ ہوگا۔ ابتدا میں محمد حسین آزاد کی زندگی کا مختصر خاکہ ہے جس میں دو باتیں اہم ہیں۔

۱۔ مصنف آب حیات کے والد مولانا محمد باقر کا اردو اخبار انگریزی کمپنی کی ریشہ دوانیوں کا ناقد بھی تھا۔ جب ۱۸۰۲ء میں آزادی کی پہلی جنگ شروع ہوئی تو اس اخبار نے کھل کر باغیوں اور ہندوستان کے آزادی کے سورماؤں کا ساتھ دیا نتیجہ یہ ہوا کہ مولانا محمد باقر پر ایک انگریز کے قتل کرنے کا الزام لگا کر فوجی عدالت سے موت کا حکم سنا دیا گیا اور بہت سے دیش بھگتوں کے ساتھ انھیں بھی گولی مار دی گئی۔

۲۔ جب غدر میں گھر کا مال اسباب چھوڑ کر اور باپ کو گولی لگتے دیکھ کر دہلی سے نکلنا پڑا تو انھوں نے استاد ذوق کا وہ کلام جو بکھری ہوئی شکل میں ان کے پاس تھا اپنے ساتھ لے لیا اور اسے سینے سے لگائے پھرے اور جب 'آب حیات' لکھنے بیٹھے تو انھیں ایسا خراج عقیدت پیش کیا گویا اردو زبان نے ذوق سے بڑا کوئی شاعر، کوئی عالم زبان اور کوئی انسان پیدا ہی نہیں کیا۔

۱۸۹۰ء کے قریب اپنی جوان اور قابل لڑکی کے مرجانے اور کتب خانے میں آگ لگ جانے کی وجہ سے دماغی توازن کھو بیٹھے اور آہستہ آہستہ بالکل مجنوں ہو گئے اس جنون کے عالم میں بھی وہ بہت کچھ لکھتے رہے۔ جس کا تعلق زیادہ تر فلسفہ اور مذہب سے ہے۔ بیس سال ایسی ہی دکھ بھری زندگی گزار کر انھوں نے ۱۹۱۰ء میں انتقال کیا اور لاہور میں ہی دفن ہوئے۔

چوں کہ نیشنل بک ٹرسٹ کے ساتھ اب مکتبہ جامعہ تقسیم کار کی حیثیت رکھتا ہے اس لیے آپ حیات کی اشاعت آفسٹ پر لبرٹی پریس مکتبہ جامعہ میں نہایت عمدگی سے ہوئی ہے۔ ان صوری اور معنوی خوبیوں کو دیکھتے ہوئے کتاب کا مطالعہ ناگزیر ہے۔ جو افراد کتاب کا مطالعہ کر چکے ہیں اور جو، اب تک محروم رہے ہیں ان سب کو یہ کتاب ضرور حاصل کرنا چاہیئے۔

ڈاکٹر سیفی پریمی

اُردو مرثیہ کا ارتقا

مصنف: ڈاکٹر مسیح الزماں
ناشر: کتاب نگر لکھنؤ
سائز: ۱۸×۲۲ / ۸
قیمت: ۱۴/- چودہ روپے

مرثیہ اُردو شاعری کی ایک اہم صنفِ سخن ہے جس نے اسے عشق و محبت سے نکال کر وسیع کیا۔ منظم اور مربوط طور پر ایک بڑے تاریخی واقعہ کو موضوعِ سخن بنایا۔ اس میں کرداروں کی آویزش اور پس منظر کی دلاویزی سے ایسے رنگ بھرے کہ انسانی زندگی کی سچی زندگی کا ایک لازوال مرقع تیار ہوگیا۔ جس کی بنا پر اُردو شاعری کے مختلف ادوار میں اپنے طور پر ترقی کی منزلیں طے کی ہیں۔ یہاں تک کہ انیسویں صدی کے وسط تک پہنچتے پہنچتے یہ اپنی معراج کو پہنچ گئی۔ اردو کے بیشتر طالبعلموں کو اس کے عروج کی شکل میں انیس و دبیر کے نام تو معلوم ہیں لیکن زیادہ تر اس امر سے ناواقف ہیں کہ یہ صنف چار سو سال پرانی ہے اور اردو شاعری کی ابتدا سے اس کے نمونے ملتے ہیں۔ یہ ہمارے تنقیدی اور تاریخی ادب کی بدقسمتی ہے کہ انیس و دبیر کے کمالات کا اعتراف کرتے رہنے کے باوجود اب تک اُردو مرثیے کی ابتدائی تاریخ مرتب کرنے یا اس صنف کے بنیادی مسائل، ساخت اور ہیئت کا مطالعہ کرنے کی طرف توجہ نہیں کی گئی تھی۔ مولانا شبلی اور امداد امام اثر نے ضرور اس کی طرف دھیان دیا تھا۔ لیکن وہ بھی انیس و دبیر جیسے استادانِ فن کے گرد گھومتے رہے۔ اس کا یہ فائدہ تو ضرور ہوا کہ مرثیہ کی ادبی اہمیت کو تاریخی

جائزوں میں تسلیم کیا جانے لگا۔ لیکن اس صنف کے باقاعدہ تاریخی یا تنقیدی مطالعہ کی طرف کوئی سنجیدہ قدم نہیں اُٹھایا گیا۔

یہ مسرت کی بات ہے کہ ڈاکٹر مسیح الزماں صاحب نے اس صنفِ سخن کو اپنی تحقیق و تنقید کا موضوع بنایا۔ جس کا نتیجہ زیرِ نظر کتاب کی صورت میں ہمارے سامنے ہے۔ جو لوگ تحقیقی کاموں کا تجربہ رکھتے ہیں۔ وہی جانتے ہیں کہ اوّل تو ذاتی ذخیروں اور کتب خانوں کے گوشوں میں دبے ہوئے مواد تک رسائی حاصل کرنا دشوار ہے اور یہ منزل سر ہو جائے تو ان میں چھوٹے بڑے کا امتیاز، مصنفوں اور شاعروں کے درجے کا تعین بڑا دردِ سر ہے۔ مرثیہ گویوں کا ذکر عموماً تذکروں میں بہت کم ملتا ہے اور جو بیانات ملتے ہیں ان سے ان کے دور کا تعین نہیں ہو سکتا۔ مسیح الزماں صاحب کے وسیع مطالعے، صبر و احتیاط کی عادت سنجیدگی اور متانت کے بغیر یہ کام نہیں ہو سکتا تھا۔ کتاب کے دیباچے میں انھوں نے لکھا ہے کہ اس کام میں انھیں کم و بیش دس سال لگ گئے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ جتنا بڑا کام انھوں نے اپنے سر لیا تھا اس کے لیے یہ مدت زیادہ نہیں۔ اس کتاب کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ "طے شدہ جادۂ صد سالہ بہ آہے گا ہے" کی صلاحیت بھی رکھتے ہیں اور تقریباً پانچ سو صفحوں میں انھوں نے اُردو مرثیے کے چار سو سالہ ارتقا کو اس ہوشمندی سے بیان کیا ہے کہ ان کے ذہن کی جودتِ ترتیب و تجزیہ کی خوش اسلوبی اور فن کی گہرائیوں کے ادراک کا قائل ہونا پڑتا ہے۔

کتاب میں چھ باب ہیں۔ پہلے میں دکن اور دہلی کی عزاداری اور مرثیہ گوئی کا بیان ہے اور دوسرے میں لکھنؤ کے ابتدائی مرثیہ گویوں کا ذکر ہے۔ تیسرا باب جسے دورِ تعمیر کا نام دیا گیا ہے خلیقؔ۔ فصیحؔ۔ ضمیرؔ اور دلگیرؔ کے جائزے پر مشتمل ہے۔ چوتھا باب دورِ عروج انیسؔ کی شاعری کا جائزہ ہے اور پانچویں باب میں دبیرؔ اور ان کے اہم معاصرین عشقؔ اور تعشقؔ کے کلام پر تبصرہ کیا گیا ہے۔ چھٹے باب میں مرثیہ کے فنی اور معنوی ارتقا سے بحث کی گئی ہے اور ہیئت کا ارتقا تحت اللفظ خوانی مرثیہ کے اجزائے ترکیبی داخلی ساخت، ایپک اور المیہ (ٹریجڈی) ڈراما کا نقطۂ نظر حقیقت نگاری ہندوستانی رسوم اور مرثیے کے عرب کردار وغیرہ پہ گہر

تنقیدی بصیرت سے نظر ڈالی گئی ہے بڑا اچھا ہوتا اگر موصوف نے اسی مطالعہ کو بڑھاکر انیسؔ کے بعد کے مرثیہ گویوں مثلاً پیارے صاحب رشیدؔ اور دولھا صاحب وغیرہ کو بھی اپنے دائرے میں لے لیا ہوتا اور پھر جوشؔ وغیرہ کے دورِ جدید کے مرثیوں تک بیان آجاتا تو مرثیے کے ارتقا کی مکمل تصویر ہمارے سامنے آجاتی۔ مجھے امید ہے ڈاکٹر صاحب اس سلسلے کو آئندہ پایۂ تکمیل تک پہنچاکر ہم سب کو شکرگزار فرمائیں گے۔

شاعری سماجی حالات سے غذا حاصل کرتی ہے اور اس کے ارتقا میں اسی عہد کے مختلف رجحانات کام کرتے ہیں۔ یہ بات مرثیے کے فروغ سے بھی بڑی حد تک وابستہ ہے اور ڈاکٹر مسیح الزماں نے دکن دہلی اور لکھنؤ کی عزاداری کے طریقوں پر روشنی ڈال کر اسے مرثیہ گوئی کے فروغ سے اس طرح پہلو بہ پہلو دکھایا ہے کہ سماج اور ادب کے رشتے سامنے آجاتے ہیں۔ اردو مرثیے کی تنقید میں یہ رجحان مسیح الزماں صاحب کے یہاں پہلی بار نظر آتا ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ان بیانات میں وہ کہیں معروضی نقطۂ نظر سے ہٹ کر عقائد کی سطح پر نہیں گئے جو صالح تنقید کے لیے بہت ضروری ہے۔

انیسؔ کے بیان کا جہاں تک تعلق ہے اس میں شک نہیں کہ تقریباً بہتر صفحات میں ان کی شاعری کا جائزہ لیا گیا ہے پھر بھی ان کی منظر نگاری خوبیِ محاورہ اور زبان کی شستگی پر جو لکھا گیا ہے اس میں تشنگی محسوس ہوتی ہے۔

مجموعی حیثیت سے اس کتاب کو میں اردو کی اہم ترین کتابوں میں شمار کروں گا۔ جس نے ہماری ادبی تاریخ کے بہت سے گوشوں کو روشن کیا ہے اور اپنے استدلال اور فکر انگیز اندازِ بیان سے تنقید کے نئے راستے دکھائے ہیں بلاشبہ اس کتاب سے ڈاکٹر مسیح الزماں کا ادبی قد کہیں زیادہ بلند ہوگیا ہے اور مرثیے کی تحقیق و تنقید میں انھوں نے ایک ماہر کی حیثیت حاصل کرلی ہے۔

(ڈاکٹر) گیان چند جین

نقوشِ جاوید

مرتب: حافظ محمد ہارون صابر
قیمت: ڈھائی روپے
صفحات: ۲۲۴
ملنے کا پتا: یوسفی کتب خانہ - بازار نخاسہ - سہارنپور

مقامی ادبی و علمی سرگرمیوں کی اپنی اہمیت ہوتی ہے - ان کا اپنا حسن ہوتا ہے - اپنی افادیت ہوتی ہے - ان کی وجہ سے مقامی زندگی میں ہماہمی اور چہل پہل آتی ہے - سہارنپور کی مقامی ادبی و علمی زندگی کا ایک ایسا ہی دلفریب عکس "نقوش جاوید" میں دیکھنے کو ملتا ہے - اس کتاب میں مرتب نے سہارنپور کے تمام شعرا کے کلام کے نمونے ان کی مختصر سوانح فوٹو کے ساتھ شائع کیے ہیں - اس کتاب کو پڑھ کر شہر کی ادبی زندگی کی بڑی خوبصورت تصویر ذہنی پردہ پر ابھرتی ہے اس میں صابر صاحب نے رنگا رنگ پھول چن کر سجائے ہیں - ہر پھول اپنی ایک مہک رکھتا ہے - اپنے مخصوص حسن کا حامل ہے - ہر شاعر اپنی جلا گانہ انفرادیت اور اپنے بلکے تیکھے انداز کے ساتھ اس انتخاب میں جلوہ گر ہے -

خود حافظ محمد ہارون صاحب ایک اچھے شاعر ہیں - ایک خوبصورت اور نوعمر شاعر ہیں - مگر ان کا کلام ان کی عمر سے بہت آگے معلوم ہوتا ہے - ان کے کلام کی جولانی ایک شاندار مستقبل کی نشاندہی کرتی ہے - ان کے شعروں سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان میں ایک اچھے شاعر بننے کی پوری صلاحیتیں موجود ہیں اور اگر وہ شعر کہتے رہے تو ایک دن ضرور اچھے شاعر بن کر رہیں گے -

اس تذکرہ کی یوں بھی اہمیت ہے کہ اردو ادب میں تذکرے لکھنے کا رواج بہت کم ہے - "نقوش جاوید" شعرا کا بہت اچھا تذکرہ تو نہیں کہا جا سکتا - پھر وہ ایک شہر کے شعرا تک ہی محدود ہے - اس لیے وہ ہمہ گیر اہمیت کا حامل ہو بھی نہیں سکتا - تاہم یہ ایک ایسی کوشش ضرور ہے جس کی ہمت افزائی ہونی چاہیے - یہ تذکرہ اور بھی زیادہ جامع بن سکتا تھا اگر انتخاب کو اور زیادہ محدود کر دیا جاتا اور چند ایسے شعرا کو نکال دیا جاتا جو اس تذکرہ میں شامل ہونے کے

اہل نہیں ہیں۔ ان شعراء کا کلام بچکانہ ہے اور بہت سی فنّی خامیوں سے بھرپور۔ آیندہ ایڈیشن میں اس خامی کو دور کرنے کی کوشش کی جانی چاہیے۔

مرتب نے تذکرہ کو تین حصّوں میں تقسیم کیا ہے۔ دورِ اوّل۔ دورِ ثانی اور دورِ ثالث معلوم نہیں یہ ترتیب کس اعتبار سے کی گئی ہے۔ شعراء کے کلام کے معیار کے اعتبار سے، ان کی عمر کے اعتبار سے یا کسی اور خاص پہلو کو مدنظر رکھتے ہوئے۔ اگر مرتب موصوف اپنے دیباچہ میں اس کی وضاحت فرما دیتے تو اچھا تھا۔ تذکرہ میں فہرست کی کمی بھی بے طرح محسوس ہوتی ہے۔ ہر اچھی کتاب میں فہرست کا ہونا ضروری ہے۔

کتاب کا سرورق خوبصورت ہے۔ شروع اور آخر میں چند صفحات کی چھپائی آفسیٹ پر ہوئی ہے جو بڑی خوشنما معلوم ہوتی ہے۔

احمد سلیم

اسلام اور چاند کا سفر

مصنف : محمد شریف الحق امجدی
ناشر : محمد محب الحق اعظمی
سائز : $\frac{30 \times 20}{16}$ ، صفحات ۸۰
قیمت : ایک روپیہ پچھتر پیسے
ملنے کا پتا : محمد محب الحق اعظمی، جامعہ انوار القرآن بلرام پور، گونڈہ (یوپی)

سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی اور فتحمندی نے انسانی ذہن سے بہت سے توہمات کو دور کر دیا ہے۔ اپالو اور لونا کی چاند تک رسائی نے عوام میں انسانی قدرت پر نئے کا اعتماد پیدا کیا ہے اور علمائے اسلام کو فکری رجحان اور حدیث و قرآن کا از سر نو بغور اور دقّتِ نظر کے ساتھ مطالعہ کرنے کی دعوت دی ہے۔ اسی غور و فکر کا نتیجہ محمد شریف الحق امجدی کی کتاب "اسلام اور چاند کا سفر" ہے۔

اسلامی نقطۂ نگاہ سے چاند پر انسان کی رسائی ممکن ہے یا نہیں؟ اس سوال کا جواب دینے سے پہلے مصنف نے ثوابت و سیارے کے سلسلہ

ن ہیئت کی تاریخ، حکماء یونان کا نظریہ اور اسلامی نظریہ وضاحت سے
کیا ہے۔
قرآنی آیتیں اور ان کی تفسیریں درج کی ہیں۔ احادیث اور جمہور مفسرین
اقوالِ مختار کی بنا پر مصنف نے یہ ثابت کیا ہے کہ شرعاً چاند پر پہنچنا ممکن ہے۔
ں ۶۲۔ "چاند پر کسی بھی انسان کا خواہ وہ کافر ہو خواہ مسلمان خلائی کشتی یا کسی اور
اسباب چیز کے ذریعہ پہنچنا شرعاً ممکن ہے۔ اس میں کسی قسم کا کوئی شرعی استحالہ
قباحت نہیں۔ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ اہلِ ہیئت جو کہیں اگر شرع کے مخالف نہ
تو اس کے ماننے میں کوئی حرج نہیں۔"
اس کے علاوہ فلک، سماء، سمٰوات کے معانی کی تفصیل کے ساتھ بحث
گئی ہے۔ خازن، درِ منثور، تفسیر کبیر، فتح الباری وغیرہ کی نصوص صریحہ کے علاوہ
اوی اور مدارک کی عبارتوں کو بنیاد بنا کر چاند، سورج اور آسمان کے وجود پر
تگو کے لیے اہم نتیجے نکالے ہیں۔
اس کتاب کا مطالعہ نہ صرف چاند کے سفر اور اسلامی نظریہ کی واقفیت
کے لیے ضروری ہے۔ بلکہ مذہب سے عشق رکھنے والوں کو کائنات کی ترتیب کو
سلامی نقطۂ نگاہ سے سمجھنے کے لیے بھی اس کی ضرورت ہے۔

(ڈاکٹر) سیفی پریمی

اردو ناول نگاری

مرتب: سہیل بخاری
ناشر: الحمرا پبلشرز، دہلی ۶
سائز: $\frac{20 \times 30}{16}$ صفحات ۲۸۸
قیمت: سات روپے

ناول نگاری کے فن اور اس کی تاریخ پر اردو میں ڈاکٹر محمد احسن فاروقی اور
عظیم کی معتبر کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ ان پر اضافے کی صورت میں کوئی کتاب منظرِ عام پر آئے
یناً اردو کی خدمت تصور کی جا سکتی ہے۔ زیرِ نظر کتاب معیار کے پیشِ نظر نہیں لکھی گئی۔

سہیل بخاری نے "اردو ناول نگاری" کے پیش لفظ میں خود بیان کیا ہے:

"اس زمانے میں بہت ناول لکھے گئے اور لکھے جا رہے ہیں۔ اردو ناول کے اس ارتقا کے پیش نظر یہ ضروری ہے کہ وقتاً فوقتاً اس کے اکتساب کا جائزہ لیا جائے اور کھرا کھوٹا پرکھا جائے بس اسی ضرورت کے تحت یہ کتاب لکھی گئی۔"

"اس کے اکتساب" کی معنویت مرتب کے ذہن میں ضرور محفوظ ہوگی لیکن سہیل بخاری نے اپنے ذمے جو کام لیا ہے وہ مفید بھی ہے کار گہ شیشہ گری بھی۔

اس کتاب میں آٹھ باب شامل ہیں۔

۱۔ ناول کا فن ۔۲۔ اردو میں ناول نگاری کی ابتدا ۔ ۳۔ اردو ناول کا پہلا دور۔ ۴۔ اردو ناول کے پہلے دور پر تنقید ۔ ۵۔ نئے رجحانات ۔ ۶۔ اردو ناول کا دوسرا دور ۔ ۷۔ اردو ناول کے دوسرے دور پر تنقید۔ ۸۔ اردو، ناول کا جائزہ اور نیا رُخ ـــــ یعنی کتاب جس ضرورت سے لکھی گئی ہے اس میں باب چہارم، ہفتم اور ہشتم شامل ہیں۔

ناول کے پہلے دور پر جو تنقید کی گئی ہے اس میں سہیل بخاری کے ادّعائی تنقیدی شعور کی روشنی نہیں ملتی۔ بلکہ بعض فرسودہ بیانات ہیں یا پھر عزیز احمد، وقار عظیم اور شیخ عبدالقادر کی رائیں درج کر دی گئی ہیں۔ اس دور کے ناول نگاروں کی فہرس میں مزید اضافہ ہے مثلاً محمد علی طبیب، قاری محمد سرفراز حسین عزمی، مرزا محمد سعید، فیاض علی محمد مہدی تسکین، پنڈت کشن پرشاد کول، آغا شاعر دہلوی، ظفر عمر وغیرہ کو شامل کیا گیا ہے۔ اس میں آخری نام یقیناً ایک ضروری اضافہ ہے جس کو دوسروں نے نظرانداز کر کے جاسوسی ناول کے موجد اعلیٰ کو گمنامی میں رکھا تھا۔

دوسرے دور میں انصار ناصری اور رشید اختر ندوی وغیرہ کے نام شامل کر دیے ہیں۔ حصے میں ص ۱۰۵ تا ۱۴۰، ادیبوں کے اس خیال کو نقل کیا گیا ہے کہ ترقی پسند ادب کی تحریک کے زیر اثر شروع ہوئی یا ہندوستان میں سیاسی اور تاریخی عوامل کو پیدا وار تھی۔ اس مبحث پر گفتگو محض تضیع اوقات ہے۔ تنقیدی حصے میں بیشتر ترقی پسند ادیبوں اور ناقدوں کے بیانات ہیں۔ قاری کی نظر برسوں پہلے اُن پر پڑ چکی ہے۔ باب ہشتم کو فکر انگیز اور ندرت خیز ہونا چاہیے تھا پیش لفظ کے فرمان کی تطبیق ہو جاتی مگر یہ حصہ بھی مایوس کن ہے۔ پوری کتاب کے بعض ریمارکس

ترتیب کے ساتھ دہرادیا گیا ہے ۔ اس کتاب میں عجیب و غریب نام اور نیا انکشاف ملتا ہے۔
مولانا نذیر احمد، چندر ناتھ اشک، اور ہامی (حامی) وغیرہ
بہرحال "اردو ناول نگاری" سے اردو فہرستِ کتب میں ایک نام کا اضافہ ہو گیا ہے۔ اس
مختلف ناول نگاروں کے حالاتِ زندگی معلوم ہو جاتے ہیں اور تصنیفات کا علم ہو جاتا ہے
لیے سہیل بخاری اور الحمرا کے اس کارنامہ کو بے فیض نہیں کہا جا سکتا اردو دوستوں کو اس
پذیرائی ضروری ہے اس لیے کہ: " این ہم اندر عاشقی۔"

ڈاکٹر سیفی پریمی

کتاب و سنت کے جواہر پارے

مصنف: مولانا جمال الدین اعظمی
ناشر: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ جامعہ نگر۔ نئی دہلی ۲۵
قیمت: دو روپے پچیس پیسے

جامعہ کے طالب علموں میں دینی جذبہ پیدا کرنے کے لیے ابتدائی اور ثانوی مدرسوں میں خصوصاً اسلامی تعلیمات کو شروع سے بہت اہمیت دی گئی ہے۔
عقائدِ اسلام، ارکان، ہمارے نبی، ہمارے رسول، آں حضرت، سرکار دو عالم، خلفائے اربعہ اور دوسری بہت سی کتابیں اس سلسلے کی کڑیاں ہیں۔
ایسے بہت دنوں پہلے کی بات ہے۔ مولانا سعد الدین ندوی مرحوم نے مرحوم ذاکر صاحب قبلہ کی فرمایش پر قرآن و حدیث کے کچھ منتخب جواہر پارے جو ثانوی مدرسے کے طالب علموں میں اسلام کی روح اور مغز سے واقفیت پیدا کرنے میں ممد ہوں اور ان میں اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے کا جذبہ اور شوق پیدا کریں، چند کتابوں کی صورت میں ترتیب دیے تھے یہ کتابیں بہت دنوں سے مدرسۂ ثانوی کے نصاب میں شامل ہیں۔
مگر کتابوں کے یہ مجموعے عربی میں تھے۔ طالب علموں کو ان کے سمجھنے میں دقت ہوتی تھی اس کے علاوہ عام لوگ بھی ان سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے تھے مولانا جمال الدین استاد دینیات مدرسۂ ثانوی نے انھیں اردو میں ترجمہ کر کے بہت بڑی خدمت انجام دی ہے
یہ جواہر پارے جیسا کہ ابھی بتایا گیا کئی مجموعوں میں تقسیم تھے۔ مولانا نے یہ اچھا کیا کہ انھیں ایک ہی کتاب میں مرتب کر دیا سہولت کے خیال سے انھوں نے دروس القرآن

حصۂ اول سے دوم اور دروس الحدیث حصۂ اوّل اور حصۂ دوم میں تقسیم کر دیا ہے اور از راہِ احتیاط وہ سب باتیں جو ذرا تشریح طلب تھیں یا آیتوں کو سمجھانے میں مدد دیتی تھیں بریکٹ ( ) میں لکھ دی ہیں۔

یہ کتاب اس میں شک نہیں کہ وقت کی ایک بڑی ضرورت کو پورا کرتی ہے۔ اس لیے مولانا جمال الدین اور مکتبہ جامعہ دونوں شکریے کے مستحق ہیں کہ انھوں نے اس اہم ضرورت کی طرف توجہ کی اور کتاب کی ظاہری نفاست کا بھی زیادہ سے زیادہ خیال رکھا۔ ہمارے خیال میں یہ کتاب یقیناً اس قابل ہے کہ دوسرے اسلامی و دینی مدارس کے نصاب میں شامل کی جائے اور عام لوگ بھی اس سے فائدہ اٹھائیں۔ اس کے افادے اور ظاہری شکل و صورت کے پیشِ نظر اس کی قیمت بھی مناسب ہے۔

محمد حسین حسّان

جنسی اُلجھنیں

قلم کار: (ڈاکٹر) اے، سنگھ
پبلشر: میڈیکل کلب پبلیکیشنز، ۳۵م
راجہ پارک، جے پور
سائز: ۲۰×۳۰/۱۶، صفحات ۱۹۲
قیمت: انمول

عموماً ملک کے نوجوان عملاً اور نفسیاتی طور پر غلط کاریوں اور غلط فہمیوں کا شکار ہو جاتے ہیں جن کے باعث دولت کی تباہی، ذہنی سراسیمگی، صحت کی بدحالی، فرائض کی عدم ادائیگی۔ تخریبِ محبت، پھر ازدواجی رشتوں کا انقطاع اور خودکشی کا بزدل اقدام تک ظہور میں آتا ہے ــــ اگرچہ تولید اور افزائشِ نسل ایک پاک فریضہ ہے تمام الہامی کتب میں اس کی تعلیم و ہدایت ملتی ہے لیکن صدیوں کی لفظی پابندیوں کے مقابلے میں ہمارے معاشرے نے مذہب اور سائنس کو بھی درخورِ اعتنا نہیں سمجھا ذہنوں میں توہمات اور لغو مفروضات نسل در نسل پہنچ رہے ہیں اسی بنا پر علمِ جنسیات ہمارے یہاں شجرِ ممنوعہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ یورپ، امریکہ اور سوشلسٹ ملکوں میں

جنسیات کو ایک اہم مضمون کی حیثیت حاصل ہے۔ اب ہندوستان کی یونیورسٹیوں میں جنسیات کو نصاب میں داخل کرنے کے لیے دانشوروں میں تبادلۂ خیال ہو رہا ہے۔

ہندوستان میں جنسیات کا ایک مضحک پہلو یہ ہے کہ اس موضوع پر انگریزی کی قیمتی کتابیں خرید کر پڑھی جاتی ہیں۔ اُردو و ہندی میں کوک شاستر، ہدایت نامۂ خاوند، ہدایت نامہ بیوی وغیرہ کتابیں کثرت سے فروخت ہوتی ہیں اور چھپ کر پڑھی جاتی ہیں۔ اس تخریب کاری اور معصیت سے نسلِ آدم کو محفوظ کرنے کے لیے انگریزی میں بہترین لٹریچر ملتا ہے۔ مگر ہندوستانی زبانوں میں اس کی افسوس ناک حد تک کمی ہے۔ ڈاکٹر اے سنگھ نے اپنی کتاب "جنسی اُلجھنیں" پیش کر کے انسانی بہبود کا کام کیا ہے اس کے مواد کی جھلک ان سطور میں مل سکتی ہے:

ص ۷ "اس کتاب میں ازدواجی زندگی میں پیش آنے والی چند عام جنسی اُلجھنوں کا حل سائنس کی جدید کھوج کی بنا پر پیش کیا گیا ہے تاکہ جو لوگ جنسی تعلیم کے معاملے میں بالکل کورے ہیں وہ اِس کتاب کو پڑھ کر غلط قسم کی باتوں کو دماغ سے نکال کر سکھی جیون بسر کر سکیں۔"

اِس کتاب کا آغاز جنسی اعضا کی اناٹومی سے کیا گیا ہے آرٹ پیپر پر واضح تصویریں بنی ہوئی ہیں۔ ڈاکٹر سنگھ کا بیان ہے کہ ویریہ (منی) جسم میں کوئی طاقت نہیں دیتا بلکہ مردانہ قوت دینے والی چیز انڈر روجن ہارمون ہے۔ اس کی کمی سے افزائشِ نسل کا عمل ختم ہو جاتا ہے۔ مرد کی آواز میں بھاری پن بھی اسی سے پیدا ہوتا ہے مردانہ ہارمون کی طرح نسوانی ہارمون بھی ہوتے ہیں۔ اس سے بھی اہم چیزیں حیاتی جراثیم ہیں جو مرد میں پائے جاتے ہیں اور حیاتی بیضہ جو عورت میں ہوتا ہے۔

یہ ضروری ہے کہ مرد اپنے دماغ اور ریڑھ کی ہڈی کی احتیاط رکھے ان ہڈیوں کے شکستہ ہونے سے سلسلۂ تولید منقطع ہو جاتا ہے۔ مرد کے دماغ میں سیکس سینٹر ہوتا ہے جسے ہائی پوتھامس کہتے ہیں اور ریڑھ کی ہڈی کے نچلے حصے میں نسوں اور اعصاب کا جال ہوتا ہے۔ ازدواجی زندگی کی رونق کا سارا دار و مدار اسی سلسلہ پر ہے۔

ڈاکٹر سنگھ نے شبِ زفاف سے برتھ کنٹرول تک ازدواجی زندگی کے تمام مسائل اور مرد، عورت کے پوشیدہ اور نفسیاتی امراض کا احاطہ کیا ہے یہ بھی واضح کیا ہے

کہ بچپن یا نوجوانی کی غلط کاریاں ضرر رساں نہیں ہوتیں بلکہ ذہن پر ان کے مہلک اثرات انسان کا مستقبل تباہ کر دیتے ہیں۔

ایسے امراض کا علاج دواؤں سے ممکن نہیں ہے Psycho-analyses اور NARCO-ANALYSIS سے ہو سکتا ہے۔ اسی کے ساتھ جنسی تشنگی، جنسی تسکین، عورت کی بیداری اور وطاغ کی ٹکنک پر گفتگو کی ہے۔

اس کتاب کی ایک خوبی یہ ہے کہ اندازِ بیان صاف اور مختصر ہے۔ جملہ جنسی مسائل کو سوال اور جواب کی صورت میں پیش کیا گیا ہے اس لیے اس میں ہر قاری کو اپنی جنسی الجھنوں کا جواب مل جائے گا۔ لہٰذا اس کتاب کے کارآمد ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ کتاب عمدہ چھپی ہے۔

(ڈاکٹر) سیفی پریمی

نئی دنیا کو سلام

مصنف: سردار جعفری
صفحات: ۲۰۰، سائز: $\frac{۱۸\times۲۲}{۸}$
ناشر: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، نئی دلی ۲۵
قیمت: سات روپے

اُردو شاعری میں نت نئے تجربے ہوتے آئے ہیں اور ہوتے رہیں گے۔ خوش نما خوش آئند اور خوشگوار نہ اسی کے ساتھ، بلا ضرورت، بے مقصد اور کبھی کبھی بھیانک۔ سردار جعفری پرانے ترقی پسند شاعر اور ادیب ہیں، وہ اس تحریک کے نہ صرف حامی بلکہ علم بردار اور مبلغ بھی ہیں، لیکن پرانی روایتوں اور صالح قدروں کی طرف سے کبھی ایسا نہیں ہوا کہ انھوں نے منہ پھیر رکھا ہو۔ ترقی پسندی یا جدیدیت اُن پر اس طرح طاری اور حاوی نہیں رہی کہ ان کے شعر و سخن کو موزونیت، معقولیت اور شعریت سے کوئی واسطہ ہی نہ رہ جائے۔

'نئی دنیا کو سلام' اور 'جمہور' ان کی ایک خاصی کامیاب نظم ہے، اس کا پہلا اڈیشن ۱۹۴۸ء میں ... پہلی بار مجیبہ کی طرف سے نکلا تھا۔ اپنے موضوع اور ہیئت

دونوں حیثیتوں سے نظم میں نیا پن تھا، اس کے علاوہ اردو میں واقعی اپنی نوعیت کی پہلی
یز تھی۔ تمثیل کی ساخت پرداخت میں پرانے اور نئے دونوں طرز و اسلوب برتے گئے
یں اس لیے قدیم اور جدید دونوں مکاتیبِ خیال کے لوگوں نے شوق سے اس کا
طالعہ کیا اور سب توفیق اس سے لطف اٹھایا۔

وقت کے ساتھ مسائل اور حالات میں تغیر اور تبدیلیاں ہوئی ہیں لیکن
مثنوی "جمہور" آج بھی ایک عالم گیر مقصد کی ترجمان ہے اور جبر و استحصال
کے خلاف ایک موثر احتجاج۔ مستقبل پر اعتماد اور اس کے روشن تر ہوتے
رہنے کا مژدہ۔

طبع ثانی میں ایک مفید اور کارآمد اضافہ کیا گیا ہے اور وہ ہے نواب جعفر علی خاں
اثرؔ لکھنوی کا "دیباچہ"۔

اثرؔ صاحب مرحوم اُن قابلِ عزت بزرگوں میں تھے جو سرتاپا لکھنوی ہونے
کے باوجود لکھنو کے باہر کی دنیا پر بھی نظر رکھتے تھے۔ اُس میں اچھے پہلو تلاش کر کے
خوش ہوتے تھے اور دوسروں کو خوش ہونے کی دعوت دیتے تھے۔ اُن کے اسی
وصف نے "نئی دُنیا کو سلام" پر ایک مفصّل تبصرہ قلم بند کرا یا۔ ابتدائی سطروں میں
رقم طراز ہیں "سردار جعفری صاحب کی طویل تمثیل...... پڑھ کر باغ باغ ہوگیا"
"..... لائق مصنف نے اس نظم میں واقعات سے پیدا ہونے والے جذبات، تاثرات
اور احساسات پیش کیے ہیں۔" یہی بات اور انھیں لفظوں میں خود شاعر نے اپنے
پیش لفظ میں کہی ہے۔ اثرؔ صاحب نے نہ صرف تائید بلکہ اس پر اپنی مہرِ تصدیق ثبت
کردی۔ پوری نظم کا جوں کر تفصیل سے مطالعہ کیا ہے لہٰذا اس کے ہر جزو یا حصے کو لے کر
اُس کی تحسین آمیز تلخیص بھی کرتے گئے ہیں۔ اِس کی وجہ سے پڑھنے والے کے ذہن
میں نظم کا خاکہ مرتب ہوتا جاتا ہے۔ بعض ایسے رُخ یا نکتے جو تشریح طلب ہیں ان کی وضاحت
ہوجاتی ہے۔ مختصر یہ کہ منظر، پس منظر، مکالمے، مصوّری، جذبات نگاری اور انجام ہر ایک
کی تصریح اور لطافتیں اور انتخاب یہ سب چیزیں اتنے جامع اور لطیف انداز میں
تحریر کردی ہیں ہیں کہ پھر "حرفِ اوّل" سے لے کر "حرفِ آخر" تک نظم کو بے اختیار اور
اس کے بعض بعض ٹکڑوں کو بار بار پڑھنے کا جی چاہنے لگتا ہے اور اعتراف کرنا پڑتا ہے

کہ مقصد اور ضرورت کے پیشِ نظر معرّا اور پابند اسالیب کا خوب صورت امتزاج اور پر کیف تاثر اس تمثیلی نظم میں موجود ہے۔ دیباچہ پر مدح سرائی اور جانب داری کا اطلاق ہوتا اگر اس میں تنقید نہ ہوتی چناں چہ پوری نظم میں کوئی آٹھ دس مقامات ایسے ہیں جو دیباچہ نگار کے نقطۂ نظر سے قابلِ گرفت اور قابلِ اصلاح ہیں۔ فاضل نقاد نے اس معاملے میں نہ کسی مروّت سے کام لیا ہے اور اصلاح دے دینے میں تکلف کیا ہے۔ یہ بات بھی ملحوظ رہنا چاہیے کہ ایک اعتراض صحیح مان کر جعفری صاحب نے ترمیم قبول کرلی ہے)

کلاسکی ادب کی مسلسل توسیع و اشاعت کے ساتھ، ادبِ جدید کے اس مرقع کو اپنی مطبوعات میں شامل کرکے۔ مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نے ایک مستحن روایت باقی رکھی ہے۔

رشید نعمانی

شاعر

ناول نگار: تاراشنکر بندو پادھیائے
مترجم: پریش کمار ڈے
ناشر: نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا، نئی دہلی۔
سائز: ۱۸×۲۲/۸ صفحات ۲۰۷
قیمت: ۸/۷۵

بنگلہ ادب میں رابندر ناتھ ٹیگور اور قاضی نذر السلام دونوں عالمی شہرت کے مالک ہیں۔ ناول نگاری میں شرت چندر چٹوپادھیائے کا اہم مقام بھی ہے اور مقبولیت بھی۔ بنگال کے تین ادیبوں کو تین "عظیم بنرجی" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یعنی، وبھوتی بھوشن، مانک اور تاراشنکر ــــــــــ چنانچہ اسی اہمیت کے پیشِ نظر نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا کے ہندوستانی کتابوں کے سلسلے میں تاراشنکر بندو پادھیائے کا ناول "شاعر" اردو ملبوس میں منظرِ عام پر آیا ہے۔ یہ ناول تاراشنکر نے تقریباً چالیس برس کی عمر میں لکھا تھا۔ کتاب کے تعارف میں سُنیل گنگوپادھیائے نے لکھا ہے:

ص ۲۔ "رابندر ناتھ نے ایک بار تاراشنکر سے کہا تھا۔ "تم افسانے لکھتے

وقت افسانہ نہ لکھنے کا ڈھونگ نہیں کرتے، تمھاری یہی بات مجھے بہت اچھی لگتی ہے"

اس سے تارا شنکر کے فن پر ٹیگور کی پسندیدگی کا اظہار ہوتا ہے۔ تارا شنکر کی زندگی اور فن کا رشتہ مربوط تھا۔ ناول کا مواد اور اس کی تحریک عوامی زندگی سے ملی تھی۔ ناول نگار کو زمیندار خاندان سے وابستہ ہونے کی بنا پر گاؤں کے باشندوں سے ملنے جلنے اور ان کے دکھ سکھ کو سمجھنے کا موقع ملا تھا۔ تحریک آزادئ ہند میں حصہ لینے کے باعث عوام کے جذبات اور پچھلے طبقے کے افراد کی نفسیات اور رسم ورواج سے واقفیت حاصل ہوگئی تھی۔ قومی خدمت کے صلے میں جیل کی صلاخوں کے پیچھے بھی رہنا پڑا۔ ایک عظیم مقصد کی خاطر قربانیاں پیش کرنے اور گاندھی جی کی شخصیت سے متاثر ہونے کے باعث تارا شنکر میں آدرش واد کا رنگ گہرا ہو گیا تھا۔ ان کے ناولوں میں بھی اسی رنگ کی آمیزش ملتی ہے۔

اس ناول کا اصلی نام "کوی" ہے جس کو اُردو میں "شاعر" کے نام سے شایع کیا گیا ہے۔ اس ناول میں بنگلہ دیش کے ادنیٰ طبقے کی زندگی کو پیش کیا گیا ہے۔ ہیرو اور ہیروئن دونوں کا تعلق دو اسی طرح کے مختلف طبقوں سے ہے۔ نتائی چرن، ہیرو ہے۔ وہ ڈوم طبقے کا فرد ہے۔ بنگلہ دیش کا یہ طبقہ، یوپی کے ڈوم طبقے سے قطعی مختلف ہے۔ وہاں کے شہروں میں شمشان میں مردے جلانے کا کام یہی لوگ کرتے ہیں۔ دیہی علاقوں میں یہی دبنگ لوگ زمینداروں کے یہاں لٹھیت کے طور پر کام کرتے تھے۔ ابتدا میں یہ لوگ بنگال کی نوابی میں رسالے میں داخل تھے انگریزوں کے آغازِ اقتدار پر یہ لوگ چوری ڈکیتی کرنے لگے۔

نتائی چرن کے خاندان میں سب بزرگ جرائم پیشہ تھے مگر تعلیم کی برکت سے وہ بدل گیا۔ تہقبہ گاؤں کے میلے میں نٹور داس اور مہاپال کے گیتوں کے مقابلے میں شریک ہوتے ہوتے وہ شاعر بن گیا اور عوام کی دلچسپی اور تفریح کے ذریعہ مشہور ہو گیا۔ اس کی ملاقات جھومر ٹولی کی لڑکی بسنت سے ہوگئی یہی ناول کی ہیروئن ہے۔ جھومر ٹولی ایک خانہ بدوش، قبیلہ تھا۔ جس کی عورتیں گانے ناچنے کے علاوہ اپنے جسم کو کھیتی باڑی کی طرح کسب زر کے لیے بھی استعمال

کرتی تھیں۔

اس ناول میں بیماری اور وبائی امراض کے سلسلے میں جھوٹ موٹ ٹونے ٹوٹکے توہمات اور ڈوم طبقے میں دیوی دیوتا کے نام پر مہنتوں اور سادھوؤں کی لوٹ کھسوٹ اور گمراہ کن عقیدوں پر تنقید ملتی ہے۔ ناول میں گیتوں کے ذریعے کہانی کو دلربا کیا گیا ہے اور کرداروں کی جذبات نگاری میں مکالموں کی جگہ گیتوں سے کام لیا ہے لیکن اردو ترجمے میں جو گیت شامل ہیں وہ بھرتی کے معلوم ہوتے ہیں بعض مقامات پر اردو ترجمے میں کرداروں کی جگہ مترجم بیٹھا نظر آتا ہے۔ مثلاً گتانی چرن ہیرو ایک موقع پر کہتا ہے۔

ص ۸۶۔ "جانے میں نقشِ تسخیر کھول دیا ہے۔ ذرا سنبھل کر نسیا" ———

ہروئن بسنت جواب میں کہتی ہے۔

"کیا بکتے ہو رسیا! ڈورے ڈالنے سے کام نہیں بنا۔ آخر نقشِ تسخیر کی ضرورت پڑ گئی"

ناول میں توہم پرستی، غریبی، اونچ نیچ کے علاوہ زندگی کے مختصر ہونے پر بھی حیرت کا اظہار کیا گیا ہے یہ سب چیزیں انسان کی زندگی سے محبت، خلوص اور کائنات کی ان گنت نعمتیں چھین لیتی ہیں۔

ناول کے آخری باب میں بسنت بیمار ہو جاتی ہے، وہ زندگی کی آخری سانسیں لے رہی ہے اس کی نگاہیں بتانی چرن پر مرکوز ہیں اور محبت نے اجل کو روک رکھا ہے۔ ہیرو کو بسنت کی دائمی جدائی کا یقین ہو چکا ہے وہ لجاجت سے بسنت کی روح میں آسودگی پیدا کرنے کے لیے کہتا ہے۔ بسوّا بھگوان کو بھجو۔ بغیر کسی جرم کے زندگی کی بہار لٹنے پر بسنت میں انتقامی جذبہ ابھرتا ہے وہ کہتی ہے:

ص ۱۷۸۔ "نہیں!" چلہ ٹوٹی کمان کی طرح بستر پر دراز ہوتے ہوئے بسنت بولی "نہیں! بھگوان نے مجھے کیا دیا ہے؟ شوہر، بیٹا، گھر بار۔ اس نے مجھے کیا دیا ہے؟ نہیں"

بسنت کو اپنی کمائی میں ایک انسان کا پیار ملا تھا اسی آغوشِ محبت میں د

اس ناول میں ہیروئن کے کردار میں زیادہ صداقت اور توانائی ہے، ہیرو کردار میں اپنی دنیا آپ بنانے کا عزم ملتا ہے۔ ناول کے دوسرے کرداروں میں جاگیرداری عہد کے زمیندار، اس کے عامل اور مندروں کے پجاریوں اور مہنتوں کے کھوکھلے کردار کی نقاب کشائی ملتی ہے محنت کش طبقے کے کرداروں میں خلوص، انسانی ہمدردی، زندگی کی چہل پہل نظر آتی ہے۔ اس لحاظ سے یہ ناول طبقاتی ہے اور ایک عہد کی تاریخ بھی۔

بنگالی سے اُردو میں ترجمہ پرسیش کمار ڈے نے کیا ہے اور اچھا ترجمہ کیا ہے۔

یہ ناول آفسٹ پر نہایت عمدہ کاغذ پر چھپا ہے اس لیے صوری اور معنوی اعتبار سے قابلِ تحسین ہے۔

(ڈاکٹر) سیفی پریمی

مسلمان اور عصری مسائل

مصنف: (ڈاکٹر) سید عابد حسین
ناشر: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، نئی دہلی ۲۵
قیمت: پانچ روپے پچاس پیسے

اس کتاب کا مصنف کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے۔ اور جو لوگ ڈاکٹر سید عابد حسین کی ادارت میں نکلنے والے سہ ماہی رسالہ، اسلام اور عصرِ جدید، کا مطالعہ کرتے رہتے ہیں ان کے لیے تو کتاب کا تعارف بھی غیر ضروری سا ہے۔ کیونکہ زیرِ تبصرہ کتاب ان اداریوں کا مجموعہ ہے جو گذشتہ ۴ برسوں میں اسلام اور عصرِ جدید میں شائع ہو چکے ہیں۔ پہلا مضمون "اسلام اور عصرِ جدید" کے عنوان سے ہے جس میں مصنف نے "اسلام" اور "عصرِ جدید" کی تشریح کی ہے۔ مصنف کے الفاظ میں۔

"اسلام سے مراد وہ طریقِ زندگی ہے جس کا آغاز اب سے چودہ سو سال پہلے مذہب اسلام کے فیضان سے عرب میں ہوا تھا جسے آج مغربی ایشیا اور شمالی افریقہ کی آبادی کا بہت بڑا حصّہ ہے اور دوسرے خطوں میں متعدد چھوٹی بڑی جماعتیں بسر کر رہی ہیں۔ عصرِ جدید سے مراد وہ طرزِ حیات ہے جسے گذشتہ چھ سو سال میں عیسائی مذہب اور یونانی، رومی

تہذیب کے اثر سے پہلے یورپ نے پھر امریکہ نے اپنایا اور نشوونما دی۔ مختصر یہ کہ یہاں اسلام کا لفظ ایشیا اور افریقہ کے مسلمانوں کی تہذیب و معاشرت کے لیے اور عصر جدید کا لفظ مغربی ملکوں کی تہذیب و معاشرت کے لیے استعمال ہو رہا ہے۔ دونوں میں سے ہر ایک کے مختلف خطوں کی زندگی میں مقامی اختلافات کے باوجود ایک قدر مشترک ہے جس نے انھیں کم و بیش ایک رنگ میں رنگ دیا ہے، اول الذکر میں یہ قدر مشترک مذہب اسلام ہے اور آخر الذکر میں عصر جدید کے تصورات" (ص ۹-۱۰)

اسلام اور عصر جدید کی مذکورہ بالا تعریف کو اگر ہم ذہن میں رکھتے ہوئے "مسلمان اور عصری مسائل" کے مضامین کا مطالعہ کریں تو ہمیں مصنف کے ذہن اور اس کے انداز فکر کو سمجھنے میں بہت مدد ملے گی۔ مضامین مختلف موضوعات پر ہیں لیکن ان سب میں قدر مشترک ہے "اسلام" اور "عصر جدید" کے مسائل۔

کتاب کا دوسرا مضمون "مرد مومن ــــ مرد حق" ڈاکٹر ذاکر حسین مرحوم کی شخصیت۔ اور گیارھواں مضمون "معنی لفظ آدمیت تھا" خواجہ غلام السیدین مرحوم کی شخصیت کے مطالعہ اور ان دونوں بزرگوں کی خدمات کے جائزہ سے متعلق ہے بظاہر یہ دونوں مضامین عصری مسائل سے غیر متعلق معلوم ہوں گے۔ لیکن جیسا کہ مصنف نے کہا ہے اور صحیح کہا ہے کہ "ان دونوں بزرگوں کے ساتھ مجموعی طور پر ہندوستانی مسلمانوں کا ناقدر شناسی کا رویہ بجائے خود ایک اہم عصری مسئلہ ہے جس کی طرف انھیں ان مضامین کے ذریعہ توجہ دلانا ضروری تھا" (ص ۸)

دوسرے مضامین بھی وقت کے چند اہم عنوانات پر لکھے گئے ہیں مثلاً "عمل، ردِّ عمل" اور "مسلمانوں میں اتحاد" اگرچہ دونوں مضامین "فرقہ وارانہ" اور "جماعتی" فسادات کے موضوع پر لکھے گئے ہیں لیکن درد مند مصنف کا تجربہ کار قلم اس نازک موضوع پر بھی جذبات کی رو میں نہیں بہنے پایا ہے۔ انہوں نے معروضی انداز سے مسائل کا تجزیہ کرنے کے بعد یہ بتلانے کی کوشش کی ہے کہ فسادات کو کس طرح "اتحاد"، "طاقت"، اور "کردار" کی قوت سے ختم کیا جا سکتا ہے۔ یہ قوت حاصل کیسے ہوں؟ خصوصاً کردار کی قوت کس طرح حاصل ہو سکتی ہے؟ اس کی تدبیر مصنف کے خیال میں "بہت آسان

وقت، ایمان راسخ سے حاصل ہوتی ہے اور ایمان راسخ کا پیدا ہونا توفیق الٰہی سے بت آسان اور بغیر اس کے نہایت مشکل بلکہ محال ہے۔ توفیق الٰہی انسان کے اختیار نہیں، مگر اس کا مستحق بننے کی کوشش ضرور اس کے اختیار میں ہے۔" (ص ۶۲)

ادھر کچھ دنوں سے "تقابلی مطالعہ مذہب" ایک تعلیمی مضمون کی حیثیت ہندوستان کی یونیورسٹیوں میں جگہ پانے لگا ہے۔ مصنف نے "مذہبی تعلیم عصر جدید ں" اس موضوع کو لیا ہے۔ مضمون میں انھوں نے یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ ج کے زمانہ میں تقابلی مطالعہ مذہب کی کیا ضرورت ہے اور درسگاہوں میں اس ضوع کے ساتھ کس طرح انصاف کیا جا سکتا ہے:

گیارہ مضامین کے اس مجموعہ میں ڈاکٹر سید عابد حسین نے کئی اہم عصری مسائل وچھیڑا ہے "اس ادعا کے ساتھ نہیں کہ لکھنے والا امور دین میں مفتی کی یا امور دنیا ں مدبّر کی حیثیت رکھتا ہے اور ہر امر میں کوئی قطعی فتویٰ یا ناطق حکم صادر کر رہا ہے۔ بلکہ اس اعتراف کے ساتھ کہ وہ ایک جویائے حق ہے جو عام طور پر اہلِ مذہب کو اور خاص کر اہلِ اسلام کو مذہبی اور اخلاقی زندگی کے اس شدید بحران کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہے جس سے آج دنیا گزر رہی ہے اور انھیں غور و فکر کی دعوت دیتا ہے کہ آخر یہ طوفان دہیجان کیوں اٹھ رہا ہے اور اسے کس طرح فرد کیا جا سکتا ہے..... بہرحال یہ اوراق جیسے کچھ ہیں محبت کے قلم اور خلوص کی روشنائی سے لکھے گئے ہیں اس لیے اس قابل ضرور ہیں کہ پڑھنے والے انھیں توجہ سے پڑھیں اور ان پر سنجیدگی سے غور کریں۔" (ص ۶، ۸)

مطبوعات مکتبہ جامعہ ایک نظر میں

ادب، تنقید، انشا

کاروانِ فکر — ڈاکٹر یوسف حسین خاں — ۳/۷۵

اُردو الیسٹر — سیّد ظہیر الدین مدنی — ۳/۵۰

اردو مرثیہ — سیّد سفارش حسین — ۶/-

بکھرے ورق — سونتی کمار چٹرجی — ۳/-

پردیسی کے خطوط — مجنوں گورکھپوری — ۲/۷۵

تنقید کیا ہے؟ — آل احمد سرور — ۵/۷۵

غزل سرا (اُردو) — مجنوں گورکھپوری — ۶/-

نقدِ اقبال — میکش اکبرآبادی — ۴/۷۵

فسانۂ عجائب کا تنقیدی مطالعہ — سیّد ضمیر حسن دہلوی — ۳/-

سیرت و شخصیت

پریم چند کے خطوط — مدن گوپال — ۶/۵۰

تذکرۂ جگر — محمود علی خاں — ۳/-

قلم کا مزدور — مدن گوپال — ۴/-

گنجہائے گرانمایہ — رشید احمد صدیقی — ۶/-

خنداں — 〃 〃 — ۵/۲۵

ڈاکٹر ذاکر حسین — عبداللطیف اعظمی — ۵/۵۰

تذکرے

شرابِ کہنہ — رشید نعمانی — ۳/۲۵

شہر آشوب — ڈاکٹر نعیم احمد — ۷/۲۵

تاریخ سیاسیات و روداد

آشفتہ بیانی میری — رشید احمد صدیقی — ۴/-

امن کا راستہ — عبدالغفار مدہولی — ۳/-

کتاب کی کہانی — سید احسن نقوی — ۱/۵۰

پاکستان اس کا قیام اور ابتدائی حالات — سری پرکاش — ۴/-

تاریخ الامت اوّل — مولانا اسلم جیراجپوری — ۲/۵۰

〃 〃 دوم — 〃 〃 — ۴/۰

〃 〃 سوم — 〃 〃 — ۲/۷۵

〃 〃 چہارم — 〃 〃 — ۳/۲۵

〃 〃 پنجم — 〃 〃 — ۳/۲۵

〃 〃 ششم — 〃 〃 — ۳/۲۵

〃 〃 ہفتم — 〃 〃 — ۲/-

〃 〃 ہشتم — 〃 〃 — ۳/۲۵

کچھ پرانے خط (دوم) — پنڈت جواہر لعل نہرو — ۸/-

ہندوستانی مسلمان آئینۂ ایام میں — ڈاکٹر عابد حسین — ۸/-

یادگار شخصیتیں — پنڈت جواہر لعل نہرو — ۵/۵۰

سفرنامے

گاندھی جی بادشاہ خاں کے دیس میں — شری پیارے لال — /۷

عروسِ نیل — سلطانہ آصف فیضی — /۲۵

تعلیم و تربیت

بنیادی استاد کے لیے — ڈاکٹر سلامت اللہ — /۲۵

تعلیمی خطبات — ڈاکٹر ذاکر حسین — /۵۰

...حہ کا طریقہ — عبدالغفار مدہولی — ۲/۵۰
...ر پروجیکٹ — " " — ۲/۵۰
...بودہ تعلیمی مسائل — عبداللہ ولی بخش قادری — ۲/۵۰
...م کیسے پڑھائیں — ڈاکٹر سلامت اللہ — ۲/۵۰

...ول

...دمی کا مقدر — قرۃ العین حیدر — ۱/۰
...اپس کے گیت — " " — ۲/۷۵
ایک تھی انیتا — امرتا پریتم — ۳/۲۵
باپ بیٹے — ترجمہ الف عظیم — ۵/-
باغ و بہار — میر امن مرتب رشید حسن خاں — ۲/۷۵
بیوہ — منشی پریم چند — ۲/۷۵
پیار کا موسم — مہندر ناتھ — ۳/۵۰
چنار کا پتا — سلطانہ آصف فیضی — ۲/۲۵
خیالی پلاؤ — ترجمہ قرۃ العین حیدر — ۱/۷۵
دلدل — " رضیہ سجاد ظہیر — ۲/۵۰
دلی کی شام — " بلقیس جہاں — ۷/۵۰
ڈنگو — " قرۃ العین حیدر — ۲/۲۵
راہِ عمل — صالحہ عابد حسین — ۷/۵۰
سات سال — ترجمہ رضیہ سجاد ظہیر — ۵/۲۵
شکستِ ناتمام — " زہرہ سیدین — ۲/۰
صلاح الدین ایوبی — قاضی عبدالستار — ۳/۷۵
گئودان — منشی پریم چند — ۱۰/۲۵
میدانِ عمل — " " — ۸/۵۰
ماں کی کھیتی — ترجمہ قرۃ العین حیدر — ۲/-
یودہ کیہ — " " " — ۱/۷۵

افسانے اور خاکے

بڑی حویلی — مرزا محمود بیگ — ۲/-
پت جھڑ کی آواز — قرۃ العین حیدر — ۶/-
چراغوں کا سفر — رام لعل — ۴/-
خیالستان — سجاد حیدر یلدرم — ۳/۷۵
کالے صاحب — اوپندر ناتھ اشک — ۲/۵۰
کیمیاگر — پروفیسر محمد مجیب — ۳/-
نروان — جیلانی بانو — ۴/۷۵
نئی بیماری — مہندر ناتھ — ۲/۵۰
واردات — منشی پریم چندر — ۴/-

ڈرامے

آزمائش — پروفیسر محمد مجیب — ۱/۷۵
انجام — " — ۱/۲۵
اوپر کی منزل — کرتار سنگھ دگل — ۴/-
آئینہ ایام — ترجمہ خلیق احمد — ۳/۵۰
پردۂ غفلت — ڈاکٹر عابد حسین — ۱/۷۵
خانہ جنگی — پروفیسر محمد مجیب — ۱/۵۰
دروازے کھول دو — کرشن چندر — ۲/۵۰
سراج الدولہ — ترجمہ اشفاق حسین — ۱/۵۰
کھیتی — پروفیسر محمد مجیب — ۱/۲۵
موت پر فتح — جیالال ساز — ۱/۲۵
نقشِ آخر — اشتیاق حسین قریشی — ۱/۲۵

نظم

آتشِ گل — جگر مرادآبادی — ۶/-
پچھلی رات — فراق گورکھپوری — ۷/-

غالب اردو کلام کا انتخاب پروفیسر محمد مجیب ۵/۰
مثنوی سحر البیان مرتب رشید حسن خاں ۱/۷۵

بچّوں کی کتابیں

مذہب

ارکان اسلام مولانا اسلم جیراجپوری ۵۰/-
آں حضرت الیاس احمد مجیبی اردو ۶۵/-
" " " ہندی ۶۰/-
پاک کہانیاں (دو حصوں میں) مقبول احمد سیوہاروی ۲/۲۵
خلفاء اربعہ خواجہ عبدالحیٔ فاروقی ۲/۲۵
عقائد اسلام مولانا اسلم جیراجپوری ۵۰/-
مسلمان بیبیاں مولانا اعجاز الحق قدوسی ۷۵/-
نبیوں کے قصّے خواجہ عبدالحیٔ فاروقی ۱/۲۵
ہمارے رسولؐ " " ۱/۶۵
ہمارے نبیؐ سیّد نواب علی رضوی اردو ۷۵/-
" " " ہندی ۸۰/-

معلومات

آدمی کی کہانی مشتاق احمد خاں ۱/۷۵
انوکھا عجائب خانہ محمد حسین حسان (چار حصے) ۲/-
بجلی کی کہانی علی احمد خاں ۵۰/-
بڑدادا کی کہانی محمد عبدالغفار ۵۶/-
تاریخ ہند کی کہانیاں اوّل خجستہ سلطان ۸۰/-
" " " دوم ضیاء الرحمٰن ۱/۰
" " " سوم مشتاق احمد اعظمی ۸۰/-
" " " چہارم " " ۹۵/-

چٹانوں کی کہانی محمد امین ۱/۷۵
خبر رسانی کے طریقے رفیعہ منظور الامین ۸۵/-
ڈنیل کے بچّے محمد حسین حسّان ۱/۰
دہلی ڈاکٹر مجاہد حسین زیدی ۱/۵۰
رابندر ناتھ ٹیگور " " " ۱/۲۵
سماجی زندگی اوّل احمد شبلی غلام ابرار ۵۶/-
" " دوم " " " ۸۰/-
" " سوم " " " ۸۱/-
" " چہارم " " " ۸۱/-
سمندر کے کنارے سلطانہ آصف فیضی ۱/۲۰
سمندر کے نیچے " " ۲/-
قدرت کے کرشمے ادارہ ۶۲/-
میرا نیس محمد حسین حسّان ۱/۲۵
ہماری پارلیمنٹ کیلاش چندر ۱/۵۰

کہانیاں، ناول اور ڈرامے

چینی کی گڑیا محمد حسین حسان ندوی ۵۰/-
بہادر سیّاح " " ۶۵/-
چچا غالب (مرتبہ) " " ۱/۷۵
بھیڑیے کے بچّے (ترجمہ) قرۃ العین حیدر ۵۰/-
ہرن کے بچّے " " " ۵۰/-
میاں ڈھینچو کے بچّے " " " ۵۰/-
شیر خاں ۵۰/-
لومڑی کے بچّے " " " ۵۰/-
" " " " ۷۵/-

نے کا پنجرہ — احسان الحق — ۶۵/-
یب شہزادی — ابرار محسن — ۱/-
ں کا سودا — " " — ۷۰/-
قل کا راجا — " " — ۱/-
ں مار خاں — " " — ۹۰/-
ندر کا گھر — خضر برنی — ۴۵/-
ں دور ہے — مجیب احمد خاں — ۵۰/-
ب اور اب — آصفہ مجیب — ۱/۷۵
ن کوڑیاں — اقبال امروہوی — ۱/۲۰
ں نے کیا کرکے جاتا — آصفہ مجیب — ۲۴/
یم کی جیت — اسرار اللہ کاظمی — ۳۷/-
انبیل خاں — محمد حسین حسان ندوی — ۳۰/-

ترکوں کی کہانیاں — مرتبہ مکتبہ جامعہ لمیٹڈ — ۵۵/-
تیس مار خاں کے کارنامے — م۔ ندیم — ۱/۵۰
تین اناڑی — عصمت چغتائی — ۱/۴۰
چقماق کی ڈبیہ — برکت اللہ فراق — ۴۰/-
چمپاوت کا آدم خور شیر — محمد معین — ۳۵/-
ستاروں کی سیر — کرشن چندر — ۱/۷۵
کوے دادا — مجیب احمد خاں — ۱/۷۵
لال مرغی — عبدالواحد سندھی — ۵۰/-
مزہ چکھائیں گے — مرتبہ مکتبہ جامعہ لمیٹڈ — ۳۵/
مزے دار پہیلیاں — محمود علی خاں — ۱۵/-
ننھا ٹٹو — خورشیدہ سلطان — ۳۰/-

ہماری درسی کتابیں

اردو

نئی کتاب کا قاعدہ — ۴۰/-
اردو کا قاعدہ — ۳۵/-
اردو کی پہلی — ۴۰/-
" دوسری — ۹۰/-
" تیسری — ۱/۳۵
" چوتھی — ۱/۵۰
" پانچویں — ۱/۶۷
" چھٹی — ۱/۷۶
" ساتویں — ۱/۸۲
" آٹھویں — ۱/۸۲

ہندی

سرل ہندی پرائمر — ۲۶/-
ہندی پرائمر اوّل — ۲۵/-
" " دوم — ۲۵/-
بال پریم اوّل — ۱/-
" " دوم — ۱/-
" " سوم — ۱/۲۵
" " چہارم — ۱/۲۵
نو بھارت اوّل — ۱/۳۷

حساب

جدید حساب (دوسرے درجے کے لیے) ترجمہ یاور حسین ۱/۶۵

" " (تیسرے درجے کے لیے) " محمد یونس ۱/۸۰

" " (چوتھے درجے کے لئے) " ملکہ بیگم قزلباش ۲/۳۵

" " (پانچویں درجے کے لئے) " محمد یونس ۲/۲۰

طالبات کے لیے

گھریلو سائنس (تیسری جماعت کے لیے) ترجمہ محمود سروش ۲/۲۵

" " (چوتھی جماعت کے لیے) " " ۲/۴۵

" " (پانچویں جماعت کے لیے) " دینا ناتھ گردھر ۲/۹۵

تعلیم بالغان کے سلسلے کی کتابیں

ابتدائی کتاب

درس سبق مرتبہ ادارہ تعلیم وترقی جامعہ ۲۵/ـ

پیشے

احمد خاں دُکان دار مرتبہ ادارہ تعلیم وترقی جامعہ ۳۱/ـ

حفیظ خانساماں مرتبہ ادارہ تعلیم وترقی جامعہ ۲۵/ـ

کلو حلوائی " " " ۳۱/ـ

عبدالرحمن راج " " " ۳۱/ـ

مرغی پالیے " " " ۳۱/ـ

نصیب خاں حجام " " " ۳۱/ـ

تمدن ومعاشیات

سرکاری ٹیکسوں کے راز " " " ۳۱/ـ

ضلع کی سرکار " " " ۳۱/ـ

[illegible] " " ۳۱/ـ

بڑھئی مرتبہ ادارہ تعلیم وترقی جامعہ ۳۱/ـ

بہشتی " " " " ۳۱/ـ

پیارے خاں درزی " " " ۳۱/ـ

تانگے والا " " " " ۳۱/ـ

جھلکیاں

احمد علی " " " " ۳۱/ـ

احمد ندیم قاسمی " " " " ۳۱/ـ

اکبر الہ آبادی " " " ۳۱/ـ

حیات اللہ انصاری " " " ۳۱/ـ

سہیل عظیم آبادی " " " ۳۱/ـ

سید سلیمان ندوی " " ۳۱/ـ

عبدالحق " " " " ۳۱/ـ

میرامن " " " " ۳۱/ـ

[illegible] ۳۱/ـ

حفظانِ صحت

دق اور اس کا علاج " " ۱/۳۱
زچہ بچہ " " " ۱/۳۱
طاعون اور چیچک " " ۱/۳۱
فوری علاج (ہڈی کا ٹوٹنا) " " ۱/۳۱
فوری علاج (حادثہ) " " ۱/۳۱

ڈراما

استری دھن مرتبہ ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ ۱/۳۱
ٹھیک بات چیت کی جے " " " ۱/۳۱

سوانح حیات

اجمیری خواجہ " " " ۱/۳۱
امیر خسرو " " " ۱/۳۱
سوامی دیانند " " " ۱/۳۱
غوث پاک " " " ۱/۳۱
کرشن کنہیا " " " ۱/۳۱
گاندھی جی حصہ اول " " " ۱/۳۱
گاندھی جی " دوم " " " ۱/۳۱
گرو نانک " " " ۱/۳۱
مصطفےٰ کمال " " " ۱/۳۱
نظام الدین اولیا " " " ۱/۳۱

کہانیاں

کہانیاں حصہ اول " " " ۱/۳۱
کہانیاں حصہ دوم " " " ۱/۳۱
پنچ تنتر حصہ دوم " " " ۱/۳۱
پنچ تنتر حصہ سوم " " " ۱/۳۱

کھیتی باڑی

اپنی کھیتی ایک چک کرو " " " ۱/۳۱
آم کے باغ لگائیے " " " ۱/۳۱
پپیتے کے باغ لگائیے " " " ۱/۳۱
پھلوں کی کھیتی " " " ۱/۳۱
پیڑوں کی کانٹ چھانٹ " " " ۱/۳۱
جانور بھلا چنگا رہے مرتبہ تعلیم و ترقی جامعہ ۱/۳۱
ساگ سبزی اگائیے " " " ۱/۳۱
کوآپریٹیو فارمنگ " " " ۱/۳۱
کھاد بنائیے " " " ۱/۳۱
لیموں نارنگی بیر " " " ۱/۳۱
مقدمے کی مار " " " ۱/۳۱
نتھو دھوان ہو گیا " " " ۱/۳۱
ہرا چارہ ہرا رہے " " " ۱/۳۱

مذہب

ابوداؤد شریف " " " ۱/۳۱
کفن دفن مرتبہ تعلیم و ترقی جامعہ ۱/۳۱
نسائی شریف " " " ۱/۳۱

معلومات

چاند تارے " " " ۱/۳۱
دن رات (دو حصے) " " ۱/۳۱
ہوائی جہاز حصہ دوم " " ۱/۳۱

متفرق

پنجابی لوک گیت " " " ۱/۳۱
کہاوتیں " " " ۱/۳۱

تعلیمِ بالغان کے سلسلے کی نئی کتابیں

آستین کا سانپ	محمد حسین حسان محمد	۵۰/-
اُلٹی دوا	" " "	۵۰/-
برف کا گھر	" " "	۵۰/-
برف کے تیرتے پہاڑ	مجیب احمد خاں	۵۰/-
بادشاہ کے کپڑے	مشیر فاطمہ	۵۰/-
بچے کی بُری عادتیں	ڈاکٹر پی لاج موگا	۵۰/-
بچوں کی چھوٹی موٹی بیماریاں	" "	۵۰/-
بے گناہ مجرم	شفیق الرحمان قدوائی	۵۰/-
چاند	محمد حسین حسان	۷۵/-
چونٹی کی چوٹ	معین الدین	۷۵/-
چیچک	مشتاق احمد	۶۲/-
دیمک	محمد حسین حسان	۸۲/-
کتنی زمین	" " "	۶۲/-
موسم کے بارے میں	محمد امین	۸۷/-
تاؤ کے آپریشن	محمد حسین حسان	۵۰/-
تین سوال	عبداللطیف اعظمی	۵۰

"گذشتہ لکھنؤ"

عبدالحلیم شرر

مرتب

رشید حسن خاں

لکھنؤ کی معاشرت میں تراش، نفاست، شائستگی اور ادب آداب کی ایسی چمک دمک تھی، جو آنکھوں میں عکس چھوڑ گئی ہے۔ "گذشتہ لکھنؤ" اسی محفلِ طرب کی داستان ہے۔ اور یہ واقعہ ہے کہ شرر نے اسے بے حد جذبات نگاری کے ساتھ، ڈوب کر بیان کیا ہے۔

(عمدہ کتابت، آفسٹ کی اعلا طباعت)

قیمت طلبہ اڈیشن ۵۰/۸

" لائبریری اڈیشن - /۱۰

انجمن ترقی اردو کی پرانی مطبوعات

		مجلد	غیر مجلد
آرائش محفل	شیر علی افسوس	۴/۵۰	۳/۵۰
انتخاب داغ	مولوی عبدالحق	۲/۷۵	۱/۷۵
انتخاب وحید	سید علی حسین زیبا	۱/۲۵	۱/-
ادب الجاہلی	ڈاکٹر طٰہٰ حسین	۷/-	۶/-
آدمی اور مشین	پروفیسر محمد عاقل	۶/-	۵/-
انتخاب ذوق و ظفر	پنڈت دتا تریہ کیفی و شان الحق حقی	۳/-	۲/-
الف لیلیٰ حصہ سوم	ڈاکٹر ابوالحسن منصور احمد	۵/-	۴/-
" " " چہارم	" " "	۵/-	۴/-
" " " پنجم	" " "	۵/۵۰	۴/۵۰
" " " ششم	" " "	۵/۵۰	۴/۵۰
" " " ہفتم	" " "	۴/۲۵	۳/۲۵
اخبار مجموعہ	مولوی محمد زکریا مائل	۳/۵۰	۲/۵۰
اسباق النحو حصہ اول	مولانا حمید الدین		-/۳۷
" " " دوم	" "		-/۲۵
ادبیات فارسی میں ہندوؤں کا حصہ	ڈاکٹر سید عبداللہ	۴/-	۳/-
بزم اکبر	مولوی قمرالدین احمد	۲/۷۵	۱/۷۵
بزم مشاعرہ	" "	-	/۵۰
پرتھوی راج راسا	محمود خاں شیرانی	۴/۷۵	۳/۷۵
پودے اور ان کی زندگی	محمد سعید الدین	-	۱/۷۵
تاریخ تمدن حصہ دوم		-	۱/۵۰
تاریخ اخلاق یورپ حصہ اول	مولانا عبدالماجد دریابادی	-	۲/۵۰

کتاب	حصہ	مصنف / ناشر	مجلد	غیر مجلد
تاریخ اخلاق یورپ	حصہ دوم	مولانا عبدالماجد دریابادی	-	۲/-
تاریخ منظوم سلاطین بہمنیہ		انجمن ترقی اردو ہند	-	۱/-
تاریخ گلکنڈہ		محمد نصیح الدین بلخی	۵/۷۵	۴/۷۵
ترکوں کی اسلامی خدمات		سید وہاج الدین	-	۱/۵۰
تاریخ یونان قدیم		ہاشمی فرید آبادی	-	۲/۵۰
تنقیدِ عقلِ محض		ڈاکٹر سید عابد حسین	-	۶/-
تہذیب اسلامی مسلمان کلچر		سید وزارت علی	۲/۵۰	۱/۵۰
تذکرۂ ریختہ گویان		مولوی عبدالحق		-/۷۵
جائزۂ زبانِ اُردو۔ ریاست ہائے راجپوتانہ	حصہ اول	انجمن ترقی اردو ہند		۲/۵۰
جگ بیتی		پنڈت برجموہن دتاتریہ کیفی		-/۵۰
جوامع الحکایات	حصہ اوّل	اختر شیرانی	۳/۲۵	۲/۲۵
" "	" دوم		۴/-	۳/-
جنابات مرجائداد		محمد غوث	۲/۲۵	۲/-
حکایاتِ آغاقی	اوّل	رئیس احمد جعفری	۵/-	۴/-
حفظ اللسان ۔ خالق باری		پروفیسر محمود شیرانی	۲/۲۵	۱/۲۵
حقیقتِ اسلام		مولوی علی بشیر	-	/۷۵
حبش و اطالیہ		اختر حسین رائے پوری	-	۱/۲۵
خمسۂ کیفی		پنڈت برجموہن دتاتریہ کیفی	-	-/۲۵
خطباتِ عبدالحق	دوم	مولوی عبدالحق	۲/۵۰	۱/۵۰
داستانِ ریاضی		ڈاکٹر رضی الدین صدیقی	۳/۵۰	۲/۵۰
داستانِ دانش		ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم	۴/-	۳/-
دیوانِ فائز		مسعود حسن رضوی	۳/۵۰	۲/۵۰
دیوانِ بہرام		مسلم ضیائی	۲/۲۵	۱/۲۵

کتاب	حصہ	مصنف / مترجم	مجلد	غیر مجلد
دیوانِ جوشش		قاضی عبدالودود	-	۱/۱۲
دیوانِ تاباں		مولوی عبدالحق	-	۲/-
دفترِ فرعون	اول و دوم	الطاف حسین خاں		۲/-
رندِ پارسا		رئیس احمد جعفری	۵/۲۵	۴/۲۵
سراج الدولہ		محمد عمر نور الٰہی	۴/-	۳/-
سفرنامہ حکیم ناصر خسرو		عبدالرزاق کانپوری	-	۳/-
سہ نظم ہاشمی		سید ہاشمی فریدآبادی	-	/۲۵
طربیہ خداوندی		عزیز احمد	۴/-	۳/-
علم الاقوام	اول	ترجمہ ڈاکٹر سید عابد حسین	-	۲/۷۵
〃 〃	دوم	〃 〃 〃 〃		۲/۲۵
فنِ صحافت		رحم علی الہاشمی	۳/۲۵	۲/۲۵
فرہنگ اصطلاحات پیشہ وراں	دوم	مولوی ظفر الرحمٰن	۲/۲۵	۱/۷۵
〃 〃 〃	سوم	〃 〃 〃	۲/۲۵	۱/۷۵
〃 〃 〃	چہارم	〃 〃 〃	-	۱/۷۵
〃 〃 〃	پنجم	〃 〃 〃	-	۲/۵۰
〃 〃 〃	ششم	〃 〃 〃	۳/۵۰	۲/۵۰
〃 〃 〃	ہفتم	〃 〃 〃	۲/۷۵	۱/۷۵
〃 〃 〃	ہشتم	〃 〃 〃	۳/۵۰	۲/۵۰
کتاب الہند البیرونی	دوم	ترجمہ سید اصغر علی	-	۳/-
گلِ عجائب		اسد علی خاں تمنّا	-	۱/۱۲
گوتم بدھ		ڈاکٹر حفیظ سیّد	۲/۵۰	۱/۵۰
معاشیات کی ماہیت اور اہمیت		ابو سالم	۳/-	۲/-
مرحوم دِلّی کالج		مولوی عبدالحق	۲/۵۰	۱/۵۰
معمارِ اعظم		عزیز احمد		۱/۲۵

			مجلد	غیر مجلد
ملک محمد جائسی		سید کلب مصطفےٰ		۱/۶۲
مقالات گارساں دتاسی	اول	موسیو گارساں دتاسی		۴/-
" " "	دوم	" " "		۴/-
مانڈو شادی آباد		غلام یزدانی	۳/-	۲/
معدنی دباغت		سید امداد علی دماغ	۲/-	۱/۵۰
مرہٹی زبان پر فارسی کا اثر		مولوی عبدالحق	-	-/۵۰
مشاہیر یونان و روما	اول	ترجمہ سید ہاشمی فرید آبادی	۴/۵۰	۳/۵۰
" " "	دوم	" " "	۵/۲۵	۴/۲۵
" " "	سوم	" " "	۵/۵۰	۴/۵۰
" " "	چہارم	" " "	۵/۵۰	۴/۵۰
نظریۂ تعلیم	دوم	ترجمہ قاضی عبدالحمید	۴/-	۳/-
نسل اور سلطنت		عزیز احمد	-	۱/۶۲
ہماری قومی زبان		سر تیج بہادر سپرو	-	-/۵۰
ہمارا رسم الخط		عبدالقدوس ہاشمی	-	/۱۲
ہمارے بنک		محمد احمد سبزواری	۲/۷۵	۱/۷۵
ہمارے مزدور		عبدالقادر	-	-/۵۰

پرنٹر پبلشر ز۔ سید احمد ولی نے جمال پرنٹنگ پریس میں چھپوا کر جامعہ نگر نئی دلی ۲۵ سے شائع کیا

مینجنگ اڈیٹر
شاہد علی خاں
اڈیٹر
ولی شاہجہاںپوری

کتاب نما

نئی دلی نمبر ۲۵
لائبریریوں کے لیے سالانہ ایک روپیہ

اکتوبر ۱۹۷۲ء
جلد نمبر ۱۳ شمارہ نمبر ۱۰
سالانہ : تین روپے
فی پرچہ : ۳۰ پیسے

اشاریہ

ستمبر کا مہینہ مکتبہ جامعہ کے کاروباری سال کا آخری مہینہ ہوتا ہے۔ پورے سال کے کاروبار کا جائزہ لینے سے قبل حساب کتاب کی جانچ پڑتال، کتب کا اسٹاک اور ریکارڈ وغیرہ کا درست کرنا ضروری ہوتا ہے۔ مہینے کے آخری دو ہفتے ان کاموں کے لیے وقف کرنے پڑتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آخری ہفتے میں موصول ہونے والے خطوط کے جواب اور آرڈروں کی تعمیل میں دیر ہوجاتی ہے اور اس مرتبہ بھی یہی ہوا۔ ہمیں یقین ہے کہ مکتبہ جامعہ کے سرپرست اور ہمدرد اس تاخیر کے لیے ہمیں معاف کردیں گے اور حسبِ سابق اپنا تعاون اور سرپرستی جاری رکھیں گے۔

ہمیں خوشی ہے کہ ان مصروفیتوں کے باوجود اس مہینے میں بھی ہم معیاری ادب سیریز کی تین کتابیں شائع کرنے میں کامیاب ہوسکے۔ یہ کتابیں ہیں انتخاب قلی قطب شاہ، انتخاب ذوق اور انتخاب مضامین سرسید اس طرح اس مفید سلسلے کی تین کتابیں پوری ہوگئیں۔ مزید خوشی اس بات کی ہے کہ یہ کتابیں اس امدادی رقم کے ختم ہوجانے کے بعد شائع ہوئی ہیں جو اس کام کے لیے حکومتِ جموں وکشمیر سے ملی تھی۔ یہ نتیجہ ہے اس پذیرائی کا جو اس سلسلے کی کتب کو حاصل ہوئی۔ اگر تعلیم یافتہ طبقے کا تعاون اسی طرح برقرار رہا تو بہت ممکن ہے کہ موجودہ حالات میں بھی ہم اس سلسلہ کو جاری رکھنے کی اپنی کوشش کو ترک نہ کریں گے۔

خدا کا شکر ہے کہ کتاب نما، کے جس خصوصی نمبر کا اعلان کئی ماہ سے کیا جارہا

ہے، وہ اب تیاری کی اس منزل پر پہنچ گیا ہے کہ ہم اس کی اشاعت کے وقت کا تعین کر سکتے ہیں۔ انشاءاللہ یہ شمارہ یعنی "نئی نظم کا سفر" دسمبر کے پہلے ہفتے میں قارئین کے ہاتھوں میں ہوگا۔

اس شمارے کی قیمت ساڑھے چھ روپے ۶/۵۰ ہوگی۔ لیکن "کتاب نما" کے مستقل خریداروں کو یہ شمارہ صرف ساڑھے چار روپے میں دیا جائے گا۔ خریدار حضرات جو اس خصوصی شمارے کے خواہشمند ہوں، ہمیں ساڑھے پانچ روپے (معہ فیس رجسٹری) بذریعہ منی آرڈر ۲۵ نومبر سے قبل بھیج دیں۔ واضح رہے کہ اس ضخیم نمبر کو معمولی ڈاک سے بھیجنے میں اس کے وصول ہونے کے مقابلے میں ضائع ہو جانے کے امکانات زیادہ ہیں۔

جن خریدار حضرات نے اپنے سالانہ چندوں کی تجدید نہیں کی یا جو حضرات یہ نمبر رعایتی قیمت پر حاصل کرنا چاہیں، ساڑھے آٹھ روپے ۸/۵۰ (تین روپیہ چندہ، ساڑھے چار روپے، قیمت خصوصی نمبر اور ایک روپیہ فیس رجسٹری) بذریعہ منی آرڈر بھیج دیں۔ اس طرح سال بھر تک انھیں کتاب نما ملتا رہے گا۔
یہ رعایت صرف نومبر کے مہینے تک ہے۔ اس کے بعد ختم ہو جائے گی۔

معیاری ادب نمبر ۳۰

انتخاب مضامین سرسید

تصحیح و ترتیب

انور صدیقی

سرسید، ایسے جامع کمالات بزرگوں میں سے تھے جو بیک وقت، تہذیب، مذہب، طب، فقہ، سیرت، علم الکلام اور تفسیر کے تمام تر موضوعات پر اسی اعتماد کے ساتھ قلم اٹھاتے تھے جس اعتماد کے ساتھ وہ سیاست، تعلیم اور ادب کے موضوعات پر خامہ فرسائی کرتے تھے۔ اس انتخاب میں اس بات کی پوری کوشش کی گئی ہے کہ ان کے تمام نثری وسائل اظہار کی نمایندگی ہو جائے۔

(عمدہ کتابت، فوٹو آفسٹ کی اعلیٰ طباعت)

قیمت: [illegible] ۱۰/۰۰
[illegible] ۳/۰۰

معیاری ادب نمبر ۲۹

انتخابِ ذوق

تصحیح و ترتیب
(ڈاکٹر) تنویر احمد علوی

ذوق کی شاعری، ہماری کلاسیکل شاعری کا ایک ناقابلِ فراموش حصّہ ہے، خاص طور پر اُن کے قصائد جو اُن کے کمالِ فن کا بہترین ثبوت ہیں۔ اُن کی علمی فضا، اُن کا فکری ماحول، بے رخنہ بندشِ الفاظ اور استادانہ اسلوبِ ادا، ان کے اردو قصائد کو اُردو کی مدحیاتی ادب میں ایک خاص مقام اور بلند مرتبہ عطا کرتے ہیں۔

اس انتخاب میں ذوق کے قصائد بھی ہیں اور غزلیں بھی آخر میں مشکل الفاظ کی فرہنگ بھی شامل کر دی گئی ہے۔

(عمدہ کتابت، فوٹو آفسٹ کی اعلا طباعت)

قیمت: طلبہ اڈیشن ۔ ۳/۵۰
لائبریری اڈیشن ۴/۲۵

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دہلی ۲۵ ۔ دہلی ۶ ۔ بمبئی ۳ اور علی گڑھ ۲

حاصلِ مطالعہ

"کتاب نما" کی اشاعت کا واحد مقصد پڑھنے والوں کو تازہ مطبوعات سے آگاہ کرنا ہے۔ اس سلسلے میں ہم نے اقتباس، تعارف اور تبصرے، غرضیکہ جو کچھ کتابوں کو مقبول بنانے کے لیے کیا جا سکتا ہے، کیا ہے۔ اب ہم یہ کالم اس لیے شروع کر رہے ہیں کہ قارئین کتاب نما جو کتابیں پڑھتے ہیں اور اُن کے بارے میں جو رائے رکھتے ہیں۔ اس سے دوسرے بھی واقف ہوتے رہیں۔ اس سے ایک فائدہ تو یہ ہوگا کہ کتابوں کی مقبولیت کا علم آسانی سے ہو سکے گا مگر دوسرا اور سب سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ وہ کتابیں بھی روشنی میں آجائیں گی، جو اشتہاروں اور تبصرہ نگاروں کے حدود سے باہر ہیں، امید ہے کہ ہمارے اس سلسلے کو پسند کیا جائے گا۔

ہم یہ تو نہیں چاہتے کہ کسی کتاب تو قارئین کے درمیان موضوعِ بحث بنا کر مباحثے اور مناظرے کے دروازے کھول دیں، مگر متضاد۔ (لیکن سنجیدہ) رایوں کی اشاعت سے ہمیں انکار نہ ہوگا۔

اس سلسلے میں جو کچھ شائع ہوگا وہ مراسلہ نگار کی ذاتی رائے ہوگی۔ ادارے کا اتفاق یا اختلاف ضروری نہیں۔

ایڈیٹر

مبشر علی صدیقی

یادش بخیر ۱۹۶۹ء میں علی گڑھ میگزین کا غالب نمبر شائع ہوا تھا۔ ۱۹۷۰ء میں کوئی قابلِ ذکر شمارہ شائع نہیں ہوا۔ ۱۹۷۱ء میں موجودہ انتخاب نمبر شائع ہوا ہے۔ اس نمبر کی تیاری یونیورسٹی کی جوبلی کے سلسلہ میں کی گئی تھی۔ اس میں ایم۔ اے۔ اور کالج

میگزین اور علیگڑھ منتھلی کے مضامین نثر و نظم کا انتخاب ہے۔ انتخاب محنت و سلیقہ سے کیا گیا ہے۔ شروع کے ۲۷ صفحے اڈیٹر صاحب نے "حرفِ آغاز" کے عنوان سے لکھے ہیں۔ اس میں ایک جگہ وہ لکھتے ہیں "میگزین کے نگراں پروفیسر آل احمد سرور نے اپنے رفیقوں کے مشورے سے یہ طے کیا کہ جوبلی کے موقع پر محمڈن اینگلو اورینٹل کالج میگزین (جولائی ۱۸۹۴ء تا دسمبر ۱۹۰۲ء) علی گڑھ منتھلی (جنوری ۱۹۰۳ء تا دسمبر ۱۹۱۹ء) اور علی گڑھ میگزین (جنوری ۱۹۲۰ء تا ۱۹۷۰ء) کے تقریباً چھہتر سال کے پرچوں کا ایک ایسا انتخاب شائع کیا جائے جس کے ذریعے سے ان مجلّوں کی ادبی خدمات کا بھی اندازہ ہو سکے اور علی گڑھ کی ادبی زندگی کا تسلسل بھی واضح ہو جائے۔ جب کام شروع کیا گیا تو اندازہ ہوا کہ سارے مواد کا کوئی اچھا انتخاب ایک ہزار سے کم صفحات میں نہ آ سکے گا۔ اس لیے یا لآخر یہ فیصلہ کرنا پڑا کہ فی الحال محمڈن اینگلو اورینٹل کالج میگزین اور علی گڑھ منتھلی میں شائع شدہ مضامین کا انتخاب پیش کیا جائے اور علی گڑھ میگزین ۱۹۲۰ء تا ۱۹۷۰ء کے اندراجات کا انتخاب آئندہ کسی موقع پر شائع ہو" آگے چل کر لکھتے ہیں "طلبائے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے اس علمی و ادبی مجلّے نے جسے آج ہم علی گڑھ میگزین کے نام سے یاد کرتے ہیں گذشتہ پون صدی کے دوران اردو ادب و صحافت کی تاریخ میں ایک نمایاں اور اہم رول ادا کیا ہے۔ اس کی جڑیں سرسید کے "علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ" اور پھر "اخبار سائنٹفک سوسائٹی" سے جا کر مل جاتی ہیں جس کا پہلا شمارہ ۳۰۔ مارچ ۱۸۶۶ء کو منظرِ عام پر آیا تھا۔ لسّانی اعتبار سے یہ زمانہ اُردو کے عروج کا زمانہ تھا۔ شمالی ہندوستان کے عوام نے بلا تفریق مذہب و ملت اُردو کو اپنی علمی و تہذیبی زبان کی حیثیت سے تسلیم کر لیا تھا۔ سرکاری دفتروں، عدالتوں اور دیگر کاروباری امور کے لیے اس زبان کا استعمال ہوتا تھا۔ عوام کے لیے اظہارِ خیال اور ترسیل کا یہی ایک بہترین ذریعہ تھی۔" مدیر کے اس ادارئیے سے اتفاق کرتے ہوئے یہ کہنا ہے کہ انھوں نے ایم۔ اے۔ او۔ کالج میگزین اور علی گڑھ منتھلی کے تمام پرچوں کو دستیاب کرنے کی پوری کوشش نہیں کی ورنہ مضامین کے انتخاب میں یہ خلا واقع نہ ہوتا جس کا اظہار ان سطور میں کیا ہے۔ "مجھے افسوس ہے کہ انتہائی تلاش و جستجو کے باوجود علی گڑھ میں ایم۔ اے۔ او کالج میگزین اور منتھلی کی بہت سی پرانی فائلیں دستیاب نہ ہو سکیں۔ میں اس سلسلے میں یہاں کے اہلِ علم حضرات سے بھی ملا اور "ہماری زبان" میں مراسلات بھی شائع

معیاری ادب نمبر ۲۶

انتخاب ناسخ

تصحیح و ترتیب

رشید حسن خاں

ناسخ دبستانِ لکھنؤ کے سب سے پہلے اور سب سے اہم شاعر ہیں۔ انھوں نے ایک نئے اسلوب کی تشکیل کی تھی؛ جس نے دبستانی اسلوب کی حیثیت سے فروغ پایا اور مدت تک غزل پر اپنے نشانات کو نمایاں رکھا۔

اس کتاب کے "تعارف" میں اس بات کی پوری کوشش کی گئی ہے کہ ناسخ کی شاعری، اور اُن سے منسوب اصلاحِ زبان کے مسائل پر اس طرح گفتگو کی جائے کہ مبہم باتیں روشن ہو سکیں اور مفروضات کا دھندلکا صاف ہو۔ یہ "تعارف" آیندہ مفصل بحثوں کے لیے اہم اشاریے کا کام دے سکتا ہے۔

قیمت: طلبہ اڈیشن ۶/۵۰ — لائبریری اڈیشن ۷/۵۰

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دہلی ۲۵ - دہلی ۶ - بمبئی ۳ - اور علی گڑھ ۲

کرائے لیکن خاطر خواہ کامیابی نہیں ہوئی۔ اس لیے مجبوراً صرف انھیں پرچوں سے استفادہ کرنا پڑا جو سرسید میوزیم (مولانا آزاد لائبریری، مسلم یونیورسٹی) کی الماریوں میں محفوظ رہ گئے تھے غیر دستیاب شدہ پرچوں میں یقیناً بہت سی اہم چیزیں ایسی ہوں گی جن کی شمولیت سے ہم اس انتخاب کو اور بھی جامع اور اہم بنا سکتے تھے۔" اُردو داں اور علیگ حضرات کی ایک معقول تعداد ہندوستان میں علی گڑھ سے باہر بھی رہتی ہے۔ ان سے رابطہ قائم کیا جا سکتا تھا۔

"ہماری زبان" کے علاوہ "قومی آواز" لکھنؤ اور "سیاست" حیدرآباد میں اس قسم کے اشتہارات شائع کرائے جا سکتے تھے۔ آزاد لائبریری علی گڑھ کے علاوہ خدا بخش لائبریری بہار اور امپیریل لائبریری کلکتہ سے رجوع کیا جا سکتا تھا ——— ممکن ہے کہ میگزین اور منتھلی کے پرانے فائل یہاں مل جاتے جو علی گڑھ میں موجود نہیں ہیں۔ اور ان میں ایسا کوئی مضمون یا نظم دستیاب ہو جاتی جس کا اس انتخاب نمبر میں شامل کرنا ناگزیر ہوتا۔ بہر کیف اگر اس شمارہ کا دوسرا ایڈیشن شائع ہوتا ہے تو اس کمی کو پورا کیا جا سکتا ہے۔ انتخاب نمبر میں اتنے مقتدر ادیبوں اور شاعروں کے مضامین نثر و نظم شامل ہیں کہ یہ بقول مہدی افادی "خاصہ کی چیز" بن گیا ہے۔ اُردو ادب کے ایک اچھے طالبعلم کو اس کا مطالعہ کرنا ضروری ہے۔ اُردو کی ہر ایک معیاری لائبریری میں اس کی ایک جلد ہونا چاہیے۔ اُردو ادب کے دورِ متوسطین پر ریسرچ کرنے والوں کے لیے یہ ایک رہبر کا کام دے گا۔ بعض اہم مضامین نثر و نظم کے عنوانات مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) مکینکس اور مسلمان از شبلی نعمانی۔ (۲) دنیا کی زبانیں از وحید الدین سلیم۔ (۳) دوستی از سید محمود (۴) ازدواجِ مطہرات۔ از سرسید احمد خاں۔ (۵) سرسید احمد خاں اور مذہب از حالی۔ (۶) علوم مشرقی اور علوم غربی از ذکاء اللہ دہلوی۔ (۷) جماعتوں اور قوموں کے ضعیف العقل ہونے کی علامتیں از خواجہ غلام الثقلین۔ (۸) مرزا پھویا علی گڑھ کالج میں (نظم) از سجاد حیدر یلدرم (۹) مغربی طرزِ معاشرت از سجاد حیدر یلدرم۔ (۱۰) میر کے بہتر (۷۲) نشتر از حسرت موہانی۔ (۱۱) ہمارے قومی امراض از خوشی محمد ناظر (۱۲) زندہ دلی از شیخ عبدالقادر۔ (۱۳) اردو شاعری اور اس پر بے جا الزامات از حسرت موہانی (۱۴) وید مقدس اور اس کی مذہبی تعلیم از حامد صدیقی (۱۵) مرثیہ سید محمود (مرحوم) از ظفر علی خاں۔ (۱۶) تعلیم نسواں از مولانا ابو الکلام آزاد۔

(۱۷) سکے کی ابتدا اسلام میں از عزیز مرزا۔ (۱۸) نظم دعائیہ از اکبر آلہ آبادی۔ (۱۹) مسلمان اور علوم ہندوستان از حبیب الرحمان خاں شیروانی۔ (۲۰) کلیلہ دمنہ از سلیمان ندوی (۲۱) مبارک باد سفر (نظم) از حامد حسن قادری (۲۲) مسئلہ ارتقا اور مسئلہ کون از عبدالرحمٰن بجنوری (۲۳) عقدۂ کائنات بذریعہ علم ہیئت از پروفیسر ولی محمد (۲۴) اردو شاعری پر ایک اجمالی نظر از سجاد علی انصاری (۲۵) گل منزل از رشید احمد صدیقی۔ مضامین اور نظموں میں سے یہاں اقتباسات دینا مناسب نہیں ہے۔

لوہے کے حروف میں چھپائی سائنٹفک ہے اور اس طرح کتابیں رسائل زیادہ تعداد میں شائع کی جا سکتی ہیں۔ دوسرے ممالک میں اس کا رواج عام ہو سکتا ہے۔ ہندوستان میں سوائے اردو کے اور تمام زبانوں کی چھپائی لوہے کے حروف (ٹائپ) میں ہوتی ہے۔ لیکن اس کو کیا کیا جائے کہ آنکھیں پتھر کی چھپائی پڑھنے کی عادی ہو گئی ہیں اور اس چھپائی کا بھی اپنا ایک حسن ہے۔ جس کو آسانی سے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اگر یہ انتخاب نمبر لیتھو کی چھپائی سے چھپتا تو اچھا رہتا۔ شاید ۱۹۶۵-۶۴ء میں علی گڑھ میگزین کا ایک عام شمارہ لوہے کے حروف میں چھپا تھا۔ اس کے بعد تمام شمارے پتھر یا لیتھو کی چھپائی میں چھپے۔ یہ نیا تجربہ اگر میگزین کے نگرانِ اور مدیر کسی مستقبل میں شائع ہونے والے عام نمبر سے کرتے تو مناسب ہوتا۔ بہر حال یہ ایک جملہ معترضہ تھا اور اس سے اس شمارے کی قدر و قیمت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ مجموعی طور پر علی گڑھ میگزین کا یہ خاص شمارہ اپنی جگہ پر کافی اہم ہے اور اردو کے عام ناظرین کے لیے بھی اس کا مطالعہ مفید ثابت ہوگا۔

علی گڑھ میگزین (انتخاب نمبر ۱۹۷۱ء) ایڈیٹر: مرزا خلیل احمد بیگ
مسلم یونیورسٹی پریس علی گڑھ قیمت: ؟؟؟

ڈاکٹر مشیر الحق

جامعہ ملیہ اسلامیہ کے نصاب میں ثانوی درجات تک مسلمان بچوں کے لیے "اسلامیات" ایک لازمی مضمون کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور ثانوی کے طلبا کے لیے

اس موضوع پر آج سے ۴۵ سال قبل اُس وقت کے استاد اسلامیات، مولانا سعد الدین انصاری نے قرآن کی منتخب آیات اور چیدہ احادیث کا ایک مجموعہ مرتب کیا تھا، جو آج تک جامعہ ملیہ اسلامیہ کے نصاب میں شامل ہے۔ یہ مجموعہ بغیر اُردو ترجمہ کے اصل عربی زبان میں تھا لیکن عربی زبان سے روز بڑھتی ہوئی ناواقفیت کی بنا پر اس کا دائرۂ اثر کم سے کم ہوتا جا رہا تھا اور یہ ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ اس کا ایک سلیس اُردو ترجمہ شائع کر دیا جائے۔ مولانا جمال الدین اعظمی نے جو مدرسہ ثانوی میں اسلامیات کے استاد ہیں۔ اس خدمت کو انجام دے کر طلبا کے لیے بہت آسانیاں پیدا کر دی ہیں۔

اس کتاب سے نہ صرف جامعہ ملیہ کے طلبا بلکہ اُردو ذریعہ تعلیم کے وہ مدارس بھی فائدہ اٹھا سکتے ہیں جن کے یہاں اسلامیات بحیثیت ایک مضمون کے پڑھایا جاتا ہے۔

کتاب بغیر کسی عنوان یا تشریحی نوٹ کے صرف قرآن و حدیث کے انتخابات پر مشتمل ہے اور اہم موضوعات سے متعلق اسلامی تعلیمات مختلف جگہوں پر بکھری ہوئی ہیں۔ اس کے باعث عام قاری کو اس کتاب سے دلچسپی پیدا نہ ہوگی۔ لیکن طالب علموں کے نقطۂ نظر سے یہی ترتیب ضروری تھی کہ ایک موضوع پر بیک وقت تمام آیات واحادیث کو پڑھا دینے کے بجائے انہیں تھوڑا تھوڑا کر کے بتایا جائے تاکہ طالب علم کو اکتاہٹ نہ پیدا ہو۔ غالباً اسی سبب سے مصنف نے بغیر کسی عنوان کے مختلف موضوعات پر قرآن و حدیث کے اقتباسات کو پوری کتاب میں بغیر کسی ترتیب کے بکھیر دیا ہے، اور یہی بے ترتیبی ایک طرح سے کتاب کی خوبی بھی ہے اور خرابی بھی۔

کتاب و سنّت کے جواہر پارے — مولانا جمال الدین اعظمی — مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دلی — قیمت ۱۵ء ۲/۲۵

صالحہ عابد حسین

جناب مالک رام صاحب ہمارے مشہور ادیب اور محقق ہیں جو عمر بھر بڑی لگن اور محنت سے ادبی، تحقیقی اور تنقیدی کتابیں لکھتے رہے ہیں یہ کام وہ فرض سمجھ کر نہیں کرتے بلکہ ان کی زندگی کی مسرت کا راز بھی اسی میں پنہاں معلوم ہوتا ہے۔ حال ہی میں ان کی ایک اور کتاب تذکرہ معاصرین شائع ہوئی ہے۔ ہماری

ترقی اُردو بورڈ (مرکزی وزارتِ تعلیم، حکومتِ ہند) کے لیے

نیشنل بُک ٹرسٹ، انڈیا نے شایع کیں

تاریخ فلسفۂ اسلام : ٹ۔ ج۔ دوبوئر۔ ترجمہ: ڈاکٹر سید عابد حسین

ہر مہذب قوم، زندگی اور کائنات کے عقدہ ہائے سر بستہ کو حل کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ اِس کوشش کا نتیجہ چند خیالات کا مجموعہ ہوتا ہے جو اِس قوم کا فلسفہ کہلاتا ہے۔ یہ کتاب آپ کو فلسفۂ اسلام کے بارے میں پوری پوری معلومات دے سکتی ہے۔

قیمت: ۔/۵

تاریخ تمدن ہند — پروفیسر محمد مجیب

ہندوستانی تہذیب کی یہ داستان اس امید پر لکھی گئی ہے کہ اس کے پڑھنے والے اس کو اپنی تاریخ سمجھیں اور اس میں جو حالات بیان کیے گئے ہیں ان کو اپنی زندگی کے حالات جان کر غور کریں۔

قیمت: ۔/۱۲

ہمارا قدیم سماج — سید یحییٰ حسن

سید یحییٰ حسن کی یہ تصنیف طویل محنت اور ہمہ گیر [illegible] کاوش کا نتیجہ ہے۔ انھوں نے ان تمام موضوعات پر زمانے کے تقاضوں کے مطابق پُر وقار انداز میں قلم اٹھایا ہے۔ [illegible] اور [illegible]۔

قیمت: [illegible]

تقسیم کار

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دلی ۲۵ - دہلی ۶ - بمبئی ۳ اور علی گڑھ ۲

ان میں تذکرے بہت زمانے سے لکھے جاتے رہے ہیں۔ پہلے فارسی میں اور پھر کچھ
دو میں بھی۔ لیکن ایک عرصے سے اس موضوع پر کوئی کتاب نہیں لکھی گئی مستقبل
جب لوگ اس دور کے ادیبوں، شاعروں، نقادوں، محققوں کے بارے میں قابل
تماد حالات معلوم کرنا چاہیں گے تو ان کو خاصی مشکل پڑے گی "تذکرۂ معاصرین"
اس کمی کو ایک حد تک پورا کر دیا ہے "ایک حد تک" اس لیے کہ اس میں
رف گزشتہ پانچ سال میں وفات پانے والے حضرات کے حالات ہیں۔ جو برسہ
اہی میں "وفیات" کے عنوان سے مالک رام صاحب کے رسالے تحریر میں شایع
ہوتے تھے۔

اس مجموعے میں تہتّر لوگوں کے حالات ہیں۔ ان میں ادیب بھی ہیں شاعر بھی،
نقاد اور محقق بھی اور صحافی بھی۔ ان میں بہت مشہور و معروف لوگ بھی ہیں اور نسبتاً کم معروف
بھی اور ایسے بھی جو اگرچہ ادب و تحقیق میں اپنا ایک خاص مقام رکھتے تھے مگر خراب
تہ داماں رہے اور عام طور پر لوگ اُن کے کام سے کم واقف ہوئے۔

مالک رام صاحب محقق ہیں اس لیے ان کی ان تحریروں میں بھی تحقیق کا
رنگ غالب ہے۔ اس میں صحیح حالات اور مستند باتیں بیان کی گئی ہیں اور
اس کے لیے وہ بڑی کاوش کرتے ہیں۔ مرحوم کے عزیزوں اور دوستوں سے
مل کر یا خط و کتابت کر کے ہندی کی چندی نکالتے ہیں۔ ویسے بھی ان مرحومین میں سے
بیشتر سے ان کے ذاتی اور قریبی تعلقات رہے ہیں۔ اب انھوں نے اپنے ان
سب مختصر مضامین کو یکجا کر کے شایع کر دیا ہے تاکہ ادب کے طالب علموں اور آنے
والے زمانے کے محققوں کو فائدہ پہنچے۔

لیکن انھوں نے یہ نوٹس جوں کے توں شائع نہیں کیے کہ ان کی ایک اشاعت
میں اضافہ ہو جائے۔ بلکہ محنت کے ساتھ انھوں نے ان پر نظر ثانی کی۔ جہاں خامی
نظر آئی اسے دور کیا۔ جہاں اضافہ کی ضرورت محسوس ہوئی کیا۔ ادیبوں کے حالات
میں تفصیل سے کام لیا۔ ان کی تصانیف کی فہرست دی۔ شاعروں کے کلام کا انتخاب
دیا اور اس طرح یہ ایک مکمل تصنیف بن گئی۔ یوں تو ان مضامین [illegible]
ہیں۔ مالک رام نے اپنے ان مرحوم معاصرین کے خاندانی حالات [illegible]
ہے اور ذاتی صفات ادبی اور تحقیقی و تنقیدی اہل حیثیتوں کا تذکرہ بھی کیا ہے اور ان کی [illegible]
اس میں تحقیقی رنگ غالب ہے مگر تحقیق کی خشکی اور بے رنگی نہیں بلکہ [illegible]

"ہندوستان"، کی تیسری پیش کش

دوسرے کنارے تک

عزیز قیسی

کچھ کہانیاں ایسی ہوتی ہیں جن میں شہر، علاقہ، ملک بہت ضروری ہوتے ہیں۔ ان کہانیوں میں انسان، کسی شہر کی زمین پر بنی ہوئی تصویر کی طرح ہوتا ہے۔ اگر زمین کا رنگ ایسا نہ ہو کہ کسی تصویر کو ابھار سکے تو انسان یاد نہیں رہتا، زمین یاد رہ جاتی ہے۔

اس کہانی میں زمین اہم نہیں ہے۔ اس لیے کہ یہ کہانی ہندوستان کے کسی بھی شہر، کسی بھی علاقے کی ہو سکتی ہے۔ کیونکہ یہ کہانی ایک لڑکی کی ہے جو ہندوستان کے کسی کونے میں آپ کو مل سکتی ہے۔ گھر کے اندھیرے میں بند، ماں، باپ سے کھنچی کھنچی، اپنے آپ سے گھبرائی ہوئی لڑکی، جس کی آنکھوں میں ایک نہیں ہزاروں افسانے ہیں، ہزاروں، لیکن زبان خاموش ہے بالکل خاموش۔ یہ ایک ایسا عظیم ناول ہے جو عزیز قیسی کو صف اوّل کا ناول نگار تسلیم کروا دے گا۔

قیمت

تین روپے پچاس پیسے

تقسیم کار

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ نئی دہلی ۲۵۔ دہلی ۶۔ بمبئی ۳ اور علی گڑھ ۲

زوں کے کلام کا انتخاب اچھا ہے لیکن کہیں کہیں زیادہ طویل ہو گیا ہے ۔ زبان رواں، سادہ
یا محاورہ ہے ۔

بعض مضامین مختصر تذکرہ کی بجائے مفصل مضمون ہو گئے ہیں ۔ ... لکھنوی،
رلیب شادانی، میاں بشیر احمد، عبدالقادر سروری، اختر ظہری، پروفیسر حبیب،
عباس حسینی، حسرت موہانی، غلام رسول مہر وغیرہ پر ان کے مضمون مفصل اور ...
۔ ڈاکٹر ذاکر حسین، سید عبداللطیف، شاہد احمد اور خواجہ غلام السیدین پر جو
مضامین انھوں نے تحریر کیے ہیں ان میں بڑے پُر اثر اور دلنشیں انداز میں ...
ان نامور حضرات کی سیرت، اخلاق اور کارناموں پر روشنی ڈالی ہے ۔

"تذکرہ معاصرین" ایک مفید، اہم اور دلچسپ کتاب ہے اور مالک رام صاحب نے اپنے
قوم معاصرین کو اپنے محققانہ انداز میں یہ خراج پیش کر کے بڑا کام کیا ہے جس کی اہمیت
ج سے بھی زیادہ آنے والے زمانے میں معلوم ہوگی ۔

تذکرہ معاصرین — مالک رام — مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دہلی ۲۵ — قیمت -/۱۵

نور کمال حسینی

تاریخ نگاری ایک ایسا علم ہے جسے ہم بہت زیادہ دلچسپ نہیں کہہ سکتے ۔
ی عہد اور دور کے واقعات کو دوہرانا اور انھیں بجنسہ پیش کرنا ایماندارانہ تاریخ نویسی
ی جا سکتی ہے ۔ لیکن ایسے تاریخ لکھنے والے کم ہی ہوں گے جو بغیر کسی قطع برید کے نہایت
یمانداری کے ساتھ کسی دور و عہد کی تاریخ تحریر کر دیں ۔ ہر ایک تاریخ نگار کی اپنی
دلچسپیاں ہوتی ہیں، اپنے مفاد ہوتے ہیں، اپنے جذبات ہوتے ہیں اور سب سے زیادہ
پنے نظریات ہوتے ہیں اسی لیے اگر کسی ایک دور کی تاریخ کئی مختلف شخص لکھیں
وہ تاریخیں الگ الگ نقطۂ نظر پیش کریں گی ۔ لیکن ان میں اکثر واقعات مشترک
ہوں گے ۔

مولانا عبدالحلیم شرر اپنے دور کی ایک عظیم ادبی اور علمی شخصیت رہے ہیں جن
ی اہمیت سے آج بھی انکار نہیں کیا جا سکتا ۔ وہ ایک تاریخ داں تھے اور مسلمانوں
ے خوبصورت ماضی کے عاشق ۔ ان کی دلی خواہش تھی کہ مسلمان اپنی عظمت رفتہ

"ناولستان" کی چوتھی پیش کش

پابہ جولاں

صغرا مہدی

یہ ناول نئے دَور کے نوجوان لڑکے اور لڑکیوں کے مسائل، اُن کی مشکلات، ان کی ذہنی کیفیت کو پیش کرتا ہے۔ مدھو اور صہبا جن میں نئی اور پرانی قدریں سموئی ہوئی ہیں، اس ناول کے دل کش کردار ہیں۔ سرکش اور ضدی صہبا کبھی اپنی بات پر اَڑ کر سب کو جھکا لیتی ہے۔ کبھی دوسروں کے دُکھوں کا زہر خاموشی سے پی لیتی ہے اور وہ بھی بڑی آن بان اور بانکپن کے ساتھ۔

اس ناول کو پڑھتے ہوئے کبھی آپ کو بے ساختہ ہنسی آجائے گی اور کبھی بے اختیار آنسو نکل پڑیں گے اور آپ اُن پابہ جولاں نوجوانوں کے مسائل پر جن کی نمائندگی صہبا اور جہانگیر کر رہے ہیں، سنجیدگی سے سوچنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ کردار نگاری اور جذبات کی عکاسی کا بہترین شاہکار۔

قیمت: چھ روپے

تقسیم کار

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دِلّی ۲۵ ۔ دہلی ۶ ۔ بمبئی ۳ اور علی گڑھ ۲

سی بھی طرح پھر حاصل کریں، اسی لیے انھوں نے اسلامی تاریخی ناول تحریر کیے مسلمانوں
ران کی خامیوں سے آگاہ کرنے کے لیے معاشرتی ناول لکھے اور ان میں ایسے
الات پیش کیے جن کی روشنی میں مسلمان اپنے آپ کو سنوار سکتے تھے۔ اسلامی تاریخی ناولوں
ں مسلمانوں کا روشن ماضی پیش کیا اور یہ جذبہ بیدار کرنے کی کوشش کی کہ اپنے پیش روؤں
سی زندگی گزار کر مسلمان آج بھی اپنا حال اور مستقبل تابناک بنا سکتے ہیں۔ اس کے
لاوہ مولانا شرر کو اپنی تہذیب، اپنے وطن اور اپنے لوگوں سے عشق تھا۔ انھیں اپنی
ہذیب و تمدن کی ایک ایک بات پسند تھی۔ اودھ کی مٹتی ہوئی تہذیب سے ان کا
یہ بے پناہ عشق ہی تھا جس نے ان سے گزشتہ لکھنؤ تحریر کروالی۔

"گزشتہ لکھنؤ"، جس کا اصل نام ہندوستان میں مشرقی تمدن کا آخری نمونہ ہے
شرر کی وہ لازوال تخلیق ہے جسے علمی اور تاریخی دنیا کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔ اودھ
کا وہ تمدن، جو پہلے غدر میں لٹا اور پھر واجد علی شاہ اختر کے ساتھ مٹیا برج ہجرت
رکے بالکل ختم ہوگیا، اس کتاب میں زندہ ہے۔ شرر نے اس کتاب کی تصنیف میں بڑی
رق ریزی سے کام لیا اور معمولی سی معمولی بات کو بڑی تفصیل اور دلچسپی سے بیان
لیا ہے۔ اس کتاب کی سب سے بڑی خوبی اس کا دلکش انداز بیان ہے۔ جس میں گم ہوکر
قاری اس تہذیب یافتہ متمدن لکھنؤ میں پہنچ جاتا ہے جس کا تانا بانا شرر نے اپنی اس کتاب میں بُنا ہے۔
پڑھتے ہوئے سچ مچ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لکھنؤ کی یہ عظیم تہذیب نہ صرف اپنی آنکھ سے دیکھ رہے ہیں بلکہ
بعض وقت تو اس طرح کھو جاتے ہیں کہ اس میں جیتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں!

لکھنؤ جہاں امیر بھی ہیں غریب بھی۔ فنکار بھی ہیں اور بے فکرے بھی، پتنگ
بازی بھی ہے، بٹیر بازی بھی۔ جہاں ہمدرد بھی ہیں ظالم بھی، عالم بھی ہیں طالب علم بھی
لٹھیت بھی ہیں کبابیے بھی، خانگیاں بھی ہیں طوائفیں بھی۔ موسیقی بھی ہے سوز خواں بھی،
غرض کیا نہیں ہے اس لکھنؤ میں جو شرر کے دور میں مائل بہ زوال تھا۔

رشید حسن خاں کا یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ "آج نہ وہ لکھنؤ ہے نہ وہ روشن د
رقصاں تہذیبی مرقع، نہ مٹیا برج ہے نہ قیصر باغ کے جلسے، لیکن اس کتاب کو پڑھتے
وقت کچھ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ پرچھائیاں گردش کرتے کرتے، رنگوں کے مرقعوں
میں تبدیل ہوتی جارہی ہیں۔ یہ صنعت ایسی بہت کم کتابوں میں پائی جاتی ہے، یہی
اس کتاب کی قدر و قیمت ہے۔"

گزشتہ لکھنؤ کے اس سے پہلے بھی کئی اڈیشن شائع ہوئے ہیں۔ لیکن زیر نظر

نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا کی تازہ ترین کتابیں

بنگرواڑی ۔ مصنف: وینکٹیش ماڈگولکر مترجم: عرش ملسیانی

"بنگرواڑی" ماڈگولکر کا سب سے پہلا ناول جس نے انھیں سب سے زیادہ شہرت عطا کی ۔ دیہاتی زندگی کی تصویر کشی کرنے والے ناول کی حیثیت سے "بنگرواڑی" بے شک و شبہ ایک قابل فخر تخلیق ہے ۔

قیمت ۵/۲۵

آب حیات ۔ مصنف: محمد حسین آزاد تلخیص و مقدمہ: سید احتشام حسین

یہ ایک ایسی کتاب ہے جس کی قدر و قیمت کے متعلق ادب کے مورّخ اور نقّاد آپس میں ہی الجھتے اور بحث کرتے ہیں ۔ مگر اس کی زندگی بڑھتی رہتی ہے اور یہی اس کی ادبیت کا کمال ہے، یہی اس کے اسلوب و بیان کا معجزہ ۔ ایک تاریخی دستاویز

قیمت: ۶/۷۵

شاعر ۔ مصنف: تاراشنکر بندوپادھیائے ترجمہ: پریش کمار ڈے

یہ ناول پہلی بار بنگلہ زبان میں ۱۹۴۹ء میں شائع ہوا تھا۔ اور اپنے وقت کا عظیم ناول قرار دیا گیا تھا ۔

تاراشنکر بندوپادھیائے میں عظیم تخلیقی قوت اور کردار نگاری کی باریک بیں صلاحیت تھی ۔ جس نے اس ناول کو عوام میں بے حد مقبول بنا دیا ۔

قیمت: ۸/۷۵

تقسیم کار

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ ۔ نئی دلی ۲۵ ۔ دہلی ۶ ۔ بمبئی ۳ اور علی گڑھ ۲

یشن جیسے مکتبہ جامعہ نے اپنے سلسلۂ معیاری ادب میں فوٹو آفسیٹ کے ذریعے اچھے فید کاغذ پر شایع کیا ہے - ہر طرح سے بہتر ہے - گذشتہ لکھنؤ کے لکھنؤ والے اڈیشن ں کتابت کی کافی اغلاط ہیں - جب کہ مکتبہ کا یہ اڈیشن جیسے رشید حسن خاں نے مرتب یا ہے معتبر حیثیت رکھتا ہے اور پیش کش میں کم جاذب نظر نہیں ہے -

رشید حسن خاں کا نام کتاب کی صحت کی ضمانت ہوتا ہے - مکتبہ جامعہ کے س کلاسیکی سلسلے میں ہمارے بہت سے معتبر عالموں، ادیبوں اور قلمکاروں کی الیفات شایع ہوئی ہیں - لیکن یہ بات میں پوری ذمہ داری سے کہہ سکتا ہوں کر شید حسن خاں نے ایڈیٹنگ میں اپنی ذمہ داری کو سب سے زیادہ محنت سے نبھایا ہے اور اس سیریز میں تو ان کی دو کتابیں انتخاب مضامین شبلی اور گذشتہ لکھنؤ، شالی حیثیت رکھتی ہیں - بلکہ ان دونوں کو کسی حد تک تو اس سلسلے کی جان کہا جاسکتا ہے -

---

گذشتہ لکھنو مرتبہ: رشید حسن خاں - مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دلی ۲۵ قیمت ۸/۵۰

مولانا مہر محمد خاں شہاب مالیرکوٹلوی

مکرم و محترم خواجہ غلام السیدین مرحوم و مغفور کی چھ مختصر تقریروں اور مضمونوں کا مجموعہ جنھیں جناب کرنل سید بشیر حسن زیدی صاحب نے خواجہ صاحب مرحوم کی صاحبزادی محترمہ بلقیس عفران صاحبہ سے حاصل کرکے ترتیب دیا اور مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دلی ۲۵ نے خوبصورت شکل وصورت سے شایع کیا ہے -

حضرت خواجہ صاحب اپنے علم و فضل اور بلند کردار اور محاسن اطوار اور کارناموں کے باعث پوری ہندی قوم کے سربرآوردہ بزرگوار تھے - سال گذشتہ بنگلہ دیش میں جو قیامت آئی اس سے ہر زندہ دل انسان متاثر تھا - اس خونی سانحہ پر خواجہ صاحب مرحوم نے موقع بموقع اپنے رنج وغم کا نہ صرف اظہار کیا - بلکہ پاکستان کے فوجی ارکان اور وہاں کے دانشوروں کی دلسوزی اور ہمدردی - عقل ودانش کے نام پر - علم کے نام پر - خدا و رسول یعنی اسلام اور انسانیت کے نام پر مخاطب کیا کہ وہ غور کریں کہ یہ کیا ہورہا ہے اور ان حرکات کا انجام کیا ہوگا -

ماہنامہ "کتاب نما" کا پچھلا ضخیم نمبر

نئی نظم کا سفر

۱۹۳۶ء کے بعد

مرتبہ

ڈاکٹر خلیل الرحمن اعظمی

اُردو نظم کے فنی ارتقا کا اگر دیدہ ریزی کے ساتھ مطالعہ کیا جائے تو ہم اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ نظم نگاری کی روایت اگرچہ ہمارے یہاں بہت پرانی ہے۔ لیکن فنی اعتبار سے ۱۹۳۶ء کے بعد کا دور ہماری ادبی تاریخ میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اس انتخاب میں مرتب کے پیش نظر جو بات رہی ہے وہ یہ کہ ۱۹۳۶ء کے بعد کے شعرا کا مطالعہ اس زاویے سے کیا جائے کہ اقبال اور جوش کے عہد تک کی نظم جس منزل پر پہنچ گئی تھی اس کے بعد انحراف و انقطاع کی جو صورتیں کسی نہ کسی نہج سے ابھری ہیں وہ پورے طور پر گرفت میں آسکیں۔ یہ انتخاب آپ کو نئی نظم کے خدوخال کو پہچاننے میں مدد دے گا۔ اس انتخاب میں لگ بھگ اسی نئے شاعروں کا کلام ہے۔

قیمت (علاوہ محصول ڈاک) ۶/۵۰

یکم دسمبر ۱۹۷۲ء کو آپ کے ہاتھوں میں ہوگا

نوٹ: خریداران کتاب نما کو یہ ضخیم نمبر خصوصی رعایت کے ساتھ چار روپے پچاس پیسے میں دیا جائے گا۔ (علاوہ محصول ڈاک)

ماہنامہ "کتاب نما"، جامعہ نگر۔ نئی دلی ۲۵

پاکستانی پروپیگنڈا مشین نے بنگلہ دیش کے ساتھ ساتھ ہندوستان کے خلاف بھی جو ہتک آمیز مہم چلا رکھی تھی اس سے بھی ان کو روکا تھا۔

خواجہ صاحب کلمۂ حق کہتے کہتے فوت ہوگئے۔ اللہ رب العالمین ان کو جنت الفردوس عطا فرمائے۔ پاکستانی فوجی مظالم کا نتیجہ یہ ہوا کہ بنگلہ دیش آزاد سلطنت بن گیا۔ پاکستان مغربی اور مشرقی جو دو ٹکڑوں پر مشتمل تھا دونوں میں قدرتی طور پر کم و بیش ہزار میل کا فصل تھا۔ مذہب کا تو کیا نام لیا جائے کہ وہاں اسے جو مقام حاصل تھا وہ کس کی سمجھ آسکتا ہے۔ البتہ سیاسی وحدت کا نام نہاد رشتہ ضرور تھا سو اسے بھی مغربی سورماؤں نے پارہ پارہ کر دیا۔ یحیٰی خاں کا خونی دور گیا۔ بھٹو کا دور آگیا۔ ہتھیاروں کی لڑائی ختم ہوگئی۔ زبانی لسانی۔ ہوں۔ ہاں۔ ہیں اور کبھی کبھی نہیں نہیں اور ہاں ہاں کا ملا جلا شور سنائی دینے لگا۔ پاکستان کے ہزار ہا فوجی فاتح قید و بند میں پڑے ہیں۔ ایک دنیا نے بنگلہ دیش کی آزادی کو تسلیم کر لیا مگر پاکستان نے ابھی تک اس سچائی کو تسلیم نہیں کیا۔ آخر تسلیم کرنا ہوگا۔

تاہم خدا خدا کر کے دونوں ملکوں (ہندوستان و پاکستان) کے سربراہوں کی شملہ میں ملاقات ہوئی اور صلح باہمی کے راستے سے کچھ کچھ پتھر ہلنے لگے اور راہ کھلنے لگی۔ آئندہ دیکھیے پردہ غیب سے کیا ظہور میں آتا ہے۔ مستقبل پر سب کی نگاہیں جمی ہوئی ہیں۔ محولہ بالا کتاب چہ ایک دردمند انسان کی دردمندانہ پکار اور زخمی انسانیت کی پُر درد کراہ ہے۔ انسانیت کے بہی۔ اہلِ درد اس کے مطالعہ میں اپنے دل کی آواز بیدار دل کے کانوں سے سنیں گے۔

داستانِ اشک و خوں (خواجہ غلام السیدین مرحوم) مکتبہ جامعہ لمیٹڈ دہلی ۲۵
قیمت ۱/۲۰

ڈاکٹر، سیفی پریمی

"مکتبہ جامعہ" کے معیاری ادب کی چھبیسویں[۲۶] پیش کش منظر عام پر آگئی ہے اس کی تصحیح و ترتیب کا فرض رشید حسن خاں نے خوش اسلوبی سے انجام دیا ہے۔ اس انتخاب سے متعلق مرتب نے بیان کیا ہے۔

ص ۱۳۲ - " یہ ایک ایسے شخص کا کلام ہے جس نے پورے عہد کو متاثر کیا تھا جس کا گھر شاعری کی ٹکسال تھا اور جس کا اسلوب اس عہد کا نمائندہ اور معیاری اسلوب تھا "

چناں چہ اس کا تقاضا تھا کہ تاریخی، معاشرتی، ادبی اور تحقیقی پس منظر میں ناسخ کی زندگی، شاعری، اصلاحِ زبان اور ذہن کا جائزہ لیا جائے اور کلاسکی ادب میں استاد ناسخ کے مرتبہ کا تعین کیا جائے۔ اس کام کے لیے تعارف میں تفصیل اور انتخاب کلام میں سخت گیری کی ضرورت تھی خوشی ہے کہ مرتب نے ان دونوں باتوں کا لحاظ رکھا ہے۔ یعنی " مقالہ در تعارف " ۱۳۲ صفحات پر اور انتخاب کلام ۱۸۸ پر مشتمل ہے۔

یہ مواد سات حصّوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔
(۱) ناسخ کی شاعری کا پس منظر۔ (۲) ناسخ کی شاعری کا جائزہ (۳) زبانِ لکھنؤ سے کیا مراد ہے اور کیا اس سے ناسخ کی زبان مراد لی جا سکتی ہے۔
(۴) اس غلط فہمی پر تبصرہ کیا گیا ہے کہ ناسخ نے اصلاحِ زبان کے ضابطے بنائے اور متروکات کا تعین کیا۔ ۵۔ حالاتِ زندگی اور تصنیفات (۶) کلیاتِ ناسخ کی از سرِ نو تدوین کی ضرورت۔ (۷) انتخاب سے متعلق۔

ان معروضات کے بعد ناسخ کا انتخاب کلام درج ہوا ہے
مرتب کی تحقیق کے مطابق پہلا دیوان (دیوانِ ناسخ) ۱۲۳۲ ہجری میں ترتیب دیا گیا۔ دوسرا دیوان (دفترِ پریشاں) ۱۲۴۷ ہجری میں مرتب ہوا۔ تیسرے دیوان کی ترتیب (دفترِ شعر) ۱۲۵۴ ہجری میں ہوئی یہی ناسخ کا سالِ وفات ہے۔ کلیاتِ ناسخ پہلی بار ۱۸۴۲ء میر حسن رضوی رئیس محلہ محمود نگر (لکھنؤ) کی فرمایش سے مطبع محمدی لکھنؤ میں چھپا تھا۔ اس کے بعد شہزادہ فرخندہ بخت بہادر کی فرمایش پر لکھنؤ کے مطبع مولائی میں ۴۶ — ۱۸۴۵ء میں چھپا۔ ایک قدیم اڈیشن مصطفی خاں کی فرمایش پر ۱۲۶۷ ہجری میں شائع ہوا۔
مرتبِ انتخابِ ناسخ نے متن کی صحت کے لیے کلیاتِ ناسخ (۱۸۴۲ء) کو بنیاد قرار دیا ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ مرتب نے صحتِ متن قائم رکھنے کے لیے وسیع مطالعہ کیا ہے۔ اسی کے ساتھ جدید املا کا لحاظ رکھا ہے۔ مثلاً کاکا، کیفیتے، ذمے دار، متشنا، اعلا، ادنا، دعوا وغیرہ اس اہتمام کے باوجود بعض مقامات

داستانِ اشک و خوں

از

خواجہ غلام السیدین (مرحوم)

مقدمہ

کرنل سید شبیر حسین زیدی

خواجہ صاحب سیاست داں نہیں تھے۔ لیکن ان کے پہلو میں حساس دل تھا۔ سالِ گذشتہ کی ابتدا سے بالخصوص ۲۵۔ مارچ ۱۹۷۱ء کے بعد سے بنگلہ دیش میں جو روح فرسا واقعات رونما ہوئے، اس سے انھیں سخت دکھ ہوا۔ خواجہ صاحب نے اپنے دلی کرب و اضطراب کو چند تقریروں اور مضامین میں ظاہر کیا ہے۔ یہ تقریریں اور مضامین اس لیے کتابی صورت میں شائع کیے جا رہے ہیں تاکہ ہندوستان اور پاکستان کے دانشوران میں اپنے جذبات اور احساسات کی گونج سن سکیں۔

قیمت: ایک روپیہ بیس پیسے ۱/۲۰

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کی طلبہ کے لیے نہایت اہم کتاب

کتاب وسنّت کے جواہر پارے

حصہ اوّل و دوم

ثانوی مدارس کے طلبہ کے لیے

(مولانا) جمال الدین اعظمی

استاد اسلامیات

جامعہ ملیہ اسلامیہ

جو لوگ سچے مومن اور رضائے حق کے طالب ہیں، ان کے لیے قرآن و سنّت پر عمل کیے بغیر دُنیا و آخرت کی سلامتی اور کفر و فسق سے نجات ناممکن ہے۔ اسی لیے اس کتاب میں قرآن و حدیث کے کچھ حصّے بچوں کی نفسیات کو سامنے رکھتے ہوئے، آسان اور عام فہم زبان میں پیش کیے گئے ہیں۔ تاکہ طلبا اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھا سکیں۔

قیمت: ۲/۲۵

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دلی ۲۵ ۔ دہلی ۶ ۔ بمبئی ۳ ۔ اور علی گڑھ ۲

باتب کا قلم کاتب تقدیر بن گیا ہے۔ مثلاً تقدیر، رہ گذری اور یہ شعر:

ص ۱۲۹ - پھر بطار رہتا ہوں میں بے ہوش بد مستوں کی طرح
پھر تصور بندھ گیا مجھ کو کسی سے نوش کا

'بد' کا اضافہ کتابت کی نیکی ہے

تعارف میں مرتب نے ناسخ کی انفرادیت کو اُجاگر کرنے کے لیے واقعات ردلیلوں کو بڑی فراخدلی کے ساتھ پیش کیا ہے۔ چند باتیں ملاحظہ فرمائیے۔ ناسخ کا اسلوب (ا) لفظوں کے نئے نئے تلازمے، جن کی مدد سے وہ ستعاروں کے نئے پیکر تراشتے ہیں۔ (ب) بلند آہنگ (دردمندی کے مقابل) محاکمہ کے ساتھ سند میں اشعار بھی پیش کیے گئے ہیں مگر ناسخ کے معاصرین کے یہاں بھی اس طرح کی مثالیں مل جاتی ہیں۔ استعاروں کے نئے نئے پیکر جڑنکا دینے والی بات ہے۔ مگر مرتب نے کلام ناسخ سے نئے نئے استعاروں کی واضح نشاندہی نہیں کی البتہ ایہام اور حسن تعلیل کا ذکر کیا ہے اور یہ' ناسخیت' کو پروقار بنانے کے لیے کافی نہیں۔ اس کے علاوہ بعض اشعار میں غزل کی فضا ہی نہیں وہ مرثیہ کی تشبیب میں کام آسکتے ہیں۔ پھر بلند آہنگی کوئی نیا وصف نہیں۔ سودا کو اس کا سرتاج سمجھا جاتا ہے۔ غزل میں بلند آہنگی غزلیت کا جوہر بھی نہیں۔ اس سے شاعر کے تقلیدی ذہن کا پتا چلتا ہے۔ ناسخ نے سودا تتبع کیا ہے۔

کب ہماری فکر سے ہوتا ہے سودا کا جواب
ہاں تتبع کرتے ہیں ناسخ ہم اس مغفور کا

مرتب کا یہ بیان دلچسپی سے خالی نہیں۔ ملاحظہ فرمائیے:

ص ۲۱ - "کہنا یہ ہے کہ ناسخ کے اُسلوب کے سامنے کوئی بڑ مقابل نہیں تھا"

ص ۲۹ - "یہ شاعری بے روح سہی لیکن معنی آفرینی کے حسن سے عاری نہیں"

گویا معنی آفرینی کی ہوائے تند سے ناسخ نے لکھنوی اور دہلوی تمام شعرا کے چراغ گل کر دیے اور شاعری کا "بے روح" ہوتا کمال شاعری تسلیم کر لیا گیا۔

ایک اہم نکتہ جس کی تعارف میں تکرار ملتی ہے وہ مصحفی کے دیوان ششم کے دیباچہ کا ایک ٹکڑا ہے جس کی بنیاد پر مرتب نے ص ۴۴ پر لکھا ہے۔

" ناسخ کے طرزِ نو کا شہرہ ۱۲۲۴ ہجری میں ترتیب پایا۔ یعنی یہی دیوان ناسخ، دہلویت کا حریف اور نئی شاعری کا نقیب تھا۔ اس کا جوہر کمالِ یکرنگی تھا۔

مطبوعات نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا کی

بچوں کے لیے انتہائی خوبصورت کتابیں

کتاب		مصنف		مترجم	قیمت
بالپو (حصہ اوّل)	مصنفہ	ایف، سی، فرنٹیاس	مترجم	صالحہ عابد حسین	1/50
بالپو (〃 دوم)	〃	〃	〃	〃 〃	1/50
کشمیر	〃	مالا سنگھ تصاویر: پیما نند	〃	خدیجہ عظیم	1/50
پرندوں کی دنیا	〃	جمال آرا	〃	محمد شفیع الدین نیّر	1/50
ہمالیہ کی چوٹیوں پر	〃	بریگیڈیر گیان سنگھ	〃	محمد ذاکر	1/50
ہماری ندیوں کی کہانی (حصہ اوّل)	〃	لیلا مجمدار	〃	رضیہ سجاد ظہیر	/50
جنت کی سیر اور دوسری کہانیاں	〃	لیلاوتی بھاگوت	〃	〃 〃	/50
رسیلی کہانیاں	〃	منوج داس	〃	صغرا مہدی	/50
آزادی کی کہانی (حصہ اوّل)	〃	وشنو پربھاکر	〃	انور کمال حسینی	/50
ہماری ریلیں	〃	جگجیت سنگھ	〃	عرش ملسیانی	/50
ہندوستان میں غیرملکی سیاح	〃	کے، سی، کھنہ	تصاویر	کرشن کھنہ	/50
آؤ ناٹک کھیلیں	〃	اوما نند	مترجم	رفیعہ منظور الامین	/50
خالہ بلّی کا خاندان	〃	منوہر داس چترویدی	〃	محمد شفیع الدین نیّر	/50
بہت دن ہوئے (حصہ اوّل)	〃	ایم، چوکسی و پی، ایم، جوشی	〃	رضیہ سجاد ظہیر	/50
بہادروں کی کہانیاں	〃	راجندر اوستھی	〃	انور کمال حسینی	/50
روہنت و نندیہ	〃	کرشن چیتنیہ	〃	〃 〃 〃	/50
سدابہار کہانیاں	〃	شانتا رنگا چاری	〃	〃 〃 〃	/50
الوقاں کی بکری	〃	ڈاکٹر ذاکر حسین			/-
انوکھی دکان	〃	قدسیہ زیدی			/50
گلابو چوہیا اور پریزاد	〃	〃	〃		/-
دنیا کے جانور	〃	〃	〃		/50

تقسیم کار: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ نئی دلی ۲۵۔ دہلی ۶۔ بمبئی ۳۔ اور علی گڑھ ۲

س کی بنا پر ناسخ کو سو برس کی شہرت ملی اور استادانہ حیثیت مسلّم ہو گئی۔
یہ بات سب جانتے ہیں کہ شاعر کے ذہنی ارتقا، مزاولت اور ندرتِ تخیل کی راہ مسدود نہیں ہونا چاہیے اس سے ہی فنکار کی عظمت کا تعین ہو گا۔ اس سلسلہ میں مرتب کا یہ بیان ملاحظہ فرمایئے۔

ص ۵۱ ۔ " ناسخ کے پہلے دیوان میں آخری دو دیوانوں کے مقابلے میں زیادہ یک رنگی ہے اس میں جو کلام ہے اس میں ناسخ کا حقیقی کمال معراج پر نظر آتا ہے "

یعنی پہلے دیوان کے اثرات میں ایک صدی سمٹی ہوئی ہے اس لیے کہ بعد کے دو دیوانوں میں یک رنگی (حقیقی کمال) مدھم پڑتی گئی۔
مرتب نے ناسخ کے اس جادو کے متعلق قدر و قیمت کا اظہار بھی کیا ہے۔

ص ۵۳ ۔ " یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ آج ناسخ کے کلام کی قدر و قیمت کیا ہے؟"
اور اپنے سوال کا خود ہی جواب بھی دے دیا ہے۔

ص ۵۵ ۔ " ہاں ایک خاص معیار کے مقابلے میں آپ اس کا مرتبہ جو چاہیں متعین کر لیں "

اس اجازت نامہ کی رو سے ناسخ کی شاعری کو معیار بنا کر ہم اپنا خیال پیش کر رہے ہیں۔ ناسخ کا شاعرانہ معشوق پھوہڑ ہے۔ محبوب بازاری ہے اور محبوب کُلّ پوش۔ اس کی بجلی کی کمر، شعلہ کا تن، ہیرے کی کلائی، یاقوت کے پہنچے۔ چنبیلی کی کلیوں سی انگلیاں۔ نقرئی مو یا ف، ململ کا دوپٹا، سونے کا تعویذ مسّی مالیدہ لب، اس کی انگیا کی چڑیا کے بے بنت کی چنّیاں دانے ہیں۔ وہ ہوادار پر نکلتا ہے۔

اب پریشاں، پشیماں کا نیا قافیہ اور تلازمہ ملاحظہ فرمایئے۔

تیرے تلوے اوروں کے منہ سے سوا شفاف ہیں
آئینہ بھی اُن کے آگے صاف جھانواں ہو گیا

ہمارے نزدیک انتخابِ ناسخ میں ناہمواری پائی جاتی ہے۔ بد رنگی ہے۔ اور مضمون کی محدودیت کا سراغ ملتا ہے۔ ایک مثال:

سوزیوں کو خانماں برباد کرتا ہے فلک
جب نہ تب آتی ہے آفت خانۂ زنبور کا

موذیوں پر قہر یا رب لطف سے خالی نہیں کیا مزہ دیتا ہے لٹنا خانۂ زنبور کا

اب ناسخ کی یکرنگی کے چند اشعار ملاحظہ فرمایئے:

دل جو بوسہ، نہ لبوں سے ہوں لب یار جُدا ہے یہ بلبل ہی، جو غنچوں سے ہو منقار جُدا

ذمی آدمی ہے اور ہے حیوان حیوان تیری رفتار جدا، کبک کی رفتار جُدا

فلک پر چاند کو مجنوں نے جب دیکھا تو یہ سمجھا کہ لیلیٰ جھانکتی ہے منہ نکالے اپنے محمل سے

اس نے جو پونچھا پسینا رخ عالم تاب کا بن گیا رومال، کونا، چادر مہتاب کا

اس پری رو کا محرم میں نہیں ملبوس سبز ہے بدن تو شمع کافوری، تیا فانوس سبز

بیلے کی نظر آ گئیں کلیاں گل تر میں ہنستے میں جو کل دانت تمھارے نکل آئے

لکھنوی معاشرت ہی کیا دنیا میں ناسخ کو صرف دوچار سے غرض تھی اور بس یعنی

معشوق و مے فروش و مغنّی و گل فروش دنیا میں ہے مجھے انھی دوچار سے غرض

اور انھی دوچار کے ذکر سے ان کے نفس کی طلب تھی کہ مشاعرے میں وہ ہی پڑھتے رہیں۔

تو پڑھے غزلیں، سنیں بیٹھے ہوئے خاموش سب
ہے یہی ناسخ تمام اہلِ سخن کی آرزو

میر، سودا، درد سب کا معترف و معتقد ہونے کے باوجود ناسخ اپنا رشتہ فارسی شعرا سے جوڑنا چاہتے تھے۔ حافظ شیرازی کو بھی معاف نہیں کیا۔ ناسخ اپنی شاعری میں فصاحت و بلاغت کا جوہر ہونے کی غلط فہمی میں مبتلا تھے اور اس کا مضحکہ خیز اظہار بھی کیا۔

ناسخ، یہ فصاحت و بلاغت گویا سلمان ساوجی ہے

مرتب نے تاریخی حالات بے ترتیبی کے ساتھ لکھے ہیں۔ تاریخی محرکات و عوامل پیش کیے بغیر نتائج اخذ کیے گئے ہیں جن میں تاریخی شعور کی جگہ اخلاقیات کے جامد اصول سامنے رہے ہیں۔ غیر اہم عناصر کی تکرار بھی ملتی ہے۔ لکھنوی تہذیب و تمدن اور حکمرانوں کی مستند تاریخ پیش نہیں کی گئی۔

ناسخ کا اسلوب نہ نمایندہ تھا نہ معیاری یوں کہیے کہ وہ شاعری میں جرأت کے بڑے بھائی تھے۔ اس لیے چھوٹے بھائی کی موجودگی میں ذرا تکلّف برت لیتے تھے۔ ان کی شہرت ضرور تھی اور وہ رکیک جذبات، شاگردوں کے اکھاڑے اور تبدیلِ مذہب کا صدقہ ہے۔ آج بھی ہندوستان میں کئی شاعر

ں مضامین اور گلکری کے جادو سے مشاعروں میں خوب داد پاتے ہیں ۔
"اصلاحِ زبان" کے باب میں بھی مرتب سے اختلاف کی گنجایش ہے مگر
، پر گفتگو کے لیے ایک مقالہ درکار ہے ۔
جہاں تک انتخابِ ناسخ کی پیش کش ہے کا تعلق ہے مرتب نے اس کا پورا
ں ادا کیا ہے ۔ محنت ، دیدہ ریزی ، مطالعہ ، تحقیق ، ژرف نگاہی اور صحتِ متن
ب پذیری داد طلب ہیں ۔ دلدادگانِ شعر و ادب کو یقیناً ممنون ہونا چاہیے ۔

تخابِ ناسخ　مرتبہ : رشید حسن خاں　مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دہلی ۲۵　قیمت ۶/۵۰

نوان چشتی

"آئینہ در آئینہ" ایک ایسا شعری نقش ہے جس میں زندگی کے بہت ہزار شیوہ
کے بعض ایسے جلوے بھی رقصاں ہیں جو خوابوں اور حقیقتوں کے تصادم سے پیدا ہوتے
ہیں اور آرزو اور شکستِ آرزو سے تابناک ہوتے ہیں یہ جلوے روشن ، واضح
اور متعین نہیں ، ان میں آنکھوں کو خیرہ کردینے کی بھی صلاحیت نہیں ، بلکہ یہ جلوے
دھندلکوں کے دامن میں ابہام ، انتشار پیچیدگی اور لارتمیت کے ساتھ رقصاں ہیں
اس لیے ان پر خوابوں کا گمان ہوتا ہے جو شیریں تو ہوتے ہیں مگر ہوش ربائی کا عمل کرتے
ہیں ۔

"آئینہ در آئینہ" کی بیشتر آزاد نظموں کی فضا خوابناک ہے ، شاعر نے اپنے
تخلیقی تجربہ میں کرب کو کیف ، جلال کو جمال ، شعلہ سامانی کو شبنم افشانی میں تبدیل
کردیا ہے ، اور یہ تبدیلی ، نئے شعری پیکروں ، استعاروں اور تخلیقی زبان کے ذریعہ
وجود میں آئی ہے جہاں کہیں شاعر نے براہ راست اندازِ بیان اختیار کیا ہے یا پابند
نظموں کا پیکر ابھارنے کی کوشش کی ہے ۔ وہاں وضاحت اور سطحیت کا احساس ہوتا
ہے ، لیکن آزاد نظموں میں بیان کا حسن ، زبان کی دلکشی اور شعری تجربہ کی طرفگی متاثر
کرتی ہے " چیخ کی شمع " " زہر پیے پانیوں میں " " قفس " " سودۂ دل " " عہد نامہ افروز "
" دشتِ ہو " اور تلازم اس نوعیت کی کامیاب نظمیں ہیں ۔

آئینہ در آئینہ　زبیر قیشی　ملنے کا پتہ : مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دہلی ۱۹۷۳　قیمت ۴/-

---

"ناولستان" نئی دلی ۲۵ کی دوسری پیش کش •
اُردو ادب میں اپنے قسم کا پہلا ناول

کالا شہر گورے لوگ

احسان الحق

"کالا شہر گورے لوگ" ایک بین الاقوامی ناول ہے۔ جس کا میدانِ عمل ملکی سرحدوں، مذہبی دیواروں اور رنگ و نسل کی تفریق سے بھی آگے نکل گیا ہے۔ یہ آج کا ناول ہے مستقبل کا ناول ہے گذشتہ کل سے اس کا کوئی واسطہ نہیں • ایک عجیب و غریب چونکا دینے والا ناول • اس کا ہندوستانی ہیرو گوتم بدھ کے فلسفے کا سہارا لے کر اپنی محبوبہ کے ہونٹوں تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہے • اس کی یورپین حاملہ ہیروئن گرجا گھروں میں جا جا کر صرف ایک ہی دعا مانگتی ہے "یا خدا تو مجھے کالا بچہ دے" • اس میں ایک نوجوان مولانا " شراب کے نشہ میں یہی چلاتا رہتا ہے "خدا کی قسم یہ شرافت کا لیس میرا نہیں، میرے خاندان کا ہے۔ یہ ڈاڑھی میری نہیں، میرے باپ کی ہے" اور اس کا سب سے اہم کردار ناستک آنند ہے۔ جو اتنا خوب صورت ہے جتنا کتابوں میں مذہب ہوتا ہے۔

قیمت : پانچ روپے

ناولستان نئی دلی ۲۵ کی پہلی پیش کش

اپنی اپنی صلیب (ناول)

صالحہ عابد حسین

دُنیا کی اس چہل پہل میں، ہر انسان اپنے دُکھ درد کا بوجھ، "اپنی اپنی صلیب" کندھوں پر اُٹھائے چلا جا رہا ہے۔ ایک دوسرے کی تکلیفوں اور مصیبتوں پر بے دردی سے ہنستا ہے یا ہمدردی سے کڑھتا ہے۔ مگر کوئی کسی کا غم بانٹ نہیں سکتا، اسی کا نام زندگی ہے اور اسی زندگی کی جیتی جاگتی دل کش اور دل فریب تصویر صالحہ عابد حسین صاحبہ نے اپنے جادو نگار قلم سے اس خوبصورت ادب پارے میں کھینچی ہے۔

قیمت : آٹھ روپے

تقسیم کار : مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دلی ۲۵۔ دہلی ۶۔ بمبئی ۳۔ اور علی گڑھ ۲

(ڈاکٹر) گیان چند جین

"انتخاب ناسخ" معیاری ادب سیریز میں نمبر ۲۶ کی کتاب ہے۔ مناسب قیمت میں
اچھی طباعت اور صحتِ متن کے ساتھ یہ سلسلہ اردو ادب کی بڑی خدمت کر رہا ہے۔ ابھی تک اس سلسلے
کی کتابوں میں زیادہ توجہ متن پر ہوتی تھی۔ مقدمہ نسبتاً سرسری ہوتا تھا جو عموماً ۲۴ یا ۳۲ صفحوں پر
مشتمل ہوتا تھا۔ انتخابِ ناسخ معیاری ادب کی پہلی کتاب ہے جس پر ۱۳۲ صفحوں کا سیر حاصل مقدمہ
ہے۔ یہ مقدمہ تنقید اور تحقیق دونوں اعتبار سے معرکہ آرا ہے۔ رشید حسن خاں اب تک محقق کی
حیثیت سے مشہور تھے۔ اس مقدمے میں انھوں نے تنقید کی داد بھی دی ہے، اور حق یہ ہے کہ

حق ادا کر دیا ہے۔
مقدمے کے سات حصے ہیں جن میں دوسرا حصہ خاص طور سے ناسخ کے کلام
کے جائزے پر مشتمل ہے۔ تحقیق، تنقید کی جس طرح ممد ہو سکتی ہے، یہ حصہ اس کی اچھی مثال ہے۔
مرتب نے مصحفی کے دیباچۂ دیوانِ ششم کی ایک اہم عبارت کی طرف توجہ دلائی جس کا خلاصہ یہ ہے۔
"ناسخ نے سادہ گویوں کے کلام پر خطِ نسخ کھینچ دیا۔ آتش نے ان کی پیروی کی انھیں
کی طرح کا تیسرا شاعر طالب علی خاں عیشی تھا۔ اگرچہ میں بھی سادہ گویوں کے گروہ سے تعلق
رکھتا تھا لیکن میں نے یہ دیوان ان لوگوں کے طریق میں کہا ہے"
اس بیان کا تجزیہ کرنے کے علاوہ فاضل مرتب نے بڑی ژرف نگاہی سے ناسخ
کے رنگ کی تعیین کی ہے۔ کلام ناسخ کے آیندہ جائزے میں انتخابِ ناسخ کے مقدمے
سے صرفِ نظر ممکن نہ ہوگا۔ سودا نے کہا تھا۔

کہتے ہیں وہ جو، ہے سودا کا قصیدہ ہی خوب
ان کی خدمت میں لیے میں یہ غزل جاؤں گا

رشید حسن خاں کہہ سکتے ہیں کہ جو مجھے محقق ہی قرار دیتے ہیں ان کی خدمت میں یہ
دیباچہ لے کر جاؤں۔ اس دیباچے سے یہ طے ہو جاتا ہے کہ کم از کم قدیم ادب میں رشید حسن
خاں کے نقدِ نظر پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے۔
میرے لیے تنقیدی حصے سے زیادہ اہم چوتھا اور چھٹا حصہ ہے۔ تیسرے حصے
میں ناسخ کی زبان سے بحث ہے اور چوتھے حصے میں اس معروف عام غلط فہمی کا قلع قمع کیا

مطبوعات نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا

۱۹۵۷ء میں حکومت ہند کی وزارتِ تعلیم نے نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا کے نام سے ایک بڑے اور خودمختار اشاعتی ادارے کی داغ بیل ڈالی۔ اس ادارے کا اوّلین مقصد ملک میں ایک ایسی ہمہ گیر تحریک چلانا تھا جس کے ذریعہ ہندوستان کے عوام میں کتب بینی کا زیادہ سے زیادہ شوق پیدا کیا جائے۔ نیشنل بک ٹرسٹ کو اپنے اس مقصد کے حصول میں خاطرخواہ کامیابی ہوئی۔ یہ ادارہ اب تک پانچ سو سے زیادہ کتابیں ہندوستان کی مختلف علاقائی زبانوں میں شائع کر چکا ہے۔ ان میں مندرجہ ذیل کتابیں اردو میں شائع کی گئی ہیں۔

آبادی	مصنف	ڈاکٹر ایس اگروال	ترجمہ	مخمور جالندھری	۵/۲۵
اکبر	"	لارنس بینیس	"	رضیہ سجاد ظہیر	۳/۵۰
پنڈت وشنو دگمبر	"	دی آر۔ اٹھاولے	"	ش قدوائی	۲/۲۵
تعلیم باغی	"	ڈینس کنکیڈ	"	ڈاکٹر پیرا تھا سرتی	۴/۲۵
قاضی نذر الاسلام	"	بسودھا چکرورتی	"	عرش ملسیانی	۲/۲۵
کبیر	"	ڈاکٹر پارس ناتھ تیواری	"	ایم کے درانی	۲/۲۵
کچھوا اور خرگوش	"	ڈاکٹر ذاکر حسین	بلا مجلد ۱/-	مجلد	۲/-
گاندھی کا ہندوستان: کثرت میں وحدت	مرتبہ	نیشنل گاندھی صدی، سب کمیٹی			۲/۲۵
گرو نانک	مصنفہ	گوپال سنگھ	ترجمہ	مخمور جالندھری	۳/۲۵
مٹی بنی تصویریں	"	بھگوتی چرن ورما	"	رضیہ سجاد ظہیر	۵/-
تاش کے محل (ناول)	"	میاں رنگتا یکما	"	زینت ساجدہ	۵/۵۰
تامل افسانے	مرتبہ	می پاسوم، سندرم	"	حسرت سہروردی	۸/-
سفید خون (ناول)	مصنفہ	نانک سنگھ	"	رتن سنگھ	۸/-
گرو گوبند سنگھ	"	(ڈاکٹر) گوپال سنگھ	"	مخمور جالندھری	۳/-
ہندی افسانے	مرتبہ	(ڈاکٹر) نامور سنگھ	"	اگرسین نارنگ	۹/-
زندگی ایک ناٹک (ناول)	مصنفہ	پنا لال پٹیل	"	کشور سلطانہ	۱۰/-
پنجابی افسانے	مرتبہ	ہربھجن سنگھ	"	مخمور جالندھری	۴/-
رنجیت سنگھ	مصنفہ	ڈی آر، سود	"	مخمور جالندھری	۲/۷۰

تقسیم کار: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، نئی دہلی [۲۵] ۔ دہلی [۶] ۔ بمبئی [۳] اور علی گڑھ [۲]

ہے کہ ناسخ نے اصلاحِ زبان کے ضابطے بنائے۔ مرتب نے کئی اقتباسات سے ثابت
دیا ہے کہ یہ ضابطے ناسخ کے بعد ان کے شاگردوں نے بنائے ہیں۔ فاضل مرتب نے
ناسخ کے ہر دور کے کلام سے متعدد ایسی مثالیں دی ہیں جن میں اصلاحی زبان کے برعکس وہی
متروکات پائے جاتے ہیں جن کے ترک کا واضع ناسخ کو قرار دیا جاتا ہے۔ ان مثالوں کی تلاش
اور ان کے منطقی نتیجے کے استخراج پر مرتب بجا طور پر فخر کر سکتے ہیں۔

پانچویں حصے میں مختصراً ناسخ کے حالاتِ زندگی اور تصانیف کا ذکر ہے۔ یہ
حصہ پہلے حصے یعنی شاعری کے پس منظر کے بعد آنا چاہیے تھا۔

چھٹا حصہ خالص تحقیقی ہے۔ ناسخ کا انتقال ۱۲۵۴ھ میں ہوا۔ ان کا کلیات
پہلی بار ۱۲۵۸ھ میں چھپا۔ اس کے ساتھ رشک کا ترتیب دیا ہوا ایک تفصیلی غلط نامہ
بھی ہے جس کی رشک نے ۱۲۵۹ھ تاریخ نظم کی ہے۔ مرتب نے اس غلط نامے کا جائزہ
لے کر دکھایا کہ یہ اغلاطِ کتابت وطباعت کا صحت نامہ نہیں بلکہ اصلاح نامہ ہے۔ ۱۲۵۹ھ
میں اگر ایک مصرع کو بدل کر اس کی جگہ بالکل دوسرا مصرع تجویز کر دیا جائے تو یہ کلام ناسخ
کا نہیں ہو سکتا۔ مرتب صحت نامہ کا ہوگا۔ رشید حسن خاں نے محض شک کا اظہار کیا ہے
کہ رشک نے فرطِ سعادت مندی کی وجہ سے ناسخ کے کلام میں بے جا ترمیم کی۔ میں یقین
سے کہہ سکتا ہوں کہ ناسخ کے مطبوعہ کلام میں کہیں کہیں رشک کی اصلاحیں شامل ہیں میرے
پاس اس کے دو ثبوت ہیں۔

(۱) جموں یونیورسٹی نے لکھنؤ سے ناسخ کا ایک غیر معروف دیوان دوم خریدا ہے۔ میری
رائے میں یہ ۱۲۴۸ھ کا مکتوبہ ہے۔ اس میں پانچ سات جگہ کسی نے مصرعوں کی اصلاح کی
ہے۔ اس کے علاوہ چند اضافے اسی اصلاحی خط میں ہیں۔ ظاہراً یہ اصلاحیں مصنف کے
قلم سے ہونی چاہئیں لیکن دیوان کے آخر میں آغا میر کی وفات پر ایک غیر مطبوعہ قطعہ
تاریخ اسی اصلاحی خط میں ہے۔ اس کے مصرع تاریخ سے ۱۲۴۷ھ نکلتا ہے
لیکن لکھنے والے نے مصرع کے ساتھ اعداد میں ۱۲۴۹ھ درج کیا ہے۔ مصنف
جس نے غور کر کے یہ تاریخ کہی ہوگی، تاریخ کے اعداد لکھتے وقت یہ سہو
کر سکتا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اصلاحیں اور اضافے بدستِ غیر ہیں۔
رشید حسن خاں کا مقدمہ پڑھ کر مجھے یہی سوجھتا ہے کہ یہ کام رشک کا ہوگا۔

واضح ہو کہ یہ غیر مطبوعہ قطعہ، تاریخ دیوان ناسخ کے ایک اور مخطوطے (مخزونۂ لکھنو) میں بھی موجود ہے۔ ہمارے نسخے کے اصلاحی مسودے مطبوعہ اڈیشن میں در آگئے ہیں۔

(ب) اس غیر معروف دیوان کے ساتھ ایک فارسی خط بھی ملا ہے۔ مکتوب نگار اور مکتوب الیہ کا پتہ نہ چل سکا۔ لیکن کاغذ سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کم از کم سو سال پرانا ہے۔ اس میں مکتوب نگار نے ناسخ کے چند نسخوں کی تفصیلات بتائی ہیں۔ فن کے ضمن میں مثنوی حدیث مفصّل (سراج نظم) کے ایک نسخے کا ذکر کیا ہے کہ اس نسخے کو میر علی اوسط رشک نے اصلاح کر کے چھپوایا۔ اس نسخے پر اصلاحیں اس شدّت سے ہیں کہ شیخ صاحب کے بعض اشعار پڑھے ہی نہیں جاتے اس سے عیاں ہے کہ سراج نظم کے مطبوعہ نسخہ میں رشک نے یہ کثرت سعادت مندی کا ثبوت دیا ہے۔ میں ان امور پر کسی مضمون میں تفصیلی روشنی ڈالوں گا۔ رشک کی اس کارگزاری کے انکشاف پر ہم رشید حسن خاں کو مبارک باد دیتے ہیں ان کا مقدمہ انتخاب ناسخ ایک اچھے مختصر تنقیدی و تحقیقی مقالے کی حیثیت رکھتا ہے۔ مجھے انتخاب کے بارے میں کچھ نہیں کہنا ہے کیونکہ میں نے اس کا بالاستیعاب مطالعہ نہیں کیا لیکن مقدمے کے بارے میں کہہ سکتا ہوں کہ اس نے ناسخ کے بارے میں ہمیں نیا عرفان دیا ہے۔

انتخابِ ناسخ مرتبہ: رشید حسن خاں مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دہلی ۲۵ قیمت ۶/۵۰

خونِ جگر

عاقل لاہوری

"خونِ جگر" عہدِ رواں میں اپنی طرز کی واحد شعری تخلیق ہے عاقل کی شاعری میں رومانیت، انسان دوستی، اور تہذیب کی جو اعلیٰ قدریں پائی جاتی ہیں، اُن سے بیشتر معاصر شعرا کا کلام بڑی حد تک خالی ہے

قیمت ۲/۵۰

نئی مطبوعات

انتخابِ قلی قطب شاہ	مرتبہ محمد اکبرالدین صدیقی	طلبا اڈیشن ۴/۵۰	لائبریری اڈیشن ۶/۵۰
انتخابِ ذوق	" (ڈاکٹر) تنویر احمد علوی	" " ۳/۵۰	" " ۴/۷۵
انتخابِ مضامینِ سرسید	انور صدیقی	" " ۲/۸۰	" " ۳/۴۰
دلی کی یادگار ہستیاں (تذکرہ)	امداد صابری	قسم اعلیٰ ۲۵/-	قسم دوم ۱۵/-
مومن شخصیت اور فن (ادب)	(ڈاکٹر) ظہیر احمد صدیقی		۳۳/-
تفسیرِ اردو جلد دہم	سید عبدالدائم جلالی	غیر مجلد ۱۵/-	مجلد ۱۷/-
حضرت ابوبکرؓ کے سرکاری خطوط	جدید اڈیشن	" ۶/-	" ۷/-
تزکیۂ نفس	مولانا احتشام الحسن کاندھلوی		۳/-
شکوہ جواب شکوہ (عکسی)	علامہ اقبال		-/۲۵
اردو کے ہندو شعرا	مرتبہ جگدیش مہتہ درد		۸/-
صبحِ حیات (شعری مجموعہ)	ناز مرادآبادی		۳/۵۰
قصہ رات کا (افسانوی مجموعہ)	انور علیم		۱۲/-
شگوفہ زار (مزاحیہ)	خواجہ عبدالغفور		۱۰/-
جھوٹا پیار (ناول)	تنویر زہرہ بخاری		۸/۵۰
تنقیدی نقوش (ادب)	ڈاکٹر عبدالقیوم		۵/-
خونِ جگر (شعری مجموعہ)	عاقل لاہوری		۴/۵۰
حرفِ شوق (شعری مجموعہ)	محمد منظور احمد		۳/۵۰

میرانیس — سید سفارش حسین

انیس کے کلام کے شائقین کی کمی نہیں۔ ان کے لطفِ بیان اور لطافتِ زبان پر لوگ سر دھنتے ہیں۔ مگر انیس کو انیس کی منزل تک پہنچنے میں جو کڑیاں اور جوکھم اٹھانی پڑی اس کو سمجھنے کے لیے سفارش حسین رضوی کی "میرانیس" پڑھیے۔ تب آپ کو انیس کا کمال نظر آئے گا۔ قیمت ۶/۵۰

جائزے

(تبصرے کے لیے ہر کتاب کی دو جلدیں آنا ضروری ہیں)

دوسرے کنارے تک
(ناول)

مصنف: عزیز قیسی
سائز: $\frac{20 \times 30}{16}$
قیمت: تین روپے پچاس پیسے
ناشر: ناولستان - جامعہ نگر - نئی دلی ۲۵
تقسیم کار: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ - جامعہ نگر - نئی دلی ۲۵

اب تک ہم، آپ عزیز قیسی کو ایک اچھے شاعر کی حیثیت سے جانتے اور پہچانتے تھے لیکن اس وقت ہمارے سامنے ان کا شعری مجموعہ نہیں بلکہ ان کی تخلیقی نثر کا شاہکار ہے۔ ان کا ناول ”دوسرے کنارے تک“ دیکھیے تو اس ناول میں کوئی قابل ذکر خارجی واقعات کا پلاٹ نہیں ہے۔ اگر پلاٹ بیان کیا جائے تو بس اتنا ہے کہ شنکری (جو اس ناول کا مرکزی کردار ہے) کے بچپن کا دوست، ہرکرشن۔ برسوں کے بعد (جب وہ جوان ہو چکی ہے) ملتا ہے۔ اس وقت تک شنکری ذہنی طور پر کئی یادوں اور یادگاروں میں جی رہی ہے۔ ہرکرشن سے دوبارہ سامنا ہونے کے بعد وہ اندر ہی اندر ہرکرشن کو اپنا شوہر مان لیتی ہے لیکن اس کی شادی ہرکرشن کے بڑے بھائی بلرام سے ہو جاتی ہے جسے وہ بچپن سے ناپسند کرتی تھی۔ اس حادثہ کی ذمہ دار خود شنکری ہے کیونکہ اس نے کبھی کھل کر بات نہیں کی۔

اس سیدھے سادے پلاٹ میں کوئی خوبی نہیں ہے لیکن یہی ناول کی اصل خوبی ہے۔ آنکھوں کے ہزاروں افسانوں کو پڑھنے کی کوشش اور ”چھپ چھپ کر آئینے“ سے باتیں کرنے والے پیچیدہ اور سادہ کردار کے باطن کا انکشاف یہ انکشاف بہت سادہ زبان میں ہے لیکن اس سادگی میں سہلِ ممتنع کے شعر کی طرح بے اختیاری اور تہہ داری ہے۔

پورا ناول ایک بہتی ندی کی طرح ہے، اس کے دھارے کہیں کہیں تیز رو ضرور ہو جاتے ہیں ورنہ شروع سے آخر تک اس کے بہاؤ میں وہی سکون ہے جو گہرے پانی کی سطح پر ہوتا ہے۔ یہ ناول کروڑوں کے ظاہری خط و خال کا بیان نہیں ہے۔ ان کی "داخلی کشمکش" کی تصویر ہے اور اس میں "خارجی حقائق" سطح پر کنکریوں کی طرح ٹکراتے ہیں، لہریں کم پیدا ہوتی ہیں۔ لیکن اندر، دور تک، اُن "حقائق" کا ارتعاش پھیل جاتا ہے۔

"شنکری بند ہے، اس کا مشاہدہ محدود ہے، وہ، بمبئی کی کسی کالونی کے چھوٹے سے فلیٹ میں رہتی ہے، لیکن یہ چھوٹا سا فلیٹ بھی اس کی دنیا نہیں ہے اس چھوٹے سے فلیٹ میں، جہاں صرف ایک کمرہ ہے اور اس کمرے میں بیمار باپ اور خاموش اور گمبھیر ماں ڈیرا ڈالے ہوئے ہیں، شنکری نے کچن میں اپنی دنیا بسالی ہے یہ بڑی آباد اور پُرشور دنیا ہے۔" اس دنیا کو عزیز قیسی نے ایک پٹاری کی طرح بند بتایا ہے۔ جس میں شنکری کی بچپن سے لے کر آج تک کی "یادگاریں" اور "یادیں"، بند ہیں۔ شنکری جو، اب جوانی کی چوکھٹ سے اِدھر آچکی ہے۔ ان یادگاروں اور یادوں کو ایک ایک کرکے اپنے آپ سے جدا کر رہی ہے اور اس کے تصوّر میں جو آنے والی عمر ہے، وہ ان خطوط کی صورت میں اس پٹاری میں بکھرتی جارہی ہے جو اس نے ہرکرشن کو لکھے تھے۔ ہرکرشن سے، جوان ہوکر ملنے کے بعد سے، بلرام کی بیوی ہونے تک کا سفر ہی دوسرے کنارے تک کا سفر ہے یہ سفر اٹل ہے یہ تصور اور حقیقت، عشق اور زندگی، آدرش اور سچائی۔ لطیف یادوں اور کثیف واقعات کے درمیان کا سفر ہے اور جب اس سفر کا کرب انسان کو اندر سے توڑ دیتا ہے تو وہ شنکری کی طرح سوچنے لگتا ہے۔ عزیز قیسی نے شنکری کے بہانے ہندوستان کی عورت کے کرب کو، ستی درمدا، تلسی، کے (MYTH) سے جوڑا ہے۔ ناول کا یہ حصہ آہستہ آہستہ خارجی اور باطنی کشمکش سے الگ ہوکر، انسان کی ازلی ابدی بے کسی کی روداد بن جاتا ہے اور یہیں سے اس ناول کے دھارے کلاسیکی ادب کے عظیم دھاروں سے مل جاتے ہیں۔

ناول میں جگہ جگہ علامتی اندازِ بیان کے بڑے موثر اور نازک نمونے ہیں جامن کا پیڑ، مہندی کی ڈالی شنکر کے گلے میں پڑا ہوا سانپ، کپ بورڈ میں رکھا ہوا

ہی کاکتا، خودکشی کرتے ہوئے عورت کی پرس میں رکھی ہوئی چھٹی، چندراوتی، اس کا اِتش ورباپ، سب کے سب خارجی حقیقتیں ہونے کے باوجود، داخلی زندگی، ہی پس منظر، سوچ اور فکر کے زاویوں کی علامتیں ہیں اور یہ سارے کے سارے "حقائق"، ایک دوسرے میں اس طرح پیوست ہیں جیسے کہ یہ سب ایک ہی دھاگے یں بندھے ہوں۔

ناول وہاں ختم ہوجاتا ہے جہاں شنکری، ہرکرشن کے نام لکھے ہوئے سارے خطوط سمندر میں ڈبو دیتی ہے، پٹاری ڈوب جاتی ہے اور خطوط سمندر کی سطح پر تیرتے رہتے ہیں۔ یہ مختصر ناول ایک کردار کا جنم ہی نہیں ہے بلکہ یہ تو وقت کے آغاز سے لے کر آج تک کے "ذہنی کرب" کی دستاویز ہے۔ وقت، جو ندی ہے اور جس کا دوسرا کنارا کوئی نہیں۔

شاعر حیرت گوکنی

سنگریزے

صفحات: ۱۴۲

ناشر، اُردو ادبی کمیٹی پانکاری ضلع رتناگری

قیمت: تین روپے پچاس پیسے

روایت پرستی اور بے مقصد روایت شکنی دونوں غیر مناسب ہیں۔ مگر صالح روایتوں کی آگہی فنکار کے لیے ضروری ہے۔ روایت کی آگہی سے شعور کو بالیدگی ملتی ہے اور فنکار پر اس راز کا انکشاف ہوتا ہے کہ ماضی کے سہارے میں کیا چیز اچھی ہے اور کیا چیز بری۔ کون سے عناصر زندہ اور مفید اور کون سے مردہ اور مضر ہیں۔ اس آگہی کے بغیر تخلیق میں زندگی کی لہر نہیں دوڑ سکتی۔

حیرت کی شاعری میں محض روایت پرستی ہے نہ روایت شکنی بلکہ ان کے یہاں غزل کی بعض روایتوں کا احترام ملتا ہے۔ چونکہ وہ ایک کلاسیکی اسکول کے استاد سے شرفِ تلمذ رکھتے ہیں، اس لیے غزل کی ہیئت کو احتیاط سے برتتے، زبان کو صحت و صفائی سے استعمال کرنے اور براہِ راست اندازِ بیان اختیار کرنے کے

گُر سے واقف ہیں۔ موضوع و مواد کے اعتبار سے بھی ان کی غزلوں کا بیشتر حصّہ ' بندے ٹکے سرمایہ ' سے متعلق ہے ۔ مگر کہیں کہیں داخلی جذبہ کی زنجیر اور سماجی حقائق کی خلش بھی محسوس ہوئی ہے۔ سنگریزوں میں ایسے اشعار جو اہر پارے معلوم ہوتے ہیں۔ مجموعی طور پر سنگ ریزے پر غزل کی کلاسکی فضا کا تسلط ہے ۔ خیر شعر سنیئے۔

کارواں شوق کا پہنچا ہے کہاں آخر شب — اب نئی صبح کے آثار نظر آتے ہیں

مدت گزار دی ہے محبت کی راہ میں — آئی نہ پھر بھی منزلِ جاناں نگاہ میں

دستور یہی ہے گلشن کا آتی ہیں بہاریں لیے خزاں — تخریب جنوں کے پردے میں تعمیر کے سامان ہوتے ہیں

ہے یہی حاصلِ حیاتِ دوام — زندگی نام ہے محبت کا

آئے ہیں ایسے بھی منظر سامنے — جب جلیں شمعیں ' اندھیرا ہو گیا

کتاب کے آخری حصہ میں چند نظمیں اور قطعات بھی شامل ہیں جو غزل سے کمتر درجہ کی ہیں۔ ابتدا میں ڈاکٹر عبدالستار دلوی کا پیش لفظ شامل ہے۔ ان کا خیال ہے کہ " حیرت کی شاعری اُردو کی کلاسیکی شاعر کے زیر اثر ہے "

عنوان چشتی

دیوار سیئے

مصنف ۔ یوسف ناظم
سائز $\frac{20 \times 30}{16}$ قیمت ۔/۳
ناشر ۔ نقش کوکن ۔ بمبئی ۹

جناب سید محمد یوسف ناظم ایم ۔ اے معروف بہ " یوسف ناظم " کے چھوٹے بڑے چوبیس حکیمانہ مزاحی مضمونوں کا مجموعہ ہے۔ جب تک کتاب پڑھی نہ تھی ۔ صرف دور ہی سے دیکھی تھی ۔ نہ لفظ دیوار سیئے کے معنے معلوم تھے اور نہ گرد پوش کی نقاشی کی

ندرت کا مفہوم خیال میں آتا تھا۔ لیکن جب فرصت ملی اور کتاب پڑھنا شروع کی تو بامعنی مزاح اور طلیمات زندہ دلانہ سفید تنقید کے اسرار کھلنے لگے۔

پہلے کتاب کے "دیوار یئے" نام ہی کو لیجیے۔ "دیوالیئے" تو بار ہا سنا اور پڑھا تھا۔ مگر "دیواریئے" لفظ پہلی بار اس کتاب میں سامنے آیا۔ لفظ کے معنے کسی سے پوچھے اس لیے نہیں کہ مبادا اپنی بے خبری کا راز نہ کھل جائے۔

کتاب کو پڑھنا شروع کیا تو معلوم ہوا کہ دیواروں پر جو اشتہار چپکائے یا لٹکائے جاتے ہیں ان کو "دیواریئے" کہا گیا ہے۔ جب یہ معلوم ہوا تو کتاب کے گرد پوش کی رنگا رنگی بھی سمجھ میں آگئی ۔۔۔۔ کہ یہ بمبئی کے کوچہ و بازار کی دیواروں کا روپ ہے۔ جو ان مل، بے جوڑ شکلوں، فالتو رنگوں اور مقصدوں کے اشتہاروں کی وجہ سے نظر آتا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اشتہار لگانے والے اتنے بے ہوش یا خود غرض، یا اپنے کام میں پورے ہوتے ہیں کہ اپنے اشتہار کو پبلک کی نگاہوں کے سامنے رکھنے کے لیے۔ نہایت بے خبری۔ یا بے دردی اور چالاکی سے پہلے سے لگے ہوئے اشتہاروں کا حلیہ بگاڑ کر سب سے اوپر اپنے اشتہار کو بٹھاتے چلے جاتے ہیں۔ اس سے بالکل بے نیاز ہوتے ہیں کہ دیوار پر پہلے سے لگے ہوئے اشتہار یا اشتہاروں کی کیا گت بن رہی ہے۔ اور بعد میں آکر اشتہار لگانے والے ان کے اشتہار کی کیا گت بنائیں گے۔ اس بے سلیقگی سے تنگ آکر بعض حساس لوگ اپنی دیوار پر اشتہار لگانے سے روکنے کے لیے نوٹس لگا دیتے ہیں کہ "یہاں اشتہار لگانا منع ہے"۔

اشتہار بازوں کی اس بد مذاقی پر اس سے بہتر طنز ہو نہیں سکتا تھا۔ جو محترمہ زینب بیگم نے کتاب دیواریئے کے گرد پوش پر اپنے موقلم سے فن کارانہ انداز سے نقش فرمایا ہے۔

یہ تو ایک ابجد پڑھنے پڑھانے والے کا خیال ہے اگر محترمہ زینب بیگم صاحبہ اور آرٹ کے دوسرے ارباب نقد کا مفہوم اور ہو تو ان کو حق ہے کہ میرا خیال پڑھ کر فرمائیں کہ "شعر مرا بمدرسہ کہ برد"

اب اصل کتاب پر آیئے۔ جب سے حضرت یوسف ناظم کے مضامین میرے مطالعہ میں آنے لگے ہیں، میں نے ہمیشہ محسوس کیا ہے اور اس کا ایک دو بار حسب موقع

داخلہ لینا ضروری ہے "
عنوان ہے کہ " خنجر چلے کسی پہ "
اقبال کا مشہور مصرع ہے۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی

حضرت یوسف ناظم اس مصرعے میں سے " عمل " کو " چھری " سے بدل فرماتے ہیں کہ

" طالب علم امتحان ہال میں جاتے وقت اپنے ساتھ چاقو رکھیں تو ان کا فیل ہونا ناممکن ہے " ص ۳۴

عنوان ہے " نئی شاعری " فرماتے ہیں کہ :۔ " نئی شاعری شاعری نہیں فریاد ہے اور آپ جانتے ہیں کہ فریاد کی کوئی لے نہیں ہوتی " (ص ۴۶)

عنوان ہے " سقراطیات " اس میں بیس خیال ظاہر کیے گئے ہیں۔ ایک خیال یہ ہے کہ :

" بالغ ہونے سے پہلے دانشور بننا دشوار ہوتا ہے۔ میں بھیگتے ہی آدمی کو پہلا کام یہ کرنا چاہیے کہ انٹلیکچوئل بن جائے۔ انٹلیکچوئل بننے میں فائدہ یہ ہے کہ آدمی کو سوائے بحث کے اور کچھ نہیں کرنا پڑتا "
(ص ۵۰)

" دنیا کو ابھی اور ترقی کرنا ہے۔ کچھ عورتوں کو اب بھی کھانا پکانا آتا ہے " (ص ۵۱)

" تانا بانا " عنوان کے مضمون میں ایک فقرہ ہے " امریکہ اور فرانس میں خدا کو ابھی داخلہ نہیں ملا۔ وہاں عورتوں کی خدائی ہے "
(ص ۵۴)

عنوان ہے " پاندان " اس میں کہتے ہیں کہ :
" پان کھانے والے سڑکوں اور دیواروں پر پینٹنگ کے ماہر ہیں۔ کمرشل آرٹ ان پر ختم ہے " (ص ۹۹)
اسی طرح ہر مضمون میں ایسے ایسے نکتے ہیں جن میں سے ہر ایک

معنوی اہمیت رکھتا ہے۔ کہاں تک نقل کروں تاہم ایک عبارت نقل کیے بغیر مضمون ختم نہیں کر سکتا "دیوار بیئے" کے آخری مضمون کا عنوان ہے "نئی یادگار غالب" اس میں ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:۔

"غالب بہت بڑے شاعر تھے۔ لیکن خود غالب کو اپنے کلام سے زندگی میں اتنی شہرت نہیں ملی جتنی ان کی وفات کے بعد ان کا کلام نہ سمجھنے والوں کو ملی۔ اللہ کی دین ہے۔ ہندوستان میں ہر سال غالب کے دس بارہ اسپیشلسٹ ضرور پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور ۱۹۶۹ء تو خاص طور پر ان ماہرین کی پیدائش کے لیے ساز گار ہے۔

(دیوار بیئے ص ۱۳۶)

(مولانا) مہر محمد خاں شہاب۔ مالیر کوٹلوی

آواز کا جسم

شاعر۔ مخمور سعیدی
ناشر۔ پی۔ کے۔ پبلیکیشنز، ۳۰۷۲، پرتاپ اسٹریٹ، گولا مارکیٹ دریا گنج دہلی
سائز۔ $\frac{22 \times 18}{8}$ صفحات ۱۲۰
قیمت: دس روپے

مخمور سعیدی نے گفتنی اور سیہ بر سفید کے بعد اپنا تیسرا مجموعۂ کلام "آواز کا جسم" قارئین تک پہنچا دیا ہے۔ مخمور سعیدی کو ایک مخصوص رویے کا شاعر بنایا جاتا ہے۔ رشید حسن خاں کی نظر میں یہ شاعری "اپنے عہد سے زیادہ شاعر کے احساس اور اس کے ماضی و حال کی آئینہ دار ہے"

انور صدیقی کے نزدیک "ماضی اپنی تمام تر اساطیری شادابیوں کے ساتھ انھیں اپنی طرف کھینچتا ہے اور کبھی حال کی پیچیدہ مشینی تنظیم انھیں الجھاتی ہے"۔ کرامت علی کرامت کے خیال میں "مخمور سعیدی کے ہاں وقت کے عنصر کی بڑی اہمیت ہے" بقول راج نرائن راز "جو شے سب پہلے متوجہ

کرتی ہے وہ اس کا ہوشمند ذہن ہے جو ماضی، حال اور مستقبل کا احاطہ کیے ہوئے ہے "۔ کمار پاشی کا کہنا ہے کہ " عہد حاضر میں انسان اور اس کے ظاہر و باطن میں جو ہولناک خلا پیدا ہوا ہے مخمور کی شاعری اس کا بڑا موثر اظہار ہے " بشیر بدر کی رائے ہے کہ ۔" مخمور سعیدی جدید شاعروں میں واحد شاعر ہیں جن کو نظم و غزل پر یکساں کمال حاصل ہے اور جن کے قطعات اور رباعیات میں عصریت کا نیا پن اور روایات کا حسن ہوتا ہے "

تمام آراء پر غور کیجیے تو ان میں اعتبار زمانی کے متعلق تضاد نظر آتا ہے ۔مخمور سعیدی کی شاعری کا مطالعہ کرنے کے بعد بشیر بدر کی رائے صائب نظر آتی ہے ۔

" آواز کا جسم "، نظموں اور غزلوں پر مشتمل ہے ۔مواد کے لحاظ سے غزلیں دو دائروں میں منقسم نظر آتی ہیں ۔ ایک میں برف اور سمندر ۔ دوسرے میں شعور کی چمک دمک ۔لہٰذا دونوں کے لفظی پیکر جدا ہیں ۔ اکھڑی طنابیں ، خیمۂ جاں ، مرگ مسلسل ، کون شخص ، طغیانی احساس ، آسیب احساس ، چھوٹے سے قد کا آدمی ، دیو قامت ، سیہ خانہ ، ظلمت کا خوگر ، بت جھڑ کی آندھی ، پاتال وغیرہ سے پہلے دائرے کی غزلیں ملبوس ہیں ۔ دوسرے میں غزل کے وہی لوازم ہیں جن کی بنا پر غزل آج بھی مقبول انام اور ہر مکتب خیال کے شاعر کو فکر سخن پر آمادہ کرتی ہے ۔ جذبے کی گرمی ، نزاکت احساس ، مشاہدہ کی باریک بینی ، نفسیاتی مزا اور شعور کی نمازت مخمور سعیدی کے ان اشعار میں ملتی ہے ان میں داخلی اور خارجی کیفیات کی نمود ہے ۔ فنی حسن بھی ہے اور معنویت کا رنگ بھی ۔

سورج بھی ستارے بھی مرے نور سے روشن
راتوں کی مناجات ہوں ، میں دن کی دعا ہوں

کسی کی آنکھوں میں دیکھا تو یوں ہوا محسوس
کہ مل گیا ہے مرا عکس گم شدہ مجھ کو

پیکر خواب ، اِن آنکھوں میں ٹھہر جا دم بھر
گرمیٔ لمس نظر پا کے پگھلتا کیوں ہے

کبھی کبھی تو یہ ہوتا ہے جیسے یہ دنیا
بدل رہی ہو مرے دل کی واردات کے ساتھ

جو دور سے بھی کسی غم کا سامنا ہو جائے
پکارتا ہے مجھے کتنے التفات کے ساتھ

برسوں میں گھر ہم آئے تو بیگانہ وار آج
ہم سے خود اپنے گھر کے ہی دیوار و در ملے

آنے والے ہیں جو لمحے کوئی سمجھا دو انھیں　　مجھ سے مانگیں نہ مری عمر گذشتہ کا حساب
آگہی جرم، اور اس جرم کی پاداش یہی　　زندگی بھر کے لیے سوچتے لمحوں کا عذاب

اس مجموعے میں تین قسم کی نظمیں ملتی ہیں۔ بعض نظمیں مقامیت اور ہنگامی موضوع پر مشتمل ہیں۔ دوسری نظموں میں مخصوص رویّے کی طغیانی ہے۔ تیسری قسم اُن نظموں کی ہے جن میں شاعر، شہریوں کی زندگی سے الگ کوئی وجود نہیں رکھتا۔ ان میں شاعرانہ شعور کی تابناکی ہے۔ میرے نزدیک شاعری کی عمدہ نظمیں یہ ہیں۔

جلتی دھوپ کا سفر، یہ جو کچھ ہے، بازدید، لمحہ کا حسن، دھوئیں کی سیہ دلدلوں سے۔

اس مجموعے کی آخری نظم "ذات کا سفر" ہے۔ ہئیت کے لحاظ سے اس کو "بدعتِ حسنہ" بھی کہہ سکتے ہیں۔ اس نظم میں پانچ موڑ آتے ہیں۔ جن میں مختلف بحور کا استعمال ملتا ہے۔ موضوع نیا نہیں ہے اس کی بنیاد اساطیری مواد پر ہے۔ شاعر کے ذہن نے اس میں عصری مشاہدات اور ذاتی تاثرات کو سمو کر نیا رنگ پیدا کیا ہے۔ پہلا حصہ تمہیدی دوسرے یعنی سقوطِ آدم میں شاعر نے انسان میں نفرت اور محبت کے جذبات کو داخل کر دیا ہے۔ تیسرے میں انسان کے عملِ تسخیر اور کمالِ بشریت کی جلوہ گری ہے فرازِ ماہ پر اُس کے نقشِ قدم ہیں۔ یہی حصہ فنکاری اور تہذیبی ارتقا کے لحاظ سے اہم ہے چوتھے حصے میں نظریے کے جبر نے ذات کو زنجیر بنا دیا ہے مگر اس میں یہ بند بھی شامل ہے:-

میری ہی بدولت وقت کو
پیراہنِ صبح و شام ملا
ہر عکس نے پائی شکل اپنی
ہر نقش کو اس کا نام ملا

پانچویں حصے میں شاعر کے قدم تاروں پر ہیں۔ یہ سائنسی نقطۂ نظر کا فیضان ہے اس کے بعد شاعر کو اساطیری سمندر کی یاد آتی ہے اور اسی عالمِ تذبذب میں اُس کو "نجاتِ ذات" کا گمان پیدا ہوتا ہے۔ اس نظم کے بیشتر بندوں میں حسن اور توانائی کے عناصر پائے جاتے ہیں۔

مثلاً

فرازِ ماہ پہ نقشِ قدم ہیں اب میرے
اگرچہ مجھ کو ابھی اور آگے جانا ہے
خود اپنے ذوقِ طلب کا ہے امتحاں درپیش
خود اپنے شوقِ تجسس کو آزمانا ہے

میں نے جیسے کوئی نام دیا
تھی نیست تو وہ شے ہست ہوئی
آیا اُسے نازِ خود بینی
نشہ میں "انا" کے مست ہوئی

مگر اس کا حاصل یقین و کامرانی کی جگہ تذبذب اور انتشار ہے۔

لیکن بہ حیثیت مجموعی "آواز کا جسم" قابلِ قدر تخلیق ہے۔ اس میں فنی محاسن کی چمک دمک ہے۔ فکر و احساس کی توانائی ملتی ہے۔ ابلاغ و ترسیل میں کوئی اُلجھاؤ نہیں، رچا ہوا جاذب اسلوب ہے۔ اِن عناصر کی آمیزش نے کلام میں مانوسیت اور اثر آفرینی پیدا کر دی ہے۔

کتاب کا صوری حُسن پسندیدہ اور معیاری ہے خصوصاً سرورق میں سنجیدہ آرٹ اور ذہانت کی کارفرمائی ہے ـــــ ان جملہ خوبیوں پر شاعر کو مبارکباد ملنی چاہیے۔

(ڈاکٹر) سیفی پریمی

صد رنگ

مرتبین: فیاض گوالیاری، قمرالزماں مبارکپوری
ناشر: عبدالمجید مبارکپوری
سائز: $\frac{۲۰ \times ۳۰}{۱۶}$ صفحات ۱۷۶
زرِ تعاون: پانچ روپے
ملنے کا پتا: جعفر لائبریری، پوسٹ مبارک پور، اعظم گڑھ

ہندوستان میں تعلیم اور حرف شناسی کا دائرہ وسیع ہونے کے باعث شہروں میں لائبریریوں اور ریڈنگ روزم کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے مگر چھوٹے شہروں اور قصبوں میں اس فیضِ عام کی بہت کمی ہے۔ خوشی کی بات ہے کہ مبارک پور ضلع اعظم گڑھ میں ۱۲۔ اکتوبر ۱۹۶۸ء کو "جعفر لائبریری" قائم ہوئی جو اپنے انتظامی بورڈ کی لگن اور حسنِ انتظام کے باعث نمایاں حیثیت رکھتی ہے۔ مجھے اس کا ذاتی علم ہے۔ ایک روز اختر مبارک پوری کا خط ملا۔ میری مرتبہ کتاب "ندرابر" سے پتا حاصل کیا گیا تھا۔ اس خط میں لائبریری کے لیے کتابیں ارسال کرنے کی فرمایش تھی اور یہ بھی اشارہ تھا کہ عرش ملسیانی نے کافی تعداد میں کتابیں عنایت کی ہیں۔ نیز لائبریری کے منصوبے میں اشاعتی پروگرام بھی شامل ہے اس کے ثبوت میں "صد رنگ" کی ایک جلد بھی عنایت کی گئی چنانچہ میں نے بھی چند کتابیں پیش کر دیں۔ لائبریری کا میری نظر میں اعتبار بڑھ گیا۔

"صد رنگ" کے مطالعے سے معلوم ہوا کہ فیاض گوالیاری، ابرا حسنی گنوری، کوثر چاندپوری، نازش پرتاپ گڑھی، راج نرائن رازؔ، م راجندر۔ کالیداس رضا گپتا۔ اختر بستوی۔ غلام مرتضیٰ راہی، آذر بارہ بنکوی، ادیب مالیگانوی، ابوعبیدہ خاں عبیدہ نے بھی اپنی مطبوعات جعفر لائبریری کو عنایت کی ہیں۔

"صد رنگ" میں سو سے زیادہ شاعروں کی منتخب غزلیں شامل ہیں۔ ان کے مختصر حالاتِ زندگی پیش کیے گئے ہیں۔ بعض شعرا کی تصویریں بھی چھاپی گئی ہیں۔ پروفیسر سید احتشام حسین نے اپنے پیش لفظ میں فرمایا ہے۔

> "مشرقی یوپی کے پسماندہ علاقہ میں بیٹھ کر یہ کام انجام دینا اپنی جگہ حیرت خیز ہے۔ اس مجموعے میں اس عہد کے اکثر اہم شعراء کی نمایندگی ہو گئی ہے"

فیاض گوالیاری اور قمرالزماں نے اس مجموعے کو مرتب کیا ہے۔ تمام شاعروں کو تین گروپ میں تقسیم کیا گیا ہے۔ (ا) صاحبِ طرز و پابندِ فن شعراء۔ (ب) ترقی پسند شعراء (ج) جدید شعراء۔ میرے نزدیک اس تقسیم کی ضرورت نہ تھی اور "صاحبِ طرز" کے استعمال کا تو یہ محل ہی نہیں۔ اس تقسیم سے

یہ قباحت پیدا ہوگئی ہے کہ پہلے گروپ میں ترقی پسند اور پابندِ فن شعرا کی شمولیت ہے۔ اب اس تقسیم کا حاصل معلوم!

اس مجموعے میں اقبال احمد نگراں لائبریری نے ارمغانِ تشکر پیش کیا ہے۔ قمرالزماں جنرل سکریٹری نے اپنے مضمون "آئینہ کے سامنے" میں مبارک پور کی علمی و ادبی خدمات کا احاطہ کیا ہے۔

مثلاً یہ کہ مبارک پور میں چار عربی مدارس ہیں۔ ۱۔ دارالعلوم اشرفیہ۔ (۲) احیاء العلوم (۳) دارالتعلیم (۴) باب العلم ——— مبارک پور کی شعروادب کی تاریخ کو تین ادوار میں پیش کیا گیا ہے۔

دورِ اوّل ۱۸۴۴ء تا ۱۹۲۵ء دورِ دوم ۱۹۲۵ء تا ۱۹۴۶ء - دورِ سوم ۱۹۴۶ء تا حال ان ادوار کے قابلِ ذکر شعراء و اُدبا کے ناموں کی فہرس بھی شامل ہے۔ ظاہر ہے تبصرے میں اس کے اظہار کی گنجائش نہیں۔

کتاب کے آخر میں "چند عظیم ہستیاں" کے تحت اطاعت حسن، حاجی محمد علی مصطفیٰ، قاضی ظفر مسعود، ابوبکر، افتخار احمد رہبر، نظر عالم انصاری کے حالاتِ زندگی درج ہیں اور ان کی تصویریں بھی شامل ہیں۔ کتاب میں اراکینِ حکومت کے پیغامات شائع ہوئے ہیں۔ "انتساب" علی اختر مبارک پوری کے نام ہے۔ حرمت الاکرام، ماہرالقادری اور فراق گورکھپوری کے تاثرات شامل ہیں۔ جعفر لائبریری کی خدمات اور صدرنگ کی اشاعت کے سلسلے میں فراق گورکھپوری کا تاثر ملاحظہ فرمائیے۔

> "جب مجید صاحب اور قمرالزماں نے غزلوں کا مسودہ میرے ہاتھ میں دیا تو فرطِ مسرت سے میں جھوم اُٹھا کہ ایک چھوٹی سی جگہ سے ابھرنے والے نوجوان شعروادب سے اتنا نکھرا ہوا شغف رکھتے ہیں کہ ایک وقیع مجموعے کی اشاعت کا سبب بن گیا۔"

'صدرنگ' کی بڑی خوبی یہی ہے کہ اس میں مختلف ادبی نظریات کے حامل شعرا کی نمایندگی ہے اور ہندوستان کے ساتھ پاکستانی شعراء کو شامل کرلیا گیا ہے کہ اس عمل میں رواداری کا جذبہ قابلِ تحسین ہی نہیں بلکہ یہ وسیع و ممتاز ادبی تصور کہ فنکار کی ذات کسی ملک و قوم سے وابستہ نہیں بلکہ اس کا رشتہ عالمِ انسانیت سے ہے۔

اس مجموعہ میں کاغذ، کتابت، طباعت اور سرورق کے ڈیزائن کو دیکھ کر قاری کو خوشی محسوس ہوتی ہے جعفر لائبریری کی یہ پیش کش مبارک باد کی مستحق ہے۔ علم و ادب کے پرستاروں اور لائبریریوں کو "صد رنگ" کی جلدیں حاصل کرنی چاہئیں تاکہ منتظمین کو دوسرے اشاعتی منصوبے میں سہارا مل سکے۔

(ڈاکٹر) سیفی پریمی

صبحِ حیات

شاعر: نازؔ مرادآبادی
ناشر: انوار احمد صدیقی نازؔ، کسرول، مرادآباد
سائز: ۲۰×۳۰/۱۶ صفحات ۱۶۰
قیمت: پانچ روپے پچاس پیسے

"صبحِ حیات" نازؔ مرادآبادی کا مجموعۂ کلام ہے اس میں نعت، منقبت، چند نظمیں، کچھ نظمیں، کچھ قطعات اور غزلیں شامل ہیں۔ سید مظفر حسین نے مقدمہ سپردِ قلم کیا ہے اور حافظ شکیل شمسی چندوسی نے حالاتِ زندگی لکھے ہیں۔ دو باتیں توجہ طلب ہیں۔

(۱) "۱۹۵۸ء میں آپ کلکٹریٹ مرادآباد میں کلرک ہوئے اور آج تک سرکاری ذمہ داری کو ادا کر رہے ہیں"

(۲) "دورِ شباب میں آپ، کافی خوبصورت حسین و جمیل تھے"

"مقدمہ"، کو صنعتِ متحمل الضدین میں پیش کیا گیا ہے"

ص ۴ "شہنشاہِ غزل حضرت انوار احمد صدیقی نازؔ مرادآبادی کی ادبی خدمات سے زمانہ بخوبی واقف ہے"

ص ۷ "نازؔ مرادآبادی نے مومنؔ، غالبؔ، ذوقؔ اور اقبالؔ جیسے شعراء کی غزلوں پر غزلیں کہی ہیں جو مقابلہ میں پیش کی جاتی ہیں"

شاعر کو ان تحریروں میں کمی نظر آئی اس لیے خود نوشت تعارف درج کرنا پڑا۔ اضافہ ملاحظہ فرمایئے:

ص ۴۱ ۔ یہ مقدمہ نگار اور سوانح نگار نے میری زندگی کی ضرور ترجمانی کی ہے لیکن
پھر بھی وہ بات واضح نہیں ہوتی جو کہ حقیقت کی آئینہ دار ہو "
ص ۴۳ ۔ " یہ بات الگ ہے کہ کرسی پہ بیٹھا ہوں ۔ لوگ پیشکار صاحب کہہ کر پکارتے
ہیں ۔ صبح سے شام تک سینکڑوں سلام ہوتے ہیں لیکن دراصل میں "
یہ چاہتا تھا کہ ملک کا نظام ، میرے ہاتھوں میں ہوتا "
ص ۴۴ ۔ " کسی کو اپنا استاد نہیں بنایا ہے میری نظر میں ہر ایک کے کردار میں
اور علم میں کوئی نہ کوئی کمی رہی "
بیشک یہ اجزا اقراری کے لیے مومیائی اور کیمیا گری کا حکم رکھتے ہیں ۔
انوار احمد صدیقی نے ۱۹۳۶ء میں اس خاکدانِ تیرہ میں جنم لیا اور ۱۹۴۸ء میں
مشعلِ شعر روشن کی اور اس انداز سے کہ بارہ تیرہ برس کی عمر میں ہی کلام میں
پختگی ، لہجہ میں یکسانیت اور تراکیب میں بندش کا حسن پیدا ہو گیا اور " صبحِ حیات "
کی پیش کش تک وہی رنگ وہی معیار قائم ہے ۔ اور کیوں نہ ہو !
" کہ محض علم لدنی پہ جس کی ہے بنیاد "
یعنی قدرت کی جانب سے منتِ استاد کے بغیر ہی شاعر کو ایک دفینہ
ہاتھ آگیا مگر اس کو کیا کیجیے کہ استاد کی حیثیت مسلم ہے ۔ ملاحظہ فرمائیے :
ص ۵۰ ۔ زندگی مجموعۂ آلام ہے ہے اسی شیرازہ کی دنیا کتاب
شیرازہ کی " ہ " تقطیع سے خارج ہے ۔
ص ۶۵ ۔ ایک مصرع (ہے مآلِ بشر مثلِ اک آئینہ)
" مثلِ اک آئینہ " کس زبان کا مرکب ہے ۔؟
بعض اشعار میں قافیے غلط نظم کیے گئے ہیں ۔
ص ۴۷ ۔ اس سے بڑھ کر خوش نصیبی اور کیا ہے ناز ہو
دردِ دل میرے لیے اور میں برائے دردِ دل
ابتلا ، ارتقا ، دعا کے ساتھ " برا " قافیہ بے معنی اور غلط ہے ۔
ص ۴۴ ۔ کچھ کوشش و عمل سے بھی بنتا ہے آدمی
تقدیر پہ ہی راحتِ دل منحصر نہیں

نظر، سفر، بشر کا قافیہ "منحرف" قطعی غلط ہے۔

ان باتوں سے قطع نظر، شاعر کے یہاں وطن اور انسان سے محبت کا جذبہ ملتا ہے۔ سماج کی خرابیوں کو دور کرنے کی تمنا پائی جاتی ہے۔ اپنے احساسات و جذبات کو صاف طور سے اور شعری پابندیوں کی خوبی کے ساتھ پیش کیا ہے۔ چند اشعار ملاحظہ فرمایئے:

عیش والوں سے نہ پوچھو ماجرائے دردِ دل
اہل دل ہی جانتے ہیں ارتقائے دردِ دل

اپنے پروانوں کو اے شمع مسلسل نہ جلا
زندگی واقفِ انجام ہوئی جاتی ہے

اک بزمِ دوست جب بھی ہمیں یاد آگئی
کتنے جہان سامنے آکر چلے گئے

اے پائے شوق اب کسی منزل کا ذکر کیا
میرے جنون سے گردِ سفر بھی ہے منحرف

جو منزل تک پہنچے کو نہ ہوتی بیخودی لازم
مری راہِ طلب میں ناز بیخانے نہیں آتے

کتاب عمدہ چھپی ہے۔ سرورق معقول ہے۔ آرٹ پیپر پر شاعر کی تصویر شاملِ اشاعت ہے۔

(ڈاکٹر) سیفی پریمی

از مولانا عبدالسلام قدوائی ندوی

دُنیا اسلام سے پہلے — اسلام کے بعد

قیمت: ۲/۷۵

ناشر: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، جامعہ نگر، نئی دلی ۲۵

یہ مولانا کے چار مضمونوں کا مجموعہ ہے۔ (۱) ڈیڑھ ہزار سال پہلے، (۲) مصلحِ اعظم (۳) بنیادی عقیدہ (۴) انسانیت کی فصلِ بہار۔

پہلے مضمون میں ظہورِ اسلام سے پہلے کی یا اب سے پندرہ سو برس پہلے کے حالات پر مختصر سا تبصرہ ہے۔ اس تبصرے میں مولانا نے اس زمانے کے ملکوں اور مذہبوں کا جائزہ لیا ہے۔ ملکوں میں روم، ایران، ہندوستان اور چین اہم سمجھے جاتے تھے — مذہبوں میں یہودیت، عیسائیت، بدھ ازم، ہندو ازم وغیرہ مذہبوں کا ذکر ہے۔ مولانا نے بتایا ہے کہ ان تمام ملکوں میں کتنی ابتری تھی، بدمزاج تھا، تہذیبی اور تمدنی قدروں کی پامالی تھی۔ امیروں۔ حاکموں۔ راجاؤں۔ بادشاہوں میں کتنی انانیت تھی، خودرائی

تھی، جابرانہ اور ظالمانہ ذہنیت تھی۔ انسانیت کا، ہمدردی کا، شرافت کا دور دور پتہ نہ تھا۔ رعایا مفلوک الحال تھی، ذلیل و خوار تھی، طرح طرح کے مظالم کا شکار تھی۔ مطلق العنان فرماں روا من مانی کرتے تھے، رعایا کو تکلیف دے کر خوش ہوتے تھے۔ اسی طرح جتنے بھی مذہب تھے ان کی تعلیمات کچھ سے کچھ ہو گئی تھیں۔ جن اصولوں پر ان کی بنیاد تھی خودغرض لوگوں نے اپنی کاربراری کے لیے ان میں تحریف اور رد و بدل کر دی تھی۔ مولانا نے ان تمام حالات کا نقشہ بہت پر اثر انداز میں کھینچا ہے۔

دوسرے مضمون کا عنوان مصلح اعظم ہے۔ اس میں مولانا نے بتایا ہے کہ دنیا پستی کی اس حد کو پہنچ گئی تو خداوند تعالیٰ کو دنیا والوں پر رحم آیا اور عرب کے صحرا میں ایک مصلح اعظم پیدا ہوا۔ اس نے دیکھتے دیکھتے اپنی تعلیمات سے کایا پلٹی کہ تاریخ اس کی مثال نہیں پیش کر سکتی۔ لوگوں میں انسانیت کی روح دوڑ گئی، اخوت، مساوات، ہمدردی شرافت کی قدریں پھر سے جاگ اٹھیں، خزاں رسیدہ دنیا میں پھر سے بہار آ گئی۔ رنگ و نسل کا، ادنیٰ اور اعلیٰ کا، عربی و عجمی کا فرق مٹ گیا۔

مولانا نے آیات و احادیث کی مدد سے بہت اچھے ڈھنگ سے یہ بات سمجھائی ہے کہ انقلاب کیسے آیا۔

تیسرے مضمون، "بنیادی عقیدہ" میں مولانا نے اسلام کے بنیادی عقیدے کی زیادہ تر قرآنی آیات کی روشنی میں تشریح کی ہے اور ایسی دلیلیں دی ہیں جو دل کو لگتی ہیں۔

چوتھا مضمون ہے "انسانیت کی فصلِ بہار" اس میں بہت اختصار کے ساتھ آن حضرت کی ابتدائی زندگی نبوت، نبوت کے بعد ابتدائی دنوں میں اپنوں اور پرایوں کی مخالفتیں ان مخالفتوں اور مزاحمتوں کی وجہ سے طرح طرح کی پریشانیاں اور پھر باوجود ان شدید مخالفتوں اور مزاحمتوں کے آں حضرت کی کامیابی اور کامیابی کے اسباب بیان کیے ہیں۔ یہ مضمون مختلف اوقات میں الگ الگ لکھے گئے ہیں لیکن انھیں کچھ اس طرح ترتیب دیا گیا کہ ان میں ربط پیدا ہو گیا ہے اور ایک ہی سلسلے کی کڑی معلوم ہوتے ہیں۔

مولانا عبدالسلام کی ساری عمر پڑھنے پڑھانے میں گزری ہے۔ ندوۃ العلما میں تدریسی خدمات انجام دیں پھر لکھنؤ ہی میں تعلیمات اسلام کے نام سے ادارہ قائم کیا یہ ادارہ بہت مقبول ہوا۔ لیکن ۱۹۴۷ء کے بعد اس کی ترقی رک گئی اور وہ جامعہ کالج

میں تعلیمی خدمات انجام دیتے رہے۔ یہی وجہ ہے کہ اپنی بات دوسرے کے ذہن نشین کرانے کا بہت اچھا ڈھنگ آگیا ہے۔ عبارت سادہ، دل نشیں، حشو و زوائد سے پاک ہوتی ہے اور یہ اہتمام تحریر ہی میں نہیں۔ مولانا کی تقریر میں بھی بدرجۂ اتم ہوتا ہے۔ یہ مجموعہ مولانا نے مکتبہ کی درخواست پر مرتب کیا ہے اور ہمیں خوشی ہے کہ اس ادارے کے سربراہ شاہد علی خاں صاحب کی بدولت مولانا کے ان مضامین نے کتاب کی شکل اختیار کی ہے۔ اور ہمیں یقین ہے کہ عام پڑھنے والوں میں یہ خاص طور پر مقبولیت حاصل کرے گی۔ مولانا جامعہ سے سبک دوش ہو گئے ہیں کیا اچھا ہو کہ تصنیف و تالیف کو اپنی زندگی کا شغل بنا لیں۔ اور ہم جیسے عامی لوگ ان کے علم سے زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کر سکیں۔ مکتبہ نے کتاب بہت سلیقے سے شائع کی ہے۔ قیمت بھی آج کل کی مہنگائی کو دیکھتے ہوئے مناسب ہے۔

محمد حسین حسّان

انور عظیم کے افسانوں کا انتخاب

قصّہ رات کا

کرشن چندر اور قرۃ العین حیدر کے حسن بیان کی نئی توسیع اور جدید عہد کے جذبات و احساسات کی نئی تہوں کی کامیاب تلاش سے انور عظیم کی افسانہ نگاری عبارت ہے۔" (سردار جعفری)

"انور عظیم کا فن منفرد ہے: مشاہدہ مشکل پسند اور گہرا، قلم بے تکلف اور سفاک، اندازِ تحریر رنگا رنگ اور روایت شکن، شدّتِ احساس سے سرشار، لطیف معنویت و رمزیت سے لیس!"

پانچ سو صفحات پر پھیلے ہوئے ان افسانوں میں کردار و واقعات کے نہ جانے کتنے پہلو اُجاگر ہیں، تلخیاں بھی، دردمندی بھی، تنہائی بھی، تصادم بھی، زہر بھی، آسودگی بھی، رومان بھی، شکست بھی، سب کچھ ہے زندگی میں اور جو زندگی میں ہے وہی ان افسانوں میں ہے۔

قیمت: بارہ روپے

تقسیم کار: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ جامعہ نگر۔ نئی دلی ۲۵ دہلی ۶ بمبئی ۳ اور علی گڑھ ۲

مطبوعات مکتبہ جامعہ لمیٹڈ

معیاری ادب کا سلسلہ

انتہائی صحتِ متن اور ضروری اعراب فرہنگ کے ساتھ فوٹو آفسیٹ کے ذریعے چھپی ہوئی معیاری ادب کی اہم اور نادر کتابیں — ان کتابوں کو مکتبہ جامعہ نے حکومتِ جموں و کشمیر کے گراں قدر تعاون سے از سرِ نو مرتب کرنے کا اور کم سے کم قیمت پر فراہم کرنے کا منصوبہ بنایا ہے۔ محققین اور طلبا پورے اعتماد کے ساتھ ان کتابوں سے استفادہ کر سکتے ہیں۔

مقدمہ شعر و شاعری خواجہ الطاف حسین حالی مرتبہ: رشید حسن خاں

مقدمہ شعر و شاعری کا شمار اُردو کی اُن اہم اور معیاری کتابوں میں ہے جن کی اہمیت، افادیت اور مقبولیت پر شاید ہی کبھی آنچ آسکے۔ آج بھی جب کہ اُردو میں تنقید کا سرمایہ بہت بڑھ چکا ہے اس کی اہمیت اور افادیت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ قیمت: طلبہ اڈیشن ۲/۶ لائبریری اڈیشن ۳/۴۰

انتخاب سراج اورنگ آبادی مرتبہ: ڈاکٹر محمد حسن

اس انتخابِ کلام میں آپ کو ایک ایسی جمال پرست اور بے قرار شخصیت کی جھلکیاں ملیں گی جو ذات کو کائنات کے لیے عرفان کی تلاش میں ہے۔ ان اشعار میں ایک دردمند کی آواز بھی ہے اور ایک تہذیب اور ایک تاریخی دور کی صدا بھی۔

قیمت: طلبہ اڈیشن ۱/۲۰ لائبریری اڈیشن ۱/۷۰

موازنۂ انیس و دبیر شبلی نعمانی مرتبہ: رشید حسن خاں

موازنۂ انیس و دبیر اُردو میں تنقید کی ابتدائی اور اہم کتابوں میں سے ہے۔ یہ اپنے انداز کی ایک ایسی منفرد تصنیف ہے کہ اگر اسے انیس و دبیر کے شاعرانہ کمالات کا جائزہ اور ان کی شاعرانہ قدر و قیمت کے تعین کی دستاویز کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

قیمت
طلبہ اڈیشن ۳/۲۵
لائبریری اڈیشن ۴/۲۵

شریف زادہ مرزا رسوا مرتبہ ڈاکٹر قمر رئیس

اُردو کے منفرد ادیب اور ناول نگار مرزا رسوا کا دوسرا اہم ناول ۔ اس ناول کا شمار اُردو کے اُن چند ناولوں میں کیا جاتا ہے جس نے دورِ حاضر کے اُردو خواں نوجوانوں کی سیرت کو متاثر کیا ہے ۔

قیمت ۔ طلبہ اڈیشن ۲/۵۰ لائبریری اڈیشن ۳/-

حیاتِ سعدی الطاف حسین حالی مرتبہ : رشید حسن خاں

کلامِ سعدی میں جو ادبی نکات بکھرے ہوئے ہیں ان کی دیدہ ورانہ تفصیل و توضیح اس کتاب میں محفوظ کر لی گئی ہے ۔ یہ کتاب ہمیشہ بڑی قدر کی نگاہوں سے دیکھی جاتی گی ۔

قیمت طلبہ اڈیشن ۳/۲۵ لائبریری اڈیشن ۴/-

انتخابِ اکبر الہ آبادی مرتبہ :۔ ڈاکٹر صدیق الرحمٰن قدوائی

اکبر کے ہاں ہمیں پہلی مرتبہ طنز و مزاح دونوں، شاعر کی ذات کی تنگ اور محدود دنیا سے بلند نظر آتے ہیں ۔ ان کے ہاں یہ محض اندازِ بیان ہی نہیں، سماجی تبدیلیوں کے سمجھنے اور سمجھانے کا موثر ذریعہ بھی ہے ۔ اُن کے کلام میں ہنسوڑپن کے ساتھ ہی، سنجیدگی شائستگی اور غور و فکر کی فضا بھی پائی جاتی ہے ۔

قیمت ۔ طلبہ اڈیشن ۲/- لائبریری اڈیشن ۲/۵۰

انتخابِ میر مرتبہ : ڈاکٹر محمد حسن

امام المتغزلین میر کی زبان کوثر و تسنیم میں دھلی ہوئی ہے ۔ اُن کا ہر شعر تیر و نشتر کا کام کرتا ہے ۔ اُن کی غزلیں تو بالخصوص کمالِ فن کی آئینہ دار ہیں ۔ میر کے کلام کا یہ انتخاب بڑی تحقیق و جستجو اور دیدہ ریزی کے ساتھ کیا گیا ہے ۔

قیمت طلبہ اڈیشن ۳/۶۰ لائبریری اڈیشن ۴/۵۰

دیوانِ درد مرتبہ رشید حسن خاں

میر کے علاوہ خواجہ میر درد اپنے عہد کے باقی تمام غزل گو شعراء سے بلند ہیں بلکہ بلند تر ۔ حیرت و حسرت کا ناتمام سا اظہار، ان کے اچھے اشعار کا عام جوہر ہے اور ایسے شعر بھی تاثیر سے معمور ہیں جن میں عشقیہ جذبات اور تصوف کی نادرائیت یک جا ہو کر نمایاں ہوئی ہے ۔

قیمت ۔ طلبہ اڈیشن ۲/۷۵ لائبریری اڈیشن ۳/۳۰

انتخاب مراثی (انیس و دبیر) مرتبہ: رشید حسن خاں

مرثیہ نگاروں کی طویل فہرست میں انیس و دبیر کے نام سرفہرست آتے ہیں۔ انیس کے یہاں منظر نگاری، جذبات نگاری، واقعہ نگاری اور کردار نگاری کا کمال نظر آتا ہے اور دبیر کے یہاں تشبیہات و استعارات کی جدت، عربی و فارسی کے پُرشوکت الفاظ کا استعمال اور پرشکوہ طرز بیان، اُن کے مراثی کی خصوصیات ہیں۔

قیمت طلبا اڈیشن ۳/- لائبریری اڈیشن ۴/-

انتخاب نظیر اکبرآبادی مرتبہ: رشید حسن خاں

نظیر ایک شاعر کی حیثیت سے اپنے زمانے میں بھی مشہور تھے اور آج بھی مشہور ہیں۔ فرق بس اتنا ہے کہ اُس زمانے میں ان کا کلام صرف عام لوگوں کی زبان پر تھا لیکن آج خواص بھی اُن شاعرانہ ہمہ گیریوں کے معترف ہیں۔ ان کے کلام کا یہ انتخاب اس انداز سے مرتب کیا گیا ہے کہ اُن کی اہم ترین نظمیں مکمل یا جزوی انتخاب کے ساتھ یکجا ہو جائیں آخر میں غزلوں کا انتخاب ہے اور ضروری الفاظ کی فرہنگ بھی شامل کر دی گئی ہے۔

قیمت: طلبہ اڈیشن ۲/۷۵ لائبریری اڈیشن ۴/۴۰

نیرنگِ خیال (اوّل و دوم) مولانا محمد حسین آزاد مرتب: مالک رام

'نیرنگ خیال' مولانا آزاد کے معرکۃ الآرا مضامین کا مجموعہ ہے۔ جسے معتبر ترین نسخے کی بنیاد پر انتہائی صحتِ متن کے ساتھ اس اڈیشن کی صورت پیش کیا گیا ہے۔ طلبا اس سے پورا فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ قیمت طلبا اڈیشن ۱/۹۰ لائبریری اڈیشن ۲/۴۰

فسانۂ آزاد (تلخیص) رتن ناتھ سرشار مرتبہ: ڈاکٹر قمر رئیس

فسانۂ آزاد سرشار کا وہ گراں قدر کارنامہ ہے جس میں نوابی عہد کے لکھنؤ کی انحطاط پذیر معاشرت، اس کی اچھوتی ظرافت اور لکھنؤ کی بامحاورہ ٹکسالی زبان اور بولی ٹھولی کے فن کارانہ استعمال کو سرشار کے کمالِ فن کا جوہر کہا گیا ہے۔

چوں کہ موجودہ حالات میں اتنی عظیم کتاب کو شائع کرنا آسان کام نہیں اس لیے اس کی کامیاب تلخیص شائع کی گئی تاکہ عوام کی دسترس سے باہر نہ رہے۔

قیمت طلبہ اڈیشن ۶/۲۰

لائبریری اڈیشن ۷/۵۰

مجالس النسا حالی مرتبہ : صالحہ عابد حسین

مولانا حالی کا مقصدی ناول ۔ جس میں نہ تو واعظانہ خشکی ہے ، نہ نصیحت کی تلخی ، یہ ناول خاص طور سے عورتوں کی تعلیم کی اہمیت پر روشنی ڈالتا ہے ۔ سادہ "دل نشیں" انداز بیان ۔ قیمت اڈیشن ۲/۵۰ لائبریری اڈیشن ۳/

انتخاب مضامین شبلی مرتبہ : رشید حسن خاں

مولانا شبلی کے مضامین میں ان کی وسعت نظر کے عنوانات بکھرے ہوتے ہیں۔ اس انتخاب میں ادبی اور تنقیدی مضامین ، کتابوں کے تبصرے ، تحقیقی مضامین اور اسلامیات اور قرآن پاک سے متعلق پچیس اہم مضامین ہیں جن میں نقد و نظر ، علم و بصیرت اور انشاء پردازی کے بہترین جواہر ریزے بکھرے ہوئے ہیں ۔

قیمت ۔ طلبہ اڈیشن ۷/- لائبریری اڈیشن ۸/۵۰

امراؤ جان ادا ۔ مرزا محمد ہادی رسوا مرتبہ (ڈاکٹر) محمد حسن

لکھنوی تہذیب کے پس منظر میں امراؤ جان ادا کی کہانی جس کو مرزا رسوا نے لاثانی نفسیاتی ناول کا جامہ پہنایا تھا ۔ اب اس ناول کو ڈاکٹر محمد حسن نے مستند و معتبر نسخوں کی مدد سے از سر نو ترتیب دیا ہے ۔ اور مکتبہ جامعہ نے نہایت اہتمام سے فوٹو آفسیٹ کے ذریعے شائع کیا ہے ۔ قیمت طلبہ اڈیشن ۶/- لائبریری اڈیشن ۷/۵۰

یادگار غالب (حصہ اردو، فارسی) الطاف حسین حالی مرتبہ مالک رام

انگریزی خیالات اور طرز فکر سے واقف ہونے کے بعد حالی نے محسوس کیا کہ ہماری شاعری نہ صرف جامد اور غیر ترقی پذیر ہے بلکہ غیر فطری بھی ۔ اور اس میں اصلاح کی ضرورت ہے ۔ اپنے انھیں نظریات کا انھوں نے "یادگار غالب" میں مرزا کے کلام پر اطلاق کرکے دکھایا کہ کس طرح کا کلام صحیح شاعری کی تعریف میں آتا ہے اور ملک و ملت کے لیے مفید ہو سکتا ہے ۔

قیمت (حصہ اردو) طلبہ اڈیشن ۵/۵۰
لائبریری اڈیشن ۶/۵۰

" (حصہ فارسی) طلبہ اڈیشن ۶/۵۰
لائبریری اڈیشن ۸/-

مثنوی گلزارِ نسیم پنڈت دیا شنکر نسیم لکھنوی تصحیح و ترتیب رشید حسن خاں

مثنوی گلزارِ نسیم، اردو کی ان چند مثنویوں میں سے ہے جنھوں نے قبولِ عام کی سند حاصل کی۔ اس کے حسنِ قبول میں اس کی چست بندشوں کا بڑا حصہ ہے واقعات اور الفاظ دونوں کا ایسا اختصار جس سے زیادہ یہ ظاہر ممکن العمل نہ معلوم ہو لفظوں میں ایسی رعایتوں کو ملحوظ رکھنا جن سے معنویت کی نہیں نمایاں ہوتی رہیں، اور بندش کا اس قدر چست ہونا کہ شعر کی روانی، تلوار کی کاٹ بن جائے، جیسے گھسے ہوئے تاروں سے ترشے ہوئے نغمے نکل رہے ہوں۔ نسیم کا اسلوب انہی سے مرکب ہے۔

قیمت: طلبہ اڈیشن ۲/۵۰ لائبریری اڈیشن ۳/-

گذشتہ لکھنؤ عبدالحلیم شرر تصحیح و ترتیب رشید حسن خاں

لکھنؤ کی معاشرت میں تراش خراش، نفاست، شائستگی اور ادب و آداب کی ایسی چمک دمک تھی، جو آنکھوں میں عکس چھوڑ گئی ہے۔ "گذشتہ لکھنؤ" اسی محفلِ طرب کی داستان ہے۔ اور یہ واقعہ ہے کہ شرر نے اسے بے حد جذبات نگاری کے ساتھ، ڈوب کر بیان کیا ہے۔

قیمت: طلبہ اڈیشن ۶/۵۰ لائبریری اڈیشن ۱۰/-

فسانۂ مبتلا ڈپٹی نذیر احمد تصحیح و ترتیب (ڈاکٹر) صدیق الرحمن قدوائی

نذیر احمد کے ناولوں میں "مشترکہ خاندان" کی حیثیت بنیادی ہے۔ زیرِ نظر ناول کا ہیرو مبتلا بھی ایک ایسا ہی کردار ہے جو خاندانی بندھنوں میں پھنسا ہوا ہے مگر اس کی فطرت اسے ان سے نکلنے پر اکساتی ہے۔ وہاں سے نکلنا اس کی تقدیر میں نہیں اور فطرت کو کچلنا اس کے بس میں نہیں۔ چنانچہ وہ ایک المیے کا ہیرو بن کر رہ جاتا ہے۔ تعدادِ ازدواج کی مخالفت میں لکھا گیا ایک بامقصد ناول۔

قیمت: طلبہ اڈیشن ۵/- لائبریری اڈیشن ۶/-

انتخابِ ولی تصحیح و ترتیب (ڈاکٹر) سید ظہیرالدین مدنی

ولی فارسی زبان و ادب میں ید طولیٰ رکھتا تھا۔ لہٰذا زبان و ادب کی نزاکتوں اور لطافتوں سے ایک ماہرِ فن کی طرح واقف تھا۔ اس نے اردو

زبان و ادب میں وسعت پیدا کرنے کے لیے فارسی شاعری کے تمام رچاؤ کو کام میں لیا اور غزل کے موضوعات و روایات کو اس خوبی سے برتا کہ اُردو شاعری کی فضا اور طرزِ تخیل بدل گئی۔

قیمت: طلبہ ایڈیشن ۲/۵۰ لائبریری ایڈیشن -/۳

افاداتِ سلیم مولانا وحیدالدین سلیم تصحیح و ترتیب: (ڈاکٹر) خلیق انجم

سلیم مولوی تھے، شاعر تھے، نقاد تھے، صحافی تھے۔ مترجم تھے اور ماہر لسانیات تھے، لیکن اب اردو ادب میں وہ صرف "وضع اصطلاحات" کے مصنف کی حیثیت سے مانے جاتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ مولانا سلیم اُردو کے پہلے ماہر لسانیات ہیں جنھوں نے اُردو زبان کے مسئلے کو صحیح پس منظر میں دیکھنے اور سمجھنے کی کوشش کی "افاداتِ سلیم" آپ کے چیدہ چیدہ مقالات کا مجموعہ ہے۔ جسے اُردو ادب میں ایک خاص اہمیت حاصل ہے

قیمت طلبہ ایڈیشن ۵/۵۰ لائبریری ایڈیشن ۶/۳۰

توبۃ النصوح شمس العلماء مولوی ڈپٹی نذیر احمد تصحیح و ترتیب: مالک رام

ڈپٹی نذیر احمد کا شمار سرسید کے نورتنوں میں ہوتا ہے۔ ان کی شخصیت بڑی پہلودار تھی، وہ عربی، فارسی کے منتہی تھے، عالم دین تھے، فقیہہ متکلم تھے۔ مترجم قرآن تھے، بلند پایہ خطیب و مقرر تھے اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ وہ اُردو کے پہلے ناول نگار تھے۔

"توبۃ النصوح" آپ کے دوسرے ناولوں کی طرح اصلاحی ناول ہے۔ اس کا بنیادی مقصد یہ ثابت کرنا ہے کہ اولاد کے چال چلن اور اخلاق و اطوار کی ذمہ داری اور کسی پر نہیں والدین پر آتی ہے۔ یہی نہیں اس کتاب میں اس کے علاوہ مذہب، اخلاق، عبادت وغیرہ کے مسائل بھی زیر بحث آئے ہیں اور ہر ایک موضوع سے متعلق اطمینان بخش اور مدلل گفتگو کی گئی ہے۔ قیمت طلبا ایڈیشن ۴/۵۰ لائبریری ایڈیشن ۹/۵۰

قصۂ حاتم طائی - حیدر بخش حیدری تصحیح و ترتیب۔ اطہر پرویز

موسوم بہ آرائش محفل اس کتاب میں حاتم طائی کی سات سیروں کا ذکر ہے۔ حیدری نے اس داستان کی مقصدی حیثیت کو خاص اُجاگر کیا ہے۔ زبان و بیان کا کوئی گوشہ نہیں جس سے وہ اپنے مقصد کو پانے میں کامیاب نہ ہوئے ہوں۔ حاتم کا ہر قدم نیکی اور خدا ترسی کے لیے وقف ہوتا ہے۔ حاتم کے علاوہ بھی پڑھنے والے کا سابقہ جن جن کرداروں سے ہوتا ہے ان کا ہر عمل نیکی کے جذبات و احساسات کا حامل دکھائی دیتا ہے۔ قیمت: طلبا ایڈیشن -/۹ لائبریری ایڈیشن -/۱۰

ایجنسی کی کتابیں

ادب، تنقید، اشاریہ

افکارِ محروم مرتبہ مالک رام ۵/-
آثارِ محروم " گوپی چند نارنگ ۷/-
انشائیہ ڈاکٹر آدم شیخ ۲/۵۰
آرٹ سید عبداللہ ۳/-
ادب اور زندگی مجنوں گورکھپوری ۵/-
انشائے بے خبر سید مرتضیٰ حسین بلگرامی ۱/-
بیالیس نظمیں، ایک روایت، ایک بغاوت ڈاکٹر محمد صدرالدین ۸
ببلوگرافیا، اردو ڈراما (اول، دوم) ڈاکٹر عبدالعلیم نامی ۱۴/-
بمبئی میں اردو ڈاکٹر میمونہ دلوی ۱۲/۵۰
پیغمبرانِ سخن علی سردار جعفری ۵/-
تعمیری ادب علی جواد زیدی ۴/۵۰
تنقیدی مضامین سید عابد علی عابد ۴/-
تلامذۂ غالب مالک رام ۷/۵۰
تلاش و توازن ڈاکٹر قمر رئیس ۶/۵۰
تلاشِ غالب نثار احمد فاروقی ۱۰/-
جستجو سید مجاہد حسین حسینی ۳/-
جدید عربی ادب کا ارتقا ڈاکٹر سید احتشام حسین ۳/۵۰
جگن ناتھ آزاد اور اس کی شاعری مرتبہ: حمید سلطان ۵/-

جگر بریلوی شخصیت اور فن مرتبہ: مالک رام سیفی پریمی ۶/-
جوہر آئینہ طالب کاشمیری ۱۴/-
خطوط عبدالحق مرتب محمد اکبرالدین صدیقی ۵/-
دکن میں مرثیہ ڈاکٹر رشید موسوی ۱۰/-
روسی فکر اور مفکر ل۔ احمد ۵/-
سخنورانِ بنارس ڈاکٹر امرت لعل عشرت ۷/-
شعر و زبان ڈاکٹر مسعود حسین خاں ۵/-
شہرتِ غالب مکیتی مرتبہ سید حیدر عباس ۳/-
عکس و شخص عنوان چشتی ۵/-
عیارِ غالب مرتبہ مالک رام ۷/۵۰
غالب نما مرتضیٰ حسین بلگرامی ۲/۵۰
فلسفہ مولانا آزاد ۲/-
فسانۂ عجائب مرتبہ اطہر پرویز ۱۲/-
فن اور تنقید " انور کمال حسینی ۹/-
قصۂ مہر افروز و دلبر ڈاکٹر مسعود حسین خاں ۱۲/-
قدیم اردو اول " " " ۴/-
" " دوم " " " ۱۴/-
" " سوم " " " ۱۰/-
قہقہہ زار تہامی عبدالغفور ۴/-
کنز المطالب شرح دیوان، ناطق گلاوٹھی ۱۲/-
کربل کتھا مرتبہ مالک رام ۷/۵۰

کیا خوب آدمی تھا مرتبہ ڈاکٹر عابد حسین [illegible]
لغاتِ گجری تجیب اشرف ندوی -/۱۰
لکھنؤ کی پانچ راتیں علی سردار جعفری ۳/۵۰
مبادیاتِ تحقیق عبدالرزاق قریشی -/۶
مضامینِ عابد ڈاکٹر سید عابد حسین -/۲
من سمجھاون ڈاکٹر عبدالستار دلوی ۲/۲۵
منور لکھنوی، شخصیت اور فن } مرتبہ: راج نرائن راز ۷/۵۰
مرزا غالب، ڈاکٹر امرت لعل عشرت -/۸
ملفوظاتِ کنگ فوزی مترجم ظفر احمد خاں ۳/۵۰
میرزا مظہر جانِ جاناں اور ان کا کلام } عبدالرزاق قریشی -/۶
ملاحظاتِ نقسی ل۔ احمد ۲/۵۰
متنی تنقید خلیق انجم ۴/۵۰
مرحوم دلی کی ایک جھلک مرتبہ شمیم احمد ۲/۵۰
میر انیس سید سفارش حسین ۵/۵۰
نذرِ عرشی مرتبہ مالک رام -/۴۰
نذرِ ذاکر " " " -/۴۰
نکاتِ ادب محمد مظفر حسین ۵/۵۰
ہماری [illegible] میراث سید سفارش حسین -/۷
یادِ [illegible] ضیاء الحسن علوی ۱/۵۰

نظم

انتخاب [illegible] مرتبہ سید سفارش حسین ۱/۱۵
ابتدا جگن ناتھ آزاد -/۷۵
اردو " " ۱/۲۵

اکائی بشیر بدر -/۳
اوراقِ مصوّر سکندر علی وجد -/۷
انتخابِ قائم چاند پوری } مرتبہ عابد رضا بیدار -/۱
آئینہ حیرت جرأت شملوی -/۲
انتخابِ کلام شیفتہ مرتبہ خواجہ ذکی احمد ۱/۵۰
بیکراں جگن ناتھ آزاد ۴/۵۰
بچوں کی دنیا تلوک چند محروم -/۴
بزمِ خیال سیدہ فرحت -/۱
بوئے گل سید نظر برنی -/۴
بنتِ لمحات اختر الایمان -/۵
۲۴ نظمیں کلیم الدین احمد ۵/۷۵
پیراہنِ شرر علی جواد زیدی -/۳
پاسِ گریباں سلیمان ادیب ۲/۵۰
تلخیاں ساحر لدھیانوی ۲/۷۵
تیکھی غزلیں مظفر حنفی -/۴
تصویرِ وفا وفا شاہجہاں پوری -/۵
جوئے شیر آنند نرائن ملا -/۵
جامِ سہ آتشہ پریم رنگ نوری -/۲
جامِ جم مضطر حیدری ۲/۵۰
جلتے کنول شمس فرخ آبادی -/۳
جامِ جم محمد ذوالنورین -/۳
چلم نامہ محمد یوسف پاپا -/۲
چاندنی اساڑھ کی راج نرائن راز -/۳
حدیثِ دل غلام ربانی تاباں ۲/۲۵

حیات و کائنات (مثنوی) عبدالمجید ۳/-
خوابوں کا مسیحا اعجاز صدیقی ۱/۵۰
خلش سیتی پریمی ۲/-
دستۂ گل ۱۹۶۶ء اردو بزم شنکر و شاد دلی ۱/-
" ۱۹۶۷ء اردو ہندی " " فی ۱/-
" ۱۹۶۸ء " " " " ۱/-
" ۱۹۶۹ء " " " " ۱/-
" ۱۹۷۱ء " " " " ۱/-
دہلی کی جامع مسجد جگن ناتھ آزاد ۳۵/-
درخشاں حفیظ بنارسی ۵/-
دیوان امیر خسرو (فارسی) ڈاکٹر انوار الحسن ۲۸/-
دیوان میر مرتبہ علی سردار جعفری ۲۰/-
ذوقِ سفر غلام ربانی تاباں ۵/-
ذوقِ جمال عنوان چشتی ۳/-
رباعیاں مرتبہ علی سردار جعفری ۶/-
راز (انتخاب) عابد رضا بیدار ۵۰/-
رفیع احمد کے مزار پر جگن ناتھ آزاد ۳۵/-
زہرِ حیات زاہدہ زیدی ۵/-
زمزمہ ڈاکٹر صفدر آہ ۲/-
سپید بر سفید محمود سعیدی ۳/۵۰
سوزِ حیات یحییٰ جسدن والا ۱۲/۵۰
سرورِ سرمدی ناشاد کانپوری ۴/۵۰
شتو شعر مصحفی۔ درد۔ حسرت
اصغر۔ فانی۔ دورِ متوسطین
اور دورِ متقدمین فی ۳۱/-

شرارِ سنگ عرش ملسیانی ۸/-
شعلۂ زار دوارکا داس شعلہ ۶/-
صدائے دل ساحر بھوپالی ۳/-
فردوسِ گوش عرش ملسیانی ۶/-
کالے کاغذ کی نظمیں باقر مہدی ۴/۵۰
کاروانِ منزل گوپی ناتھ امن ۲/۵۰
کلیاتِ غالب فارسی مرتبہ امیر حسن نورانی ۱۵/-
کبیر بانی مرتبہ علی سردار جعفری ۲۰/-
کلکتہ ایک رباب سید حرمت الاکرام ۱/۵۰
گرد کا درد کیف احمد صدیقی ۳/-
گلِ رعنا مرتبہ مالک رام ۸/-
لفظوں کا پل ندا فاضلی ۲/۵۰
لغزشیں اکرم جونپوری -/۷۵
معرکۂ کربلا الم مظفر نگری ۴/-
مزامیر دوم مرتبہ اثر لکھنوی ۲/۵۰
ماتمِ نہرو جگن ناتھ آزاد -/۷۵
ماتمِ سالک " " -/۴۵
متاعِ تسکین تسکین قریشی ۳/-
میں اور تو مظفر احمد لاری ۲/۵۰
نذرِ نانک مہدی نظمی ۵/-
نیرنگِ معانی تلوک چند محروم ۵/-
نغمۂ سرمد عرش ملسیانی ۵/-
نویدِ عصر لینن نیاز حیدر ۱/-
نغمۂ فردوس علامہ محوی لکھنوی ۱/۵۰
نشانِ منزل احسن رضوی داناپوری ۳/-

ندرِ وطن مرتبہ دوّر آفریدی ۱/۷۵
وطن میں اجنبی جگن ناتھ آزاد ۳/۵۰
ویرانیاں دوّر آفریدی ۳/-
یدِ بیضا ساز بھوپالی ۳/-

ناول، افسانے، ڈرامے

انارکلی امتیاز علی تاج ۲/۵۰
بے ساختہ بے ضابطہ وجاہت علی سندیلوی ۴/-
پرچھائیوں کی وادی انور عظیم ۵/-
پطرس کے مضامین پطرس ۲/-
تلخیاں رشید اختر ندوی ۲/۵۰
جنگل کا راجہ خان محبوب طرزی ۳/-
جانِ بار بیگم قدسیہ زیدی ۱/۲۵
چائے کا باغ قرۃ العین حیدر ۲/۵۰
دل جو ایک شہر تھا راجندر لال ہانڈا ۶/-
دیدۂ حیراں مظفر حنفی ۴/-
رنگ محل حمیدہ سلطان ۶/-
رسائی جوگندر پال [illegible]
روشنی کی کرن رضا الجبار [illegible]
زندگی کے کھیل صالحہ عابد حسین ۲/۵۰
زندگی کے کھیل اور دن رات ل۔ احمد ۵/-
سانچ کو آنچ شوکت تھانوی ۲/۵۰
سرکنڈوں کے پیچھے سعادت حسن منٹو ۳/-
شکاریتی ریحان احمد عباسی ۲/۵۰
شہناز ترجمہ: حبیب اشعر ۲/۵۰
صفیہ سلمیٰ محبوب ۴/-
صبح و شام ل۔ احمد ۵/-
غالب کے ڈرامے شوکت تھانوی ۴/۵۰
فٹ نوٹ یوسف ناظم ۳/۵۰
کاندید والتیئر ترجمہ سجاد ظہیر ۲/-
کوئی درد آشنا بھی نہیں صغرا مہدی ۱/۵۰
لہو کے پھول (۵ جلدیں) حیات اللہ انصاری ۴۰/-
لذتِ آزار احمد جمال پاشا ۴/۵۰
معصومہ عصمت چغتائی ۳/۷۵
مکالمۂ غالب مرتضیٰ حسین بلگرامی ۴/-
وہ لڑکی پرویز ۲/-
ولہلم مائسٹر (اول) مصنف گوئٹے ۶/-
" " (دوم) ترجمہ ڈاکٹر سید عابد حسین ۶/-
والڈن ہنری ڈیوڈ تھورو ۹/۵۰
ہیم کماری صالحہ عابد حسین ۲/-
ہم جنم جنم کے ساتھی عاشق شاہ ۲/-
ہائے فریب (ڈراما) ترجمہ اثر لکھنوی ۱/۲۵
ہندستان ہمارا بلونت سنگھ ۳/۵۰
یادوں کے چراغ صالحہ عابد حسین ۸/-

تعلیم

اردو ٹیچر فیاض حسین جامی ۰/۶۰
آسان اردو وچاپت (تین حصے) ڈاکٹر انصار الحسن ۱/-
ابتدائی اسکولوں میں تعلیم کے طریقے — ڈبلیو۔ ایچ۔ وارنر ۱/۵۰
اردو املا کا آسان طریقہ عبدالغفار مدہولی ...

ایک طالب علم کی کہانی عبدالغفار مدھولی ۲/-
بنیادی اسالیب بیان عزیز احمد قاسمی ۹/-
بچوں کی نفسیات عبدالرؤف ۵/۵۰
بچوں کی رہنمائی " " ۱/۵۰
بچوں کی تربیت " " ۱/۵۰
تعلیم کا مسئلہ سید حامد علی -/۴۰
تعلیم اور زندگی کی اہمیت جے کرشن مورتی ۳/-
تعلیمی نفسیات دلانت گیرو ۱/۵۰
تعلیم کے چند پہلو ہنری نیا ارس ۲/-
جامعہ کی کہانی عبدالغفار مدھولی ۶/-
جدید تعلیمی نفسیات ڈاکٹر سید عبدالرؤف ۴/-
جامعہ کا طریقہ عبدالغفار مدھولی ۲/-
طریقۂ تعلیم افسر حسین ۳/۵۰
فلسفۂ تعلیم و تربیت رئیس احمد جعفری ۶/-
کھیل کے ذریعے تعلیم اول عبدالغفار مدھولی ۲/-
" " " دوم " ۱/-
گفتگو اور تقریر کا فن ڈیل کارنیگی ۶/۵۰
مدرسہ ابتدائی کی کہانی عبدالغفار مدھولی ۲/-
مسئلۂ تعلیم و طریقۂ تعلیم مولانا محمد میاں ۲/۵۰
بھگوان بدھ دھرمانند کوسمبی ۷/-
تاریخ کوکن ڈاکٹر مومن محی الدین ۱۲/-
تاریخ آصفی ڈاکٹر ثروت علی ۵/-
سلطنت خداداد محمود بنگلوری ۱۵/-
سوویٹ روس جواہر لعل نہرو ۸/-
علیؓ عبدالحمید ازہری ۶/-

عثمانؓ عبدالحمید ازہری ۶/-
نظریۂ تعلیم دوم قاضی عبدالحمید ۳/۱۲

مذہب اور تاریخ اسلام

اسلام اور اس کا آئین حکومت غلام محمد ۲/۵۰
اسلام اور اس کے عقائد مولانا محمد عارفؒ ۱/۲۵
اسرار کائنات و اشرف المخلوقات ڈاکٹر اسرار احمد ۳/۵۰
پیغمبروں کی کہانیاں شبنم قادری ۳/۵۰
تعلیمات اسلام اول مولانا عبدالسلام قدوائی ۲/-
" " دوم " " ۲/۲۵
حج کا سفر محمد رضا انصاری ۵/۵۰
خواتین مولانا اسلم جیراجپوری ۴/۵۰
درس تبلیغ مقبول احمد سیوہاروی -/۵۰
رسول خدا کی غریبوں سے محبت مولانا امداد صابری ۲/-
طلوع و غروب اور اسلام الطاف رضوانی ۱/۵۰
عورت اور اسلامی تعلیم مالک رام ۲/-
غریب القرآن فی القرآن میرزا ابوالفضل ۶/-
فتاویٰ فرنگی محل محمد رضا انصاری /۲۵
فضائل رمضان مولانا محمد زکریا ۶۳
" تبلیغ " " ۷۵
مجموعۂ سیرت رسولؐ محمد اسلم صدیقی -
نکات القرآن مولانا اسلم جیراجپوری -
ہندوستان میں مذہب اسلام پر نظر ثانی کی ضرورت آصف فیضی ۱۰/-
اندرا گاندھی ضیا عظیم آبادی -

مطبوعات مکتبہ جامعہ ایک نظر میں

ادب، تنقید، انشا

کاروانِ فکر — ڈاکٹر یوسف حسین خاں ۲/۷۵
اُردو اسٹیج — سید ظہیر الدین مدنی ۳/۵۰
اُردو مرثیہ — سید صفدر حسین ۶/-
بکھرے نقوش — سومتی کمار چٹرجی ۳/-
پردیسی کے خطوط — مجنوں گورکھپوری ۲/۷۵
تنقید کیا ہے؟ — آل احمد سرور ۵/۷۵
غزل سرا (اردو) — مجنوں گورکھپوری ۶/-
نقد اقبال — میکش اکبر آبادی ۴/۲۵
فسانہ عجائب کا تنقیدی مطالعہ — سید ضمیر حسن دہلوی ۳/-

تذکرہ، سیرت و شخصیت

تذکرۂ معاصرین — مالک رام ۱۵/-
پریم چند کے خطوط — مدن گوپال ۶/۵۰
تذکرۂ جگر — محمود علی خاں ۳/-
قلم کا مزدور — مدن گوپال ۴/-
گنجہائے گراں مایہ — رشید احمد صدیقی ۶/-
خنداں — " " ۵/۲۵
ڈاکٹر ذاکر حسین — عبداللطیف اعظمی ۵/۰۰
داستانِ اشک و خون — خواجہ غلام السیدین ۱/۴۰
شراب کہنہ — رشید نعمانی ۳/۲۵
شہر آشوب — ڈاکٹر نعیم احمد ۴/۲۵

تاریخ سیاسیات و روداد

امریکہ کے کالے مسلمان — ڈاکٹر مشیر الحق ۲/-

مسلمان اور عصری مسائل — ڈاکٹر عابد حسین ۵/۵۰
آشفتہ بیانی میری — رشید احمد صدیقی ۴/-
امن کا راستہ — عبدالغفار مدہولی ۲/-
مسلم پرسنل لا کے تحفظ کا مسئلہ — طاہر محمود ۴/-
کتاب کی کہانی — سید احسن نقوی ۱/۵۰
پاکستان اس کا قیام اور ابتدائی حالات — سری پرکاش ۴/-
تاریخ الامت اوّل — مولانا اسلم جیراجپوری ۵/۷۵
" " دوم — " " ۴/-
" " سوم — " " ۲/۷۵
" " چہارم — " " ۳/۲۵
" " پنجم — " " ۳/۲۵
" " ششم — " " ۳/۲۵
" " ہفتم — " " ۴/-
" " ہشتم — " " ۳/۲۵
کچھ پرانے خطوط دوم — پنڈت جواہر لعل نہرو ۷/-
ہندوستانی مسلمان آئینۂ ایام میں — ڈاکٹر عابد حسین ۱/-
یادگار شخصیتیں — پنڈت جواہر لعل نہرو ۵/-

سفرنامے

گاندھی جی بادشاہ خاں کے دیس میں — پیارے لعل ۰/- مشری
عروسِ نیل — سلطانہ آصف فیضی ۵/-

تعلیم و تربیت

بنیادی استاد کے لیے — ڈاکٹر سلامت اللہ

تعلیمی خطبات — ڈاکٹر ذاکر حسین — ۴/۵۰
جامعہ کا طریقہ — عبدالغفار مدھولی — ۲/۵۰
چند پروجیکٹ — " " — ۲/۵۰
موجودہ تعلیمی مسائل — عبداللہ ولی بخش قادری — ۲/۵۰
ہم کیسے پڑھائیں — ڈاکٹر سلامت اللہ — ۳/۵۰

ناول

آدمی کا مقدر — قرۃ العین حیدر — ۱/-
آپس کے گیت — " " " — ۲/۷۵
ایک تھی انیتا — امریتا پریتم — ۳/۲۵
باپ بیٹے — ترجمہ انور عظیم — ۵/-
باغ و بہار — میر امن مرتبہ رشید حسن خاں — ۲/۷۵
بیوہ — منشی پریم چند — ۲/۷۵
پیار کا موسم — مہندر ناتھ — ۳/۵۰
چنار کا پتا — سلطانہ آصف فیضی — ۲/۲۵
خیالی پلاؤ — ترجمہ قرۃ العین حیدر — ۱/۷۵
دلدل — " رضیہ سجاد ظہیر — ۴/۵۰
دلی کی شام — " بلقیس جہاں — ۷/۵۰
ٹونگو — " قرۃ العین حیدر — ۲/۲۵
راہ عمل — صالحہ عابد حسین — ۴/۵۰
سات سال — ترجمہ رضیہ سجاد ظہیر — ۵/۲۵
شکست ناتمام — " زہرہ سیدین — ۲/-
صلاح الدین ایوبی — قاضی عبدالستار — ۲/۷۵
گئودان — منشی پریم چند — ۱۱/-
میدان عمل — " " — ۸/۵۰
ماں کی کھیتی — ترجمہ قرۃ العین حیدر — ۲/-
یودھ کیسہ — " " " — ۱/۷۵

افسانے اور خاکے

بڑی حویلی — مرزا محمود بیگ — ۲/-
پت جھڑ کی آواز — قرۃ العین حیدر — ۹/-
چراغوں کا سفر — رام لعل — ۴/-
خیالستان — سجاد حیدر یلدرم — ۳/۷۵
کالے صاحب — اوپندر ناتھ اشک — ۲/۵۰
کیمیاگر — پروفیسر محمد مجیب — ۲/-
نروان — جیلانی بانو — ۱/۷۵
نئی بیماری — مہندر ناتھ — ۱/۵۰
واردات — منشی پریم چند — ۴/-

ڈرامے

آزمائش — پروفیسر محمد مجیب — ۱/۷۵
انجام — " " — ۱/۲۵
اوپر کی منزل — کرتار سنگھ دگل — ۴/-
آئینۂ ایام — ترجمہ خلیق احمد — ۳/۵۰
پردۂ غفلت — ڈاکٹر عابد حسین — ۱/۷۵
خانہ جنگی — پروفیسر محمد مجیب — ۱/۵۰
دروازے کھول دو — کرشن چندر — ۲/۵۰
سراج الدولہ — ترجمہ اشفاق حسین — ۱/۵۰
کھیتی — پروفیسر محمد مجیب — ۱/۲۵
موت پر فتح — جیالال ساز — ۱/۲۵
نقش آخر — اشتیاق حسین قریشی — ۱/۲۵

نظم

آتش گل — جگر مرادآبادی — ۹/-
پچھلی رات — فراق گورکھپوری — ۴/-
نئی دنیا کو سلام — سردار جعفری — ۷/-

غالب اردو کلام کا انتخاب پروفیسر محمد مجیب ۲/-
مثنوی سحر البیان مرتب رشید حسن خاں ۵/۷۵

بچوں کی کتابیں

مذہب

ارکانِ اسلام مولانا اسلم جیراجپوری -/۵۰
آں حضرت الیاس احمد مجیبی اردو -/۶۵
" " " ہندی -/۶۰
پاک کہانیاں (دو حصوں میں) مقبول احمد سیوہاروی ۲/-
خلفائے اربعہ خواجہ عبدالحئی فاروقی ۲/۲۵
عقائد اسلام مولانا اسلم جیراجپوری -/۵۰
مسلمان بیبیاں مولانا اعجاز الحق قدوسی -/۶۵
نبیوں کے قصے خواجہ عبدالحئی فاروقی ۱/۲۵
ہمارے رسولؐ " " " ۱/۶۵
ہمارے نبیؐ سید ایاب علی رضوی اردو -/۷۵
" " " ہندی -/۲۰

معلومات

آدمی کی کہانی مشتاق احمد خاں ۱/۷۵
انوکھا عجائب خانہ محمد حسین حسان (چار حصے) ۱/۸۰
بجلی کی کہانی علی احمد خاں -/۵۰
بڑدادا کی کہانی محمد عبدالغفار -/۵۶
تاریخ ہند کی کہانیاں اول نجیبہ سلطان -/۸۰
" " " دوم ضیاء الرحمٰن ۱/-
" " " سوم مشتاق احمد اعظمی -/۸۰
" " " چہارم " " -/۹۵
چٹانوں کی کہانی محمد امین ۱/۷۵
خبر رسانی کے طریقے رفیعہ منظور الامین -/۸۵

دنیا کے بچے محمد حسین حسان ۱/-
دہلی ڈاکٹر مجاہد حسین زیدی ۱/۵۰
رابندر ناتھ ٹیگور " " ۱/۲۵
سماجی زندگی اول احمد خلیل، غلام ابرار -/۵۶
" " دوم " " " -/۸۰
" " سوم " " " -/۸۱
" " چہارم " " " -/۸۱
سمندر کے کنارے سلطانہ آصف فیضی ۱/۴۰
سمندر کے بچے " " ۲/-
قدرت کے کرشمے ادارہ -/۴۲
سیر انیس محمد حسین حسان ۱/۲۵
ہماری پارلیمنٹ کیلاش چندر ۱/۵۰

کہانیاں، ناول اور ڈرامے

چینی کی گڑیا محمد حسین حسان ندوی -/۶۰
بہادر سیاح " " -/۶۵
چچا غالب (مرتبہ) " " ۱/۷۵
بھیڑیے کے بچے (ترجمہ) قرۃ العین حیدر -/۵۰
ہرن کے بچے " " -/۵۰
میاں ڈھینچو کے بچے " " -/۵۰
شیر خاں " " -/۵۰
لومڑی کے بچے " " -/۵۰
بہادر " " -/۴۵
سونے کا پنجرہ احسان الحق -/۴۵
بدنصیب شہزادی ابرار محسن ۱/-
عقل کا سودا " " -/۷۰
جنگل کا راجا " " ۱/-

کتاب	مصنف	قیمت
تیس مار خاں	ابرار محسن	۱/-
بزرگ کا گھر	خضر برنی	-/۴۵
دلی دور ہے	مجیب احمد خاں	-/۵۰
جیب اور اب	آصفہ مجیب	۱/۷۵
تین کوڑیاں	اقبال امروہوی	۱/۲۰
اس نے کیا کرنہ جانا	آصفہ مجیب	-/۷۵
پریم کی جیت	اسرار اللہ کاظمی	-/۳۷
تانبیل خاں	محمد حسین حسان ندوی	-/۳۰
ترکوں کی کہانیاں	مرتبہ مکتبہ جامعہ لمیٹڈ	-/۵۵
تیس مار خاں کے کارنامے	م۔ ندیم	۱/۵۰
تین اناڑی	عصمت چغتائی	۱/۴۰
چقماق کی ڈبیہ	برکت اللہ فراق	-/۴۰
چمپاوت کا آدم خور شیر	محمد معین	۱/۲۵
ستاروں کی سیر	کرشن چندر	۱/۷۵
کوے دادا	مجیب احمد خاں	۱/۷۵
لال مرغی	عبدالواحد سندھی	-/۵۰
مزہ چکھائیں گے	مرتبہ مکتبہ جامعہ لمیٹڈ	۱/۲۵
مزے دار پہیلیاں	محمود علی خاں	-/۶۵
ننھا ٹٹو	خورشیدہ سلطان	-/۳۰

ہماری درسی کتابیں

اردو

کتاب	قیمت	کتاب	قیمت
نئی کتاب کا قاعدہ	-/۴۰	اردو کی چوتھی	۱/۵۰
اردو کا قاعدہ	-/۳۵	" " پانچویں	۱/۶۷
اردو کی پہلی	-/۴۰	" " چھٹی	۱/۷۱
" " دوسری	-/۹۰	" " ساتویں	۱/۸۲
" " تیسری	۱/۳۵	" " آٹھویں	۱/۸۲

ہندی

کتاب	قیمت	کتاب	قیمت
سرل ہندی پہلا نمبر	-/۲۶	بال پریم دوم	۱/-
ہندی پرائمر اوّل	-/۲۵	" " سوم	۱/۲۵
" " دوم	-/۲۵	" " چہارم	۱/۲۵
بال پریم اوّل	۱/-	نو بھارت اوّل	۱/۳۷

حساب

جدید حساب (دوسرے درجے کے لیے)	ترجمہ	یاور حسین	۱/۶۵
" " (تیسرے درجے کے لیے)	"	محمد یونس	۱/۸۰
" " (چوتھے درجے کے لیے)	"	ملکہ بیگم قزلباش	۲/۳۵
" " (پانچویں درجے کے لیے)	"	محمد یونس	۲/۲۰

طالبات کے لیے

گھریلو سائنس (تیسری جماعت کے لیے)	ترجمہ	محمود سروش	۲/۲۵
" " (چھٹی جماعت کے لیے)	"	" "	۲/۴۵
" " (پانچویں جماعت کے لیے)	"	دینا ناتھ گردھر	۲/۹۵

تعلیم بالغان کے سلسلے کی کتابیں

ابتدائی کتاب

دس سبق — مرتبہ ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ — ۲۵/-

پیشے

احمد خاں دکاندار	مرتبہ ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ	۲۱/-
حفیظ نانبائی	" ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ	۲۱/-
کلو حلوائی	" " "	۳۱/-
عبدالرحمٰن راج	" " "	۳۱/-
مرغی پالیے	" " "	۳۱/-
نصیب خاں حجام	" " "	۳۱/-

تمدن و معاشیات

سرکاری ٹیکسوں کے اثر	" "	۳۱/-
ضلع کی سرکار	" " "	۳۱/-
کارخانوں کے قانون	" "	۳۱/-
بڑھئی	" " "	۳۱/-

بہشتی	مرتبہ ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ	۳۱/-
پیارے خاں درزی	" " "	۳۱/-
تانگے والا	" " "	۳۱/-

جھلکیاں

احمد علی	مرتبہ ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ	۳۱/-
احمد ندیم قاسمی	" " " "	۳۱/-
اکبر الہ آبادی	" " " "	۸۱/-
حیات اللہ انصاری	" " " "	۳۱/-
سہیل عظیم آبادی	" " " "	۳۱/-
سید سلیمان ندوی	" " " "	۲۶/-
عبدالحق	" " " "	۳۱/-
میرامن	" " " "	۳۱/-
نذیر احمد	" " " "	۳۱/-

حفظانِ صحت

دق اور اس کا علاج مرتبہ ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ ۲۱/-
زچہ بچہ " " " ۳۱/-
طاعون اور چیچک " " " ۳۱/-
فوری علاج (ہڈی ٹوٹنا) " " ۳۱/-
فوری علاج (حادثہ) " " " ۳۱/-

ڈراما

استری دھن " " " ۳۱/-
ٹھیک بات جیت کی ہے " " ۳۱/-

سوانح حیات

اجمیری خواجہؒ " " " ۳۱/-
امیر خسروؒ " " " ۳۱/-
سوامی دیانند " " " ۳۱/-
غوث پاکؒ " " " ۳۱/-
کرشن کنہیا " " " ۳۱/-
گاندھی جی حصہ اوّل " " ۳۱/-
گاندھی جی " دوم " " ۳۱/-
گرو نانک " " " ۳۱/-
مصطفےٰ کمال " " " ۳۱/-
نظام الدین اولیاؒ " " " ۳۱/-

کہانیاں

کہانیاں حصہ اوّل " " ۳۱/-
کہانیاں " دوم " " ۳۱/-

پنچ تنتر حصہ دوم مرتبہ تعلیم و ترقی جامعہ ۳۱/-
پنچ تنتر " سوم " " " ۳۱/-

کھیتی باڑی

اپنی کھیتی ایک چک کرو " " " ۳۱/-
آم کے باغ لگ رہے " " " ۳۱/-
پپیتے کے باغ لگائیے " " " ۳۱/-
پھلوں کی کھیتی " " " ۳۱/-
پیڑوں کی کانٹ چھانٹ " " " ۳۱/-
جانور بھلا چنگا رہے " " " ۳۱/-
ساگ سبزی اگائیے " " " ۳۱/-
کواپریٹیو فارمنگ " " " ۳۱/-
کھاد بنائیے " " " ۳۱/-
لیمو نارنگی بیر " " " ۳۱/-
مرغی سے کی مار " " " ۳۱/-
نتھو دھوان ہوگیا " " " ۳۱/-
ہرا چارہ ہرا رہے " " " ۳۱/-

مذہب

ابوداؤد شریف " " " ۳۱/-
کفن دفن " " " ۳۱/-
نسائی شریف " " " ۳۱/-

معلومات

چاند تارے " " " ۳۱/-
دن رات دو حصے " " ۴۲/-
ہوائی جہاز حصہ دوم " " ۳۱/-

چند اہم کتابیں

ہندی کی نئی ڈکشنری　　فیاض حسین جامعی

یہ بہترین ڈکشنری ہے۔ ڈکشنری کی خصوصیت یہ ہے کہ ہندی کے تمام الفاظ اُردو میں بھی لکھے گیے ہیں اور ان کا ترجمہ اُردو میں دیا گیا ہے
قیمت تین روپے پچاس پیسے

اُردو ٹیچر　　فیاض حسین جامعی

ہندی جاننے والوں کو اُردو سکھانے کے لیے بہترین کتاب ہے۔ اُردو کے تمام مشکل الفاظ و مسائل ہندی میں سمجھایے گیے ہیں۔ اس کتاب کے مطالعے سے بہت جلد اُردو لکھنا اور پڑھنا آجاتا ہے۔ قیمت ۶۰ پیسے

کلام لق لق　　حاجی لق لق

اس مجموعے میں حاجی لق لق کی ماڈرن غزلیں ہیں جن میں شعر کا پہلا مصرع سنجیدہ غزل کا معلوم ہوتا ہے۔ جبکہ دوسرا ظریفانہ ہوتا ہے۔ غزلوں کا دلچسپ مجموعہ　قیمت ۲/۵۰

نیرنگِ معانی　　تلوک چند محروم

حضرت محروم کی شاعری، اپنی وسیع گوناگوں خصوصیات، اپنی متنوع دلچسپیوں اور ہمدردیوں کی بدولت ہمیشہ ممتاز رہی ہے۔ لیکن اس مجموعے میں یہ ساری خصوصیات اور خاص طور پر اُن کی آفاقی ہمدردیاں اگلے مجموعوں کے مقابلے میں زیادہ نمایاں ہیں۔　قیمت - ۵/-

شعلۂ نار　　دوارکا داس شعلہ

دوارکا داس شعلہ خوش فکر شاعر ہیں۔ طبیعت بھی شاعری سے مناسبت رکھتی ہے۔ بہت کم کہتے ہیں لیکن جو کچھ بھی کہتے ہیں، اچھا کہتے ہیں۔ کلام میں بلند خیالی، شگفتگی اور دلکشی ہے
قیمت - ۶/-

ستاروں سے ذروں تک — جگن ناتھ آزاد

آزاد کا موضوع دکھیا انسانیت اور اس کی تمنائیں ہیں۔ اس کے ہر شعر میں ماحول محنت گیری کا احساس ہے جس نے اس کی شاعری کو گمبھیر بنا دیا ہے۔ کلاسکی وچار کے ساتھ ساتھ درد، تپش، امنگ اور حوصلہ مندی کے امتزاج نے اس کی شاعری کو بہت خوشگوار بنا دیا ہے۔ قیمت ۲/۷۵

کاروان ومنزل — گوپی ناتھ امن

امن کی شاعری میں داخلی اور خارجی عناصر کا ایک خوشگوار امتزاج ملتا ہے۔ وہ خارجی زندگی کے کرب و انتشار کو ایک مخلص اور عمل پسند شخص کی طرح محسوس کرتے ہیں۔ ایک مخلص شاعر کے جذبات کو سمجھنے کے لیے اس مجموعے کو پڑھنا ضروری ہے۔ قیمت ۲/۵۰

کامیاب استانیاں — ایلس فلیمنگ۔ مترجم۔ رضیہ فرحت

اس خیال آفریں کتاب میں اُن دس ماہر تعلیم خواتین کی سوانحی کہانیاں پیش کی گئی ہیں جس سے اُن کے بے مثال کردار کا اندازہ ہوتا ہے۔ ان کہانیوں کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حوصلہ کی بلندی سے ایک معمولی ٹیچر غیر معمولی کارنامے کس طرح انجام دے سکتی ہے۔ قیمت ۲/۵

فتاویٰ فرنگی محل (موسوم بہ فتاویٰ قادریہ) مرتب۔ محمد رضا انصاری

اس کتاب میں الحاج مفتی محمد عبدالقادرؒ (مفتی فرنگی محل) کے فتووں کا انتخاب ہے۔ اس میں خاص طور پر وہ فتوے ہیں جو عام طور پر پوچھے جاتے ہیں یا جن کے بارے میں خاص طور پر علمائے فرنگی محل کا مسلک جاننے کی خواہش پائی جاتی ہے۔ قیمت ۴/۱۵

•

شیرازہ (سہ ماہی رسالہ، جلد اوّل: شمارہ نمبر ا۔ نگراں علی جواد زیدی)

یہ جموں و کشمیر اکیڈمی آف آرٹس کلچر، اینگویجز، سری نگر کا ترجمان ہے اس میں اُردو کے ممتاز شاعروں اور ادیبوں کی نگارشات شامل ہیں۔ قیمت ۷/۰

سرکنڈوں کے پیچھے (افسانے) ● سعادت حسن منٹو

آج کون ہے جو منٹو کے نام سے واقف نہیں یا جس نے منٹو کے افسانے نہ پڑھے ہوں۔ زیرِ نظر کتاب میں منٹو کے ۱۳ منتخب افسانے ہیں۔ منٹو کے ایسے افسانے جن پر فحش نگاری کے سلسلے میں کئی مقدمے چل چکے ہیں۔ قیمت -/۳

۹۔ ڈرامے احسان الحق

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے اس کتاب میں ۹۔ ڈرامے ہیں۔ اس کے بیشتر ڈرامے اسکولوں اور ڈراما سوسائٹیوں کی فوری مشکل کو حل کرنے کے لیے لکھے گئے ہیں۔ اسکولوں کے وسائل کم ہوتے ہیں اس لیے ڈراما لکھتے وقت کوشش کی گئی ہے کہ کم وقت، کم سامان اور کم تیاری سے ڈرامے اسٹیج ہو سکیں۔ قیمت -/۴

جنگل کا راجا (ناول) خاں محبوب رزی

یہ ایک انوکھا ناول ہے جو بچوں کے لیے لکھا گیا ہے۔ حیرتناک اور چونکا دینے والے واقعات و حادثات، جنگل کے باسیوں کے حالات، سبھی کچھ آپ کو اس دلچسپ ناول میں ملے گا۔ قیمت -/۳

خواتین مولانا حافظ محمد اسلم جیراجپوری

اس کتاب میں ۳۳ مشہور اسلامی خواتین کی سوانح عمریاں اور ان کے مفید و مستند تاریخی حالات ہیں جو وقتاً فوقتاً دس سال تک علی گڑھ کے رسالے "خاتون" میں شائع ہوتے رہے۔ قیمت ۴/۵۰

حج کا سفر محمد رضا انصاری

"حج کا سفر" روداد سفر کے انداز میں لکھا گیا ہے۔ اس کے پڑھنے سے آپ کو حج کے بارے پوری معلومات حاصل ہوں گی۔ ایک نہایت مفید کتاب۔ قیمت ۵/۵۰

پرنٹر پبلشر: سید احمد ولی نے جمال پرنٹنگ پریس میں چھپوا کر جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵ سے شائع کیا

مینیجنگ ایڈیٹر
شاہد علی خاں
ایڈیٹر
ولی شاہجہانپوری

کتاب نما

نئی دہلی ۲۵
اسٹوڈنٹوں کے لیے سالانہ
ایک روپیہ

نومبر ۱۹۷۲ء
جلد نمبر ۱۲ شمارہ نمبر ۱۱
سالانہ: تین روپے
فی پرچہ: ۳۰ پیسے

اشاریہ

قارئین کتاب نما کو عید مبارک ہو

ستمبر کی مصروفیتوں سے نجات پاتے ہی مکتبہ جامعہ نے اپنے نئے سال کے اشاعتی منصوبوں کو عملی شکل دینے کا آغاز کر دیا۔ اکتوبر میں سب سے پہلے منشی پریم چند کے ناول "گئودان" کا نیا ایڈیشن شائع کیا۔ جس کی کافی مانگ تھی۔

ڈاکٹر محمود الہی کے تحقیقی مقالے "اردو کی قصیدہ نگاری کا تنقیدی جائزہ" اور ڈاکٹر گیان چند جین کے تنقیدی مضامین "تجزیے" کے علاوہ پرنسپل ضیاء الحسن فاروقی کے ادبی مضامین کا ایک مجموعہ، بہت سرعت کے ساتھ کتابت کی منازل طے کر رہے ہیں۔ وقت کے ایک نہایت نازک اور اہم موضوع پر ڈاکٹر مشیر الحق کی کتاب "مسلمان اور سیکولر ہندوستان" بھی تیاری کی منزل میں ہے۔

ڈاکٹر محمد سالم قدوائی کا تحقیقی مقالہ (جس کا تعلق ہندوستان میں قرآنی ادب سے ہے) بھی ہمارے اشاعتی پروگرام میں شامل ہے۔

خوشی کی بات ہے کہ ترقی اردو بورڈ کی سرگرمیاں بھی تیز سے تیز تر ہو رہی ہیں۔ پچھلے مہینے تین کتابوں کی اشاعت کے بعد مزید چھ کتابیں اشاعت کے مختلف مراحل میں ہیں۔ یہ ہیں:۔ انقلاب ۱۸۵۷ء، تاریخ فلسفۂ سیاسیات، چراغ کا سفر

چٹیاں ، لسانی مطالعے اور تاریخ تعلیم ہند - ان میں سے پہلی دو کتابیں بہت جلد شائع ہو سکیں گی۔

نیشنل بک ٹرسٹ کی بھی پانچ کتابیں مکتبہ جامعہ کے اہتمام میں اشاعت پذیر ہو رہی ہیں۔ ان میں سے "جدوجہد آزادی"، ملیالم افسانے ، راجہ رام موہن رائے اور حالی بہت جلد چھپ جائیں گی ۔ پانچویں کتاب ہے " فاطمہ کی بکری اور بچپن کی سہیلی ۔

"کتاب نما" کا خصوصی نمبر "نئی نظم کا سفر" پریس بھیج دیا گیا۔ یقین ہے کہ آخر نومبر میں شائع ہو کر دسمبر ۱۹۷۲ء کے شروع میں یہ نمبر قارئین کے ہاتھوں میں ہوگا۔ اس وقت تک خریدار حضرات میں سے بہت کم نے اس کے حصول کی خواہش کا اظہار کیا ہے اور منی آرڈر بھیجے ہیں یہ نمبر ہم صرف ضرورت کے مطابق ہی چھاپیں گے۔ ضروری ہے کہ زیادہ سے زیادہ نومبر کے وسط تک اس کی فرمائشیں ہم تک پہنچ جائیں ۔ نومبر کے بعد خریدار حضرات بھی اس رعایت سے فائدہ نہ اٹھا سکیں گے ۔ اس وقت انھیں بھی یہ نمبر -/۶.۵۰ (علاوہ محصول ڈاک) میں ہی مل سکے گا۔ ہمیں امید ہے کہ خریداران کتاب نما اس رعایت سے فائدہ اٹھانے میں تاخیر سے کام نہ لیں گے۔

چار ناولوں کی اشاعت اور پذیرائی نے ناولستان کی خاص ہمت افزائی کی ہے۔ چنانچہ اس مہینے میں مزید دو ناول مسز رضیہ سجاد ظہیر کا " اللہ میگھ دے" اور بیگم صالحہ عابد حسین کا "الجھی ڈور" شائع ہو رہے ہیں - یہ دونوں کتابیں بھی اس ماہ کے اوائل میں مارکٹ میں آجانے کی توقع ہے۔

پچھلے ہفتے سید سخی حسن نقوی صاحب کی اچانک وفات کی خبر نے ہمیں سخت صدمہ پہنچایا ۔ ابھی پچھلے مہینے ہی ترقی اردو بورڈ کے لیے مکتبہ جامعہ نے مرحوم کی کتاب "ہمارا قدیم سماج" شائع کی تھی۔ مرحوم تعلیمی اور ادبی دنیا میں ایک خاص مقام رکھتے تھے۔ قلب کا دورہ موت کا سبب بتایا جاتا ہے ۔ خدا مرحوم کو اپنی جوار رحمت میں جگہ دے ۔ آمین ۔

ادارہ کتاب نما مرحوم کے پس ماندگان کے اس غم میں شریک ہے۔

ماہنامہ "کتاب نما" کا پہلا ضخیم نمبر

نئی نظم کا سفر

۱۹۳۶ء کے بعد

مرتبہ

(ڈاکٹر) خلیل الرحمن اعظمی

صلاح کار

(ڈاکٹر) وحید اختر (ڈاکٹر) مجیب الرحمن

اردو نظم کے فنی ارتقا کا اگر دیدہ ریزی کے ساتھ مطالعہ کیا جائے تو ہم اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ نظم نگاری کی روایت اگرچہ ہمارے یہاں بہت پرانی ہے۔ لیکن فنی اعتبار سے ۱۹۳۶ء کے بعد کا دور ہماری ادبی تاریخ میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اس انتخاب میں مرتب کے پیش نظر جو بات رہی ہے وہ یہ کہ ۱۹۳۶ء کے بعد کے شعرا کا مطالعہ اس زاویے سے کیا جائے کہ اقبال اور جوش کے عہد تک کی نظم جس منزل پر پہنچ گئی تھی اس کے بعد انحراف و انقطاع کی جو صورتیں کسی نہ کسی لہجے سے ابھری ہیں وہ پورے طور پر گرفت میں آسکیں۔ یہ انتخاب آپ کو نئی نظم کے خد و خال کو پہچاننے میں مدد دے گا۔ اس انتخاب میں لگ بھگ اسّی نئے شاعروں کا کلام ہے۔

قیمت: ۶/۵۰ (علاوہ محصول ڈاک)

یکم دسمبر ۱۹۷۲ء کو آپ کے ہاتھوں میں ہوگا

نوٹ: خریداران کتاب نما کو یہ ضخیم نمبر خصوصی رعایت کے ساتھ چار روپے پچاس پیسے میں دیا جائے گا۔ رجسٹری کے ذریعہ منگانے پر ۵/۵۰

ماہنامہ "کتاب نما" جامعہ نگر۔ نئی دلی ۲۵

معیاری ادب نمبر ۲۰

انتخاب مضامین سرسیّد

تصحیح و ترتیب

انور صدیقی

سرسیّد ایسے جامع کمالات بزرگوں میں سے تھے جو بہ یک وقت، تہذیب، مذہب، طب، فقہ، سیرت، علم الکلام اور تفسیر کے تمام ترموضوعات پر اسی اعتماد کے ساتھ قلم اٹھاتے تھے جس اعتماد کے ساتھ وہ سیاست، تعلیم اور ادب کے موضوعات پر خامہ فرسائی کرتے تھے۔ اِس انتخاب میں اس بات کی پوری کوشش کی گئی ہے کہ ان کے تمام نثری وسائل کے اظہار کی نمایندگی ہو جائے۔

(عمدہ کتابت، فوٹو آفسٹ کی اعلا طباعت)

قیمت: طلبا اڈیشن ۲/۸۰
لائبریری اڈیشن ۳/۴۰

حاصلِ مُطالعہ

"کتاب نما" کی اشاعت کا واحد مقصد پڑھنے والوں کو تازہ مطبوعات سے آگاہ کرنا ہے۔ اس سلسلے میں ہم نے اقتباس، تعارف اور تبصرے، غرضیکہ جو کچھ کتابوں کو مقبول بنانے کے لیے کیا جا سکتا ہے، کیا ہے۔ اب ہم یہ کالم اس لیے شروع کر رہے ہیں کہ قارئین کتاب نما جو کتابیں پڑھتے ہیں اور اُن کے بارے میں جو رائے رکھتے ہیں، اس سے دوسرے بھی واقف ہوتے رہیں۔ اس سے ایک فائدہ تو یہ ہوگا کہ کتابوں کی مقبولیت کا علم آسانی سے ہو سکے گا مگر دوسرا اور سب سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ وہ کتابیں بھی روشنی میں آجائیں گی جو اشتہاروں اور تبصرہ نگاروں کے حدود سے باہر ہیں۔ امید ہے کہ ہمارے اس سلسلے کو پسند کیا جائے گا۔

ہم یہ تو نہیں چاہتے کہ کسی کتاب کو قارئین کے درمیان موضوعِ بحث بنا کر میاحثے اور مناظرے کے دروازے کھول دیں۔ مگر متضاد (لیکن سنجیدہ) رایوں کی اشاعت سے ہمیں انکار نہ ہوگا۔

اس سلسلے میں جو کچھ شائع ہوگا وہ مراسلہ نگار کی ذاتی رائے ہوگی۔ ادارے کا اتفاق یا اختلاف ضروری نہیں۔

(اڈیٹر)۔

(ڈاکٹر) سید احتشام احمد ندوی

ستمبر کے شمارہ میں محترم ایم۔اے نصر صاحب نے "ارشاد نامہ" مرتبہ پروفیسر محمد اکبرالدین صدیقی پر اظہار خیال کیا ہے۔ اس میں ان سے ایک بنیادی غلطی ہو گئی ہے: "ارشاد نامہ" کے مقدمہ میں صدیقی صاحب نے ایک نیا نظریہ پیش کیا ہے

وہ یہ کہ گجری کوئی زبان نہیں، وہ دکنی ہی کا دوسرا نام ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ دکن کے قصبات میں ہفتہ میں ایک بازار لگتے ہیں۔ دو تین گھنٹے کے لیے کسی گذرگاہ پر۔ ان بازاروں کو "گذری" کہا جاتا ہے۔ لفظ گذری سے گجری بن گیا۔ مراد وہ زبان ہے جو عام ہے اور گذرگاہوں پر بولی جاتی ہے۔

بہرحال اس بارے میں اختلاف کی بڑی گنجائش ہے۔ مگر کتاب کے مقدمہ کی روح بھی یہی نظریہ ہے۔ جس کو نظرانداز کر کے کوئی تبصرہ نگار اپنا فرض کما حقہ ادا نہیں کر سکتا

ارشاد نامہ (مرتبہ) اکبرالدین صدیقی عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد قیمت ۱/

سید ضمیر حسن دہلوی

بہتر اور صحت مند تنقید کے لیے ضروری ہے کہ وہ درست اور مستند متن کو سامنے رکھ کر کی جائے لیکن اگر اردو تنقید پر ایک غائر نظر ڈالی جائے تو یہ افسوسناک حقیقت سامنے آتی ہے کہ اس میں بسا اوقات متن سے بالکل بے اعتنائی برتی گئی ہے۔ اس کی وجہ کہیں تو ناقد کی بے نیاز طبیعت ہے اور کہیں متن کا فراہم نہ ہونا بھی اس کا سبب بن گیا ہے۔ مختصر یہ کہ اردو ادب پر سوچے سمجھے بغیر رائے دینے کا رواج اس قدر عام ہوا کہ رفتہ رفتہ ہمارے نقّادان تنقیدی انشا پردازیوں کے عادی ہو گئے اور یہ سوال اُن کے ذہن سے قطعی نکل گیا کہ ان کی رائے ادب اور ادیب کی قسمت کا فیصلہ بھی کرتی ہے۔ چنانچہ "فسانۂ عجائب" کے ساتھ یہی ہوا۔ کسی نے غالب کے حوالے سے لکھا کہ یہ "بھٹیارخانہ" ہے۔

کسی نے سرور صاحب کا ذکر کیا اور لکھ دیا کہ فسانۂ عجائب مقفیٰ اور مسجع نثر کا بڑا فرومایہ نمونہ ہے، جس میں ثقیل اسلوب اور ادق الفاظ عبارت کے حسن کو کھا گئے ہیں۔ کوئی "فسانۂ عجائب" پر تنقید کرنے بیٹھا تو رجب علی بیگ سرور اور میر امن کی چشمکوں میں گم ہو گیا اور میر امن کی حمایت میں رجب علی بیگ سرور

معیاری ادب نمبر ۲۸

انتخاب محمد قلی قطب شاہ

تصحیح و ترتیب

محمد اکبر الدین صدیقی

قلی قطب شاہ، دکنی اصناف شعر میں وہی مقام رکھتا ہے جو بعد کے دور میں نظیر اکبر آبادی کو حاصل ہوا۔ اس نے ہر موضوع پر شعر کہے، اس کے کلام میں جدت خیال بھی ہے، معنی آفرینی بھی، ریختی بھی ہے، ریختہ بھی، شیرینی بھی ہے اور تیکھا پن بھی، سطوت شاعرانہ بھی ہے اور جمالیاتی ذوق کا کمال بھی، مقامی رنگ بھی ہے اور مے گل رنگ بھی۔ اس کا کلام چار سو سال پہلے کی زندگی کا ایک جیتا جاگتا مرقع اور معاشرے کی زندہ تاریخ ہے۔ (عمدہ کتابت، فوٹو آفسٹ کی اعلا طباعت

قیمت طلبہ اڈیشن ۲/۵۰
لائبریری اڈیشن ۵/۵۰

کو بُرا بھلا کہہ کر تنقید سے عہدہ برا ہوا۔ کبھی کلیم الدین احمد جیسے نقاد اٹھے اور فسانۂ عجائب کا ایک صفحہ پڑھ کر اس سے بیزار ہوگئے اس کی نثر کو انگریزی نثر کے پیمانوں پر جانچنے لگے۔ غرض یہ کہ فسانۂ عجائب پر جس نے لکھا جی کھول کے لکھا اور اس کی مخالفت میں لکھا۔

میں جب ایم۔ اے کا طالب علم تھا تو "فسانۂ عجائب" میرے نصاب میں داخل تھا۔ میں زبان کے معاملے میں ذرا فرسودہ" اور "جاگیردارانہ" ذہن رکھتا ہوں۔ اسے ترسیل اور ابلاغ کے علاوہ تعیشِ طبع کا بھی ایک ذریعہ سمجھتا ہوں تعیش اگر ادبی شہپاروں سے حاصل ہو جائے تو کیا برائی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ تعیش کی سب سے زیادہ بے ضرر رساں شکل ہوگی۔ خیر یہ بحث مختلف ہے اسے چھوڑیے۔ میں تو یہ کہہ رہا تھا کہ اپنی طالب علمی کے زمانے میں رجب علی بیگ سرور کے فسانۂ عجائب سے میں نے کافی حظ اٹھایا اور اس کی مقفیٰ مسجع نثر پر داد دیے بغیر نہ رہ سکا۔ صرف چند گوشے چھوڑ کر میں نے اس کے اکثر حصے کو دلچسپ اور لطف انگیز پایا۔ مگر جب اس کے بارے میں تنقید کا مطالعہ کیا تو کوئی میرا ہمزبان نہیں تھا۔ سب نے سرور کے فسانۂ عجائب پر طرح طرح کے فقرے چست کیے تھے ایک ذرا پروفیسر وقار عظیم کی رائے مجھے بنی تلی اور مبنی بر حقیقت معلوم ہوئی۔ یہی وہ تحریک تھی جس نے مجھے فسانۂ عجائب بار بار پڑھنے پر اکسایا اور مجھے ہر بار اسے پڑھ کر پہلے سے زیادہ لطف حاصل ہوا۔ رفتہ رفتہ اس کے بیشتر جملے اور نثری ٹکڑے میری زبان پر چڑھ گئے اور ایسا محسوس ہونے لگا کہ یہ میری اپنی زبان ہے۔ تب میں نے اس پر ایک طویل مقالہ لکھنے کی ٹھانی اور اسی تحریک پر ۱۹۶۱ء میں "فسانۂ عجائب کا تنقیدی مطالعہ" شائع کیا۔

یہ کتاب میری طالب علمی کے زمانے میں لکھے گئے ایک معمولی سے مقالہ پر بنیاد تھی مگر اس نے فسانۂ عجائب کے متعلق لوگوں کو دوبارہ سوچنے پر مجبور کر دیا اور کچھ ہی دن بعد نقوش میں ڈاکٹر سہیل بخاری کا مضمون "فسانۂ عجائب کی کردار نگاری" شائع ہوا جس میں مذکورہ کتاب کے بار بار حوالے دیے گئے تھے پھر ایک روز اطہر پرویز صاحب میرے گھر تشریف لائے اور انھوں نے بتایا کہ وہ "فسانۂ عجائب" کا متن ترتیب دے

معیاری ادب نمبر ۲۶

انتخابِ ناسخ

تصحیح و ترتیب

رشید حسن خاں

ناسخ دبستانِ لکھنؤ کے سب سے پہلے اور سب سے اہم شاعر ہیں۔ انھوں نے ایک نئے اسلوب کی تشکیل کی تھی، جس نے دبستانی اسلوب کی حیثیت سے فروغ پایا اور مدّت تک غزل پر اپنے نشانات کو نمایاں رکھا۔

اس کتاب کے "تعارف" میں اس بات کی پوری کوشش کی گئی ہے کہ ناسخ کی شاعری، اور ان سے منسوب اصلاحِ زبان کے مسائل پر اس طرح گفتگو کی جائے کہ مبہم باتیں روشن ہو سکیں اور مفروضات کا دھندلکا صاف ہو۔ یہ تعارف، "آیندہ مفصّل بحثوں کے لیے اہم اشاریے کا کام دے سکتا ہے۔

قیمت: طلبہ اڈیشن ۲/۵۰　　لائبریری اڈیشن ۵۰/۶

معیاری ادب نمبر ۲۷

انتخابِ سودا

تصحیح و ترتیب

رشید حسن خاں

اس انتخاب کی بنیاد کلامِ سودا کے اُس خطّی نسخے پر رکھی گئی ہے جو انڈیا آفس لائبریری لندن میں محفوظ ہے اور جس کی کتابت کی تکمیل سودا کی زندگی میں ہوئی تھی۔

اِسے چار حصّوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلا حصّہ قصائد کا ہے، دوسرا حصّہ سماجی شاعری کا، تیسرے میں "مضحکات"، ہیں اور چوتھے میں غزلیات کا انتخاب اور قطعات شامل ہیں۔ سودا کے کلام کا اس قدر مفصّل انتخاب، جو ایک نہایت معتبر خطّی نسخے پر مبنی ہو، غالباً پہلی بار پیش کیا جا رہا ہے۔ آخر میں مفصّل فرہنگ بھی شامل کی گئی ہے۔ ضروری الفاظ پر اعراب لگائے گئے ہیں اور رموزِ اوقاف کے التزام کو بھی ملحوظ رکھا گیا ہے۔

قیمت: طلبہ اڈیشن -/۱۰　　لائبریری اڈیشن ۱۱/۵۰

مکتبہ [illegible] ۲۵ [illegible] ۳ [illegible] علی گڑھ [illegible]

رہے ہیں ان ہی دنوں پروفیسر مسعود حسن رضوی کے صاحبزادے ڈاکٹر نیر مسعود صاحب کے اس موضوع پر تحقیقی مقالہ لکھنے کی بھی خبر ملی اور مجھے خوشی ہوئی کہ میرے اس معمولی سے کام کی خاطر خواہ بلکہ اس سے بھی زیادہ داد مل گئی۔ کچھ دن پہلے مجھے اطہر پرویز صاحب کی کتاب "فسانۂ عجائب" کا ایک نسخہ ملا۔ جسے پڑھ کر فسانۂ عجائب کے بارے میں کچھ ایسے حقائق بھی سامنے آئے کہ مجھے یہ سوچنا پڑا کہ کاش میں اپنی کتاب اس کتاب کے شائع ہونے کے بعد ترتیب دیتا۔ میں فطرتاً تحقیق کا مذاق نہیں رکھتا مگر چونکہ اس حقیقت سے واقف ہوں کہ تحقیق کے بغیر تنقید سے عہدہ برا ہونا ممکن نہیں اس لیے تحقیق سے دامن بچاکر گذرنا بھی اچھا نہیں سمجھتا۔ اپنی کتاب کی ترتیب کے وقت میں نے مختلف ذرائع سے کچھ چھان بین کرنے کی کوشش کی تھی لیکن مجھے بڑے افسوس کے ساتھ اعتراف کرنا پڑ رہا ہے کہ "فسانۂ عجائب" کے بارے میں کچھ اہم باتیں اس وقت معلوم نہ ہوسکیں اور نہ ہی اس کے امکانات نظر آئے۔ اطہر پرویز صاحب نے جس محنت پڑھی اور جگر کاوی سے ان شواہد کو دریافت کیا ہوگا، اس کا اندازہ میں یا مجھ جیسے لوگ ہی کرسکتے ہیں۔ ان کی ترتیب دی ہوئی "فسانۂ عجائب" ایک مکمل اور مستند نسخہ ہے جس کے لیے ان کی دل کھول کر تعریف کرنے کو جی چاہتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ فسانۂ عجائب اور رجب علی بیگ سرور پر اب پہلے سے بہت بہتر تنقیدی کام ہوسکتا ہے۔

اردو داں طبقے نے تنقید تو بہت کی، مگر متن کو ترتیب دینے کا کام ہمارے یہاں بہت کم ہوا ہے۔ اگر ہوا بھی ہے تو وہ پبلشر کے ترتیبی معیار سے آگے نہیں بڑھا۔ یہ بات نظم سے زیادہ نثر پر صادق آتی ہے۔ اب کچھ اچھی نثری کتابیں مجلس ترقی ادب لاہور نے شائع کی ہیں ورنہ باغ و بہار سے لے کر کرشن چندر کے افسانوں تک سارا نثری ادب غرض ناشر کے ساتھ ہزارہا متنی غلطیوں کے باوجود شائع ہوتا رہا ہے۔ میری نظر سے ایسی بہت کم نثری کتابیں گذری ہیں جن کی ترتیب اور تصحیح میں اتنی محنت اور جانفشانی سے کام لیا گیا ہو جتنی محنت اطہر پرویز صاحب نے "فسانۂ عجائب" کی ترتیب میں کی ہے۔

میں نے اس کی فرہنگ کا مطالعہ بھی بڑے غور سے کیا اور مجھے ایسا محسوس

نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا کی تازہ ترین کتابیں

بنگرواڈی مصنف: دینکٹیش ماڈگولکر مترجم: عرش ملسیانی

" بنگرواڈی" ماڈگولکر کا سب سے پہلا ناول ہے جس نے انھیں سب سے زیادہ شہرت عطا کی۔ دیہاتی زندگی کی تصویر کشی کرنے والے ناول کی حیثیت سے " بنگرواڈی" بے شک و شبہ ایک قابلِ فخر تخلیق ہے۔

قیمت : ۵/۲۵

آبِ حیات مصنف: محمد حسین آزاد تلخیص و مقدمہ: سید احتشام حسین

یہ ایک ایسی کتاب ہے جس کی قدر و قیمت کے متعلق ادب کے مورخ اور نقاد آپس ہی میں اُلجھتے اور بحث کرتے ہیں۔ مگر اس کی زندگی بڑھتی رہتی ہے اور یہی اس کی ادبیت کا کمال ہے۔ یہی اس کے اسلوب و بیان کا معجزہ۔ ایک تاریخی دستاویز۔

قیمت : ۹/۷۵

شاعر مصنف: تاراشنکر بندوپادھیائے ترجمہ: پریش کمار ڈے

یہ ناول پہلی بار بنگلہ زبان میں ۱۹۴۵ء میں شائع ہوا تھا۔ اور اپنے وقت کا عظیم ناول قرار دیا گیا تھا۔
تاراشنکر بندوپادھیائے میں عظیم تخلیقی قوت اور کردار نگاری کی باریک بیں صلاحیت تھی۔ جس نے اس ناول کو عوام میں بے حد مقبول بنا دیا۔

قیمت : ۸/۷۵

تقسیم کار

۲۵۲ ۔۔۔ ۱۱ ۔۔۔ نئی، گرد ۲

بلکہ یہ بجائے خود ایک عمدہ کام ہے۔ ایسے بے شمار الفاظ اور محاورے جن کا مطلب آج کی اردو نسل شاید مشکل ہی سے تلاش کر پائے گی، اس فرہنگ میں دکھائی دیے۔ پھر رسوم اور رواج وغیرہ پر بڑا معلومات افزا مواد فراہم کر دیا گیا۔ غرض یہ کہ اردو کا طالب علم اب پہلی بار "فسانۂ عجائب" کا صحیح طور پر مطالعہ کر سکے گا اور اس کے متعلق رائے قائم کرتے وقت اس کے پیر زمین پر قائم رہیں گے۔

اطہر پرویز نے اس کتاب کے تنقیدی حصے پر بھی بڑی محنت کی ہے۔ انھوں نے بڑے سلیقے اور شائستگی سے دوسروں کی رائے سے اختلاف کیا ہے۔ ان کے لہجے میں عصبیت اور خود رائی نہیں بلکہ وہ ایک سلیم الطبع نقاد کی طرح دوسروں کی رائے احترام سے پیش کر کے بین السطور میں اپنا بھی ما فی الضمیر ظاہر کرتے چلتے ہیں۔ ان کی تنقید میں دھیما پن ہے جو اثر آفریں ہے اور دوسرے کو بلا وجہ مشتعل یا مشتعل نہیں کرتا۔ مجھے تنقید کا یہ انداز جس میں نقاد کی شخصیت گم کم ہی نظر آئے بہت پسند آیا اور خاص طور سے یہ انداز اور اسلوب "مستند ہے میرا فرمایا ہوا" کے مقابلے میں زیادہ قابل قدر بھی ہے۔ جس بزرگانہ طریقے اور خود پرستی نے اردو میں ایسی تنقید کی بے شمار مثالیں پیدا کیں جو ذاتی اختلاف، عناد اور شخصی وقار کے تحت لکھی گئیں۔ لیکن ان کے مقابلے میں اطہر پرویز کا اسٹائل زیادہ بھاری بھرکم اور زیادہ دل نشین ہے۔ وہ تحقیق کی روشنی میں رائے دیتے ہوئے گزر جاتے ہیں اور ایک جگہ جم کر اپنا لوہا منوانے کی کوشش نہیں کرتے۔

عربی اور فارسی جملوں کی بھی فسانۂ عجائب میں بڑی کثرت ہے ان کے مطالب اردو کے طالب علم کو سمجھنا بڑا مشکل تھا۔ اس کی فرہنگ بھی اس ایڈیشن کا ایک گرانقدر حصہ ہے۔ مختصر یہ کہ اطہر پرویز صاحب کی کتاب "فسانۂ عجائب" نے اردو میں ایک اچھی مثال قائم کر دی ہے اور مجھے امید ہے کہ اس مثال کو پیش نظر رکھتے ہوئے آیندہ بھی لوگ اس قسم کے کام پر توجہ دیں گے۔

فسانۂ عجائب　　مرتبہ۔ اطہر پرویز۔ سنگم پبلشرز، الہ آباد۔ قیمت ۱۲/-

---

"ناولستان" کی تیسری پیش کش

دوسرے کنارے تک

عزیز قیسی

یہ کہانی ایک لڑکی کی ہے جو ہندوستان کے کسی کونے میں آپ کو مل سکتی ہے۔ گھر کے اندھیرے میں بند، ماں، باپ سے کھنچی کھنچی، اپنے آپ سے گھبرائی ہوئی لڑکی۔ جس کی آنکھوں میں ایک نہیں ہزاروں افسانے ہیں، ہزاروں۔ لیکن زبان خاموش ہے۔ بالکل خاموش۔ یہ ایک ایسا عظیم ناول ہے جو عزیز قیسی کو صف اوّل کا ناول نگار تسلیم کروا دے گا۔

قیمت

تین روپے پچاس پیسے

"ناولستان" کی چوتھی پیش کش

پابہ جولاں

صغرا مہدی

یہ ناول نئے دور کے نوجوان لڑکے اور لڑکیوں کے مسائل، ان کی مشکلات، ان کی ذہنی کیفیت کو پیش کرتا ہے۔ مدھو اور صہبا، جن میں نئی اور پرانی قدریں سموئی ہوئی ہیں، اس ناول کے دلکش کردار ہیں۔ سرکش اور ضدی صہبا کبھی اپنی بات پر اڑ کر سب کو جھکا لیتی ہے۔ کبھی دوسروں کے دکھوں کا زہر خاموشی سے پی لیتی ہے اور وہ بھی بڑی آن بان اور بانکپن کے ساتھ۔ کردار نگاری اور جذبات کی عکاسی کا بہترین شاہکار۔

قیمت چھ روپے

تقسیم کار: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، نئی دہلی ۲۵، بمبئی ۳، اور علی گڑھ ۲

علقمہ شبلی

اُردو میں ظریفانہ شاعری کوئی نئی چیز نہیں۔ سوداؔ کا ہجویہ کلام، انشاؔ اور مصحفی کی شاعرانہ نوک جھونک اسی ذیل میں آتی ہیں۔ ان کلاسیکی شاعروں کی بعض تخلیقات ظریفانہ شاعری کے اعلیٰ نمونہ کے طور پر پیش کی جا سکتی ہیں۔ ظریفانہ اور طنزیہ شاعری میں اکبر آلہ آبادی کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ اکبر کے بعد بھی شعراء نے ظریفانہ شاعری میں طبع آزمائی کی ہے۔

عہدِ حاضر میں رضا نقوی واہیؔ اردو کے مشہور ظرافت نگار شاعر ہیں "کلامِ نرم و نازک" ان کا چوتھا مجموعۂ کلام ہے اس سے پہلے "واہیات"، "طنز و تبسم" اور "نشتر و مرہم" شائع ہو چکے ہیں۔ واہیؔ اپنی شاعری کے لیے اپنے گرد و پیش سے مواد حاصل کرتے ہیں اور اپنے تجربات و مشاہدات کو نہایت چابکدستی سے اشعار میں ڈھال دیتے ہیں۔ آج کے بدلتے ہوئے سماج پر ان کی گہری نظر ہے۔ اس کی اچھائیاں اور برائیاں دونوں ہی ان کی نگاہ میں ہیں۔ وہ اس کے نقائص پر تبصرہ کرتے میں اس کے محاسن کو اجاگر کرنا بھول نہیں جاتے۔ ان کا کام صرف نشتر زنی ہی نہیں بلکہ مرہم رکھنا بھی ہے "ماسٹر پلان"، "بلیڈ"، "مکتوبِ ادیب"، "ٹیڈی کفن"، "اپیل" اور "معرکۂ جہیز و دینِ مہر" وغیرہ میں ظرافت کے ساتھ ساتھ اصلاحی پہلو بھی نمایاں ہے۔

چوتھا پلان جلد ہی ہونے کو ہے شروع\
اب کے نہ تن کی خیر ہے اپنے نہ جان کی\
سندری کے کارخانے میں ختم پلان تک\
تیار ہو گی کھاد مرے استخوان کی

(ماسٹر پلان)

جب اک بلیڈ بھی ہم کام کا بنا نہ سکیں\
تو فتحِ عالمِ امکاں کا خواب کیوں دیکھیں

(بلیڈ)

نورِ نظر کو مالِ تجارت بنایئے
لیکن زباں پہ نامِ شریعت نہ لایئے
(معرکۂ جہیز و دین مہر)

ہم نہیں تیار ہرگز اس تماشے کے لیے
پانچ گز کپڑا بہت کافی کفن کے لیے
لانڈری اسٹ کرتے پھر سب ڈاک آؤٹ کر گئے
خانۂ غم سے نکل کر جانب پکچر گئے
(ٹیڈی کفن)

واہی ایک قادر الکلام شاعر ہیں۔ ان کی شاعری روایت و جدت کا سنگم ہے وہ سارے فنی لوازمات کے ساتھ شاعری کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری میں نہ صرف معنی آفرینی پائی جاتی ہے بلکہ شاعرانہ گہرائی اور گیرائی بھی۔ شعرستان کے سلسلے کی نظموں میں واہی کا فن اپنے عروج پر نظر آتا ہے۔ وہ الفاظ و تراکیب کو جس طرح چاہتے ہیں استعمال کر لیتے ہیں۔ قاری انہیں پڑھ کر طوالت کے باوجود بوریت محسوس نہیں کرتا۔ بلکہ شگفتگی کا احساس ہوتا ہے۔

کامیاب طنز نگار کے لیے صاف گو ہونا بھی ضروری ہے۔ اگر طنز نگار میں خلوص نہ ہو تو بسا اوقات اس کی زد میں وہ خود آ جاتا ہے اور طنز پھبتی بن جاتی ہے۔ واہی کھرے کھوٹے آدمی ہیں، ان کے مشاہدے کی بنیاد صداقت پر ہے اور وہ اسے نہایت خلوص کے ساتھ شعری پیکر میں ڈھالتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کی طنز کا تیر ٹھیک نشانے پر لگتا ہے اور کوئی بھی اس سے بچ نہیں پاتا۔ "محقق"، "نقاد" "گویا شاعر" "انٹلکچوئیل" "اسٹوڈنٹ" "اقتباساتی ادیب" "مکتوبی ادیب" "لیڈر" "پروفیسر" "لکچرر" "شاعر بیاگو" سب پر ان کا وار پڑتا ہے لیکن مقصد محض اصلاح ہوتا ہے۔ فرد اور معاشرہ دونوں کی۔ افراد کی حماقتوں اور معاشرے کی نا درستگیوں کو دیکھ کر واہی کا دل روتا ہے اور وہ ان کی اصلاح چاہتے ہیں اور اسی لیے نہایت فن کارانہ طور پر ان کی نشان دہی کر کے اس پر تبصرہ کرتے ہیں اور نہایت سیدھے سادے الفاظ میں بڑے پتے کی بات کہہ جاتے ہیں:

تذکرۂ معاصرین

مالک رام

اس کتاب میں لگ بھگ پچھتر ادیبوں
اور شاعروں کے مستند ترین حالاتِ زندگی
درج ہیں۔ ساتھ ہی نمونۂ کلام بھی ہے۔
یہ کتاب مالک رام صاحب کی مسلسل پانچ
سال کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔

قیمت
پندرہ روپے

مسلمان اور عصری مسائل

ڈاکٹر سید عابد حسین

یہ ڈاکٹر سید عابد حسین صاحب کے بلند پایہ مقالات کا
مجموعہ ہے جس میں آج کے ایسے اہم ترین مسائل پر بحث کی
گئی ہے جن کا تعلق براہ راست مسلمانوں سے ہے۔ یہ دراصل
وہ "اداریے" ہیں جو ڈاکٹر صاحب موصوف نے سہ ماہی رسالے
"اسلام اور عصر جدید" کے لیے لکھے تھے۔

ملک کے مایۂ ناز مفکّر، فلسفی، معلّمِ اخلاق کے زرّیں خیالات
کا مجموعہ، جس کا پڑھنا ہر سنجیدہ مسلمان کے لیے ضروری ہے۔

قیمت: پانچ روپے پچاس پیسے

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵۔ دہلی ۶۔ بمبئی ۳ اور علی گڑھ ۲

سرحدِ وہم و گماں کو چھوڑ کر میلوں پرے
کھیلتا ہے ذہن دور از عقل امکانات سے
اس پہ یہ طرّہ کہ رکھتے ہیں کھلے بندوں جناب
دل میں بغضِ للّٰہی اوروں کی تصنیفات سے
گر کسی نے لکھ دیا یہ، میر کے دو ہاتھ تھے
آپ اس کو رد کریں گے اپنی تحقیقات سے
آپ کی تحقیق یہ ہوگی کہ تو تھا تھا غریب
اور اسے ثابت کریں گے اس کی کلیات سے

(محقق)

آپ پڑھتے ہیں غزل جب لے کے ہلکی گٹکری
آپ پر قربان ہو جاتی ہے روحِ شاعری
سر جھکائے دم بخود رہتے ہیں گو اہلِ نظر
جھومتا رہتا ہے مجمع آپ کی ہر تان پہ

(گویا شاعر)

اتر پردیش سرکار نے "کلامِ نرم و نازک" کو اس سال اپنی انعامی فہرست میں جگہ دیکر نہ صرف واہی کی شاعرانہ صلاحیتوں کا اعتراف کیا ہے بلکہ اپنی وسعتِ نظری کا ثبوت بھی دیا ہے۔

کلامِ نرم و نازک — واہی — نسیم بکڈپو لکھنؤ — قیمت -/۴

مبشر علی صدیقی

انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ نے ابھی حال میں ڈاکٹر خواجہ غلام السیدین کی ایک نئی کتاب "زبان، زندگی اور تعلیم" کے نام سے شائع کی ہے۔ دراصل یہ مصنف کے ان دو لیکچروں کا کچھ اضافہ کے ساتھ آزاد ترجمہ ہے جو انہوں نے

داستانِ اشک و خوں

از

خواجہ غلام السیدین (مرحوم)

مقدمہ

کرنل سید بشیر حسین زیدی

خواجہ صاحب سیاست داں نہیں تھے لیکن ان کے پہلو میں حساس دل تھا۔ سالِ گذشتہ کی ابتدا سے۔ بالخصوص ۲۵۔ مارچ ۱۹۷۱ء کے بعد سے بنگلہ دیش میں جو روح فرسا واقعات رونما ہوئے، اس سے انھیں سخت دکھ ہوا۔

خواجہ صاحب نے اپنے دلی کرب و اضطراب کو چند تقریروں اور مضامین میں ظاہر کیا ہے۔ یہ تقریریں اور مضامین اس لیے کتابی صورت میں شائع کیے جا رہے ہیں تاکہ ہندوستان اور پاکستان کے دانشوران میں اپنے جذبات اور احساسات کی گونج سن سکیں۔ قیمت: ایک روپیہ بیس پیسے

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کی طلبہ کے لیے نہایت اہم کتاب

کتاب و سنّت کے جواہر پارے

حصّہ اوّل، دوم

ثانوی مدارس کے طلبہ کے لیے

(مولانا) جمال الدین اعظمی

جامعہ ملیہ اسلامیہ

جو لوگ کامل ایمان اور رضائے حق کے طالب ہیں، ان کے لیے قرآن و سنّت پر عمل کیے بغیر دنیا و آخرت کی سلامتی اور کفر و فسق سے نجات ناممکن ہے۔ اسی لیے اس کتاب میں قرآن و حدیث کے کچھ حصے بچوں کی نفسیات کو سامنے رکھتے ہوئے آسان اور عام فہم زبان میں پیش کیے گئے ہیں، تاکہ طلبا اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھا سکیں۔ قیمت: ۲/۲۵ [illegible]

سورت یونیورسٹی میں ۱۹۷۱ء میں انگریزی میں دیے تھے۔ کتاب دو حصوں میں منقسم ہے۔ پہلا حصہ صفحہ ۹ سے ۳۷ تک محیط ہے اور دوسرا حصہ صفحہ ۳۸ سے ۶۸ تک۔ زبان کا زندگی اور تعلیم سے بنیادی تعلق اور پھر ایک کا دوسرے پر اثر انداز ہونا اور اس کا ایک مخصوص اسلوب تحریر میں اظہار جو سیدین صاحب کا طرۂ امتیاز ہے، بس یہ سمجھ لیجیے "ذکر اس پری وش کا اور پھر بیاں اپنا" کا مصداق ہے۔ ذاکر صاحب اور سیدین صاحب اپنے مخصوص طرز تحریر کی بنا پر اگر ایک ہزار مصنفین کی کتابیں لیبل کے نام کے شائع کردی جائیں تو اُن میں فوراً پہچانے جا سکتے ہیں۔ کتاب کے شروع میں خواجہ الطاف حسین حالی کے مشہور مضمون "زبانِ گویا" کا ابتدائی حصہ بطور اقتباس کے دیا گیا ہے۔ مناسب و شیریں لفظ اور اچھی زندگی بچے کی تعلیم پر براہ راست اثر انداز ہوتی ہیں اور اس کی شخصیت کو معیاری بناتی ہیں۔ پہلا حصہ تقریباً اسی اجمال کی تفصیل سے پُر ہے۔ تقریر اور تحریر میں ضبط کے متعلق ایک جگہ لکھتے ہیں " ہمارے کتنے اخبار نویسوں یا سیاسی لیڈروں کے بارے میں کہا جا سکتا ہے کہ وہ اپنی تحریر اور تقریر میں اس قسم کے ضبط سے کام لیتے ہیں۔ ان میں سے بیشتر کے متعلق تو یہی کہا جا سکتا ہے کہ جس قدر ان کا مقدمہ یا دلیلیں کمزور ہوتی ہیں اتنی ہی ان کی زبان اور بیان میں مصنوعی زور پیدا ہو جاتا ہے تاکہ وہ اپنی کمزوریوں پر پردہ ڈال سکیں۔ خواہ لوگ بات چیت کر رہے ہوں یا اخبار کے لیے مضمون لکھ رہے ہوں یا کسی مجمع کے سامنے تقریر کر رہے ہوں یا سیاسی بحث میں مصروف ہوں، وہ آسانی سے اس ترغیب کا شکار ہو جاتے ہیں۔ وہ الفاظ کی رَو میں بہہ کر اپنی فیصلہ اور تمیز کی قوت کھو بیٹھتے ہیں۔ کبھی اپنی بے ہنگم تقریر کے نشہ میں آکر اور کبھی بالارادہ۔ کیونکہ اس طرح انہیں اپنے گھٹیا مقصدوں کو حاصل کرنے میں مدد ملتی ہے۔ اسی وجہ سے بعض بڑے بڑے مصنفوں نے اس بات پر زور دیا ہے کہ کم سے کم مبتدیوں کو ہمیشہ سادہ الفاظ اختیار کرنے چاہئیں اور بڑے بڑے بلند آہنگ الفاظ کے استعمال سے بچنا چاہیے۔ برٹرنڈرسل BERTRAND RUSSEL نے جو ایک بڑا صاحب طرز ادیب تھا اور زبان کو بڑی امتیازی شان کے ساتھ استعمال کرتا تھا، کہیں لکھا ہے کہ جہاں ایک آسان لفظ کام دے سکے وہاں مشکل لفظ استعمال نہ کرو۔ اسی طرح کیمبرج یونیورسٹی

کے نامور پروفیسر آرتھر کوئلر کوچ ARTHUR QUILLER COUCH نے ایک جگہ لکھا تھا (اس کے ٹھیک الفاظ تو ذہن میں نہیں لیکن مطلب کچھ ایسا تھا) "اگر تمہیں کبھی نہایت شدید خواہش ہو کہ بڑی مسجع و بلیغ عبارت لکھو تو لکھ ڈالو۔ لیکن اس کو چھپوانے سے پہلے جلا دو۔ اپنی اس چہیتی تحریر کا خود ہی گلا گھونٹ دو" سید صاحب نے حالی، پریم چند اور ابوالکلام آزاد کے طرز تحریر پر روشنی ڈالی ہے۔ اور مبتدیوں کو سلیس عبارت لکھنے کا مشورہ دیا ہے۔ نرمی اور اخلاق کے تقاضوں کے ساتھ سچائی کا اظہار بھی ضروری ہے۔ سچائی کو چھپانے کی عادت جاگیردارانہ نظام کی پیداوار ہے جہاں ہر شخص کا اپنا ایک مخصوص مقام تھا۔ کوئی اونچا اور کوئی نیچا۔ لیکن نیچا کچھ اونچے کی نکتہ چینی نہیں کر سکتا تھا۔ جمہوری نظام نے اس کو ختم کر دیا۔ اب تنقید و تبصرہ کے آئینے کے سامنے ہر ایک کو آنا پڑتا ہے۔ نازش پرتاب گڑھی کی فکر انگیز نظم "لفظوں کا المیہ" اس سلسلہ میں دہرائی گئی ہے اور زبانوں کی تعلیم کے متعلق چند اشارات کے بعد یہ حصہ ختم ہو جاتا ہے۔

دوسرے حصہ میں ہمارے نظام تعلیم میں زبان کے مقام سے بحث کی گئی ہے۔ زبان کی تعلیم کو بہتر بنانے کے طریقے بتائے گئے ہیں۔ ہمارے اسکولوں اور کالجوں میں زبان کی تعلیم جیسی ہونی چاہیئے اس سے کوسوں دور ہے۔ سید صاحب اس سلسلہ میں لکھتے ہیں یہ یاد رہے کہ فرد کا تجربہ ہی اس کے الفاظ میں معنی بھرتا ہے۔ جتنا اس کا تجربہ زیادہ وسیع اور گہرا ہوگا اتنی ہی اس کی زبان زیادہ معنی آفریں ہوگی اور اتنا ہی وہ دوسروں کی زبان اور فکر کی زیادہ معنی خیز تفسیر کر سکے گا جب میں آج غالب یا اقبال یا ٹیگور یا گوئٹے یا شکسپیر کو پڑھتا ہوں تو مجھے ان کی نظم و نثر میں معنی کی زیادہ گہرائی اور حسن کے زیادہ کرشمے ملتے ہیں۔ مثلاً اب سے تیس سال پہلے کے مقابلے میں ایسا معلوم ہوتا ہے گویا میرے ساتھ ان کی نشوونما بھی ہوئی ہے۔

" استاد اور بچوں کے تجربے میں بہت فرق ہوتا ہے اور اس سے زیادہ اندیشہ ہے کہ وہ بعض اوقات اس کی کسی دلیل یا خیال یا مضمون کو نہ سمجھ سکیں اور اور یہ غلط فہمی زیادہ تر سوال پوچھنے ہی سے ہی دور ہو سکتی ہے۔ اگر روزانہ کی

عملی درس و تدریس میں دیکھیں تو زبان کی تعلیم میں استاد اپنے شاگردوں سے کتنے سوال پوچھتا ہے، کتنے لیکچر دیتا ہے اور کتنے نوٹس لکھاتا ہے تو یقیناً سوالات کی تعداد بدرجہ صفر کے ہوگی کیونکہ سوالات پوچھنے میں استاد کو زیادہ محنت کرنا ہوگی اور زیادہ چاق چوبند رہنا ہوگا۔ زبان کے غلط استعمال کے متعلق سیّدین صاحب کا خیال ہے "جب زبان مسخ ہو جاتی ہے تو اس کو ریاکاری، دھوکے بازی ظلم اور تصرف کا آلہ بنا لیا جاتا ہے۔ کروڑوں آدمی زبانوں کو اس طرح استعمال کرتے ہیں کہ ان میں خلوص، دیانت، اعلیٰ خیالات اور شریفانہ جذبات کا کوئی احترام نہیں پایا جاتا۔ بہت سے معزز پیشے ایسے ہیں جن میں انسان زیادہ تر لفظوں کی تجارت کرتے ہیں۔ جیسے وکیل، مصنف، استاد، مذہبی عالم، اشتہار دینے والے، سیاست کا کھیل کھیلنے والے اور تقریباً وہ سب لفظوں کے ساتھ بدسلوکی کرتے ہیں۔ ان کو کسی نہ کسی حد تک بے اصولی اور غیر ذمہ داری کے ساتھ برتتے ہیں۔ لیکن ان میں سب سے زیادہ خطا وار شاید اشتہار باز اور سیاست کے کھلاڑی ہیں۔ کیونکہ موجودہ زمانے میں ان گروہوں کا بہت زیادہ اثر و رسوخ ہے۔ ان کے ہاتھ میں پرانے زمانے کے مطلق العنان راجوں اور مہاراجوں سے کہیں زیادہ قوت ہے۔" غرضکہ اسی قسم کے جواہر ریزے اس کتابچہ میں بکھرے پڑے ہوئے ہیں اور ہمارے مادری زبان کے پڑھانے والے استادوں کا یہ فرض ہے کہ وہ ان بکھرے ہوئے موتیوں میں سے کم از کم کچھ کا اپنے لیے ایک چھوٹا سا ہار بنا لیں اور اس کا درس و تدریس میں استعمال کریں۔

زبان، زندگی اور تعلیم   مصنف   خواجہ غلام السیّدین

انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ   قیمت دو روپے

احمد سلیم

اردو زبان کا دامن سفرناموں سے خالی ہے۔ ہندوستانی مزاج سیاحت پسند نہیں ہے اور کم ہی لوگ سفر کرتے ہیں۔ اس لیے ہندوستان کی دوسری

زبانوں میں عام طور پر اردو زبان میں خاص طور پر سفرنامے کم لکھے گئے ہیں۔
کتنے بے شمار ہندوستانی ہیں جو پہاڑوں کا نظارہ کیے بغیر اس دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں۔ اگرچہ دنیا کا سب سے بڑا پہاڑ ہمالیہ ہندوستان میں ہی ہے اور کتنے لوگ ہیں جنھوں نے سمندر کی لہروں کو مچلتے دیکھا ہے۔ اگرچہ اس ملک کی سرزمین تین طرف سے سمندر سے ہی گھری ہوئی ہے۔ اس لیے عبدالاحد معظم آبادی دو حیثیت سے قابل مبارک باد ہیں کہ انہوں نے ایک طرف تو ہندوستان کے قابل دید مقامات کو دیکھنے کا عزم و حوصلہ کیا۔ دوسری طرف انہوں نے اپنے ذاتی مشاہدات و تاثرات کو قلم بند بھی کر ڈالا۔ "چند مشاہدات" ان کی اسی کوشش کا نتیجہ ہے۔

مصنف نے جن جن شہروں کی سیاحت کی ہے۔ اور ان کا ذکر اس کتاب میں کیا گیا ہے ان کے نام یہ ہیں۔ آگرہ۔ اورنگ آباد۔ اجنتا۔ دارجیلنگ۔ کیلنگ پانگ۔ شیلانگ۔ چیرا پونجی۔ میسور۔ سرنگا پٹن۔ نینی تال۔ رانی کھیت۔ فتح پور سیکری۔ اس لیے کہ یہ صرف ہندوستان کا سفرنامہ ہے اور وہ بھی پورے ہندوستان کا نہیں موصوف کو چند شہروں کے دیکھنے کا موقع ملا ان کا ہی حال اس میں شامل کر دیا گیا ہے۔ ان کے علاوہ ہندوستان میں اور بھی بیشمار قابل دید مقامات ہیں جن کا ذکر اس کتاب میں جگہ نہیں پا سکا ہے۔

بعض مضامین بہت سرسری ہیں۔ مثلاً شہروں کے بارے میں بنیادی تفصیلات کو بھی نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ آگرہ کے سفر میں صرف تاج محل کا ذکر کیا گیا ہے۔ آگرہ کی باقی تاریخی عمارتوں کا ذکر بالکل نہیں ہے۔ تاج محل کا بھی ذکر سرسری ہے۔ اس کے علاوہ جذبات نگاری پر زیادہ زور ہے۔ اگر لکھنے والے کے پاس واقعات و معلومات کا خزانہ نہ ہو تو جذبات نگاری محض لفاظی ہو کر رہ جاتی ہے۔ اس کتاب کی یہ بہت بڑی کمزوری ہے۔

معلوم یہ ہوتا ہے کہ عبدالاحد صاحب نے مقامات کی جزئیات و تفصیلات پر بھی نظر نہیں رکھی ہے۔ اچھا سفرنامہ لکھنے کے لیے۔ نوٹ بک کا سہارا ضروری ہے۔ محترم مصنف نے معلوم ہوتا ہے کہ نوٹ بک بھی رکھنے کی ضرورت نہ سمجھی۔ اس لیے اس کتاب میں معلومات کا فقدان ہے اور مضامین ادھ

مطبوعات نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا

۱۹۵۷ء میں حکومت ہند کی وزارت تعلیم نے نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا کے نام سے ایک بڑے اور خود مختار اشاعتی ادارے کی داغ بیل ڈالی۔ اس ادارے کا اوّلین مقصد ملک میں ایک ایسی ہمہ گیر تحریک چلانا تھا جس کے ذریعہ ہندوستان کے عوام میں کتابیں پڑھنے کا زیادہ سے زیادہ شوق پیدا کیا جائے۔ نیشنل بک ٹرسٹ کو اپنے اس مقصد کے حصول میں خاطر خواہ کامیابی ہوئی۔ یہ ادارہ اب تک پانچ سو سے زیادہ کتابیں ہندوستان کی مختلف علاقائی زبانوں میں شائع کر چکا ہے۔ ان میں مندرجہ ذیل کتابیں اردو میں شائع کی گئی ہیں۔

کتاب		مصنف / مرتب		مترجم	قیمت
آبادی	مصنف	ڈاکٹر ایس اگروال	ترجمہ	مخمور جالندھری	۵/۲۵
اکبر	"	لارنس بینن	"	رضیہ سجاد ظہیر	۳/۵۰
پنڈت وشنو دگمبر	"	ڈی آر اٹھاولے	"	ش۔ قدوائی	۲/۲۵
عظیم باغی	"	ڈینس کنکیڈ	"	ڈاکٹر سپاتا ماسرن	۴/۲۵
قاضی نذر السلام	"	بسودھا چکرورتی	"	عرش ملسیانی	۲/۲۵
کبیر	"	ڈاکٹر پارس ناتھ تیواری	"	ایم کے، دُرّانی	۲/۲۵
کچھوا اور خرگوش	"	ڈاکٹر ذاکر حسین	بلا مجلد ۱/-	مجلد	۲/-
گاندھی کا ہندوستان: کثرت میں وحدت			مرتبہ	نیشنل گاندھی صدی سمیتی	۲/۲۵
گرو نانک	مصنف	گوپال سنگھ	ترجمہ	مخمور جالندھری	۳/۲۵
مٹتی ہوئی تصویریں	"	بھگوتی چرن ورما	"	رضیہ سجاد ظہیر	۵/-
تاش کے محل (ناول)		مپال۔ نکتا ایلما	"	زینت ساجدہ	۵/۵۰
تامل افسانے	مرتبہ	ٹی پا سوم، سندرم	"	حسرت سہروردی	۸/-
سفید خون (ناول)	مصنف	نانک سنگھ	"	رتن سنگھ	۸/-
گرو گوبند سنگھ	"	ڈاکٹر گوپال سنگھ	"	مخمور جالندھری	۳/-
ہندی افسانے	مرتبہ	ڈاکٹر نامور سنگھ	"	آگر حسن نارنگ	۹/-
زندگی ایک ناٹک (ناول)	مصنف	پنالال پٹیل	"	کشور سلطانہ	۱۰/-
پنجابی افسانے	مرتبہ	ہربھجن سنگھ	"	مخمور جالندھری	۷/-
رنجیت سنگھ	مصنف	ڈی۔ آر۔ سود	"	" "	۲/۷۰

تقسیم کار: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ نئی دلی ۲۵ ۔ دہلی ۶ ۔ بمبئی ۳ ۔ اور علی گڑھ ۲

معلوم ہوتے ہیں۔ ذاتی تاثرات میں تاثر و وزن بھی اس وقت پیدا ہوتا ہے جب ان کی بنیاد حقائق پر رکھی گئی ہو۔ اس لیے یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ سفرنامہ ایک معمولی اور عامیانہ درجہ کی کتاب ہو کر رہ گیا ہے۔

چند مشاہدات　　عبدالاحد معظم آبادی　　پتا۔ اعجاز ہوٹل۔ جامع مسجد۔ گورکھپور
قیمت -/۲

ایم۔ اے۔ نصر

مغربی بنگال ایک دور افتادہ ریاست ہے۔ یہاں ادب کی نئی لہریں بہت بعد میں پہنچتی ہیں اور پھر ان لہروں کی بنائی ہوئی تصویروں کو قبولیت حاصل کرتے ہیں ایک طویل عرصہ گزر جاتا ہے خاص کر کلکتہ جیسے مشینی شہر میں "ادب" کے لیے صاحب علم حضرات کی اکثریت، اپنا زیادہ وقت دیتی ہے، جو تفریح کے لیے مخصوص ہے جب زبان و ادب کے معاملے میں، یہ سرد مہری ہو، تو بچوں کا ادب، کن مراحل میں ہوگا اس کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔ لیکن یہ امر تعجب کی بات ہے کہ یہاں بچوں کا ایک معیاری رسالہ "غنچہ" نکلتا ہے۔ مگر کوئی بھی ایسا ادبی رسالہ نہیں نکلتا ہے۔ جو ادب کے مروجہ پیمانہ پر پورا اتر سکے۔

یہ خوشی کی بات ہے کہ غنچہ پبلیکیشنز نے بچوں کے لیے۔ معیاری نثری و شعری تخلیقات کو کتابی شکل میں شائع کرنے کا سلسلہ بھی شروع کر دیا ہے۔ اسی سلسلے کی ایک کڑی اُردو کے مایہ ناز ادیب و شاعر جناب حرمت الاکرام کی نظموں کا مجموعہ "کھیل کھلونے" بھی ہے۔ اس مجموعے کے متعلق اردو ادبی دنیا کے مشہور شاعر پروفیسر اعزاز افضل صاحب کے الفاظ قابل توجہ ہیں "کھیل کھلونے" حرمت کی ان نظموں کا مجموعہ ہے جو انھوں نے بچوں کے لیے لکھی ہیں یہ نظمیں دلچسپ بھی ہیں اور معلوماتی بھی۔۔۔۔۔۔ ان نظموں میں زبان نہایت صاف و سادہ استعمال کی ہے۔۔۔۔۔۔ الفاظ و محاورات کا انتخاب موضوع کے رتبے کے مطابق کیا گیا ہے اور شاعر نے ان کو اپنی غایت و خصوصیت کے سانچے

میں ڈھال لیا ہے ۔"

حسرت صاحب کے کلام میں ان خوبیوں کے یکجا ہونے کی وجہ شاید ان کا یہ نظریہ بھی ہے ۔ جس کا اظہار انہوں نے "کھیل کھلونے" میں "اپنی کہانی" کے زیر عنوان اُن سطور میں کیا ہے "بچوں کے لیے کوئی چیز لکھنا نازک اور کٹھن کام ہے ۔ زبان سے سواد تک بڑی احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے اور میرے خیال میں اسی احتیاط کا نام بچوں کا ادب ہے ۔ اس ادب کا مقصد بچوں کو خوش کرنا یا ان کی مسکراہٹوں کو جگانا ہی نہیں، اچھی باتیں سکھانا یا اچھی باتیں قبول کرنے کے لیے ان کے ذہنوں کو تیار کرنا بھی ہے ...... بچوں کے لیے لکھی جانے والی نظموں میں وہ بات ہونی چاہیے جو کسی اچھے منظر یا اچھی تصویر میں ہوتی ہے ۔"

چالیس صفحات پر مشتمل اس مجموعہ میں، مختلف عنوانوں کے تحت ۳۴ نظمیں یکجا ہیں، گنگناتی شام ۔ بچے کا گیت ۔ گیت گاؤ ۔ مسکراؤ ۔ یہ موسم ۔ جاڑوں کی دھوپ ۔ گرمی کا سورج ۔ باڑھ ۔ برسات گئی ۔ ننھے سپاہی ۔ جاگو بچو! غالب کی ایک ٹرائی اور نیا سال ۔ لہو کی کمینٹ چاہیے ۔ چودھویں رات ۔ علم ۔ برسات آئی ۔ باغ کی سیر ۔ مشورے ۔ قلم ۔ بچہ اور چاند ۔ وقت امر ہے ۔ دھرتی کا سپارہ ۔ کیسے کیسے پھول کھلے ۔ جیسی اہم نظموں سے "کھیل کھلونے" سجا ہوا ہے ۔

اس مجموعے کی قیمت ایک روپیہ ہے ۔ جو ضخامت کی مناسبت سے زیادہ معلوم ہوتی ہے ۔ مگر کتاب کی اچھی کتابت و طباعت اور حسرت صاحب کی قیمتی نظموں کے لحاظ سے کچھ بھی نہیں ہے ۔ سرورق پر فیس کی بنائی تصویر جاذب نظر ہے ۔

کھیل کھلونے حسرت الاکرام غنچہ پبلیکیشنز ۱۴ چاندنی چوک اسٹریٹ کلکتہ ۱۳ قیمت ۔/۱

مولانا مہر محمد خاں شہاب مالیر کوٹلوی

داؤدی بوہرہ جماعت کے سابق پیشوا حضرت ڈاکٹر سیدنا طاہر سیف الدین اعلی اللہ مقامہ کی صاحبزادی محترمہ خدیجہ سلمہا نے فن ترتیل و تجوید کے متعلق متعدد

عنوان پر دو مختصر رسالے تالیف کیے ہیں۔ ترتیل القرآن میں سترہ سبق ہیں اور تجوید القرآن میں ۲۱ عنوان ہیں۔ ترتیل و تجوید کی مختصر تعریف یہ ہے کہ حروف عربی کو ان کے صحیح مخرج سے نکالا اور خوبصورتی سے ادا کیا جائے۔ تلاوت کے وقت وقف۔ اظہار۔ ادغام اور تفخیم اور اخفا وغیرہ کو ملحوظ رکھا جائے اور ملتی جلتی آوازوں والے حروف میں سے ہر ایک حرف اپنی امتیازی شان کے ساتھ ادا کیا جائے۔

مثلاً ح اور ہ ۔ ث ۔ س ۔ ص ۔ اور ذ ۔ ز ۔ ض ۔ ظ ۔ اور ت ۔ ط ق اور ک ۔ غ ۔ خ ۔

اگرچہ ہماری بولی میں ۔ ان حروف کو ادا کرنے میں چنداں فرق نہیں کیا جاتا مگر عربی زبان کے لحاظ سے ان میں فرق ہے۔ اور اگر اس فرق کو قائم نہ رکھا جائے تو اس کا اثر معانی پر پڑتا ہے۔ قرآن کریم عربی زبان میں ہے۔ عرب جن حروف کو خصوصاً امتیازی شان سے ادا کرتے ہیں ہم لوگ عموماً اس فرقِ مراتب کو محسوس نہیں کرتے۔ ان دونوں رسالوں میں ان اصول و قواعد کو مناسب تفصیل سے بیان کیا گیا ہے، جن کو برتنے سے قرآن کریم کی تلاوت بہت حد تک صحیح ہو سکتی ہے۔ ہم غیر عربوں میں دو طرح کے قرآن خوان پائے جاتے ہیں۔ اوّل، وہ جو عربی زبان سے واقف اور قرآن کا مطلب سمجھنے والے ہیں ان کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں (الّا ماشاءاللہ) دوسرے وہ جو بے سمجھے پڑھتے ہیں، ان کی تعداد سمجھنے والوں کے مقابلہ میں زیادہ اور نہ پڑھنے والوں کے مقابلہ میں تھوڑی ہے۔ جو بے سمجھے پڑھتے ہیں ان میں غلط خواں زیادہ ہیں اور قواعد ترتیل و تجوید کو جاننے والے کم۔ جو ہیں وہ پڑھتے ضرور صحیح ہیں ۔ مگر ان کی مثال توتے کی ہے۔ آواز کے سوا معانی کا کوئی حصہ ان کے پلے میں نہیں پڑتا۔

ظاہر ہے کہ نزول قرآن صرف توتے کی طرح رٹے جانے کے لیے نازل نہیں ہوا تھا بلکہ اس کے معانی و مفہوم کو سمجھا جائے اور تدبر سے کام لیا جائے۔ اور اس کے اوامر و نواہی کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالا جائے ۔ صرف پڑھنے ۔ پڑھتے رہنے ۔ ترتیل و تجوید کے قواعد کی پیروی میں صحت کے ساتھ تلاوت کرنے صوتی لذّت تو حاصل ہو سکتی ہے اور عقیدہ کے مطابق ثواب ملنے کی بھی توقع کی جا سکتی

ہے۔ مگر نزولِ قرآن کی جو غایت تھی وہ پوری نہیں ہو سکتی ہے۔ وہ اسی صورت میں پوری ہو سکتی ہے کہ قرآنِ کریم کو عربی زبان سیکھ کر پڑھا جائے اگر یہ نہیں تو قرآنی تراجم سے استفادہ کیا جائے۔ خدا جزائے خیر دے امت کے علما کو انہوں نے دنیا کی علمی زبانوں میں قرآنِ کریم کے تراجم ایک سے ایک بڑھ کر پیش کر دیے ہیں۔ مثلاً اردو۔ فارسی۔ گجراتی۔ ہندی۔ انگریزی۔ مرہٹی۔ فرنچ وغیرہ وغیرہ زبانوں میں ایک سے ایک اچھا ترجمہ موجود ہے۔ ضرورت شوق اور لگن کی ہے۔ قرآن کو صحیح پڑھنے کے لیے ترتیل و تجوید کے قواعد کی مشق کر و اور عمل کے لیے کسی بھی مانوس زبان کے ترجمہ سے استفادہ کرو بمقصد تلاوت حاصل ہوگا۔

یہ رسالے جس ہوشمندی اور شوق و جذبہ سے لکھے گئے ہیں ان کی قدر ہونی چاہیے۔ خدائے تعالیٰ مولفہ کو جزائے خیر دے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ فن ترتیل و تجوید کتابوں کی مدد سے کم اور قاری و تالی کی مدد سے زیادہ خوبصورتی سے سیکھا جا سکتا ہے کیونکہ یہ فن صرف نظری نہیں عملی ہے۔

مولفہ نے یہ رسالے ترتیب دے کر قرآنِ حکیم کی بڑی خدمت کی ہے۔ اگر پتھر کی چھپائی کی بجائے اچھے ٹائپ میں یہ کتابیں چھپوائی جاتیں تو زیادہ مفید ہوتیں۔ یہ فن کتابت و طباعت میں جس احتیاط کا طالب تھا وہ موجودہ طباعت میں ملحوظ نہیں رکھی گئی۔

ترتیل القرآن۔ تجوید القرآن۔ محترمہ خدیجہ سیدنا طاہر سیف الدین

ملنے کا پتہ: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دہلی ۲۵ قیمت فی ۷۵/-

نئی مطبوعات

کتاب		مصنف	قیمت
گئو دان	(نیا اڈیشن)	منشی پریم چند	11/-
انشاءِ اُردو	(قدیم مخطوط قواعد اردو) مرتبہ	خواجہ احمد فاروقی	5/-
نظام الدین اولیاءؒ	سوانح	پروفیسر محمد حبیب (مرحوم)	4/-
فکر انسانی کا سفر ارتقا	(نیا اڈیشن)	خواجہ غلام السیدین (مرحوم)	3/-
اردو ادب کی ایک صدی	(تنقید)	ڈاکٹر سیّد عبداللہ	4/-
اسلام کا ہندوستانی تہذیب پر اثر	(نیا اڈیشن)	ڈاکٹر تارا چند	8/50
تخمینتِ فن		ظہیر غازی پوری	4/-
جدید شاعری کے نئے چراغ	(ادب)	ڈاکٹر شکیل الرحمٰن	3/-
خواجہ غلام السیدین (اقدار کا تعلیمی تصور)		" " "	2/-
رابندر ناتھ ٹیگور کا رومانوی ذہن		" " "	2/50
ارمغان حجاز	(مع شرح اُردو)	پروفیسر یوسف سلیم چشتی	6/-
مطالب بانگ درا	(نیا اڈیشن)	غلام رسول مہر	10/-
مطالب بال جبریل	(" ")	" "	8/-
رموزِ بے خودی	(مع شرح اُردو)	پروفیسر یوسف سلیم چشتی	8/-
اچی	(ناول)	رضیہ بٹ	4/-
بھنور	(ناول)	گلشن نندہ	-/-
بھنور (ناول)	(پاکٹ بکس اڈیشن)	" "	2/-
مینا کماری خوابوں سے قبرستان تک (پاکٹ بکس اڈیشن)		گرجا پنڈت	2/-
جیب کترے		امرتا پریتم	2/-
یادوں کی دھول		عادل رشید	2/-
ایک رات		راج دنش	2/-
دستِ گل	مرتبہ	رشید حسن خاں	2/-
تیر نیم کش	(طنزیہ مضامین)	بھارت چند کھنہ	5/-
حرفِ شوق	(شعری مجموعہ)	محمد منظور احمد	3/50

جائزے

(تبصرے کے لیے ہر کتاب کی دو جلدیں آنا ضروری ہیں)

بنگڑ واڑی

مصنف : وینکٹیش ماڈگولکر
ناشر : نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا
مترجم : عرش ملسیانی
صفحات ۱۱۴ قیمت ۵/۲۵

کہا جاتا ہے کہ ہندوستان کا دل دیہاتوں میں دھڑکتا ہے اگر یہ سچ ہے تو ماننا پڑے گا کہ اُردو زبان میں ہندوستان کے دل کی دھڑکن نہیں ملتی۔ ذرا اردو ناول کے پورے ذخیرے کو دیکھ جائیے۔ اور ناول ہی کو کیوں، مختصر افسانے۔ غزلیں، نظمیں جس صنفِ ادب کو دیکھیے مشکل سے دو فیصدی ایسی تخلیقات ملیں گی جن کا تعلق دیہات سے ہو۔ ہمارے ادیبوں کی بیشتر توجہات شہر کے متوسط طبقہ سے وابستہ ہیں۔ اگر کبھی انھوں نے دیہات کا رخ کیا بھی تو زمیندار اور تعلقہ دار گھرانے سے آگے نہیں بڑھے۔ ناولوں میں اگر کہیں افلاس کے مارے کسانوں یا پست اقوام کے افراد کا ذکر آیا بھی تو ضمناً ترقی پسندی کے زمانے میں ان بیچاروں کو مظلوم اور بیکس بتانے پر زور تو دیا گیا مگر اس بیکسی کی زندگی میں جو ان کا اصلی رنگ تھا، جو ان کے رسم و رواج تھے، جو ان کے معاشرتی تاؤ بھاؤ تھے، ان کو پیش کرنے کی کوشش نہیں کی گئی۔ اگر شرت چندر کے ناولوں کا ترجمہ نہ ہو جاتا اگر اعظم کریوی، سہیل عظیم آبادی، احمد ندیم قاسمی کے افسانوں کو اور پریم چند کی کچھ تخلیقات کو الگ کر دیا جائے تو اُردو میں سوا بنگال ناولوں کے ترجمے کے دیہاتی زندگی کا کوئی نشان باقی نہ رہے۔ ایسی حالت میں بنگڑ واڑی کا یہ ترجمہ ایک قابلِ قدر اضافہ ہے کہ اس سے اردو میں ہمارا اشٹر کی دیہی زندگی کا ایک زندہ خاکہ منتقل ہو گیا ہے۔

بنگڑ واڑی دیہاتیوں کی کہانی نہیں بلکہ ایک گاؤں کی کہانی ہے۔ ایک گاؤں جو پہلے صفحہ سے ابھرنا شروع ہے اور ایک شعلۂ مستعجل کی طرح تین چوتھائی کتاب

تک پہونچتے پہونچتے پورے آب و تاب کے ساتھ نمایاں ہو کر آخر کے دس بیس صفحوں میں اپنی رونق کھوتے کھوتے اچانک مرجاتا ہے اس ناول کے کردار وہاں کے انسان بھی ہیں اور جانور بھی۔ بھیڑیں بھی ہیں بھیڑیے بھی۔ گڈریوں کی مختصر سی آبادی میں ہر قسم کے انسان کا ایک نمائندہ موجود ہے۔ جدید احساس ترقی رکھنے والا وہ نوعمر مدرس بھی ہے جسے اس دور افتادہ گاؤں میں ان ... ں کو تعلیم دینے کے لیے بھیجا جاتا ہے جن کو نہ تعلیم کا شوق ہے نہ جن کے ماں باپ کو تعلیم کی اہمیت کا احساس ہے۔ مکھیا، جو روایت اور روایتی عزت کا پاسدار بھی ہے۔ ابتو قصائی جیسا فاقہ مست بھی ہے۔ بالا جیسا خود پسند کنجوس بھی ہے۔ آنندا جیسا چھوٹی موٹی چوری کرنے والا مگر برادری کی عزت کا پاسبان بھی ہے اور جگن ناتھ جیسا وارفتۂ شباب بھی انجی جیسی جوانی کی ماری بھی ہے۔ ہرا چھے آدمی سے حسد کرنے والا دادو بھی ہے۔ وقت پڑنے پر پل میں جت جانے والی جفاکش شکو کی عورت بھی ہے اور احسان شناس راما بھی ہے۔ ان سب کی زندگی اجتماعی ہوتے ہوئے بھی انفرادی ہے اور ایک دوسرے سے غیر مربوط ہو کر بھی ایک دوسرے سے متعلق بھی ہے۔ گاؤں کی آبرو کا سوال آجائے تو سب مل سکتے ہیں اور قحط پڑنے پر رشتے ناتے کا خیال کیے بغیر منتشر بھی ہو سکتے ہیں۔ انھیں نہ افسانوی عشق کی فرصت ہے نہ شعور۔ ان کا عشق جسمانی ضرورت سے خالی نہیں اگر جگنیا عاشق ہوتا ہے تو بیوہ کو اس کے گھر سے اغوا کر لیتا ہے۔ لیکن جس آسانی سے اغوا کرتا ہے اس آسانی سے اسے چھوڑ بھی دیتا ہے اتنا بھی نہیں ہوتا کہ اس کی ناک کٹنے پر دو آنسو ہی بہا لے۔ اور اگر شکو مکھیا کی یتیم لڑکی کا سرپرست بننے پر اس کی جوانی میں اپنے لیے کشش کا سامان پاتا ہے تو پورے گھر کو برباد کرنے پر تل جاتا ہے مگر جب وہ دوسرے گاؤں کے جوان گڈریے کے ساتھ بھاگ جاتی ہے تو اس کا پیچھا بھی نہیں کرتا اور پھر اپنی جفاکش بیوی کے ساتھ گھل مل جاتا ہے۔

•

بنگر واڑی انسانوں کی کہانی نہیں، انسان تو صرف اس بستی کی زندگی کی ترجمانی کے لیے ہیں۔ اس ناول کی ہیروئن ایک گڈریوں کی بستی ہے وہ بستی جس کی ماں زمین ہے۔ جس کا باپ موسم کا رحم و کرم ہے اگر موسم اسے سرپرستی سے محروم کر دیتا ہے تو وہ یتیم ہو جاتی ہے۔ زمین جیسی بیکس ماں بھی اس کی پرورش نہیں کر سکتی اور وہ فقر و فاقہ

کا شکار ہو کر دم توڑ دیتا ہے۔ راجہ جس سے وہ منسوب ہے وہ بھی اس نتیجہ کی طرف توجہ نہیں کرتا تو پھر وہ زندہ بھی کیسے رہ سکتی ہے۔ بنگڑواڑی کے پردے میں مصنف نے پورے ملک کی کہانی لکھدی ہے۔ پورے ہندوستان کی جہاں سے دانشور معاش اور قدردانی کے وسائل کا قحط پاکر دور دور بھاگے جارہے ہیں۔

اگرچہ اس ناول میں مشہور انگریزی ناول "کتنی شاداب تھی میری وادی" HOW GREEN WAS MY VALLEY کا عکس ملتا ہے مگر ماڈگلکر نے اس ناول کے مرکزی خیال کو اس خوبصورتی سے مہاراشٹر کے بھیگے رنگ میں پیش کردیا ہے کہ اسے ترجمہ یا ترجمانی نہیں کہا جاسکتا۔ اس ناول میں ایک سرسبز و شاداب وادی میں کوئلے کی کھان برآمد ہونے پر کسانوں کے اپنے پیشے چھوڑ کر کان کنی کرنے اور کوئلے کا ذخیرہ ختم ہوجانے، کان کے برباد ہوجانے پر وادی کے اجڑ جانے کی داستان تھی یہاں قحط اور عسرت کے ہاتھوں ایک اکھاڑے کے بننے اور برباد ہونے کی کہانی ہے۔ ان دونوں کا فرق ظاہر ہے۔

ناول میں نہ عریانی ہے نہ ہیجان انگیز شہوانی مشاغل کا بیان ہے مگر پھر بھی ناول خشک نہیں البتہ جتنا اچھا یہ ناول تھا کاش کہ اتنا اچھا اس کا ترجمہ بھی ہوتا۔ ترجمے کی زبان دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ کیا جوش ملسیانی جیسے جانشین داغ کے فرزند وشاگرد، آج کل کے ایڈیٹر رہنے والے شاعر عرش ملسیانی اتنی غلط اردو لکھنے پر بھی قدرت رکھتے ہیں؟ زبان کی ناہمواری بری طرح کھٹکتی ہے۔ مہاراشٹر کی زندگی سے ان کی ناواقفیت نے ناول کو ترجمہ ہی رہنے دیا ہے۔ تصنیف نہیں بننے دیا۔ کیا اچھا ہوتا اگر اس ناول کا ترجمہ مہاراشٹر کے کسی اردو ادیب سے کرایا جاتا۔ مثلاً پروفیسر غلام دستگیر شہاب۔ ابراہیم فیض۔ نور پرکار یا کوئی اور۔ نیشنل بک ٹرسٹ کے ارباب حل وعقد کو معلوم ہونا چاہیے کہ دیتے ہیں بادہ ظرف قدح خوار دیکھ کر؟

عمدہ کاغذ پر روشن طباعت وکتابت نے ناول کو جاذب نظر تو بنادیا ہے مگر کتابت کی غلطیاں اتنی ہیں کہ ان کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ پھر بھی اگر ان کمزوریوں کی بنا پر اس کتاب کو اردو ناول کے پڑھنے والے نہ پڑھیں گے تو یہ مراٹھی ادب کے زندہ شاہکار پر ظلم ہوگا۔

ناول کے دیباچے میں نہ جانے کس نے مراٹھی ناول کا ایک مختصر جائزہ پیش کیا ہے۔ ممکن ہے کہ اختصار کی بنا پر ایسا ہوا ہو ورنہ کھانڈیکر اور پھڑکے جیسے نام کیسے ان کو نظر انداز کیا جائے یا "فقیرا" ایسا ناول نہیں جسے بینگرواڑی سے کم سمجھا جائے۔ فقیرا تو ایسا ناول ہے کہ آج جب کہ فرقہ وارانہ اتحاد اور قومی یک جہتی کے لیے جدوجہد جاری ہے اس کا ایک ایک نسخہ ہر ہندوستانی کو پڑھنے کے لیے دیا جانا چاہیے اور پھر وہ بھی تو مہاراشٹر کے دیہات کی ہی کہانی ہے۔

محمود سروش

شگوفہ زار

مصنف : خواجہ عبدالغفور
طابع و ناشر : شہریار عابدی، توکل احمد
سائز : $\frac{20\times30}{16}$ صفحات ۳۱۸
قیمت : دس روپے

خواجہ عبدالغفور کو مزاح و ظرافت سے طبعی مناسبت ہے۔ چونکہ ان کا ذہن بلند، اور مذاق پاکیزہ ہے اس لیے ان کی تخلیقات کا معیار بھی پسندیدہ ہے ——— اس سے پہلے مصنف کی کتاب "قہقہہ زار" مقبولیت کی ضامن بن چکی ہے۔ اردو ہندی سنگم لکھنؤ نے دسمبر ۱۹۷۰ء میں ایوارڈ عطا کیا تھا۔ اس وقت ہندی اڈیشن کی رسم اجرا بھی عمل میں آئی تھی۔

ان کی دوسری تخلیق "شگوفہ زار" منظرِ عام پر آئی ہے جو یقیناً

"نقاش نقشِ ثانی بہتر کشد ز اوّل"

کی مصداق ہے۔ یہ کتاب وسیع مطالعہ، محنت اور ذہنی بشاشت کی نمائندہ ہے۔ اس میں مزاح، ظرافت، ہنسی اور قہقہے کی مختلف اشکال، دل آزاری، حسن و عشق، پیشہ ور مسخرے، بھانڈ، دوسروں کا مذاق، ہنسانے والی شخصیتیں۔ چبھتا ہوا مذاق، فاش غلطیاں، دماغی کیفیات، مضحکات، ہم آہنگی کا فقدان، مرہٹی تماشا، لاؤنی ڈراما وغیرہ موضوعات کی تعریفیں اور ان کی

اقسام بیان کی ہیں۔ نمونے بھی پیش کیے ہیں اور اُن کے انگریزی مترادفات لکھے ہیں
ان کے علاوہ سرجیکی مزاح، کارٹون، موسیقی، اشتہار، دفاتر، مزاحیہ رسالے
اور اخبار، مزاحیہ شعراء، مزاحیہ نثر نگار وغیرہ کی فہرس مرتب کی ہے۔ اگرچہ مزاحیہ
شعراء اور مزاحیہ نثر نگاروں کے بیان میں ابجدی یا تاریخی ترتیب قایم نہیں
رکھی ہے۔

بہر حال کتاب کے موضوعات میں وسعت ہے اور معلومات کے لحاظ
سے بھی خاصہ کی چیز ہے۔ تمام چیزوں کی مثالیں پیش کرنے کا یہ محل نہیں۔ چند
اشارات ملاحظہ فرمایئے۔

ایک لطیفہ:۔ ایک خاتون ہیٹ خرید رہی تھیں بدقّت تمام
ایک پسند کی تو دکاندار نے اُن کی پسند کو پکّا کرنے کے لیے کہا۔
"آپ کو بہت زیب دیتی ہے بلکہ اِس کی وجہ سے آپ اپنی
عمر سے دس سال کم لگتی ہیں۔"
خاتون نے فوراً ہی وہ ہیٹ واپس کردی اور خریدنے کا
ارادہ ترک کرتے ہوئے کہا۔
"میں ایسی ہیٹ اپنے پاس نہیں رکھنا چاہتی کہ اتارتے
ہی میری عمر دس سال زیادہ لگے۔"

اب چند مزاحیہ اشعار سنیے:

احمق پھپھوندوی:
ڈر ہے جنابِ احمق جوتے نہ کھائیں ایک دن
چھُپ چھُپ کے روز قبلہ جاتے ہیں ان کے گھر میں

فرقت کاکوروی:
شرق سے لختِ جگر، نورِ نظر پیدا کرو
ظالمو! تھوڑی سی گندم بھی مگر پیدا کرو

دلاور فگار:
وصل کی درخواست پر کس کی سفارش چاہیے
عشق کے پودے کو کتنے اِنچ بارش چاہیے

مجید لاہوری:
مجھ کو داتا دِلا! ہوگا تیرا بھلا! مجھ کو داتا دِلا

اے پلاٹوں کے مالک تری خیر ہو
اے الاٹوں کے مالک تری خیر ہو
کوئی کوٹھی دِلا، کوئی بنگلہ دِلا
چھاپہ خانہ دِلا، کارخانہ دِلا
پمپ پٹرول کا، یا سینما دِلا
بس نہیں کوئی تو بس کا اڈا دِلا

سیّد محمد جعفری :-

ایک تصویر جو دیکھی تو بصورت نکلی ؎ جس کو سمجھا تھا انناس وہ عورت نکلی

کرشن چندر نے :- "شگوفہ زار" کے تعارف میں لکھا ہے :

"چٹکلوں، لطیفوں اور کارٹونوں اور مثالوں سے قطعِ نظر، فنِ ظرافت کی انواع و اقسام کے اعتبار سے "شگوفہ زار" ایک چھوٹی موٹی اِنسائی کلو پیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے"

"شگوفہ زار" کا مطالعہ کرنے کے بعد ہر ایک قاری کو کرشن چندر کی رائے سے ضرور اتفاق ہوگا۔ قاری کی دلچسپی اور ذہنی انبساط کے علاوہ مزاح و ظرافت کے موضوعات پر مضامین لکھنے اور کتابیں مرتب کرنے کے لیے بھی "شگوفہ زار" کی رفاقت، اہلِ قلم کے لیے اعتماد اور مسرت کا باعث ہوگی۔

کتاب اچھی چھپی ہے۔ سرورق فنکارانہ ہے۔ کارٹون صاف بنے ہیں اور ذہانت کے غماز ہیں۔

ڈاکٹر سیفی پریمی

لائبریری اور اس کی تنظیم

مرتّب: امام مرتضیٰ نقوی
ناشر: آزاد کتاب گھر، کلاں محل، دہلی ۶
سائز: ۲۰×۳۰/۱۶ صفحات ۹۲
قیمت: دو روپے پچاس پیسے

دنیا میں علم وفن کی قدردانی کے ساتھ اہلِ علم نے ذاتی کتب خانوں کو اپنی عزیز

میراث بنایا ہے۔ مختلف اداروں اور حکومتوں کی جانب سے بھی کتب خانوں کا قیام عمل میں آتا رہا ہے لیکن اب سائنس اور ٹکنالوجی کی ایجادنے "لائبریری سائنس" کو نہایت اہم بنادیا ہے۔ اسی لیے یونیورسٹی میں لائبریرین کی تربیت کے لیے شعبے کھولے گئے ہیں۔ تربیت یافتہ لائبریرین سائنس کے نظری علم اور عملی کام کی مہارت کے باعث کتابوں کا بہتر محافظ اور قاری کی کفایت وقت اور مطلوب موضوعات کی رہبری کے لیے مخلص ساتھی ہوتا ہے چنانچہ اس کے تجربات عام قاری تک پہنچنا ضروری ہیں۔ اسی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے امام مرتضیٰ نقوی نے "لائبریری اور اس کی تنظیم" کے نام سے ایک کتاب مرتب کی ہے۔

کتاب کی ترتیب میں لائبریری سائنس کے موضوع پر مغربی ماہرین سے استفادہ کیا گیا ہے اور مشرقی علوم کی کتابوں کے سلسلے میں اپنے تجربات کی روشنی میں اشارات پیش کیے ہیں۔

کتاب کے عنوانات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس فن کی ضروری باتوں کا مختصر طور پر احاطہ کر لیا گیا ہے۔ مثلاً ——— لائبریریاں اور ان کے فرائض، ہندوستان میں لائبریری کی تحریک اور اس کا ارتقا، لائبریری سائنس کے پانچ اصول۔ پبلک لائبریری، اسکولوں اور کالجوں کی لائبریریاں، لائبریری میں کتابوں کا اندراج، درجہ بندی کتب کی اہمیت، لائبریری کیٹلاگ کی اہمیت اس کی شکلیں اور اقسام، لائبریری میں انتخاب کتب کا مسئلہ، لائبریری میں حوالے کی کتابیں، کتابیات اور اس کا فن، تلخیص اور اس کا فن، کتابوں میں اشاریہ کی ضرورت۔

اس کتاب میں "تلخیص اور اس کا فن"، یہ باب نسبتاً کمزور ہے۔

"کتابیات اور اس کا فن" کے سلسلے میں یہ بات اہم ہے کہ سرسید احمد خاں نے جہاں زندگی کے تقریباً ہر شعبے میں خضر حیات کا فرض انجام دیا ہے اس مخصوص باب میں بھی ان کے ذہن رسا نے روشنی دکھائی۔ انھوں نے اردو لٹریچر کی تاریخ یا فہرست مرتب کرنے کا منصوبہ بنایا اور اردو ڈکشنری مرتب کرنے کا اقدام کیا مگر وہ بھی تشنۂ تکمیل رہی۔

مرتب نے اس کتاب میں لائبریری کے آغاز تحریک اور اس کے ارتقا کی تاریخ

کو قدرے تفصیل سے بیان کیا ہے ۔ ۱۸۶۷ء میں پریس اور رجسٹریشن ایکٹ کی منظوری کے بعد ہی یہ کام بھی متوازی طور پر باقاعدگی سے شروع ہوگیا تھا ۔ ۱۹۰۸ء میں امپیریل لائبریری کلکتہ کو نیشنل لائبریری تسلیم کیا گیا۔ حکومت کے علاوہ بعض شخصیات نے بھی اس سلسلے میں غیر معمولی دلچسپی کا اظہار کیا ۔ مثلاً بڑودہ کے راجہ سیاجی راؤ نے ڈبلیو، سی ، بورڈن کی خدمات حاصل کیں اور بڑودہ لائبریری کو نمونے کی لائبریری بنادیا۔ اس فنی بیداری کے باعث ملک کے بعض صوبوں میں لائبریری ایسوسی ایشن کا قیام عمل میں آیا۔ سب سے اہم اور قابل تکریم شخصیت کا مالک ڈاکٹر رنگا ناتھن کو سمجھا جاتا ہے ان کا بے مثل کارنامہ "کولن کلاسیفکشن" ہے۔ انھوں نے تقریباً پچاس کتابیں اور ایک ہزار مضامین لائبریری سائنس پر سپرد قلم کیے تھے ۔ ان کی ذہانت ، لگن اور مستقل کام کے باعث انھیں گویا بابائے لائبریری سائنس" کہا جاتا ہے ۔(افسوس کہ حال میں ان کا انتقال ہو گیا)

آزاد ہندوستان میں اس موضوع پر خاص توجہ کی گئی ہے ۔ ۱۹۵۵ء میں یونیسکو اور مرکزی وزارت تعلیم کے تعاون سے راجدھانی میں سب سے بڑی پبلک لائبریری ظہور میں آئی ۔علی گڑھ یونیورسٹی میں سید محمد حسین قیصر امروہوی نے اسلامیات اور علوم مشرقیات کی درجہ بندی اور فہرست سازی پر توجہ کی ۔ اسلامی علوم ، اردو ، فارسی اور عربی ادب کی کتابوں کو "ڈیوی ڈیسمل کلاسیفکیشن" کی بنیاد پر منظم کیا ۔ امام مرتضیٰ نقوی کی زیر نظر کتاب کی تقریب" بھی انہی کے قلم کا نتیجہ ہے ۔

اس کتاب میں کیٹلاگ کارڈ کے نمونے، کتب اور مضامین رسائل کو ترتیب دینے کے نمونے بھی دیے ہوئے ہیں ۔ جن کی مدد سے ذاتی کتب خانوں کے مالک اور غیر تربیت یافتہ لائبریرین اپنے کام کو بہتر بنا سکتے ہیں اور ان کی لائبریریاں قاری کے لیے زیادہ سودمند ہوسکتی ہیں ۔ •

کتاب عمدہ چھپی ہے اور سرورق مناسب ہے۔

(ڈاکٹر) سیفی پریمی

انتخاب محمد قلی قطب شاہ

تصحیح و ترتیب: محمد اکبر الدین صدیقی
صفحات ۲۴۰ سائز ۲۰×۳۰/۱۶
قیمت: طلبہ ایڈیشن ۲/۵۰ لائبریری ایڈیشن ۵/۵۰
ناشر: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵
اشاعت: ستمبر ۱۹۷۲ء

ارضِ دکن، یا دشِ بخیر، مدتوں پہلے سے ایک زبان، جس کی ارتقائی شکل کو اُردو سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔ اس کی ساخت پرداخت نیز توسیع اور ترویج کا گہوارہ اور مرکز رہی ہے۔ یہاں فقراسے لے کر فرماں رواتک سب نے اس کو بنانے سنوارنے میں ناقابلِ انکار سعی و سرپرستی کی ہے۔ چناں چہ حضرت بندہ نواز گیسو دراز (متوفی ۱۴۲۱ء) سے لے کر میر عثمان علی خاں (متوفی ۱۹۶۷ء) تک سب ہی اس کے مربّی اور مبلغ رہے ہیں۔

اسی مملکت (دکن) کا ایک خوش گو اور خوش باش حکم راں تھا۔ محمد قلی قطب شاہ جس کے تعمیری و تخلیقی کارنامے اور کارگزاریاں آج بھی موجود اور محفوظ ہیں۔

سلاطینِ دکن میں یہ پہلا صاحبِ دیوان شاعر ہے اور اس نوعیت کا شاعر، جس نے ہر موضوع اور ہر صنفِ سخن میں بڑی مشاقی سے اور بے ساختگی سے نغمہ سرائی اور طبع آزمائی کی ہے۔

شعر و نغمہ وہ شے لطیف جو براہِ راست دل و دماغ دونوں کو متاثر اور محفوظ کرتی ہے یہی سبب ہے کہ دنیا کی تمام زبانوں کی دل کش اور دل گداز شاعری نقل و ترجمے کے ذریعے ہر جگہ پہنچتی رہی ہے اور پہنچتی رہے گی۔

عبرت و نصیحت خواہ لطف و مسرت کی خاطر، جب ہم کو کسی ملک اور کسی زبان کے شعر و ادب سے لطف و استفادے میں کوئی عار یا کوئی تکلّف نہیں ہے تو ہمارا پہلا فرض ہے کہ ہم اپنے ملک کی زبانوں میں اسے تلاش کریں۔ "اوّل خویش بعدہٗ درویش"۔ دکنی اس لحاظ سے مال دار زبان ہے۔ اس کے ادبی اثاثے بالخصوص اس کے شعری سرمایہ میں ہم کو وہ تمام لطافتیں اور

دل آویزیاں ملتی ہیں جو فارسی اور ہندوستان کی دوسری قدیم اور ترقی یافتہ زبانوں میں پائی جاتی ہیں بمن جملہ اور دکنی شاعروں کے قلی قطب شاہ کا کلیات اس کی زندہ مثال ہے۔ مگر وہ اتنا ضخیم اور کم یاب ہے کہ اس سے مستفید ہونا ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔

کل کا اندازہ جزو سے کرنے کے لیے تلخیص انتخاب کا طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔ جنوبی اور شمالی ہندوستان کے بیشتر ارباب علم ودانش نے قلی قطب شاہ کو ہم سے متعارف کرانے کی کوششیں کی ہیں مگر اتنی تشریح اور تفصیل سے نہیں، جتنی محمد اکبر الدین صدیقی صاحب نے۔ موصوف دکنی زبان سے واقف ہونے کے ساتھ شعر و سخن کا بھی ذوق رکھتے ہیں، دکن کی تاریخ کا مطالعہ اور اس پر ان کی گہری نظر ہے۔ آٹھ صفحے کے تعارف میں انھوں نے قلی قطب شاہ سے متعلق وہ تمام ضروری باتیں درج کردی ہیں جسے پڑھ کر ہم کو یہ نہیں محسوس نہیں ہوتا ہے کہ سلطان اور شاعر کی سیرت و شخصیت کا کوئی پہلو تشنہ رہ گیا ہے۔

اختصار و ایجاز میں اکثر اوقات بعض اہم نکتے چھوٹ جاتے ہیں اور تخفیف و زوائد سے تحریر میں ربط و دل چسپی باقی نہیں رہتی۔ لیکن "انتخاب قلی قطب شاہ" کے تعارف میں ایسی کوئی کمی نہیں ملتی ہے۔ شاعر کا سلسلۂ نسب، اس کی ملکی مہمات، اصلاحی کوشش، تعمیرات کا شوق، حکومت کے طور طریق، فرصت کے مشاغل و افکار، شعر و سخن سے غیر معمولی وابستگی، مذہبی عقائد و رجحانات عیش و عشرت سے رغبت، دل بستگیں، نظر میں وسعت اپنی زبان کے علاوہ دوسری زبانوں کے شعر و ادب سے واقفیت غرض بہ حیثیت ایک حاکم اور بہ لحاظ ایک شاعر اس کے یہاں جو بھی خوبیاں اور خامیاں تھیں ان سب کو سلیقے اور صفائی سے بیان کردیا ہے۔

قطبی، معانی، اور ترکمان چوں کہ نظم اور غزل دونوں اصناف سخن پر دست رس رکھتا تھا، لہٰذا محسوسات اور مشاہدات کے متعدد خوش نما اور کامیاب نمونے اس کے کلام میں پائے جاتے ہیں۔

انتخاب میں کوئی ۸۵ منتخب، نظمیں، ۲۷۸ غزلیں، ۱۰ قصیدے، ۲ رباعیاں اور ۵ مرثیے شامل ہیں۔ عنوانات کے لحاظ سے حمد، نعت اور منقبت کے علاوہ

طرح طرح کے ملکی مذہبی اور سماجی تیوہار اور تقریبات، شاہانہ لوازمات، کھیل کود، شاہی
عمارتوں اور محلوں کا ذکر ہے اور اپنے عہد کے دکنیوں حسین اور نظر فریب عورتوں کا حال،
ناز و نیاز کے تحت ان کی شوخیاں اور چہلیں ہجر و وصل کی لذتیں فراق کی کیفیتیں، رشک
و رقابت، بے ثباتیِ عالم اور کچھ متفرقات کے طور پر بعض عنوانات پر مزید اظہار
خیال غرض ایک سا بہت ہی ضخیم اور تمام اصناف پر مشتمل کلیات سے جتنا پسندیدہ اور
مفید مطلب کلام انتخاب کیا جا سکتا تھا وہ کر لیا گیا ہے۔ شاعر مذکور کا اتنا مختلف النوع
درجہ کا انتخاب غالباً اور کہیں نہ مل سکے گا۔

دکنی زبان اور خاص کر قلی قطب شاہ کی زبان، ما سبق نیز ما بعد کی رائج زبان سے مختلف
اور مشکل ہے۔ اس کا خیال رکھ کر ایک جامع فرہنگ تیار کی گئی ہے اور اس میں عام
فہم مترادفات کے ساتھ ساتھ اعراب کا بھی اہتمام کیا گیا ہے اس کی وجہ سے شعروں
کو صحیح پڑھنے اور مطلب سمجھنے میں بہت خاصی مدد مل جاتی ہے۔

معیاری ادب کے خوشہ چیں طلبا اور کلاسکی ادب کے قدر دانوں کو خوشی ہوگی کہ اس
سلسلے کی ایک ضروری کتاب ذمے داری اور واقف کاری کے ساتھ مرتب ہوئی ہے۔

رشید نعمانی

انتخابِ مضامینِ سرسید

تصحیح و ترتیب: انور صدیقی
ناشر: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵
سائز: ۲۰×۳۰/۱۶
قیمت: طلبہ اڈیشن ۲/۸۰ لائبریری اڈیشن ۳/۷۵

اردو کے "ارکانِ خمسہ" میں سرسید کا نام سرِ فہرست ہے۔ انھوں نے
اردو نثر کو علمی و تاریخی اور اپنے سنجیدہ خیالات کے اظہار کا وسیلہ بنایا۔ ثانوی منزل
سے کر اعلیٰ تعلیم کی سطح تک اردو کے طالب علم کو سرسید کے مضامین پڑھنے اور
ان کے ادبی کارناموں سے بحث کرنے کے مواقع برابر حاصل ہوتے ہیں۔ ان نصابی
ضرورتوں کی وجہ سے مضامینِ سرسید کے انتخابات جا بجا اور پے در پے شائع ہوتے رہتے ہیں
لیکن اکثر و بیشتر غیر ذمہ دارانہ طباعت کا نمونہ پیش کرتے ہیں۔ انتخاب کی معنویت سے
قطع نظر ان کے اندر صحتِ متن کی ذرا بھی پروا نہیں کی جاتی ہے۔ ان حالات میں مکتبہ جامعہ

کے سلسلہ معیاری ادب میں انتخابِ مضامین سرسیّد کی اشاعت بڑی خوش آئند ہے۔ ان دنوں یوں بھی سرسیّد کی معنویت کو "دورِ حاضر" میں دریافت کرنے کا چرچا ہے اس لیے یہ اشاعت اور بھی برمحل ہو جاتی ہے۔

یہ انتخاب بیس مضامین پر مشتمل ہے جسے انور صدیقی نے پیش کیا ہے۔ انتخاب کا معاملہ سراسر مقصد اور پسند پر مبنی ہوتا ہے۔ سرسیّد کا ادبی کارنامہ اتنا وقیع اور وسیع ہے کہ اس کا کوئی بھی مختصر انتخاب کسی طور نمائندہ نہیں ہو سکتا تاہم ان بیس مضامین میں اچھا خاصا تنوع پایا جاتا ہے۔ ان کے ذریعے ایک عام قاری کو سرسیّد کی نثر کی معقول جھلک مل جاتی ہے اور ایک عام طالب علم کے سامنے ایک اچھا نمونہ پیش ہو جاتا ہے۔ انور صدیقی نے اپنے وصفحے کے پیش لفظ میں سرسیّد کی عہد آفریں شخصیت کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔ اس انتخاب کے سلسلے میں ان کا کہنا ہے کہ "سرسیّد کے مضامین کے انتخاب میں میں نے مولانا اسمٰعیل پانی پتی کے مرتبہ مجموعہ مقالات کو جو کئی جلدوں میں مجلس ترقی ادب لاہور نے شائع کیا ہے، بنیاد بنایا ہے۔ ترقی ادب لاہور کے مجموعوں میں نہ جانے کس طرح یہ خامی راہ پا گئی ہے کہ اس میں بہت سے ایسے مضامین شامل کر لیے گئے ہیں جو سرسیّد نے دوسروں سے فرمائش کر کے لکھوائے تھے ظاہر ہے ایسے تمام مضامین کو سرسیّد کے مقالات کے مجموعوں میں شامل کرنا درست نہ تھا۔ میں نے کوشش کی ہے کہ موجودہ انتخاب میں ایسا مضمون شامل نہ کروں جو سرسیّد کا نہ ہو" انھوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ "اس انتخاب میں میں نے کوشش کی ہے کہ اُن کے تمام نثری وسائلِ اظہار کی نمائندگی ہو جائے..... فکری اعتبار سے بھی موجودہ انتخاب میں آپ کو ہر مضمون اُن کے فکری اور تہذیبی مشن کی نمائندگی کرتا ہوا نظر آئے گا"

جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے کہ انتخاب کے اپنے حدود ہوتے ہیں اور اس سے ہر ایک کا اطمینان ممکن نہیں ہے۔ تاہم فاضل مرتب کی غرض و غایت کا بیان اس انتخاب کی افادیت پر دلالت کرتا ہے۔

ہر مضمون کے عنوان کے نیچے حوالہ درج کیا گیا ہے۔ مگر تین مضامین اس التزام سے خالی ہیں۔ آخر میں دو صفحے کی ایک مختصر سی فرہنگ بھی شامل کی گئی ہے جو حروفِ تہجی کے بجائے غالباً مضامین کی ترتیب کے اعتبار سے ہے لیکن مضمون یا صفحے کا حوالہ نہیں دیا گیا ہے۔ اس طرف خاطر خواہ توجہ درکار تھی۔

کتابت و طباعت کے اعتبار سے یہ انتخاب بھی اپنے سلسلے کے محاسن کا حامل ہے۔

عبداللہ ولی بخش قادری

—

کفِ سیلاب

مصنف : وقارؔ واثقی
ناشر : جاوید برادرس ۱/۵۷ لکی کمپاؤنڈ دائمرا سٹریٹ بمبئی
ضخامت : ۱۲۰ صفحات
قیمت : چار روپے

"کفِ سیلاب" آئینہ ہے اس شاعری کا جو ایسے دماغ و دل کی پیداوار ہے جس میں قدیم روایتیں بہت اندر تک دھنسی ہوئی ہیں مگر جو سینگ کٹا کر بچھڑوں کی صف میں داخل ہونے کے لیے بے تاب ہے۔ ہر زمانے کا ایک محبوب موضوع ہوتا ہے ایک خاص محاورہ ہوتا ہے ایک مخصوص اسلوب ہوتا ہے۔ اس میں وہ تو بآسانی جذب ہو جاتے ہیں۔ جو اسی زمانے کی پیداوار ہیں۔ مگر وہ لوگ جو اس زمانے سے پہلے کے ہیں اور اپنے زمانے کے آہنگ میں جنھوں نے بولنا شروع کیا تھا جب اپنا اسلوب اپنا موضوع اور اپنا محاورہ بدلتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوّا ہنس کی چال چل رہا ہے۔ مصیبت یہ ہے کہ اس گرگٹی انداز کا نام وقت کے ساتھ بدلنا ہو گیا ہے اور اسے شعور کی بیداری کی علامت سمجھا جا رہا ہے۔

"کفِ سیلاب" کے شاعر احمد حسین وقارؔ واثقی سے وقارؔ واثقی ہوئے اور وقارؔ واثقی سے احمد وقارؔ واثقی۔ نام کے انھیں تینوں تغیرات میں ان کی شاعری کی تبدیلیوں کے مضمرات نظر آتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ باوجود بعض بہت اچھے شعر کہہ سکنے کے نہ ان کا کوئی مقام احمد حسین وقار واثقی کی صف میں ہے نہ وقار واثقی کی صف میں نہ احمد وقار واثقی کی صف میں۔ اسے یوں سمجھیے کہ ۱۹۱۷ء میں پیدا ہونے والے احمد حسین ولد حاجی محمد بخش اپنے آپ کو ۱۹۳۴ء میں اس شان کا شاعر محسوس کرتے ہیں کہ اس زمانے کی ایک غزل اپنے مجموعے میں پیش کریں۔ اس غزل کا مطلع ہے : " اس کے وعدے کا اعتبار نہیں۔ شغل ہے ایک انتظار نہیں۔"
اس غزل میں اس عہد کا رنگ سخن تو ہے اس زمانے کی آواز نہیں ہے۔ پھر یک ۱۹۳۶ء کی غزل کا نمونہ ہے اور وہ بھی تمام تر روایتی ہے ۱۹۳۷ء سے لے کر ۱۹۴۰ء تک کا جتنا انتخاب موصوف نے دیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس دور میں اپنے زمانے کے ہم آہنگ نہیں تھے۔ غالباً اس کا سبب ان مراکز سے دوری تھی جہاں ترقی پسند ادب پروان چڑھ رہا تھا یا پھر وہ آہنی دیوار تھی جو پانچ سات بڑے ساتھیوں نے اپنے گرد

لیبر کرتی تھی جسے توڑ کر اندر جا تا صرف ان کا کام تھا جو بے تکلف ایک دوسرے کو حاجی کہہ سکیں۔
ف سیلاب کی نظموں اور سائنٹس سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ احمد حسین وقار واثقی اختر شیرانی
ور احسان دانش سے متاثر ہو کر وقار واثقی بن رہے تھے۔ سائنٹس تمام تر رومانی ہیں
لیکن زمانہ جیسے جیسے گذرا جنگ آزادی شدید ہوتی ہوگی ۱۹۳۶ء سے ۱۹۴۷ء تک جو
ہنگامہ خیز دور ہندوستان کی تاریخ میں آیا ہے اس نے تو لاشعور کو بھی جھنجھوڑ دیا تھا
ور وقار جو اب تک آشیانہ و قفس کے روایتی پردے میں بھی جنگِ آزادی کا ذکر نہیں کر سکے
تھے وہ " وعدہ " جیسی نظم کہہ گئے اور اس کے بعد وہ زمانے سے ہم آہنگ ہوئے۔
مگر ان کا انداز تقلیدی رہا۔

آزادی کے بعد ترقی پسندی کی جڑیں کھوکھلی ہو گئیں۔ ایک طرف ان کے سربراہوں
نے آرام پسندی کو شعار بنایا اور عوام سے دور ہو گئے۔ دوسری طرف ان کے بعض اراکین نے
نقلابی گیت اس راگ میں چھیڑے جو بے وقت تھا۔ جدید یوں نے ان کے پورے ذخیرہ
کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ ان کی شاعری میں جوش تو تھا خلوص نہ تھا۔ وعدے تھے ایفا کا عزم نہ تھا۔
نتیجہ " مصلحت پسندی " اور گریز کے دور سے پر ترقی پسندی کا شیرازہ جنس کا سد کی طرح راٸیگاں
ہو گیا۔ احمد حسین وقار واثقی اسی عہد میں وقار واثقی ہوئے۔ ان کا شعور سخن بیدار ہوا چنانچہ
ان کی غزلوں اور نظموں میں دوراہے اور افتراق کی خاصی داستان موجود ہے۔

آدمی دوراہے پر کب تک کھڑا رہ سکتا ہے ایک نہ ایک راستہ تو اختیار کرنا ہی
پڑتا ہے۔ وقار جدیدیوں کے قافلے میں شامل ہو گئے۔ مگر ان کے سر پر روایتوں کا اتنا
بڑا بوجھ ہے کہ اس قافلے میں بھی ان کی روایت پسندی اس طرح نمایاں ہوتی ہے کہ ان کی
جدیدیت ایک پیوند بن جاتی ہے۔

مگر کیا وقار واثقی احمد وقار واثقی کی حیثیت میں زیادہ نمایاں نہیں ہو سکتے؟
میں اس ناقد کو سخت قنوطی سمجھوں گا جو ایسا کہے۔ جو شاعر۔

یہ بزمِ عام و تماد شمنوں کی محفل ہے   زباں نہ کھولیے نامحرموں کی محفل ہے

جیسے مطلع کی غزل کہہ سکتا ہے جو زین جیسی ثقافتی تاریخ ...

جو شاعر اپنے ساتھیوں پر اس خلوص سے تنقید کر سکتا ہے۔

اپنی نہ سہی اپنوں کی تعریف کرو گے   جی ہاں کیجیے ...

تمھاری بزم نئے شاعروں کی محفل ہے تمھاری بات تمھیں سے سمجھ سکیں گے لوگ

اس کے سامنے تعمیرِ فکر کے لیے بڑے میدان ہیں۔ پچپن سال کی عمر کے بعد بھی آخر جاں نثار اختر ان سے زیادہ سن کے ہیں جب وہ نئے سر سے جوان ہو کر نیا شعری آہنگ اختیار کر کے جدید محفل میں نمایاں ہو سکتے ہیں تو احمد وقار واثقی کیوں نہ ہوں! لیکن اتنا انھیں کی زبان میں مشورۃً کہوں گا۔

دیکھتی ہے جھنجھوڑ کر دنیا گوندھے بازوؤں میں پر نہ لگا

محمود سروش

انتخابِ ذوق

ترتیب و تصحیح: ڈاکٹر تنویر احمد علوی

صفحات: ۱۷۵ سائز ۲۰×۳۰/۱۶

قیمت: طلبہ اڈیشن - ۳/۵۰ لائبریری اڈیشن ۴/۲۵

ناشر: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ - جامعہ نگر - نئی دہلی ۲۵

ذوق کا نام سنتے ہی ذہن میں ایک ایسے دور کے نقوش ابھرنے لگتے ہیں جس میں عہدِ مغلیہ کا دورِ زرّیں انحطاط اور اختتام کی منزلوں میں داخل ہو رہا تھا، ملک گیری، حکم رانی، اور مختار بے ختم ہو کر بیناگزیر محکومی اور پس پائی کی شکل و انداز اختیار کرنے لگے تھے، پرانی جاہ و حشمت، ایک قصۂ پارینہ بن کر اگر کہیں باقی تھی تو صرف لال قلعے کی چہار دیواری کے اندر، جہاں شمعِ فروزاں کی آخری لو، بہادر شاہ ظفر کی ضعیف و نحیف صورت میں جلتی، سلگتی دکھائی دی اور پھر وہ بھی سوگواری اور ماتم گساری کے عالم میں بجھ گئی۔

آدمی اپنے آلام و افکار کو فراموش کرنے کے لیے طرح طرح کے بہلنے یا مشغلے تلاش کر لیتا ہے، مغل شہزادے لڑتے رزم و فرماں روائی میں ناکام و پست ہمت ہو کر بزم اور وہ بھی بزمِ سخن کی جانب مائل اور متوجہ ہونا شروع کر دیا تھا۔ راعی کے مشاغل و افکار رعیت پر بھی اثر انداز ہونے لگے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ قلعے کے باہر، شعر گوئی، عوام و خواص دونوں کا شعار بن گئی اس وقت استادی شاگردی کا بھی بڑا دور دورہ اور باضابطہ دستور تھا۔

استادی کا منصب اتفاقات سے پہلے شاہ نصیر کو حاصل رہا پھر ان سے منتقل ہو کر شیخ محمد ابراہیم ذوق اس کے حق دار قرار پائے۔ وہی شیخ ابراہیم، جو استادِ شہ کہلائے

قصیدہ گوئی کے ماہر، غزل سرائی میں مشاق، زبان دانی اور محاورہ بندی میں مستند، آزاد کے ممدوح، اور (بعضوں کے خیال میں) غالب کے مدِ مقابل، غرض ان کو اپنی مجبوری قسمت سے خاہ مخواہ کی شکایت تھی ورنہ تھے وہ مقدر کے دھنی سارا قلعہ ہوا خواہ، سرفرازی کے لیے ظلِ سبحانی، مدّاحی و افتخار کے لیے ایک جادو نگار قلم کار! جس نے فرطِ عقیدت میں دوسروں کا مال بھی انھیں کے ذخیرے میں ڈال دینے میں بھی تکلف نہ کیا۔

بات کہاں سے کہاں جا پہنچی، ذکر مقصود ہے کلام بلکہ انتخابِ ذوق کا، جس کی ترتیب و تصحیح کی ہے ڈاکٹر تنویر احمد علوی نے اور جسے شائع کیا ہے مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نے اپنے معیاری ادب کے سلسلے میں۔

ذوق نے جو کچھ کہا یا لکھا وہ حجم و ضخامت کے لحاظ سے کچھ ایسا زیادہ اور نایاب نہیں ہے مگر ان کی حیثیت اور مرتبۂ استادی کا تقاضا ہے کہ دوسرے اصحابِ شعر و ادب کی طرح ان کے فرمودات کو بھی انتخاب کی شکل میں پیش کیا جائے۔ اس کام کے لیے ڈاکٹر علوی کئی حیثیتوں سے موزوں اور مناسب ہیں۔ موصوف اس سے پہلے بھی ذوق کی حیات و شاعری پر ایک مبسوط کام انجام دے چکے ہیں۔

لائق مرتب نے شروع کے گیارہ صفحوں میں بہ طورِ تعارف، ذوق کے مختصر حالات شعر و شاعری سے ان کا شروع سے آخر تک لگاؤ، شاہ نصیر سے تعلق اور بے تعلقی، قلعے تک رسائی، پیر و مرشد، سے لے کر شہزادوں تک کی استادی کا شرف، ان کے کلام سے متعلق اکابر اور " اخیار " کی رائیں۔ دیگر اوصاف مراتب کے بارے میں ان کے مدّاحِ اعلا، مولانا محمد حسین آزاد کی تحریر دل پذیر کے اقتباسات، غرض علوی صاحب نے ایک مشہور و معروف شاعر کی جس انداز کی تصویر کشی یا صورت گری کر سکتے تھے وہ کر دی ہے "سخن گسترانہ" بات کے علاوہ توصیف و تنقید میں ذوق سے جو لوگ پہلے سے واقف اور آشنا ہیں انھیں کے فہم و معیار کا خیال زیادہ رکھا ہے ورنہ سالِ وفات کی طرح سن ولادت کو بھی عیسوی سن کے مطابق تحریر کیا جا سکتا تھا۔

انتخاب کی ترتیب یہ ہے کہ پہلے قصائد، پھر غزلیں، قطعات اور آخر میں رباعیاں اور فرہنگ، ہر صنف میں تخفیف مدِ نظر رکھی گئی ہے۔ خاص کر قصائد اور

رباعیات میں چناں چہ چوبیس قصیدوں میں سے صرف آٹھ قصیدے انتخاب کے قابل سمجھے گئے ہیں، یہ بھی ہو سکتا تھا کہ اشعار کی تعداد کم کر کے چند مشہور اور خوش آہنگ قصیدے اور شامل کر دیے جاتے۔

کیا اچھا ہوتا اگر ہر قصیدے سے پہلے یہ بھی بتا دیا جاتا کہ وہ کس کی شان میں ہے اور کس موقع کا۔ پڑھنے والے کو یہ باتیں کم و بیش معلوم تو ہو جاتی ہیں مگر اس وقت جب وہ پورا قصیدہ پڑھ کے دیکھے عنوان اور تقریب سے عام پڑھنے والوں کو فائدہ ہی ہوتا اور ممکن ہے دل چسپی بھی بڑھ جاتی۔

زبان دانی، مضمون آفرینی، بندش، صناعی، روزمرہ اور محاوروں کا جہاں تک تعلق ہے ذوق کی کم ہی غزلیں ان لوازمات اور خوبیوں سے خالی ہوں گی، ایسی بیشتر غزلیں اور متفرق اشعار انتخاب میں موجود ہیں پھر بھی خیال ہوتا ہے کہ بعض زبان زد خاص و عام اشعار نظر انداز ہو گئے ہیں۔ لیکن اس معاملے میں کوئی اعتراض یا شکایت یوں نامناسب ہے کہ ع پسند اپنی اپنی نظر اپنی اپنی۔

متعدد خوبیوں اور اوصاف کے اعتراف کے ساتھ ساتھ نہایت ادب کے ساتھ یہ گزارش بھی کہ اگر فاضل مرتب اُس نسخے کا حوالہ دے دیتے جسے انھوں نے بنیاد قرار دیا ہے تو چند غزلوں کے بعض مصرعوں کے اختلاف اور ان کی صحت میں شبہ نہ باقی رہتا۔

رشید نعمانی

مطبوعاتِ مکتبہ جامعہ لمیٹڈ

معیاری ادب کا سلسلہ

انتہائی صحتِ متن اور ضروری اعراب و فرہنگ کے ساتھ فوٹو آفسیٹ کے ذریعے چھپی ہوئی معیاری ادب کی اہم اور نادر کتابیں۔ ان کتابوں کو مکتبہ جامعہ نے حکومتِ جموں و کشمیر کے گراں قدر تعاون سے از سرِ نو مرتب کرنے کا اور کم سے کم قیمت پر فراہم کرنے کا منصوبہ بنایا ہے۔ محققین اور طلبا پورے اعتماد کے ساتھ ان کتابوں سے استفادہ کر سکتے ہیں۔

مقدمہ شعر و شاعری — خواجہ الطاف حسین حالی — مرتبہ رشید حسن خاں

مقدمہ شعر و شاعری کا شمار اردو کی ان اہم اور معیاری کتابوں میں ہے جن کی اہمیت، افادیت، اور مقبولیت پر شاید ہی کبھی آنچ آسکے۔ آج بھی جب کہ اردو میں تنقید کا سرمایہ بہت بڑھ چکا ہے، اس کی اہمیت اور افادیت میں کوئی فرق نہیں آیا۔

قیمت: طلبا اڈیشن ۲/۶۰ لائبریری اڈیشن ۳/۴۰

انتخابِ سراج اورنگ آبادی — مرتب: ڈاکٹر محمد حسن

اس انتخابِ کلام میں آپ کو ایک ایسی جمال پرست اور بے قرار شخصیت کی جھلکیاں ملیں گی جو ذات و کائنات کے عرفان کی تلاش میں ہے۔ ان اشعار میں ایک دردمند کی آواز بھی ہے اور ایک تہذیب اور ایک تاریخی دور کی صدا بھی۔

قیمت: طلبا اڈیشن ۱/۲۰ لائبریری اڈیشن ۱/۷۰

موازنۂ انیس و دبیر — شبلی نعمانی — مرتبہ: رشید حسن خاں

موازنۂ انیس و دبیر اردو میں تنقید کی ابتدائی اور اہم کتابوں میں سے ہے۔ یہ اپنے انداز کی ایک ایسی منفرد تصنیف ہے کہ اگر اسے انیس و دبیر کے شاعرانہ کمالات کا جائزہ اور ان کی شاعرانہ قدر و قیمت کے تعین کی دستاویز کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

قیمت طلبا اڈیشن ۳/۲۵ لائبریری اڈیشن ۴/۲۵

انتخاب مراثی (انیس و دبیر)

مرتبہ: رشید حسن خاں

مرثیہ نگاروں کی طویل فہرست میں انیس و دبیر کے نام سرِ فہرست آتے ہیں۔ انیس کے یہاں منظر نگاری، جذبات نگاری، واقعہ نگاری اور کردار نگاری کا کمال نظر آتا ہے اور دبیر کے یہاں تشبیہات و استعارات کی جدت، عربی و فارسی کے پُرشوکت الفاظ کا استعمال اور پرشکوہ طرزِ بیان، اُن کے مراثی کی خصوصیات ہیں۔ قیمت: طلبا اڈیشن ‎-/3‎ لائبریری اڈیشن ‎-/4‎

انتخاب نظیر اکبر آبادی

مرتبہ: رشید حسن خاں

نظیر ایک شاعر کی حیثیت سے اپنے زمانے میں بھی مشہور تھے اور آج بھی مشہور ہیں۔ فرق بس اتنا ہے کہ اُس زمانے میں ان کا کلام صرف عام لوگوں کی زبان پر تھا۔ لیکن آج خواص بھی اُن کی شاعرانہ ہمہ گیریوں کے معترف ہیں۔ ان کے کلام کا یہ انتخاب اس انداز سے مرتب کیا گیا ہے کہ ان کی اہم ترین نظمیں مکمل یا جزوی انتخاب کے ساتھ یکجا ہو جائیں۔ آخر میں غزلوں کا انتخاب ہے اور ضروری الفاظ کی فرہنگ بھی شامل کر دی گئی ہے۔ قیمت: طلبا اڈیشن ‎2/50‎ لائبریری اڈیشن ‎3/50‎

نیرنگِ خیال (اوّل دوم)

مولانا محمد حسین آزاد — مرتب: مالک رام

'نیرنگ خیال' مولانا آزاد کے ۱۷ معرکۃ الآرا مضامین کا مجموعہ ہے جسے معتبر ترین نسخے کی بنیاد پر انتہائی صحتِ متن کے ساتھ اس اڈیشن کی صورت میں پیش کیا گیا ہے۔ طلبا اس سے پورا فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ قیمت: طلبا اڈیشن ‎1/90‎ لائبریری اڈیشن ‎2/30‎

فسانۂ آزاد (تلخیص)

رتن ناتھ سرشار — مرتبہ: ڈاکٹر قمر رئیس

'فسانۂ آزاد' سرشار کا وہ گراں قدر کارنامہ ہے جس میں نوابی عہد کے لکھنؤ کی انحطاط پذیر معاشرت، اس کی اچھوتی ظرافت اور لکھنؤ کی بامحاورہ ٹکسالی زبان اور بولی ٹھولی کے فن کارانہ استعمال کو سرشار کے کمالِ فن کا جوہر کہا گیا ہے۔

چونکہ موجودہ حالات میں اتنی ضخیم کتاب کو شائع کرنا آسان کام نہیں اس لیے اس کی کامیاب تلخیص شائع کی گئی تاکہ عوام کی دسترس سے باہر نہ رہے۔

قیمت: طلبا اڈیشن ‎4/20‎ لائبریری اڈیشن ‎5/50‎

فردوسِ بریں عبدالحلیم شرر مرتبہ : ڈاکٹر محمد حسن

مولانا شرر کے ناولوں میں "فردوسِ بریں" فنی تکمیل کے اعتبار سے کامل ترین ناول کہا گیا ہے۔ اس کی منظر نگاری اور ماحول کشی میں شرر کی صناعی درجۂ کمال پر نظر آتی ہے۔ قیمت: طلبا اڈیشن ۲/۱۰ لائبریری اڈیشن ۲/۶۰

شریف زادہ مرزا رسوا مرتبہ : ڈاکٹر محمد رئیس

اردو کے منفرد ادیب اور ناول نگار مرزا رسوا کا دوسرا اہم ناول۔ اس ناول کا شمار اردو کے ان چند ناولوں میں کیا جاتا ہے جس نے دورِ حاضر کے اردو خواں نوجوانوں کی سیرت کو متاثر کیا ہے۔ قیمت: طلبا اڈیشن ۲/۵۰ لائبریری اڈیشن ۴/-

حیاتِ سعدی الطاف حسین حالی مرتبہ رشید حسن خاں

کلام سعدی میں جو ادبی نکات بکھرے ہوئے ہیں ان کی دیدہ ورانہ تشریح و توضیح اس کتاب میں محفوظ کر لی گئی ہے۔ یہ کتاب ہمیشہ بڑی قدر کی نگاہوں سے دیکھی جائے گی۔
قیمت: طلبا اڈیشن ۳/۲۵ لائبریری اڈیشن ۴/-

انتخابِ اکبر الٰہ آبادی مرتبہ : ڈاکٹر صدیق الرحمن قدوائی

اکبر کے ہاں ہمیں پہلی مرتبہ طنز و مزاح دونوں، شاعر کی ذات کی تنگ اور محدود دنیا سے بلند نظر آتے ہیں۔ ان کے ہاں یہ محض اندازِ بیان ہی نہیں سماجی تبدیلیوں کے سمجھنے اور سمجھانے کا موثر ذریعہ بھی ہے۔ ان کے کلام میں مسخرے پن کے ساتھ ہی سنجیدگی شائستگی اور غور و فکر کی فضا بھی پائی جاتی ہے۔ قیمت: طلبا اڈیشن ۲/- لائبریری اڈیشن ۲/۵۰

انتخابِ میر مرتبہ : ڈاکٹر محمد حسن

امام المتغزلین میر کی زبان کوثر و تسنیم سے دھلی ہوئی ہے۔ ان کا ہر شعر تیر و نشتر کا کام کرتا ہے۔ ان کی غزلیں تو بالخصوص کمالِ فن کی آئینہ دار ہیں۔ میر کے کلام کا یہ انتخاب بڑی تحقیق و جستجو اور دیدہ ریزی کے ساتھ کیا گیا ہے۔ قیمت: طلبا اڈیشن ۳/۶۰ لائبریری اڈیشن ۴/۵۰

دیوانِ درد مرتبہ رشید حسن خاں

میر کے علاوہ خواجہ میر درد اپنے عہد کے باقی تمام غزل گو شعرا سے بلند ہیں بلکہ بلند تر۔ حیرت و حسرت کا ناتمام سا اظہار ان کے اچھے اشعار کا عام جوہر ہے اور ایسے شعر بھی تاثیر سے معمور ہیں جن میں عشقیہ جذبات اور تصوف کی مادرائیت یکجا ہو کر نمایاں ہوئی ہے۔ قیمت: طلبا اڈیشن ۲/۷۵ لائبریری اڈیشن ۔/۳

مجالس النسا حالی مرتبہ: صالحہ عابد حسین

مولانا حالی کا مقصدی ناول۔ جس میں نہ تو واعظانہ خشکی ہے، نہ نصیحت کی تلخی۔ یہ ناول خاص طور سے عورتوں کی تعلیم کی اہمیت پر روشنی ڈالتا ہے۔ سادہ دل نشیں انداز بیان۔ قیمت: طلبا اڈیشن ۲/۵۰ لائبریری ایڈیشن ۔/۳

انتخاب مضامین شبلی مرتبہ: رشید حسن خاں

مولانا شبلی کے مضامین میں ان کی وسعت نظر کے عنوانات بکھرے ہوئے ہیں۔ اس انتخاب میں ادبی اور تنقیدی مضامین، کتابوں کے تبصرے، تحقیقی مضامین اور اسلامیات اور قرآن پاک سے متعلق پچیس اہم مضامین ہیں جن میں نقد و نظر، علم و بصیرت اور انشا پردازی کے بہترین جواہر ریزے بکھرے ہوئے ہیں۔ قیمت: طلبا اڈیشن ۔/۷ لائبریری اڈیشن ۹/۵۰

امراؤ جان ادا مرزا محمد ہادی رسوا مرتبہ ڈاکٹر محمد حسن

لکھنوی تہذیب کے پس منظر میں امراؤ جان ادا کی کہانی جس کو مرزا رسوا نے لاثانی نفسیاتی ناول کا جامہ پہنایا تھا۔ اب اس ناول کو ڈاکٹر محمد حسن نے مستند و معتبر نسخوں کی مدد سے از سر نو ترتیب دیا ہے۔ اور مکتبہ جامعہ نے نہایت اہتمام سے فوٹو آفسیٹ کے ذریعے شایع کیا ہے۔ قیمت: طلبا اڈیشن ۔/۶ لائبریری ایڈیشن ۷/۵۰

یادگارِ غالب (حصہ اردو، فارسی) الطاف حسین حالی مرتبہ: مالک رام

انگریزی خیالات اور طرزِ فکر سے واقف ہونے کے بعد حالی نے محسوس کیا کہ ہمارے

ناعری نہ صرف جامد اور غیر ترقی پذیر ہے۔ بلکہ غیر فطری بھی۔ اور اس
میں اصلاح کی ضرورت ہے۔ اپنے انھیں نظریات کا انھوں نے "یادگارِ غالب" میں
مرزا کے کلام پر اطلاق کر کے دکھایا کہ کس طرح کا کلام صحیح شاعری کی تعریف میں آتا ہے اور
ملک و ملّت کے لیے مفید ہو سکتا ہے۔

قیمت (حصّہ اردو) { طلبا اڈیشن ۵/۵۰ ، لائبریری اڈیشن ۶/۵۰ }

" (حصّہ فارسی) { طلبا اڈیشن ۶/۵۰ ، لائبریری اڈیشن ۸/۰ }

مثنوی گلزارِ نسیم — پنڈت دیا شنکر نسیم لکھنوی — تصحیح و ترتیب رشید حسن خاں

مثنوی گلزارِ نسیم، اردو کی اُن چند مثنویوں میں سے ہے جنھوں نے قبولِ عام کی سند
حاصل کی۔ اِس کے حسنِ قبول میں اس کی چست بندشوں کا بڑا حصّہ ہے۔ واقعات اور الفاظ
دونوں کا ایسا اختصار جس سے زیادہ بہ ظاہر ممکن العمل نہ معلوم ہو۔ لفظوں میں ایسی رعایتوں کو
ملحوظ رکھنا جن سے معنویت کی تہیں نمایاں ہوتی رہیں، اور بندش کا اس قدر چست ہونا
کہ شعر کی روانی، تلوار کی کاٹ بن جائے، جیسے کھنچے ہوئے تاروں سے تڑپتے ہوئے نغمے نکل
رہے ہوں۔ نسیم کا اسلوب انھی سے مرکب ہے۔ قیمت طلبا اڈیشن ۲/۵۰ لائبریری اڈیشن ۳/-

گزشتہ لکھنؤ — عبد الحلیم شرر — تصحیح و ترتیب: رشید حسن خاں

لکھنؤ کی معاشرت میں تراش خراش، نفاست، شایستگی اور ادب و آداب کی ایسی
چمک دمک تھی جو آنکھوں میں عکس چھوڑ گئی ہے۔ "گزشتہ لکھنؤ"، اسی محفلِ عرفی کی داستان ہے۔
اور یہ واقعہ ہے کہ شرر نے اسے بے حد جذبات نگاری کے ساتھ، ڈوب کر بیان کیا ہے۔
قیمت: طلبا اڈیشن ۵/۵۰ لائبریری اڈیشن ۱۰/-

فسانۂ مبتلا — ڈپٹی نذیر احمد — تصحیح و ترتیب ڈاکٹر صدیق الرحمٰن قدوائی

نذیر احمد کے ناولوں میں "مشترکہ خاندان"، کی حیثیت بنیادی ہے۔ زیرِ نظر ناول کا ہیرو
مبتلا بھی ایک ایسا ہی کردار ہے جو خاندانی بندھنوں میں پھنسا ہوا ہے مگر اس کی فطرت

اُسے اِس سے نکلنے پر اکساتی ہے۔ وہاں سے نکلنا اس کی تقدیر میں نہیں اور فطرت کو کچلنا اس کے بس میں نہیں۔ چنانچہ وہ ایک ایسے کا ہیرو بن کر رہ جاتا ہے۔ تعداد ازدواج کی مخالفت میں لکھا گیا ایک بامقصد ناول۔ قیمت: طلبا ایڈیشن ۵/- لائبریری ایڈیشن ۶/-

انتخابِ ولی
تصحیح و ترتیب: ڈاکٹر سید ظہیر الدین مدنی

ولی فارسی زبان و ادب میں ید طولیٰ رکھتا تھا۔ لہٰذا زبان و ادب کی نزاکتوں اور لطافتوں سے ایک ماہرِ فن کی طرح واقف تھا۔ اس نے اُردو زبان و ادب میں وسعت پیدا کرنے کے لیے فارسی شاعری کے تمام رچاؤ کو کام میں لیا اور غزل کے موضوعات و روایات کو اس خوبی سے برتا کہ اُردو شاعری کی فضا اور طرزِ تخیل بدل گئی۔

قیمت: طلبا ایڈیشن ۲/۵۰ لائبریری ایڈیشن ۳/-

افاداتِ سلیم
مولانا وحید الدین سلیم — تصحیح و ترتیب: ڈاکٹر خلیق انجم

سلیم مولوی تھے، شاعر تھے، نقاد تھے۔ صحافی تھے۔ مترجم تھے اور ماہر لسانیات تھے، لیکن اب اُردو ادب میں وہ صرف "وضعِ اصطلاحات" کے مصنف کی حیثیت سے مانے جاتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ مولانا سلیم اُردو کے پہلے ماہر لسانیات ہیں جنھوں نے اُردو زبان کے مسئلے کو صحیح پس منظر میں دیکھنے اور سمجھنے کی کوشش کی "افاداتِ سلیم" آپ کے چیدہ چیدہ مقالات کا مجموعہ ہے۔ جسے اردو ادب میں ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔

قیمت: طلبا ایڈیشن ۵/۵۰ لائبریری ایڈیشن ۶/۲۰

توبۃ النصوح
شمس العلما مولوی ڈپٹی نذیر احمد — تصحیح و ترتیب: مالک رام

ڈپٹی نذیر احمد کا شمار سرسید کے نورتنوں میں ہوتا ہے۔ ان کی شخصیت بڑی پہلودار تھی، وہ عربی، فارسی کے منتہی تھے، عالم دین تھے، فقیہ و متکلم تھے۔ مترجم قرآن تھے، بلند پایہ خطیب و مقرر تھے اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ وہ اُردو کے پہلے ناول نگار تھے۔

"توبۃ النصوح" آپ کے دوسرے ناولوں کی طرح اصلاحی ناول ہے۔

س کا بنیادی مقصد یہ ثابت کرنا ہے کہ اولاد کے چال چلن اور اخلاق و اطوار کی ذمہ داری اور کسی پر نہیں والدین پر آتی ہے۔ یہی نہیں اس کتاب میں اس کے علاوہ مذہب، اخلاق، عبادت وغیرہ کے مسائل بھی زیر بحث آئے ہیں اور ہر ایک موضوع سے متعلق اطمینان بخش اور مدلل گفتگو کی گئی ہے۔

قیمت : طلبا ایڈیشن ۲/۵۰ لائبریری ایڈیشن ۵/۵۰

قصۂ حاتم طائی

حیدر بخش حیدری — تصحیح و ترتیب : اطہر پرویز

موسوم بہ آرائش محفل

اس کتاب میں حاتم طائی کی سات سیروں کا ذکر ہے۔ حیدری نے اس داستان کی مقصدی حیثیت کو تماماً اجاگر کیا ہے۔ زبان و بیان کا کوئی گوشہ نہیں جس سے وہ اپنے مقصد کو لانے میں کامیاب نہ ہوئے ہوں۔ حاتم کا ہر قدم نیکی اور خدا ترسی کے لیے وقف ہوتا ہے۔ حاتم کے علاوہ بھی پڑھنے والے کا سابقہ جن جن کرداروں سے ہوتا ہے ان کا ہر عمل نیکی کے جذبات و احساسات کا حامل و تابع ہے۔

قیمت : طلبا ایڈیشن -/۶ لائبریری ایڈیشن -/۷

انور عظیم کے افسانوں کا انتخاب

قصہ رات کا

"کرشن چندر اور قرۃ العین حیدر کے حسنِ بیان کی نئی توسیع اور جدید عہد کے جذبات و احساسات کی نئی تہوں کی کامیاب تلاش سے انور عظیم کی افسانہ نگاری عبارت ہے"

(سردار جعفری)

انور عظیم کا فن منفرد ہے، مشاہدہ مشکل پسند اور گہرا، قلم بے تکلف اور سفاک، اندازِ تحریر رنگا رنگ اور روایت شکن، شدتِ احساس سے سرشار۔ لطیف معنویت و رمزیت سے لیس!" پانچ سو صفحات پر پھیلے ہوئے ان افسانوں میں کردار و واقعات کے نہ جانے کتنے پہلو اجاگر ہیں، تلخیاں بھی، دردمندی بھی، تنہائی بھی، تصادم بھی، زہر بھی، آسودگی بھی۔ رومان بھی، شکست بھی، سب کچھ ہے زندگی میں، وہ جو زندگی میں ہے وہی ان افسانوں میں ہے۔

قیمت : بارہ روپے

تقسیم کار: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵ ۔ دہلی ۶ بمبئی ۳ اور علی گڑھ ۲

مطبوعاتِ مکتبہ جامعہ ایک نظر میں

ادب، تنقید، انشا

کاروانِ فکر	ڈاکٹر یوسف حسین خاں	۳/۷۵
اردو ایسیز	سید ظہیر الدین مدنی	۳/۵۰
اردو مرثیہ	سید سفارش حسین	۶/-
بکھرے ورق	سونیتی کمار چٹرجی	۳/-
پردیسی کے خطوط	مجنوں گورکھپوری	۲/۷۵
تنقید کیا ہے؟	آل احمد سرور	۵/۷۵
غزل سرا (اردو)	مجنوں گورکھپوری	۶/-
نقدِ اقبال	مکیش اکبرآبادی	۴/۲۵
فسانۂ عجائب کا تنقیدی مطالعہ	سید ضمیر حسن دہلوی	۳/-

تذکرہ، سیرت و شخصیت

تذکرۂ معاصرین	مالک رام	۱۵/-
پریم چند کے خطوط	مدن گوپال	۹/۵۰
تذکرۂ جگر	محمود علی خاں	۳/-
قلم کا مزدور	مدن گوپال	۴/-
گنجہائے گرانمایہ	رشید احمد صدیقی	۶/-
خنداں	" " "	۵/۲۵
ڈاکٹر ذاکر حسین	عبداللطیف اعظمی	۵/۵۰
داستانِ ایک شخص	خواجہ غلام السیدین	۱/۲۰
شرابِ کہنہ	رشید نعمانی	۳/۲۵
شہر آشوب	ڈاکٹر نعیم احمد	۷/۲۵

تاریخ، سیاسیات و روداد

امریکہ کے کالے مسلمان	ڈاکٹر مشیر الحق	۲/-
مسلمان اور عصری مسائل	ڈاکٹر عابد حسین	۵/۵۰
آشفتہ بیانی میری	رشید احمد صدیقی	۴/-
امن کا راستہ	عبدالغفار مدہولی	۳/-
مسلم پرسنل لا کے تحفظ کا مسئلہ	طاہر محمود	۴/-
کتاب کی کہانی	سید حسن نقوی	۱/۵۰
پاکستان: اس کا قیام اور ابتدائی حالات	سری پرکاش	۴/-
تاریخ الامت اوّل	مولانا اسلم جیراجپوری	۲/۵۰
" " دوم	" "	۴/-
" " سوم	" "	۲/۷۵
" " چہارم	" "	۳/۲۵
" " پنجم	" "	۳/۲۵
" " ششم	" "	۳/۲۵
" " ہفتم	" "	۲/۰۰
" " ہشتم	" "	۳/۲۵
کچھ پرانے خط دوم	پنڈت جواہر لال نہرو	۸/-
ہندوستانی مسلمان آئینۂ ایام میں	ڈاکٹر عابد حسین	۸/-
یادگار شخصیتیں	پنڈت جواہر لال نہرو	۵/۵۰

سفرنامے

گاندھی جی بادشاہ خاں کے دیس میں	شری پیارے لعل	۵/-
عروسِ نیل	سلطانہ آصف فیضی	۳/۲۵

تعلیم و تربیت

[illegible] کے لیے	ڈاکٹر سلامت اللہ	۴/۲۵

...می خطبات ڈاکٹر ذاکر حسین ۴/۵۰
...معہ کا طریقہ عبدالغفار مدہولی ۲/۵۰
...ند پروجیکٹ " " ۲/۵۰
...وجودہ تعلیمی مسائل عبداللہ ولی بخش قادری ۲/۵۰
...م کیسے پڑھائیں ڈاکٹر سلامت اللہ ۳/۵۰

...اول

آدمی کا مقدر ترجمہ قرۃ العین حیدر ۱/-
آپس کے گیت " " " ۲/۷۵
ایک تھی انیتا امریتا پریتم ۳/۲۵
باپ بیٹے ترجمہ انور عظیم ۵/-
باغ و بہار میرامن مرتب رشید حسن خاں ۲/۷۵
بیوہ منشی پریم چند ۲/۷۵
بہار کا موسم مہندر ناتھ ۳/۵۰
چنار کا پتّا سلطانہ آصف فیضی ۲/۲۵
خیالی پلاؤ ترجمہ قرۃ العین حیدر ۱/۷۵
دلدل " رضیہ سجاد ظہیر ۴/۵۰
دلّی کی شام " بلقیس جہاں ۴/۵۰
ٹی گمو " قرۃ العین حیدر ۲/۲۵
راہِ عمل صالحہ عابد حسین ۴/۵۰
سات سال ترجمہ رضیہ سجاد ظہیر ۵/۲۵
شکستِ ناتمام " زہرہ سیّدین ۲/-
صلاح الدین ایوبی قاضی عبدالستار ۳/۷۵
گئودان منشی پریم چند ۱۱/-
میدانِ عمل " " ۸/۵۰
ماں کی کھیتی ترجمہ قرۃ العین حیدر ۲/-
یوودکیہ " " " ۱/۷۵

افسانے اور خاکے

بڑی حویلی مرزا محمود بیگ ۲/-
پت جھڑ کی آواز قرۃ العین حیدر ۳/-
چراغوں کا سفر رام لعل ۴/-
خیالستان سجاد حیدر یلدرم ۲/۷۵
کالے صاحب اوپندر ناتھ اشک ۲/۵۰
کیمیاگر پروفیسر محمد مجیب ۲/-
نروان جیلانی بانو ۴/۷۵
نئی بیماری مہندر ناتھ ۲/۵۰
واردات منشی پریم چند ۴/-

ڈرامے

آزمائش پروفیسر محمد مجیب ۱/۷۵
انجام " " ۱/۲۵
اوپر کی منزل کرتار سنگھ دُگّل ۴/-
آئینہ ایّام ترجمہ خلیق احمد ۳/۵۰
پردۂ غفلت ڈاکٹر عابد حسین ۱/۷۵
خانہ جنگی پروفیسر محمد مجیب ۱/۵۰
دروازے کھول دو کرشن چندر ۲/۵۰
سراج الدولہ ترجمہ اشفاق حسین ۱/۵۰
کھیتی پروفیسر محمد مجیب ۱/۲۵
موت پر فتح جیالال ساز ۱/۲۵
نقشِ آخر اشتیاق حسین قریشی ۱/۲۵

نظم

آتشِ گل جگر مرادآبادی ۶/-
پچھلی رات فراق گورکھپوری ۷/-
نئی دنیا کو سلام سردار جعفری ۷/-

غالب اردو کلام کا انتخاب — پروفیسر محمد مجیب — ۲/۵۰
مثنوی سحرالبیان — مرتب رشید حسن خاں — ۱/۷۵

بچوں کی کتابیں

مذہب

ارکان اسلام — مولانا اسلم جیراجپوری — ۰/۵۰
آں حضرت — الیاس احمد مجیبی (اردو) — ۰/۶۵
" " (ہندی) — ۰/۶۰
بالک کہانیاں (دو حصوں میں) — مقبول احمد سیوہاروی — ۲/۵۰
خلفائے اربعہ — خواجہ عبدالحی فاروقی — ۲/۲۵
عقائد اسلام — مولانا اسلم جیراجپوری — ۰/۵۰
مسلمان بیبیاں — مولانا اعجاز الحق قدوسی — ۰/۷۵
نبیوں کے قصے — خواجہ عبدالحی فاروقی — ۱/۲۵
ہمارے رسول — " " — ۱/۶۵
ہمارے نبی — سید نواب علی رضوی (اردو) — ۰/۷۵
" " (ہندی) — ۰/۴۰

معلومات

آدمی کی کہانی — مشتاق احمد اعظمی — ۱/۷۵
انوکھا عجائب خانہ — محمد حسین حسان (چار حصے) — ۱/۸۰
بجلی کی کہانی — علی احمد خاں — ۰/۵۰
بڑا دادا کی کہانی — محمد عبدالغفار — ۰/۵۶
تاریخ ہند کی کہانیاں (اول) — خجستہ سلطانہ — ۰/۸۰
" " (دوم) — ضیاء الرحمن — ۱/۰
" " (سوم) — مشتاق احمد اعظمی — ۰/۸۰
" " (چہارم) — " " — ۰/۹۵
چٹانوں کی کہانی — محمد امین — ۱/۷۵
خبر رسانی کے طریقے — رفیعہ منظور الامین — ۰/۸۵
دنیا کے بچے — محمد حسین حسان — ۱/۰
دہلی — ڈاکٹر مجاہد حسین زیدی — ۱/۵۰
رابندرناتھ ٹیگور — صفدر حسین — ۱/۲۵
سماجی زندگی اول — احمد شفیع، غلام ابرار — ۰/۵۱
" " دوم — " " — ۰/۸۰
" " سوم — " " — ۰/۸۱
" " چہارم — " " — ۰/۸۱
سمندر کے کنارے — سلطانہ آصف فیضی — ۱/۳۰
سمندر کے نیچے — " " — ۲/۰
قدرت کے کرشمے — ادارہ — ۰/۴۲
میرانیس — محمد حسین حسان — ۱/۲۵
ہماری پارلیمنٹ — کیلاش چندر — ۱/۵۰

کہانیاں، ناول اور ڈرامے

چینی کی گڑیا — محمد حسین حسان ندوی — ۰/۵۰
بہادر سیاح — " " — ۰/۶۵
چچا غالب (مرتبہ) — " " — ۱/۷۵
بھیڑیے کے بچے (ترجمہ) — قرۃ العین حیدر — ۰/۵۰
ہرن کے بچے — " " — ۰/۵۰
میاں ڈھینچو کے بچے — " " — ۰/۵۰
شیر خان — " " — ۰/۵۰
لومڑی کے بچے — " " — ۰/۵۰
بہادر — " " — ۰/۷۵
سونے کا پنجرہ — احسان الحق — ۰/۶۵
بدنصیب شہزادی — ابرار محسن — ۱/۰
عقل کا سود — " " — ۰/۷۰
جنگل کا راجا — " " — ۱/۰

تیس مار خاں	ابرار محسن	1/-
بندر کا گھر	خضر برنی	-/45
دِلّی دور ہے	مجیب احمد خاں	-/50
جیب اور اب	آصف مجیب	1/75
تین کوڑیاں	اقبال مرادی	1/20
اس نے کیا کرنہ جاتا	آصف مجیب	-/37
پریم کی جیت	اسد اللہ کاظمی	-/37
تاتیلی خالہ	محمد حسین حسان ندوی	-/30
ترکوں کی کہانیاں	مرتبہ مکتبہ جامعہ لمیٹڈ	-/50
تیس مار خاں کے کارنامے	م۔ نسیم	-/50
تین اناڑی	عصمت چغتائی	1/40
چقماق کی ڈبیہ	برکت علی فراق	-/40
چمپاوت کا آدم خور شیر	محمد معین	-/35
ستاروں کی سیر	کرشن چندر	1/75
کوے دادا	مجیب احمد خاں	1/75
لال مرغی	عبدالواحد سندھی	-/50
مزہ چکھائیں گے	مرتبہ مکتبہ جامعہ لمیٹڈ	-/35
مزے دار پہیلیاں	محمود علی خاں	-/75
ننھا منا	خورشیدہ سلطانہ	-/30

ہماری درسی کتابیں

اُردو

نئی کتاب کا قاعدہ	-/40	اُردو کی چوتھی	1/50
اُردو کا قاعدہ	-/35	اُردو کی پانچویں	1/67
" " پہلی	-/40	" " چھٹی	1/76
" " دوسری	-/90	" " ساتویں	1/82
" " تیسری	1/35	" " آٹھویں	1/82

ہندی

سرل ہندی پرائمر	-/26	بال پریم دوم	1/-
ہندی پرائمر اوّل	-/25	" " سوم	1/25
" " دوم	-/25	" " چہارم	1/25
بال پریم اوّل	1/-	نوپربھات اوّل	-/37

حساب

جدید حساب (دوسرے درجے کے لیے)	ترجمہ	ماور حسین	۱/۶۵
" " (تیسرے " " ")	"	محمد یونس	۱/۸۰
" " (چوتھے " " ")	"	ملکہ بیگم قزلباش	۲/۳۵
" " (پانچویں " " ")	"	محمد یونس	۲/۴۰

طالبات کے لیے

گھریلو سائنس (تیسری جماعت کے لیے)	ترجمہ	محمود سروش	۲/۲۵
" " (چوتھی " " ")	"	"	۲/۷۵
" " (پانچویں " " ")	"	دینا ناتھ گردھر	۲/۹۵

تعلیم بالغان کے سلسلے کی کتابیں

ابتدائی کتاب

دس سبق مرتبہ ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ ۲۵/-

پیشے

احمد خاں دکان دار مرتبہ ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ ۳۱/-
حفیظ خانساماں " " " " ۳۱/-
کلو حلوائی " " " " ۳۱/-
عبدالرحمٰن راج " " " " ۳۱/-
مرغی پالیے " " " " ۵۰/-
نصیب خاں حجام " " " " ۳۱/-

تمدن و معاشیات

سرکاری ٹیکسوں کے راز " " " ۳۱/-
ضلع کی سرکار " " " ۳۱/-
کارخانوں کے قانون " " " ۳۱/-
بڑھئی " " " ۳۱/-

بہشتی مرتبہ ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ ۳۱/-
پیارے لال درزی " " " ۳۱/-
تانگے والا " " " ۳۱/-

جھلکیاں

احمد علی مرتبہ ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ ۳۱/-
احمد ندیم قاسمی " " " ۳۱/-
اکبر الہ آبادی " " " ۳۱/-
حیات اللہ انصاری " " " ۳۱/-
سہیل عظیم آبادی " " " ۳۱/-
سید سلیمان ندوی " " " ۳۱/-
عبدالحق " " " ۳۱/-
میر امن " " " ۳۱/-
نذیر احمد " " " ۳۱/-

حفظانِ صحت

- دق اور اس کا علاج — مرتبہ ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ — ۱۳۱/-
- زچہ بچہ — " " " " — ۱۳۱/-
- طاعون اور چیچک — " " " " — ۱۳۱/-
- فوری علاج (ہڈی ٹوٹنا) — " " " " — ۱۳۱/-
- فوری علاج (حادثہ) ڈراما — " " " " — ۱۳۱/-
- استری دھن — " " " " — ۱۳۱/-
- ٹھیک بات کی جے — " " " " — ۱۳۱/-

سوانح حیات

- اجمیری خواجہؒ — " " " " — ۱۳۱/-
- امیر خسروؒ — " " " " — ۱۳۱/-
- سوامی دیانند — " " " " — ۱۳۱/-
- غوث پاکؒ — " " " " — ۱۳۱/-
- کرشن کنہیا — " " " " — ۱۳۱/-
- گاندھی جی حصہ اول — " " " — ۱۳۱/-
- گاندھی جی حصہ دوم — " " " — ۱۳۱/-
- گرونانک — " " " " — ۱۳۱/-
- مصطفیٰ کمال — " " " " — ۱۳۱/-
- نظام الدین اولیاؒ — " " " " — ۱۳۱/-

کہانیاں

- کہانیاں حصہ اوّل — " " " — ۱۳۱/-
- کہانیاں حصہ دوم — " " " — ۱۳۱/-
- پنچ تنتر حصہ دوم — مرتبہ تعلیم و ترقی جامعہ — ۱۳۱/-
- پنچ تنتر حصہ سوم — مرتبہ ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ — ۱۳۱/-

کھیتی باڑی

- اپنی کھیتی کو ایک چک کرو — " " " " — ۱۳۱/-
- آم کے باغ لگائیے — " " " " — ۱۳۷/-
- پپیتے کے باغ لگائیے — " " " " — ۱۳۱/-
- پھلوں کی کھیتی — " " " " — ۱۳۱/-
- پیڑوں کی کانٹ چھانٹ — " " " " — ۱۳۱/-
- جانور بھلا چنگا رہے — " " " " — ۱۳۱/-
- ساگ سبزی اگائیے — " " " " — ۱۳۱/-
- کواپریٹو فارمنگ — " " " " — ۱۳۱/-
- کھاد بنائیے — " " " " — ۱۳۱/-
- لیموں، انار، بیر — " " " " — ۱۳۱/-
- مقدمے کی مار — " " " " — ۱۳۱/-
- نتھو دھوان ہوگیا — " " " " — ۱۳۱/-
- ہرا چارہ ہرا رہے — " " " " — ۱۳۱/-

مذہب

- ابوداؤد شریف — " " " " — ۱۳۱/-
- کفن دفن — " " " " — ۱۳۱/-
- نسائی شریف — " " " " — ۱۳۱/-

معلومات

- چاند تارے — " " " — ۱۳۱/-
- دن رات دو حصے — " " — ۱۲/-
- ہوائی جہاز حصہ دوم — " " — ۱۳۱/-

متفرق

- پنجابی لوک گیت — " " " " — ۱۳۱/-
- کہاوتیں — " " " — ۳۱

تعلیم بالغان کے سلسلے کی نئی کتابیں

کتاب	مصنف	قیمت	کتاب	مصنف	قیمت
آستین کا سانپ	محمد حسین حسان	-/۵۰	چاند	محمد حسین حسان	-/۷۵
اُلٹی دوا	" " "	-/۵۰	چونٹی کی چوٹ	معین الدین	-/۷۵
برف کا گھر	" " "	-/۵۰	چیچک	مشتاق احمد	-/۶۲
برف کے تیرتے پہاڑ	مجیب احمد خاں	-/۵۰	دیمک	محمد حسین حسان	-/۸۲
بادشاہ کے کپڑے	مشیر فاطمہ	-/۵۰	کتنی زمین	" " "	-/۶۲
بچے کی پرورش کی باتیں	ڈاکٹر پی راج موگا	-/۵۰	موسم کے بارے میں	محمد امین	-/۸۷
بچوں کی چھوٹی موٹی بیماریاں	" "	-/۵۰	تاؤ کے آپریشن	محمد حسین حسان	-/۵۰
بے گناہ مجرم	شفیق الرحمٰن قدوائی	-/۵۰	تین سوال	عبداللطیف اعظمی	-/۵۰